

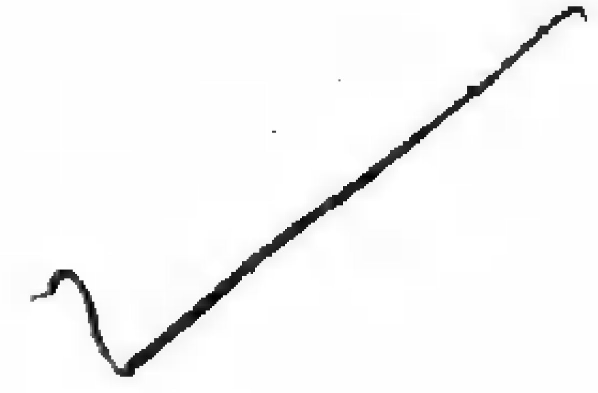
قومی سیرت کانفرنس
۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء

مقالاتِ سیرت

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امت مسلمہ کی ذمہ داریاں

تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں

وفاقی وزارت مذہبی امور، زکوٰۃ وعشر،
حکومت پاکستان



٣٩٧۴٩٩٣١

ب ٣٨ م

76506

فہرست مقالات سیرت 2003ء

پیش لفظ　سیکرٹری وزارت مذہبی امور، زکوٰۃ وعشر　1

(الف) خطبات

افتتاحی خطاب　محترم میر ظفر اللہ خان جمالی، وزیر اعظم اسلامی جمہوریہ پاکستان　2-5

تعارفی کلمات　جناب نصرت اللہ خان، قائم مقام سیکرٹری وزارت مذہبی امور، زکوٰۃ وعشر، حکومت پاکستان، اسلام آباد　6-8

کلیدی خطبہ　ڈاکٹر محمود احمد غازی، نائب صدر، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد　9-18

(ب) تقاریر

۱۔ مفتی غلام الرحمن	پشاور	19-23
۲۔ مولانا محمد اسعد تھانوی	کراچی	24-29
۳۔ پروفیسر عبد الجبار شیخ	سیالکوٹ	30-34
۴۔ حافظ صلاح الدین یوسف	لاہور	35-42
۵۔ ڈاکٹر عبد الرشید	کراچی	43-47
۶۔ جناب دوست محمد فیضی	کراچی	48-50
۷۔ ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی	فیصل آباد	51-55
۸۔ ڈاکٹر ظہور احمد اظہر	لاہور	56-61
۹۔ حکیم محمود احمد سرو سہارنپوری	راولپنڈی	62-67
۱۰۔ جناب مومن شاہ	لاہور	68-75

(ج) مقالات

عنوان: نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امتِ مسلمہ کی ذمہ داریاں۔ تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

۱۔ ڈاکٹر محمد ضیاء الحق	اسلام آباد	76-102
۲۔ ڈاکٹر نور الدین جامی	ملتان	103-128
۳۔ سید عزیز الرحمن	کراچی	129-158
۴۔ ڈاکٹر حافظ خالد محمود ترمذی	ڈیرہ اسماعیل خان	159-170

16-07-07

۵۔	ڈاکٹر سید عبدالمالک آغا	کوئٹہ	171-182
۶۔	جناب رفیق ضیاء القادری	کراچی	183-205
۷۔	قاضی عبدالغفار خاں	ڈیرہ غازی خاں	206-213
۸۔	پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی	کراچی	214-259
۹۔	جناب مطیع الرحمٰن	ہری پور	260-272
۱۰۔	پروفیسر ڈاکٹر اشرف شاہین قیصرانی	کوئٹہ	273-284
۱۱۔	جناب رشید احمد قاسمی	بھمبر آزاد کشمیر	285-296
۱۲۔	پروفیسر محمد مشتاق کلوٹا	کراچی	297-328
۱۳۔	ڈاکٹر لیاقت علی خاں نیازی	لاہور	329-355
۱۴۔	ڈاکٹر سید ظاہر شاہ	اسلام آباد	356-367
۱۵۔	پروفیسر عبدالرزاق	قلات	368-379
۱۶۔	سید عطاء اللہ کاکاخیل	پشاور	380-389
۱۷۔	پروفیسر محمد نذیر تشنہ	بھمبر آزاد کشمیر	390-407
۱۸۔	جناب ظفر علی	چشتیاں	408-417
۱۹۔	ڈاکٹر وقار الدین احمد	اسلام آباد	418-424
۲۰۔	سید اطہر ایڈووکیٹ	گوجرانوالہ	425-438
۲۱۔	ڈاکٹر سید سعید احمد	کراچی	439-451
۲۲۔	پروفیسر محمد حیات	سرگودھا	452-476
۲۳۔	جناب محمد رحمت اللہ بشیر	گجرات	477-497
۲۴۔	جناب واجد علی	لاہور	498-508
۲۵۔	جناب محمد الیاس خاں	پشاور	509-516
۲۶۔	جناب نذر حسین نیئر	کوئٹہ	517-530
۲۷۔	سید شجاعت علی حسنین	رحیم یار خاں	531-537
۲۸۔	سید عابد میر قادری سلطانی	کراچی	538-545
۲۹۔	ڈاکٹر آفتاب احمد ملک	لاہور	546-561

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے رسول پاک، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مقدسہ اور تعلیمات مبارکہ ایک ایسا نور ہے جس کی ہر ہر کرن، ہر زمانہ و وقت کے ہر انسان کی رہنمائی اور راہبری کے لئے ہدایت کاملہ لئے ہوئے ہے۔ جوں جوں دُنیا ترقی کے مدارج طے کرتی چلی جارہی ہے توں توں یہ حقیقت واضح سے واضح تر ہوتی چلی آرہی ہے۔ اس حقیقت صادقہ کا اعتراف ہر ذی ہوش انسان نے کیا ہے اور رہتی دُنیا تک کرتا رہے گا۔

وزارت مذہبی امور نے اپنے قیام ہی سے، سیرت النبی علیٰ صاحبھا التحیۃ والسلام سے حصول رہنمائی کے لئے اور آپ ﷺ کی تعلیمات کو عام کرنے کے لئے مختلف قسم کے اقدام اُٹھا رکھے ہیں۔ ان میں ہر سال بارہ ربیع الاوّل کے موقع پر سیرت کانفرنس کا انعقاد بھی شامل ہے۔ جس میں ملک بھر سے سیرت نگاران اور عاشقان رسول ﷺ شرکت کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

وزارت مذہبی امور، حکومت پاکستان ہر سال قومی سیرت النبی کانفرنس کے لئے کسی مناسب موضوع کا انتخاب کرتی ہے۔ کانفرنس کے عنوان کے انتخاب کے ضمن میں ملکی، قومی، علاقائی اور بین الاقوامی حالات کو سامنے رکھا جاتا ہے۔ اس عنوان کی تشہیر کی جاتی ہے اور سیرت نویسی کے شعبہ سے متعلق خواتین وحضرات سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ اس موضوع پر اپنی اپنی تحقیقی نگارشات وزارت کو ارسال فرمائیں۔ موصول شدہ نگارشات کی مختلف سطح پر جانچ پڑتال کی جاتی ہے اور اس کی روشنی میں انعام کے مستحق قرار پانے مقالاتِ سیرت کو قومی سیرت کانفرنس کے موقع پر انعامات سے نوازا جاتا ہے۔ جب کہ جملہ معیاری مقالات کو کتابی شکل میں طبع کرکے مفت تقسیم بھی کیا جاتا ہے۔

بہرحال، حسبِ روایت اس سال 2003ء "نئے عالمی نظام کی تشکیل اور اُمتِ مسلمہ کی ذمہ داریاں۔ تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی" میں کا موضوع منتخب کیا گیا۔ اس موضوع کو ملک بھر کے اخبارات میں مشتہر کیا گیا۔ جملہ موصولہ مقالاتِ سیرت کی جانچ پڑتال کی گئی اور انعام یافتہ مقالات کے تحریر کنندگان کو قومی سیرت کانفرنس 2003ء کے افتتاحی اجلاس میں وزیر اعظم اسلامی جمہوریہ پاکستان محترم میر ظفر اللہ خاں جمالی نے اپنے دستِ مبارک سے انعامات دیئے جب کہ معیاری مقالات مطبوعہ شکل میں پیش خدمت ہیں۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر ایک کو سیرت طیبہ کی روشنی میں اپنے شب و روز بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

سیکرٹری وزارت مذہبی امور، زکوٰۃ وعشر

خطبات

محترم میر ظفر اللہ خان جمالی، وزیر اعظم اسلامی جمہوریہ پاکستان کا خطبہ افتتاحیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منتظمین سیرت کانفرنس

معززین مجلس

مسلمانان گرامی

ایکسیلنسیز

السلام علیکم!

میں اس سے زیادہ اپنی خوش نصیبی کیا سمجھ سکتا ہوں کہ آج کے دن سیرت کانفرنس کا افتتاح کروں۔ ایک مسلمان کے لئے اس سے زیادہ بڑا اعزاز نہیں ہوسکتا' میری خوش نصیبی ہے کہ اس تقریب کے افتتاح کے لئے مجھے مدعو کیا گیا۔ سیرت کانفرنس میں ڈاکٹر محمود احمد غازی صاحب نے جو بیان فرمایا' انہوں نے تمام عالم اسام سے جو باتیں منسوب کی ہیں' جو ہوتی ہیں' جو کرتی ہیں' یقیناً میرے لئے بھی اور آپ کے لئے بھی ایک حد تک سبق کی حیثیت رکھتی ہیں۔ معاملہ صرف اس حد تک ہے کہ ان پر ہم کس حد تک گامزن ہیں' اس پر ہم کس حد تک عمل پیرا ہیں۔ آج کا جو موضوع ہے' میری نظر میں اس کے دو انداز ہیں۔ پہلا انداز جو عقیدت مند ہیں' رسول اللہ ﷺ کے، ان کو اکٹھے کرنا' یکجا کرنا اور سال بہ سال پچھلے چند سالوں سے تقریباً 27 سالوں سے یہ سلسلہ جاری ہے۔ یہاں پر رسول ﷺ کی خدمت میں عقیدت پیش کرنا' ان کے فرمان کے مطابق کام کرنے کی تلقین کرنا' ان کے اصولوں پر چلنا میں سمجھتا ہوں کہ ہر مسلمان پر فرض ہے اور وزارت مذہبی امور ہر سال یہ یاددہانی کراتی ہے کہ ہمارا راستہ اس طرف ہے جو مسلمانوں کا راستہ ہے یا مسلمانی کا راستہ ہے۔ اس راستے پر ہم کہاں تک گامزن ہو چکے ہیں' ہم کہاں تک چل سکتے ہیں اگر ہم سارے اپنے گریبان جھانکیں تو اپنے اعمال سامنے نظر آتے ہیں۔ گناہوں سے کوتاہیوں سے کوئی مبرا نہیں' ساڑھے چودہ سو سال سے اسی طرح چل رہا ہے۔ ہم گریبان دیکھتے ہیں' جھانکتے بھی ہیں مگر اس کے بعد اپنا منہ موڑ لیتے ہیں' ٹھیک ہے اگر اس راہ پر ہم گامزن ہوں تو ہمیں ذاتی طور پر نبھانا بڑا مشکل نظر آتا ہے۔ انگریزی میں جو لفظ ہے کہ Self Constrant اگر Self Constrant آپ کریں تو میں سمجھتا ہوں کہ اس سے بہتر اور کوئی طریقہ کوئی نہیں۔ جہاں تک اسلام کا تعلق ہے' جہاں تک نظام کا تعلق ہے وہ صرف اس چیز کا قائل ہے کا آپ اس پر خود کتنا عمل کرتے ہیں اور اسے کتنا عملی جامہ پہناتے ہیں۔ بحیثیت مثال پیش کرتے ہوئے' اس کو انگریزی میں آپ (ٹرن سٹ) بھی کہہ سکتے ہیں' باتیں ہم سب کرتے ہیں' ملاقاتیں ہم سب کرتے ہیں مگر بہتر وہ ہیں جو اپنے حساب اس پر عمل پیرا ہوں۔ آپ ہم میں سے کتنے ہیں، جو یہاں موجود ہیں' ہم میں سے کتنے ہیں جو کیا واقعی اس کی پیروی کر رہے ہیں' کیا واقعی ہم نے اس کی پیروی کرنے کا سوچا ہے' کیا واقعی اس پر پیروی کرنے کا ہماری کوئی نیت، ارادہ ہے۔ میں معذرت کے ساتھ عرض کروں گا ہم میں سے بہت کم ہیں ایسے میں جو ان باتوں کا خیال رکھتے ہیں۔

خدا تعالیٰ ہمیں توفیق دے' تقریر کرنا کانفرنس کرنا' کئی مواقع پر مدعو کرنا اچھا ہے۔ وہ سلسلہ اجاگر رہتا ہے اس کا ایک مقصد

یہ ہے کہ آپ کانفرنسوں میں زیر بحث موضوع پر گامزن ہوں۔ عزت نفس کی بات یہاں پر ہوتی ہے' عزت کی بات ہوتی ہے' طور طریقوں کی بات ہوتی ہے۔ ایک آدمی جو دوہرے نظام کی بات کرتا ہے' ہم مغربی ممالک کو تو کہتے ہیں' ہم باقیوں کو تو کہتے ہیں' ہمارا اپنا نظام ہے اس پر ہم نے کوئی دوہرا پن ظاہر نہیں کیا؟ ذرا دیکھئے پچھلے ۵۷ سال میں ہمارا دعویٰ ہے کہ یہاں اکثریت پر مسلمان ہے' پاکستان میں کیا اس وقت تمام حکومتیں جتنی آئی ہیں کیا وہ اسلامی نظام رائج نہیں کر سکتے تھے' وہ رسول ﷺ کے حکم کی پیروی نہیں کر سکتے تھے۔ مگر جہاں بھی کوئی قدغن لگتا ہے جہاں بھی کوئی پابندی آتی ہے کبھی ہم اس کو پارلیمنٹری نظام کی شکل دے دیتے ہیں کبھی ہم اس کو پریذیڈنٹ فارم کی شکل دے دیتے ہیں جو سوٹ کرتا ہے' اپنے وقت میں وہ نظام ویسے چل پڑتا ہے کیا یہی تربیت ہے؟ کیا ہم نے یہی کچھ کرنا ہے؟ کبھی کہتے ہیں کہ معذرت کے ساتھ بہنوں سے عرض کروں گا' سیاسی پارٹیاں ہیں پاکستان میں ایک خاتون کو ملک کا سربراہ نہیں ہونا چاہیئے اور انہی کے ساتھ بیٹھ کر ان کی مدد بھی کرتے ہیں کیا یہ دوہرا نظام نہیں ہے؟ پارلیمنٹ کے اندر ایک بات کرتے ہیں۔ باہر آپ دوسری بات کرتے ہیں۔ خواتین کو عزت دینا حدیث میں ہے میں کوئی بڑا عالم' مفکر پیر یا شیخ نہیں ہوں اصل بات یہ ہے کہ ان کو عزت دیجئے' گھر میں عزت دیجئے' یہ تو فرائض میں شمار ہے' کسی پر کوئی احسان نہیں۔ بحیثیت بنی نوع انسان کے آپ مرتبہ دیکھیں تو خاتون کا رتبہ بہت اونچا آتا ہے اور ہم نام بھی اسی پر رکھتے ہیں' تجربہ بھی کرتے ہیں اور ایک حسرت رہتی ہے جو مدینے لے جاتی ہے' کہتے ہیں کہ ہو سکے ہمیں دیدار ہو جائے' خاتون اول کا نام لیتا ہوں ان کے حجرے کی زیارت ہو جائے' وہاں جا سکیں اتنا درجہ ضرور ہے تو جب آپ نظام کی بات کرتے ہیں کہ موجودہ نظام میں کیا ہو رہا ہے۔ وہ مسلمان ہی تھے جو کئی سو سال حکمرانی کرتے رہے اس کی وجہ کیا تھی؟ کبھی ہم عملاً اس پر گامزن نہیں ہوئے۔ ظلم کی بات کی جاتی ہے ظلم کرنے والے کی بات کی جاتی ہے' ظلم کرنے والے کو دہرایا جاتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج سے کئی سو سال پہلے تو یہ بھٹائی صاحب نے بھی کہا تھا' سندھی میں کہا تھا کہ ظلم تو رہے مگر کرنے والا نہیں رہے اور یہ ہر دور میں ہوا ہے اس کی سیاسی مثالیں آپ کے سامنے ہیں' یہ سلسلے آتے ہیں رہتے ہیں اور رہیں گے اس کا جواب کیا ہے' اس کا توڑ کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کا اصل جواب اور اصل حل یہی ہے کہ آپ اجاگر کریں ان چیزوں کو مسلمانوں کے لئے دکھ ضرور ہوتا ہے۔ میری گذارش یہ ہوگی کہ انسان کے لئے دکھ پیدا نہ کریں۔ ہم مسلمان ہیں' الحمدللہ مسلمان کے گھر پیدا ہوئے ہیں' خدا نے مسلمان پیدا کیا مگر انسانیت کا دکھ رکھیں باقی جو مخلوق خدا ہے خدا کی مخلوق ہے' خدا کی مخلوق میں ہم سب شمار ہوتے ہیں' کبھی یہ نہیں کہا گیا کہ کسی انسان کو اتنا اختیار ہو کہ وہ دوسرے انسان کی بے عزتی کرے' ہمیں تو گھر میں یہی تربیت دی گئی ہے کہ بیٹا زندگی میں تین چیزیں کبھی مت کرنا۔ ایک تو کسی کی بے عزتی نہ کرنا کیونکہ عزت خداوند کریم دیتا ہے۔ دوسرا کسی کے رزق کے بدخواہ مت ہوں' رزق خدا دیتا ہے۔ تیسرا کسی کی زندگی کے بدخواہ نہ ہوں کیونکہ وہ اللہ کی امانت ہے۔ وہ دیتا بھی خود ہے اور لیتا بھی خود ہے۔ اگر ہم بنیادی اصول کی ان تین چیزوں کو سامنے رکھیں اور اس مملکت خداداد پاکستان کے لئے ان پر عمل پیرا ہوں تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہمارے اپنے نظام کار میں جو جھگڑا پڑا ہوا ہے اس کو آپ حل کر سکتے ہیں۔ میرے بھائی ہم دوسرے نظام کی بات کر رہے ہیں وہ نظام وہاں پر پہنچا کر اس پر عمل کرنا کجا' آپ اپنے گھر سے جا نہیں چھڑا سکتے کیا یہی نظام ہمیں چاہیئے۔ ایل ایف پر جھگڑا ہے' کیا جناب ایسی باتیں جس پر جھگڑا پڑا ہوا ہے۔ میں آج کے نظام کی بات کر رہا ہوں جو اس وقت مملکت خداداد پاکستان میں موجود ہے۔ اس وقت کیا یہاں پر برداشت نہیں کر

سکتا' ملک کے لئے قربانی نہیں دے سکتا یہ ساری قربانی کہاں چلی جاتی ہے۔ میں نے اس لئے عرض کیا کہ مسلمان سب ہیں مگر مسلمانیت ہم میں کتنی ہے! اس میں ہم کتنے سچ گو ہیں۔ ہم میں کتنے ایسے ہیں جو قربانی دے سکتے ہیں' اپنے گھر کا نظام صحیح ٹھہرے تو باقی نظام کی بات کر سکتے ہیں۔ باقی نظام کا پرچار کر سکتے ہیں۔ باقی نظام کے متعلق سوچ سکتے ہیں' اس پر عمل پیرا ہو سکتے ہیں۔ اپنے گھر کا نظام تو آپ بنا نہیں سکتے' چلا نہیں سکتے' چلانا چاہتے نہیں ہیں اور بات کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے جو نظام دیا تھا۔ اسلام کیا ہے؟ اسلام ضابطہ حیات ہے اس نے آپ کو راہ دکھائی' یہ راستہ ہے اس راہ پر آپ چلنا نہیں چاہتے' آپ میں ہمت نہیں کہ اس نظام پر آپ چلیں' کسی نے آپ کو روکا ہے؟ کسی نے نہیں روکا' آپ میں قوت ارادہ نہیں ہے کہ اس نظام پر چلیں' میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایسی چیزیں ہیں کہ اس کا اثر آپ پر پڑتا ہے۔ آپ دیکھ لیجئے عراق آپ کے سامنے ہے' افغانستان آپ کے سامنے ہے' اپنے مسائل آپ کے سامنے ہیں' یہ کیا ہو رہا ہے' ہر انسان اپنی چار دیواری کے اندر سوچتا ہے۔ آپ سب سے پہلے اپنے گھر کا ماحول سیدھا کریں جو آج کل کی اولاد بیشتر پڑھی لکھی' ہم سے زیادہ پڑھی لکھی جو مادر پدر آزاد ہے۔ اگر آپ ان کو کہیں کہ صبح سویرے اٹھ کر نماز پڑھیں اور قرآن شریف کا ورد کریں تو وہ کہتے ہیں کہ ہماری تو نیند خراب ہوتی ہے' شام کو کہیں کہ مولوی صاحب آئے گا' آپ کو درس دے گا تو اس نے کہنا ہے کہ میرے پاس فالتو وقت ہی نہیں ہے' تو میرے بھائی سب سے پہلے آپ اپنے گھر سے شروع ہوں۔ اس وقت' وقت کی ضرورت ہے اگر آپ اپنے پیروں پر کھڑا ہونا چاہتے ہیں' آپ ایک سچے مسلمان کی حیثیت سے آگے چلنا چاہتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ بنیادی اصول ہیں جو کہ ہر ایک کو اپنانے چاہئیں۔ اگر ہم ان کو اپنا سکتے۔ اس پر عمل نہیں کر سکتے۔ لکھنے والے لکھتے رہتے ہیں۔ میں ان کا مشکور ہوں جنہوں نے انعامات لئے ہیں' انہوں نے جدوجہد کی ہے' انہوں نے اپنا حصہ (Contribute) کیا ہے۔ بھائی ہم تو یہ کر رہے ہیں مگر ہر چیز گھر سے شروع ہوتی ہے۔ آپنے گھر سے اس کے بعد آپ دوسروں کا سوچ سکتے ہیں۔ میرے بھائی ہم نے مثال دی ہے اگر اس طریقے سے آگے چلنا ہے تو اس کے لئے بہت قربانی کی ضرورت ہے۔ قربانی دینا سیکھیں اور صبر اور برداشت سیکھیں۔ بنیادی اصول اپنی جگہ پر، حالات کے ساتھ لچک پیدا کی جا سکتی ہے۔ جب کوئی انسان ملک کی خدمت کرتا ہے اس کی نیت اور ارادے پر شکوک وشبہات نہیں کئے جاتے' بہت اچھی چیز ہے مجھ میں کون سی صلاحیت ہے کہ میں یہاں بیٹھے ہوئے کسی فرد پر انگشت ریزی کروں کہ جی میں صحیح ہوں اور آپ غلط۔ مجھ میں اتنی صلاحیت نہیں ہے' پہلے میں اپنے آپ کو قابل بناؤں پھر کسی پر انگشت ریزی کروں کیونکہ ہر انسان دوسرے انسان کے برابر ہوتا ہے۔ حاکم وقت کی عزت کرنا ہم سب کا فرض ہے اور اگر آپ حاکم کی عزت نہیں کرتے پھر یہ کہنا پڑے گا کہ آپ کو دوسروں کی کاہے کی فکر پڑی ہوئی ہے پھر اس میں کافی چیزیں ہیں جو درمیان میں شکوک وشبہات کو جنم دیتی ہیں۔ میں تمام افراد سے گذارش کرتا ہوں کہ میں ایک سادہ مسلمان ہوں' آپ یقین کیجئے الحمد اللہ' اللہ کا بڑا کرم ہے جو ہوں آپ کے سامنے ہوں کوئی انسان عیب سے مبرا نہیں ہے۔ ہم چاہے کتنا ہی دعویدار کیوں نہ ہوں کوئی بھی انسان کسی عیب سے دوچار ہے۔ بہتر انسان وہ جو سامنے نظر آتا ہے جو اپنی اچھائیوں کو اپنی برائیوں پر حاوی کر جائے ،نسبتاً اچھا انسان نظر آتا ہے۔ اس لئے یہ مجالس یہ سیمینار منعقد کئے جاتے ہیں' اپنے آپ کو قائل کریں' وزارت مذہبی امور میں جو ہوا اس سال جب میں وزیر اعظم بنا میں سمجھتا ہوں یہ نتائج آپ کے سامنے آ چکے ہیں' اس کا ازالہ کرنے کے لئے انہوں نے سیرت کانفرنس کر دی ہے۔ یہ ان کے لئے اچھی چیز ہے مگر ان

کا درست اطوار ہے وہ اچھا نہ رہا' میں برملا کہتا ہوں وہ اچھا نہ رہا' ہم دیکھتے رہے ہیں وزارت مذہبی امور اور اس میں پیسے کا لین دین ہو آئندہ خدا کی مخلوق حج پر جانا چاہے اور ان کے پاسپورٹ غائب ہو جائیں' بہر حال وہ ایک چیز گزر گئی۔ ہماری کوشش ہو گی کہ آئندہ کے لئے ان شاء اللہ ہم کسی کو یہ تکلیف نہ ہو اور جو سیرت کانفرنس آج آپ لوگوں نے منعقد کی ہے' خدا آپ کو توفیق دے کہ اس سے بہتر آپ کریں۔ آپ اس کا پرچار سارا سال کیوں نہیں کرتے کہ سال میں صرف ایک دفعہ آپ سیرت کانفرنس کرتے ہیں اس کا پرچار سارا سال کرتے رہیں' کسی نہ کسی صورت میں آپ اس کا پرچار کرتے رہیں' یہ سلسلہ جاری رہے جتنی بھی آپ رسول ﷺ کی صفت بیان کریں گے' اللہ کی صفت کریں گے' اللہ کی راہ پر چلنے کی بات کریں گے' کون روکتا ہے آپ کو۔ آگے چلئے دفتروں سے باہر نکلئے' لوگوں کے پاس جائیں' ان کو جا کر عرض کریں' سمجھائیں' یہ میری آپ کو ہدایات ہیں۔ براہ مہربانی تمام تقاضے ہیں جو آپ کو پورے کرنے چاہئیں اور جو ایک مجموعی ذمہ دار ہوتا ہے' خدا کی گرفت سب سے سخت ہے۔ رب العزت جب دینے پر آتا ہے' بڑا بے نیاز ہے۔ زندگی میں تجربہ کیا ہے اور پھر جب رب العزت لینے پر آتا ہے بڑا بے پرواہ ہے' ڈرو اس دن سے' زندگی کے اس موڑ پر آ چکے ہیں۔ آپ یقین کیجئے کہ حسرت ہے اور خواہش ہے اس رب کے خوشنودی کی جو خدا کرے نصیب ہو۔ یہ میں یقین سے کہتا ہوں کسی سیاسی پارٹی کا ڈر نہیں ہے' کسی حکمرانی کا ڈر نہیں ہے اگر ڈر ہے تو اللہ کے عذاب کا ڈر ہے اس کی گرفت ہم پر زیادہ ہو نہ جائے۔ آپ کو سبھی ٹال سکتے ہیں' سبھی دور کر سکتے ہیں' سبھی کم کر سکتے ہیں اگر کہ آپ بغیر غرض' بغیر لالچ' بغیر طمع خدا کی مخلوق کی خدمت کریں' صرف اور صرف خدا کی مخلوق کی خدمت کریں' کوئی معاوضہ طلب نہ کریں' کسی پر احسان نہ سمجھیں' اپنا فرض سمجھ کر ان کی خدمت کریں۔ میں معافی چاہتا ہوں کہ میں لکھی ہوئی تقریر سے ہٹ کر بڑی عاجزی کے ساتھ آپ کو عرض کر رہا تھا مگر یہ حقیقت ہے اور یہ حقائق ہیں اور ان پر عمل کرنا ہم سب کا فرض ہے۔ میں سمجھتا ہوں اس وقت سب سے زیادہ فرض میرا ہے کہ میں اپنے آپ کو ایک سچا مسلمان سامنے لا کر پیش کر کے آپ کے سامنے لا کھڑا کروں' ہو سکتا ہے کہ اس سے کوئی اچھی مثال پیدا ہو سکے' مگر خدانخواستہ آدے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے تو آپ میرے سے کیا سبق سیکھیں گے کچھ نہیں اور سارے کے سارے پھر اپنی مرضی سے چلیں گے۔

معذرت خواہ ہوں وزارت مذہبی امور سے جو میں نے کہا ہے حالانکہ اس موقع پر کہنا نہیں چاہیئے مگر آپ سے میری ملاقات ہی پہلی دفعہ ہوئی ہے۔ میں بہر حال آپ کو داد دیتا ہوں' آپ نے یہ سیرت کانفرنس منعقد کی ہے' جسے میں آپ لوگوں سے گزارش کی ہے کہ برائے مہربانی اس کو صرف کانفرنس ہال تک اور سرینہ کی سیرین ہال تک محدود نہ رکھیں۔ اس کو آگے لے کر چلیئے اس کا پرچار کرتے رہیں' اس کا درس دیتے رہیں' ہو سکتا ہے کہ جو کچھ نوجوان یا دوسرے مسلمان راہ سے بھٹکے ہوئے ہوں شاید وہ راستے پر آ جائیں۔ میں آپ کا مشکور ہوں جنہوں نے یہ کام کیا ہے' جن کو انعامات ملے ہیں ان کو مبارکباد دیتا ہوں اور سارے ملک کے لئے دعا کیجئے کہ رب العزت ہمیں صحیح راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

پاکستان پائندہ باد

ستائیسویں قومی سیرت کانفرنس 2003ء کے افتتاحی

اجلاس میں قائم مقام سیکرٹری مذہبی امور، زکوٰۃ وعشر کے تعارفی کلمات اور خطبہ استقبالیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدهٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

واجب الاحترام وزیراعظم پاکستان

وزراء وسفراء کرام

مشائخ وعلماء عظام

معزز حاضرین محفل

السلام علیکم و رحمۃ اللہ وبرکاتہ!

میں ستائیسویں قومی سیرت کانفرنس کی اس تقریب سعید میں آپ سب کا خیر مقدم کرتا ہوں اور اس بات پر شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ سب نے ہماری درخواست کو پذیرائی بخشتے ہوئے ہماری اس محفل میں شرکت فرمائی اور جناب وزیراعظم آپ کا تو میں دل کی گہرائیوں سے شکر گزار ہوں کہ آپ نے اپنی بے پناہ ذاتی' قومی اور بین الاقوامی مصروفیتوں کے باوجود وقت نکالا اور ہماری درخواست کو شرف قبولیت سے ہم کنار کیا۔ اس سے آپ کی اسلام سے گہری وابستگی اور پیغمبر اسلام ﷺ سے والہانہ ادب وعقیدت اور عشق ومحبت کا اظہار ہوتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ سیرت کانفرنس یا اس قسم کی محافل ومجالس کا انعقاد دولت ایمان وایقان کو حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ جب سے اس وزارت کا قیام عمل میں آیا ہے' حضور رسالتمآب ﷺ کی بارگاہ میں بغیر تعطل کے محبت کے گلدستے اور عقیدت کے پھول پیش کئے جاتے ہیں۔ وزارت مذہبی امور نے اس ذریعے کو ایک درخشندہ روایت اور تابندے ادارے کی شکل دے دی ہے' جس کے خاطر خواہ نتائج بھی برآمد ہوتے ہیں۔

حاضرین کرام!

سیرت کانفرنس کے انعقاد کا بنیادی مقصد تو اس ذات گرامی کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کرنا ہے جس کے لئے خالق ارض و سماء نے پوری کائنات کو تخلیق کیا۔ دوسرا اہم مقصد لوگوں میں سیرت نویسی کی تحریک اور سیرت خوانی کا شوق پیدا کرنا ہے۔ اس سلسلے میں وزارت مذہبی امور ہر سال قومی اور علاقائی زبانوں میں سال کے دوران لکھی گئی کتب سیرت کے مقابلے منعقد کرتی ہے اور مستحق افراد کو انعامات سے نوازتی ہے۔

ان محافل سیرت کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ ہر سال کانفرنس کے لئے کسی نہ کسی قرآنی آیت کی روشنی میں یا حالات حاضرہ کے تناظر میں' سیرت طیبہ سے شغف رکھنے والے افراد کو لکھنے کی دعوت دی جاتی ہے۔ اس طرح سال میں ایک ہی موضوع پر مختلف افکار کا ایک گلدستہ تیار ہو جاتا ہے۔ ان میں سے منتخب مقالات کو زیور طباعت سے آراستہ کر کے عام قارئین سیرت کے لئے

ملک کی مختلف لائبریریوں، اداروں اور دانشوروں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ اس سے لوگوں میں لکھنے کی تشویق و ترغیب بھی پیدا ہوتی ہے۔ یوں چراغ سے چراغ جلتا ہے۔ سیرت طیبہ کی روشنی سے نئی راہیں کھلتی ہیں۔ نئے نئے زاویوں کو فروغ ملتا ہے۔ اس طرح سیرت نگاری کے ان صحت مند مقابلوں کی وجہ سے نہ صرف وطن عزیز میں، بلکہ بیرون ممالک میں بھی معروف زبانوں میں سیرت نگاری کا رجحان بڑھا ہے اور قارئین کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا ہے۔

معزز خواتین و حضرات!

سیرت نگاری کے مقابلوں کا ایک اور اہم مقصد، مستشرقین کے ان اعتراضات کا جواب دینا ہے جو انہوں نے اسلام اور پیغمبر اسلام کی شخصیت اور مشن پر عائد کئے ہیں۔ اس مقصد کے حصول میں ہمیں بہت کامیابی ہوئی ہے۔ ایک وقت تھا جب ان کو پیغمبر اسلام ﷺ کی ذات میں عیوب کے علاوہ کوئی خوبی نظر نہیں آتی تھی، مگر اب مختلف زبانوں میں لاتعداد سیرت کی کتب کی اشاعت کی وجہ سے نہ صرف ان کی شدت میں کمی آئی ہے بلکہ بعض مستشرقین نے تو اپنے تعصب کا برملا اعتراف بھی کیا ہے اور بعض نے تو دیانت و انصاف سے کام لیتے ہوئے اس بات کا اقرار بھی کیا ہے کہ رسالت مآب ﷺ کی ذات ہر عیب سے منزہ، ہر الزام سے مبرا، حسنِ خُلق کی تمام خوبیوں سے مرقع، دنیائے انسانیت کا حاصل ہے اور ان کی کامیابیوں اور کارناموں کے حوالے سے ان کا کوئی مثل نہیں ہے۔

الحمدللہ! آج یورپ، امریکہ اور دیگر ممالک میں لوگوں کو سیرت طیبہ کے مطالعہ کا شوق پیدا ہوا ہے اور اسی مثبت سوچ اور رجحان کی وجہ سے وہاں کے لوگوں میں قبول اسلام کی رفتار میں اضافہ ہوا ہے۔ ان میں اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد بھی شامل ہیں جو اپنے فکر و عمل سے اسلام کی خدمت میں مصروف ہیں۔

محترم وزیر اعظم صاحب!

میں آپ کی اجازت سے، سیرت نگاری کے مقابلہ جات کے انعقاد کے طریق کار کے بارے میں نہایت اختصار سے محترم سامعین و ناظرین کو آگاہ کرنا اپنا فرض منصبی سمجھتا ہوں۔

وزارت ہر سال عید میلاد النبی ﷺ کی تقریبات سے کافی عرصہ پیشتر قومی، پاکستانی علاقائی اور بین الاقوامی زبانوں میں مقابلہ ہائے کتب سیرت و نعت، اسلامی موضوعات پر مقابلہ کتب خواتین اور سیرت و نعت پر خصوصی شمارے شائع کرنے والے رسائل و مجلات کے مقابلوں کے انعقاد کے اعلان کے ساتھ ساتھ کسی مخصوص عنوان پر مرد حضرات اور خواتین کے لئے علیحدہ علیحدہ مقالات سیرت کے انعقاد کا اعلان ملک بھر کے اخبارات کے ذریعے کرتی ہے۔ موصول ہونے والی تمام Entries کا، وزارت میں ابتدائی طور پر مشتہر کردہ شرائط کی روشنی میں تکنیکی اور فنی جائزہ لیا جاتا ہے۔ اس مرحلے میں منتخب ہونے والی ہر کتاب وغیرہ کو متعلقہ موضوع کے کم از کم تین ماہرین پر مشتمل Judges کمیٹی کو تفصیلی جانچ پڑتال کے لئے ارسال کیا جاتا ہے۔ بعد ازاں ان ماہرین کی رپورٹوں اور آراء کو ایک دوسری اعلیٰ کمیٹی، اپیکس کمیٹی، کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ جو ہر کتاب کا، اس کے بارے میں مصنفین کی کمیٹی کی طرف سے موصول شدہ رپورٹس کی روشنی میں جانچ پرکھ کے بعد، حسب حال انعام کا مستحق قرار پانے یا نہ پانے کا فیصلہ کرتی ہے۔ انعامات کے فیصلے کے عمل کے بارے میں وزارت عمل دخل نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے۔ انعامات کا حتمی فیصلہ اپیکس کمیٹی کے معزز اراکین ہی کرتے

ہیں۔ بہر حال حسبِ روایت اس سال بھی مقابلے منعقد ہوئے۔ اس ضمن میں وزارت کو کل 47 کتب سیرت و نعت وغیرہ 82 مقالات سیرت موصول ہوئے۔ ان میں سے ابتدائی جائزہ کے بعد منتخب ہونے والی 30 کتب اور جملہ مقالات سیرت کو منصفین کی کمیٹیوں کو جانچ پڑتال کے لئے بھیجا گیا۔ اپیکس کمیٹی کے فیصلے کے مطابق اس سال کے مقالبہ جات میں 16 کتابیں اور 20 مقالاتِ سیرت' انعامات کے مستحق ٹھہرے۔ ان سیرت نگارشات کے تخلیق کنندگان کو جناب وزیر اعظم اپنے دستِ مبارک سے انعامات عطا فرمائیں گے۔

بہر حال اپنی معروضات کے اختتام سے قبل یہ بھی بتاتا چلوں کہ وزارت مذہبی امور نے' جو دور حاضر کے حالات کے حوالے سے' اس سال سیرت کانفرنس کا موضوع:

''نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امت مسلمہ کی ذمہ داریاں' تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں''

میں طے کیا ہے۔

میں نہ مفکر ہوں' نہ ادیب اور نہ سیرت نویس۔ اس لئے میرا اس موضوع پر کچھ کہنا مناسب نہیں ہے۔ یہ متعلقہ شعبہ نگارش کے ماہرین کا حصہ ہے جن کو آپ اس اجلاس کے بعد مقالات سیرت کے اجلاس میں سماعت فرما سکیں گے۔

اس لئے میں اب آپ کے اور محترم وزیر اعظم کے درمیان مزید حائل نہیں ہونا چاہتا۔ میری ان سے گذارش ہے کہ وہ ستائیسویں قومی سیرت کانفرنس کا افتتاح فرماتے ہوئے حاضرین کرام کو اپنے خطبہ صدارت سے نوازیں' لیکن اس سے پہلے اپنے دست مبارک سے انعامات کے مستحق قرار پانے والے سیرت نگاروں کو انعامات سے نوازیں۔

شکریہ

پاکستان پائندہ باد

کلیدی خطبہ-ڈاکٹر محمود احمد غازی. نائب صدر بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی-اسلام آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم o نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہٖ الکریم وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ اجمعین o

عزت مآب جناب ظفراللہ جمالی، وزیراعظم اسلامی جمہوریہ پاکستان

جناب نصرت اللہ خان، قائم مقام سیکرٹری وزارت مذہبی امور

علماء کرام، مہمانان گرامی، خواتین وحضرات

اکیسویں صدی کے آغاز سے پہلے ہی جس نئے عالمی نظام کی تشکیل کا غلغلہ بلند ہورہا تھا وہ اب اپنی واضح شکل میں دنیا کے سامنے آچکا ہے، اور اپنی تمام حشر سامانیوں کے ساتھ امت مسلمہ سے برسرپیکار ہے۔ یہ نیا عالمی نظام، جو دراصل نیا نہیں، اپنے اندر وہ تمام عناصر رکھتا ہے جو ماضی کے استعماری عالمی نظاموں کی تشکیل میں نمایاں کردار ادا کرتے رہے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ وحی الٰہی کی رہنمائی سے ہٹ کر جب بھی کسی نظام نے عالمی نظام بننے کی کوشش کی، اور جب بھی کسی دنیوی طاقت کے سر میں یہ سودا سمایا کہ وہ اقوام عالم کے لئے کوئی از خود عالمی نظام وضع کرے تو اس کے نتیجے میں دنیا کو سوائے ظلم وجبر، ناانصافی اور استحصال کے علاوہ کچھ نہیں ملا۔ اقوام عالم کے وسائل کو اپنے تصرف میں لینا، زیردستوں کو غلام بنانا اور کسی مخصوص فرد، نسل یا گروہ کو انسانوں کی گردنوں پر مسلط کردینا ان تمام عالمی نظاموں کا واحد مقصد رہا ہے۔

قرآن مجید میں ایک ایسے ہی خود ساختہ عالمی نظام کی خصوصیات کا تذکرہ کرتے ہوئے جو مصر کے فرعونوں نے قائم کیا تھا اس کے بنیادی عناصر کی نشاندہی کی گئی ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ اس نظام کے علمبرداروں نے زمین میں اپنی بڑائی قائم کی (ان فرعون علافی الارض)، باشندگان ملک کو ٹکڑوں اور گروہوں میں تقسیم کیا (جعل اھلھا شیعا)، کچھ لوگوں کو کمزور کیا اور ان کی نسل کشی کی (یستضعف طائفۃ منھم ویذبح ابنائھم) اور زمین میں فتنہ وفساد پھیلانے کے موجب ہوئے، (انہ کان من المفسدین)۔ یہ نظام جو اس وقت کے فرعون نے قائم کیا تھا اپنے اندر وہ تمام خصائص رکھتا ہے جو بعد میں سامنے آنے والے دوسرے نظاموں میں اپنائے گئے۔ لہٰذا قرآن مجید کی رو سے ہر وہ خود ساختہ عالمی نظام فرعونی نظام ہے جو یہ مقاصد رکھتا ہو۔

انیسویں اور بیسویں صدی کی بالادست قوتوں نے جو عالمی نظام تشکیل دیا تھا اور جس کے ذریعے دنیائے مشرق پر کم وبیش ڈیڑھ سو سال حکومت کی گئی اب اپنی عمر پوری کرچکا ہے۔ یہ عالم پیر اب مردنی کیفیت میں ہے۔ اس کے بطن سے اب وہ جہان نو پیدا ہورہا ہے جس کیلئے گذشتہ نصف صدی سے تیاریاں ہورہی تھیں، وہ عالم پیر اب مر رہا ہے جسے فرنگی مقامروں نے قمار خانہ بنادیا تھا۔ پردہ تہذیب میں وہی آدم کشی اور غارت گری اس نئے نظام میں بھی موجود ہے جو مرنے والے نظام کا واحد مقصد تھی۔ کمزور اقوام مشرق آج بھی اسی طرح بے بس ہیں جس طرح وہ سابقہ نظام کے تحت بے بس تھیں۔ وسائل عالم پر زبردستوں کی بالادستی آج بھی اسی طرح قائم ہے جس طرح اس عالم پیر میں نظر آتی تھی۔ حکیم مشرق نے آج سے بہت پہلے جمعیت اقوام کو کفن چوروں کی انجمن قرار دیتے ہوئے اس آرزو کا اظہار کیا تھا کہ اگر طہران عالم مشرق کا جنیوا ہوجائے تو ممکن ہے کہ کرۂ ارض کی تقدیر بدل جائے اور ملوکیت افرنگ نے جو خواب دیکھا ہے ہوسکتا ہے اس کی تعبیر بدل جائے، لیکن افسوس کہ دنیائے اسلام ایسا نہ کرسکی اور حالات اسی نہج پر چلے آ جارہے ہیں جس نہج پر مقامرین غرب ان کو چلانا چاہتے ہیں۔ ان حالات میں امت مسلمہ کی ذمہ داریاں چند در چند بڑھ جاتی ہیں۔

جناب والا! امت مسلمہ اپنی ساخت، اپنی تشکیل اور اپنے مقاصد واہداف کے اعتبار سے ایک عالمی برادری کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کا

کردار روز اول ہی سے ایک عالمی کردار قرار دیا گیا تھا۔ قرآن مجید میں اس امت کو ایک ایسی امت وسط قرار دیا گیا ہے جو ہر قسم کی انتہاؤں کے درمیان راہ اعتدال پر قائم ہے، جو نہ شرقیہ ہے اور نہ غربیہ، بلکہ یہ ایک ایسا نور سرمدی ہے جس کی ضیا پاشی سے پوری کائنات مستنیر ہے۔ یہ امت مسلمہ ہر قسم کے رنگ، نسل، لسانی اختلافات، جغرافیائی حوالوں اور ایسے تمام مادی امتیازات سے ماورا ہے جو انسانوں میں تقسیم وافتراق کا موجب رہے ہیں امت مسلمہ انسانوں کی فلاح و بہبود، خدمت اور رہنمائی کیلئے نکالی گئی ہے (اخرجت للناس)۔ اس کا کام یہ ہے کہ روئے زمین پر عدل وانصاف کی علمبردار ہو اور صرف اللہ کی رضا کی خاطر عدل وانصاف کی گواہ بن کر اٹھے۔ (کونوا قوامین بالقسط شهداء لله) اس ذمہ داری کا تقاضایہ ہے کہ یہ امت اپنے طرز عمل سے انسانیت کے سامنے اسلام کا جیتا جاگتا نمونہ پیش کرے۔ یہی وہ چیز ہے جسکو شہادت حق کی جامع اصطلاح سے یاد کیا گیا ہے۔ باالفاظ دیگر امت مسلمہ کا قول وفعل، طرز عمل، رویہ اور انفرادی اور اجتماعی اسلوب حیات ایسا ہونا چاہیے کہ اس کو دیکھ کر دنیا اسلام کے پیغام کو سمجھ سکے اور اس کے قریب آسکے۔

اسلام کا پیغام روز اول ہی سے ایک عالمی پیغام تھا۔ قرآن مجید کی دعوت اپنے آغاز سے ہی ایک عالمی دعوت تھی۔ اور رسول اکرم کی سنت اور آپ ﷺ کا طرز عمل تاریخ اسلام کے ابتدائی لمحات سے ہی ایک بین الانسانی اپیل کا حامل تھا۔ قرآن مجید شاید دنیا کی واحد مذہبی کتاب ہے جو اپنے خطاب کا آغاز یابنی آدم اور یاایہاالناس جیسے الفاظ سے کرتی ہے۔ بہت سی دوسری مذہبی کتابوں کے برعکس اس کتاب نے خالق کائنات کا تعارف بھی کسی قوم، قبیلہ یا نسل کے معبود کے طور پر نہیں بلکہ رب العالمین اور رب الناس کے طور پر کرایا ہے۔ خالق کائنات پوری کائنات اور عالم انسانیت کا فرمانروا ہے، وہ پوری انسانیت کا خالق ومالک اور معبود ہے، جس ذات گرامیؐ کے ذریعے قرآن مجید انسانوں تک پہنچایا گیا اسکا امتیازی وصف بھی رحمت للعالمین ہے۔ ان کی زبان مبارک سے یہ اعلان کرایا گیا کہ اے انسانوں میں تم سب کی طرف خالق کائنات کا ایلچی بن کر آیا ہوں۔ (یا ایها الناس انی رسول الله الیکم جمیعا)۔

یوں اسلام خود کو ایک عالمی نظام کے طور پر پیش کرتا ہے۔ حضور ﷺ نے اس عالمی نظام کی بنیادیں رکھیں، اس کے بنیادی قواعد طے فرمائے، اس نظام کے تحت انسانوں کے حقوق وفرائض متعین کئے اور ایک ایسی نسل تیار فرمادی جس نے چاردانگ عالم میں اس نظام کے منصفانہ پیغام اور عادلانہ قوانین کی دھاک بٹھادی۔ جب تک یہ نظام دنیا کا بالادست نظام رہا اقوام عالم کو عدل انصاف اور مساوات کے وہ مناظر دکھاتا رہا جن کے دیکھنے کی آج نہ معلوم کتنی آنکھیں منتظر ہیں۔ یہ نظام قرآنی ہر استعماری اور استحصالی قوت کے خلاف ایک شمشیر براں کی حیثیت رکھتا ہے:

چیست قرآن؟ خواجہ را پیغام مرگ
دستگیر بندہ بے ساز و برگ

اس نظام قرآنی اور نظام مصطفوی کی موجودگی میں نہ قیصریت پنپ سکتی ہے اور نہ کسرویت۔ سرکار دو عالم ﷺ نے اس امر کا اعلان فرماتے ہوئے یہ تاریخ ساز پیشگوئی فرمادی تھی۔

اذا هلک قیصر فلا قیصر بعده. واذا هلک کسری فلا کسری بعده

سرکار دو عالم ﷺ کے لائے ہوئے اس عالمی نظام کی دو اہم بنیادیں وحدت الہ اور وحدت آدم ہیں۔ قرآن مجید میں جہاں سرکار دو عالم ﷺ کی زبان مبارک سے بار بار یہ اعلان کرایا گیا کہ ان کی نبوت ورسالت کا دائرہ نہ صرف پورے عالم انسانیت بلکہ جنات تک کو محیط ہے، وہیں بار بار یہ بات بھی واضح کی گئی کہ اس پوری کائنات کی ربوبیت اور خلق وامر صرف ایک ذات پاک کے

ہاتھ میں ہے جس کے روبرو پوری اولاد آدم یکساں حیثیت رکھتی ہے۔ اولاد آدم اور بنات حوا میں سے ہر ایک کا تعلق اس ذات پاک سے صرف بندگی اور عبودیت کا ہے۔ (ان کل من فی السموات والارض الا آتی الرحمن عبدا) وحدت آدم کے اصول کو جب ایک مرتبہ تسلیم کر لیا جائے تو مساوات آدم کا اصول خود بخود سامنے آ جاتا ہے۔ دوسری بہت سی مذہبی کتابوں کے برعکس قرآن مجید میں انسانوں کی نسلی، لسانی یا علاقائی تقسیموں کا ہلکا سا بھی اشارہ نہیں ملتا، قرآن مجید میں واضح ترین الفاظ میں اور احادیث مبارکہ میں نئے نئے انداز سے مساوات آدم کے اس تصور کو بیان فرمایا گیا ہے۔ قرآن مجید کا کونسا طالب علم ہے جس نے سورۃ حجرات کی یہ انقلاب آفرین آیات نہ پڑھی ہوں جن میں کہا گیا ہے کہ "اے انسانو! ہم نے تمھیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تم میں قومیں اور قبیلے اس لئے بنائے کہ تم ایک دوسرے سے تعارف حاصل کر سکو۔" لہٰذا قوموں، قبیلوں اور ملکوں کا وجود محض ایک وجہ تعارف اور حوالہء تشخص ہے۔ اس سے بڑھ کر کچھ نہیں۔

مساوات آدم کا لازمی نتیجہ کرامت آدم ہے، انسان بطور انسان مکرم اور محترم ہے۔ وہ مکرم و محترم ہی پیدا ہوتا ہے، اور یہ استحقاق رکھتا ہے کہ زندگی بھر اس کے ساتھ تکریم اور احترام ہی کا معاملہ کیا جائے۔ دنیا کی کسی مذہبی کتاب نے کرامت آدم کے تصور کو اتنی وضاحت، صراحت اور قطعیت کے ساتھ بیان نہیں کیا جس طرح قرآن مجید نے بیان کیا ہے۔

ولقد کرمنا بنی آدم کی نوید مکہ ہی میں سنائی جا چکی تھی۔ مدینہ منورہ میں دیا جانے والا نظام اسی کرامت آدم کی عملی تعبیر تھا۔ انسان کی تکریم اور عظمت لامتناہی ہے۔ اس کی فضیلت اور برتری کی حدود کا اندازہ ممکن نہیں۔ لیکن اس فضیلت میں اضافہ اور برتری میں مزید ترقی کی واحد بنیاد تقویٰ اور تعلق مع اللہ ہے۔ جو انسان تقوی کی میزان میں جتنا وزن رکھتا ہے اتنا ہی تکریم واحترام کا استحقاق بھی رکھتا ہے۔

کرامت آدم کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہوگی کہ آدم کو خلافت الٰہیہ اور نیابت حق کے مقام پر فائز قرار دیا گیا۔ غلام انسانوں کی آزادی کے عمل میں شرکت، بے سہارا انسانوں کی مدد اور کمزور انسانوں کو سہارے کی فراہمی کو نیکی کی ایک بہت بڑی گھاٹی عبور کرنے کے مترادف قرار دیا گیا۔ انسان کو احسن تقویم کی خلعت عطا فرمائی گئی۔ ایک انسان کو دوسرے انسان کا اور ایک قوم کو دوسری قوم کا احترام کرنے کی تاکید کی گئی۔ اس بات کی ممانعت کر دی گئی کہ کوئی قوم کسی دوسری قوم کو توہین اور تمسخر کا نشانہ بنائے۔

دنیا کی بہت سی اقوام میں ایک غلط تصور یہ پیدا ہو گیا ہے کہ ہر انسان پیدائشی طور پر گنہگار ہے اور ماضی میں کسی کی طرف سے کی گئی کسی غلطی کا پیدائشی طور پر ذمہ دار ہے یا کسی سابقہ موہوم اور فرضی جنم کی پاداش بھگتنے پر مجبور ہے۔ اس تصور سے نہ صرف کرامت آدم کا تصور داغدار ہوتا ہے، بلکہ مساوات آدم کے اصول پر بھی زد پڑتی ہے۔ قرآن مجید میں واضح طور پر اس کی تردید کی گئی اور یہ بتایا گیا کہ نہ صرف رسول اللہ ﷺ کی شریعت میں بلکہ ماضی کی تمام آسمانی شریعتوں میں بنیادی اصول یہی دیا گیا تھا کہ "لا تــــذر وازرۃ وزر اُخری وان لیس للانسان الا ماسعی " کہ نہ کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی کا بوجھ اٹھانے کا پابند ہے اور نہ کسی دوسرے کی سعی و کاوش سے فائدہ اٹھانے کا حقدار۔

چنانچہ کسی بھی عالمی نظام کو نہ حقیقی طور پر عالمی قرار دیا جا سکتا ہے اور نہ حقیقی مفہوم میں انسانی فلاح و بہبـــود کا حامل مانا جا سکتا ہے اگر اس کی بنیاد انسانی مساوات اور انسان کے احترام اور تکریم کے اصولوں پر نہ ہو۔ آدمیت صرف احترام آدمی کا نام ہے۔ ماضی کے عالمی نظاموں کی طرح دور جدید کے عالمی نظام نے بھی ظلم و جبر کے علاوہ کمزور اور بے وسیلہ انسانوں کو کچھ نہیں دیا۔ ان نظاموں کے مرتبین کو مخصوص گروہوں اور نسلوں کی بالادستی اور برتری کے علاوہ کسی چیز سے غرض نہ تھی۔

اسلامی شریعت کی رو سے انسانوں کے مابین کوئی نظام اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک اس کی بنیاد عدل و

انصاف اور قول کے احترام پر نہ ہو۔ قرآن مجید نے یہ بتایا کہ ماضی میں جتنی آسمانی شریعتیں اتاری گئیں اور جتنی کتابیں بھیجی گئیں ان سب کا واحد مقصد یہ تھا کہ لوگ عدل وانصاف پر قائم ہو جائیں۔ کوئی عالمگیر نظام ظلم کی بنیاد پر قائم نہیں رہ سکتا۔ ماضی کے ظالمانہ نظام بھی اسی لئے فنا کا شکار ہوئے کہ ان کی بنیاد ظلم پر تھی۔ قرآن میں یہ مضمون درجنوں بار بیان ہوا ہے کہ ماضی میں جن اقوام کو تباہی کا سامنا کرنا پڑا وہ ان کے اپنے ظالمانہ رویوں کی وجہ سے تھا۔ قرآن مجید نے ماضی کی بہت سی اقوام اور تہذیبوں کی مثالیں دے کر یہ بتایا کہ وكذالك اخذ ربك اذا اخذ القرى وهي ظالمة ان اخذه اليم شديد۔ مسلمانوں کو بھی یہ ہدایت کی گئی کہ ولا تركنوا الى الذين ظلموا یعنی تم ہرگز ظالموں کا ساتھ نہ دو۔

اللہ تعالیٰ کی سنت یہی ہے کہ ظالموں کو دنیا کی حقیقی اور دیرپا قیادت نصیب نہیں ہوتی۔ آج سے کئی ہزار سال قبل جب حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کو یہ نوید دی گئی کہ ان کو پوری انسانیت کا امام بنایا جا رہا ہے تو انھوں نے دعا کی کہ امامت کا یہ سلسلہ ان کی اولاد میں بھی جاری رہے۔ اس پر انھیں واضح طور پر بتا دیا گیا کہ لا ينال عهدى الظالمين میرا یہ وعدہ ظلم کرنے والوں کے لئے نہیں ہوگا۔ خود اسلامی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ جن مسلمان حکومتوں میں عدل وانصاف اور قانون الٰہی کی بالادستی موجود رہی ان کو نہ صرف دنیوی کامیابی ملی بلکہ ان کو صدیوں دنیا کی قیادت اور راہنمائی کرنے کا موقع ملا، اور جیسے ہی قانون کی بالادستی اور عدل وانصاف میں رکاوٹ پیدا ہوئی ان میں کمزوری اور تباہی کے آثار نمایاں ہونے لگے۔

اسلامی شریعت میں جہاں عدل وانصاف کی فطری اہمیت بیان کی گئی وہیں حضور ﷺ نے اس کی عملی تفصیلات بھی بیان فرمائیں۔ بنیادی حقوق اور عدل وانصاف کے مجرد اور مبہم نعرے لگانا آسان ہے، لیکن ان کی عملی تفصیلات کا تعین اور ان پر عمل درآمد اصل کارنامہ ہے۔ ماضی کے بہت سے نظاموں کی طرح آج کے مدعیان انسانیت اور علمبرداران عالمگیریت خدمت انسانیت، بنیادی حقوق، عدل اور انسانوں سے محبت جیسے خوشنما الفاظ بکثرت استعمال کرتے ہیں۔ زور تقریر اور شعر و شاعری کی حد تک یہ موضوعات بڑے خوشنما نظر آتے ہیں۔ یہ کہہ دینا تو بہت آسان ہے کہ اگر کوئی تمھارے دائیں رخسار پر چپت مارے تو تم بایاں رخسار بھی پیش کر دو۔ لیکن سوال یہ ہے گذشتہ دو ہزار سالوں میں کتنے انسانوں نے اس پر عمل کر کے دکھایا ہے۔ اس نعرے کے علمبردار کم وبیش گزشتہ دو ڈھائی سو سال سے عالمی نظام کی سربراہی کے مدعی ہیں۔ لیکن دنیا کو بالعموم اور عالم مشرق کو بالخصوص ان کے ہاتھوں جو کچھ ملا ہے وہ سب کے سامنے ہے۔ حضور ﷺ نے جہاں عدل کو ہر انسانی معاملے کی اساس قرار دیا ہے وہاں عدل کی عملی تفصیلات اور احکام بھی بیان فرمائے ہیں۔ آپ کی عطا فرمودہ شریعت میں عدل سے مراد وہ نظام ہے جس میں انسانوں کی درج ذیل پانچ چیزوں کے تحفظ کی ضمانت دی گئی ہو۔

۱۔ دین کا تحفظ یعنی عقیدہ اور مذہب کی آزادی

۲۔ جان کا تحفظ

۳۔ عقل کا تحفظ

۴۔ انسانوں کی آبرو اور خاندانی وقار کا تحفظ

۵۔ انسان کے مال و جائیداد کا تحفظ

اسلامی قانون کا پورا ذخیرہ اور اسلامی فقہ وشریعت کا پورا کتب خانہ انہی پانچ ارکان عدل کی تشریح وتوضیح سے عبارت ہے جن کو متاخرین نے بجا طور پر مقاصد شریعت کی جامع اصطلاح سے یاد کیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر مقاصد شریعت کے ان تفصیلی احکام کو پیش نظر نہ رکھا جائے تو عدل وانصاف اور حریت ومساوات کے سارے نعرے بے بنیاد ثابت ہوتے ہیں۔ آج دنیا میں جس عالمی

نظام کا چرچا ہے اس کی تشکیل وتنفیذ کرنے والوں کی زبانوں پر انتہائی خوش نما الفاظ موجود رہتے ہیں، لیکن عمل کی میزان میں یہ الفاظ شاید کبھی اتنے کھوکھلے اور بے روح ثابت نہ ہوئے ہوں جتنے آج نظر آرہے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے وجود نامسعود سے باخبر کرتے ہوئے قرآن مجید میں فرمایا گیا تھا کہ انسانوں میں بہت سے ایسے بھی ہیں کہ جن کی باتیں اس دنیوی زندگی میں تمھیں بہت بھلی معلوم ہوں گی۔ یہ لوگ اپنی نیتوں اور عزائم کے بارے میں اللہ کو بھی گواہ قرار دینے سے نہیں چوکیں گے۔ لیکن دراصل یہ لوگ انتہائی جھگڑالو دشمن ثابت ہوں گے۔ ایسے لوگوں کو جب بھی قیادت اور ولایت ملتی ہے تو یہ زمین مین فساد پھیلانے سے نہیں چوکتے۔ اور انسانی آبادیوں اور کھیتیوں کو تباہ وبرباد کرنے سے باز نہیں آتے۔

یہ وہ لوگ ہیں جن کے پیمانے ہر دور میں مختلف رہے ہیں ان کے یہاں لینے کے پیمانے اور، اور دینے کے پیمانے اور ہوتے ہیں۔ قرآن مجید نے ایسے لوگوں کی ہلاکت اور تباہی کی خبر دیتے ہوئے اعلان کیا کہ تباہی اور بربادی ہے ان مطففین کے لئے کہ جو لوگوں سے کوئی چیز وصول کرتے ہیں تو پورا پورا ناپ کر لیتے ہیں۔ اور جب انھیں کوئی چیز ناپ کر دینی ہو تو کم دیتے ہیں۔ آجکل کے بالادست گروہوں اور ملکوں کا رویہ اس سے مختلف نہیں۔ جہاں کسی مسلمان کا حق متاثر ہوتا ہو تو وہاں اس بین الاقوامی نظام کے قواعد اور ہیں، اور جہاں مفاد کسی مغربی طاقت یا انکے کسی پسندیدہ گروہ کا ہو تو وہاں قواعد وضوابط اور ہوتے ہیں۔ آجکل کے بین الاقوامی معاملات ومسائل میں اس تفریق کی مثالیں آئے دن سامنے آتی رہتی ہیں۔ یہی وہ تطفیف ہے جس کے باعث ہلاکت ہونے کی خبر قرآن مجید نے دی ہے۔

جناب والا!

کسی بھی بین الاقوامی نظام کی کامیابی کے لیے معاہدات کی پابندی اور قول کا پاس ایک لازمی شرط ہے۔ کوئی بھی انسانی انتظام معاہدات کی پابندی اور قول کے پاس کے بغیر کامیاب نہیں ہوسکتا۔ آجکل معاہدات کی پابندی کی جو کیفیت ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ خاص طور پر کمزوروں اور بالا
خص مسلمانوں اور طاقتور اور بااثر اقوام کے درمیان کیے جانے والے معاہدوں کے انجام سے ہم سب بخوبی واقف ہیں۔ قرآن مجید نے اس بنیادی کمزوری کی خوب نشاندہی کی ہے اور ایفائے عہد کی ضرورت دینے اور اس کا حکم دینے کے ساتھ ساتھ اس کو اسلام کا امتیازی وصف ٹھہرایا ہے۔ نہ صرف قرآن مجید کی واضح ہدایات واحکام بلکہ پیغمبر صادق وامین علیہ الصلاۃ والسلام کے اسوہ مبارکہ میں یہ چیز نمایاں مقام رکھتی ہے۔ قرآن مجید نے یہ کہہ کر اپنے کیے ہوئے عہد اور دی ہوئی زبان کا پاس کرو، اس لیے ہر عہد و میثاق کے بارے میں روز قیامت سوال کیا جائے گا، ہر جائز انسانی معاہدے کو ایک مذہبی رنگ دے دیا ہے۔ اب مسلمان نہ صرف دنیوی معاملات کی حد تک، نہ صرف قانون اور آئین کے تقاضوں کے بموجب، بلکہ ایک دینی اور مذہبی ذمہ داری کے طور پر بھی معاہدات کی پابندی کا مکلف ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے غیر مسلموں حتیٰ کہ بدترین دشمنوں سے کیے جانے والے عہد و میثاق کو جس طرح نبھایا وہ سیرت مقدسہ کا ایک نہایت اہم اور تابناک باب ہے۔ آپ ﷺ نے نہ صرف معاہدات کی پابندی کو مسلمانوں کے مزاج کا حصہ بنادیا، بلکہ آپ کی لائی کتاب نے ان لوگوں کو بدترین چوپایوں سے تشبیہ دی جو معاہدوں کو توڑتے ہیں۔ کتاب الٰہی نے نہ صرف معاہدے توڑنے والوں کو شر دواب یعنی بدترین چوپائے قرار دیا۔ بلکہ ایسے لوگوں کو فاسق اور خاسر یعنی ناکام بھی ٹھہرایا۔

ایک کامیاب عالمی نظام کے لیے ان تمام معاملات میں تعاون اور ہمکاری انتہائی ضروری ہے جو انسانوں کی فلاح و بہبود کے لیے ہوں۔ جو امور بلا تفریق رنگ ونسل انسانیت کی خدمت کے لیے ہوں ان میں قرآن مجید نے سب سے تعاون کرنے کا حکم دیا ہے۔ سورۃ مائدہ میں بین الاقوامی تعاون اور ہمکاری کے معاملات کو منظم کرنے کا ایک بنیادی اصول بتادیا گیا۔ یعنی ان

تمام کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو جو انسانی بھلائی اور اخلاقی اور روحانی اقدار کے فروغ کا ذریعہ بنتے ہوں اور ایسے کسی معاملے میں کسی سے تعاون نہ کرو جو انسانوں کے خلاف زیادتی اور سرکشی کے ساتھ ساتھ اللہ کے احکام کی نافرمانی کا ذریعہ بنے۔ یہاں کسی مذہبی اختلاف یا عقیدے کی بنیاد پر کوئی بات کہنے کے بجائے خالص انسانی اور روحانی اقدار کو بنیاد بنا دیا گیا ہے۔ مزید برآں ان غیر مسلم اقوام کے ساتھ مزید حسن سلوک کی تاکید کی گئی ہے جو مسلمانوں کے خلاف برسر جنگ نہیں ہیں، اور جن کا ریکارڈ مسلمانوں کے خلاف ظلم و جبر کا نہیں ہے۔

خود سیرت پاک میں ایسے تعاون کی سب سے بڑی مثال حلف الفضول ہے، اس معاہدہ میں براہ راست سرکار رسالت مابؐ نے شرکت فرمائی تھی۔ یہ معاہدہ جو رسول اللہؐ کے عم محترم جناب زبیر ابن عبدالمطلب کی تحریک پر کیا گیا تھا اسکا مقصد مظلوموں کی دادرسی، ناداروں کی مدد، بے سہارا لوگوں کو سہارے کی فراہمی اور بے گھر، بے در اور بے خانماں قبائل کو امداد مہیا کرنا تھا۔ رسول اکرمؐ نے نبوت سے قبل اپنے چچاؤں کے ساتھ اس معاہدے میں بنفس نفیس شرکت فرمائی تھی۔ منصب رسالت پر فائز ہونے کے بعد ایک موقع پر آپؐ نے فرمایا کہ ایسے کسی بھی معاہدے میں شرکت میرے لیے سرخ اونٹوں یعنی دنیا کی بہترین نعمتوں سے بڑھ کر ہے اور اگر مجھے ایسے کسی معاہدے میں شرکت کی اب عہد اسلام میں دعوت دی جائے تو میں فوراً لبیک کہوں۔

دوسری اقوام و ملل کے بااثر اور محترم انصاف پسند قائدین کو احترام کا مقام دینا اور ان کی بات سننا بھی کسی بین الاقوامی نظام کی کامیابی کے لیے ناگزیر ہے۔ کسی قوم کے باعزت افراد کی تکریم خود اس قوم کی تکریم کے مترادف ہے۔ اور کسی قوم کی محترم شخصیتوں کی توہین خود اس قوم کی توہین کے مترادف ہے۔ اسی طرح ایسے مکارم اخلاق جن پر جاہلی تہذیبوں میں بھی عمل کیا جاتا ہو ان پر اسلامی دور میں بطریق اولیٰ عمل کیا جائے گا (**یعمل فی الاسلام بفضائل الجاهلیة**)

غزوہ بدر کے موقع پر آپؐ نے قریش کے جنگی قیدیوں کے بارے میں فرمایا کہ اگر مطعم ابن عدی آج زندہ ہوتا اور وہ ان لوگوں کی سفارش کرتا تو میں اس کی خاطر ان کو چھوڑ دیتا۔ مطعم قریش کا ایک انصاف پسند شخص تھا جس نے ہجرت سے قبل کے دور جبر و تشدد میں بھی سرکار دو عالمؐ کے خلاف کسی گستاخانہ مہم میں حصہ نہیں لیا تھا۔ ایسی انصاف پسند غیر مسلم شخصیتوں کا احترام بھی اسلام کے مزاج میں شامل ہے۔

لہٰذا مظلوموں کی امداد اسلام کے تجویز کردہ عالمی نظام کا اولین فرض ہے۔ مظلوم جو بھی ہو اور جہاں بھی ہو، اس کی بقدر استطاعت مدد کرنا مسلمان کا فرض ہے۔ خاص طور پر اگر مظلوم مسلمان بھی ہو تو اسکی مدد ایک دوہرا فریضہ بن جاتی ہے۔ قرآن مجید میں کئی مقامات پر یہ مضمون بیان کیا گیا ہے کہ تم ان لوگوں کی مدد اور دفاع کے لیے کیوں نہیں نکلتے جنھیں اپنے گھروں سے نکال دیا گیا اور ظلم و تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ مظلوموں کو حق دفاع دیتے ہوئے قرآن مجید میں اعلان کیا گیا۔

اذن للذین یقاتلون بانهم ظلموا و ان الله علی نصرهم لقدیر الذین اخرجوا من دیارهم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا الله

قرآن مجید نے مظلوم کے حق فریاد کو تسلیم کرتے ہوئے یہاں تک فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بری بات کو کھلم کھلا کہہ دینے پسند نہیں کرتا۔ الایہ کہ وہ ان لوگوں کی طرف سے ہو جن پر ظلم کیا گیا ہو۔ سرکار رسالت مابؐ نے متنبہ فرمایا کہ مظلوم کی بددعا سے بچو اس لیے کہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی چیز حجاب نہیں بن سکتی۔

ایک کامیاب بین الاقوامی نظام کے لیے ضروری ہے کہ کسی قوم کے مخصوص عقائد و نظریات یا کسی مخصوص تہذیبی اور ثقافتی

پس منظر رکھنے والے تصورات واقدار کو دوسروں پر بالجبر مسلط نہ کیا جائے۔ ایسا نظام جس میں کمزوروں کو بزور شمشیر طاقتوروں کے نظریات وتصورات کو ماننے پر مجبور کر دیا جائے ایک استعماری نظام تو ہوسکتا ہے، بین الاقوامی تعاون کا کوئی نظام نہیں ہوسکتا۔ ایک عادلانہ بین الاقوامی نظام اگر قائم ہوسکتا ہے تو ان تصورات واقدار کی بنیاد پر ہی قائم ہوسکتا ہے جو اقوام عالم مین مشترک ہوں۔ طاقت، دولت اور پروپیگنڈے کے زور سے کسی مخصوص نظریے کی بالادستی قائم کی جائے تو اس سے ایک ظالمانہ نظام تو جنم لے سکتا ہے، ایک آزاد اور ہمکارانہ نظام جنم نہیں لے سکتا۔ قرآن مجید میں جب اقوام عالم کو بالعموم اور اہل کتاب کو بالخصوص ایک عالمی انسانی ہمکاری کی دعوت دی گئی تو کہا گیا کہ اے اہل کتاب آؤ اور ایک کلمہ سواء پر متحد ہو جاؤ تا کہ ہم سب مل جل کر ان مشترک اقدار کے لیے کام کریں جو ہم سب کے درمیان متفق علیہ ہیں۔ اس سیاق میں قرآن پاک میں ایک نہایت بلیغ بات یہ فرمائی گئی کہ "ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ " یعنی ہماری مشترکہ ہمکاری اسی وقت کامیاب ہوسکتی ہے جب ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کا آقا بن کر نہ بیٹھے۔ اور فیصلے کرنے کا اختیار یک طرفہ طور پر کسی ایک کے ہاتھ میں نہ ہو۔ قرآن کی اس دعوت تعاون کا جواب آنا ابھی تک باقی ہے۔

برادران گرامی!

دوسروں کے مذہبی احساسات کا احترام کیے بغیر کوئی دیرپا اور پرامن نظام اول تو تشکیل نہیں دیا جاسکتا۔ اور اگر اسکی تشکیل ہو بھی جائے تو اسکو چلانا بڑا دشوار ہے۔ اسلام نے اس پہلو کو غیر معمولی اہمیت دی اور مسلمانوں کو اس بات کی تربیت دی کہ وہ دوسروں کے مذہبی احساسات کا پورا احترام ملحوظ رکھیں۔ اس سے بھی آگے بڑھ کر قرآن مجید نے حکم دیا کہ دوسروں کے معبودان باطل حتیٰ کہ لات ومنات کو بھی برا نہ کہو، اس لئے کہ اگر تم دوسروں کے معبودان باطل کو برا کہو گے تو جواباً وہ بھی اللہ اور رسولؐ کے بارے میں بدزبانی سے باز نہیں آئیں گے۔ اور یوں تعاون اور اشتراک کی وہ فضا ختم ہو جائے گی جو کسی بھی بین الاقوامی نظام کی کامیابی کے لیے ضروری ہے۔

اسلام کی یہ رواداری مسلمانوں اور غیر مسلموں کے مابین ہر قسم کے معاملات میں کارفرما نظر آتی ہے انسانی تاریخ میں علمی اور فکری رواداری کی جو مثالیں مسلمانوں نے قائم کیں ان کی نظیر پیش کرنے سے دوسری اقوام قاصر ہیں۔ رسول اللہؐ نے مسلمانوں کو اجازت دی تھی کہ غیر مسلم اہل کتاب کی مذہبی روایات سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا حدثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج۔ ایسے ہی ایک سیاق وسباق میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کہ مذہبی روایات کی نہ تصدیق کرو نہ تکذیب۔

بین الاقوامی معاملات میں بعض اوقات مختلف نقطہ ہائے نظر سامنے آتے ہیں اور ہر فریق اپنے نقطہ نظر کے حق میں دلائل دیتا ہے۔ ایسے موقع پر صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹ سکتا ہے۔ خاص طور اس صورت مین جب ایک فریق زیادہ طاقتور اور بااثر ہو پر انسان کی طبیعت یہ ہے کہ وہ اپنے سے کمزور کے مقابلے میں اپنے موقف کو دلیل کے بجائے طاقت سے منوانا چاہتا ہے۔ اس کی مثالیں ہم آئے دن مشاہدہ کرتے رہتے ہیں۔ قرآن مجید نے یہ تعلیم دی کہ جب کسی سے اسطرح کی بحث وتمحیص کی ضرورت پیش آئے تو بہترین طریقے سے اپنا نقطہ نظر پیش کرو۔ (جادلھم بالتی ھی احسن) حکمت اور دانائی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو۔ اور دردمندانہ نصیحت اور خیر خواہی کا رویہ اپنائے رکھو۔ خاص طور پر اہل کتاب کے ساتھ گفتگو اور مکالمہ مین بہترین طرز عمل کو اپناؤ۔

بین الاقوامی معاملات میں نقطہ نظر کا اختلاف اور مصلحتوں کا ٹکراؤ ایک ناگزیر عمل ہے۔ ایسی صورت میں کسی طاقتور اور بالادست گروہ کا جادۂ اعتدال پر قائم رہنا مشکل ہو جاتا ہے۔ کسی کمزور کو یہ تلقین کرنا تو بہت آسان ہے کہ وہ عدل وانصاف سے کام لے اور صبر اور حوصلے کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے۔ لیکن اس تلقین کی زیادہ ضرورت طاقتور اور بااثر فریق کو ہوتی ہے جو صبر کا دامن

چھوڑنے کے لیے تیار رہتا ہے۔قرآن مجید نے اس معاملے میں تین رویوں کا ذکر کیا ہے۔

مثالی رویہ تو یہ ہے کہ اخلاق اور تہذیب کا دامن کسی حال میں بھی ہاتھ سے نہ چھوڑا جائے (ادفع بالتی هی احسن) فریق مخالف کی بدکلامی اور بدزبانی کو معاف کردیا جائے اور مصالحانہ رویہ اپنایا جائے (فمن عفا و اصلح فاجره علی الله) اور صبر سے کام لیتے ہوئے اسکی زیادتیوں سے درگزر کیا جائے (فمن صبر وغفران ذلک لمن عزم الامور)

اگر کوئی شخص اس اعلی ترین مثالی رویے کو نہ اپنا سکے تو اس کو اجازت ہے کہ وہ فریق مخالف کو اسی زبان اور لب و لہجے میں جواب دے جو اس نے پہلے اپنایا ہے۔اینٹ کا جواب پتھر سے دے اور جتنی برائی اس کے ساتھ کی گئی اتنی ہی برائی کا جواب دشمن کو دے دے (وجزاء سیئة سیئة مثلها)

اس سے آگے بڑھ کر کسی بھی قسم کے اقدام یا رویے کی ممانعت ہے۔اس لیے کہ دشمن نے جتنی زیادتی کی ہے اس سے زیادہ اس کے خلاف اقدام کرنا یہ خود ایک قسم کی زیادتی ہے جس کی سختی سے ممانعت ہے (ولا تعتدو ان الله لا یحب المعتدین)

یہ بات کہ جنگ اور دشمن میں بھی عدل وانصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا جائے صرف اسلام کی تعلیم اور پیغمبر اسلام ہی کے اسوہ حسنہ میں ملتی ہے۔قرآن مجید میں واضح طور پر حکم دیا گیا کہ کسی قوم کی دشمنی تمھیں کوئی زیادتی کرنے پر ہرگز آمادہ نہ کرے۔ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا گیا کہ کسی قوم کی دشمنی تمھیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم عدل وانصاف کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دو۔یہ مثالیں صرف اسلامی تاریخ میں ملتی ہیں کہ مفتوح دشمن اور اسکی شکست خوردہ فوج کو اسلامی عدالتوں سے وہ انصاف ملا جو خود ان کو اپنے آزاد ملک کی عدالتوں سے نہ ملا ہوگا۔تاریخ ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے کہ کسی فاتح قوم نے کوئی مفتوحہ ملک از خود اس لیے چھوڑ دیا ہو کہ ان کو انکی اپنی عدالت نے مفتوحین کی شکایت پر اس کا حکم دیا ہو۔اسلامی تاریخ میں اخلائے سمرقند کے واقعہ میں اسکی ایک مثال موجود ہے۔انسانی تاریخ میں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی کہ کسی فاتح قوم نے مفتوحہ قوم کے باشندوں سے وصول کیا ہوا ٹیکس اس میں لئے واپس کردیا ہو کہ چونکہ فاتحین شہر خالی کررہے ہیں اور وہ اس علاقے کے باشندوں کو تحفظ فراہم نہیں کررہے جن سے انہوں نے ٹیکس لیا ہے اس لیے انھیں ٹیکس وصول کرنے کا حق نہیں۔ایسی ایک مثال حضرت ابوعبیدہ ابن الجراح اور حضرت خالد بن ولید کے طرز عمل میں ملتی ہے جب انہوں نے مفتوحہ شہر حمص کا خراج یہ کہہ کر واپس کردیا تھا کہ ہم عسکری ضرورت سے شہر خالی کرنے پر مجبور ہیں۔اس لئے ہمیں یہ خراج اپنے قبضے میں رکھنے کا کوئی حق نہیں۔

جناب والا!

یہ ہے اس عالمی نظام کا خاکہ جو سرکار دو عالم ﷺ نے دنیا کو عطا فرمایا۔آج اگر عالمی نظام کی تشکیل نو ان احکام وتعلیمات کی بنیاد پر کی جائے جو حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے انسانوں تک پہنچائیں اور جن کو آپ ﷺ نے عملاً نافذ کرکے دکھایا تو دنیا ان مصائب و آلام سے بچ سکتی ہے جو لادینی مادی نظاموں کے پیدا کردہ ہیں۔

لیکن افسوس کہ آج دنیا کی بالادست قوتوں کے ہاتھوں جو نیا نظام تشکیل دیا جارہا ہے یہ مغرب کا وہی ساز کہن ہے جس کو آج نئے ناموں اور نئے عنوانات سے پیش کیا جارہا ہے۔جن اسباب سے بیسویں صدی کے اوائل میں مشرق وسطی کے حصے بخرے کیے گئے تھے، آج اکیسویں صدی کے اوائل میں بھی انہیں اسباب ومحرکات کی وجہ سے مشرق وسطی کی نئی نقشہ کشی کی جارہی ہے۔ کل جن اسباب سے انجمن اقوام ناکام ہوئی تھی آج انہی اسباب سے ادارہ اقوام متحدہ بے اثر اور بے حیثیت نظر آتا ہے۔حکیم الامت حضرت علامہ اقبال نے اس وقت مرض کی جو تشخیص کی تھی آج بھی وہی تشخیص درست معلوم ہوتی ہے۔انہوں نے کہا تھا

آدمیت زار نالید از فرنگ | زندگی ہنگامہ بر چید از فرنگ
یورپ از شمشیر خود بسمل فتاد | زیر گردوں رسم لا دینی نہاد
مشکلات حضرت انسان از وست | آدمیت راغم پنہاں از وست
در نگاہش آدمی بے آب وگل است | کاروان زندگی بے منزل است
دانش افرنگیاں تیغ بدوش | در ہلاک نوع انسان سخت کوش
آہ از افرنگ واز آئین او | آہ از اندیشہ لا دین او

جناب والا!

ان حالات میں امت مسلمہ کی ذمہ داریاں پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ جاتی ہیں۔آج کے سیاق وسباق میں ان ذمہ داریوں کو اختصار کے ساتھ یوں بیان کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ پاکستان میں مکمل اتحاد ویکجہتی کا فروغ آج سب چیزوں سے بڑھ کر اہم ہے، بابائے قوم قائداعظم محمد علی جناح کے فرمان مطابق پاکستان امت مسلمہ کا ایک بیس کیمپ اور دفاعی ڈھال ہے۔اگر پاکستان کمزور ہوا تو دنیائے اسلام کمزور ہوگی۔اگر پاکستان طاقتور ہوا تو دنیائے اسلام طاقتور ہوگی۔لہذا امت مسلمہ کے مستقبل کی خاطر، اسلام کی بالادستی کی خاطر اور انسانیت کے روشن مستقبل کی خاطر سب سے پہلے پاکستان کا تحفظ ضروری ہے۔

۲۔ پاکستان کی بقا کی واحد ضمانت صرف اور صرف اسلام ہے۔یہ ملک اسلام کی تجربہ گاہ کے طور پر وجود میں آیا تھا اور جب تک یہ اسلام کی تجربہ گاہ نہیں بنے گا اس وقت تک پاکستان کے تحفظ کی کوئی حقیقی ضمانت نہیں دی جاسکے گی۔

۳۔ دنیائے اسلام کے قائدین اور حکمرانوں کے مابین بنیادی بین الاقوامی معاملات میں عمومی اتفاق رائے اور فکری ہم آہنگی۔

۴۔ داخلی طور پر موجودہ مسلم ممالک کی آزادی، خودمختاری اور قومی سیادت کا تحفظ اور اس باب میں دنیائے اسلام کے مابین ممکنہ حد تک تعاون۔

۵۔ دنیائے اسلام میں تعلیم وثقافت کے باب میں مکمل یکجہتی اور مہارتوں اور تخصصات کا تبادلہ اور تعلیمی وسائل کی تقسیم و تنسیق۔

۶۔ زیادہ سے زیادہ اقتصادی تعاون کو فروغ اور مسلم ممالک کی قومی معیشتوں میں خودکفالت کا حصول۔

۷۔ مسلم سیاست اور اسلامی ریاست کے کم سے کم مشترکہ قابل قبول اور قابل عمل تصورات پر اتفاق رائے۔

۸۔ دینی تحریکات اور اسلامی تنظیموں اور حکومتوں کے مابین کشمکش کا مکمل اور فوری خاتمہ اور اس غرض کے لیے ایک بین الاقوامی مسلم مصالحتی کمیشن کی تشکیل جو اس کشاکش کے اسباب ومحرکات کا جائزہ لے کر ان کو ختم کرنے کے لئے تجاویز دے اور امت مسلمہ میں وحدت اور یک جہتی کو فروغ دینے کی راہیں ہموار کرے۔

یہ مقاصد واہداف کوئی معمولی مقاصد نہیں ہیں۔ان کی تکمیل وتحصیل نہ محض خواہشات کے اظہار سے ممکن ہے اور نہ محض نعرہ بازی اور مطالبہ سازی سے یہ مقاصد حاصل ہو سکتے ہیں۔ان مقاصد کے حصول کے لئے امت مسلمہ اور بالخصوص ملت پاکستان کے لوگوں کو بیک جان اور بیک آواز کام کرنا ہوگا۔یہ چیز ایک طویل جدوجہد۔جہاد۔کا تقاضا کرتی ہے۔جہاد صرف قتال یا جہاد بالسیف کو نہیں کہتے، بلکہ اسلام کے فروغ اور امت مسلمہ کے دفاع اور ترقی کے لئے کیا جانے والا ہر مثبت اور تعمیری کام بھی جہاد ہی ایک قسم ہے۔

آج کا زمانہ تلوار اور تیر کا نہیں، اعلیٰ ترین فنی مہارتوں اور سپر ٹیکنالوجی کا زمانہ ہے۔ قرآن مجید میں مسلمانوں کو ہر ممکن اور دستیاب قوت کے حصول کا حکم دیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو خاص طور پر منجنیق کے استعمال کا طریقہ سیکھنے کے لئے یمن روانہ فرمایا اور اس مہارت سے طائف کی فتح میں کام لیا۔ مزید برآں قرآن مجید کا حکم ہے کہ جن وسائل سے دشمن تم پر حملہ آور ہو انہی وسائل سے تم اس کے حملہ کا جواب دو۔ فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم۔ آج اگر ہم محض نعروں اور جلوسوں سے سپر ٹیکنالوجی کا مقابلہ کرنا چاہیں تو یہ نہ صرف حکمت اور دانائی بلکہ قرآن مجید کی ہدایات اور رسول کریم ﷺ کی تعلیم کے منافی ہوگا۔

جہاد ایک طویل المیعاد عمل کا تقاضا کرتا ہے اس کا کوئی مختصر راستہ یا شارٹ کٹ نہیں ہے۔ اس کے لئے صبر، حوصلہ اور ہمت سے جہد مسلسل کی ضرورت ہے۔ قرآن مجید میں اہل ایمان کو جا بجا صبر کی نصیحت کی گئی ہے۔ صبر کوئی منفی صفت نہیں، بلکہ ایک مثبت اور تعمیری رویہ کا نام ہے۔ قرآن مجید کی رو سے اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کو دنیا کی امامت کے منصب پر سرفراز فرماتا ہے۔ صبر کے قرآنی اور اسلامی مفہوم میں استقلال، ہمت اور جہد مسلسل کے عناصر شامل ہیں صبر سے ہی دشمن کی چالیں بے اثر بنائی جاسکتی ہیں۔ وان تصبروا وتتقوا لا یضرکم کیدھم شیئا۔

جس طرح مادی کامیابی کے لئے جہاد ناگزیز ہے اس طرح روحانی اور فکری کامرانی کے لئے اجتہاد ضروری ہے۔ دور جدید میں مسلمانوں کو درپیش چیلنجز کا جواب کیسے دیا جائے۔ اسلامی علوم وفنون کے بے بہا ذخائر کو عصر حاضر میں کیسے ایک زندہ اور فعال علمی روایت بنایا جائے، مغربی علوم وفنون پر ناقدانہ نظر ڈال کر ان کی کس طرح ایسی تشکیل نو کی جائے کہ وہ مسلم معاشرہ کے مزاج اور روایات سے ہم آہنگ ہو جائیں، دین ودنیا کی جامعیت اور وحدت کے اسلامی اور قرآنی تصور کو کس طرح ہمارے تعلیمی نظام اور ثقافتی زندگی کی اساس بنایا جائے، ان سب سوالات کا جواب گہری اجتہادی بصیرت کے بغیر ممکن نہیں۔

امت مسلمہ قوامین بالقسط کا نمونہ اسی وقت بن سکتی ہے۔ جب اس کا اندرونی نظام اسلام کے تصور عدل کی بنیاد پر از سر نو استوار ہو۔ وسائل کی عادلانہ تقسیم، دولت کی یکساں گردش اور تقسیم دولت کی اسلامی ہدایات پر عملدر آمد کئے بغیر اسلام کے معیار عدل کی طرف پیش قدمی کرنا ممکن نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان تمام مقاصد کی تکمیل اور اس بہت بڑے چیلنج کا سامنا کرنے کی توفیق اور ہمت عطا فرمائے۔

تقاریر

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور اُمت مسلمہ کی ذمہ داریاں تعلیمات نبوی ؐ کی روشنی میں

مفتی غلام الرحمٰن۔ پشاور

الحمد اللّٰہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی امّا بعد' اعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم' ظھر الفساد فی البر و والبحر بما کسبت ایدی النّاس لیذیقھم بعض الذی عملوالعلّھم یرجعونo

لوگوں کے کردار کی وجہ سے بر و بحر فتنہ و فساد کا شکار ہے تا کہ لوگوں کو ان کے کردار کا کچھ مزا چکھائے شاید وہ اس سے باز آ جائیں۔

سرد جنگ کے خاتمہ سے جہاں کمیونزم کا سورج غروب ہوا۔ وہیں "New World Order" کے ذریعے سے امریکہ کی خارجہ پالیسی مرتب ہو کر کرہ ارض پر بلا شرکت غیرے حکومت قائم کرنے کے ایجنڈے پر عملی اقدامات کا سلسلہ جاری ہے۔ نیا عالمی نظام ایک ایسے نظام کا خاکہ ہے جس میں امریکہ پوری دنیا کو ایک کالونی بنا کر ایک فاتح کی حیثیت سے بین الاقوامی معاملات میں نہ صرف اپنا عمل دخل بلکہ مکمل کنٹرول اور مانیٹرنگ استحقاق سمجھتا ہے۔ اقوام متحدہ کے قوانین جو بھی ہوں اس سے قطع نظر امریکہ معاشی وسائل پر غلبہ حاصل کر کے اقتصادی اور سیاسی میدان میں اپنا مکمل اختیار چاہتا ہے۔ کسی بھی ملک کیلئے معیشت میں خود مختاری یا وسائل کا آزادانہ استعمال امریکہ سے بغاوت کے مترادف سمجھتا ہے۔ یوں وہ چاہتا ہے کہ زندگی کے جملہ وسائل اس کے قبضہ میں آ جائیں تو وہ کسی کا محتاج نہیں رہے گا اور نہ کسی کو امریکہ کے حکم سے اعراض کی جرات ہو گی۔ نیا عالمی نظام وسائل اور دولت کے چند ہاتھوں میں ارتکاز کا ایجنڈا لیکر اسمیں مزاحمت کی ہر قوت کو کچلنا وقت کی ضرورت اور موجودہ وقت کا بڑا انصاف سمجھتا ہے۔ جس میں فوجی کاروائی' مہلک ہتھیاروں کا استعمال اور انسانی خون سے کھیلنا کوئی جرم ہے اور نہ کوئی ظلم چنانچہ افغانستان اور عراق کی داستانِ تازہ ریکارڈ پر ہے۔ جہاں کے تیل اور قدرتی وسائل پر قبضہ کیلئے کیا کچھ نہیں کیا گیا اور ظلم و ستم کا کونسا تجربہ نہیں آزمایا گیا۔

امریکہ کو اس میں کوئی شک نہیں کہ اس نظام کی کامیابی کیلئے واحد رکاوٹ اسلام اور مسلمان ہیں۔ جو خدائے بزرگ و برتر کے توحید کا عقیدہ لے کر کسی غیر اللہ کے سامنے سر جھکانے کو شرک اور نا قابل معافی جرم سمجھتے ہیں۔ اور غلبہ دین اسلام قرآن کی رو سے ان کی زندگی کا مقصد ہے۔ جبکہ امریکہ دینی اقدار کا غلبہ اور کسی خطہ میں اسلامی نظام کی کامیابی کو اپنے نظام کیلئے موت سمجھتا ہے بلکہ اس کے خیال میں مسلمان قوم کا وجود ہی اس سامراجی نظام کیلئے خطرہ ہے اس لئے تجزیہ نگاروں کا یہ نظریہ بالکل درست ہے کہ اشتراکیت کے خاتمہ کے بعد موجودہ عالمی نظام کی تشکیل ہی مسلمانوں کے وجود کا صفحہ ہستی سے خاتمہ کرنے کیلئے ہے۔ پہلی جنگ عظیم سے اگر سلطنت عثمانیہ کا خاتمہ ہوا۔ دوسری جنگ عظیم سے مغضوب علیھم قوم کو مستقل حکومت دلائی گئی تو سرد جنگ اشتراکیت کا خاتمہ اسلامی تشخص کو مٹانے کا پیغام ضرور ہونا چاہیئے تا کہ آئندہ کیلئے کوئی اپنے آپ کو علانیہ طور پر مسلمان کہنے کی جرات نہ کرے۔ افغانستان و عراق کے بعد اسلامی ممالک کی فہرست مرتب کر کے ترجیحی سلوک سے اندازہ ہوتا ہے کہ موجودہ نظام (ولا فعلھا اللہ) ابرھہ کی تاریخ دہرانے سے بھی گریز نہیں کریگا لیکن موقعہ کی تلاش میں ہے ممکن ہے سر دست مرکز اسلام پر براہ راست حملہ کا ردعمل نا قابل کنٹرول مسئلہ ثابت ہونے کی بناء پر کچھ وقت کیلئے مؤخر ہو۔ لیکن ستاون اسلامی ممالک میں سے اہم ممالک کے ساتھ ایک ایک کر کے نمٹنے کے بعد

ایسی منحوس جرات کرنے میں آسانی رہیگی اور کسی کو اس کے خلاف آواز اٹھانے کا موقعہ نہ مل سکے گا۔

پس چہ باید کرد؟

ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے مسلمان کو بحیثیت قوم کیا کرنا چاہیئے؟ یہ فیصلہ موجودہ دور کے ارباب حل وعقد اور فہم ودانش کیلئے قابل غور ہے کیا ہم عظمت رفتہ سے آنکھیں بند کر کے اسلاف کی تاریخ کو جذباتی ردعمل سمجھ کر بھول جائیں۔ ہمیں اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی بجائے دوسروں کا دست نگر بن کر موت کا انتظار کرنا اپنا وقت پورا کرنا ہے۔ پھر تو ہمیں کسی محنت کی ضرورت نہیں صرف ایک غلط قربانی دینی ہوگی کہ دینی حمیت چھوڑ کر الحاد و بے دینی کے سیلاب میں بہنے والے خس وخاشاک کے ساتھ بہہ جائیں۔ ہاں میں ہاں ملائیں۔ شاید اس اقدام سے مسلمان قوم کو روشن خیالی جمہوریت پسندی اور مہذب قوم ہونے کے تمغے مل سکیں لیکن اس وقت کیا ہم اپنے آپ کو مسلمان کہہ سکیں گے یا نہیں؟ شاید ضمیر ہمیں خود اپنے آپ کو مسلمان کہلانے کی اجازت نہ دے اور ہمیں کوئی دوسرے نام رکھنے پر مجبور کرے کیونکہ یہ مسلمان قوم کا شیوہ نہیں اور نہ اس کی تخلیق اس کے لئے ہے کہ وہ اپنا تشخص کھو کر صفحہ ہستی سے مٹ جائے۔

جب ہماری ثقافت اور تہذیب' ہمارا مذہب' عقیدہ ہمیں دنیا میں اپنے اسلامی تشخص کے ساتھ زندہ رہنے کی تلقین کرتا ہے تو پھر دنیا میں رہنے کیلئے ہمیں اپنے اہداف کو سامنے رکھتے ہوئے آنکھیں بند کرنے کی بجائے ایک واضح لائحہ عمل اختیار کرنا ہوگا۔ کہ ''ہمیں دنیا میں بحیثیت مسلمان قوم اپنی مکمل اسلامی روایات کے ساتھ زندہ رہنا ہے۔'' اگر اس تشخص کے احیاء میں ہم کامیاب ہوں تو پھر عہد رفتہ کی تاریخ دہرانے کیلئے کوئی مانع اور رکاوٹ نہیں رہیگی اور اقوام عالم کی قیادت کی باگ ڈور ایک بار پھر مسلمان قوم کے حوالہ ہو سکے گی۔

انقلاب اور تبدیلی کے امکانات

ہمیں موجودہ دور کے حالات سے مرعوب ہونے کی بجائے حوصلہ سے کام لینا ہوگا۔ اپنے ہاتھوں سے علمی قیادت اغیار کے حوالہ کرانے کے بعد اب ہمیں معاشرہ سے یہ تاثر ختم کرانا ہوگا کہ سائنسی علوم دوسروں کے ہاتھوں میں ہونے کی وجہ سے ہم بے بس ہیں۔ ہمیں ایک بار پھر علمی اور سائنسی قیادت ہاتھ میں لینی ہوگی۔ اور نہ حالات حاضرہ کی روشنی میں استعمار کا مقابلہ تکلیف کالا یطاق کے مترادف ہے اگر قیصر و کسریٰ استعماری قوتوں کے مقابلہ کیلئے عرب کے وحشی اور خونخوار قوم سے عدل وانصاف کا عظیم علمبردار اور تہذیب وثقافت کا مجسمہ اٹھ کر پوری دنیا میں انقلاب لا سکتا ہے۔ تو آپ کی تعلیمات کو مشعل راہ بنا کر مادر پدر آزاد معاشرہ میں ایک نیا انقلاب برپا کرنے سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ بشرطیکہ اعتماد کے اس عظیم سرمایہ سے لیس ہوں جس کی نشاندہی قرآن کر رہا ہے۔

ان ینصر کم اللہ فلا غالب لکم و ان یخذلکم فمن ذالذی ینصر کم من بعدہ و علی اللہ فلیتو کل المومنون

اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمہیں اپنی مدد سے محروم کر دینے کا فیصلہ کرے تو پھر کون ہے جو اس کے بعد تمہاری مدد کریگا اور اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔

تعلیمات نبویؐ کی روشنی میں لائحہ عمل کا تعین

بحیثیت مسلمان ہمارا عقیدہ ہے کہ کرہ ارض پر ہماری کامیابی کا راز تعلیمات نبویؐ میں مضمر ہے جب تک ہم اپنے سفر کا آغاز ''منہاج النبوۃ'' کی روشنی میں نہ کریں تو ہماری کامیابی ممکن نہیں بلکہ ناکامی قطعی اور یقینی ہے۔ زندگی کے ہر شعبہ میں ہماری رہبری اور رہنمائی کیلئے رسول اللہ ﷺ نے زریں اصول وضع کر کے ہمیں کامیابی کی خوشخبری سنائی۔ ''لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنہ'' یعنی حضرت رسول اللہ ﷺ کی زندگی تمہارے لئے بہترنمونہ ہے کہ دوٹوک اعلان کے بعد ہمیں یہ جرات کیسے ہوتی ہے؟ کہ ہم اغیار کے طریقوں میں کامیابی کے راستے ڈھونڈیں۔ ہمیں بغیر لیت ولعل کے یہ حقیقت تسلیم کرنی ہوگی کہ تعلیمات نبویؐ کے سوا ہمارا اور کوئی چارہ نہیں۔ عصری تقاضوں اور حالات حاضرہ کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم تعلیمات نبوی کی روشنی میں زندگی کا یہ سفر مندرجہ ذیل نکات پر جاری رکھ سکتے ہیں۔

(۱) اسلامی تشخص کا تحفظ

اسلام دنیا میں شاید واحد مذہب ہے جو قدم بقدم اپنے وجود کے تحفظ کا داعی ہے ایک خاص تشخص کا علمبردار ہے جو عقائد' عبادات' اخلاقیات' معاملات اور سیاسیات میں بقاء کا خواہاں ہے۔ اسلام کی جامعیت اور زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام اپنے تشخص کی بقاء چاہتا ہے اور کہیں اس کی پائے مالی برداشت نہیں کرتا۔ قیامت تک روئے زمین پر بسنے والی امت کیلئے بغیر کسی امتیاز رنگ ونسل' قوم وقبیلہ اور زمان ومکان کے کامیابی جب سنت نبویؐ میں رکھی گئی ہے تو اسلامی تشخص کے تحفظ کیلئے اس سے بڑھ کر اور کون سے ثبوت لانے کی ضرورت ہے پھر یہ بھی ہے کہ صحابہ کرامؓ یا اسلاف کی کامیابی کا راز ہم سنت کی تابعداری میں دیکھتے ہیں بلکہ ایک روایت میں آپؐ نے ترک اسوۂ حسنہ کو مغفی کفر قرار دیا۔

چنانچہ سنن ابوداؤد کی روایت ہے۔

"ولو ترکتم سنۃ نبیکم لکفرتم"

نبیؐ کی سنتوں کا ترک بالآخر انسان کو کفر تک لے جاتا ہے۔

کیونکہ تعلیمات نبویؐ چھوڑنے سے اسلام کا تشخص باقی نہیں رہتا۔ لیکن اس کے باوجود ہم جس دور سے گذر رہے ہیں اس میں ہم طریقہ نبوی کو نظر انداز کر کے مصلحت پسندی کا شکار ہیں۔ اگر ہم اپنے ضمیر سے یہ پوچھیں کہ ہم انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اپنے اسلامی تشخص سے کتنے وفادار ہیں تو ضرور منفی جواب ملے گا۔ کیونکہ ہم ستاون اسلامی ممالک میں ایک ارب سے زائد مسلمان آبادی ہونے کے باوجود ایک مکمل اسلامی ریاست کا نمونہ پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ ہم اپنے معاشرہ میں فرنگی اور ملحدانہ کردار کے نفوذ سے ایک شفاف اسلامی معاشرہ کا دعوی نہیں کر سکتے اسلئے ہم مسلمان دنیا میں بحیثیت مجموعی اسلامی تشخص کھو چکے ہیں۔ عالمی نظام کی تشکیل کے سامنے ٹھہرنے کیلئے ہمیں اسلامی تشخص کو اپنانا ہوگا اور ہمیں معاشرہ میں یہ ثابت کرانا ہوگا کہ ہم مسلمان ہیں۔

(۲) نظریہ تعلیم میں تبدیلی

تعلیمات نبویؐ کی روشنی میں ہمیں زندگی کے اس طویل سفر میں فروغ علم کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہماری پسماندگی اور درماندگی کا بنیادی سبب یہی ہے کہ مسلمان قوم علمی میدان میں وہ ترقی نہ کر سکی جس کی اس سے توقع کی جاسکتی ہے۔ بلکہ دوسروں کا دست نگر بن کرنا خواندگی ہمارا شعار بن گیا ہے۔ میں اس بے بنیاد نظریہ سے کبھی اتفاق نہیں کرتا ہوں کہ مذہب تعلیمی میدان میں پابندی عائد کر کے معاشرہ میں ناخواندگی اور جہل کا سبب بنتا ہے۔ اگر دنیا تعلیم کو معاشرہ کی ضرورت قرار دے کر خواندگی کی ترویج کا سبق دیتی ہے تو اسلام اس سے ایک قدم آگے بڑھ کر علم کی ضرورت کی بجائے عبادات قرار دیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ضرورت کا دائرہ محدود ہو کر متبادل پلیٹ فارم میسر ہونے پر علم کیلئے اپنی بقاء مشکل رہتی ہے جبکہ علم عبادت شمار ہو کر متبادل پلیٹ فارم کی دستیابی کا قائل نہیں بلکہ

"واعبد ربک حتی یاتیک الیقین"

مرتے دم تک اس سے ذمہ فارغ نہیں ہوتا۔

اس لئے مسلمان قوم کو اسلامی معاشرہ میں دینی علوم کے علاوہ دنیوی علوم پر صرف توجہ دینا نہیں بلکہ جنون کی کیفیت پیدا کر کے قدم بڑھانا ہوگا۔ سائنسی علوم میں دوسروں پر اعتماد کی بجائے خود داعی بننا ہوگا ہمیں قرون وسطی کی اس علمی ترقی سے آنکھیں بند نہیں کرنا چاہیئے کہ مسلمانوں نے اس وقت سائنسی کارنامے سرانجام دیئے تھے جب آج کے دور کے سائنس کے علمبردار اس وقت انسانی زندگی بسر کرنے کے گر سے نابلد تھے۔ اسلیئے ''اسلامی سائنس'' کے اصطلاح کی تخلیق آج کے مسلمانوں کے ذمہ قرض ہے۔ اس کی ادائیگی اس وقت ممکن ہے جب ہم تعلیمات نبوی کی اولین وحی

"الذی علّم بالقلم○ علّم الانسان مالم یعلم○

کی روشنی میں اپنی تعلیمی پالیسیاں ترتیب دیں۔ مثلاً موجودہ وقت میں اقتصادی ترقی دنیا کے عروج و زوال کا ذریعہ ہے اس لئے اس پر توجہ دینا عصر حاضر کی ضرورت ہے اور سائنسی علوم میں ترقی اپنی ذمہ داری سمجھے۔

(۳) وسعت فکری/اجتماعی مفادات کی آب یاری

تعلیمات نبویؐ کی روشنی میں ہمیں عالمی نظام کے مقابلہ کیلئے نظریاتی طور پر وسعت فکری کو فروغ دینا ہوگا۔ کسی تنگ نظری کی بجائے بالغ نظری کا ثبوت دینا وقت کا اہم تقاضا ہے جزوی اختلافات بھلا کر ہمیں بنیادی اہداف تک پہنچنے کیلئے ایک دوسرے کو برداشت کرنا ہوگا ورنہ آپس میں مسلکی گروہی، علاقائی اور عصبی تنازعات میں الجھنا خود اپنی قوت ضائع کرنا ہے۔ ''**انما المومنون اخوۃ**'' یعنی کرہ ارض پر رہنے والے مسلمانوں کے درمیان ''اخوت اسلامی'' کے رشتے کا پاس رکھنا ہوگا اس میں عرب و عجم اور کالے گورے کے امتیازات مٹانے ہوں گے جس کی وصیت حضرت رسول اللہؐ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر کی۔ میرے خیال میں اتفاق واتحاد کی یہ فضا صرف بلند بانگ دعوؤں یا نعروں سے نہیں بنتی جب تک پوری دنیا کے مسلمان ایک جھنڈے کے نیچے جمع ہو کر ایسی اجتماعی پالیسی مرتب نہ کریں جس کے لئے تجارتی منڈی، متحدہ عسکری قوت اور یکساں خارجہ پالیسی نہ ہو۔ ذاتی اور علاقائی مفادات کی جگہ اگر عالمی تقاضوں کو مدنظر رکھا جائے اور اجتماعی مفادات کی آبیاری ہو تو اتفاق واتحاد کی فضاء قائم ہو کر مسلمان قوم معاشرہ میں اپنی کھوئی ہوئی ساکھ بحال کر سکتی ہے۔

76506

(۴) قول وعمل کی ہم آہنگی

تعلیمات نبویؐ سے دوری کی وجہ سے آج ہمارے معاشرہ میں سچائی اور صداقت کا فقدان ہے' جھوٹ' دھوکہ اور دغا بازی ہمارے معاشرے کی ایسی بیماریاں ہیں جن کی وجہ سے ہم معاشرہ کے اعتماد لینے کا دعوی نہیں کر سکتے انفرادی معاملات تو درکنار' اجتماعی اور ملکی معاملات میں جھوٹ بولنا کوئی جرم نہیں۔ موجودہ حالات کے مقابلہ کرنے کیلئے' ہمیں ان کمزوریوں کو جڑ سے اکھیڑنا ہوگا آخر عرب کے خونخوار معاشرہ کی تبدیلی تو حضرت رسول اللہ ﷺ کی امانت وصداقت کی خوبیوں سے ہوئی جس سے مشرکین مکہ کو بھی انکار کی جرات نہیں ہوئی۔ مزدوروں کی دادرسی' خواتین کے حقوق بلکہ معاشرہ کے ہر ستم زدہ کی فریادرسی کے بڑے بڑے نعروں کی جگہ عملی میدان میں کچھ کر کے دکھانا ہوگا۔ تاکہ کسی نام نہاد حقوق انسانیت یا احیاء حقوق نسواں کے نعروں سے دھوکہ دینے کا موقعہ نہ مل سکے اور نہ کوئی کسی کو گمراہ کر سکے بلکہ مسلمان کو انسان کے علاوہ دوسری مخلوق کے حقوق دلانے کا علمبردار بننا ہوگا تاکہ اسلامی معاشرہ میں ایک حیوان پر زیادتی نہ ہو۔

(۵) جذبہ جہاد کا احیاء

ان تمام اقدامات کے باوجود جب کوئی قوم مسلمان قوم کو زندہ رہنے کا حق نہ دے درندگی کا ثبوت دے کر مسلمان کے خون کو مچھر سے سستا سمجھے تو پھر ایسے ماحول میں اپنے دفاع کے تصور اور نظریہ کو اجاگر کرنے کیلئے جذبہ جہاد کو اجاگر کرنا ہوگا۔ تاکہ دنیا میں مسلمان اپنے تشخص کا تحفظ کر سکے اور جو بھی مسلمان سے بے جا الجھے تو کم از کم اس سے دفاع کی صلاحیت واستعداد ہو اُس طرح اسلامی نظام امن ومحبت کو پوری دنیا میں دعوت کے ذریعے عام کرنا مسلمان قوم کا شیوہ اور حق ہے۔ جس قوم میں قربانی کا جذبہ نہ ہو وہ اپنے کردار اور تشخص کا تحفظ نہیں کر سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ جہاد مسلمانوں کا شعار ہے اور اس سے مسلمان قوم زندہ رہ سکتی ہے۔ حضرت رسول اللہ ﷺ نے خود اپنی تیئس سالہ زندگی میں ستائیس غزوات میں بنفس نفیس شرکت کی اور پچپن سرایا تشکیل دے کر کفر کی سرکوبی کیلئے صحابہ بھیجے۔ چنانچہ مغازی اور سیر آپ کی تعلیمات کا ناقابل فراموش حصہ ہے۔ اس لئے بغیر کسی ''خوف لومته لائم'' جذبہ جہاد کو زندہ کر کے نئے نظام کا مقابلہ کرنا ہوگا۔

تعلیمات نبویؐ کی روشنی میں اگر یہ پانچ نکات لیکر چلیں تو ہمارے معاشرہ میں ایسے رجال کار پیدا ہونگے جنہیں بقول علی میاںؒ غیر متزلزل یقین' اسلام سے وفاداری' سرفروشی اور قربانی کا شوق' ایثار وخودشکنی' انانیت اور خود پرستی سے آزادی' پاکبازاور بیداغ سیرت' زاہدانہ اور متوکلانہ زندگی' صبر وقوت برداشت' چرب زبانی کی بجائے جہد مسلسل اور خوابوں وتمناؤں کے بجائے حقائق اور واقعات پر اعتماد کی صفتیں حاصل ہونگی جو اس نظام کے مقابلہ کیلئے قائدانہ صفتیں ہیں۔

(واخر دعونا ان الحمد لله رب العلمين)

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امتِ مسلمہ کی ذمہ داریاں تعلیماتِ نبوی کی روشنی میں

مولانا محمد اسعد تھانوی۔ کراچی

اللہ تعالیٰ نے جب دنیا کو انسانوں سے آراستہ کیا تو انسان کو دنیا میں اپنا خلیفہ بنایا' انسانوں کی ضرورتوں اور حالات کے مطابق تعلیمات اور احکامات اپنے نبی کے ذریعہ بھیجے جنہوں نے عالمی نظام کی تشکیل کی۔ ان تعلیمات' احکامات اور عالمی نظام یا World Order کی تشکیل انسانِ اول حضرت آدمؑ سے ہوئی اور اس کی تکمیل آخری نبی حضرت محمد ﷺ پر ہوئی۔ اور ہر نبی کی اُمت پر نبی کے ذریعہ بھیجے گئے عالمی نظام پر عمل درآمد کو لازمی قرار دیا گیا۔

۱) حضرت آدمؑ سے جب دنیا کو آراستہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ:

فَاِمّا یا تِینّکم منّی ھدیً فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم و لا ھم یحزنون (۳/۳۸)

پھر جب انبیاء تمہارے پاس میرے احکام لائیں تو جوانکی پابندی کرے گا تو ان کو کوئی اندیشہ ہو تا نہ وہ غمگین ہوں گے۔

۲) آدم ثانی حضرت نوحؑ کے زمانے کے مطابق اللہ تعالیٰ نے عالمی نظام بھیجا:

انّا اَرْسَلْنَا نوحاً الیٰ قومہٖ ان انذر قومک من قبل ان یاتیھم عذاب الیم۔oط (۷۱/۱)

ہم نے نوحؑ کو ان کی قوم کے پاس اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا کہ ان سے کہیں کہ اللہ کے نظام پر عمل نہ کیا تو دردناک عذاب آئیگا......

۳) حضرت ابراہیمؑ نے اپنے زمانے کے مطابق اللہ تعالیٰ سے نیا عالمی نظام مانگا:

ربّ ھب لی حکماً و الحقنی من الصّالحین (۲۶/۸۳)

اے اللہ مجھ کو اس زمانے کے لئے احکام عطا فرما اور نیک لوگوں کے ساتھ شامل فرما......

۴) صاحبِ شریعت حضرت موسیٰؑ کے زمانہ کے حالات کے مطابق اللہ تعالیٰ نے احکام دیئے توراۃ دی اور کہا:

ولقد مننّا علی موسیٰ وھارون...... و آتینا ھم الکتاب المستبین (۳۷/۱۱۷)

ہم نے موسیٰؑ اور ہارونؑ پر احسان کیا......اور ہم نے ان دونوں کو واضح کتاب دی......

اللہ تعالیٰ نے کہا:

قال لِموسیٰ انی اصطفیتک علی الناس برسلاتی وبکلامی فخذ ماآیتتکَ وَکُن من الشاکرین فکتبناله' فی الالواح منه کل شیئٍ موعظة و تفصیلا لکل شیئٍ فحذھا بقوّة وامر قومک باحسنھا (۷/۱۳۵)

اے موسیٰ میں نے تجھ کو دیگر لوگوں پر برتری دیکر نبوت سے سرفراز فرمایا اور ہمکلامی سے بھی جو کچھ میں نے تجھ کو دیا ہے۔ (یعنی احکامات) ان کو لے لو اور شکر ادا کرو۔ اور ہم نے چند تختیوں پر ہر قسم کی ضروری نصیحت' احکام اور ہر چیز کی تفصیل ان کو لکھ دی تو انکو کوشش کے ساتھ خود بھی عمل میں لاؤ اور اپنی قوم کو بھی حکم دو کہ ان کے اچھے احکام پر عمل کریں......

فاذھبا بآیاتنا انّا معکم مستمعون (۲۶/۱۵)

تم دونوں ہمارے احکام لے کر جاؤ! ہم نصرت اور مدد کے ساتھ تمہارے ساتھ ہیں......

وقرّبناه نجيّا (١٩/٥٢)

اور ہم نے ان کو راز کی باتیں کرنے کے لئے مقرب بنایا۔

اس طرح حضرت ہودؑ، حضرت صالحؑ، حضرت لوطؑ، حضرت شعیبؑ اور دیگر انبیاء کو زمانے کی ضرورتوں کے مطابق احکامات اور تعلیمات عطا کیں جس کا تذکرہ سورۂ شعراء میں موجود ہے۔ بعد کے زمانہ میں جلیل القدر نبی داؤدؑ کو زبور دی اور انکے بیٹے سلیمانؑ کو تمام دنیا کا حاکم بنایا۔

ولقد آتینا داوُدَ سلیمان علماً (٢٧/١٥)

اور ہم نے داؤدؑ و سلیمانؑ کو شریعت اور ملک داری کا علم عطا فرمایا......

ولقد آتینا داوُد منّاھتلا (٣٤/١٠)

اور ہم نے داؤدؑ کو اپنی طرف سے بڑی نعمت (تعلیمات) دیں......

قَالَ ربِّ اغفرلی وھب لیْ ملکًا لا ینبغی لا حدٍ منه بعدی انّک انت الوھاب فسخرنا له‘ الریح تجری بامرہٖ رُخاءً حیثُ اناب والشیطین کل بناء و غواص و آخرین مقررین فی الاصنعاد (٣٨/٣٨)

کہا...... میرا قصور معاف فرما اور مجھ کو ایسی سلطنت دے جو میرے سوا کسی کو میسر نہ ہو...... میرے سوا...... سو ہم نے ان کی دعا قبول نہ کی نیز ہم نے...... ہوا کو ان کے تابع کر دیا وہ انکے حکم سے جہاں چاہتے نرمی سے چلتی اور جنات کو بھی انکے تابع کر دیا......

یعنی تعمیر کرنے والوں کو بھی اور غوطہ خور زن کو بھی اور دوسرے جنات کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے رہتے تھے۔ پھر اپنے برگزیدہ اور منتخب نبی عیسیٰؑ کو انجیل عطا فرمائی اور ورلڈ آرڈر دیا۔

نال انّی عبداللّٰه آتانی الکتاب وجعلنی نبیا (١٩/٣٠)

وہ بچہ گہوارہ میں خود ہی بول اٹھا کہ اللہ تعالیٰ کا خاص بندہ ہوں اس نے مجھ کو کتاب یعنی انجیل دی اور اس نے مجھ کو نبی بنایا......

ویعلمه الکتاب والحکمة والتّورۃ والانجیل (٣/٤٠)

اور اللہ تعالیٰ ان کو تعلیم فرمائیں گے آسمانی کتابیں اور سمجھ کی باتیں اور بالخصوص توریٰۃ اور انجیل......

پھر تمام انبیاء کا اجتماعی ذکر کر دیا۔

اولٓئک الذین انعم اللّٰه علیھم منه النبیّین من ذریة آدم و ممن حملنا مع نوح و منه ذریة ابراھیم و اسرائیل و ممّن ھدینا واجتبنا (١٩/٥٨)

یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے خاص انعام کیا منجملہ دیگر نبیوں کے آدم کی نسل سے اور ان لوگوں کی نسل سے جن کو ہم نے نوحؑ کے ساتھ سوار کیا تھا اور ابراہیمؑ اور یعقوبؑ کی نسل سے اور ان لوگوں میں سے جن کو ہم نے ہدایت فرمائی تھی (یعنی احکامات دیئے تھے)

اوران کو مقبول بنایا......

- ہر زمانے میں لوگوں نے اللہ کے بھیجے ہوئے عالمی نظام اور احکامات کو ماننے سے انکار کیا:

کَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ و عادٌ و فرعونُ ذوالاوتاد و ثمودُ و قومُ لوط واصحٰب الایکته ان کل الا کذب الرسل فحق عذاب (۳۸/۱۴)

آپ سے پہلے نوح، عاد اور فرعون جس کی سلطنت کے کھونٹے گڑ گئے تھے اور ثمود، قوم لوط اور اصحاب ایکہ نے رسولوں کی تعلیمات کا انکار کیا تھا ان سب نے رسولوں کو جھٹلایا تھا...... سو میرا عذاب ان پر واقع ہو گیا......

عالمی نظام سم وہ کامیاب ہو سکتا ہے جس میں قبولیت عامہ ہو وہ انصاف پر مبنی ہو اصولوں پر اس کی بنیاد ہو اور اس کو قبولیت عامہ حاصل ہو اور اپنے اندر وہ قوت تنقیدی رکھتا ہو۔

- جب انسانیت عہدِ طفولیت سے باہر نکل آئی، دنیا کی بین الاقوامی تجارت عروج پر پہنچ گئی تو اللہ تعالیٰ نبیوں کے سردار کو آخری نبی بنا کر دنیا میں بھیج:

ولکنّ رسُولَ اللّٰہ و خاتم النبیّین (۳۳/۴۰)

اللہ کے رسول اور خاتم الانبیاء پہلے نبیوں کو انکے علاقے اور ان کے زمانے کے لحاظ سے احکامات دیئے جاتے تھے اب پوری انسانیت اور رہتی دنیا کے لئے رسول ﷺ کو بھیجا۔

قُل یا ایُّھا النَّاس انّی رسول اللّٰہ الیکم جمیعا (۷/۱۵۸)

کہہ دیجئے اے گروہ انسانیت میں تم تمام کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

وما ارسلناک الا کافة الناس بشیراً و نذیراً (۳۴/۲۸)

اور ہم نے تو آپکو تمام انسانوں کے واسطے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے

- اوران کو مکمل عالمی نظام جو تمام انسانیت اور ہر زمانے کے لئے ہے دیکر بھیجا اور اس کی حقانیت بیان کردی:

قُل لئن اجتمعت الجنُّ والانس علی ان یاتوا بمثل ھذا القرآن لا یاتون بمثلہٖ ولو کان بعضھم لبعض ظھیراً (۱۷/۸۸)

آپ فرما دیجئے اگر تمام انسان اور جنات جمع ہو جائیں کہ ایسا ایک قرآن بنا کر لائیں تب بھی ایسا نہ لاسکیں گے اگر چہ ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں......

- دنیا کے حقوقِ انسانی کے اعلانات میں وہ جامعیت نہیں ہے جو ہمارے نبی کے ورلڈ آرڈر میں ہے:

☆ میگنا کارٹا

یہ منشور یا دستور 1215 میں انگلستان کے بادشاہ جان کے ہاتھ سے جاری ہوا اس میں عام انسانوں کے حقوق کی کوئی ٹھوس دفعات نہیں ہیں......

☆ فرانس کا اعلان حقوق انسانی (Declaration of French Revolution) کی کوئی بین الاقوامی اہمیت نہیں ہے......

☆ عالمی اعلان حقوق انسانی

دورِ جدید کی پہلی دستاویز ہے جسے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے 10 دسمبر 1948 کو منظور کیا یہ اعلان تیس دفعات پر مشتمل ہے (جس کی حیثیت تجاویز و سفارشات سے زیادہ نہیں) جن میں صرف 12 دفعات کا تعلق حقوق انسانی ہے......

☆ امریکہ اور فرانس نے 18 ویں صدی میں پہلی دفعہ انسانی حقوق کی تعریف کی ہے۔ جبکہ تعلیمات نبوی کی روشنی میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک امن پسند معاشرہ تشکیل دینے کے لئے ہمارے نبی ﷺ تعلیمات مکمل ہیں۔

☆ میں وقت کی قلت کی وجہ سے صرف تین اہم باتیں آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں ان سے آپ اندازہ کریں کہ عالمی نظام کے یہ احکامات خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر بیان فرمائے......

لوگو میری بات سن لو۔ جاہلیت کی ہر چیز میرے پاؤں تلے روندی گئی ہے......

یہ First ever charter of human rights & socioeconomic order ہے۔

(۱) الا انّ مائکم واموالکم واعراضکم علیکم حرام کحرمۃ یومکم ھذا فی شھر کم ھذا فی بلدِ ھذا واول دم اضع منہ ما ئنادم ابن ربیعۃ بن حارث

تمہارا خون تمہارا مال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر اس طرح مقدس اور محترم ہیں جس طرح یہ مقدس مہینہ مقدس دن اور منظم اور حرمت والا شہر مکہ......اور پہلا خون اپنے خاندان کا ربیعہ بن حارث کا معاف کرتا ہوں اس کا بدلہ نہیں لیا جائے گا۔

(۲) لا فضل لعربّی علٰی عجمیّ ولا لا حمر علی الاسود الاّ بالتقوی

عرب کے رہنے والے کو غیر عرب پر اور گورے کو کالے پر کوئی فضیلت نہیں تقویٰ کا دارو مدار اللہ سے ڈرنے اور اس کے احکامات پر عمل کرنے میں ہیں۔ اس خطبہ میں اپنے دائیں آزاد شدہ غلام زید بن حارثؓ اور بائیں طرف بلال حبشیؓ کو کھڑا کر کے دنیا کو مساوات کا عملی درس دیا کہ قریش کے نوجوانوں اپنے رشتہ داروں کی موجودگی میں کچلی ہوئی انسانیت کے نمائندوں کو اپنا شہزادہ بنا کر دنیا کے سامنے پیش کیا......

مساوات

ڈاکٹر سر تھامس آرنلڈ نے اپنی کتاب The Preaching of Islam میں بالکل صحیح لکھا کہ

''اس رشتہ سے تمام قبائل کے اختلافات ختم ہو گئے اور ایک مشترکہ مذہبی زندگی نسلی رشتوں کی جگہ قائم ہو گئی۔''

(۳) الا ان ربو االجاھلیۃ موضوعۃ و اول ربأ اضع منہ ابائنا عباس بن عبدالمطلب فھو موضوع کلّہ'

آج جاہلیت کے سود پر مبنی معاشی نظام کو ہمیشہ کے لئے میں نے اپنے قدموں تلے کچل دیا اور اپنے خاندان اپنے چچا عباس بن المطلب کے قرضوں کی تمام رقوم کے سود کو معاف کرنے کا اعلان کرتا ہوں

مندرجہ بالا تینوں اقتباسات سے انسانوں کی برادری جان' مال' عزت کی حفاظت اور انسان کا انسان کے ذریعہ معاشی استحصال

Economic Expliotation کا سد باب کر دیا گیا۔

❁ اس وجہ سے منٹگمری واٹ نے کہا:

The more one reflects on the history of Muhammad the more one is amazed at the vastness of his achievement. Had it not been for his gifts as a seer, statesman and administrator and behind these his trust in God and the belief that God has sent him a notable chapter in the history of mankind, would have remained unwritten. The unletered Prophet was the author of the first ever written consitution of the world, whereby, he established the islamic "ummah" transcending the barrier of race, colour and creed.

❁ اور ایڈمنڈ بروک نے لکھا:

The Muslim law which is binding on all, from the crown head to the meanest subject is a law intervowen with a system of wises, and, the most learned, and the most enlightened jurisprudence that ever existed in the world.

❁ عالمی نظام کے سلسلے میں امت مسلم کی ذمہ داریوں کے سلسلے میں تعلیماتِ نبوی کی روشنی میں یہ سبق ملتا ہے کہ مسلمان ایک ہوں اور نیک ہوں تو اپنے رسول کے لائے ہوئے عالمی نظام کو دنیا میں کامیاب کر سکتے ہیں......

❁ غزوہ بدر جو اسلام کا پہلا معرکہ ہے اس میں مسلمان ایک تھے تو اللہ نے مسلمانوں کو دس گنا دشمن پر فتح عطا فرمائی۔ غزوہ اُحد میں ایک نہیں تھے کہ کچھ مسلمان درّہ چھوڑ کر نیچے آ گئے تھے تو حاصل شدہ فتح واپس لے لی گئی اور غزوہ حنین میں جب بارہ ہزار آدمی تھے اور کثرت پر فخر کیا گیا اور ایک فرد کی زبان سے نکلا......

لن تغلب الیوم من قلۃ

آج ہم قلت کی وجہ سے مغلوب نہیں ہوں گے......

اور پہلے مرحلہ میں شکست ہوئی......

و یوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم نلم تغن عنکم شیئاً (۹/۲۵)

اور حنین کے معرکہ کے دن جب تمہاری نہ تم کو خود پسند میں ڈال دیا پس وہ کثرت تمہارے کچھ کام نہ آئی......

❁ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے یہ اصول متعین کر دیا کہ اگر دشمن کے مقابلہ میں تمہاری اور تمہارے اسلحہ کی تعداد آدھی ہو تو فتح تمہاری ہو گی:

الـٰئن خفف اللہ عنکم و علم ان منکم ضعفا ان یکم منکم ماۃ صابرۃ تغلبوا مأتین و ان یکم منکم الف یغلبو الفین باذن اللہ (۸/۶۵)

اب اللہ نے تم پر تخفیف کردی اور معلوم کرلیا کہ تم میں ہمت کی کمی ہے۔ سو اگر تم میں ثابت قدم رہنے والے سو آدمی ہوں گے تو دو سو پر اور اگر ایک ہزار ہوں گے تو دو ہزار پر غالب آجائیں گے اللہ کے حکم سے......

☆ اسی طرح قرآن پاک میں ہے......

واعدّ ولهم ما استعطتم من قوّة (٨/٦٠)

جس قدر تم سے ہو سکے قوت (یعنی ہتھیار تیار کرلو......

حضورﷺ نے فرمایا یا قوت کا مطلب ہے پھینکنے کی طاقت آج کی جنگ میں بمبار جہاز میزائل فضاء میں سٹیلائیٹ سے جنگ کی برتری سب پھینکنے کی طاقت سے ہے۔

☆......☆......☆......☆......☆......☆

پروفیسر محمد عبدالجبار شیخ۔سیالکوٹ

عالمگیر نسخہ کیمیا

دور حاضر میں انسانوں کو باہمی نفرتوں اور حقارتوں سے نجات دلانے کے لئے حضور سرور کائنات ﷺ کا عطا کردہ عالمی نظام وہ عالمگیر نسخہ کیمیا ہے جسے ایک خدائے یکتا' ایک رسول خاتم' ایک کتاب ہدایت' ایک امت وسط اور ایک آفاقی دعوت کی اکائی پر مبنی ہونے کی وجہ سے انسانیت کے تمامتر دکھوں کا اصلی مداوا قرار دیا جا سکتا ہے اور جسے چھوڑ کر نظام عالم کی تشکیل نو عبث ہوگی۔

مجمع کمالات عالم

حضور ﷺ کا خاتم النبیین ہونا خود اس امر کی دلیل ہے کہ اب انسانیت ہر لحاظ سے بلوغت کو پہنچ گئی ہے اب دین اسلام کی فطری قبا اپنی مکمل صورت میں نوع انسانی کے زیب تن ہوگی۔ اب نبوّت ورسالت کی ضرورت نہیں رہی بلکہ آخری کتاب ہدایت کا ابدی اور لازوال ضابطہ حیات انسانوں کے لئے رہبر ورہنما ہوگا۔ اس کے ساتھ ہی ربّ کریم نے آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو انسانی زندگی کے تمامتر زاویوں کے لئے جامع اور ہمہ گیر بنا دیا کہ آپ مجمع کمالات عالم بن کر دنیا کے سامنے جلوہ افروز ہوئے۔

اس واسطے آپ ﷺ خود اپنے پیغام کی عملی تفسیر بن کر تشریف لائے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی پاکیزہ زندگی کا ہر لحہ تاریخ عالم میں ابد تک کے لئے محفوظ ہے۔ یہاں تک کہ انتہائی قریب سے مکمل طور پر مشاہدہ کرنے والے آپ ﷺ کے صحابہ کا عملی نمونہ بھی پوری شرح وبسط کے ساتھ قیامت تک کے لئے موجود اور محفوظ ہے۔

اس بناء پر آج کے دور پُرفتن میں جب کہ بحر وبر فساد کی لپیٹ میں ہے اور دنیا جنگ وجدل اور فتنہ وفساد کا گہوارہ بن کر رہ گئی ہے حضور سرور کائنات ﷺ کا لایا ہوا عالمگیر نظام انسانیت کے جملہ مشکلات ومسائل کا شافی ووافی حل قرار پا سکتا ہے۔

نظام عالم کی اساس

تکمیل دین کے موقع پر میدان عرفات میں آپ کے باکمال ارشادات ملاحظہ فرمایئے جو کہ بذات خود نظام عالم کی اساس اور بنیاد ہیں۔ آپ ﷺ کے دیئے ہوئے اس آخری منشور کے الفاظ اور اس کے نفسِ مضمون اور انداز بیان پر غور فرمایئے یہ دستاویز امن وسلامتی اور طمانیت کا ایسا بین الاقوامی اعلامیہ ہے کہ تاریخ عالم جس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ یہ منشور اعظم انسانیت کو ہر طرح کے غم وآلام سے نجات دلا کر سکون واطمینان کی ایسی ضمانت فراہم کرتا ہے کہ جس سے فتنہ وفساد کا یکسر خاتمہ ہو جائے اور امن وامان اور سکون واطمینان کا چرچا ہو۔

تاریخ ساز اعلان

اس بناء پر دائمی امن وسلامتی نے اپنے عہد کے سب سے بڑے اجتماع میں تاریخ ساز اعلان فرمایا کہ

لوگو! سن لو تمہارا پروردگار ایک ہے تمہارا باپ ایک ہے' عربی کو عجمی پر یا عجمی کو عربی پر' کالے کو گورے پر یا گورے کو کالے پر کوئی فضیلت اور برتری نہیں مگر صاف تقویٰ اور پرہیزگاری کی بناء پر۔

لوگو! تمہارا خون تمہارے مال اور تمہاری آبروئیں قیامت تک کے لئے اسی عزت وحرمت کی مستحق ہیں جس طرح تم آج کے دن اس مہینے اور اس شہر (مکہ مکرمہ) کی حرمت کرتے ہو۔

میں جاہلیت کے تمام سود باطل قرار دیتا ہوں اور سب سے پہلے اپنے خاندان میں سے عباس بن عبدالمطلب کا سود ختم کرتا ہوں۔

عورتوں کے بارے میں خدا سے ڈرو جس طرح تمہارے حقوق عورتوں پر ہیں اسی طرح عورتوں کے حقوق تم پر ہیں۔

میں تم میں وہ چیز چھوڑے جاتا ہوں جسے مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ یہ اللہ کی کتاب قرآن مجید ہے۔

لوگو! نہ میرے بعد کوئی پیغمبر ہے اور نہ کوئی نئی امت وجود میں آنے والی ہے۔ خوب سن لو! اپنے پروردگار کی عبادت کرو' پنجگانہ نماز کے پابند رہو' رمضان کے روزے رکھو' مال کی زکوۃ خوش دلی سے دیا کرو۔ خانہ کعبہ کا حج بجالاؤ' اپنے سربراہوں کی اطاعت کرو پھر تم اپنے پروردگار کی جنت میں داخل کئے جاؤ گے۔

تتمہ اور تکملہ

یہ خطبہ دراصل حضور سرور کائنات ﷺ کی ساری زندگی کے اس عملی پیغام کا تتمہ اور تکملہ ہے جس کے تحت آپ ﷺ جہانوں کے واسطے سراپا رحمت بن کر تشریف لائے یہی وجہ ہے کہ اسی خطبہ کے دوران تکمیل دین کا اعلان ہوا اور فرمایا گیا کہ آج تمہارے لئے میں نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کر دیں اب یہ دین سب کے لئے ہے ہمیشہ کے لئے ہے اور ساری انسانیت کے لئے۔

گویا کہ دین اس وقت مکمل ہوا جب حضور سرور کائنات ﷺ نے امن وسلامتی کی آفاقی اقدار پر مبنی اپنے تاریخی خطاب عظیم سے انسانوں کو نوازا تا کہ عالم انسانیت کو امن وامان اور سکون واطمینان حاصل ہو۔

معیار عزت وکرامت

اس عالمی منشور میں سرور عالم ﷺ نے دولت عظمت امارت نسل قبیلے جاہ وحشم اور خاندانی شرافت کو معیار عزت وکرامت نہیں ٹھہرایا بلکہ واضح کر دیا کہ فضیلت وبزرگی کا صرف ایک ہی معیار ہے اور وہ بس تقویٰ ہے۔

اس لئے اگر ہم اپنی زندگی میں اسی اصول کے مطابق تقویٰ کو معیار بنالیں اور ہمارے اذہان سے جھوٹی نخوت اور فخر ومباہات پر مبنی جاہلیت کا خیال یکسر ختم ہو کر رہ جائے تو جذبہ اخوت ومحبت اپنی تمامتر رعنائیوں کے ساتھ اس طرح جلوہ گر ہوگا کہ جس سے پھر باہمی جنگ وجدل نفرت وحقارت اور جاہلانہ عصبیت کا خاتمہ ہوگا اور امن وعافیت معاشرے کا مقدر بن جائے گا۔

ایک گلوبل اکائی

اسی بناء پر آپ ﷺ نے یایھا الناس کے الفاظ سے اس خطبہ کی عالم گیریت اور آفاقیت کو اجاگر فرمایا تا کہ رنگ' نسل اور زبان وقوم کے سارے تفرقے مٹ جائیں اور کرۂ ارضی کی ایک گلوبل اکائی کی تشکیل ہو۔

مژدۂ جانفزا:

یہ وجہ ہے کہ اعلانِ عرفات کے منشورِ اعظم سے زیادہ دنیا کے کسی منشور نے آج تک انسانیت کو اس کے فطری اور عالمی نظام کی جانب رہنمائی نہیں فرمائی۔ اس واسطے یہی منشورِ اعظم دورِ حاضر میں سسکتی اور دم توڑتی انسانیت کے لئے مژدۂ جانفزا ہے۔

گذشتہ صدی میں دو عالمی جنگوں میں زبردست تباہی اور ہلاکت کے بعد انسانیت اب امن کی تلاش میں ہے۔ جبکہ نئی نئی مہلک ایجادیں جدید ترین جنگی ہتھیار نام نہاد ترقی یافتہ انسان کی خونخوار ذہنیت کا ثبوت ہیں۔ کہ آج جس کا مداوا ازبس ضروری ہے۔ آج ہر ایک منٹ میں سینکڑوں بچے بھوکے اور لاعلاج مرجاتے ہیں اور اسی ایک منٹ میں کروڑوں روپے سامان جنگ پر خرچ کئے جا رہے ہیں۔ اُدھر حقوق انسانی کے بین الاقوامی کمیشن کی رپورٹ کے مطابق دنیا میں مذہبی عدم رواداری بڑھتی جارہی ہے اور مذہبی بنیاد پر ایذا رسانی قتل و غارت گری توھمات پر مبنی بری جاھلانہ رسمیں پوری طرح زوروں پر ہیں اور مقدس عمارات کی توہین بھی عروج پر ہے۔

عالمگیر نظام امن

اس لئے اس خطرناک ترین دور میں آج ختم نبوت کے اس عالمگیر نظام امن و سلامتی کو دُنیا کے سامنے پیش کرنے کی ضرورت ہے جو انسانی زندگی کے لئے اعلیٰ اقدار کے تحفظ کی ضمانت دے رہا ہو۔ ایسا نظام جس میں انسانی وحدت و مساوات باہمی تعاون شرافتِ انسانی عفو و درگذر حریتِ فکر عدل و انصاف ایفائے عہد اور اخوت و محبت کو جزو لازم کی حیثیت حاصل ہو اور جس میں کبر و نخوت، دولت و ثروت، ملکی و نسلی عصبیت اور حُبِ جاہ و اقتدار کی قطعاً گنجائش نہ ہو۔ جو صرف جسموں پر ہی حکمرانی کا قائل نہ ہو بلکہ دلوں کی گہرائی میں غمخواری و مواسات ہمدردی و موالات کی بنیاد پر اس کی حکومت کا سکہ چلتا ہو۔

تمکین دین کا وعدہ

قرآن نے جہاں مؤمنین صالحین کو زمین میں خلافت عطا فرمانے کے لئے تمکین دین کا وعدہ فرمایا وہاں انعام کے طور پر انہیں ڈر کے بدلے میں امن و سکون سے مالا مال کرنے کا اعلان بھی فرمایا لہٰذا تاریخ شاہد ہے کہ عالم اسلام میں وہ دور بھی دیکھنے میں آیا جب وعدۂ ربانی کے مطابق دنیا والوں نے امن و عافیت کو عملی طور پر اپنے آنکھوں کے سامنے دیکھ لیا جب کہ ایک عورت اگر تن تنہا زیورات سے لدی پھدی صنعا سے حضر موت تک سفر کرتی ہے تو کوئی اس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے والا بھی نہیں ہوتا۔

اعلان عفو عام

اس بناء پر رحمتہ اللعالمین ہونے کے ناطے آپ ﷺ کی صفت رحمت آپ کی حیات طیبہ کے ہر لمحہ سے اجاگر تھی اور صلح و جنگ ہر دو مواقع پر اس کا مشاہدہ یکساں طور پر کیا جا سکتا تھا۔ جس طرح میدان عرفات میں خطبہ حجۃ الوداع کے اعلامیہ سے خاتم النبیین ﷺ کی ذات اقدس پر دین اسلام کی تکمیل کا اعلان ہوا اسی طرح فتح مکہ کے موقع پر لا تثریب علیکم الیوم اذھبو وانتم الطلقاء کے اعلان عفو عالم سے حضور اکرم ﷺ کی صفتِ رحمت تامہ کا ظہور کامل ہوا اور ایسا بے مثال مظاہرہ دیکھنے میں آیا کہ کائنات ہست و بود میں جسکی نظیر نہیں ملتی۔

امن وسلامتی کا دن

جب کہ جان نثار ساتھ جوش انتقام سے سرشار ہو کر الیوم یوم الملحمۃ کے نعرے لگا رہے تھے اور سارا عالم دم بخود تھا کہ ابھی آن واحد میں ضرور کوئی حادثہ ہونے والا ہے کوئی حشر بپا ہوگا۔ اور ظالموں کو ظلم وستم ڈھانے کے بدلہ میں کیفر کردار تک پہنچایا جائیگا لیکن رحمۃ اللعالمین علیہ کی رحمت عامہ جوش میں آئی جس نے جیالے اور بہادر ساتھیوں کا رُخ یکدم موڑ دیا۔ آپ علیہ نے ہدایت فرمائی کہ ٹھہر جاؤ آج کا دن لڑائی اور جنگ کا دن نہیں' انتقام اور خون خرابے کا دن نہیں بلکہ معافی اور بخشش کا دن ہے اس لئے اعلان ہوا کہ الیوم یوم المرحمۃ کہ جاؤ آج کا دن رحم وکرم کا اور امن وسلامتی کا دن ہے تم سب آزاد ہو تم پر کوئی بوجھ نہیں۔

آج ہر اُس شخص کو امان ہے جو اللہ کے گھر میں داخل ہو جائے خود اپنے ہی گھر میں چھپا رہے۔ یا ابوسفیان کے ہاں پناہ لے لے۔

اس طرح رحمۃ اللعالمین علیہ کی بخشش و جان نوازی اور پیغمبر امن وسلامتی کے جذبہ انسان دوستی کا مشاہدہ کیجئے نیز آپ علیہ کی فراخ حوصلگی اور عظمت کا حال دیکھئے کہ اپنے سب سے بڑے دشمن اور نبوت کے سب سے بڑے مخالف ابوسفیان کو بھی گلے سے لگالیا اور ایک لمحے کے اندر اس کے بارے میں اسلامی مملکت کا معزز شہری ہونے کا اعلان فرما دیا۔

جانی دشمنوں کے لئے دعائیں

اس پر بس نہیں جنگ احد میں دشمنوں نے جب آپ علیہ پر پتھر پھینکے' تیر برسائے' تلواریں چلائیں یہاں تک کہ آپ علیہ کا دندان مبارک شہید ہو گیا جبینِ اقدس خون آلود ہوئی اور آپ علیہ زخمی ہو کر ایک گڑھے میں جا گرے ان سب حملوں کا وار آپ علیہ نے جس پر روکا وہ صرف یہ دعا تھی۔

اللّٰھم اھد قومی فانّھم لا یعلمون

کہ اے میرے اللہ میری قوم کو ہدایت دے یہ مجھے جانتے نہیں

وہ طائف جہاں ظالموں نے ظلم کی انتہا کر دی تھی کہ آپ کا جسم مبارک لہولہان ہوا اور آپ علیہ کے جوتے آپ علیہ ہی کے خون سے بھر گئے۔ پہاڑوں کے فرشتے ملک الجبال نے پیش کش کی کہ اگر حکم ہو تو اس پوری بستی کو پہاڑوں کے درمیان رکھ کر پیس ڈالوں جواب میں فرمایا کہ رہنے دو شاید کوئی ان کی نسل سے ہی خدائے برحق کا پرستار پیدا ہو۔

سفیروں اور قاصدوں کا احترام

اسلام سے پہلے دشمن قوم کی طرف سے بھیجے جانے والے سفیروں اور قاصدوں کا قتل جائز تھا۔ قریش نے بھی حضور علیہ کی جانب سے بھیجے جانے والے قاصد کو قتل کر کے اس کے گھوڑے کو بھی مار ڈالا تھا۔ لیکن آنحضرت علیہ نے حکم دیا کہ خبردار قاصدوں اور سفراء کو ہر لحاظ سے جان کی امان دی جائے اور انہیں ہرگز قتل نہ کیا جائے۔ یہاں تک کہ مسیلمہ کذاب نے جنگ یمامہ کے دوران جب اپنا قاصد حضور علیہ کے پاس بھیجا تو اس کی گستاخانہ گفتگو سن کر آپ علیہ نے فرمایا کہ ہمارے ہاں قاصدوں کو قتل کرنے کا رواج نہیں ورنہ اپنے گستاخانہ رویہ پر تو ضرور قتل کر دیا جاتا۔

اس پر بس نہیں آنحضرت علیہ نے اسیران جنگ کی نسبت تاکیداً فرمایا کہ خبردار ان میں سے کسی کو کوئی تکلیف نہ پہنچنے پائے۔ حاتم طائی کی بیٹی کو جب آپ علیہ کے حضور پیش کیا گیا تو آپ علیہ نے بڑے احترام کے ساتھ شفقت فرمائی اسے مسجد کے

ایک گوشے میں ٹھہرایا اور اوڑھنے کے لئے چادر عطا فرمائی پھر فرمایا کہ تمہارے علاقے سے کوئی آ جائے گا تو اس کے ہمراہ تجھے روانہ کر دوں گا۔

خصوصی ہدایات

آپ ﷺ جب بھی کوئی لشکر جہاد کے لئے روانہ فرماتے یا کسی جیش کی قیادت سنبھالتے تو ہدایات جاری فرماتے کہ کسی کہن سال بوڑھے کو کسی بچے کو کسی کم سن کو یا کسی عورت کو ہرگز قتل نہ کرنا' کھیتی باڑی اور فصلوں کو تباہ نہ کرنا' مویشی چوپایوں اور پالتو جانوروں کو کچھ نہ کہنا حالانکہ ادھر دور جدید کا ترقی یافتہ فوجی جرنیل محبت اور جنگ میں سب کچھ جائز (Everything is fare in Love and War) قرار دیتا ہے۔ اس کے برعکس جو خصوصی ہدایات فتح مکہ کے موقع پر نبی اکرم ﷺ نے مکہ میں اپنے فاتحانہ داخلہ کے وقت ان لوگوں کے لئے جاری فرمائیں جو حالتِ امن میں بھی ایمان والوں کے خون کے پیاسے تھے اور انہوں نے مسلمانوں کے واسطے مکہ کے اندر عرصہ حیات تنگ کر رکھا تھا۔ وہ محبت و آشتی اور امن و سلامتی کی اعلیٰ اقدار کا مرقع تھیں اور جن سے عفو عام اور رحمت تمام کا اعلان ہو رہا تھا۔

تجزیہ اور مشاہدہ

لہٰذا تجزیہ اور مشاہدہ سے یہ بات بآسانی واضح ہو جاتی ہے کہ آسمانی ہدایتوں اور ربانی تعلیمات کے علاوہ دوسری کوئی چیز ایسی نہیں جو انسانوں کو امن و سلامتی کا عالمگیر نظام عطا کر سکے۔ یہی تعلیمات و ہدایات حضور سرور کائنات ﷺ نے بطور خاص اپنی جانب سے عنایت فرمائیں اور یہی ضابطے عالم انسانیت کے لئے مختص کر دیئے تاکہ کرۂ ارضی فوز و فلاح پائے اور پورا عالم دنیا و آخرت میں کامیابی سے ہمکنار ہو۔ اسی لئے

آپ ﷺ ختم المرسلین ہیں آپ ﷺ دانائے سبل ہیں اور آپ ﷺ ہی وہ سرچشمہ ہدایت ہیں جہاں سے نوع انسانی کو شر و فساد سے نجات ملتی ہے اور امن و سکون کے میٹھے سانس لینے کے لئے فرحت بخش ہوائیں میسر آتی ہیں۔

آپ ﷺ کے عالمگیر پیغامِ امن و سلامتی پر مبنی صراط مستقیم کے علاوہ انسانوں نے جتنی راہیں امن و آشتی کی تلاش میں اختیار کی ہیں وہ سب اس منزل تک نہیں جاتیں جو انسانیت کا طلب و مقصود ہے۔

آیئے نفرتوں' حقارتوں اور جنگ و جدل سے نجات حاصل کرنے کے لئے رسول عربی ﷺ کا دامنِ رحمت رافت تھام لیجئے اور ان کے اقدار عالیہ کو عملی زندگی میں اپنا کر معاشرہ کو شر و فساد کی بجائے امن و سلامتی کا گہوارہ اور اطمینان و سکون کا مرکز بنایئے۔

دعا ہے کہ ربّ العزت ہمیں اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مسلمانوں کی موجودہ ذلت وپستی اور اس کا حل

حافظ صلاح الدین یوسف ۔ لاہور

اس سال ''قومی سیرت کانفرنس'' کے مقالہ نگاروں کے لئے عنوان منتخب کیا گیا ہے۔

''نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امت مسلمہ کی ذمے داریاں' سیرت طیبہ کی روشنی میں''

اس کا مطلب یہ ہے کہ نصف صدی سے زیادہ عرصے تک دنیا دو بلاکوں میں منقسم رہی۔ سرمایہ دارانہ بلاک اور دوسرا کمیونسٹ بلاک۔ پہلے بلاک کے قائد امریکہ' برطانیہ وغیرہ تھے اور دوسرے کے سوویت یونین روس۔ جہادِ افغانستان کے نتیجے میں جب روس شکست و ریخت کا شکار ہو گیا اور ایک دوسری عالمی طاقت کے طور پر اس کی قائدانہ حیثیت ختم ہو گئی' تو دنیا میں صرف سرمایہ دارانہ بلاک ہی جس کی قیادت امریکہ وغیرہ کے ہاتھ میں تھی اور ہے' واحد عالمی طاقت (سپر پاور) کے طور پر باقی رہ گیا۔ جو مذہبی لحاظ سے عیسائی ہے' لیکن یہودی بھی مکمل طور پر اس کے ساتھ ہیں۔ عیسائیت اور یہودیت کی باہمی آویزش' جو صدیوں سے چلی آ رہی تھی اور جس سے اہل علم بخوبی واقف ہیں' نہ صرف ایک قصہ پارینہ بن چکی ہے بلکہ یہودی قلیل التعداد ہونے کے باوجود اپنی عظیم منصوبہ بندی' اپنی مالیاتی پالیسی' اپنے مذہب سے گہری وابستگی' اپنے مقاصد کے حصول کے لئے بے پناہ جذبہ ایثار و قربانی' اپنے بے مثال اتحاد و یک جہتی' اپنے سازشی ذہن و دماغ اور اپنی دسیسہ کاریوں کی وجہ سے عیسائیت کے قائد امریکہ میں اس نے اتنا اثر و رسوخ حاصل کر لیا ہے کہ امریکہ اس کے اشارہَ ابرو پر ناچنے پر مجبور ہوتا ہے اور علامہ اقبال رحمۃ اللہ کا یہ فرمودہ صحیح ثابت ہو گیا ہے کہ

فرنگ کی رگِ جاں پنجہ یہود میں ہے

کمیونسٹ بلاک بھی اگرچہ' اسلام اور مسلمانوں کا شدید دشمن تھا اور اس نے بھی اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے میں کوئی کمی نہیں کی۔ تاہم اس کا ایک فائدہ ضرور تھا کہ وہ امریکہ کی خودسری اور عالمی چودھراہٹ کی راہ میں مزاحم اور سد سکندری تھا۔ سوویت یونین کے بکھر جانے کے بعد یہ رکاوٹ ختم ہو گئی اور دنیا میں صرف امریکہ سپر پاور کے طور پر باقی رہ گیا جسے دیگر عیسائی ملکوں کی حمایت بھی حاصل ہے اور یہودیوں کے دام تزویر میں بھی وہ بری طرح پھنسا اور جکڑا ہوا ہے۔

گویا اب عیسائیت اور یہودیت کا گٹھ جوڑ بھی عروج پر ہے اور امریکہ کی خودسری اور عالمی چودھراہٹ کی خواہش بھی اوج ثریا پر۔ انہی دو چیزوں نے ''نیو ورلڈ آرڈر'' (نئے عالمی نظام) کو جنم دیا ہے' جس کا مطلب امریکہ کی خواہش کے مطابق دنیا کا نظام اور نقشہ مرتب کرنا ہے۔ جو حکومت یا حکمران اسے پسند ہو' وہ کیسا بھی ہو؟ وہ اس کا پشتیبان ہے اور جو اس کے مفادات اور خواہشات کو نظر انداز کرنے والا ہو' وہ اس کی اینٹ سے اینٹ بجا سکتا ہے' اس ملک کو تباہ و برباد کر سکتا ہے اور وہاں کے عوام کو وحشیانہ بمباری اور دہشت گردی کے ذریعے سے موت کی نیند سلا سکتا ہے۔ ایسا کرنا اس کے لئے جائز ہے۔ اس کے لئے اسے اقوام متحدہ سے اجازت لینے کی ضرورت ہے' نہ سلامتی کونسل کی اس کو پروا ہے۔ عالمی قوانین اور ضابطوں کی اس کے نزدیک کوئی اہمیت ہے' نہ دوستانہ روابط کی کوئی حیثیت۔ وہ فون کے ذریعے ایک دھمکی دے کر اپنے سارے مطالبات منوا سکتا ہے۔ افغانستان اور عراق کو تباہ و برباد کر سکتا ہے اور دوسرے ملکوں کو بھی اسی طرح تباہ و برباد کر دینے کی دھمکیاں دے سکتا ہے۔ گویا اس وقت وہ "انا و لا غیری" کا آیا یہ زمانِ فرعون اَنَا

ربکم الاعلیٰ' کا دعوے دار ہے اور لمن الملک الیوم' کا کوس بجا رہا ہے۔

اس نئے عالمی نظام کی تشکیل کے اس نہایت خطرناک دور میں امت مسلمہ کی ذمے داری کیا ہے؟ کیا وہ ٹکڑیوں میں بٹی ہوئی' جیسا کہ اس وقت ہے تک تک دیدم دم نہ کشیدم کا مصداق بنے ہوئے اپنی اپنی باری کا انتظار کرتی اور فنا کے گھات اترتی رہے گی؟ یا اپنی گزشتہ روشن تاریخ کا پاس کرتے ہوئے کردار و عمل کا ایسا رُخ اختیار کرے گی جس سے وہ ذلت و ادبار کی موجودہ پستی سے نکل کر عظمت و قبال کی اُن بلندیوں پر فائز ہو سکے جو کبھی اس کا طرۂ امتیاز تھیں؟

اگر امت مسلمہ واقعی اپنی موجودہ پستی و زبوں حالی سے نکلنا چاہتی ہے' اپنی عظمت رفتہ کو حاصل کرنا چاہتی ہے اور کفر اور داعیان کفر کو مغلوب کرنا چاہتی ہے' تو یہ مقصد صرف کانفرنسوں کے انعقاد سے' امریکہ کے خلاف اجتماعی مظاہروں سے یا مذمتی بیانات سے حاصل نہیں ہوگا' بلکہ اس کے لئے ٹھوس منصوبہ بندی کرنی ہوگی' اپنے کردار و عمل کی اصلاح کرنی ہوگی' اپنے اندر ایمانی عزم پیدا کرنا ہوگا' جہاد کا صرف جذبہ ہی نہیں' اس کے لئے بھرپور تیاری کرنی ہوگی' خواب غفلت سے بیدار ہونا اور اپنے وسائل کو مجتمع کرنا ہوگا' باہمی اختلافات و تنازعات کو ختم کرکے اتحاد و اتفاق کی لڑی میں منسلک ہونا ہوگا اور ہمیں بندوں کی بندگی سے نکل کر مکمل طور پر اللہ کی بندگی میں آنا ہوگا۔

مومنین صادقین کے لئے فتح و غلبہ کا وعدہ

دیکھئے قرآن کریم کہتا ہے

هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ و دین الحق یظهره علی الدین کله (سورۃ فتح' ۲۸۔سورۃ الصف ۹)

''وہی اللہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا' تاکہ وہ اسے تمام دینوں پر غالب کردے''۔

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

الاسلام یَعْلُوْ ولا یُعْلیٰ (صحیح بخاری' کتاب الجنائز' باب ۷۹' ترجمۃ الباب' ص ۲۱۶' طبع دارالاسلام' الریاض)

''اسلام غالب ہوتا ہے' مغلوب نہیں۔''

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین (آل عمران' ۱۳۹)

''بے دل نہ ہونا اور نہ غم کرنا' اگر تم مومن ہوئے تو تم ہی غالب رہو گے۔''

معلوم ہوا کہ اسلام غالب ہونے والا دین ہے اور اس کے مقابلے میں دیگر تمام ادیان و مذاہب مغلوب ہوں گے۔ عزت و سربلندی' اسلام کے ماننے والے مسلمانوں کا حق ہے۔ لیکن شرط یہی ہے کہ وہ مسلم کامل اور مومن صادق ہوں۔

مومنین صادقین کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے۔

وعد الله الذین آمنوا منکم و عملوا الصّٰلحٰت لیستخلفنهم فی الارض کما استخلف الذین من قبلهم ولیمکنّن لهم دینهم الذی ارتضیٰ لهم ولیبدلنّهم من بعد خوفهم امنا. یعبدوننی لا یشرکون بی شیئاً. (النور' ۵۵)

''تم میں سے جولوگ ایمان لائے اورانہوں نے عمل صالح کئے' اللہ نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں زمین میں حاکم بنادے گا جیسے ان سے پہلے لوگوں کواس نے حاکم بنایا تھا' اوران کے دین کو' جس کواللہ نے ان کے لئے پسند کیا ہے' مستحکم و پائیدار کرے گا' اوران کوخوف سے نکال کرامن عطا کرے گا' وہ میری عبادت کریں گے' میرے ساتھ کسی کوشریک نہیں ٹھہرائیں گے۔''

دوسرے مقام پراللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثها عبادی الصالحون (سورۃالانبیاء'۱۰۵)

''اور ہم نے نصیحت کے بعد زبور میں یہ بات لکھ دی کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔''

اللہ کے یہ نیک بندے کون ہیں جنہیں زمین کی وراثت کی خوش خبری دی گئی ہے؟ وہ اللہ کے (یعنی اس کے دین کے) مددگار ہوں گے۔

ولینصرن اللہ من ینصرہ ان اللہ لقوی عزیزہ الذین ان مکّنّھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف و نھوا عن المنکر (سورۃالحج'۴۰-۴۱)

''اللہ تعالیٰ ان کی ضرور مدد کرتا ہے جواس کی (یعنی اس کے دین کی) مدد کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں اگر ہم ان کوزمین میں اقتدار وتمکن دیں' تو وہ نماز قائم کرتے ہیں' زکوٰۃ دیتے ہیں' نیکیوں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے منع کرتے ہیں۔''

ایک اور مقام پراللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یا ایھا الذین آمنوا ان تنصروا اللّٰہ ینصرکم و یثبت اقدامکم (سورۂ محمدؐ'۷)

''اے ایمان والو! اگرتم اللہ کی مدد کرو گے' تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدموں کو جمادے گا۔''

حزب اللہ اوراس کی امتیازی خوبی

ان آیات کریمہ سے واضح ہے کہ جواللہ کی مدد کریں گے یعنی اس کے دین کواپنائیں گے' اس کی تعلیمات کونافذ کریں گے اور جہاد کے ذریعے سے اسے دنیا میں غالب کریں گے' تو یقیناً اللہ تعالیٰ بھی ان کی مدد فرمائے گا اور جس کی مدد اللہ فرمائے' وہ دنیا میں ذلیل ہوسکتا ہے نہ مغلوب وشکست خوردہ۔

علاوہ ازیں اللہ کی مدد حاصل کرنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ محبت ودشمنی کا معیار وہ ہو جواللہ نے بتلایا اور وہ کیا ہے؟ اللہ کے دوستوں سے دوستی اوراللہ کے دشمنوں سے دشمنی رکھنا۔ اسی معیار کو حدیثِ رسول میں کمالِ ایمان سے تعبیر کیا گیا ہے۔ فرمایا

من احب للّٰہ و ابغض للّٰہ واعطیٰ للّٰہ ومَنعَ للّٰہ فقد استکمل الایمان (ابوداود' کتاب السنۃ' باب الدلیل علیٰ زیادۃ الایمان ونقصانہ' حدیث نمبر ۴۶۸۱' طبع دارالسلام' الریاض)

''جس نے اللہ کے لئے محبت رکھی' اللہ کے لئے دشمنی رکھی' اللہ کے لئے دیا اوراللہ کے لئے انکار کیا' اس نے یقیناً اپنے ایمان کومکمل کرلیا۔''

قرآن کریم میں ایسے ہی اہل ایمان کو' جوصرف اہل ایمان ہی سے محبت ودوستی رکھتے ہیں' حزب اللہ (اللہ کا گروہ) کہا گیا

ہے۔ نیز غلبہ وکامرانی ایسے ہی لوگوں کا حصہ بتلایا گیا ہے۔ فرمایا

انما ولیکم اللّٰہ ورسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون‘
و من یتول للّٰہ و رسولہ والذین آمنو فان حزب اللّٰہ ھم الغٰلبون (المائدۃ‘ ۵۵‘۵۶)

”تمہارے دوست تو صرف اللہ‘ اس کے رسول اور وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے‘ جو نماز قائم کرتے ہیں‘ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور (اللہ کے آگے) جھکتے ہیں اور جو اللہ سے‘ اس کے رسول سے اور اہل ایمان سے دوستی رکھے گا (تو وہ اللہ کے گروہ میں داخل ہے) اور اللہ ہی کا گروہ غالب آنے والا ہے۔“

دوسرے مقام پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

لا تجد قوما یؤمنون باللّٰہ والیوم الآخر یوادُّون من حاد اللّٰہ و رسولہ ولو کانا آباء ھم او ابناء ھم واخوانھم او عشیرتھم اولٰئک کتب فی قلوبھم الایمان و ایدھم بروح منہ ویدخلھم جنّٰت تجری من تحتھا الانھٰر خٰلدین فیھا رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ‘ اولٰئک حزب اللّٰہ الا ان حزب اللّٰہ ھم المفلحون (المجادلۃ‘ ۲۲)

”جو لوگ اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں‘ تم ان کو اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے دوستی کرتے ہوئے نہ دیکھو گے خواہ وہ ان کے باپ‘ یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے خاندان ہی کے لوگ ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ نے ان کے دلوں میں ایمان لکھ دیا (یعنی راسخ کر دیا) ہے اور اپنی روح سے (اپنی نصرت خاص سے) ان کی مدد کی ہے اور وہ ان کو ایسے باغوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں‘ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔ یہی اللہ کا گروہ ہے اور سن رکھو! اللہ ہی کا گروہ کامیاب ہونے والا ہے۔“

ایک اور مقام پر فرمایا:

والمؤمنون والمؤمنات بعضھم اولیاء بعض‘ یأمرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و یقیمون الصلوٰۃ و یؤتون الزکوٰۃ و یطیعون اللّٰہ ورسولہ‘ اولٰئک سیر حمھم اللّٰہ (التوبۃ‘ ۷۱)

”مومن مرد اور مومن عورتیں‘ ایک دوسرے کے دوست ہیں‘ وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن پر یقیناً اللہ رحم فرمائے گا۔“

معلوم ہوا کہ اللہ کی رحمت حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ مسلمان ایک دوسرے کے دوست ہوں اور اللہ رسول کے اطاعت گزار اور فرماں بردار۔

جب اہل ایمان کی دوستی صرف اہل ایمان ہی سے ہوتی ہے تو ظاہر بات ہے کہ غیر مومنوں سے یعنی اللہ کے دشمنوں سے ان کی دشمنی ہوتی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے بھی غیر مومنوں کو دوست بنانے سے اور ان سے خصوصی تعلق قائم کرنے سے نہایت سختی سے

روکا ہے۔فرمایا:

یا ایھا الذین آمنو الا نتخذوا الیھود و النصاریٰ اولیاء بعضھم' ومن یتولھم منکم فانه منھم (المائدۃ'۵۱)

''اے ایمان والو! تم یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤ' یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں۔اور تم میں سے جو شخص ان کو دوست بنائے گا' تو وہ انہی میں سے ہوگا۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

لا یتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء من دون المؤمنین و من یفعل ذلک فلیس من الله فی شئی. (آل عمران'۲۸)

''مومن' مومنوں کو چھوڑ کر' کافروں کو دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کرے گا' اس سے اللہ کا کچھ (عہد) نہیں۔''

ان دونوں آیات میں کافروں کو دوست بنانے پر کتنی سخت وعیدین بیان ہوئی ہیں۔

آپس میں رحیم وکریم اور جسد واحد کی طرح باہم متحد

صرف اہل ایمان سے دوستی اور کافروں سے دشمنی رکھنے کا لازمی نتیجہ ہے کہ مومن آپس میں رحیم وشفیق ہوں اور کافروں کے لئے سخت۔اسی لئے اہل ایمان کی ایک صفت یہ بیان کی گئی ہے۔

اذلة علی المؤمنین اعزۃ علی الکافرین (المائدۃ۔۵۴)''مومنوں کے لئے نرم اور کافروں کے لئے سخت۔''

محمد رسول الله والذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینھم (الفتح'۲۹)

''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور جو ان کے ساتھی ہیں' وہ کافروں کے حق میں تو سخت ہیں (لیکن) آپس میں رحم دل ہیں۔''

باہم نرمی اور رحم دلی کی وضاحت نبی اکرم ﷺ نے حدیث میں اس طرح فرمائی ہے۔

تری المؤمنین فی تراحمھم وتوادّھم و تعاطفھم کمثل الجسد اذا اشتکی عضوا تداعی له سائر الجسد بالسھر والحمّٰی (البخاری' کتاب الادب' باب رحمۃ الناس والبھائم' حدیث نمبر ۶۰۱۱)

''تم مومنوں کو ایک دوسرے پر رحم کرنے میں' باہم محبت کرنے میں اور ایک دوسرے کے ساتھ نرمی وشفقت کرنے میں ایسے دیکھو گے جیسے ایک جسم ہوتا ہے (جسم کا حال یہ ہوتا ہے کہ) اس کے کسی ایک عضو کو کوئی تکلیف ہوتی ہے' تو اس کی وجہ سے سارا جسم بیدار رہتا ہے اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔''

ایک دوسری حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا: **المومن للمومن کالبنیان یشد بعضه بعضاً. و شبک بین اصابعه** (صحیح بخاری' المظالم' باب نصر المظلوم' حدیث'۲۴۴۶)

''مومن' مومن کے لئے دیوار کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو مضبوط کرتے ہے۔'' پھر آپ نے اپنی انگلیوں

کے درمیان تشبیک دی (یعنی ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر باہم پیوست ہونے کو واضح کیا)

ان آیات واحادیث سے واضح ہے کہ مسلمان ایک دوسرے کے بازو ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک اور دشمن سے مقابلے کے وقت ایک دوسرے کے معاون ہونے چاہئیں نہ کہ اپنے آپ کو بچا کر دوسرے مسلمانوں کو حالات کے رحم وکرم پر بے یارومددگار چھوڑ دینے والے۔ جیسا کہ "پہلے پاکستان" کا نعرہ لگا کر ہم نے افغانستان کے مظلوم مسلمانوں کا ساتھ دینے کی بجائے ظالم کا ساتھ دیا اور یوں ملتِ اسلامیہ کے تصور کو سخت نقصان پہنچایا۔

نافرمانی کا راستہ' فتح ونصرت الٰہی سے محرومی کا ذریعہ

مسلمانوں کا یہ باہم اتحاد واتفاق' جو انہیں ایک لڑی میں پرودے اور ان کے باہمی تنازعات کا' جو ان کے ضعف وانحطاط کا سبب ہیں' خاتمہ کر دے' کس طرح ممکن ہے۔ یہ اس طرح ممکن ہے کہ سب مسلمان باہم مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لیں اور انتشار وتفرقہ سے بچ کر رہیں۔ اللہ رسول کے احکام کو ہر چیز پر ترجیح دیں اور ان کے فیصلے کو آخری فیصلہ تسلیم کریں۔ جیسے اللہ نے فرمایا

واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقو (آل عمران' ۱۰۳)

"سب مل کر اللہ کی رسی (شریعت) کو مضبوطی سے پکڑ لو اور جُدا جدا نہ ہو۔"

واطيعوا الله و رسوله ولا تنازعوا فتفشلوا وتذهب ريحكم (الانفال' ۴۶)

"اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور باہم جھگڑا نہ کرو (ایسا کرو گے تو) تم کمزور ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔"

خاص طور پر اللہ رسول کے احکامات کے بارے میں اختلاف وتنازع' اللہ کی نصرت سے محرومی کا بہت بڑا سبب ہے' جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں جنگ اُحد کے موقع پر اس کی ایک عبرت ناک مثال سامنے آئی۔ رسول اللہ ﷺ نے پچاس آدمیوں کا ایک دستہ ایک پہاڑی درے پر مقرر فرمایا اور ان کو تاکید فرمائی کہ ہمیں فتح ہو یا شکست' تم اس درے کو چھوڑ کر اِدھر اُدھر مت ہونا۔ لیکن جنگ میں جب مسلمان کامیاب ہو گئے اور کفار کا لشکر بھاگ کھڑا ہوا' تو مسلمان کافروں کا چھوڑا ہوا مال واسباب جمع کرنے لگ گئے۔ پہاڑی درّے پر مقرر پچاس آدمیوں کے دستے نے جب دیکھا کہ کافر اپنا مال اسباب چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں اور مسلمان مالِ غنیمت جمع کر رہے ہیں' تو ان میں سے کچھ لوگوں نے کہا کہ اب ہمارا یہاں کھڑا رہنا ضروری نہیں ہے' کیونکہ جنگ کا نتیجہ سامنے آ گیا ہے کہ مسلمان کامیاب ہو گئے ہیں اور کفار شکست سے دوچار ہو کر بھاگ گئے ہیں۔ اس دستے کے امیر نے ان لوگوں کو سمجھایا کہ نبی کریم ﷺ کا حکم یہی ہے کہ ہم کسی صورت میں بھی اس درّے کو نہ چھوڑیں اور یہیں کھڑے رہیں۔ لیکن اکثریت وہاں سے ہٹ گئی اور مالِ غنیمت سمیٹنے میں مصروف ہو گئی اور درّے پر چند آدمی رہ گئے۔ کافروں نے موقعہ غنیمت جانتے ہوئے اس درے سے مسلمانوں پر دوبارہ حملہ کر دیا جو مسلمانوں کے لئے یکسر غیر متوقع تھا' جس سے لشکر اسلام میں بھگدڑ مچ گئی اور وہ تتر بتر ہو گیا۔ اس غیر متوقع اچانک حملے سے مسلمانوں میں جو سراسیمگی پھیلی' اس کی وجہ سے مسلمانوں کے ۷۰ آدمی شہید اور ۷۰ ہی زخمی ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ نے اس کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

ولقد صدقكم الله وعده اذتحسونهم باذنه حتى اذافشلتم وتنازعتم فى الامر و عصيتم

من بعد ما اراکم ماتحبون (آل عمران' ۱۵۲)

''اور یقیناً اللہ نے تم سے کیا ہوا اپنا وعدہ پورا کر دیا (یعنی اس وقت) جب کہ تم کافروں کو اس کے حکم سے قتل کر رہے تھے' یہاں تک کہ جب تم نے ہمت ہار دی اور حکم (پیغمبر) میں جھگڑا کرنے لگے اور تم نے نافرمانی کی (تو صورت حال بدل گئی اور یہ اس وقت ہوا جب) تم جو چاہتے تھے اللہ نے تمہیں وہ دکھلا دیا تھا۔'' (یعنی فتح وغلبہ کے بعد تمہیں عارضی شکست سے دوچار کر دیا)

دوسرے مقام پر اللہ نے فرمایا:

اولما اصابتکم مصیبة قد اصبتم مثلیھا قلتم انی ھذا قل ھُوَمن عندا نفسکم (آل عمران' ۱۵۶)

''(بھلا یہ) کیا (بات ہے کہ) جب (اُحد کے دن کفار کے ہاتھوں سے) تم پر مصیبت واقع ہوئی حالانکہ (جنگ بدر میں) اس سے دو چند مصیبت تمہارے ہاتھوں سے ان پر پڑ چکی تھی' تو تم کہنے لگے (ہائے) یہ مصیبت کہاں سے آ گئی؟ (اے پیغمبر!) کہہ دیجئے' یہ تمہاری ہی شامت اعمال ہے (کہ تم نے حکم پیغمبر کی خلاف ورزی کی)۔''

جب اللہ کے رسول کی بابرکت زندگی میں' حکم رسول کی مخالفت کی وجہ سے صحابہ کرام جیسے مقدس گروہ کو اللہ تعالیٰ نے سخت ابتلاء وآزمائش سے دوچار کر دیا' تو پھر ہم کس طرح اللہ کی مدد اور اس کی رحمت کے مستحق قرار پا سکتے ہیں جب کہ ہم از فرق تا بہ قدم (سر سے پاؤں تک) اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی میں ڈوبے ہوئے ہیں' معصیت و بغاوت ہمارا شیوہ ہے اور ہمارے سارے معاملات زندگی' انفرادی بھی اور اجتماعی بھی' اللہ رسول کے احکامات سے انحراف پر مبنی ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہم موجودہ ذلت وپستی سے نکلنا چاہتے ہیں تو یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ ہم اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو اللہ رسول کے احکامات کے تابع نہیں کر لیتے اور ادخلوا فی السلم کافة (البقرة' ۲۰۸) پر عمل کرتے ہوئے مکمل طور پر اسلام کے سانچے میں نہیں ڈھل جاتے۔

دشمن کے مقابلے کے لئے بھرپور تیاری

ان تمام مذکورہ باتوں کے ساتھ ساتھ ضروری ہے کہ ہم اس حکم قرآنی پر بھی بھرپور طریقے سے عمل کریں جس میں کفار سے مقابلے کے لئے تیاری کا کہا گیا ہے۔ فرمایا

واعد والھم ما استطعتم من قوة و من رباط الخیل ترھبون به عدو اللّٰه وعدو کم (الانفال' ۶۰)

''اور تم ان کے مقابلے کے لئے اپنی طاقت بھر قوت کی تیاری کرو اور گھوڑوں کے تیار رکھنے کی کہ اس سے تم اللہ کے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو خوف زدہ رکھ سکو۔''

اس آیت میں اپنے اور اللہ کے دشمن کو خوف زدہ کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ قوت فراہم کر کے تیار رکھنے کی اور گھوڑے تیار کر کے باندھے رکھنے کی تاکید کی گئی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ''قوت'' سے مراد تیر اندازی ہے۔ الا ان القوة الرمی' الا ان القوة الرمی' الا ان القوة الرمی (صحیح مسلم' الامارة' باب فضل الرمی' حدیث ۱۹۱۷) تین مرتبہ تاکید کے ساتھ آپ نے فرمایا کہ قوت سے مراد تیر اندازی ہے' قوت سے مراد تیر اندازی ہے' قوت سے مراد تیر اندازی ہے۔ اس وقت جنگ میں سب سے زیادہ مؤثر ہتھیار تیر تھا۔ اس لئے نبی ﷺ نے تیر اندازی کے سیکھنے پر زور دیا اور اسے ہی حکم قرآنی کا مصداق قرار دیا۔ اسی طرح اس وقت

گھوڑے بھی جنگ کی ناگزیر ضرورت تھی' جنہیں تیار رکھنے کی تاکید کی گئی۔ اب گھوڑوں کی اور تیر اندازی کی وہ اہمیت باقی نہیں رہی جو پہلے ہوا کرتی تھی۔ اس لئے کہ اب ان کے مقابلے میں نہایت خطرناک اور نہایت برق رفتار حربی اسلحہ نکل آیا ہے۔ اس لئے اب واعدوا لهم ماستطعیم کے تحت آج کل کے جنگی ہتھیاروں (مثلاً میزائل' ٹینک' بم' جنگی جہاز' آبدوزیں وغیرہ) کی تیاری نہایت ضروری ہے۔ اور مذکورہ آیتِ قرآنی میں بیان کردہ حکم کا مصداق ہے۔

آج کے مسلمان اللہ رسول کے احکام سے انحراف کرنے کی وجہ سے جہاں وہ عمل و کردار کی خوبیوں سے' ایمان و یقین کے جذبوں سے اور دعوت و جہاد یک ولولوں سے محروم ہیں۔ وہاں وہ جدید علوم اور سائنس و ٹیکنالوجی میں بھی بہت پیچھے ہیں حالانکہ قرآن میں انہیں اس معاملے میں بھی دشمنوں کے مقابلے میں پیش رفتی کا حکم دیا تھا۔

بنابریں نئے عالمی نظام کی تشکیل میں اس وقت امت مسلمہ کی ذمے داری یہ ہے کہ وہ میر کارواں بن کر رہے' عالمی قیادت' جو اس وقت غیروں کے ہاتھوں میں ہے' اس کے پاس رہے اور وہ انسانیت کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دے' کیونکہ اسلام ہی وہ واحد دین ہے' جس کے علم بردار اور وارث صرف مسلمان ہیں' جو دین و دنیا کی سعادت کا باعث بھی ہے اور امن و سلامتی کا ضامن بھی۔ اس کی تعلیمات کے بغیر دین و دنیا کی سعادتوں سے بہرہ ور ہوا جاسکتا ہے نہ امن و سلامتی سے ہم کنار۔

لیکن یہ تب ہی ہوسکتا ہے جب مسلمان بے عملی اور اخلاق و کردار کی پستی سے اپنے آپ کو نکال کر عمل و کردار کا بہترین نمونہ دنیا کے سامنے پیش کریں۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے رسول کے اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہوتے ہوئے۔

1. اپنے اندر ایمان و یقین پیدا کریں' وہ ایمان جس کی بابت شاعر مشرق نے کہا تھا

آج بھی ہو جو براہیم سا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

2. کمالِ ایمان کا تقاضا ہے کہ اللہ کے دشمنوں سے بغض و عناد رکھا جائے نہ کہ محبت و دوستی کا تعلق۔
3. تمام مسلمان جسدِ واحد کی طرح ایک ہو جائیں۔ ان کے وسائل مجتمع ہوں اور ان کی قیادت ایک ہو۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر

4. باہمی تنازعات اور اختلاف و انشقاق سے بچ کر رہیں' اور جو ہیں انہیں حکم قرآنی کی روشنی میں حل کریں۔
5. اللہ کی شریعت کو نافذ کرکے اور خود بھی مکمل طور پر اس کے عامل بن کر اللہ کی مدد و نصرت کے مستحق بننے کی کوشش کریں۔
6. سائنس و ٹیکنالوجی میں مہارت حاصل کرکے اعد و الهم ما استطعتم من قوة' کے تقاضوں کو بروئے کار لائیں۔

فضائے بدر پیدا کر کہ فرشتے تیر نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

وما علینا الا البلاغ المبین

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امتِ مسلمہ کی ذمہ داریاں سیرت طیبہ کی روشنی میں

پروفیسر ڈاکٹر عبدالرشید (کراچی)

:ABSTRACT

دنیا میں کسی بڑی تعمیر وانقلاب کی کوئی جدوجہد اور کسی تخریبی تحریک کا مقابلہ دل و دماغ کی اعلیٰ طاقت وقابلیت کے بغیر نہیں ہوسکا ہے' کسی گرم و پر جوش صاحب عزم و یقین دل کا مقابلہ افسردہ' شکست خوردہ اور مذبذب دل سے اور کسی روشن' بلند و فائق' ذکی و صاحب اجتہاد دماغ کا مقابلہ پست دست اور جامد دماغ سے نہیں ہوسکا ہے۔ تاریخ ان مثالوں سے بھری ہوئی ہے کہ ایک گرم و پر جوش دل نے لاکھوں افسردہ اور مذبذب دلوں پر فتح پائی ہے اور ایک بلند و فائق دماغ نے کروڑوں انسانوں کو اپنا محکوم بنالیا۔ قوموں' تہذیبوں اور دعوتوں کی معرکہ آرائی میں اور ایک قوم کی دوسری قوم پر' ایک تہذیب کی دوسری تہذیب پر فتح حاصل کرنے میں شمشیر و سناں اور دست و بازو سے زیادہ قلب کا حصہ رہا ہے۔ یہی صورتحال آج نئے عالمی نظام کی تشکیل میں امت مسلمہ کو درپیش ہے۔ جس کا حل صرف سیرت طیبہ میں موجود ہے۔ میری یہ بحث اسی موضوع پر ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ موجودہ نظام کا آغاز یورپ میں مذہب کے خلاف بغاوت اور خدا کے برخلاف عقل کے زیر اثر زندگی کے معاملات میں اپنے لئے خود رہنمائی کرنے کے ریاستی نظام سے ہوئی تھی۔ اس تہذیب نے سائنسی طاقت اور نئے نئے ہتھیاروں کی ایجاد اور صنعتی و کاروباری ترقی کی وجہ سے نئے نئے علاقے فتح کئے اور ہر علاقہ میں اپنے عالمی نظام کے اثرات کو بڑھانے کے لئے ریاست کے جملہ وسائل کو استعمال کیا۔ موجودہ عالمی نظام کا سلسلہ جس کی اس وقت قیادت کا شرف امریکہ کو حاصل ہے، وہ دو سو سال پہلے یورپ سے شروع ہوا تھا۔ اس وقت یہ نظام اپنی تکمیل کی طرف گامزن ہے۔ آج اس نظام کے علمبرداروں نے اپنی خوفناک جنگی اور ایٹمی قوت' کثرتِ دولت اور دھمکیوں کے ذریعہ ساری دنیا بالخصوص مسلم دنیا میں خوف و ہراس اور ہیبت کی فضا پیدا کردی ہے۔

المیہ یہ ہے کہ اس نظام کے نتائج کو بھگتنے کا بار موجودہ دور کے کمزور مسلمانوں کے کندھوں پر پڑا ہے۔

(i) اس نظام کے علمبرداروں کو انسانوں کے دل اور دماغوں کو متاثر کرنے کی اتنی خوفناک قوت حاصل ہے کہ ہر ملک میں ایسے افراد انہیں حاصل ہوجاتے ہیں جو ان کے لئے بھرپور کام کرتے ہیں۔

(ii) رزق کے ذرائع و وسائل اس کے ہاتھ میں ہیں۔ زمین و سمندر کو چیر پھاڑ کردہ قدرت کے بے پناہ خزانوں کا مالک بن رہے ہیں۔ قدرت کے ان خزانوں کو وہ دنیا پر اپنی اجارہ داری کو قائم و برقرار رکھنے کے لئے استعمال کررہے ہیں۔ وہ جس قوم اور ملک کا رزق بند کرنا چاہتے ہیں بند کررہے ہیں اور جس کے لئے رزق اور مادی خوشحالی کے دروازے چاہتے ہیں کھول دیتے ہیں۔

(iii) اس نظام کی ترویج کے لئے ان لوگوں کو جدید ہتھیاروں کے ذریعہ بڑے پیمانہ پر انسانی آبادیوں کو ہلاک کرنا' ایک جگہ بیٹھ کر پوری دنیا کے نظام کا مشاہدہ کرنا اور اسے کنٹرول کرنا اور جدید آلات کے ذریعے ایک لمحہ میں کروڑوں انسانوں کی برین واشنگ کرنا آسان ہے۔ ہوائیں' پہاڑ' لوہا' بادل وغیرہ سب پر تحقیق کرکے انہیں مسخر کررہے ہیں۔

(iv) اس تحریک نے دنیا کو مادی لذتوں اور جنس کے چکر میں اس طرح گھیر لیا ہے کہ اربوں انسانوں کا نصب العین جنسی لذت اور

مادی خوشحالی بن کر رہ گیا ہے۔ دنیا کے مستقبل کو شاندار بنانے کے پروگرام' کاروبار اور معاشی زندگی کے لئے بہتر سے بہتر منصوبہ بندی کی فکر' بچوں کی تعیش اور سہولت کی زندگی' یہ تحریک لوگوں کو اپنی جانب متوجہ کر رہی ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان حالات میں کیا کیا جائے؟ یقیناً مایوس ہو کر خاموش بیٹھنا اور حالات کے بہاؤ میں بہہ جانا' ایمان کے تقاضوں کے منافی ہے۔ اس نظام کو فروغ پذیر ہونے کا موقع اس لئے ملا ہے کہ ایمان کی کمزوری اور حصول علم میں کمی کی وجہ سے مسلم ملت اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے میں ناکام ہے۔

نئے نظام کے اس خوفناک چیلنج کو اب تک تو مسلمان حکمران اس کے علمبرداروں کی خوشامد کر کے' اس کے کچھ مطالبات مان کر باقی مطالبات کے لئے مہلت دینے کی اپیل کر کے وقت ٹالتے رہے ہیں۔ لیکن اب یہ میزائل اور بموں سے مسلح ہے اور اس کا واضح اعلان ہے کہ اسلامیت' مسلمانیت اور اس کے تقاضوں سے دستبردار ہو جاؤ اور اپنے سارے قدرتی وسائل' تیل اور گیس کے ذخائر اور ایک ملک سے دوسرے ملک تک پہنچنے کی شاہراہیں اور سرحدیں اس کے حوالے کئے جائیں' ورنہ انہیں میزائلوں اور ایٹمی ہتھیاروں سے تباہ کیا جائے گا۔ مسلمان حکمراں ایک عرصہ سے اس نظام کے آگے سجدہ ریز ہوتے رہے ہیں' وہ اس نئی صورتحال کی وجہ سے سخت مذبذب ہیں۔ ان کے لئے اسلامی شریعت کی راہ اختیار کرنا اس لئے مشکل ہے کہ نئے نظام کے تعلیمی اداروں نے ان کی برین واشنگ کر کے' ان کے دل و دماغ کو کثافتوں سے بھر دیا ہے۔ اسلام اور شریعت کی راہ پر گامزن ہونے میں انہیں اپنی موت نظر آتی ہے۔ نئے نظام کے سارے مطالبات کو مان کر مسلم ملت کا قیمتی سرمایہ اور ایمان و یقین کی ساری دولت ان کے حوالے کرنا' یہ بھی ممکن نہیں' اس لئے کہ ایسا کرنے سے حکمرانوں کو مسلم ملت سے لڑائی لڑنی پڑے گی' جس کے لئے وہ تیار نہیں یا جوان کے بس سے باہر ہے۔

اس طرح کی صورتحال میں امت مسلمہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ معاشرہ میں ایمان و یقین کی فضا پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ ان اعلیٰ اخلاقی قدروں کو فروغ دیا جائے جو کسی معاشرے کی ساکھ قائم کرنے میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ اس نئے نظام کے مقابلے کے لئے خدا کی مدد کس صورت میں آ سکتی ہے؟ اس کی صرف ایک صورت ہے وہ یہ کہ مسلمان جو دنیا کے سامنے خدائی پیغام رسانی کے لئے مقرر ہیں' وہ اجتماعی حیثیت سے اپنے وسائل اور اپنی قوتیں صرف کریں' جب تک مسلمانوں میں اجتماعی یک جہتی اور رجوع الی اللہ کی فضا پیدا نہ ہو گی نیا عالمی نظام مسلمان ممالک کو ایک ایک کر کے انہی کے وسائل اور انہی کی دولت کو ان کے خلاف استعمال کرتا رہے گا۔

قرآن میں ایمان اور اعمال صالحہ کے نتیجہ میں دشمن کے دل میں رعب ڈالنے کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اگر آج بھی ہم قدرت کے قوانینِ مکافات کا ساتھ دے کر خود غرضی' مفاد پرستی' نفس پرستی' حیوانیت اور مادی حسن اور لذتوں پر فدا ہونے کی روش سے دستبردار ہو جائیں اور اجتماعی زندگی میں صالح کردار ادا کریں تو یقیناً ہم موجودہ خوفناک صورتحال سے بچ سکتے ہیں اور آنے والا عذاب ٹل سکتا ہے۔ اس لئے کہ خدا اپنے دین کی مدد کرنے والوں کو ہرگز رسوا نہیں کرتا۔

آیئے ہم غور کریں کہ بحیثیت امت مسلمہ ہماری ذمہ داریاں کیا ہیں اور سیرت طیبہ سے ہمیں کس طرح روشنی ملتی ہے۔

خالق کائنات کا اپنے بندوں پر احسان عظیم ہے کہ اس نے قیامت تک آنے والے انسانوں کی رشد و ہدایت اور فوز و فلاح کے لئے اپنے آخری نبی رحمتہ للعالمین ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ رحمت دو عالم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو پورے عالم انسانیت کے لئے مکمل نمونہ

قرار دیتے ہوئے سیرت طیبہ کے حوالے سے فرمایا کہ۔

(i) لقد كان لكم فى رسول الله اسوة حسنه. (۱)

ترجمہ: بے شک تمہارے لئے رسول ﷺ کی حیات طیبہ بہترین نمونہ ہے۔

(ii) وما ارسلنک الا رحمتہً للعلمین. (۲)

ترجمہ: اور ہم نے آپ کو سارے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے۔

(iii) قل يا ايها الناس انّى رسول الله اليكم جميعاً. (۳)

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

معلوم ہوا کہ رحمتہ للعالمین ﷺ کی تعلیمات ہی کے ذریعہ سے نئے عالمی نظام کی تشکیل میں ہم اپنی ذمہ داریاں پوری کر سکتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو ہی بنی نوع انسان کے لئے نجات دہندہ بنا کر بھیجا ہے۔ آپ ﷺ کی تعلیمات ہی کے صدقہ میں عرب پورے عالمی نظام کے حکمران بنے اور آج بھی نئے عالمی نظام میں امت مسلمہ سیرت طیبہ کو بنیاد بنا کر نئے عالمی نظام کو اپنی جانب متوجہ کر سکتی ہے۔ اس لئے کہ

(iv) اِنَّ الدِّیْنَ عنداللّٰہ الاسلام. (۴)

ترجمہ: بے شک دین (یعنی عالم نظام) اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔

(v) اليوم اكملت لكم دينكم و اتممت عليكم نعمتى و رضيت لكم الاسلام دينا.

ترجمہ: آج میں نے اپ کے لئے آپ کا دین (یعنی عالمی نظام حیات) مکمل کر دیا ہے اور میں آپ پر اپنی تمام نعمتیں پوری کردی اور میں نے اپ کے لئے بطور نظام حیات (و عالمی نظام) دین اسلام کو ہی پسند کیا ہے۔

(vi) و من يبتغ غير الاسلام دينا فلن يقبل منه. (۶)

ترجمہ: اور جو کوئی! اسلام (یعنی اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ عالمی نظام حیات) کے سوا کسی اور دین یعنی نظام حیات کو چاہے گا پس اس کی طرف سے اسے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ اپنے کلام اقدس میں عالمی نظام کا حتمی فیصلہ صادر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے۔

(vii) ان هو الا ذكر للعالمينo (۷)

ترجمہ: یہی قرآن کریم ہی تو تمام جہاں والوں کے لئے نصیحت (یعنی عالمی نظام کے لئے عالمی منشور) ہے۔

۹۔ بخاری، محمد بن اسماعیل۔ صحیح بخاری، کتاب التوحید

امت مسلمہ کی ذمہ داریاں وتجاویز

۱۔ اپنے اپنے ملک میں نبی کریم ﷺ کے لائے ہوئے عالمی نظام یعنی شریعت مطہرہ کو مکمل طور پر نافذ کرے تا کہ امت مسلمہ

کے افراد ان اعلیٰ اخلاقی قدروں کے حامل ہو سکیں جو دنیا میں کامیاب حکومت کے لئے ضروری ہیں۔

۲۔ امت مسلمہ کی دولت مشترکہ کا قیام کے لئے ضرور اقدامات کئے جائیں۔

۳۔ امت مسلمہ کی مشترکہ منڈی معاشی ترقی کے لئے انتہائی اہم ہے جس کا قیام فوری طور پر عمل میں آنا چاہئے۔

۴۔ جدید سائنس و ٹیکنالوجی کی ترقی امت مسلمہ کی ترجیحات میں شامل ہونا چاہیئے۔

۵۔ امت مسلمہ عالمگیر نظام اخوت و محبت کو فروغ دے تاکہ دہشت گردی کے حوالے سے اس کے خلاف پروپیگنڈا کامیاب نہ ہو۔

۶۔ امت مسلمہ ایسا لائحہ عمل اختیار کرے کہ تمام ملکی' گروہی' فروعی اور عصبی اختلافات ختم ہو جائیں۔

۷۔ امت مسلمہ کے ممالک ایک دوسرے کے لئے ویزا پالیسی نرم کریں۔

۸۔ امت مسلمہ' یورپی یونین کی طرز پر اپنی علیحدہ یونین بنا کر اپنی کرنسی اور دفاع کا مشترکہ نظام وضع کرے۔

۹۔ امت مسلمہ کے محققین اور ماہرین کا تبادلہ کر کے ان کی خدمات سے بھرپور فائدہ اٹھایا جائے۔

۱۰۔ امت مسلمہ کے تمام ممالک ایک دوسرے سے بہتر سفارتی تعلقات قائم کرتے وقت اپنی دینی محبت کا خیال رکھیں۔

۱۱۔ امت مسلمہ کے ممالک' مسلم ممالک کے تیار کردہ اشیاء کے استعمال کو ترجیح دیں۔

۱۲۔ عصر حاضر میں امت مسلمہ اپنی صفوں میں اتحاد کو اپنی زندگی کی طرح ضروری سمجھ کر اسے فروغ دے۔

۱۳۔ OIC' کو فعال اور طاقت ور بنایا جائے۔

۱۴۔ امت مسلمہ ذرائع ابلاغ کے مضبوط اسلامی اطلاعاتی مرکز کے قیام کو فوری طور پر یقینی بنائے۔

۱۵۔ تمام مسلمان رجوع الی اللہ ہو کر اللہ تعالیٰ سے اپنے اپنے تعلق کو مضبوط بنائیں اور اب تک جس کاہلی' تساہل پسندی اور علم سے بے رغبتی کا ثبوت دینے کے ساتھ ساتھ سیرت طیبہ سے استفادہ نہیں کر سکے اپنے اس عمل پر اللہ سے معافی کے طلب گار ہوں اور آئندہ اپنی زندگی کو اسوۂ حسنہ کے مطابق گذارنے کا عہد کریں تو پھر حضور اکرم ﷺ کا یہ وعدہ قدم قدم پر امت مسلمہ کی مقدر ہوگا۔

لا یزال من امتی امة قائمة بامر اللّٰہ لا یضرھم من کذبھم ولا من خذلھم حتی یاتی امر اللّٰہ وھم علی ذالک. (۸)

ترجمہ: میری امت کا ایک گروہ (مسلم گروہ) ہمیشہ احکام الٰہی کو لے کر قائم رہے گا اس کے جھٹلانے والے اس کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گے یہاں تک کہ قیامت آ جائے گی۔

Conclusion:

آج امت مسلمہ کے ذہن و فراست کا ایک بار پھر امتحان ہے۔ اس وقت عالمگیر پیمانے پر مادہ پرستی و شکم پروری کا جو سیلاب دنیا میں آ رہا ہے اور مختلف ممالک میں مقامی حیثیت سے نئے سیاسی تغیرات کے بعد جس انقلاب سے امت مسلمہ کو واسطہ پڑ رہا ہے غیر اسلامی اقتدار' غیر اسلامی تہذیب اور غیر اسلامی اثرات سے جو تصادم درپیش ہے اس سے نکلنے اور اس معرکہ میں فتح حاصل کرنے اور کم از کم اپنی خصوصیات کو برقرار رکھنے کی صورت صرف یہ ہے کہ امت مسلمہ اس دماغی صلاحیت' قلبی قوت' اخلاقی اور روحانی فوقیت اور اس

ضروری اجتہاد کا ثبوت دے جو اس موقع پر ضروری ہے۔ اگر ایسا کر لیا گیا تو پھر امت مسلمہ کے لئے کوئی خطرہ نہیں اور اگر خدانخواستہ ایسا نہیں کیا جا سکا تو کوئی حفاظت کسی قوم اور حکومت کی ضمانت اور کوئی تدبیر امت مسلمہ کو اس انقلاب کی زد سے بچا نہیں سکتی۔

کی محمدﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

ماخذ:

۱۔ قرآن ۲۱:۳۳
۲۔ قرآن ۱۰۷:۲۱
۳۔ قرآن ۱۵۸:۷
۴۔ قرآن ۱۹:۳
۵۔ قرآن ۳:۵
۶۔ قرآن ۸۵:۳
۷۔ قرآن ۸۷:۳۸
۸۔ بخاری محمد بن اسماعیل۔ صحیح بخاری کتاب التوحید

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امتِ مسلمہ کی ذمہ داریاں سیرت طیبہ کی روشنی میں

دوست محمد فیضی (کراچی)

ہم اپنی اس خوش نصیبی پر جتنا بھی فخر کریں وہ کم ہے کہ آج ہم آقائے دو جہاں رحمتہ للعالمین حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے میلاد مبارک کے پر مسرت موقع پر ذکر نبویؐ کی اس روحانی محفل میں موجود ہیں۔ شاعر اسلام نے یہ دعا کی تھی کہ یارب دلِ مسلم کو وہ زندہ تمنا دے، جو روح کو تڑپا دے جو قلب کو گرما دے تو اس دعا کی قبولیت کا ہی اثر ہے کہ آج کی محفل میں قلب کے سوز اور روح کی تڑپ کے ساتھ اُس جانِ تمنا ﷺ کا ذکر ہو رہا ہے جس کے ذکر سے فقر، غنا میں، محرومی آسودگی میں اور مایوسی عزم و امید میں بدل جاتی ہے۔

اس بات کے لئے سیرت کانفرنس کے منتظمین کو جتنی بھی مبارکباد دی جائے کم ہے کہ انہوں نے 2003ء کی سیرت کانفرنس کے لئے جو موضوع مقرر کیا ہے وہ جہاں رحمتہ للعالمین ﷺ کی شانِ عظمت کے شایان ہے وہیں وقت کی آواز اور انسانیت کی اہم ترین ضرورت بھی ہے۔

آج ہمارے چاروں طرف ایک نئے عالمی نظام کا چرچا ہے۔ مادی طاقت کی بنیاد پر دنیا کے سیاسی نقشہ پر غلبہ حاصل کرنے والی حکومتوں کا دعویٰ ہے کہ وہ فلاح انسانیت کے لئے آزاد خیالی، مضبوط معیشت اور فروغ جمہوریت کی بنیاد پر مبنی نیا عالمی نظام قائم کرنا چاہتی ہیں اور دلچسپ بات یہ کہ وہ امت مسلمہ سے اس بات پر شاکی بھی ہیں کہ ان کے تجویز کردہ نظام کی حرف بہ حرف تائید کرنے میں امت مسلمہ پس و پیش کیوں کر رہی ہے۔ حالانکہ وہ نہیں جانتے کہ وہ اپنے خیالی، مفروضہ اور تاریخی حوالوں سے کئی مرتبہ ناکام ہو جانے والے اصولوں کی بنیاد پر، جس نئے نظام میں امتِ مسلمہ کو حصہ دار بنانا چاہتے ہیں، خود امت مسلمہ کی تاریخ تو اس سے کہیں زیادہ بہتر، مثبت، مکمل منفعت بخش، انصاف پسند اور انسان دوست عالمی نظام کی تشکیل سے نہ صرف مزیّن ہے بلکہ تاریخ اس بات کی گواہ بھی ہے کہ عالمِ انسانیت نے خدمت مخلوق اور فلاح انسانیت کے کامیاب ترین نظام کا کبھی تجربہ کیا ہے تو وہ رحمتہ للعالمین ﷺ کا تعلیم فرمایا ہوا وہی عالمی نظام ہے جس کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی شریعت پر ہے اور یہ نظام وقت کے ہر دور میں جس طرح کل کارآمد تھا اسی طرح آج قابلِ عمل ہے اور آئندہ آنے والے ہر دور میں بھی یہی نظام ہے جو تعظیم انسانیت کی ضمانت دیتا رہے گا۔

حاضرین گرامی! نئے عالمی نظام کی تشکیل میں امتِ مسلمہ کی ذمہ داریاں کیا ہیں، اس سمندر جیسے وسیع سوال کا مختصر ترین جواب تو یہ ہے کہ خالص مادیت کی بنیاد پر تجویز کئے جانے والے نظاموں کو قابل عمل بنانے کے لئے ان کے مقابلے میں امتِ مسلمہ کو اپنے قول اور عمل سے شریعت الٰہی اور سنت نبویؐ پر مشتمل اس آفاقی نظام کو عملی طور پر ساری دنیا کے سامنے پیش کرنا چاہئے جو انسانیت کی مادی فلاح اور روحانی مسرتوں کا ضامن ہے۔ امتِ مسلمہ پر یہ ذمہ داری نہ صرف یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سپرد ہے بلکہ دنیا کے اربوں انسان جو ظلم اور ناانصافی کی چکی میں پس رہے ہیں انہیں اپنے ہی جیسے دوسرے انسانوں کی بے رحمی سے بچانے کے لئے بھی ایسی ذمہ داری کا ادا کیا جانا ضروری ہے۔

حاضرین محترم۔ آج دنیا کی غالب اقوام نے مسلمانوں کو طنز و طعنہ اور تمسخر استہزا کا نشانہ بنایا ہوا ہے۔ ان کے خیال میں مسلم اقوام کم علم ہیں، قوتِ عمل سے محروم ہیں، جمہوریت سے نابلد، سائنس اور ٹیکنالوجی سے ناواقف، حقوق انسانی کا انہیں پاس نہیں،

تشدد، دہشت گردی ان کا شعار ہے، جارحیت سے انہیں پیار ہے، یہ دنیا کے قدم بہ قدم ترقی کرنے کی بجائے دنیا کی ترقی کے راستے کا پتھر ہے اور مادی طاقت کے نشہ سے سرشاران عالمی طاقتوں کے نزدیک اس وقت سب سے نیک کام یہ رہ گیا ہے کہ میڈیا اور ہتھیاروں کی طاقت سے امتِ مسلمہ کا قبلہ درست کیا جائے۔ حالانکہ حاضرین محترم اصل حقیقت تو یہ ہے کہ قبلہ تو امتِ مسلمہ کا پہلے ہی درست ہے مگر امتِ مسلمہ قبلہ رخ رہنے کی بجائے خود ہی اپنی توجہ کے مرکز ومحور سے منہ موڑ چکی ہے اور اسے دوبارہ مرکز ومحور سے جوڑنے کے لئے اقوالِ مغرب کی پیروی کی نہیں نظام شریعت کی بجا آوری کی ضرورت ہے۔

حاضرینِ گرامی۔ اللہ تعالٰی نے قرآنِ کریم اور نبی محترم کی سنت مطاہرہ کی صورت میں جو نظامِ شریعت خود تعلیم کیا ہے اس کا بنیادی سبب ہی یہ ہے کہ انسان خواہ کتنی بھی کوشش کرے کوئی ایسا نظام تخلیق نہیں کر سکتا جو سارے انسانوں کی یکساں طور پر فلاح کا ضامن ہو۔ ایسا نظام جو بلاتخصیص رنگ ونسل ہر انسان کی بہتری کا خواہاں ہو صرف وہ رب ہی تجویز کر سکتا ہے جس نے سارے انسانوں کو تخلیق کیا ہے اور جو بلاامتیاز سارے انسانوں کی بھلائی کا خواہاں ہے۔

انسان کو قانونِ شریعت اسی لئے دیا گیا ہے کہ وہ دیگر مخلوقات کی طرح قانونِ فطرت کی پابندی کرے اور جس طرح دیگر مخلوقات اعتدال کی میزان پر قائم ہیں انسان بھی اپنی زندگی میں میزان اور عدل پر قائم رہے۔

ایک ایسا عالمی نظام جو مشرق ومغرب کیا پوری دنیا کے انسانوں اور ان کے ایسے تمام طبقات کے لئے قابلِ قبول ہو جو مختلف عادتوں، رنگوں، رواجوں، دعووں اور متضاد تقاضوں کے حامل ہوتے ہیں کسی بھی انسان یا گروہِ انسانی کے لئے بنانا ناممکن ہے۔ اگر آپ ہر فرد کو خواہ وہ حکمران ہو یا پیشہ ور، مالدار ہو یا غریب، طاقتور ہو یا کمزور، خوبصورت ہو یا بدشکل، ایک ایسی سطح پر برقرار رکھنا چاہتے ہیں جہاں اس کی اپنی امتیازی صفتوں، اہلیتوں اور قابلیتوں کے مطابق مادی اشیاء پر تصرفاتی استفادے کا اس کا حق مجروح نہ ہو اور کسی کی حق تلفی بھی نہ ہو تو ایسا نظریہ یا ایسا قانون انسان بنا ہی نہیں سکتے کیونکہ انسانوں کے غور وفکر میں اس حد تک ہم آہنگی ناممکن ہے۔ انسانی ذہن کے ساتھ اس کا نفس بھی وابستہ اور نفسِ انسانی ذہن وفکر کو اس طرح چکرا دیتا ہے کہ لاکھ احتیاط اور غیر جانبداری کی کوشش کے باوجود اس کی فکر کا پلہ کسی ایک طرف جھک ہی جاتا ہے۔ اس لئے وہی عالمی نظام کامیاب ہو سکتا ہے جس کی تشکیل کی بنا فکرِ انسانی کے بجائے احکامِ الٰہی پر ہو اور جس کے عملی نفاذ کی رہنمائی حضور نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ سے حاصل کی جا سکتی ہو۔

حاضرین محترم۔ تاریخ بھی یہ بتاتی ہے کہ انسانی نظریات یا انسانوں کے مرتب کردہ نظام خواہ ایک خاص دور میں کتنے ہی مضبوط ومقبول رہے ہوں مگر بالآخر وہ کبھی ہمہ گیر حیثیت اختیار نہیں کر سکے۔ یہ علماء کی مجلس ہے اس لئے میں تاریخ سے ایسی مثالوں کو دہرا کر آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گا، مگر یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جغرافیائی حدبندیاں اور قومیتوں کی قیود ہمیشہ نواع انسانی کی اجتماعی فلاح وبہبود اور باہمی اشتراک وتعاون کی راہ میں حائل رہیں اور اسی بنیاد پر پیدا ہونے والی عصبیتوں، خونریزیوں تشدد اور انتقام پسندی نے انسانوں کو گویا وصف انسانیت سے محروم کر دیا۔ قریب وبعید کی تاریخ کو تو چھوڑیئے صرف دوسری جنگِ عظیم میں ہی ایک کروڑ سے زیادہ انسانوں کو صرف ایسے ہی نظریات سے مغلوب ہو کر قتل کیا گیا اور یہ سلسلہ کبھی جمہوریت کے فروغ تو کبھی سوشلزم یا کمیونزم کے نام نہاد فلاحی نظاموں کو بزور طاقت رائج کرنے کی کوششوں کی شکل میں پہلے بھی جاری رہا اور اب بھی جاری ہے۔

مگر آج حاضرینِ گرامی تاریخ کو فلاحِ انسانی کے ایک نئے باب کی ضرورت ہے اور اِس باب کی سرخی تحریر کرنے کی ذمہ داری امتِ مسلمہ کو انجام دینی ہے۔ اور اِس عظیم فریضہ کی انجام دہی اسی صورت ممکن ہے کہ امتِ مسلمہ اپنے افکار و کردار کو سیرتِ نبوی ﷺ کے سانچے میں ڈھال سکے۔

حضور ﷺ نے بھی رائج الوقت مادی نظاموں کے بالمقابل فلاح انسانی کا کامل ترین نظام نہ صرف پیش کیا بلکہ اس پر انفرادی اور اجتماعی طور پر عمل کیا اور پھر آپؐ کے پیروکاروں نے خلافت راشدہ کی صورت میں اسے نافذ کر کے بھی دکھا دیا۔

حاضرین محترم۔ نئے عالمی نظام کی تشکیل کرنے والے سیاست و تجارت کی بنیاد پر امتِ مسلمہ کو تو کسی خاطر ہی میں نہیں لا رہے حالانکہ حقیقت یہی ہے کہ فلاحِ انسانی کا نسخۂ کیمیا امتِ مسلمہ ہی کے پاس ہے۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ امتِ مسلمہ من حیث الجماعت سیرت نبویؐ کی سنہری کرنوں سے جسد ملی کو منور کر لے۔ حصول علم کی جستجو، تفکر و تدبر کے ساتھ قوت عمل کی بیداری ہوسِ زر کے بجائے معاشرے کے پسے ہوئے افراد کی بالا دستی، انصاف کی بلا لحاظ غربت و امارت فراہمی، پاکیزہ معاشرے کی تعمیر اور اپنے متاثر کن کردار سے ساری دنیا کو اپنا گرویدہ بنالینے کی جدوجہد و خواہش ہی وہ راستہ ہے جس سے امتِ مسلمہ اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ پا سکتی ہے اور ان سب چیزوں کے لئے بنیادی کام یہ ہے کہ افراد مجتمع ہو کر ملت کی شکل اختیار کر لیں۔ حضورؐ نے نیا معاشرتی نظام تشکیل دیتے وقت سب سے پہلا کام یہی کیا کہ افراد کو ان کی ذاتی اغراض سے بلند کر کے جسد واحد کی صورت عطا کر دی اور یہ اتحادِ ملت ہی وہ قوت ہے جس کے حاصل کرنے سے امتِ مسلمہ آج بھی اقوامِ عالم کی قیادت کر سکتی ہے اور کرے گی ان شاء اللہ۔

حاضرین محترم۔ بظاہر میری بات آج ایک خوش خیالی نظر آتی ہے مگر ایک وقت میں قیامِ پاکستان کے تصور کو بھی محض ایک خوش فہمی ہی سمجھا جاتا تھا جو آج ایک تاریخی حقیقت ہے۔ تو پھر تاریخ اپنے آپ کو دہرا کیوں نہیں سکتی؟۔ ضرور دہرائے گی بشرطیکہ امتِ مسلمہ اپنے اختلافات سے بالاتر ہو کر اللہ کی رسی کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ لے اور جب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑا جائے اور اس سے مدد کی امید رکھی جائے تو اللہ کی مدد ضرور آتی ہے اور جب اللہ چاہتا ہے تو سب کچھ ہو جاتا ہے اسے تو صرف کُن کا اشارہ کرنا ہوتا ہے۔ جو اللہ امت مسلمہ کو عرب کے چند بدوؤں کے ہاتھوں اتنا پھیلا سکتا ہے کہ وہ ایک طاقتور وجود کے ساتھ دنیا کے کونے کونے تک پہنچ جائے وہ اللہ امت مسلمہ کو عالمِ انسانیت کی قیادت کے منصب پر فائز کیوں نہیں کرے گا۔ ضرور کرے گا بشرطیکہ ہم اس سمت کا سفر شروع کریں جس سمت کی رہنمائی آقائے دو جہاں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمائی ہے۔ پھر ہمارا رب بیشک ہمیں کھوئی ہوئی عزت دوبارہ عطا فرمائے گا۔ وہ رب جو قرآن کریم کے مطابق انسانوں کو پیدا کرتا ہے اور عزت دیتا ہے تو کیا وہ دوبارہ ایسا نہیں کر سکتا بے شک کر سکتا ہے کیونکہ ہمارا رب بہت ہی عظیم پیدا کرنے والا اور عزت دینے والا ہے۔

و آخر دعونا ان الحمد للہ رب اللعالمین

''نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امتِ مسلمہ کی ذمہ داریاں سیرت طیبہ کی روشنی میں''

ڈاکٹر محمد اسحاق قریشی فیصل آباد

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت' اُسوہ حسنہ بھی ہے اور نوع انسانی کے لئے فلاح کی ضمانت بھی' یہی اندازِ حیات' انسانیت کی بقا کا محافظ' عظمت بشر کا نگران اور حسنات دنیا و آخرت کا کفیل ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات اور آپ کے عمل میں روح کی جلا' جسم کا وقار' فرد کا تحفظ' اجتماع کا احترام' معاشرت کا ٹھہراؤ اور معیشت کا توازن ہے۔ اس لئے کہ اس عمل اصلاح کی ابتدا باطن کی تطہیر سے ہوتی ہے جس سے جذبات' میلانات اور رجحانات میں انقلاب آتا ہے اور انسان کے سماجی رویوں میں خیر کی نمود ہونے لگتی ہے' تعلقات کا پیمانہ ذاتی انا یا گروہی حصار کے حوالے سے نہیں وحدتِ نسل انسانی کے حوالے سے متعین ہوتا ہے۔ اخوت و رواداری' موانست و برداشت کے جذبے فروغ پاتے ہیں' نیک جذبات کی مناسب کشادگی اور افزائش ہوتی ہے۔ انسانی تعلقات اس وقت درندگی کا منظر پیش کرنے لگتے ہیں جب حیوانی خواہشات پرورش پاتے ہیں۔ تاریخ عالم گواہ ہے کہ کبھی نسل کے محدود تصور نے بے جا تفاخر کو جنم دیا تو کبھی رنگ وروپ کی تنگ ناؤں نے اسیر ذات بنایا۔ حضور اکرم ﷺ کی آمد سے قبل اولادِ آدم' طبقاتی کشمکش اور نسلی عدم برداشت کا شکار تھی' عرب ہی نہیں پوری معلوم دنیا انا ولا غیری کے گرداب میں مبتلا تھی' خواہشات بے لگام تھیں اور برتری کے عفریت نے قتل وغارت اور انتقام کی راہ دکھائی تھی۔ ایران کی وسیع تر قلمرو پر حکمرانی کے باوجود ایرانی تاجداروں کی للچائی ہوئی نظریں روم پر تھیں اور قیصر روم اپنی تمام تر سطوت کے باوجود ایران پر قابض ہونے کی سازش کر رہا تھا۔ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی نظروں میں لالچ اتر آیا تھا' اسلام کی اشاعت سے قبل انسانی معاشرت تقسیم در تقسیم کے عمل سے گزر کر برتر اور کم تر کے دائروں میں بٹ چکی تھی۔ آج بھی دنیا اسی کی راہ پر بے لگام دوڑے جا رہی ہے۔ سب کچھ ہوتے ہوئے بھی هَلْ مِنْ مَزِيْد کی جہنمی پکار صاف سنائی دے رہی ہے۔ اپنی قوت کا گھمنڈ ہر قسم کے جبر پر اکسا رہا ہے اور دوسروں کو برداشت کرنے کی اعلیٰ انسانی روایت مفقود ہوتی جا رہی ہے۔ آج کا انسان اسی طرح اضطراب میں ہے جیسے آج سے ساڑھے چودہ صدیاں پہلے تھے' انسان پھر اسی دور ہمایوں کے لئے بے چین ہے' جس میں انسانی عزت و وقار' جان و مال اور شرف و عظمت کی ضمانت مل سکے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے کئی چارٹر تیار ہوئے کئی پیمان باندھے گئے مگر یہ سب ریت کی دیوار ثابت ہوئے کہ طاقت آج بھی سکہ رائج الوقت ہے' معالجین کے گروہ در گروہ نسخہ ہائے شفا کے آوازے لگا رہے ہیں مگر یہ سب معالج' عطائیوں کی طرح مزید گرفتارِ بلا کر رہے ہیں۔ حضرت علامہ اقبالؒ نے تو برملا کہا تھا

دست بر نا اہل بیمارت کند
سوئے مادر آ کہ تیمارت کند

آیئے ایک نظر رسول اکرم ﷺ کے نسخہ شفا پر بھی ڈالیں اور آپ کی سیرت طیبہ کی روشنی میں درد کا مداوا تلاش کریں۔ نبی اکرم ﷺ نے اصلاح کا عمل داخل سے شروع کیا اور انسانی شرف کو تسلیم کرتے ہوئے اپنی تعلیمات کی اساس' عقل و شعور کے انسانی رویوں کو بنایا' نظریہ حیات طاقت سے نہیں منوائے جاتے کہ یہ بہیمانہ طرزِ عمل ہے' قوت و طاقت کا اندھا پن' یقین کی بے ثباتی اور ایمان کی بے کیفی کا مظہر ہوتا ہے۔ نبی رحمت ﷺ نے کسی حال میں بھی جبر و استبداد کا سہارا نہیں لیا' مخالفت کو رام کرنے کے لئے بھی

تشدد نہیں اپنایا' آپ نے مخالفت کا جواب حلم و بردباری' جاہلانہ انا کا جواب بے نفسی و متانت اور ظلم و جور کا جواب بے پناہ حوصلے سے دیا۔ مکہ مکرمہ کی سرزمین پر ظلم کا ہر حربہ آزمایا گیا' گزرگاہوں کو خون آشام بنادیا گیا' راستوں کو آزارِ بے درماں کے کانٹوں سے بھردیا گیا' نہ عظمتِ آدمیت کا لحاظ رہا نہ ہم نسبی وہم وطنی کا پاس رہا' مگر نبی آفاق علیہ الصلاۃ والسلام نے ان رویوں کو جہالت' عدم برداشت اور بے جا انانیت کا مظہر گردانتے ہوئے رد کردیا۔ سوچئے جس سربراہ کے پاس بلال حبشیؓ صہیب رومی اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہم ایسے جانثار ہوں جو معاشرے کے ستائے ہوئے بھی ہوں وہ ابوجہل' ابولہب' عتبہ اور ولید کی گردنیں اتارنے کی صلاحیت رکھتا ہے مگر ظلم کا بدلہ دہشت سے' جبر کا بدلہ خوف سے اور ستم گر کا بدلہ اس کے لواحقین سے سیرت طیبہ کے بلند تر معیار سے انحراف ہے۔ آپ نے ثابت کردیا میں ظلم کا بدلہ ظلم سے نہیں' ظلم کے ہاتھ روک کرلیتا ہوں' معاہدہ حدیبیہ کی شرائط بظاہر کمزور محسوس ہوئیں مگر ان سے اپنے ساتھیوں پر بھرپور اعتماد کا اظہار ہوا' ابوجندل کا خون آلود جسم پکار رہا تھا کہ جذبات برافروختہ ہوجائیں مگر معاہدوں کی پاسداری کرنے والا نبی اعظم ﷺ مصلحتی فیصلوں کا قائل نہ تھا' آپ نے ثابت کردیا کہ حدود آشنائی بین الاقوامی تعلقات کی اساس ہے۔ مومن اپنے قول و فعل پر ضبط و اعتدال کا پہرہ بٹھاتا ہے کہ وہ نہ زبان دراز ہوتا ہے نہ دست دراز' وہ اختلاف تو کرسکتا ہے عداوت نہیں یہ اختلاف کیا ہوا کہ جو گردن مارنے کی تحریک دے' یہ تو بے حوصلگی ہوئی' بے صبری ہوئی' سیرت طیبہ کا تقاضا ہے کہ مومن برداشت کا کوہِ جمال بنے کہ اسی جمال سے انسانی معاشرہ خوشگوار اور پُر بہار ہوتا ہے۔

نئے عالمی نظام کی تشکیل میں جب تک سیرت طیبہ کی پیروی کا دعوی کرنے والی ملت' سیرت کے ان گوشوں کو اپنانے کی کوشش نہ کرے گی جن کی ترسیخ سے عہد رسالت میں نظام امن کی تشکیل ہوتی تھی تو مطلوبہ مقاصد حاصل نہ ہوسکیں گے۔ اسلام کی ابھرتی ہوئی تحریک کے سامنے باطل کی جھنجھلاہٹ کے تناظر میں وہ مکاتیب پڑھیئے جو دربار نبوی ﷺ سے شاہان عالم کو روانہ کئے گئے۔ ان مکاتیب کا حرف حرف نبوی رویے اور اسلامی مزاج کا آئینہ دار ہے۔ اَسْلِمْ تَسْلَم کے کلمات بین الاقوامی روابط میں عدم تشدد' باہمی دانست اور اخذ و ترک کے اسلامی معیار کے واضح اعلانات ہیں' اس حقیقت کو کبھی نظرانداز نہ ہونا چاہیئے کہ دنیا ہمیشہ سے مختلف النوع افراد اور اکثر و بیشتر متضاد نظریات کی حامل اقوام پر مشتمل رہی ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ ساری نوع بشر ایک سے خیالات کی حامل ہی کو وجہ ثواب ٹھہرا کر دوسروں پر چڑھ دوڑے تو تصادم ناگزیر ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ کی اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھتے ہی اس مسئلہ کا حل کردیا تھا' اپنوں سے موانست کے جذبات کو پروان چڑھانے کیلئے مواخات کا سنہری اصول اپنایا جس سے اتحاد و یگانگت کی فضا قائم ہوئی' غیروں کو حدود آشنا بنانے کے لئے میثاق مدینہ کی شرائط نافذ کیں جس میں اپنا بھی تحفظ تھا اور یہود جیسی معاند قوم کا بھی' لکم دینکم ولی دین کا جملہ اشتراک باہمی کے ہزار ہا اصولوں پر بھاری رہا۔ سوچئے اس قدر آزادی کون عطا کرسکتا ہے' دور حاضر گواہ ہے کہ ایسا حوصلہ بڑے بڑے سربراہان سلطنت کو بھی نصیب نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ غیروں کو امن و سکون کی ضمانت صرف وہ دے سکتا ہے جو دوسروں کو برداشت کرنے کا حوصلہ رکھتا ہو' یہ حوصلہ اپنے نظریات پر پختہ یقین کی بدولت حاصل ہوتا ہے۔ عقیدہ مضبوط ہو' نظریات حیات کے حوالے سے ایقان کی دولت نصیب ہو تو دوسروں کے ساتھ نباہ میں کوئی پرائے کی نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ بے یقینی ہی شک کو جنم دیتی تھی اور یہ اعتماد دوسروں کو جینے کا حق دینے پر ہر لحظہ آمادہ رہا۔

مقام غور ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے جب قومی وملی تحفظ کی بات کی تو خطاب ''ایھا الناس '' سے شروع ہوا اور جب انسانی شرف کو علاقائی تعصبات اور لسانی عصبیتوں سے آزاد کرانا چاہا تو 'رب واحد' کا حوالہ دیا حقیقت میں یہی بین الاقوامی تعلقات اور انسانی معاشرت کی بنیاد ہے۔ اسلام کے نزدیک یہ سرزمین سب کا گھر ہے' سب کے لئے قرار گاہ ہے اور سب کے لئے زیست' ہو چنے جو راہنما اسی زمین کو سب کے لئے تسلیم کرے وہ کسی فرد اجتماع یا معاشرے یا قوم وملک کو زندگی کے حق سے محروم کر سکتا ہے اور جو قیام قیامت تک کے لئے اس زمین کو روزی کا کفیل سمجھے وہ کسی کو رزق کے حصول سے روک سکتا ہے۔ سیرت طیبہ گواہ ہے کہ اسلام تو ایک انسان بلکہ ایک حیوان سے بھی حق سکونت اور حق معیشت نہیں چھینتا' بین الاقوامی امن وسکون صرف اس لئے پامال ہوتا ہے کہ ایک قوم یا ایک گروہ دوسروں سے ان کا جغرافیہ چھین لینا چاہتا ہے یا ان کے وسائل رزق پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ یہ دنیا ایک مثالی نظم حکومت تشکیل دینے میں اس وقت کامیاب ہوگی جب سرکار دو جہاں ﷺ کی سیرت طیبہ کی روشنی میں معاشرتی برابری' معاشی انصاف' سیاسی دیانت' احسان کی عادت' برداشت کی قوت' ایثار کی ہمت اور سب سے بڑھ کر اولاد آدم ہونے پر فخر اور ایک خالق کی مخلوق ہونے پر ناز پیدا ہوگا اور خالق سے محبت پوری کائنات اور ہر مخلوق سے محبت وقرب کی خوگر بنادے گی۔

وطن عزیز پاکستان انہی امنگوں کا مظہر ایک ایسا عافیت کدہ ہے جس کے لئے مسلمانان برصغیر نے طویل جدوجہد کی اور بے شمار قربانیاں دیں۔ اس لئے مملکت خداداد کو محبت نگر اور مسکنِ اخوت ہونا چاہئے' اس ساحل مراد کو ایسا گلشن بنانا ہے جہاں محبت کے ذرے پھوٹیں' اتحاد و یگانگت کے نغمے گونجیں' یہ آزاد فضا اس لئے تلاش کی گئی تھی کہ آزادی کے ماحول میں جینے والوں کو انسانی شرف کی عظمت کا احساس ہو اسی لئے کہ کھلی فضا میں سانس لینے والوں کو دوسروں کی سانسیں روکنے کا شوق نہیں ہوتا' تحریک پاکستان کی گہما گہمی میں ہم نے کئی وعدے کئے تھے' ہمارے شاعر اس دور میں وطن عزیز کا یوں تعارف کراتے رہے۔

تمہیں لے جا کے مکے سے مدینہ میں بسایا تھا
سمجھ لو اس نئی بستی کو پاکستان کہتے ہیں

''نئے عالمی نظام کی تشکیل'' کی خواہش پچھلی صدی سے ہی انسانی ذہن کو مرعوب کرنے لگی تھی' کئی تخت الٹے کئی معاشرے پامال ہوئے' عالم انسانیت نے کئی انقلاب بھی دیکھے' صنعتی انقلاب ایک پیش رفت کا غماز تھا' انسان مظاہر پر حکمران بننے کی تگ و دو میں شریک ہوا تھا۔ اس کے اثرات مادی ترقی' معاشرتی آسائش کی صورت میں نمودار بھی ہوئے مگر بدقسمتی سے زبردستوں کی سطوت نے زیردستوں کو مظلوم تر بنادیا۔ سماجی انصاف کے نام پر انقلاب کا سرخ سویرا طلوع ہوا مگر حیرت یہ ہوئی کہ چہروں کی سرخی پرچموں کی سرخ تک محدود رہی اور اس سے نیت کا مدقوق چہرہ اور بھیانک ہوگیا۔ مساوات نسل انسانی کے نام پر اور فرد و معاشرہ کی اصلاح کے حوالے سے کئی چارٹر تیار ہوئے مگر دل کا چور بین السطور صاف دکھائی دیتا رہا۔ جمہور کی طاقت کا راگ الاپا جاتا رہا مگر جمہور کی بے بسی کا اہتمام ہوگیا۔ نااہل معالجوں نے جسد انسانی کو بے توفیق بنادیا اور ہمہ جہت گرسنگی نے معاشروں کو گھیر لیا۔ ایسے عالم میں امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس نسخہ شفا کو بروئے کار لائے جس سے انسان کے دکھوں کا مداوا ہو۔ سیرت طیبہ کی روشنی ہمارے لئے نور کا مینار ہے اور سیرت کی معطر فضا آج بھی ہمارے قسام جاں کے عطر بیز ہے۔ سوال یہ ہے کہ ان حالات میں امت مسلمہ کو اپنی ذمہ داریاں نبھانے

کے لئے کیا کرنا چاہیئے۔اس سلسلے میں چند بنیادی نقاط توجہ طلب ہیں۔

1. امت مسلمہ کے تمام طبقوں میں اتحاد و ہم آہنگی کی وہ فضا پیدا ہونا ضروری ہے جس کا درس مدینہ منورہ کی پہلی اسلامی ریاست کی تشکیل کے وقت دیا گیا تھا تاکہ اخوت کو فروغ حاصل ہو۔اس کے لئے علاقہ کی تعصبات سے چھٹکارا پایا جائے اور اتحاد کی اساس' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات انور کو بنایا جائے۔اِنَّ رَبَّکُمۡ وَاحِدٌ وَ اِنَّ اَبَاکُمۡ وَاحِدٌ کی بنیاد کو مضبوط تر کیا جائے' ایمانی حوالوں میں وحدت' ربّ واحد' ہر ایمان کا ثمر ہوگی اور نسل و زبان پر فخر کو ایک باپ کی بنیاد پر رد کیا جائے گا' ذرا سوچئے لوگ باپ' دادا پر فخر کرتے ہیں اور ان کے حوالے اپنی شناخت کراتے ہیں۔یہ شناخت اگر معتبر ہے تو ساری انسانیت کے باپ کا حوالہ کیوں نہ معتبر قرار پائے۔یہ اعلان انسانیت کا چارٹر اور بین الاقوامی معاشرت کی خشت اول ہے۔اتحاد کو مضبوط تر بنانے کے لئے باہمی رابطے لازم ہیں تاکہ غیریت' اپنائیت کا روپ لے لے۔

2. علم مومن کی میراث ہے کہ علماء ہی وارثِ انبیاء قرار دیئے گئے ہیں۔دین ہی علم ہے' دینی تعلیمات ہم عقل ہیں اس لئے بے علمی دین نہیں اور بے عقلی کا دین سے کوئی تعلق نہیں' علم کی تلاش' مسلمان امت کی شناخت اور اسلامی معاشرے کا مطلب ہے۔یاد رہے کہ تعلیمات اسلام میں علم زیور نہیں' فرض ہے' یہ چند لوگوں کے لئے وجہ شرف نہیں بلکہ پوری امت کا نشان ہے۔علم کا حصول فرض ہے تو علم کا پھیلانا بھی لازم ہے۔یہ مومنانہ جذبوں کے ساتھ ایمانداری سے حاصل کیا جاتا ہے اور پوری دیانتداری سے امانت سمجھ کر قوم تک پہنچایا جاتا ہے۔امت مسلمہ کو علمی پس ماندگی سے ایسے ہی نکلنا ہوگا جیسے عرب کا معاشرہ ہدایات نبوی کی روشنی میں جہالت کی تاریکی سے نکلا تھا۔خوب یاد رہنا چاہیئے کہ حالتِ جنگ میں ہونے کے باوجود مسند علم بچھادی گئی اور مکہ مکرمہ کے اسیروں سے دوئم علم کا کام لے لیا گیا تھا' نہ عمارتوں کی تیاری سدِ راہ ہوئی تھی اور نہ عقیدوں کی غیرت نے راہ کاٹی تھی۔علم' مومن کی میراث ہے اس لئے اس کو جہاں سے ممکن ہو حاصل کر لینا ضروری ہے۔یہ بھی پیش نظر رہنا چاہیئے کہ علم میں بلند مقامی ہی انسانی شرف کی اساس ہے۔دینی علوم' نصاب انسانیت ہیں۔ان کا حصول لازم ہے کہ ان کے بغیر بہتر انسان تشکیل نہیں پاتے مگر یہ علوم' دیگر علوم کی راہ میں رکاوٹ نہیں' معاون ہیں اس لئے جدید علوم کی تدریس کے بغیر تصور جہانگیری و جہانانی خام خیالی ہے۔پوری ملّت اسلامیہ کو اپنے وسائل کو مجتمع کر کے علم کی بارگاہ میں نیازمندانہ حاضر ہونا چاہیئے۔وقت کا تقاضا ہے کہ سائنسی و تکنیکی علوم کے لئے محنت کی جائے' ایک مربوط تعلیمی نظام جو امّت مسلمہ کے ہر گروہ کی کفالت کرے وقت کی آواز ہے' اسی کے ذریعے نئے نظام کی تشکیل میں ہم فعّال کردار انجام دے سکیں گے' یہ دینی فریضہ ہے اور یہی وقت کی پکار ہے۔

3. نئے نظام کی تشکیل میں امّت مسلمہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایک معاشی قوت کے ساتھ شریک ہو۔ارشاد نبوی ہے کہ اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے۔قرض' مراعات' امداد کی ہر صورت قومی احتیاج کی دلیل ہوتی ہے اور پستیوں کا اعلان بنتی ہے۔خوش قسمتی سے امّت مسلمہ بہت سے وسائل سے بہرہ مند ہے مگر باہمی عدم تعاون اور شخصی انا کا عفریت' جسد ملّت کو زہر آلود کر رہا ہے' جس کا نتیجہ یہ ہے کہ کرامت کی دولت پر دوسروں کا قبضہ ہے۔شاعر اسی بدترتیبی پر چیخا تھا کہ

مَا بَالُه' مِنۡ قُطۡنِهٖ عُرۡبَانَا   مَا بَالُه' مِنۡ قَمحِهٖ جُوۡعَانَا

''اسے کیا ہوا ہے کہ اپنی روٹی کے باوجود ننگا ہے اور اسے کیا ہوا ہے کہ وہ اپنی گندم کے باوجود بھوکا ہے۔''

استیصال محنت کی یہ تمام شکلیں غلامی کی شروعات ہوتی ہیں۔ ان سے بچنے کے لئے مجموعی کاوش کی ضرورت ہے۔ سیرت طیبہ کے اوراق زریں گواہ ہیں کہ معاشی بدحالی کی شکار قوم چند سالوں میں معاشی قوت کا نشان بن گئی اسی لئے کہ معاشی اصولوں کو رب کائنات کے احکام کا پابند کر دیا گیا جس سے ایک ایسا انقلاب رونما ہوا جو معاشی تحفظ کی ضمانت بنا۔ علامہ اقبالؒ نے اسی طرف اشارہ کیا تھا۔

اس سے بڑھ کر اور کیا فکر و نظر کا انقلاب
بادشاہوں کی نہیں اللہ کی ہے یہ زمیں

4. امت مسلمہ پر مشتمل تمام ممالک کو اپنے سیاسی فیصلوں میں یک آواز ہونے کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے او آئی سی یا اسی قبیل کی کوئی بین الملی انجمن تشکیل پانا چاہیئے' حالات اس نہج پر آ گئے ہیں کہ ایسے صورت گری ممکن ہو سکے۔ اگر یورپی ممالک قرب کی راہیں تلاش کر رہے ہیں تو مسلمان ممالک کو بھی ایسا سوچنا چاہیئے۔

5. عصرِ حاضر میں تعلقات کا قرب معاشی یگانگت پر انحصار کرتا ہے اسی لئے ایسا بینکنگ سسٹم وضع کر لینا چاہیئے جو امت کے پس ماندہ طبقوں کی اعانت کرے تا کہ اس فرمان نبوی پر عمل ہو سکے کہ امیروں سے حاصل کیا جائے اور غریبوں کو لوٹایا جائے۔ اس لئے بھی کہ دولت ایک جگہ مرتکز نہ ہو جائے کہ اس سے معاشی یرقان پیدا ہوتا ہے۔ یہ قرب مسلسل ہو جائے تو وہ منزل بھی آ جائے گی جب مسلم ممالک کرنسی میں یکجائی کا سوچ سکیں گے۔

6. امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان سیاہ گوشوں کے خلاف جہاد کرے جو اس کی امن پسندانہ روش کو داغدار کر رہے ہیں۔ اسلام دین امن وسلامتی ہے کہ اس کے اساس ہی اسی پر ہے' ایمان میں امن' اسلام میں سلامتی تو اساسی طور پر موجود ہے پھر یہ 'الا مین' یعنی امن دہندہ نبی کا لایا ہوا دین ہے اور یہ بلد امین یعنی امن والے شہر میں اوّلین مرکز کے طور پر نافذ کیا گیا ہے۔ دنیا کو یہ پوری قوت سے باور کرانا چاہیئے کہ یہ دین ہی امن وسلامتی ہے اس لئے کسی تخریب کاری یا دہشت گردی سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ بدقسمتی سے یہ تاثر قائم کرنے میں بہت سے ادارے شریک ہیں۔ اس لئے مدافعت کے لئے اور حقیقت واشگاف کرنے کے لئے مشترکہ جدوجہد کی ضرورت ہے۔

الغرض امت مسلمہ کو اگر آنے والے دور میں فعّال کردار ادا کرنا ہے اور دنیا میں برپا ہونے والے نئے نظام میں آبرومندانہ مقام حاصل کرنا ہے تو اسے سیرت طیبہ کی روشنی میں اتحاد یگانگت اور اخوت کے جذبات کو فروغ دینا ہوگا۔ تدریسی اداروں کا وقار بحال کرنا ہوگا' تربیت یافتہ اساتذہ کی کھیپ تیار کرنا ہوگی' طلبہ کو بھٹکنے سے بچا کر بارگاہِ علم میں مؤدبانہ لانا ہوگا' دینی علوم کے ساتھ عصری علوم کو اپنانا ہوگا۔ معاشی بدحالی سے چھٹکارا پانے کے لئے مشترکہ سعی کرنا ہوگی اور ایک امن پسند قوم کے طور پر بین الاقوامی سطح پر اپنے آپ کو منوانا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ رب رحیم وکریم امت مسلمہ کو سیرت طیبہ کی نورانیت سے فیض یاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امت مسلمہ کی ذمہ داریاں سیرت طیبہ کی روشنی میں

ڈاکٹر ظہور احمد اظہر لاہور

ہماری یہ دنیا آج جس رنگ ڈھنگ میں ہے' جن مسائل سے دوچار ہے اور جس روش پر چل نکلی ہے' یہ سب باتیں تبدیلی لانے اور ایک نئے انداز جہاں کا تقاضا کرتی ہیں' یہ پسماندہ' بوسیدہ اور بوجھل رنگ ڈھنگ بدل کر صدیوں سے پسماندہ اور ستائے ہوئے انسان کو ترقی سے ہمکنار کرنا پڑے گا اور اس کے بوجھ کو ختم کرنا ہوگا جس نے اسے تھکا دیا ہے۔ یہ لاینحل مسائل جو صدیوں سے چلے آتے ہیں اور ان میں روز بروز اضافہ ہی ہو رہا ہے اگر یہ حل نہ ہوئے تو دکھی انسانیت کی کمر ٹوٹ جائے گی اور بگڑے ہوئے حالات کو قیامت سے پہلے سنبھالنا ناممکن ہو جائے گا۔ اس پرانے رنگ ڈھنگ اور ان مسائل پر الجھے ہوئے انسان کو دیکھ کر بعض خود غرض اور مفاد پرست انسانوں نے جو روش اختیار کر لی ہے اسے بدلنا پڑے گا ورنہ یہ نام نہاد گلوبل بستی زندگی گذارنے کے قابل نہیں رہے گی! لیکن دنیا کی اس کیفیت کو بدلنا' نئی راہیں سمجھانا اور پھر انہیں نئی راہوں پر چلانا کسی اثر انگیز ضابطے اور کسی فعال جماعت کے بغیر ممکن نہیں ہو سکتا۔ ظاہر ہے یہ ضابطہ تعلیمات نبویؐ اور سیرت طیبہ کے علاوہ اس دنیا میں کیا پوری کائنات میں اور کہیں موجود نہیں ہے اور یہ بھی ظاہر و باہر ہے کہ اس ضابطہ کو دنیا کے سامنے لانا' اس کی دعوت دینا اور اس پر عمل کر کے دکھانا امت مسلمہ کا نہ صرف دینی فریضہ ہے بلکہ اولین انسانی ذمہ داری بھی ہے۔ اگر اس دنیا کی بقا ہے اور یقیناً ہے تو پھر امت مسلمہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے رسول برحق ﷺ کی سیرت طیبہ کی روشنی میں اس دھکتے سلگتے عالم انسانی کے لئے' ایک ایسے نئے نظام عالم کی تشکیل کرے جو زمانے کے پرانے رنگ ڈھنگ' مسائل سے دوچار دنیا اور غلط روش پر چلنے والے اس گمراہ زمانے کو راہ راست پر ڈال دے اور انسان کی دنیا کے ساتھ ساتھ اس کی آخرت بھی سنوار دے!

نبی رحمت وسلامتی' رسول عدل و مساوات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ بلاشبہ اہل ایمان کے لئے' جہاں اطمینانِ روح اور راحت وسکون قلب کا سامان ہے وہاں یہ علم وفکر کا سرچشمہ بھی ہے' سیدنا مصطفیٰ ﷺ کی سیرت پاک کے مطالعہ سے دل کو راحت وسکون نصیب ہوتا ہے۔ مگر اس کے فکر انگیز و روح پرور پہلوؤں سے ناقابل شکست ہمت' انتھک جہد مسلسل کی ترغیب اور صبر و عزیمت کے ساتھ مصائب ومشکلات کا مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے اندھیروں میں روشن راہیں بھی میسر آتی ہیں۔ مسلّم طور پر تاریخ کے سب سے بڑے انسان اور رسول اعظم وآخر ﷺ کے احوال زندگی اور آپؐ کے سوانح حیات کے مسلسل' مکرر اور عمیق مطالعہ سے ہر جگہ اور ہر زمانے کے انسان کے سامنے علم اور فکر کی ایک ایسی دنیا آباد ہوتی چلی جاتی ہے جس میں ہر مشکل کے لئے سہولت' ہر مسئلے کے حل اور ہر پریشانی سے نجات کا تسلی بخش سامان مہیا ہو جاتا ہے۔ نبی عدل وسلامتی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور آپ کی بھرپور عملی زندگی ایک بہت بڑا سرمایہ' ایک عظیم الشان ذخیرہ اور ایک روح پرور چشمہ نور ہے۔ یہ چشمہ' یہ ذخیرہ اور یہ سرمایہ ہر مشکل کا قابل عمل یقینی حل مہیا کرتا ہے چونکہ یہ سیرت طیبہ ایک ایسی سیرت ہے جو کامل اور جامع تو ہے ہی مگر یہ ایک خوبصورت نمونہ بھی ہے جو بالکل محفوظ' مستند اور معتبر طریقے سے ہم تک پہنچا ہے اس لئے اس پر غیر متزلزل یقین وایمان کے ساتھ عمل ہو سکتا ہے۔ لہٰذا آج اگر امت مسلمہ اس سیرت طیبہ کی روشنی میں ایک ایسے نئے عالمی نظام کی تشکیل کا بیڑا اٹھاتی ہے جو انسانیت کی دنیا کے ساتھ ساتھ آخرت

سنوارنے کی بھی ضمانت ہو سکتا ہے تو ہم اپنے اس مقصد میں یقیناً کامیاب و کامران ہوں گے۔

آج کی اسلامی دنیا پر ذرا نظر ڈالیے' مسلمان کمزور' منتشر اور سہمے ہوئے دکھائی دیں گے۔ حالانکہ آج دنیا کا تقریباً ہر چھٹا انسان مسلمان ہے' مگر دنیا کی پچاس فیصد معدنیاتی دولت اور تقریباً اتنی زرخیز سرزمین صرف مسلمانوں کے پاس ہے۔ مگر باہمہ مسلمان کمزور' خوف زدہ اور پریشان حال ہیں اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہم نے سیرت پاک کا مطالعہ اور اس سے رہنمائی لینا بھلا دیا ہے۔ آج کے اپنے حالات کا تقابل اور موازنہ اس مختصری کمیونٹی کے احوال سے کیجئے جو مکہ مکرمہ کی وادی بطحا میں بیت اللہ کے جوار میں دارارقم میں حضرت محمد ﷺ کی زیر نگرانی پروان چڑھ رہی تھی' یہ چھوٹی سی کمیونٹی ہم سے زیادہ مخدوش اور خطرناک حالات سے دوچار تھی۔ ان پر ہم سے زیادہ ظلم ہو رہا تھا اور وہ ہم سے زیادہ دباؤ کا شکار تھے' ان کے پاس دولت بھی نہیں تھی مگر ہمارے پاس تو سب کچھ ہے مگر ان کے پاس صبر و ہمت کا سرمایہ تھا جس سے ہم محروم ہیں۔ ان کے پاس یقین کی دولت تھی اس بات کا پختہ یقین کہ ان کے آنے والے کل میں ایک کردار ہے مگر ہم سے یقین کی یہی دولت چھن گئی ہے' ہمیں اپنا کردار ہی بھول گیا ہے مگر ہمیں اس محرومی کا احساس تک بھی نہیں ہے۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا!

جب سامنے کوئی مقصد نہ ہو' جب کوئی اپنا فریضہ اور اصل کردار ہی بھول جائے تو پھر باہم لڑائی اور خوں ریزی کے پروگرام نہ ہوں تو اور کیا ہو۔ دیکھئے امیہ بن خلف بلالؓ پر کیسے کیسے مظالم توڑ رہا ہے! ابوجہل ہے کہ آل یاسرؓ پر ظلم و تشدد کی انتہا کر رہا ہے' مگر آواز آ رہی ہے' صبراً یا آل یاسر! اجر کم عند اللہ! اے آل یاسر صبر و ہمت سے کام لو! اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہارے لئے اجر ہے۔ یہ بھی ارشاد ہوا کہ لا تھنوا و لا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین ''اگر تم مومن ہو تو پھر کمزور مت پڑو' غم بھی مت کرو' غالب و برتر تو تم نے ہی ہونا ہے'' کیا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی یہ آوازیں ہمارے کانوں میں نہیں پڑ رہیں؟! کیا ہم بہرے ہیں! بس عزم و یقین کی دولت سے محروم ہیں' وہ نہیں تھے' وہ خود کو تیار کر رہے تھے ہم نہیں کر رہے بلکہ کچی پکی تیاری کے ساتھ ہی دشمن سے ٹکرا رہے ہیں' وہ مختصری جماعت اور چھوٹی سی کمیونٹی یقین و ایمان کے ساتھ ساتھ اخوت' مساوات' اتحاد و اتفاق پر قائم تھی اور آنے والے وقت کے لئے پختہ کاری اور ہر آزمائش میں پورا اترنے کی تیاری کر رہی تھی تاکہ میدان عمل میں اترنے سے پہلے آزمائش کے تمام مراحل سے گذر کر باطل سے ٹکرانے کے قابل ہو چکی ہو' وہ اقبال کے اس شعر کی تصویر تھی یا یوں کہہ لیجئے کہ شاعر اسلام کا یہ شعر اسی کمیونٹی کی سبق آموز تصویر ہے کہ:

با نشۂ درویش درساز و دمام دم زن
چوں پختہ شوی خود را بر سلطنت جم زن!

مگر ہم ایسا نہیں کر رہے! ہم اسے بھول چکے ہیں' سیرت طیبہ کا یہ ورق شاید ہمارے سامنے ہے ہی نہیں۔ اگر آج ہم بھی وہی ذوق یقین' وہی جذبہ ایثار' وہی دولتِ ایماں اور وہی جذبہ اخوت و مساوات پیدا کر سکیں تو اسی اجر کے مستحق بن سکتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ

نے آل یاسرکو بتایا تھا اور ہم بھی آیہ لا تھنوا و لا تحزنوا کے حقدار بن سکتے ہیں۔

آج بھی ہو جو ابراہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا!

آج کی دنیا میں عالمی طاقتوں بلکہ سپر طاقتوں کا چل چلاؤ ہے' عصر حاضر میں اتفاق سے دو بڑی طاقتیں مسلم رہی ہیں' ایک کا تو افغانستان میں کچومر نکل چلا ہے دوسری بھی ایسے ہی انجام کے لئے تیاری کر رہے ہیں مگر ابھی افغانستان اور عراق کی دلدل میں پھنسی ہوئی ہے۔ عجیب اتفاق ہے کہ مکی عہد نبوت میں جب مختصری مسلم کمیونٹی پروان چڑھ رہی تھی تو اس وقت بھی دنیا میں دو ہی بڑی طاقتوں کا چل چلاؤ تھا' فارس اور روما دونوں کو طاقت کا گھمنڈ اور غرور تھا' دونوں بحر و بر میں فساد پھیلا رہا تھا۔ فارس کا آتش پرست خسرو پرویز خدا پرست ہرقل اہل کتاب کو شکست پر شکست دیتا چلا گیا اور بالآخر اس کے دارالحکومت کا محاصرہ کر لیا۔ دنیا اس شر و فساد سے تنگ تھی! مسلمان رومنوں کی شکست سے غمگین اور کفار مکہ خسرو کی فتح پر بغلیں بجا رہے تھے۔ اس پس منظر میں سورۂ روم کی شکل میں اللہ تعالیٰ کا پیغام آیا کہ زمین پر سپر طاقت کا دعویٰ باطل ہے' حقیقی سپر طاقت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے' نمرود مچھر کے سامنے بے بس ہو کر مرتا ہے' فرعون سمندر میں غرق ہوتا ہے' شداد کو خود ساختہ جنت میں دونوں قدم رکھنے سے پہلے اچک لیا جاتا ہے مگر کوئی انہیں بچا نہیں سکتا۔ اتنی بڑی سپر طاقت ہونے کا دعویٰ اور یہ بے بسی! سورۂ روم کی اس دعوت قرآنی میں یہ پیشین گوئی کر کے صرف تین سے نو سال کے اندر اندر شکست کھانے والے رومنوں کو اوپر لا کے اور مست ہاتھی بنکر اللہ تعالیٰ کی سرزمین پر سر غرور سے بلند کر کے اور اکڑ کر چلنے والے خسرو پرویز کو سرنگوں ہو کر پھر نیست و نابود ہو جانا ہے۔ اس وقت کی دنیا میں کھلبلی مچا دی گئی مگر دنیا نے دیکھا کہ دو سال بعد ہی اس عراقی سرزمین پر نینوا کے میدان میں ہرقل کی فوج نے فارس کے مغرور خسرو پرویز کی فوجی قوت کا گھمنڈ خاک میں ملا دیا' مگر اسی سورت میں بحر و بر کے شر و فساد کو ختم کر کے امن و سلامتی کے لئے دعوت دی گئی اور انسانیت کو ایک پر امن اور پر سکون زندگی کی خوشخبری بھی سنائی گئی مگر ساتھ ہی یہ اعلان بھی کہ سپر طاقت ہونے کے انسانی دعوے سب جھوٹے اور بیکار ہیں حقیقت میں اس کائنات میں سپر طاقت ہونے کے انسانی دعوے سب جھوٹے اور بیکار ہیں۔ حقیقت میں اس کائنات میں سپر طاقت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اس لئے کسی طاقت سے خوف زدہ ہونا اور مرعوب ہونا مومن کی شان نہیں۔ یہاں جس نے بھی غرور کا سر بلند کیا وہ خاک ہوا۔ چنانچہ حضرت شیخ سعدی شیرازی جیسا حق گو اور حق شناس شاعر یہ سمجھا گیا کہ اس روئے زمین پر نظر آنے والا اینٹ کا ہر ٹکڑا کسی نہ کسی سکندر اعظم اور فارس کے بادشاہ کیقباد جیسے کسی مغرور بادشاہ کا سر دکھائی دیتا ہے۔

زہر پارہ خشتے کہ در منظری است
سر کیقباد دے وا سکندرے است

سیرت طیبہ کا یہ گوشہ اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد آج بھی امت مسلم کے لئے مشعل راہ ہے۔ جس کی لاٹھی اس کی بھینس والے جنگل کے قانون کو ٹھکرا کر امن و سلامتی کی دعوت لے کر آتے بڑھتے ہوئے دنیا میں عدل و انصاف اور مساوات کے پیغام پر عمل کرنے اور کروانے کیلئے مشرق و مغرب کے باضمیر' با اصول اور انصاف پسند و حق پرست انسانوں کا ساتھ دینا چاہیئے۔ یہ موقع ایسا ہے کہ عالم

اسلام کو یک زباں ہو کر اقوام متحدہ کے ادارے کو مضبوط سے مضبوط تر بنانے کا عزم بالجزم کر لینا چاہیے اس طرح ہمیں یہ دعوت حق متحدہ قوت بننے کا بھی موقع دے گی اور ہم دنیا کو ایک ایسا عالمی نظام دے سکتے ہیں جس میں سب کو انصاف کے ساتھ ان کا حق بھی ملے گا اور امن وسلامتی کی فضا بھی میسر آئے گی۔ امتِ وسطہ یا میانہ روی اختیار نے والی امت کا منصب ہی یہ ہے کہ وہ دھونس' دھاندھلی اور قتل و غارت گری کے نام نہاد عالمی نظام کو مسترد کر کے اس کی جگہ عدل' امن' ہمدردی اور انسان دوستی کا نیا عالمی نظام قائم کرے۔

آیئے کتاب سیرتِ طیبہ کا ایک اور ورق کھولتے ہیں۔ بعثت نبوی سے قبل مکہ مکرمہ کے کچھ اچھے اور شریف لوگوں نے ظلم اور فساد کے خلاف ایک معاہدہ طے کیا تھا جو تاریخ میں حِلفُ الفضول کہلاتا ہے۔ اس معاہدہ کے علمبرداروں کے نام اتفاق سے ''فضل'' تھے جس کی جمع فضول آتی ہے اس لئے اسے حلف الفضول یعنی فضلوں کا معاہدہ کہا گیا۔ اس کا مقصد یہ تھا ظلم' دھونس اور دھاندھلی کو دنیا سے ختم کر کے عدل وانصاف کا نظام قائم کیا جائے گا' کمزوروں' بے بسوں اور مظلوموں کی حمایت کی جائے گی اور غریبوں کی مدد کر کے فقر واخلاص کا خاتمہ کیا جائے گا۔ نبی رحمت ﷺ قریش کے ایک دردمند اور نیک نوجوان کی حیثیت سے اس معاہدہ میں شریک تھے۔ پھر نبوت کے منصب پر فائز ہونے کے بعد آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ آج بھی اگر اس معاہدے کا موقع ملے تو میں اس میں شریک ہوں گا۔ امت مسلمہ اگر اپنی ذمہ داری محسوس کر سکے تو حلف الفضول کو دنیا کے نئے نظام کے لئے ایک چارٹر کے طور پر منظور کرایا جا سکتا ہے۔ آج کے انسان بھی اپنے بنیادی حقوق سے محروم ہیں اور غریب فقر وافلاس کے بوجھ تلے پس رہے ہیں۔ امت مسلمہ حلف الفضول اور خطبہ حجۃ الوداع کی روشنی میں دنیا کو ایک نیا عالمی نظام دے سکتی ہے اور انسانی حقوق کے تحفظ کی علمبردار ہوتے ہوئے امن وسلامتی' عدل وانصاف پر مبنی مساوات محمدیؐ اور نظام مصطفیٰؐ قائم کر سکتی ہے۔

سورت آل عمران میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ اہل کتاب کو اعلیٰ نظام زندگی کے لئے تعاون کی دعوت دیں' چنانچہ آپؐ نے اپنے عہد مبارک میں نجرات کے مسیحی اہل کتاب کے ساتھ حق وانصاف' توحید ومساوات کے لئے تعاون ومودت کی دعوت دی۔ قرآن کریم میں عظمت وصداقت مسیحؑ کا اعتراف اور ان کی والدہ ماجدہ، جن پر یہودی تہمت لگاتے رہے ہیں، کی تقدیس وپاکدامنی بیان کی ہے۔ تاریخ میں مسلمانوں کو پناہ دینے والا پہلا ملک بھی ایک عیسائی ملک تھا۔ قرآن وسنت میں عہد نبوی کی مظلوم مسیحی کمیونٹی کی حمایت وتحفظ ایک واضح حقیقت ہے۔ برا ہو یہودی سازشیوں کا جو چودہ صدیوں سے عیسائیوں کو مسلمانوں کا دشمن بنانے میں منہمک ہیں۔ صلیبی جنگوں سے لیکر فتنہ استشراق تک اور جو کمیونزم کے اسلام کے تصادم سے لے کر تہذیبوں کے تصادم تک کے یہودی ڈھکوسلا باز مسیحی مغرب خصوصاً امریکہ کے ذریعہ مسلمانوں کو نیست ونابود کرا دینے کے جتن کر رہے ہیں۔ آج عیسائی مغرب میں اسلام اور مسلمانوں کی جو مکروہ صورت پیش کی جا رہی ہے اور ہر جگہ مسلمانوں کو ذلیل کرایا جا رہا ہے۔ یہ سب کچھ یہودیت کا کیا دھرا ہے' یہودی فتنہ گروہوں نے عیسائی مغرب کو مسلمانوں سے بدظن کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے۔ قرآن کریم کی سورت مائدہ میں مسلمانوں کو خبردار کیا گیا ہے کہ یہود اور بت پرست ان کے شدید ترین دشمن ہیں۔ جبکہ مسیحی لوگ مسلمانوں سے دوستی اور مودت میں سب سے زیادہ قریب ہیں تو کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ یہودی سازشوں کے تمام جال تار تار کر دیئے جائیں اور دنیا میں عدل وانصاف اور امن وسلامتی کے لئے عیسائی دنیا کو ساتھ ملائیں۔ سیرت پاک اور قرآن پاک کے یہ واضح احکام تو اسی حکمت پر عمل کی دعوت دے

رہے ہیں۔

آپ کو معلوم ہے کہ گزشتہ صدی کے دوران یہودیوں نے عیسائی دنیا کی مدد سے اسرائیل قائم کروالیا ہے۔ حضرت مسیحؑ کے تو یہودی دشمن ہیں اور حضرت مریم پر تہمت لگانے کے مرتکب ہیں۔ برعم خویش یہودیوں نے ہی حضرت مسیحؑ کو صولی پر چڑھوایا تھا اسی طرح وہ قتل مسیحؑ کے مرتکب تھے۔ مگر انہوں نے اپنے یہ سب جرائم بابائے روم سے معاف کروالئے ہیں۔ ستم بالائے ستم یہ ہے کہ جس طرح یہودیوں کا ایک طبقہ صیہونیت یعنی بیت المقدس کو اسرائیل کا دارالحکومت بنانے پر ایمان رکھنے والا طبقہ موجود ہے اسی طرح آج امریکہ میں مسیحیوں کا ایک طبقہ بھی صیہونی بن چکا ہے یعنی اسرائیل کی مضبوطی اور بیت المقدس پر مکمل یہودی تسلط ان صیہونی عیسائیوں کا بھی ایمان قرار پا چکا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ بش کے ساتھی بھی اسی طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ افسوس تو یہ ہے کہ قرآن کریم کی رو سے جو مسلمان مسیحیوں کے دوست تھے وہ تو دشمن بن گئے اور جو حقیقی دشمن ہیں انہوں نے دوستی کا لباس اوڑھ لیا ہے اور مسلمان سوتے رہے ہیں۔ سیرت طیبہ اور قرآن کریم کی یہ تعلیم پکار پکار کر ہمیں ہوش میں آنے کی دعوت دے رہی ہے۔ مسلمان عیسائی دنیا کے ساتھ تعاون کر کے ایک منصفانہ عالمی نظام قائم کر سکتے ہیں جہاں عدل وانصاف ہو امن وسلامتی ہو اور انسان سکھ چین کے ساتھ اپنی دنیا اور آخرت دونوں سنوار سکیں۔

بات کو ذرا سمیٹتے ہوئے سیرت پاک کے ایک اہم باب کے مطالعہ کی دعوت پر بات کو ختم کرتے ہیں اور وہ باب اس حقیقت سے عبارت ہے کہ آج تو سب دنیا عالمی نظام کی باتیں کر رہی ہے مگر دنیا کے لئے تو یہ کرۂ ارض آج ایک گلوبل ولیج یا عالمی بستی قرار پایا ہے مگر ہمارے نبی ﷺ بہت پہلے امت مسلمہ کو یہ بتا چکے تھے کہ یہ کرۂ زمین ایک گلوبل ولیج بننے والا ہے۔ جب آپؐ نے فرمایا تھا کہ زمین کا گوشہ گوشہ میرے سامنے پیش فرما دیا گیا ہے اور اس کا مشرق ومغرب اور جنوب وشمال مجھے دکھا دیا گیا ہے اور بشارت دے دی گئی ہے کہ یہ تمام کرۂ زمین امت مسلمہ کے تصرف میں آ کر رہے گا اور وہ ایک منصفانہ عالمی نظام قائم کریں گے۔ عالمیت کا یہ تصور پہلے کسی کے خواب وخیال میں بھی نہ تھا۔ سب سے پہلے محمد ﷺ کے رحمۃ للعالمین ہونے کا اعلان فرمایا گیا' کی سورۃ اعراف میں ہے کہ آپ کو اس اعلان کا حکم ہوا کہ کہہ دیجئے کہ اے تمام عالم کے انسانو! میں تم سب کے لئے اللہ تعالیٰ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں! قرآن کریم رب العالمین کا پیغام ہے جو نذیر للعالمین ہے۔ ہم مسلمان امۃ" اخرجت للناس (ایسی امت جو تمام انسانوں کے لئے منصفانہ عالمی نظام قائم کرنے کی ذمہ داری بنائی گئی ہے) ہیں۔ یہ تمام قرآنی حقائق اور سیرت طیبہ کے عمل واشارے ثابت کرتے ہیں کہ عالمیت یا عالمگیری کا تصور سب سے پہلے امت مسلمہ کو عطا ہوا اور وہی دنیا کو ایک منصفانہ عالمی نظام دینے کے اہل وحقدار ہیں۔

سیرت طیبہ کے مطالعہ سے یہ حقائق ہمارے سامنے آتے ہیں کہ نیکی اور بھلائی کے لئے تعاون مسلمان کا فریضہ ہے' عادلانہ عالمی نظام کا قیام بھی امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے۔ مسلمان جب انسانیت کی خدمت اور سربلندی کے لئے ایسے عادلانہ نظام زندگی کو اپنا مقصد بنالیں گے اور اس کے لئے کوشش میں لگ جائیں گے تو ان میں اتحاد واتفاق بھی خود بخود پیدا ہو جائے گا۔ ایسے میں دنیا اسلام اور مسلمان سے نفرت کے بجائے محبت کرنے لگے گی۔ اس اعلیٰ وارفع مقصد کے لئے تمام مسلمانوں کو پورے ہوش کے ساتھ اور مکمل عزم کے ساتھ یک جان ویک زبان اور یک قدم ہو کر آگے بڑھنا ہوگا اور وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس فرض کی ادائیگی میں سرخرو ہونگے۔

ہمارے رسول صادق وامین ﷺ کی تعلیمات اور عملی سیرت طیبہ کا اہم ترین سبق تو علم ودانش ہے۔ حکمت ودانش تو مومن کی اپنی میراث اور دولت جہاں ملے وہاں سے ہی حاصل کر لینا ہے۔ علم اور سائنس کے لئے دنیا کے ہر کونے میں جانے کا حکم نبوی موجود ہے خواہ اس کے لئے ہمیں چین ہی کیوں نہ جانا پڑے۔ تو پھر ہم سائنس اور ٹیکنالوجی دنیا سے پیچھے کیوں ہیں؟۔ ہماری کتاب تو نازل ہونے والا پہلا حکم ہی اقراء ہے یعنی پڑھو' علم تو ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے تو پھر ہم جاہل کیوں ہیں؟ دنیا اسی علم' سائنس اور ٹیکنالوجی کے بل بوتے پر ہی تو قیادت کر رہی ہے تو پھر اس قافلہ علم کی قیادت کرنے کی بجائے اس سے بچھڑ کیوں گئے ہیں۔ اس کے بغیر دنیا میں نئے عالمی نظام کی بات سوچنا بدمذاق ہے پھر ہمارے رسول ﷺ نافع کے طلبگار ہیں۔ ضرررساں علم سے تو آپ ؐ نے اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگی ہے۔ اگر علم' سائنس اور ٹیکنالوجی کے قافلے کی قیادت ہمارے پاس رہتی تو تباہی وبربادی کے سامان کے ڈھیر لگانے کے بجائے آج دنیا میں تعمیر اور خدمت انسانیت کا دور دورہ ہوتا۔ سیرت طیبہ کا یہ پہلو اور یہ اہم نقطہ ہمیں اپنی عملی زندگی کی روح اور سر عنوان بنانا پڑے گا۔

فتح مکہ کے بعد عرش پر جانے والے نے مسجد نبوی کے فرض پر بیٹھ کر تمام دنیا کے حکمرانوں کو اسلام کے نظام عدل اور امن و سلامتی کی دعوت دی تھی۔ تاریخ میں عالمی سربراہوں کو امن وسلامتی کی یہ پہلی دعوت تھی' مگر ہم نے تو اس عالمی دعوت پر شاید کبھی غور ہی نہیں کیا۔ پھر ہم دنیا کو یہ کیسے بتا سکتے ہیں کہ امن وسلامتی کے عالمی نظام کے علمبردار تو ہم ہیں' ہمارا عالمی نظام دنیا میں تباہی پھیلانے شر وفساد پھیلانے اور لوٹ مار کا بازار گرم کرنے کے لئے تو نہیں ہے۔ آج دنیا یہ سمجھ چکی ہے کہ گیارہ ستمبر کا ڈراما بھی اسی طرح ایک حکم تھا اور یہودی ذہن کی خباثت تھی جس طرح عراق کے پاس سے مہلک ہتھیاروں کا ذخیرہ ایک جھوٹ تھا' دنیا یہ بھی جان گئی ہے کہ نام نہاد نئے عالمی نظام کی موجودہ مہم کا مقصد تیل پر کنٹرول اور یہودی ریاست اسرائیل کو محفوظ اور مضبوط کرنا تھا۔ اب یہ موقع ہے کہ کوئی مسلمان لیڈر' کوئی حکمران یا کوئی مہاتیر محمد دنیا بھر کے اپنے بھائی عیسائی حکمرانوں کے پاس جائے جو اس مہم کے خلاف ہیں کہ آؤ بھائی! ہماری کتاب مقدس تو آپ سے تعاون کی دعوت دیتی ہے ہمارے رسول ﷺ نے تو حضرت مسیحؑ اور حضرت مریمؑ کے تقدس کی گواہی دی ہے اور عیسائی کمیونٹی سے ہمدردی فرمائی اور ہمیں ان کا قریب ترین دوست بتایا ہے' یہ تو چودہ صدیوں سے یہودی سازش ہے کہ ہم اور آپ مل کر دنیا میں وہ امن وآشتی نہ قائم کر سکیں جس کے اسلام اور مسیحیت دونوں داعی ہیں۔ آج پھر اسی مدینہ منورہ والی عالم دعوت کی تجدید کرنا ہوگی۔

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امتِ مسلمہ کی ذمہ داریاں سیرت طیبہ کی روشنی میں

حکیم سید محمود احمد سرو سہارنپوری

صاحبِ صدر! محترم علمائے کرام، مشائخِ عظام اور دیگر معزز حضرات وخواتین!!

یہ بات میرے لیے ایک بڑے اعزاز کا باعث ہے کہ قومی سیرت کانفرنس میں ''نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امتِ مسلمہ کی ذمہ داریاں سیرت طیبہ کی روشنی میں'' کے موضوع پر مجھے آپ کے سامنے اپنے خیالات کے اظہار کا موقع مل رہا ہے۔

صاحبِ صدر! آج کا موضوع تین بنیادی نکات پر اظہار خیال کا تقاضا کرتا ہے۔ موضوع کا پہلا حصہ نئے عالمی نظام کی تشکیل کی وہ صورت ہے جو آج کی دنیا کا تقاضا ہے اور جس کے لیے دنیا کی ترقی یافتہ اقوام صدیوں سے منصوبہ بندی کرتی رہی ہیں۔ مختلف انداز کے تجربات ہوتے رہے ہیں۔ مختلف نظام بنے اور خود اپنے ہی بنانے والوں کے ہاتھوں فنا کے گھاٹ اتر گئے۔ اس لیے کہ نظام بنانے والا فرد ہو، ادارے ہوں یا اقوام۔ ہر ایک جس فطری کمزوری کا شکار ہے، وہ ذاتی مفاد، گروہی تعصبات اور اپنی ذات کی حد تک زندہ رہنے، آگے بڑھنے اور عروج کی منزل تک پہنچنے کی خواہش ہے۔ اس سلسلے میں انسان سے یہ توقع کرنا کہ وہ کبھی اپنی ذات کی حد تک زندہ رہنے، آگے بڑھنے اور عروج کی منزل تک پہنچنے کی خواہش ہے۔ اس سلسلے میں انسان سے یہ توقع کرنا کہ وہ کبھی اپنی ذات کے خول سے باہر نکل کر دوسروں کو فیض پہنچانے اور اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دینے کا کارنامہ بھی سرانجام دے سکے گا، ایسا ہی ہے کہ جیسے ریگزاروں سے سحابِ کرم کی توقع کرنا یا رات کی تاریکیوں سے روشنی کی آس لگانا۔ ہم ماضی بعید کی بات چھوڑتے ہیں کہ یہ طول کلام کا باعث ہوگی۔ پچھلے سو برس کی کہانی انسانیت کے نام پر اقوام عالم کی زبانی اگر آپ سنیں تو اس کا ماحاصل یہی ہے کہ جس طرح سے بھی ہو کمزور اقوام کو کچلا جائے، ان کی خودی کو پامال کیا جائے، ان کے وسائل پر زبردستی قبضہ کر کے، ان کے درمیان اختلاف پیدا کر کے، ان کو چھوٹے چھوٹے گروہوں میں بانٹ کر ان کی یک جہتی کو پارہ پارہ کیا جائے اور پھر ان کے درمیان ابن الوقتوں اور مفاد پرستوں کی ایک ایسی نئی نسل پروان چڑھائی جائے جو اپنی قوم کے رنگ سے تو ملتی ہو مگر ذہن سے ہم آہنگ نہ ہو، اور کمزور اقوام، خاص طور پر ملت اسلامیہ جسے اللہ نے زندگی کا نظام بھی عطا کیا۔ انسانیت کی بنیاد پر مفادات سے بے نیاز ہو کے ہر شخص کے حقوق کا مخلصانہ نگران کار بنانے کا اہتمام کرنے کے لیے اسوۂ حسنہ کی صورت میں ان کے سامنے محمد الرسول اللہ ﷺ کا ایک کامل ترین، زندگی کے سارے گوشوں پر محیط اور صدیوں کے تجربات پر ہر اعتبار سے کامیاب اور کامران نمونہ بھی رہنمائی کے لیے موجود رہا ہے۔ جب بھی کتابِ الٰہی اور نمونۂ سیرت سے استفادے کی طرف امت نے رجوع کیا ہے تو بھلائی کے سوتے پھوٹے ہیں اور طمانیت کے پھول کھلے ہیں۔ لیکن طاقتور اقوام جن کا سارا زور فلسفہ اور ساری مادی قوتیں اسی امتِ مسلمہ کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے اور بلحاظِ امت، اس کے وجود کو فنا کرنے کی کوششوں میں مصروف رہی ہیں اور صاحبِ صدر! مفاد پرستوں کا وہ گروہ جو اسی امت کے درمیان سے ان سامراجی قوتوں نے پروان چڑھایا اور جو ہمیشہ انہی کا وفادار اور دست آموز رہا ہے، اسی کے سہارے مسلمانوں کی وحدت ختم کی گئی۔ نو

آبادیاتی نظام قائم کرنے کے لئے اسی امتِ مسلمہ کی سیاسی وحدت کو توڑ کر انیسویں اور بیسویں صدی میں وہ کالونیز سسٹم رائج کیا گیا جس کے لیے عالمی سامراج کی سازشوں اور اس وقت کے مسلمان قائدین کی بے بصیرتی نے امتِ مسلمہ کی اس وحدت کو جس کا نام خلافتِ عثمانیہ تھا، ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور وہ امت جسے نسلِ انسانی کی وحدت کا سبق پڑھا کے امامتِ آدمیت کی مسند پر بٹھایا گیا تھا، وہ عرب نیشنلزم کے نام سے 56 حصوں میں بٹ گئی، امتِ مسلمہ کے دل اگرچہ اسی وحدت سے وابستہ رہے اور اسی اتحاد کے لیے تڑپتے بھی رہے لیکن انہیں یکجا کرنے کے لیے کوئی رہنما میسر نہ آیا اور نہ کوئی ایسی قیادت نصیب ہوئی جو تسبیح کے بکھرے ہوئے ان دانوں کو پھر ایک لڑی میں پرو کر یک جہتی کے راستے پر گامزن کر سکتی۔ عالمی سامراج نے اپنے فائدوں کے لیے تفریق کا جو بیج بویا تھا، اسے اس سامراج کے گماشتے مختلف حیلے بہانوں سے امتِ مسلمہ پر مسلط کرتے رہے۔ یہاں تک دوسری عالمگیر جنگ کے جبر اور حالات کی تبدیلی نے خود سامراجی قوتوں کو اپنی نوآبادیوں سے بے دخل کرنے کا اہتمام کر دیا مگر دنیا کی کمزور اقوام کی گردنوں پر مسلط ہونے والے یہ عفریت اپنی شیطانی منصوبہ بندیوں کے تسلسل کو اس طرح برقرار رکھے ہوئے ہیں کہ ایک منصوبے کو بروئے عمل لانے کے ساتھ ہی اس کے اختتام کا اندازہ بھی رکھتے ہیں اور اس کے بعد دوسرے منصوبے کا ان کے پاس اہتمام بھی ہوتا ہے۔ لہٰذا اپنی مقبوضہ کالونیوں سے رخصت ہوتے وقت وہ ساری مسلم ریاستوں میں اختیار اور اقتدار کی مسندوں پر جنہیں بٹھا کے گئے، وہ کم و بیش وہی لوگ تھے جو انہی کے مفادات کے نگران تھے۔ چاہے اس کا سبب مغربی تہذیب سے مرعوبیت ہو یا اپنے اقتدار کا تحفظ، لیکن یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ابتداء سے ساری مسلم امہ کی سوچ وہ نہیں ہے جو مسلم حکمرانوں کے افکار و خیالات اور اندازِ بود و باش سے ظاہر ہوتی ہے۔ یہ دو مختلف طبقات ہیں جن میں نقطۂ اتصال کہیں آتا ہی نہیں۔ اور ایسا اتفاقاً یا حادثاتاً نہیں ہے بلکہ سامراجی قوتوں کے اسی منصوبے کا حصہ ہے جو باہمی تصادم، ذہنی خلفشار اور لڑاؤ اور حکومت کرو کے بنیادی اصولوں پر مبنی ایک نیا اندازِ غلامانہ تھا۔ اس کے ذریعے پہلے انہوں نے صدیوں حکومت کی اور واپسی کے سفر میں اپنے جانشینوں کو تیار کر کے اس لیے چھوڑ گئے تاکہ جب وہ اپنے اگلے منصوبے کا آغاز کریں تو انہیں مناسب افراد کی تلاش اور ان کی تیاری کی زحمت نہ اٹھانی پڑے۔

صاحبِ صدر! مختصراً بات عرض ہے کہ اکیسویں صدی کے آغاز ہی سے سامراجی اور فسطائی قوتوں کا دوسرا منصوبہ شروع ہو چکا ہے جس کا آغاز نام نہاد دہشت گردی کے خاتمے کے نعرے کی صورت میں پہلے آہستہ آہستہ لگایا جاتا رہا اور مختلف مسلم ممالک اور کچھ جی دار مسلم حکمرانوں کے خلاف اس پروپیگنڈے کا آغاز کر دیا گیا کہ وہ دہشت گردی پھیلا رہے ہیں جن میں الجزائر، لیبیا، ایران، سوڈان کے نام نمایاں ہیں اور پھر اچانک 11 ستمبر 2001ء کا ڈرامہ رچایا گیا اور بغیر کسی ثبوت اور بغور کسی جواز کے افغانستان جیسے کمزور، بے وسیلہ اور پندرہ سال سے روس کی ریاستی دہشت گردی کا شکار ملک اس کا مجرم گردانا گیا اور دنیا کے (159 ممالک اپنے لاؤ لشکر سمیت نہتے افغانوں پر ٹوٹ پڑے، اتنے بم برسائے گئے کہ جنھوں نے دوسری جنگِ عظیم کا مجموعی عالمی ریکارڈ بھی توڑ دیا اور اس طرح گویا پوری مسلم امہ کو اتنا دہشت زدہ کر دیا گیا کہ گرد و پیش میں پھیلے ہوئے 59 مسلم ممالک اظہارِ افسوس کرنے کے قابل بھی نہ رہے۔ دہشت زدگی کا یہ عالم تھا کہ کسی کو او آئی سی کا سربراہ اجلاس تک بلانے کی ہمت نہ ہوئی اور محض تکلفاً اسلامی ملکوں کے وزرائے خارجہ کا جو اجلاس بلایا بھی گیا تو وہ بھی کسی مشترکہ بیان، قرارداد یا اعلامیے کے اظہار کی توفیق سے بھی بے نصیب رہا۔ بات افغانستان کی

تباہی پر ختم نہ ہوئی بلکہ پھر عراق بھی اسی جرم بے گناہی کا مجرم قرار پایا جو عالمی سامراجی سازش کے ذریعے فسطائی قوتوں کے دوبارہ مسلم ممالک اوران کے ذرائع اور وسائل پر مسلط ہونے کے لیے نام نہاد دہشت گردی کے خاتمے کے نام پر اپنے تسلط کا منصوبہ بنایا تھا اور ایک چھوٹے سے غیر مسلح ملک کو، جسے آٹھ سال تک یو این او کی نگرانی میں نہتا کیا جا تا رہا، برباد کرنے کے لیے اس کی آزادی، اس کے اقتدار اعلیٰ اور اس کے ریاستی وجود کو ہر طرح سے پامال کرنے کے لیے تین لاکھ اتحادی فوجی جدید ترین ہتھیاروں سے لیس ہو کر عراق پر طوفان بلا کی طرح چڑھ دوڑے اور امت مسلمہ کا ایک اور مظلوم ریاستی لاشہ اسی بے چارگی کے ساتھ اپنے بھائی بندوں کی موجودگی میں غیروں کے ہاتھوں کوفہ اور کربلا میں لٹ گیا۔ مغربی اقوام میں سے تو کچھ حکومتوں کو اس سامراجی جارحیت کے خلاف اپنے مفاد کے لیے بولنے کی ہمت ہوئی۔ جرمنی اس ظلم پر چیخا، فرانس نے واویلا کیا، روس نے دھمکی دی۔ لیکن امت مسلمہ اس مرحلے پر بھی اتنی خوفزدہ تھی کہ کہیں سے عراق کی حمایت میں کوئی آواز نہ اٹھی اور یہ عالمی عفریت اور بے خوف ہو گیا۔ شام کو دھمکی دے دی گئی۔ ایران کو للکار دیا گیا اور دوسرے مسلم ممالک کا نمبر آنے کی وعید بھی سنا دی گئی۔

صاحب صدر! یہ ماضی قریب سے حال جاری تک کا منظر نامہ ہے اور اسی کے تناظر میں ہم نے اس بات کا جائزہ لینا ہے کہ امت مسلمہ علمی نظام کی تشکیل کے سلسلے میں کیا کر سکتی ہے یا اسے کیا کرنا چاہیے؟؟؟ اس پہلو پر بات کرنے کے لیے مجھے سب سے پہلے جس بات کی طرف اس معزز کانفرنس کو متوجہ کرنا ہے اور اس کے حوالے سے سارے عالم اسلام کو جو ذمہ داری

یاددلانی ہے وہ عالمی نظام کی تشکیل کے لیے خود امت مسلمہ کی وہ اہم ترین ذمہ داری ہے جو خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلا امتیاز ہر مسلمان کے سپرد کی گئی ہے کہ وہ ایک ایسے نظام کا نمائندہ بھی ہے کہ جس نے ساری دنیائے انسانیت کو امن کا درس بھی دینا ہے اور قیامِ امن کے لیے ایک عالمی نظام تشکیل دینا بھی اس کی ذمہ داری ہے۔ اس سلسلے میں قرآن کی رہنمائی ہمارے لیے یہ ہے کہ اسلام کسی نسلی، علاقائی، لسانی یا کسی بھی ایسی تقسیم کو تسلیم نہیں کرتا جو انسانوں کو ان چھوٹے چھوٹے گروہوں میں بانٹ اور طبقات میں کاٹ کر ان کے حقوق و فرائض کو دنیا کے خود ساختہ تعصبات کے حوالے سے کسی نظام سازی کے لیے استعمال کرتا ہو۔ معاشرتی وحدت ہو یا ریاستی طریقہ کار افراد کی اجتماعیت کا اسلامی تصور وحدت نسل انسانی کے اس بنیادی نکتے کا مظہر ہے کہ خلقکم من نفس واحدہ (ترجمہ) ''تمہیں ایک فرد واحد سے پیدا کیا اسی سے اس کا جوڑا بنایا اور اس جوڑے سے بہت سے مرد و عورت پھیلا دیے''۔ (سورۃ النساء) اس تصور کے مطابق ساری نسل انسانی ایک جوڑے کی ذریت ہے اور ان میں کوئی سماجی تفریق نہیں۔ اسلام کی نگاہ میں اعزاز اور افتخار کا معیار خدا خوفی، ذاتی صلاحیت و محنت (یعنی میرٹ) اور ہدایات الٰہی کے دائرے میں اپنے حقوق و فرائض کی ادائیگی اور پاسداری میں ہے۔ اس کا اظہار بھی سورۃ الحجرات میں کر دیا گیا ہے: اکرم کم عند اللہ اتقکم (ترجمہ) ''تم میں اللہ کے نزدیک معزز وہ ہیں جو خدا سے ڈرنے والے ہیں''۔ خطبہ حجۃ الوداع میں نبی ﷺ نے یہ فرما کر پوری دنیا کو آگاہ کر دیا کہ اسلام کالے گورے، عربی عجمی کی تفریقوں کا قائل نہیں ہے۔ یہاں جس کو جو کچھ بھی ملے گا وہ خدا کے ساتھ رابطے، اس کے احکامات کی پیروی، اس کے رسول ﷺ کے اتباع اور اپنی صلاحیتوں (یعنی میرٹ) کے ارتقا کے نتیجے میں ہوگا اور یہ ساری باتیں محض دستوری دفعات یا فلسفیانہ مباحث کے نکات یا واعظانہ زور خطابت کا اظہار نہیں ہیں بلکہ نبی ﷺ نے ایک مکمل معاشرہ اور ایک مستحکم غیر طبقاتی ریاست انہی خطوط

پر تشکیل دی تھی جس میں جس کو جو کچھ ملا وہ صلاحیتوں (یعنی میرٹ) کی بنیاد پر عطا کیا گیا اور جو محروم رہا تو اس کی محرومی عدم صلاحیت (یعنی میرٹ) کی بنیاد پر تھی۔ عرب معاشرے میں سب سے بڑی کمزوری غلامی تھی اور غیر علاقائیت بھی آگے بڑھنے کے راستے میں ہر جگہ سدِ راہ رہی ہے لیکن مدینے کی پہلی ریاست جو حقیقت میں ایک داعی اور ایک فلاحی ریاست ہے۔ اس نمونے کی ریاست میں جیش اسامہؓ کی سالاری ایک ایسا نمونہ ہے کہ جو آزاد افراد اور بڑے خاندان کے سرداران پر مشتمل ہے جس میں مقتدر صحابہ کرامؓ شامل ہیں لیکن اس لشکر پر نبی ﷺ نے حضرت اسامہؓ کو جو آپؐ کے آزاد کردہ غلام حضرت زیدؓ بن حارثہ کے بیٹے ہیں سالار مقرر کر کے عہدیداریوں کے لیے تمام خاندانی بڑائیوں کی نفی کر دی۔

اسلام کی اس پہلی ریاست میں مالیاتی کا شعبہ حضرت بلال حبشیؓ کو عطا کیا گیا۔ اسی طرح ہجرت کے مابعد کا مرحلہ اور اس میں مواخات کے ذریعے امتِ مسلمہ کے بحرانی دور سے نمٹنے کے لیے جو طریقہ کار اپنایا گیا، اس کی تفصیلات آپ سب کو معلوم ہیں کہ مکے سے آئے ہوئے مہاجرین کو ایک ایک انصاری کا بھائی بنا کے آبرومندی اور برابری کی بنیاد پر اس بحران مسئلہ کو حل کر دیا گیا جس میں آج کل کی بڑی سے بڑی باوسائل حکومتیں پناہ گزین ٹیکس اور مہاجرین فنڈ کے نام سے چندوں کا اجراء کرتی ہیں اور متاثرین کیمپوں کی صورت میں برسوں نسلوں کی نسلیں بے چارگی کی زندگی گزارتی ہیں۔ نفرتیں جنم لیتی ہیں اور مسائل حل نہیں ہوتے۔

حضور اکرم ﷺ کے اس حکیمانہ عمل نے بہت تھوڑی سی مدت میں اس بحرانی مسئلے کو حل کر دیا اور اخوت باہمی کا ایک ایسا نظام ساری دنیا کے سامنے رکھ دیا کہ جس کے ذریعے سے کمزور مالی حیثیت کے لوگ، مضبوط اقتصادی پوزیشن والے ساتھیوں کی برادرانہ کوششوں سے اپنی بے چارگی کا سدِ باب کر سکیں۔ حالتِ امن میں مسلم امہ کو ہنگامی حالات سے نمٹنے کے لیے اللہ نے سورت الانفال کی آیت نمبر 60 میں ایک مستقل ہدایت عطا فرمائی (ترجمہ) ''اور تم لوگ جہاں تک تمہارا بس چلے زیادہ سے زیادہ طاقت اور تیار بندھے رہنے والے گھوڑے ان کے مقابلے کے لیے تیار رکھو''۔ مطلب یہ ہے کہ ایک مستقل فوج، جنگی ساز و سامان، ہر عہد کی ضرورت سے نبرد آزما ہونے کی صلاحیت اور فوری جنگی کارروائی کرنے کے قابل ریاستی قوت ہر وقت موجود رہنی چاہیے۔ یہ بات اس لیے بھی ضروری ہے کہ جب آپ تعلیمات نبوی کی روشنی میں ایک عالمی نظام تشکیل دینے کے لیے اٹھیں گے تو ریاستی حدودِ کار، ریاست کے تحفظ کا اہتمام، اسے آگے بڑھانے کے لیے ان فوائد عامہ کا اظہار ناگزیر ہے کہ جو لوگوں کو اس بات کی طرف راغب کریں کہ ان کے مسائل کا حل اسلام کے اسی مثالی نظام میں ہے جو لوگوں کو جان و مال آبرو کا تحفظ بھی دیتا ہے۔ بلا امتیاز ان کی ضرورتیں بھی پوری کرتا ہے اور اپنی ذاتی صلاحیت (یعنی میرٹ) کی بنیاد پر آگے بڑھنے کے یکساں مواقع مہیا کرتا ہے۔

اسلام کا فلاحی نظام حضور ﷺ کے اس ارشاد کی روشنی میں واضح طور پر سمجھا جا سکتا ہے۔ ''تم میں جو شخص مال چھوڑ کے مر جائے وہ اس کے وارثوں کا ہے اور جو قرضہ چھوڑ جائے وہ میں ادا کروں گا''۔ ظاہر ہے حضورؐ نے یہ بات سربراہِ مملکت کی حیثیت سے ارشاد فرمائی ہے صاحبِ صدر! کسی منصوبے کو بروئے عمل لانے کے لیے مالیات اور وسائل کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا جو چند تجاویز اس مقالے میں بیان کی جا رہی ہیں، ان پر عمل درآمد کے لیے مشترکہ اسلامی مالیاتی فنڈ کا اہتمام پہلی ترجیح ہے اور اس سلسلے میں جب ہم اسلامی ممالک کے ذرائع و وسائل پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں مایوسی کی کوئی بات نظر نہیں آتی۔ بات صرف منصوبہ بندی کی ہے۔

یہ سارے اسلامی ممالک تیل سے لے کے جواہرات تک، لوہے سے لے کے اور سونے چاندی کی کانوں تک قدرتی وسائل سے مالا مال ہیں لیکن ان ذرائع سے استفادے کی مناسب منصوبہ بندی عالم اسلام میں کہیں موجود نہیں ہے۔ سارے مسلم ممالک کی بیشتر دولت یورپ کے بینکوں میں محفوظ ہے جس کا کوئی فائدہ مسلم امہ کو نہیں ہے۔

1992ء سے لے کر 1995ء تک کی مسلمان ملکوں کی مالی حیثیت کا تعین اعداد وشمار کی صورت میں اگر کیا جائے تو وہ کچھ اس طرح ہے کہ خطِ غربت سے گری ہوئی حالت کے فی کس آمدنی والے مسلم ممالک سات ہیں۔ جن میں بنگلہ دیش سے لے کر چاڈ تک شامل ہیں، جن کی سالانہ فی کس آمدنی 133 ڈالر سے لے کے 820 ڈالر تک ہے۔ ان میں 133 ڈالر فی کس سالانہ آمدنی چاڈ کی ہے جو سب سے کم ہو اور 820 ڈالر فی کس سالانہ آمدنی کیمرون کی ہے جو خطِ غربت سے گری ہوئی حالت کا شکار ممالک میں سب سے زیادہ ہے جبکہ پاکستان میں 96-1995ء تک فی کس سالانہ آمدنی 410 ڈالر تھی۔ اور جب ہم خوشحال مسلم ممالک کی فی کی سالانہ آمدنی پر نظر ڈالتے ہیں تو اس میں مستحکم معیشت کے آٹھ ممالک ایسے ہیں جن کی سالانہ فی کس شرح آمدنی 2190 ڈالر سے لے کر 22220 ڈالر تک ہے۔ اس میں ایران کی فی کس آمدنی 2190 ڈالر ہے اور امارات کی 22220 ڈالر ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مسلم ممالک کی باہمی مربوط کوششوں اور ان کے اپنے سرمائے کے محتاط استعمال کے نتیجے میں مقروض مسلم ممالک آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک جیسے اداروں کے سودی شیطانی جال سے آسانی کے ساتھ رہائی پاسکتے ہیں۔ اور ہم اپنی ہی قوتوں کے سہارے اپنے پیروں پر کھڑے ہو کر امت مسلمہ کی یکجہتی، اتحاد اور امداد باہمی کے نتیجے میں نہ صرف یہ کہ دنیا میں اپنا وقار بلند کرنے کی پوری پوری اہلیت رکھتے ہیں بلکہ عالمی اسلامی نظام تشکیل دے کے بندوں کو بندوں کی غلامی سے آزاد کرانے کا فریضہ سرانجام دینے کے قابل بھی ہو سکتے ہیں۔

اب آخر میں، ہم اس بات کی طرف توجہ مبذول کرانا ضروری سمجھتے ہیں کہ موجودہ حالات میں اس عالمی نظام کی تشکیل کے لیے جو اسلام کے زیر سایہ ہو، موجودہ امتِ مسلمہ اور اس کے قائدین کو کیا رویہ اختیار کرنا چاہیے۔

صاحبِ صدر! زمانہ جس تیز رفتاری سے گزر رہا ہے اور عالمی سطح پر امت مسلمہ کے لیے جو خطرناک حالات اپنوں کی غفلتوں اور غیروں کی منصوبہ بندیوں نے پیدا کر دیئے ہیں، ان میں یک مضبوط اتحاد اور یک جہتی کی فضا پیدا کرنا وقت کی سب سے اہم ضرورت ہے۔ 56 اسلامی مملکتیں جب تک حکومتی سطح پر ہم آہنگ وہم آواز نہیں ہوں گی اس وقت تک اسلام کے عالمی نظام کی تشکیل تو بڑی بات ہے ہم خود اپنی مملکتوں کے تحفظ کے قابل بھی انفرادی ریاستی حیثیت میں نہیں ہیں۔ ہمارے دشمنوں کے پاس طویل المیعاد منصوبے بھی ہیں انہیں بروئے کار لانے کے لیے ان کے پاس ہر طرح کی مادی قوتیں بھی ہیں۔ بظاہر ہم کسی محاذ آرائی کے متحمل بھی نظر نہیں آتے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ حالات سے گھبرا کے اپنے تحفظ کے فریضے کو نظر انداز کرتے ہوئے امت کے عالمی تصور سے باہر نکل کر سامراجیوں کے ظلم وستم کے سامنے محض اپنی مملکت کو بچانے کے لیے مقابلے دستبرداری اختیار کر لی جائے۔ عالمی اسلامی نظام کی تشکیل کی طرف پیشرفت سے پہلے ہمیں جن چیزوں کی طرف خصوصی توجہ دینی ہوگی ان میں اسلامی تصورات کی روشنی میں ایک ایسے مضبوط اور مربوط تعلیمی نظام کی ضرورت ہے جو جدید عہد کے سارے مسلمہ تقاضے پورے کرتا ہے۔ سائنسی مضامین سے بے نیازی برت کے کوئی ملت علم گیر قوت بننے کا تصور بھی نہیں کر سکتی اور ابھی تک یہ میدان سارے اسلامی ممالک میں لاپرواہیوں اور عدم منصوبہ

بندی کا شکار ہے۔سائنسی جامعات کا اجراءاوراس مقصد کے لیے امت کی مشترکہ جدوجہد کے بغیر نہ ہماری بقاممکن ہے اور نہ کسی عالمی فلاحی اسلامی نظام کا اجرا ہوسکتا ہے۔

تعلیمی پیشرفت کے ساتھ ہی اسلامی ملکوں کے وسائل اور ذرائع کو غیر پیداواری اخراجات سے بچا کر طویل المیعاد دفاعی اور صنعتی منصوبہ بندیوں کے لیے مخصوص کرنالازمی ہے۔اس کے نتیجے میں جہاں سامراجی قوتوں اوران کے دیئے ہوئے ہتھیاروں پر ہماری بقا کا انحصار کم ہوگا وہیں اپنے منصوبوں کی طرف پیشرفت کے نتیجے میں خودانحصاری پر ہمارااعتماد بھی بڑھے گااور غریب مسلمان ملکوں کے افراد کے لیے بہتر روزگار کے مواقع بھی میسر ہوں گے اور اسی سلسلے میں اسلامی ممالک کا اپنا خام مال اپنی صنعتوں میں استعمال ہونے کے لیے ایک دوسرے کی اقتصادی قوت کو بڑھانے کا سبب بھی بنے گا اور آج امت مسلمہ کی بکھری ہوئی اقتصادی قوت کچھ بعید نہیں کہ مستقبل قریب میں مشترکہ بینکنگ اور ایک بین الملی کرنسی کی صورت میں متشکل ہو سکے۔اگر مختلف ملکوں میں بٹا ہوا یورپ یورو کی شکل میں اپنی کرنسی لاسکتا ہے تو آخر ہم اس طرف کیوں پیشرفت نہیں کر سکتے۔آج سے زیادہ بات کی ضرورت بھی شاید ماضی میں کبھی نہیں تھی اور مستقبل میں اس کی ضرورت کا احساس اور بھی زیادہ شدت سے ابھرے گا۔۔پھر آج کے دور میں ذرائع ابلاغ کی ضرورت سے بھی بے نیازی نہیں برتی جاسکتی۔امت مسلمہ کو اپنے ذاتی اتحاد کے فروغ کے لیے بھی ایک عالمی نیوز ایجنسی، ایک مشترکہ اسلامی ٹی وی چینل اور جدید ثقافتی وتہذیبی یلغار کو روکنے کے لیے ایک ایسا مضبوط ابلاغ عامہ کا ادارہ اور تہذیب وثقافت کے ایسے جدید ماہرین بھی درکار ہیں کہ جو نہ ذہناً یورپ سے مرعوب ہوں اور نہ اسلامی کلچر کی اقدار ضروریات سے بے خبر ہوں۔جن کا کام مستقلاً اس بات کا جائزہ لینا ہو کہ دنیا میں کیا ہورہا ہے اوراس بات کی منصوبہ بندی کہ ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔

یہ وہ چند نکات ہیں، جن پر بہت حکیمانہ انداز سے غوروفکر کرتے ہوئے اسلامی عالمی نظام کی تشکیل کی منصوبہ بندی بھی کرنی چاہیئے اور موجودہ حالات کی حشر سامانی سے نکلنے کا پورا اہتمام بھی ہم سب کی ذمہ داری ہے۔

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امتِ مسلمہ کی ذمہ داریاں
تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

مومن شاہ۔ لاہور

چھٹی صدی عیسوی میں دو طاقتی نظام رائج تھا۔ یعنی طاقت کا توازن اس وقت دو بڑی سلطنتوں روم اور فارس نے سنبھالا ہوا تھا۔ مگر یہ نظام بری طرح ناکام ہوا۔ کیونکہ یہ نظام انصاف صلح اور مساوات پر مبنی نہ تھا۔ بلکہ توسیع سلطنت کی خواہش اور اقتدار کی ہوس پر مبنی تھا۔

اسلام کا عادلانہ نظام

اس وقت نبی اکرم ﷺ نے پوری دنیا کے لئے ایک نئے عالمی نظام کا با قاعدہ اور باضابطہ اعلان کیا۔ آپؐ نے یہ اعلان خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا۔ آپؐ نے فرمایا کہ آج استحصال، ظلم، ناانصافی، جبر وتشدد کا دور اپنے قدموں تلے روندتا ہوں۔

" الا کل شی من امر الجاهلية تحت قدمی " اور فرمایا خبردار تم میرے بعد پلٹ کر پھر گمراہ نہ ہو جانا یوں کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے نہ لگ جانا۔"

الا لا ترجعوا بعدی ضلا لا لا یضرب بعضکم رقاب بعض

اسلام اور عالمی امن

نیز فرمایا کہ اب فضیلت کے اور برتری کے سارے باطل دعوے جان و مالؑ کے سارے مطالبے اور سارے انتقام میرے پاؤں تلے روندے جا چکے ہیں۔"

فلیس لعربی علی عجمی فضل ولا لعجمی علی عربی فضل ولا لا سود علی ابیض و لا لا بیض علی اسود فضل الا بالتقوٰی۔

فرمایا پس کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر برتری نہیں اور نہ ہی کسی کالے کو گورے پر اور کسی گورے کو کالے پر برتری حاصل ہے۔ ساری برتریاں کردار، عمل وتقوٰی پر مبنی ہیں۔

مالی استحصال کا خاتمہ

سود کے بارے میں فرمایا۔ **ان کل ربا موضوع ولکن لکم رؤس اموالکم لا تظلمون ولا تُظلمون قضی اللّٰہ انه لا ربا۔**

بلاشک آج ہر قسم کا سود منسوخ کیا جاتا ہے۔ تم اپنے اصل رائس المال کے علاوہ کچھ نہیں لے سکتے نہ دے سکتے ہو اس طرح تم دوسروں پر ظلم نہ کرو۔ نہ روز محشر تم پر ظلم ہوگا۔ یہ فیصلہ اللہ تعالیٰ نے کر دیا کہ سود نہیں ہے

عورتوں کے حقوق

یا یھاالناس ان لکم علی نسائکم حقا ولھن علیکم حقا و استو صوا بالنساء خیراً. فا تقو اللّٰہ فی نسائکم . اے لوگوں بے شک تمہارے کچھ حقوق عورتوں پر ہیں اور تمہاری عورتوں کے کچھ حقوق تم پر ہیں۔ سو عورتوں کے ساتھ ہمیشہ بہتر سلوک کرنا اور ان کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا۔

زیردست لوگوں کے حقوق

فرمایا لوگو! زیردست انسانوں کا خیال رکھنا۔ انہیں وہی کھلانا جو خود کھاتے ہو، وہی پہنانا جو تم خود پہنتے ہو۔ یہ تمہارا اسلام کا عالمی نظام جس کے ذریعے پوری دنیا سے ظلم و ناانصافی کے خاتمے اور مساوات و انصاف کے نفاذ کے لئے عملی جدوجہد کا آغاز ہوا۔ اور 661ء تک کے خلفائے راشدین کے عہد میں مسلمانوں نے جس علاقے کو فتح کیا۔ وہاں کے غیر منصفانہ قوانین کو منسوخ کر کے اسلام کا عالمی اور انصاف و مساوات پر مبنی نظام نافذ کیا۔ بلکہ سلطنت عثمانیہ یعنی بیسویں صدی کے اوائل تک مسلمانوں نے انہی اسلامی اصولوں کے مطابق اپنی داخلہ اور خارجہ پالیسیوں کو تشکیل دیا

اٹھارھویں صدی کے آغاز سے لے کر جنگ عظیم دوم تک تقریباً ڈھائی سو سال میں عیسائیوں اور یہودیوں کے درمیان مختلف اتحادیوں کے ذریعہ اپنے مفادات کے لئے جنگیں ہوتی رہی ہیں جس میں لاکھوں انسانوں کو لقمہ اجل بنایا گیا اور اپنے مفادات کے تحفظ کیلئے اقوام متحدہ کی داغ بیل ڈالی گئی۔

پھر عالمی نقشہ پر دو مختلف قطب میں دو بڑی طاقتیں (امریکہ اور روس) رہ گئیں اور انہوں نے امریکن بلاک اور رشین بلاک کے نام BIPOLAR SYSTEM رائج کیا۔ یہ ایک سرد جنگ کا آغاز تھا۔ سرد جنگ کے 40 سالہ دور میں روس اور امریکہ نے پراپیگنڈا کے ذریعے ہر محاذ پر نفسیاتی جنگ جاری رکھی اور دنیا بھر کی دیگر اقوام کو اس حد تک احساس کمتری میں مبتلا کر دیا کہ ان اقوام کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہا کہ وہ بین الاقوامی سیاست کے ساتھ چلنے کے لئے انہی استعماری طاقتوں میں سے کسی ایک کو اپنالیں۔ ان دو طاقتوں کے زیر سایہ رہنے والی قوموں کو جب بھی موقعہ ملا انہوں نے انکے خلاف بھرپور نفرت کا اظہار کیا۔

نئے عالمی نظام کا تصور امریکہ کے خارجہ پالیسی میں اس وقت ابھرا جب امریکہ اور روس نے جنیوا معاہدہ پر دستخط کئے تھے۔ جنیوا معاہدہ پر دستخط کر دینے سے روس چالیس سال سے جاری سرد جنگ کی دوڑ میں بہت پیچھے رہ گیا۔ اور امریکہ واحد فاتح کی حیثیت سے ایک نئے دور میں داخل ہوا۔ اور نیو ورلڈ آرڈر کی شکل میں پوری دنیا پر بلاشرکت غیرے اپنی حکمرانی اور سربراہی کے تصور کو عملاً ایک نظام بنانے کی کوشش شروع کر دی۔ جس کے تحت وہ پوری دنیا کے نظام کو اپنے فوجی سیاسی اور اقتصادی مفادات و ترجیحات کے تابع بنانا چاہتا ہے۔ تاکہ وہ عرصہ دراز تک اپنی ''عالمی یکتائی'' کے زور پر بین الاقوامی سرمایہ داریت اور استحصالیت کو فروغ دے سکے۔

14 اپریل 1988ء کو روس نے جنیوا معاہدہ پر دستخط کر کے 40 سال سے جاری سرد جنگ کا خاتمہ کر دیا۔ امریکہ کی برتری کو تسلیم کرتے ہوئے افغانستان سے اپنی فوجوں کی واپسی پر رضامند ہو گیا۔ اور امریکی منصوبے کے تحت مختلف ٹکڑوں میں بٹ گیا۔

اب امریکہ کو اپنی خواہش اور مرضی کا نظام مسلط کرنے کیلئے نئے لائحہ عمل کی ضرورت تھی جسے نئے عالمی نظام'' NEW

WORLD ORDER "کا نام دے کر امریکی صدر جارج بش نے اکتوبر 1990ء کو اپنے ایک خطاب واضح کر دیا۔ جس کے تحت کوئی ملک اقوام متحدہ کی اجازت کے بغیر اپنی دفاعی اور فوجی قوت نہیں بڑھا سکے گا۔ تمام ممالک میں جمہوریت ہوگی۔ تجارت کی بین الاقوامی مارکیٹوں پر اقتصادی پابندی کا فیصلہ اقوام متحدہ کرے گی۔

نیو ورلڈ آرڈر کی بنیاد

دراصل ان خیالات کا اظہار 17 فروری 1950ء کو امریکہ کے سابق صدر روز ویلٹ کے یہودی مشیر وار برگ نے پہلے ہی کر دیا تھا کہ ہم یہودیوں نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ ہم ایک عالمی حکومت قائم کریں گے۔ اب سوچنا صرف یہ ہے کہ آیا یہ حکومت جنگ کے ذریعے قائم کی جائے یا سیاسی حکمت عملی کے ذریعے۔

ان تمام بیانات کے پس منظر میں یہودیوں کے اکابرین کی وہ سازش تھی جو 1896ء میں سویزرلینڈ کے شہر باسل میں یہودیوں کے نمائندوں نے اتفاق رائے سے پوری دنیا پر اپنا تسلط قائم کرنے کیلئے لائحہ عمل کی تشکیل کی صورت میں تیار کی جو 24 ابواب پر مشتمل ہے۔

اس خفیہ کتاب کا نام "صیہونی ارباب دانش کے وثیقے" ہے (THE PROTOCOL OF JEWISH)

یہ کتاب فری میسن نامی تنظیم کی ایک بااثر عورت کے گھر سے ایک ملازمہ کے ذریعے روسی پادری سرگی اے نائلس تک پہنچی۔ 1905ء میں اس کا پہلا ایڈیشن روسی زبان میں شائع ہوا۔ 1907ء میں اس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا۔ اس کے بعد میں 1919ء میں انگریزی زبان میں امریکہ میں شائع ہوئی۔

مختلف وثیقوں سے اخذ شدہ چند اقتباسات

وثیقہ نمبر 1 آخری پیرا

ہمیں نہ صرف فتح حاصل کرنے کیلئے بلکہ اپنے فرائض منصبی کو پورا کرنے کیلئے اور اپنے بہترین مفادات کے تحفظ کی خاطر دھوکہ اور تشدد کے پروگرام پر بہر صورت کاربند رہنا چاہیئے ہم صرف ذرائع اور وسائل کی فراوانی پر ہی تکیہ نہیں کرتے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ نظریہ تشدد اور بربریت سے ہم فتح و نصرت کی راہ پر گامزن ہونگے۔ اور ہم تمام حکومتوں کو حکومت اعلیٰ کے تحت لے آئیں گے۔

وثیقہ نمبر 2 درمیانی پیرا

اس طرح ہمارے بین الاقوامی حقوق درحقیقت مقامی و قومی حقوق کی جگہ لے لیں گے مزید برآں وہ قوموں پر اس طرح لاگو ہوں گے جس طرح کسی مملکت کا دیوانی قانون حکومت اور رعایا کے تعلقات پر لاگو ہوتا ہے۔ ہمارے منتخب حکام جن کو ہم عوام میں سے اوپر لائیں گے، ان کی اہم ترین خصوصیت یہ ہو کہ وہ ہمارے تابع فرمان ہونگے، وہ ایسے لوگ بہر حال نہیں ہونگے جن کو نظم و نسق کی تربیت حاصل ہو اس کے لئے وہ آسانی سے ہمارے آلہ کار بن جائیں گے۔ کیونکہ وہ ہمارے مشیروں اور ماہروں کے محتاج ہونگے۔

وثیقہ نمبر 5 پہلا پیرا

ہماری سلطنت کا طرۂ امتیاز حیرت انگیز تناسب کی ایک ایسی مطلق العنانی ہوگی، جو ہر جگہ، ہرلمحہ، ہرآں غیر یہود قوت کا استیصال کرنے پر قادر ہوگی جو ہماری راہ یا فکر میں حائل ہونے کی کوشش کرے گی۔ ہمیں تمام غیر یہود اقوام کی تعلیم کو اس انداز میں مرتب کرنا ہے۔ کہ جب کبھی ان کو کسی معاملہ میں اپنے طور پر کوئی قدم اٹھانا ہو تو کسی قطعی فیصلہ پر نہ پہنچ سکیں۔ ہم ان تمام طریقوں سے غیر یہودیوں کو اتنا زچ کریں گے کہ وہ ہمیں بین الاقوامی اقتدار پیش کرنے پر مجبور ہونگے۔ اس طرح ایک اعلیٰ حکومت کی بنیاد پڑ جائے گی۔ آج کے حکمرانوں کی جگہ ہم ایسے ایک ادارے کی تشکیل کریں گے جو اعلیٰ حکومت کی نظامت کہلائے گی۔ اس کے ہاتھ ہر چہار سمت پھیلے ہونگے۔ اور اس کا دخل دنیا کے ہر کونے میں ہوگا۔

وثیقہ نمبر 6 پہلا پیرا

ہم جلد ہی بڑی بڑی اجارہ داریوں کا قیام کریں گے اور اس طرح دولت اور زر کے بڑے ذخیرے قائم ہو جائیں گے۔ یہ وہ مراکز ہونگے جن پر غیر یہود کی قسمتوں کا اس حد تک انحصار ہوگا کہ سیاسی تباہی کے اگلے دن ہی وہ تمام ملکی قرضوں سمیت ہی ڈوب جائیں گے۔

وثیقہ نمبر 7 پہلا پیرا

ہم جو کچھ حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ دنیا کی تمام مملکتوں میں ہمارے علاوہ صرف مزدوروں اور محنت کشوں کی آبادی ہو۔

وثیقہ نمبر 8 پہلا پیرا

ہمیں ایسے تمام اسلحہ جات سے لیس ہونا ہے جو ہمارے دشمن ہمارے خلاف استعمال کر سکتے ہیں۔ ہمیں ایسے فیصلے صادر کرانا ہونگے جو نہایت ہی غیر منصفانہ اور غیر معقول ہونگے۔

وثیقہ نمبر 9 پہلا پیرا

ایک خاص اور موزوں وقت پر ہم جو کہ متفق ہیں فیصلے صادر کریں گے۔ ہم قتل کریں گے۔ اور قتل عام میں کسی کو نہ بخشیں گے۔ (آخری پیرا) الغرض زندگی کے ہر اہم شعبہ میں ہمیں دخل حاصل ہوگا لیکن ہمارا خاص دخل تعلیم و تربیت میں ہوگا جو آزاد زندگی میں ستون کی حیثیت رکھتے ہیں۔

وثیقہ نمبر 11

غیر یہود بھیڑوں کا ایک گلہ ہیں اور ہم ان کے بھیڑیئے۔ اور بھیڑیئے، بھیڑوں کے گلے میں گھس جائیں تو جو کچھ ہوتا ہے، آپ اسے بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔

وثیقہ نمبر 13 پہلا پیرا

اس خطرے کے پیش نظر کہ مبادا لوگ اس بات کا اندازا کر لیں کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ ہم ان کی توجہات کھیل تماشے،

تفریحات، بے لگام جذبات اور عوامی محلات کیطرف پھیر دیں گے۔ پھر جلد ہی ہم پریس کے ذریعے آرٹ اور کھیلوں کے مقابلوں کی تجویز پیش کریں گے۔ اس قسم کی دلچسپیاں ہمیشہ کیلئے ان کی توجہات کو ان کے مسائل سے ہٹا دیں گی جن کی مخالفت پر ہم مجبور ہونگے۔ جب لوگ سوچنے کی عادت سے عاری ہو جائیں گے تو ہماری ہی زبان میں بات کرنا شروع کر دیں گے۔

وثیقہ نمبر 14 پہلا پیرا

ہم اس وقت تک مطمئن نہیں ہو سکتے جب تک نظام حکومت کی تبدیلیاں جو ہم غیر یہود حکومتوں کے ریاستی ڈھانچہ کو تباہ کرنے کے دوران انہیں مجبور کر کے لاتے رہتے ہیں۔ لوگوں کو اتنا تھکا ہوا اور بیزار بنا دیں کہ وہ ہمارے ماتحت رہ کر ہر مصیبت کو غیر یہود حکومت کے تحت برداشت کی ہوئی تکالیف اور بدمنی پر ترجیح نہ دینے لگیں۔ جو ممالک ترقی یافتہ اور روشن خیال سمجھے جاتے ہیں ان میں ہم نے ایک بے معنی، گندی، نفرت انگیز اور فحش لٹریچر پیدا کر دیا ہے۔

وثیقہ نمبر 16

ہمیں غیر یہود کے نظام تعلیم میں ان تمام اصولوں کو تعارف کرانا ہے۔ جو بڑی کامیابی سے ان کے نظم ونسق کے تمام پرزے ڈھیلے کر دیں۔

یہ تھے چند اقتباسات جو مذکورہ کتاب کے مختلف وثیقوں سے اخذ کئے گئے۔ اس سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ نیا عالمی نظام کیا ہے اور کس انداز سے اس کی تشکیل ہو رہی ہے۔

نئے عالمی نظام کا اقتصادی پہلو

امریکہ میں شہروں کے پسماندہ حصوں کی املاک اکثر ٹھیکے دار انتہائی کم قیمت پر خرید لیتے ہیں۔ اس کے بعد ان ٹھیکہ داروں کے تباہ کرنے والے کارندے (WREKERS) وہاں موجود پرانی اور بوسیدہ عمارات کو بارود اور جدید طریقوں سے منہدم کر کے اس کا ملبہ صاف کرتے ہیں۔ پھر وہاں جدید شہری سہولتوں کا انتظام کر کے یہ ٹھیکے دار (DEVELOPERS) وہاں جدید طرز کی تعمیرات کر کے ان کی خاطر خواہ بھاری رقم وصول کرتے ہیں۔

تو کویت کے بعد افغانستان اور اب عراق پر امریکہ اسی انداز میں یہودی Developers کیلئے بین الاقوامی سطح Wrekers کا کام سرانجام دے رہا ہے۔ پھر اربوں ڈالرز کے ٹھیکے امریکی کمپنیوں کو مل جائیں گے۔ اور ہڈی کے طور پر کچھ برطانیہ اور دیگر اتحادی یورپی ممالک کو بھی۔ ان اربوں ڈالرز کے ٹھیکوں سے جہاں ان ممالک کے جمع شدہ مالی ذخائر اور معدنیات پر جھاڑو پھیری جائے گی، وہاں دوسری طرف مغربی ممالک خصوصاً امریکہ کے سنجیدہ قسم کے مالی مسائل کے حل کیلئے بڑی مدد ملی گی یہ ہے اس نئے عالمی نظام کا اقتصادی پہلو۔

اس کے بعد از سر نو تعمیر ہونے والی عمارات میں ایسے الات نصب ہونگے جو صلیبی اور صیہونی عالمی نظام کیلئے کارآمد ہونگے جن کی مدد سے حکمران طبقے کے افراد کو گوشت پوست اور دل ودماغ والے انسانوں سے تبدیل کر کے ''کٹھ پتلی'' بنانے میں مدد ملے گی یہی صیہونی دانشور اکابرین کے وثیقوں کا عملی مثال ہے۔

یہ تحریریں ان حتمی مقاصد جن کیلئے یہودی تگ و دو کر رہے ہیں کی بڑی ہمہ جہتی تشریح ہے۔ اور حقیقی واقعات کا مطالعہ و مشاہدہ ہی ان دستاویزات کی سند کو پرکھنے کا بہترین طریقہ ہے۔

امت مسلمہ کی ذمہ داریاں

نئے عالمی نظام یعنی امریکہ کے مذموم عزائم کی بیخ کنی کے لئے اسلام کے عادلانہ اور انصاف و مساوات پرمبنی عالمی نظام کیلئے لائحہ عمل تیار کیا جائے۔

کیونکہ اسلام کا عادلانہ نظام ہی دنیا میں امن وسلامتی کا ضامن ہے۔ اسلامی نظام کے نفاذ سے نہ صرف مسلمانوں کو جان و مال آبرو اور عزت کی حفاظت حاصل ہوتی ہے بلکہ اس عادلانہ نظام میں کفار ذمیوں کو بھی ہر قسم کی حفاظت حاصل ہوتی ہے۔

اس بارے میں حضورﷺ کا ارشاد ہے کہ ''جس شخص نے کسی ذمی کو ستایا تو قیامت کے دن اس کی طرف سے میں دعویدار بنو نگا اور جس مقدمہ میں میں دعویدار ہوں تو میں ہی غالب رہونگا''۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا ''مجھے میرے پروردگار نے منع فرمایا ہے کہ میں کسی معاہدہ یا کسی دوسرے پر ظلم کروں''

ایک اور حدیث میں فرمایا خبردار جو کسی غیر مسلم معاہد پر ظلم کرے یا اس کے حق میں کمی کرے یا اس پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالے یا اس سے کوئی چیز بغیر اس کی دلی رضامندی کے حاصل کرے تو قیامت کے روز میں اس کا وکیل ہونگا۔

تاہم ان تمام تر مراعات کے باوجود مسلمانوں کو اپنی جماعت وملت کی حفاظت کیلئے یہ ہدایات بھی دی گئیں ہیں کہ اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں کو اپنا گہرا دوست راز دار اور معتمد نہ بنایا جائے۔ جس پر عہد خلفائے راشدین کے بہت سے واقعات شاہد ہیں۔

دفاعی قوت کا حصول

امت مسلمہ کو چاہیے کہ زیادہ سے زیادہ اپنی دفاعی قوت کو مضبوط بنائیں۔ دفاعی قوت کے حصول کا حکم اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن مجید میں دیا ہے۔ ارشاد ہے **واعدوالھم مااستطعیم من قوۃ الآیہ** ۔ یعنی سامان جنگ کی تیاری کرو کفار کیلئے جن قدر تم سے ہو سکے اور مقابلہ کی قوت جمع کرو۔

اس میں ضروری نہیں کہ تم ان جیسی قوت حاصل کرو بلکہ فرمایا کہ تم حسب استطاعت قوت حاصل کرو۔ باقی نصرت وحمائت خداوندی تمہارے شامل حال ہوگی۔ یہ قوتِ مقابلہ کا حصول باعث اجر وثواب بھی ہے۔ حضورﷺ نے سامان جنگ فراہم کرنے اور اس کے استعمال کی مشق کرنے کو بڑی عبادت اور موجب ثواب عظیم قرار دیا ہے۔ تیر چلانے اور بنانے پر بڑے بڑے اجر وثواب کا وعدہ ہے۔

درج بالا آئت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اس وقت کے مروجہ ہتھیاروں کا ذکر نہیں فرمایا۔ بلکہ قوت کا عام لفظ اختیار فرما کر اس طرف بھی اشارہ کر دیا کہ یہ قوت ہر زمانہ اور ہر ملک و مقام کے اعتبار سے مختلف ہو سکتی ہے۔ اس زمانہ میں تیر، تلوار نیزے تھے۔ پھر بموں اور راکٹوں کا دور آیا۔ اب میزائل اور جوہری ہتھیاروں کا دور ہے۔ ہر دور کا ضرورت کے مطابق اسلحہ حاصل کیا جائے اور یہ حصول قوت کا اصل مقصد قتل وقتال نہیں بلکہ کفر وشرک کو زیر کرنا اور مرعوب ومغلوب کر دینا ہے۔

تمام مسلمہ ممالک کا ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونا

فی زمانہ پوری دنیا کے مسلمان جن مشکل حالات سے گزر رہے ہیں۔ کفار یہود کی سرپرستی میں جس طرح دنیا سے مسلمانوں کو نابید کرنے راستے پر گامزن ہیں۔ ان حالات میں اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ تمام مسلم ممالک ایک پلیٹ فارم پر اکٹھے ہو جائیں۔ کیونکہ اس صورت حال میں اتفاق واتحاد سے دشمن کی سازشوں اوران کی جارحیت کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔ کسی بھی اسلامی ملک پر جارحیت کو پوری اسلامی دنیا پر حملہ تصور کیا جائے۔ اس سلسلہ میں یہ بھی ضروری ہے کہ تمام مسلم ممالک مشترکہ دفاعی قوت تشکیل دیں تاکہ امریکہ کی سامراجی یلغار سے اپنے آپ کو بچاسکیں۔ اور مسلمانوں پر ہونے والے ظلم و بربریت اور انسانی حقوق کے خلاف ورزیوں سے روک تھام ہو سکے۔

اور مسلم ممالک علاقائی اور بین الاقوامی سطح پر مل کر ایسے قوانین وضع کریں جن کے ذریعے بڑی طاقتوں کی لوٹ کھسوٹ سے محفوظ رہ سکیں۔ اس کیلئے اقتصادی تعاون کو فروغ دیں۔

اپنے اپنے ممالک میں اپنی مصنوعات کو فروغ دیں یا پھر دیگر مسلم ممالک کی مصنوعات کا استعمال کریں۔ یہود ونصاریٰ کی مصنوعات کا مکمل بائیکاٹ کریں۔

سودی نظام سے چھٹکارا

تمام مسلم ممالک کی یہ پہلی ترجیح ہو کہ سودی نظام سے فوری چھٹکارا حاصل کریں کیونکہ سود ایک بہت بڑی لعنت ہے۔ دراصل سود اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ تباہی ہی تباہی ہے۔ اسی سود کے ذریعے ہی یہود نے پوری دنیا کو یرغمال بنایا ہوا ہے۔ اور سود ہی کے ذریعے یہود پوری دنیا کے مال ودولت پر قابض ہیں اسلام نے مسلمانوں کی ہر مقام پر راہنمائی فرمائی ہے۔ اسلام نے مسلمانوں کو اپنا ایک بہترین اقتصادی اور معاشی نظام دیا ہے۔ جو ہر مقام اور ہر زمانے میں قابل عمل ہے۔ لہذا جملہ مسلم ممالک اپنے اسلامی اصولوں کے مطابق اپنے بنکاری نظام کو مؤثر بنا کر سود کی لعنت اور یہود کے مال ودولت کی سرپرستی سے چھٹکارا حاصل کر سکتے ہیں۔ مسلم امہ کو اللہ تعالیٰ نے معدنی وسائل میں بھی برتری نصیب فرمائی ہے۔ اور مال ودولت کی فراوانی بھی عطا کی ہے۔ تمام مسلم ممالک کو چاہیئے کہ وہ اپنے تمام وسائل کو یکجا کریں اور ان پر اپنا کنٹرول حاصل کر کے اپنی مرضی کے مطابق دوسروں تک پہنچائیں اسی طرح مسلمانوں کی بے حساب دولت یورپ اور امریکہ کے بنکوں میں جمع ہے جن سے یہود ونصاریٰ بہر صورت انتہائی فائدہ حاصل کر رہے ہیں۔ یہ جمع شدہ رقوم ان کی معیشت ریڑھ کی ہڈی کا کام دے رہی ہیں انہی رقوم کی گردش سے حاصل ہونے والی رقم مسلمانوں کے ہی خلاف استعمال ہو رہی ہے۔

سائنسی اور دینی علوم پر خصوصی توجہ

مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ علوم نبویہ اور علوم عصریہ دونوں پر خصوصی توجہ دیں کیونکہ یہ علوم مسلمانوں کا اصل سرمایہ ہیں۔ قرآن مجید جو اللہ تعالیٰ کا برگزیدہ کلام ہے یہی تمام علوم کا سرچشمہ ہے۔ دینی اور شرعی علوم کا منبع بھی قرآن مجید ہے۔ اور سائنسی علوم سر چشمہ بھی قرآن ہے۔

یہ ایک عام حقیقت ہے کہ سپین کے مسلمان مغربی یورپ میں نئے علوم کا اصل سرچشمہ تھے۔حتیٰ کہ مغربی دنیا کا ایک انتہائی متعصب لیکن دیانتدار سائنس دان بھی اس حقیقت سے انکار نہیں کرے گا۔ جو پہلے غار حرا میں محمد ﷺ پر اترا اور پھر مدینہ منورہ میں اس کی تکمیل ہوئی۔ اس نے بغداد، قرطبہ، غرناطہ، اشبیلیہ اور مصر کی یونیورسٹیوں کو علم وادب سے منور کیا۔ جن یورپ کو روشنی کی اولین کرنیں پہنچیں۔ جن کے باعث یہ جہالت اور تاریکی کے دور سے نکل کر روشنی اور سائنس کے دور میں داخل ہوا انگریزوں نے ان مراکز سے انسان کی ساختہ حدود وقیود سے انسان کی آزادی حق وانصاف کے وہ سبق چرائے جو کہ محمد ﷺ نے اپنے صحابہ کو مدینے میں دیئے۔ اور پھر انہوں (فرنگیوں) نے یہ سبق اپنے اپنے علاقوں میں اپنے لوگوں کے درمیان پھیلا دیئے۔ تو گویا کہ سائنسی علوم کے اصل موجد مسلمان ہی تھے۔

نیا عالمی نظام (New world order) امت مسلمہ کے موجودہ حالات کو دائمی زوال میں تبدیل کرنے اور رہی سہی غیرت وحمیت کو ہمیشہ کیلئے ختم کرنے کی ایک گہری سازش ہے۔

عروج وزوال ایک مسلسل عمل ہے۔ جو قوموں کی تاریخ کا ایک حصہ ہوتا ہے۔ اس لئے زوال کی شب تاریک کے بعد عروج کی صبح بھی طلوع ہوگی ان شاءاللہ۔

مقالات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امت مسلمہ کی ذمہ داریاں
تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں

ڈاکٹر محمد ضیاء الحق ۔ اسلام آباد

عالمی نظام کی تعریف

1.1 نظام کا مفہوم

اردو میں نظام کا لفظ عربی زبان سے آیا ہے۔ یہ لفظ فعل نظم سے مشتق ہے اور اس کے معنی تالیف اور مجموعہ کے ہیں۔ یعنی کسی چیز کو کسی دوسری چیز کے ساتھ کسی ترتیب سے منسلک کر دینا نظم کہلاتا ہے۔(1) مختلف اجزاء کو جوڑ کر ایک چیز بنانا بھی نظم ہی ہے۔ جس کو انگریزی میں System کہا جاتا ہے۔(2) عربی میں کہا جاتا ہے نظمت اللؤلؤ یعنی ان کو ایک ترتیب سے رسی میں پرو دیا۔ تنظیم کے معنی بھی نظام کی طرح ہی ہیں۔(3) جب کسی کام کی کوئی ترتیب نہ ہو اور وہ کام کسی نظام کے ماتحت نہ ہو تو اس کے متعلق کہا جاتا ہے:

> ''اس معاملہ کے لیے کوئی نظام نہیں ہے یا اس کا کوئی مناسب طریقہ نہیں اور اسی طرح کہا جاتا ہے کہ وہ ابھی تک ایک نظام یعنی عادت کا پابند ہے۔ یا یہ کہ ان کے کام کے لیے کوئی نظام یعنی عادت نہیں ہے۔ یعنی اس کے لیے راہنمائی ترتیب اور استقامت نہیں ہے۔''(4)

مختصر یہ کہ نظام سے مراد معاملات کی کسی مخصوص و معروف طریقے اور اسلوب سے انجام دہی ہے۔

1.2 عالمی کا مفہوم

اردو زبان میں عالمی کا لفظ عالَم سے نکلا ہے۔ عالِم کے معنی علم والے کے ہیں جب کہ عالَم کے معنی دنیا' جہان' دنیا کے لوگ' مخلوق کے ہیں۔ عالمی کے معنی پوری دنیا کا یا تمام انسانوں کے ہیں۔ یہ لفظ اردو زبان میں بین الاقوامی International کے مترادف استعمال کیا جاتا ہے۔(5)

1.3 عالمی نظام کا مفہوم

عالمی نظام سے مراد وہ مخصوص اور معروف اسالیب ہیں جو مختلف ممالک اور قوموں کے درمیان معاملات اور تعلقات کی سرانجام دہی کے لیے استعمال کیئے جاتے ہیں۔(6) عالمی نظام کو مربوط اور منظم بنانے کے لیے با قاعدہ قواعد و ضوابط وضع کئے جاتے ہیں۔ ان قواعد و ضوابط کو بین الاقوامی یا عالمی قانون کہا جاتا ہے۔ بین الاقوامی قانون کی مختلف تعریفیں ہیں۔(7) جن میں سے چند اہم حسب ذیل ہیں؛

ڈاکٹر حمید اللہ (م ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۲ء)(8) اور بعض دوسرے ماہرین قانون کے نزدیک ''بین الاقوامی قانون سے مراد وہ قانونی ضابطے ہیں جو ممالک اور بین الاقوامی شخصیات کے باہمی تعلقات کو منظم کرتے ہیں۔''(9)

ایک اور رائے کے مطابق بین الاقوامی قانون سے مراد ''وہ قانونی نظام ہے جو بین الاقوامی معاشرے یا متعین بین الاقوامی گروہوں کے درمیان تعلقات کو منظم کرے۔''(10)

ان آراء کا خلاصہ یہ ہے کہ بین الاقوامی نظام یا عالمی نظام سے مراد مخصوص طریقے سے اقوام' ممالک اور مناطق کے درمیان تعلقات کی انجام دہی ہے اور ان تعلقات کو منظم کرنے والے قواعد کو بین الاقوامی قانون کہا جاتا ہے۔(11)

1.4) عالمی قانون کے لیے اسلامی اصطلاح (السیر)

اسلام کی آمد کے بعد مسلمانوں نے ریاست کی بنیاد رکھی اور اس ریاست کے لیے ایک قانونی نظام تشکیل دیا۔ اس قانونی نظام کے اس حصہ کو جو جنگ، صلح اور اقوام کے درمیان تعلقات کو منظم کرتا تھا سیر کا نام دیا گیا۔ (12)

سیر کے لغوی معنی طرز عمل، طرز زندگی اور روایت کے ہیں اور یہ انہی معنوں میں مختلف مصنفین نے استعمال کیا ہے۔ سیر کے لفظ کی ان معنوں میں استعمال کی اہم مثال رسول اللہ ﷺ کی ایک روایت ہے۔ جو ابن ہشام (م ۲۱۳ھ/ ۸۲۸ء) (13) سے مروی ہے اس روایت میں ہے:

> ''رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال کو حکم دیا کہ وہ پرچم ان کے حوالے کریں۔ حضرت بلال نے پرچم حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے اللہ کی حمد بیان کی اور اپنے پر درود بھیجا اور پھر فرمایا۔ اے ابن عوف اس پرچم کو تھام لو اور اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جہاد کرو جو اللہ کا انکار کرتے ہیں، حد سے تجاوز مت کرو اور نہ ہی وعدہ خلافی کرو۔ مردوں کی بے حرمتی کرو اور نہ ہی عورتوں اور بچوں کو قتل کرو۔ یہ اللہ کا عہد ہے اور اس کے نبی کی تمہارے لیے سیرت ہے۔'' (14)

ابن حبیب (م ۲۴۵ھ/ ۸۶۰ء) (15) نے سیر کا لفظ سابقہ بادشاہوں کے رویے اور طرز حیات کے معنوں میں استعمال کیا ہے۔ (16)

امام احمد بن حنبل نے المسند میں ایک روایت نقل کی ہے۔ اس روایت میں بھی یہ اصطلاح استعمال ہوئی ہے۔ اس روایت کے الفاظ اس طرح ہیں: ''و استخلف ابوبکر فعمل بعملہ و سار بسیرتہ ثم استخلف عمر سار بسیرتھما۔'' (17)

سیر کی اصطلاح فقہاء کے ہاں بین الاقوامی تعلقات کے حوالے سے اگرچہ صدر الاسلام سے ہی استعمال ہو رہی تھی لیکن اس اصطلاح کو قانونی شکل امام ابوحنیفہ نے دی۔ انہوں نے جنگ و صلح کے نام سے جو لیکچرز دیئے وہ ان کے شاگردوں نے مدون کر دیئے۔ انہی مدون شدہ ذخیروں میں سے جو ہم تک پہنچے ہیں، امام محمد بن الحسن الشیبانی (م ۱۸۴ھ/ ۸۰۴ء) (18) کی کتاب السیر الصغیر اور کتاب السیر الکبیر شامل ہے۔ امام اوزاعی (م ۱۵۷/ ۷۷۴ء) (19) نے بھی اس موضوع پر ایک کتاب لکھی تھی وہ کتاب اگرچہ ہم تک نہیں پہنچی تاہم اس کتاب پر لکھی گئی تنقیدی کتاب الرد علی سیر الاوزاعی جو کہ امام ابو یوسف (م ۱۸۳ھ/ ۷۹۹ء) (20) نے تحریر کی ہے ضرور ہم تک پہنچی ہے۔ امام شافعی نے اپنی کتاب الام میں بھی امام اوزاعی کی السیر کے حوالے دیئے ہیں۔ ان فقہاء کی تحریروں کی موجودگی میں السیر کی اصطلاح ایک معروف قانونی اصطلاح کی صورت میں متداول ہو گئی ہے۔ (21)

1.5) السیر کی اصطلاحی تعریف

امام السرخسی (م ۴۸۳ھ/ ۱۰۹۰ء) (22) نے السیر کی وضاحت ان الفاظ میں کی ہے۔

> ''جان لیجئے کہ السیر کی جمع سیرت ہے اور اسی نام سے یہ کتاب موسوم ہے کیونکہ اس کتاب میں مسلمانوں کی اس سیرت کا بیان ہے جو انہوں نے اہل حرب میں سے مشرکین اور اہل عقد میں سے مستامنین اور ذمیین اور مرتدین (جو کہ سب سے بدترین کافر ہیں کیونکہ انہوں نے اقرار کے بعد انکار کیا ہے) اور باغیوں (جن کا حال مشرکین کا سا ہے کیونکہ وہ جاہل ہیں اور غلط تاویل میں مبتلا ہیں) سے معاملات کرتے ہوئے اختیار کی۔'' (23)

1.6) السیر کی اصطلاح کی رسول اللہ ﷺ سے مناسبت

اگرچہ فقہاء نے السیر سے مراد مسلمانوں کا بین الاقوامی قانون لیا ہے۔ لیکن مؤرخین کے نزدیک السیر سے مراد رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہے۔ امام رضی الدین سرخسی (م ۵۷۱ھ/ ۱۱۷۵ء) (24) کہتے ہیں کہ السیر کی اصطلاح جب موصوف کے بغیر استعمال ہو تو اس سے مراد

رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہوتی ہے۔ جیسا کہ وہ بیان کرتے ہیں؛

"(السیر) کی اصطلاح شرع میں مطلقاً رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے لیے استعمال کی جاتی اور خاص طور پر آپ کے جنگوں کے اسلوب کے لیے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر نبی کا ایک پیشہ ہے اور میرا پیشہ جہاد ہے اور میرا رزق نیزے کے سائے تلے ہے۔" (25)

مختصر یہ کہ السیر کے لغوی معنی رویے اور طریقے کے ہیں۔ اس اصطلاح کا استعمال جنگوں میں رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے بیان کے لیے ہوا اور بعد میں رسول اللہ ﷺ کی عمومی زندگی کو بیان کرنا بھی سیرت کہلایا جانے گا اور چونکہ بین الاقوامی تعلقات کو منظم کرنے والے اسلامی قوانین سیرت رسول ﷺ سے ہی مستنبط ہیں اس لیے ان کے لیے فقہ اسلامی میں السیر کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔

2۔ رسول اللہ ﷺ کی مکی زندگی میں مثالی عالمی نظام کے مظاہر

2.1 رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے قبل کا عالمی نظام

ایک ہی آدم وحوا کی اولاد ہونے کے باوجود نسل انسانی قدیم زمانے میں معاشی ضرورتوں کے لیے منتشر ہوتی رہی۔ یہ منتشر گروہ الگ الگ بستیوں شہروں اور ملکوں میں رہنے لگے۔ اسی لیے ناگزیر نبی اور مصلح بھی قومی ہوتے نہ کہ عالمگیر اور بین الاقوامی اور ان کی تعلیمات اپنی اپنی قوموں تک ہی محدود ہوتی تھی۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ رُسُلاً إِلَىٰ قَوْمِهِمْ﴾ (26)

(اور ہم نے آپ سے پہلے انبیاء کو صرف ان کی قوموں کی طرف ہی مبعوث کیا۔)

انسانیت کے لیے عالمیت کی ضرورت آہستہ آہستہ ہی پیدا ہوئی۔ (27) اس وقت یہ احساس ہوا کہ اب نبی بھی مختص المکان اور مختص الزمان ہونے کی بجائے عالمی اور بین الاقوامی ہو۔

یونان فصاحت و بلاغت کے دریا بہا چکا تھا۔ دنیا کو اس کی ذہنی غلامی سے نجات دلانے کے لیے حکمت وفصاحت کے ایک بہتر اور بلند تر نمونے کی ضرورت تھی۔ روم نے قانون سازی میں کمال پیدا کیا ہوا تھا اور رسول عربی ﷺ کی پیدائش سے پانچ سال قبل فوت ہونے والے شہنشاہ جسٹینین نے رومی قوانین کی تدوین کا کارنامہ سرانجام دلا کر دنیا کو ایک چیلنج دے دیا تھا کہ اس سے بہتر کوئی قانون لاؤ۔ اسی طرح ہندوؤں، مصریوں اور ایرانیوں نے کچھ ایسے کارنامے چھوڑے تھے جن سے خاص خاص شعبوں میں انسانی ذہنیت پر ان کی برتری مسلم ہو چکی تھی۔ اور ضرورت تھی کہ انسانی ذہن کی صحت مند بالیدگی کو کچلنے والے موانع کو دور کر دیا جائے اور انسان کو عقل، فکر، نظر، بصر، سمع، تفقہ، تدبر، شعور اور علم وغیرہ سے خود کام لینے پر آمادہ کیا جائے۔ اس دور کے بین الاقوامی حالات تقاضا کر رہے تھے کہ پوری دنیا کو اب جھنجھوڑ کر یاد دلایا جائے کہ وہ سب ایک ہی آدم وحوا کی اولاد ہیں اور ملک وار، قوم وار، نسل وار اور ایسے ہی دیگر محدود مذاہب سے نجات دلائی جائے اور تمام انسانی دنیا کے لیے ایک ایسا بنیادی مذہب پیش کیا جائے جو زماں ومکاں کے فرق سے بالا اور ذاتوں اور طبقوں کے امتیاز سے بری ہو اور ہر انسان کو انفرادی حقوق اور ذمہ داریاں عطا کر کے نوع بشری کی تخلیق کی اصلی غرض وغایت کو پوری کرنے کا انتظام کیا جائے۔ (28)

2.2 عالمی رسول ﷺ کی بعثت

انہی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو ایک نئے جامع اور کامل پیغام کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندے اور رسول محمد ابن عبداللہ ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا؛

﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا﴾ (29)

(اے رسول ہم نے آپ کو تمام انسانوں کی طرف خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔)

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی اس عالمی حیثیت کی وضاحت کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کو پیغام الٰہی ساری دنیا تک پہنچانے کی ذمہ داری بھی سونپی چنانچہ ارشاد ہوا:

﴿قُلْ يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا﴾(30)

(آپ لوگوں سے کہہ دیں کہ اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔)

2.3 عالمی رسول ﷺ کے مرکز دعوت کے طور پر جزیرۃ العرب کا انتخاب

جزیرہ نما عرب کو دنیا کے نقشے میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ یہ اگرچہ ایشیاء میں ہے لیکن افریقہ اور یورپ کے بہت قریب ہے۔ دونوں براعظموں کے قریب ترین ہونے اور متمدن ترین دنیا یعنی ایران، حبش اور یونان کے بیچ میں ہونے کے باعث عرب کو دنیا کے مرکز کا اور عرب کے بھی مرکز مکہ معظمہ کو ناف زمین کا نام دیا گیا تھا۔(31)

آب و ہوا انسانی طبیعت پر بہت اثر انداز ہوتی ہے۔ سرد ممالک والوں کی ذکاوت، پہاڑی اور صحرائی لوگوں کی جفاکشی، زرخیز ممالک والوں کی تمدنی ترقیاں وغیرہ مسلمہ قانون قدرت پر مبنی ہیں۔ ایک محدود رقبے کے اندر مکے کی وادی غیر ذی ذرع، طائف کی قابل رشک زمین میں شام و روم کی خنکیاں اور مدینے کی زرخیزی وغیرہ کا ایسا اجتماع حجاز میں عمل میں آیا کہ اس کی مثال پوری دنیا میں اور کہیں نہیں ملتی۔(32)

عرب خاص کر حجاز کے لوگوں نے اپنی ذہنی قوتیں کسی کام میں خرچ نہ کی تھیں۔ نپولین کے استنباط کے مطابق ان میں جفاکشی، جاں فروشی، صبر و ضبط، مستعدی، سادگی اور اسی طرح کے دیگر بلند کردار جو ترقی کرنے والی قوموں میں ضروری ہوئے ہیں خوب پرورش پا چکے تھے۔ ان کی زبان بھی دیگر ہم عصر زبانوں پر تفوق رکھتی تھی اور عہد نبوی میں ہی اتنی ترقی کر چکی تھی کہ پھر کبھی نہ اس کی صرف و نحو کو بدلا گیا اور نہ ہی تلفظ و املاء کو اور چودہ صدیاں پہلے مسجد نبوی کے ممبر پر رسول اللہ ﷺ جس زبان سے لوگوں کو مخاطب فرماتے تھے۔ بخارا و سمرقند سے لے کر اقوام متحدہ کے ایوانوں تک آج بھی کروڑوں انسان اسی زبان میں لکھتے، بولتے اور پڑھتے ہیں۔ جب کہ یہ خصوصیت کسی بھی دوسری بین الاقوامی زبان بشمول انگریزی اور فرانسیسی میں نہیں ہے۔(33) یہ تھے وہ حالات و اسباب جن کی بنیاد پر عالمی دعوت کے لیے مکہ اور حجاز کا بطور مرکز انتخاب کیا گیا۔

2.4 عالمی رسول ﷺ کے طور پر محمد ابن عبداللہ ﷺ کا انتخاب

محمد بن عبداللہ ﷺ کا رشتہ ننھال کی طرف سے مدینے والوں سے تھا اور ماموں کی طرف سے طائف والوں سے تھا۔ مکہ و مدینہ اور طائف فطری و انسانی ہر جہت سے باہم انتہائی مختلف حیثیتیں رکھنے والی ان تینوں بستیوں سے تعلق رکھنے کی وجہ سے مقامی وطنیت کی جگہ خود بخود عالمگیر وطنیت نے لے لی اور یقیناً کسی عالمگیر راہنما کے لیے ایسی ہی خصوصیات کی ضرورت تھی۔

ہر محتاج کو مدد دینا، حق رسائی میں پیش پیش لیکن حق طلبی میں سب سے پیچھے رہنا، سادگی پسند، ملنسار، مخلص، فیاض، محنتی، فرض شناس، پابند وقت غرض یہ کہ فطرت نے مکارم اخلاق کا وافر حصہ آپ کو دیا تھا۔(34) یہ چیزیں بچپن ہی سے آپ میں نظر آتی تھیں۔ زندگی میں مشکلات کا سامنا کرنے کی عادت نے آپ کی شخصیت کی اس طرح تعمیر کر دی تھی کہ نبوت سے پہلے ہی زبان خلق آپ کو الامین کا خطاب دلا کر آپ کی سرداری معنوی طور پر تسلیم کرتی ہے۔(35)

زمانہ آپ کی خوبیوں کا نبوت سے قبل ہی معترف تھا۔ فرداً فرداً یہ اوصاف اوروں میں بھی ہو سکتے ہیں اور رہے ہوں لیکن ان سب کا اجتماع کسی اور شخص میں نہ تھا اور ضرورت تھی اسی اجتماع کی تا کہ ایسی ذات کو عالمگیر و دائمی نبوت کی خدمت پر مامور کیا جا سکے۔(36)

2.5 بعثت سے قبل محمد بن عبداللہ ﷺ کی عالمی سرگرمیاں

رسول اللہ ﷺ کی شخصیت کے عالمی پہلو آپ کی بعثت سے پہلے ہی نمایاں ہونا شروع ہو گئے تھے۔ان پہلوؤں کی مزید تفصیل حسب ذیل ہے:

الف۔ حلف الفضول

فجار کے نام سے عربوں میں جنگوں کا ایک طویل سلسلہ چلا۔چوتھے فجار میں بنی ہاشم کے سردار زبیر بن عبدالمطلب (37) تھے۔ان جنگوں میں اس مرتبہ زیادہ خونریزی ہوئی تھی اور یہ جنگ بھی معمولی سی بات پر شروع ہوئی تھی۔چنانچہ قریش کافی پشیمان ہوئے۔یقیناً اس پشیمانی کی وجہ سے کچھ لوگوں میں اسی صورت حال سے نکلنے کے لیے راستہ کی تلاش کی جستجو پیدا ہوئی ہوگی۔(38) اسی زمانے میں ایک یمنی تاجر نے مکے میں اپنے ادھار فروخت شدہ مال کی قیمت وصول کرنے کی کوشش کی جب اسے کئی دفعہ کی کوشش کے باوجود کامیابی نہ ہوئی تو اس نے کچھ دل جلے ہجو یہ شعر کہے۔(39) اس واقعہ اور چوتھے حرب فجار کی وجہ سے زبیر بن عبدالمطلب کے دل کو چوٹ لگی تو انہوں نے قبیلہ تمیم کے عبداللہ بن جدعان (40) کے ساتھ مل کر جرہمی دور کے معاہدہ حلف الفضول کو تازہ کرنے کی دعوت دی۔حلف الفضول کی تفاصیل کئی مؤرخین نے بیان کی ہے۔ان تفاصیل کے مطابق چند افراد نے ایک انجمن قائم کی ہوئی تھی۔(41) یہ انجمن مظلومین کی مدد کرتی تھی اور اس میں شریک افراد متحدہ طور پر رضا کارانہ اپنے شہر میں ظالموں کا ہاتھ روکتے تھے اور مظلوموں کی مدد کرتے تھے۔(42) محمد ابن عبداللہ ﷺ اس معاہدہ کے احیاء میں شریک ہوئے۔

ابن ہشام روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> ”میں عبداللہ بن جدعان کے گھر میں حلف لینے میں شریک تھا اور سرخ اونٹوں کے گلے کے عوض بھی اس شرکت کے اعزاز سے دست بردار نہیں ہونا چاہتا اور اگر اب زمانہ اسلام میں بھی کوئی مجھے اس کی دہائی دے کر پکارے تو اس کی مدد کو دوڑوں گا۔“(43)

حلف الفضول عربوں کا اس دور کا کارنامہ ہے جب باقی دنیا میں جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا رواج تھا۔عربوں نے زمانہ جاہلیت میں اس معاہدہ کی ہمیشہ پاس کی۔(44)

ب) بین الاقوامی تجارت

رسول اللہ ﷺ بھی دوسرے قریش کی طرح کپڑے اور غلے کی تجارت میں شامل ہوئے۔آپ ﷺ کا پہلا تجارتی سفر جو کہ تجارتی بھی اور بین الاقوامی بھی تھا' نو برس کی عمر میں تھا۔اس سفر میں آپ ﷺ نے بحیرہ راہب (45) سے ملاقات کی تھی۔عرب مؤلفین بیان کرتے ہیں کہ بحیرہ راہب نے قیافے سے پتہ چلایا کہ آپ نبی بننے والے ہیں۔(46)

بعض مؤرخین نے روایت کی ہے کہ بی بی خدیجہ نے آنحضور ﷺ اور ایک اور شخص کو اجرت پر سوق حباشہ بھیجا جو تھامہ میں مکے سے جنوب میں چھ دن کے سفر پر واقع ہے۔(47) بعض روایات کے مطابق حضرت خدیجہ نے آپ کو دو مرتبہ جرش بھی سامان دے کر بھیجا اور ہر دفعہ معاوضہ کے طور پر ایک اونٹ دیا۔(48) ان روایات سے یہ بات ضرور ثابت ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس بین الاقوامی سفر پر روانہ ہوئے۔(49)

تجارتی سفروں کے اس تجربہ نے بعد میں اسلام کو عالمی سطح پر پیش کرنے میں مدد کی ہوگی۔آپ ﷺ قبائل عرب کے داخلی معاملات اور حتیٰ کہ ان کے لہجات سے بھی آگاہ تھے اور اسی آگاہی کی بنیاد پر آپ ﷺ انہیں احلاف میں شامل کرنے میں کامیاب ہوئے۔(50)

ج) حجر اسود کو نصب کرنے کے تنازع کا خوش اسلوب حل

رسول اللہ ﷺ اپنی عمر کے پینتیسویں برس میں تھے جب سیلاب کی وجہ سے خانہ کعبہ کی عمارت متاثر ہوئی تو قریش نے اس

کی نئے سرے سے تعمیر کا فیصلہ کیا۔ بیت اللہ کی تعمیر میں ہر قبیلے کو ایک ایک دیوار کی تعمیر کے حصے بانٹ کر دے دیئے گئے لیکن جب حجر اسود کو مخصوص جگہ پر رکھنے کا وقت آیا تو قبائل عرب کے درمیان تنازع پیدا ہو گیا۔ اور محمد ﷺ کو حاکم بنانے پر اتفاق ہوا۔

آپ ﷺ اس موقع پر اگر چاہتے تو حجر اسود کو نصب کرنے کا شرف اپنی ذات کے لیے مخصوص کر سکتے تھے لیکن آپ نے تو اس موقع پر دنیا کو تنازعات پر امن طریقے سے حل کرنے کا سبق دینا تھا چنانچہ آپ نے حجر اسود کو ایک کپڑے میں رکھا اور فرمایا:

''ہر قبیلہ کپڑے کے ایک ایک کنارے کو پکڑے اور پھر سارے مل کر اسے بلند کریں۔''

انہوں نے ایسا ہی کیا اور جب حجر اسود مقررہ جگہ پر پہنچا تو آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اسے وہاں نصب فرما دیا۔(51)

آپ ﷺ نے ایک طویل خانہ جنگی کے احتمال کا فنی خوشی سد باب فرما دیا۔ اصل جھگڑالو لوگ تو کسی کو معلوم نہیں کون تھے۔ لیکن محمد الامین کا نام البتہ صلح جُو اور صلح کل کی حیثیت سے قیامت تک ایک اسوۂ حسنہ بنا رہے گا۔ اس اسوۂ حسنہ سے یہ پتہ چلتا رہے گا کہ جھگڑے کس طرح چکائے جاتے ہیں۔(52)

2.6) عالمی پیغام دعوت کا آغاز

رسول اللہ ﷺ کو اپنی عمر کے چالیس سال میں ارشاد ہوا:

﴿وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ، وَ اخْفِضْ جَنَاحَکَ لِمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ، فَاِنْ عَصَوْکَ فَقُلْ اِنِّی بَرِیْءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾(53)

(آپ اپنے رشتہ داروں کو (گمراہی سے) ڈرائیں، اور نرم خو ہو جائیں۔ مومنوں میں سے اپنے پیروں کاروں کے لیے اور اگر وہ آپ کی نافرمانی کریں تو آپ ان سے کہہ دیں کہ میں تمہارے کرتوتوں سے بری الذمہ ہوں۔)

حکم خداوندی کی تکمیل کرتے ہوئے آپ ﷺ نے اپنے رشتہ داروں کو کھانے کی دعوت پر بلایا۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا:

(عرب میں کوئی انسان اس سے بہتر کوئی چیز نہیں جانتا جو میں آپ کے پاس لے کر آیا ہوں، میں آپ کے پاس دنیا و آخرت کا سب سے بہتر پیغام لایا ہوں۔ میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں اس کی طرف بلاؤں۔ پس تم میں سے کون ہے جو اس بارے میں میری مدد کرے گا۔)(54)

حضرت علی بن ابی طالب کے سوا کسی نے آپ کو حوصلہ افزا جواب نہ دیا۔ قریبی رشتہ داروں کے بعد آپ اہل مکہ سے مخاطب ہوئے۔ آپ نے ان سے کہا کہ اگر میں آپ سے کہوں کہ اس وادی میں ایک لشکر ہے جو تم پر حملہ آور ہونے والا ہے تو کیا تم میری بات کو قبول کرو گے؟ انہوں نے جواب دیا۔ ہاں اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

(فانی نذیر کم بین یدی عذاب شدید)(55)

''میں تمہیں ڈراتا ہوں شدید عذاب سے۔''

اہل مکہ نے کوئی حوصلہ افزا جواب نہ دیا۔ لیکن آپ مایوس نہیں ہوئے۔ آپ نے اپنی دعوت پوری دلجمعی سے جاری رکھی۔ آپ لوگوں سے ملتے اور ان میں سے امیر و غریب، آزاد و غلام، طاقت و کمزور سب کو عالمی پیغام پر ایمان لانے کی دعوت دیتے۔ اگرچہ آہستہ آہستہ مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا تھا۔ لیکن اہل مکہ کی طرف سے مسلمانوں کی مخالفت میں اضافہ اس سے کہیں زیادہ شدید تھا۔

2.7) عالمی رسول ﷺ عزم و استقلال کا پیکر

رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کو آپ کی دعوت کی کامیابی میں بنیادی حیثیت حاصل تھی۔ آپ ﷺ لوگوں کے ساتھ نیکی کرتے، ان سے نرم

دلی سے پیش آتے۔ آپ بہادرانہ لیکن دلکش انداز سے لوگوں کو اسلام لانے کی دعوت دیتے۔ عدل کو پسند کرتے' حق دار کو اس کا حق دیتے' ضعیف و کمزور اور مسکین کی طرف مودت و محبت اور الفت کی نظر سے توجہ فرماتے۔ آپ کے انہی اخلاق سے متاثر ہو کر مکے کے اعلیٰ طبقے کے افراد میں سے ان افراد نے جن کے نفوس مطاہر تھے' اسلام کو قبول کر لیا۔ اسی طرح بے بس اور پسے ہوئے افراد بھی اسلام میں داخل ہونے لگے اور اسلام مکے میں پھیلتا چلا گیا۔(56)

جیسے جیسے اسلام پھیلتا گیا دشمنان اسلام کے رویے میں مسلمانوں کے خلاف شدت پیدا ہوتی گئی۔ عام مسلمان تو کیا خود رسول اللہ ﷺ بھی قریش کے ظلم و ستم سے محفوظ نہ تھے اور ان میں جاہل لوگ رسول اللہ ﷺ پر جادوٹونے اور شاعر وغیرہ ہونے کے الزام لگانے لگے۔(57) ان تکلیفوں اور اذیتوں کے باوجود آپ ﷺ نے اپنی دعوت جاری رکھی اور آپ کے پایہ استقامت میں کوئی لغزش نہ آئی۔ قریش مکہ نے جب یہ استقامت دیکھی تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دعوت چھوڑنے کے عوض دنیا بھر کی نعمتوں کی پیش کش کی۔(58) آپ نے اس پیش کش کے جواب میں یہ ثابت کیا کہ آپ وہ شخصیت ہیں جن کو مال و دولت اور عزت و حکومت کا کوئی لالچ نہیں ہے۔(59)

2.8) عالمی دعوت کے لیے پہلا بین الاقوامی رابطہ (ہجرت حبشہ)

رسول اللہ ﷺ نے جب یہ محسوس کیا کہ اہل مکہ کا ظلم و ستم دن بدن بڑھ رہا ہے اور چونکہ اسلام تو کسی مخصوص سرحد کے اندر تک رہنے کا پابند پیغام نہیں تھا اس لیے آپ نے اہل مکہ کی قریب ترین طاقتور ریاست حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا۔ آپ نے ہجرت حبشہ کے لیے جانے والے صحابہ کے ہمراہ اپنے چچا کے بیٹے (جعفر ابن ابی طالب) (م ۸ھ/۶۲۹ء)(60) کو اپنا سفیر بنا کر بھیجا' حضرت جعفر بن ابی طالب نے رسول اللہ ﷺ کی نجاشی کے دربار میں نمائندگی کی۔ حضرت جعفر کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ نے جو خط روانہ کیا اس خط میں عیسائیت اور اسلام کے عقائد کی وضاحت فرمائی اور نجاشی کو ایمان لانے کی دعوت دی۔(61)

ڈاکٹر حمید اللہ کا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ہجرت حبشہ کی طرف جانے والے صحابہ سے یہ فرمانا "ان بها ملكا لا يظلم عنده أحد وهي أرض صدق" (62) یہ ظاہر کرتا ہے کہ آپ نجاشی سے متعارف تھے۔

ہجرت حبشہ رسول اللہ ﷺ کا پہلا عالمی رابطہ تھا اور آپ نے اس رابطے میں نہ صرف کامیابی حاصل کی بلکہ حبشہ کے سیاہ فام باشندوں کے دلوں کو اسلام کے نور سے بھی منور کیا۔ ڈاکٹر حمید اللہ کے بقول ہجرت حبشہ سے کم از کم چالیس پچاس حبشی ضرور مسلمان ہوئے۔(63)

2.9) عالمی دعوت کے لیے مکہ میں بین القبائل روابط

ابتداء میں دعوت اسلام کا مرکز مکہ ہی تھا۔(64) لیکن جب قریش مکہ کی طرف سے اسلام کی مخالفت میں مسلسل تیزی اور شدت آنے لگی تو آپ ﷺ نے مکے سے باہر کے قبائل سے بھی رابطہ کیا۔(65)

2.10) عالمی پیغام کی کرنوں سے اہل یثرب کا منور ہونا

بین الاقوامی دعوتی ملاقاتوں میں آپ ﷺ نے عقبہ کے مقام پر اہل یثرب کو اسلام کی دعوت دی۔ یہ دعوت اہل یثرب نے قبول کر لی۔(66)

2.11) یثرب کی طرف مندوب رسول اللہ ﷺ کی نامزدگی

اہل یثرب کی درخواست پر اور اوس و خزرج کے درمیان مختلف معاملے کو منظم کرنے اور انہیں دینی احکام سکھانے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیر (م ۳ھ/۶۲۵ء) کو یثرب کی طرف مندوب بنا کر روانہ کیا۔

بعثت کے بارھویں سال مسلمان مدینہ میں سے تہتر افراد مکہ روانہ ہوئے اور انہوں نے عقبہ کے مقام پر رسول اللہ ﷺ سے شرف ملاقات حاصل کی۔ اس موقع پر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر عقائد اسلام پر عمل کرنے کی بیعت کی۔(67)

اہل یثرب کی یہ بیعت رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کی حمایت اور ان کی خاطر تمام چیلنجز کا مقابلہ کرنے کا عزم تھا۔ اس بیعت کو عربوں نے

حـرب الاسـود والأحمر کانام دیایعنی یہ صرف رسول اللہ ﷺ کی حمایت کا اعلان ہی نہ تھا بلکہ آپ کی خاطر جنگ کرنے کا بھی اعلان تھا۔(68)

3۔رسول اللہ ﷺ کی مدنی زندگی میں مثالی عالمی نظام کے مظاہر

رسول اللہ ﷺ کی مدنی زندگی میں مثالی عالمی نظام کے مظاہر حسب ذیل ہیں۔

3.1 ریاست کی تشکیل اور نئے بین المذاہب والقبائل دستور کا نفاذ

نبی کریم ﷺ نے ہجرت کے پہلے سال میں ہی یثرب کی امن وسلامتی کو یقینی بنانے اور وہاں کے باشندوں کے معاملات کو منظم کرنے کے لیے اہم ترین اقدامات فرمائے۔ان اقدامات کے نتیجے میں اوس وخزرج' مہاجرین اور غیر مسلم قبائل عرب رسول اللہ ﷺ کی سیاسی قیادت کے تحت متحد ہو گئے۔اس صورت حال میں یہود مدینہ وہ واحد مدنی گروہ تھا جو اس اجتماعی نظام سے باہر تھا۔آپ ﷺ نے انہیں بھی اس اجتماعی نظام میں شمولیت کی دعوت دی تو ان کے لیے اپنی بقاء اور سلامتی کی خاطر اس سے انکار کرنا ممکن نہ رہا۔(69)
اس طرح مدینہ یثرب کے معاشرہ کی مختلف آکائیاں' انصار (اوس وخزرج)' مہاجرین (بنوامیہ وبنوہاشم)' عرب قبائل اور یہود (بنونضیر' بنوقریظہ اور بنوقینقاع) میثاق مدینہ کے وثیقہ پر متفق ہو گئے اور یہ میثاق نئی قائم شدہ ریاست کا دستور بن گیا۔اس دستور کی رو سے ریاست کے باشندوں کو برابری کے حقوق دیئے گئے۔دفاعی سلامتی کو یقینی بنایا گیا اور مذہبی آزادی اور شخصی معاملات کو اپنے اپنے عقائد کے مطابق طے کرنے کی نہ صرف اجازت دی گئی بلکہ اس کے لیے مناسب ماحول بھی فراہم کر دیا گیا۔میثاق مدینہ تاریخ دساتیر کی وہ پہلی دستاویز ہے جو تحریر کی گئی۔اس دستور کی ۵۲ دفعات ہیں اور یہ قانونی زبان کی اعلیٰ ترین مثال ہے۔(70) یہ دستور نہ صرف مسلمانوں کے تحفظ کا باعث بنا بلکہ اس سے غیر مسلموں کو بھی برابر کے حقوق ملے مثلاً یہودیوں میں بنوقینقاع جو کہ سنار تھے سب سے معزز سمجھے جاتے تھے۔جب کہ بنوقریظہ چونکہ پیشے کے اعتبار سے چمار تھے' کم تر اور حقیر سمجھے جاتے تھے اور ان کی دیت بنوقینقاع اور بنونضیر کے یہود کی نسبت آدھی تھی۔رسول اللہ ﷺ نے اس ناانصافی کو منسوخ فرمایا اور بنوقریظہ کی دیت کو دوسرے یہودیوں کے برابر قرار دیا۔(71)

3.2 جنگوں میں استقامت اور کامیابی

قریش مکہ کی مسلمانوں کے ساتھ عداوت کی وجہ سے جزیرۃ العرب میں ایک ایسے تصادم کا آغاز ہوا تھا جو عربوں کے لیے غیر معروف اور غیر معمولی تھا۔(72) کیونکہ یہ تصادم قبائلی یا نسلی تفاخر کے لیے نہ تھا بلکہ اس کی بنیاد عقائد پر اختلاف تھا ایک طرف شرک کرنے والے تھے اور دوسری طرف توحید کے علمبردار تھے۔دونوں کے درمیان ملاپ نہیں ہو سکتا تھا۔اس لیے دونوں میں سے کسی ایک کو ختم ہونا تھا یا کسی ایک کو دوسرے پر غالب آنا تھا۔چنانچہ مسلمانوں اور قریش کے درمیان بدر کے میدان میں پہلا جنگی ٹکراؤ ہوا اس جنگ میں مسلمانوں کو فتح ہوئی اور قریش اپنے ستر سے زیادہ افراد کی لاشوں اور کئی جنگی قیدیوں کو چھوڑ کر پسپا ہو گئے۔(73)
جنگ بدر میں مسلمانوں نے کامیابی رسول اللہ ﷺ کی قیادت میں ایسے وقت حاصل کی تھی جب عام عربوں کے نزدیک برتری کا معیار صرف قوت ہی تھی۔(74)
جنگ بدر کی شکست کو قریش مکہ نے ہضم نہ کیا اور اگلے ہی سال اُحد میں مسلمانوں کے ساتھ ان کی دوبارہ جنگ ہو گئی۔اس جنگ میں قریب تھا کہ مسلمان فتح یاب ہو جائیں لیکن مسلمانوں کے ایک گروہ نے احکام رسول اللہ ﷺ کے برعکس ایک جگہ کو چھوڑ دیا۔اس سے دشمن نے فائدہ اٹھایا اور مسلمان جیتی ہوئی جنگ ہار گئے۔رسول اللہ ﷺ کے بعد از جنگ اقدامات نے شکست کے باوجود مسلمانوں کے استحکام کو یقینی بنایا۔(75)

جنگ احد کی کامیابی سے شہہ پا کر قریش مکہ نے مسلمانوں پر اپنی حتمی کامیابی حاصل کرنے کے لیے پھر سے تیاریاں شروع کر دیں اور مسلمانوں کے تمام اندرونی اور بیرونی دشمنوں کو جمع کر کے ۵ ہجری میں غزوہ احزاب کے لیے لا کھڑا کیا۔ اس جنگ میں مسلمانوں کو بغیر لڑائی کے فتح حاصل ہوگئی اور قریش مایوس و نامراد ہو کر لوٹ گئے۔

ان جنگوں کے نتائج نے واضح کر دیا کہ مسلمان اب ایک ناقابل تسخیر طاقت ہیں اور وہ عالمی پیغام امن و سلامتی کا قوت بازو اور قوت استدلال سے دفاع کر سکتے ہیں۔

(3.3) صلح حدیبیہ

جنگوں کے حوصلہ افزاء نتائج کے باوجود مسلمانوں کی بقاء خطرہ سے باہر نہ تھی۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اس صورت حال سے مسلمانوں کو نکالنے کے لیے جنگ

کی بجائے مذاکرات کی تدابیر استعمال کرنے کا فیصلہ فرمایا۔ جنگ احزاب کے بعد مسلمانوں کے دشمنوں کی تعداد میں کمی نہ آئی تھی بلکہ قریش مکہ کے ساتھ یہود نے بھی سیاسی تحفظات کے معاہدے کر لیے تھے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اپنے دشمنوں میں ہر صورت میں کمی کا فیصلہ فرمایا۔ ایک طرف یہود تھے جو سازشی، مکار اور دغا باز تھے اور مسلمانوں کے حلیف ہونے کے باوجود ان کے دل سے دشمن تھے تو دوسری طرف قریش تھے جو اگرچہ ضدی اور نڈر تو تھے لیکن مسلمانوں کی مخالفت صرف اپنی لاعلمی اور جہالت کی بنیاد پر ہی کر رہے تھے جب کہ مسلمانوں کے ساتھ ان کی خونی رشتہ داریاں تھیں۔ اس صورت حال میں رسول اللہ ﷺ نے قریش مکہ سے ہر قیمت پر صلح کرنے کا فیصلہ فرمالیا۔

امام السرخسی اس صورت حال پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں؛

> ''اہل مکہ اور اہل خیبر کے درمیان اس بات پر اتفاق ہو گیا تھا کہ اگر رسول اللہ ﷺ کی ان میں سے کسی ایک فریق سے جنگ ہو تو دوسرا فریق مدینہ پر حملہ آور ہو جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے اہل مدینہ سے صلح کر لی اور ان کی طرف سے اطمینان ہونے پر اہل خیبر کی سرکوبی کی۔'' (76)

صلح حدیبیہ کے ذریعے رسول اللہ ﷺ نے کئی اہداف حاصل کیے۔ ایک طرف اپنے دشمنوں کی تعداد میں کمی کی تو دوسری طرف قریش مکہ کو ٹھنڈے دل سے اسلام کا مطالعہ کرنے کا موقع فراہم کیا۔ (77)

امام الزہری (م ۱۲۴ھ) اس صورت حال پر ان الفاظ میں تبصرہ کرتے ہیں؛

> ''صلح حدیبیہ سے پہلے اسلام کی کوئی اتنی عظیم الشان فتح نہ ہوئی تھی۔ اس سے پہلے تو لڑائی تھی۔ جب امن ہوا اور جنگ بندی ہوگئی اور لوگوں کا ایک دوسرے سے خوف جاتا رہا تو ان کے درمیان ملاقاتیں اور مذاکرات شروع ہوئے۔ پس ان (اہل مکہ) میں سے جو تھوڑا سا بھی عقل مند تھا جب اس سے اسلام کی بات کی گئی تو وہ مسلمان ہو گیا۔ صلح کے ان سالوں میں جو لوگ مسلمان ہوئے ان کی تعداد اس صلح سے پہلے کے مسلمانوں کی تعداد کے برابر یا کچھ اس سے زیادہ ہی تھی۔'' (78)

قرآن پاک نے صلح حدیبیہ کو ایک عظیم کامیابی قرار دیا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے؛

﴿إِنَّا فَتَحنَا لَکَ فَتحًا مُبِینًا لِیَغفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِکَ وَمَا تَأَخَّرَ﴾ (79)

(ہم نے آپ کو عظیم الشان واضح فتح عطا کی ہے تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی اگلی پچھلی کوتاہیوں کو معاف فرمادے۔)

(3.4) رسول اللہ ﷺ کے عالمی روابط

رسول اکرم ﷺ نے صلح حدیبیہ کے نتیجے میں قائم ہونے والے امن وامان سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسلام کے عالمی پیغام کو پوری دنیا تک پہنچانے کے لیے اور بین الاقوامی سطح پر اسلامی ریاست کو تسلیم کروانے کے لیے اپنے سفارتی نمائندے اس وقت کے اہم ترین حکمرانوں کی طرف روانہ کیے۔

سفارتی نمائندگی بین الاقوامی برادری میں کسی ملک یا قوم کے اقتدار اعلیٰ اور اس کی بین الاقوامی شخصیت کے عملی اعتراف کی دلیل ہے۔ بین الاقوامی قانون کی رو سے سفارتی نمائندگی کا حق صرف ان ریاستوں کو ملتا ہے جن کا اقتدار اعلیٰ تسلیم ہو چکا ہو۔(80) اس حق کو Right of Legatian کہا جاتا ہے(81) رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اپنے سفارتی نمائندوں کی مختلف سربراہان ممالک کی طرف روانگی اسلامی ریاست کے اسی حق کی تکمیل تھی۔ ان سفارتی وفود کی روانگی سے پہلے اگرچہ اسلامی ریاست کو امر واقع Defacto ریاست کے طور پر تسلیم کیا جا چکا تھا۔لیکن واضح طور پر قانونی اعتراف جسے Dejuro کہا جاتا ہے ان سفارتی مشنوں کی روانگی کے بعد ہی عمل میں آیا۔ آج کے حالات میں رسول اللہ ﷺ کے سفارتی مشنوں کی ان تفاصیل کو جاننا بہت ضروری ہے تاکہ مسلمان ممالک اس سے راہنمائی حاصل کر کے بین الاقوامی برادری میں اپنے جائز مقام کو حاصل کرنے کی جدوجہد کریں۔

(3.5) رسول اللہ ﷺ کے سفارتی مشنوں کی روانگی کے اسباب

آنحضور ﷺ نے تمام لوگوں اور قبائل کو اسلام کی طرف دعوت دینے کے لیے اپنے سفراء کو اس دور کے عظیم حکمرانوں اور بادشاہوں کی طرف روانہ کیا۔(82) دورِ رسالت میں عرب' شام اور یورپ کے بعض علاقوں کے بادشاہ کو قیصر' فارس کے حکمران کو کسریٰ' حبشہ کے بادشاہ کو نجاشی اور الاسکندریہ مصر کے حکمران کو مقوقس وغیرہ کے القاب سے یاد کرتے تھے۔رسول اللہ ﷺ نے ان تمام حکمرانوں کی طرف اپنے سفراء روانہ کیے۔(83) چنانچہ روایات میں آتا ہے کہ:

''بے شک نبی کریم ﷺ نے کسریٰ قیصر اور نجاشی کی طرف لکھا' اور ہر اہم حکمران کو خطوط روانہ کیے۔ جن میں ان کو اللہ کی طرف دعوت دی۔ آپ ﷺ نے جس نجاشی کی نماز جنازہ پڑھی اس کی طرف نہیں لکھا۔''(84)

(3.6) ہرقل روم کی طرف رسول اللہ ﷺ کا سفارتی مشن

تمام مؤرخین ہرقل روم کی طرف رسول اللہ ﷺ کے سفیر کی روانگی کی تصدیق کرتے ہیں۔ اکثر مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت دحیہؓ نے براہ راست قیصر روم سے ملاقات کی اور اسے رسول اللہ ﷺ کا خط پہنچایا۔اس سفارتی مشن کی تفصیلات بھی اس بات کی تصدیق کرتی ہیں۔(85)

ہرقل نے رسول اللہ ﷺ کے سفیر کا پرتپاک استقبال کیا۔(86) قریب تھا کہ ہرقل اسلام قبول کر لے لیکن اس کے درباریوں نے اس کی مخالفت کی۔ اہل روم نے اسلام تو قبول نہیں کیا لیکن ہرقل رسول اللہ ﷺ سے بہت متاثر ہوا اور اس نے رسول اللہ کے سفارتی مشن کے جواب میں مراسلہ روانہ کیا جس میں آپ کے نبی ہونے کا اعتراف کیا گیا ہے۔(87)

کہا جاتا ہے کہ قیصر روم نے رسول اللہ ﷺ کی طرف تحفۃً دینار بھی روانہ کئے تھے جن کو آپ نے تقسیم فرما دیا تھا۔(88)

(3.7) رسول اللہ ﷺ اور حبشہ کے بادشاہ کے درمیان سفارتی وفود کا تبادلہ

رسول اللہ ﷺ اور نجاشی کے درمیان متعدد مرتبہ سفراء کا تبادلہ ہوا۔ نجاشی آنحضور ﷺ کے سفارتی مشنوں کی آمد سے بہت خوش ہوا اور اس نے آپ کے سفراء کا گرمجوشی سے استقبال کیا۔ ساتھ ہی اس نے اپنے اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا اور رسول اللہ ﷺ کی طرف مراسلہ

بھیجا۔(89)

بعض روایات کے مطابق ان سفارتی مشنوں کے علاوہ بھی رسول اللہ ﷺ اور نجاشی کے درمیان رابطے قائم تھے۔ نجاشی نے آپ ﷺ کے پیغام کے جواب میں حبیبہ بنت أبي سفیان (م۴۴ھ/۶۶۴ء) کے ساتھ آپ ﷺ کا نکاح کیا اور آپ ﷺ کی طرف سے ان کو حق مہر ادا کیا اور مسلمانوں کو دو بحری جہازوں میں نبی کریم ﷺ کی خواہش پر مدینے کی طرف روانہ کیا۔(90)

3.8)۔ رسول اللہ ﷺ کا کسریٰ کی طرف سفارتی مشن

رسول اللہ ﷺ نے کسری کی طرف عبداللہ بن حذافہ (م۳۳ھ/۶۵۳ء) کو اپنے مراسلہ کے ہمراہ روانہ کیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ آپ ﷺ کا مراسلہ بحرین کے حاکم کے حوالے کر دیں جو اسے کسری تک پہنچا دے۔ کسری نے آپ کے مراسلہ مبارک کو پڑھا اور پھاڑ دیا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے اس کے لیے دعا کی (أن یمزقوا کل ممزق)(91)۔

کسری نے رسول اللہ ﷺ کے خط کا احترام نہیں کیا اور حمیر میں اپنے حکمران باذان کو حکم دیا کہ اس نبی کا سر اس کی طرف روانہ کیا جائے (نعوذ باللہ)۔ باذان نے اس کام کی تکمیل کے لیے اپنے دو نمائندے مدینے روانہ کئے۔ جب وہ مدینے پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو بتایا کہ کسری کو اس کے بیٹے نے قتل کر دیا ہے۔(92)

3.9) رسول اللہ ﷺ کا مقوقس مصر کی طرف سفارتی مشن

رسول اللہ ﷺ نے حاطب بن أبي بلتعۃ اللخمی (م۳۰ھ/۶۵۰ء) کو المقوقس کی طرف روانہ کیا اور اسے اسلام کی دعوت دی آپ ﷺ نے کسری سے ملتا جلتا خط مقوقس مصر کے نام روانہ کیا۔ مقوقس نے رسول اللہ ﷺ کے خط کو چوما اور جوابی خط روانہ کیا اور اس خط کے ہمراہ تحائف بھی روانہ کیے جس میں دو خادمائیں بھی شامل تھیں۔(93)

3.10) رسول اللہ ﷺ کے دوسرے سفارتی مشن

رسول اللہ ﷺ نے شجاع بن وھب الأسدی (م۱۲ھ/۶۳۳ء) کو الحارث بن أبي شمر الغسانی کی طرف سفیر بنا کر بھیجا۔ الحارث نے اس سفارت کا بہت برا جواب دیا اور مدینہ پر اپنے لشکر کو حملہ کرنے کا حکم دیا لیکن ہرقل نے مداخلت کر کے اسے بیت المقدس بلا لیا۔(94)

رسول اللہ ﷺ نے سلیط بن عمرو العامری (م۱۴ھ/۶۳۵ء) کو ھوذہ بن علی کی طرف خط دے کر روانہ فرمایا۔ اس نے آپ ﷺ کے مندوب کا مناسب استقبال کیا اور رسول اللہ ﷺ کی طرف جواب میں لکھا۔

''آپ جس چیز کی طرف دعوت دیتے ہیں وہ کتنی اچھی اور خوبصورت ہے۔''(95)

ان سفارتی مشنوں کے علاوہ رسول اللہ ﷺ نے بحرین کے حاکم المنذر بن ساوی (م۱۱ھ/۶۳۳ء) کی طرف العلاء بن الحضرمی کو سفیر بنا کر روانہ کیا۔ المنذر نے آپ کی دعوت کو قبول کر لیا اور اسلام لے آیا۔(96)

المھاجر بن أبی أمیة (م۱۲ھ/۶۳۳ء) رسول اللہ ﷺ کے سفیر کی حیثیت سے حمیر کے بادشاہوں کی طرف گئے جب کہ عمرو بن العاص نے جیفر بن الجلندری کے ہاں رسول اللہ ﷺ کی نمائندگی کی۔

رسول اللہ ﷺ کی طرف سے روانہ کیے گئے ان سفارتی مشنوں نے جزیرۃ العرب کے اندر اور باہر اکثر حالات میں کامیابی حاصل کی۔ کچھ حکمران مسلمان ہو گئے اور کچھ اگرچہ مسلمان تو نہ ہوئے لیکن اسلام اور مسلمانوں کی طرف ان کا رویہ دوستانہ ضرور ہو گیا۔

3.11) رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مدینے میں مختلف سفارتی نمائندوں کا استقبال

رسول اللہ ﷺ نے نہ صرف سفارتی مشن روانہ کیے بلکہ مدینے میں بھی کئی وفود اور سفارت کاروں کا استقبال فرمایا فتح مکہ کے بعد عرب قبائل رسول اللہ کے پرچم تلے جمع ہو چکے تھے اور اب مسلمانوں کے لیے کوئی خطرہ جزیرۃ العرب میں باقی نہ تھا۔ اس صورت حال پر

تبصرہ کرتے ہوئے ابن اسحاق (م ۱۵۱ھ/ ۷۶۸ء) لکھتے ہیں:

''عرب قریش کے رویے کے منتظر تھے۔ کیونکہ قریش لوگوں کے امام اور اہل بیت اللہ تھے۔ عرب سرداران کی اس اہمیت کا انکار نہیں کرتے تھے۔ قریش نے ہی رسول اللہ ﷺ سے جنگ کا آغاز کیا تھا۔ جب فتح مکہ ہوگیا۔ قریش مطیع ہو کر اسلام میں داخل ہو گئے تو عربوں نے جان لیا کہ اب وہ رسول اللہ ﷺ سے لڑائی نہیں کر سکتے اور نہ ہی عداوت رکھ سکتے ہیں۔ اس لیے وہ اللہ کے دین میں داخل ہو گئے۔''(97)

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا﴾(98)

رسول اللہ ﷺ قبائل عرب کی داخلی سیاست کو سمجھتے تھے۔ یہ قبائل اگرچہ کسی مستقل نظام حکومت کے ماتحت نہ تھے لیکن بعض علاقائی اتحادوں میں شامل ضرور تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان اتحادوں کی اہمیت کا احساس فرمایا اور اپنے سفارتی مشنوں کی روانگی کے بعد ان قبائل کے وفود کا مدینے میں استقبال کرنے کا فیصلہ فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے زیادہ تر وفود کا استقبال ۹ ہجری میں کیا اسی لیے اس سال کو سنۃ الوفود کا نام دیا جاتا ہے۔(99)

3.12) رسول اللہ ﷺ کے عالمی روابط کے نتائج

رسول اللہ ﷺ کے عالمی روابط کے نتائج بہت حوصلہ افزا تھے۔ مختلف حکمرانوں کے ساتھ سفراء کے ذریعے مفید مذاکرات کے نتیجے میں ایک دو حکمرانوں کو چھوڑ کر اکثریت نے اسلامی دعوت کی طرف اپنی رغبت کا اظہار کیا بلکہ بعض تو مسلمان بھی ہو گئے اور انہوں نے نہ صرف رسول اللہ ﷺ کی طرف اپنے جوابی مراسلات روانہ کیے بلکہ اپنے خلوص نیت کے اظہار کے لیے تحائف بھی بھجوائے۔

3.13) فتح مکہ فتح انسانیت

صلح حدیبیہ میں قریش کو یہودیوں سے متعلق غیر جانبدار رہنے پر آمادہ کرنا رسول اللہ ﷺ کی زبردست سیاسی اور سفارتی فتح تھی۔ حدیبیہ سے واپس آنے کے بعد آپ ﷺ نے دو ہفتوں کے اندر اندر خیبر پر حملہ کر دیا اور مسلمانوں نے آسانی سے خیبر کی طرف سے مسلمانوں کے لیے خطرے کا ازالہ کر دیا۔(100)

قریش نے پہلے تو صلح حدیبیہ کا معاہدہ توڑ دیا بعد میں جب یہ احساس ہوا کہ مسلمانوں کا مقابلہ نہ کر سکیں گے تو انہوں نے اس معاہدہ کو بحال کروانے کے لیے ابوسفیان (م ۳۱ھ/ ۶۵۱ء) کو مدینہ بھیجا۔ لیکن اسے کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ مسلمانوں کا دس ہزار کا لشکر مکہ کے نواح میں پہنچ گیا اور اہل مکہ اس سے بے خبر تھے کیونکہ مسلمانوں نے حبس الطرق یعنی راستوں کو اس طرح بند کیا ہوا تھا کہ قریش تک مسلمانوں کی نقل و حرکت کی کوئی خبر نہ پہنچی۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اعلان فرما دیا کہ جو شخص اپنے گھر میں رہے یا کعبہ میں چلا جائے یا ہتھیار پیش کر دے یا ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے لے تو اسے اسلامی فوج بالکل نہ چھیڑے گی۔ اس کے بعد آپ نے مختلف راستوں سے فوج کو شہر میں داخل ہونے کا حکم دیا اور تاکید فرمائی کہ کوئی خونریزی نہ ہو۔

رسول اللہ ﷺ اسلامی افواج کے مکہ میں داخل ہوتے کے وقت اپنی ناقہ قصواء پر سوار تھے۔ رحمتوں، سعادتوں اور برکتوں کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کو اپنی جو میں لیے حضور نے سرزمین مکہ میں نزول فرمایا۔ شہر کی گلیاں اور شاہراہیں مکانوں کے دریچے اور چھتیں زیارت کے شائقین سے بھری ہوئی تھیں۔ سب لوگ سراپا شوق بنے ہوئے شرف دید حاصل کرنے کے لیے بے تاب تھے۔ اس وقت آپ نے گردن جھکائی ہوئی تھی۔ پیکر عجز و نیاز بنے اپنے رب کریم کی حمد و ثناء میں مصروف تھے۔ جبین سعادت کجاوے کی سامنے

والی لکڑی کو چھو رہی تھی۔(101)

شہر پر قبضہ ہو جانے کے بعد آپ ﷺ نے اہل مکہ کو جمع فرمایا اور پھر ان کو ان کی کارستانیاں بتا کر پوچھا کہ تمہیں مجھ سے کیا توقع ہے؟ انہوں نے بیم و رجاء میں ڈوبے ہوئے لہجہ میں عرض کیا "نظن خیرا" ہم حضور ﷺ سے خیر کی امید رکھتے ہیں۔

"نبی کریم و اخ کریم و ابن اخ کریم و قد قدرت"۔

"آپ کریم نبی ہیں کہ ہم النفس بھائی ہیں اور ہمارے کریم و شفیق بھائی کے فرزند ہیں اور آپ کو ہمارے پر قدرت حاصل ہوگئی ہے۔"

اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا؛

"میں آج تمہیں وہی بات کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسف نے اپنے بھائیوں کے بارے میں کہی تھی کہ آج میری طرف سے تم پر کوئی گرفت نہیں' اللہ تعالیٰ تمہارے سارے گناہوں کو معاف کرے وہ سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔ جاؤ میری طرف سے تم سب آزاد ہو۔"(102)

اس اعلان کی صدا گونج رہی تھی کہ پورا مکہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا کلمہ پڑھ کر اپنی قلبی ماہیت میں انقلاب کا ثبوت دے رہا تھا اور غیر مشروط اطاعت کا یقین دلا رہا تھا۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے تفصیلی خطبہ ارشاد فرمایا۔ آپ کے الفاظ مبارک یہ ہیں؛

(اے گروہ قریش اللہ تعالیٰ نے تم سے زیادہ جاہلیت کی رعونت اور اپنے آباء کے ساتھ تفاخر دور کر دیا ہے۔ سارے لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنائے گئے تھے پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔)(103)

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَّ أُنْثَىٰ وَ جَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَ قَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا. إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾(104)

"اے لوگو! ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا کیا اور پہچان کی خاطر تمہارے قبیلے اور قومیں بنا دی ہیں۔ تم میں سے اللہ کے نزدیک معزز وہ ہے جو تم میں سے زیادہ متقی ہے۔"

فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے حسنِ سلوک نے عربی قومیت کو نور اسلام سے درخشاں کر دیا۔ اس نتیجہ یہ نکلا کہ ریگزار عرب کے بدو نا قابل تسخیر قوت' بے مثال عزت اور بے داغ بزرگی کے امین بن گئے۔ پیہم فتوحات ان کا مقدر بن گئیں۔ آپ ﷺ کی تعلیمات کی وجہ سے عرب گروہی اور قبائلی عصبیتوں کے چنگل سے رہائی پا کر عالمگیر حیثیت کے مالک بن گئے۔

3.14) جزیرۃ العرب کی یک جہتی

اسلام کے بنیادی مقاصد "افتاب امد دلیل افتاب" کے مصداق ہیں۔ یعنی جو مقصد ہے وہی آپ اپنا وسیلہ ہے۔ اسی لیے بین الاقوامی عصبیتوں کو دور کرنے کے لیے اولین وسیلہ توحید خداوندی ہی رہا۔ جب سب کا خدا ایک ہوا اور وہ عادل اور سب پر یکساں مہرباں بھی ہو تو خود بخود انسان کے خود ساختہ مراتب اور درجات کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب انسان آدم سے اور آدم مٹی سے بنے تھے۔ قرآن پاک نے اس ضمن میں یہ اصول بتا دیا ہے کہ ہے انسانوں' قوموں اور قبیلوں میں بٹنا صرف پہچان کے لیے ہے ورنہ امتیاز و اعزاز صرف تقویٰ اور برائیوں سے بچنے کے مدارج کے لحاظ سے ہے۔ عہد نبوی میں آقا و غلام' قریشی و غیر قریشی' عربی و عجمی' حبشی و رومی و ایرانی ایک ہی صف میں شانہ بشانہ رہتے اور ان میں جاہلی اختلافات کا ذرا سا بھی لحاظ نہیں کیا جاتا تھا۔ آپ ﷺ کی اس سیاست کو آپ کے جانشینوں نے بھی پوری وفاداری سے جاری رکھا اور نتیجہ یہ ہوا کہ وہ مسلمانوں میں تواتر و توارث کے ساتھ اتنی رچ بس گئی کہ پھر اسلام اور مساوات لازم و ملزوم سمجھے جانے لگے۔(105)

3.15) خطبۃ حجۃ الوداع (منشور انسانیت)

جمعہ ۹ ذی الحج ۱۰ ہجری کو جبل الرحمۃ پر سے میدان عرفات میں موجود چالیس ہزار حاضرین کو رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر جو خطاب فرمایا تھا اسے تاریخ نویسوں نے محفوظ رکھا ہے۔ اس خطاب کو انسانیت کا منشور اعظم کہا جاتا ہے۔(106)

اس عالمی منشور انسانیت کی ۱۶ دفعات میں سے ۸ کا تعلق مثالی عالمی نظام سے ہے۔ مثالی عالمی نظام سے متعلق تعلیمات میں رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی اطاعت' لوگوں کے مال و جان اور عزتوں کی حفاظت' امانتوں کی رکھوالی' سود کی حرمت' ظلم وستم کی ممانعت' انتقام در انتقام کے خاتمے' عورتوں کے حقوق اور لوگوں کے

درمیان مساوات سے متعلق لافانی ہدایات جاری فرمائیں۔

حجۃ الوداع کے ساتھ ہی دنیا کا آخری اور حتمی پیغام رسالت بندوں کو پہنچ گیا اور اعلان ہو گیا کہ

﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا﴾(107)

''آج ہم نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کی تکمیل کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند فرمایا۔''

4۔ رسول اللہ ﷺ کی تشکیل کردہ امت

رسول اللہ ﷺ نے اپنی مکی اور مدنی زندگی میں ایک امت کی تشکیل کی مکی زندگی' امت کی فکری اور مدنی زندگی عملی تربیت کا مظہر ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے فرائض کی ہر دور میں ادائیگی اور آپ ﷺ کے مشن کی سربلندی اب آپ ﷺ کی امت کی ذمہ داری ہے۔ اس امت کی کچھ تفاصیل حسب ذیل ہیں۔

4.1) امت مسلمہ کا تعارف

امت کا لفظ عربی میں ام سے نکلا ہے جس کے معنی ماں' اصل بنیاد مرکز اور طور طریقہ کے ہیں۔ جس طرح ماں ایک خاندان کی اصل بنیاد اور آغاز ہوتی ہے اور جب تک اہل خاندان اس سے وابستہ رہیں وحدت فکر و عمل اس کی وجہ سے موجود رہتی ہے اسی طرح ایک ریاست کی وحدت و یکسانیت اسی امت کے تصور سے وابستہ ہوتی ہے۔ چنانچہ عربی زبان میں لفظ ام میں مرکزیت کے مفہوم کے علاوہ وحدت فکر و عمل کی شان بھی پائی جاتی ہے۔ لہذا امت کے معنی طریقہ اور طرز عمل ہی کے نہیں بلکہ تقوی اور خدا ترسی پر مبنی طرز عمل بھی امت کے مفہوم کا اساسی جزء ہو گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿بَلْ قَالُوْا اِنَّا وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا عَلٰۤی اُمَّةٍ وَّ اِنَّا عَلٰۤی اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾(108)

(ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو ایسے طریقے پر پایا ہے جس کو ہم واجب التعمیل سمجھتے ہیں اور اسی لیے ہم ان کے آثار قدم پر چل رہے ہیں۔)

ام اور اس سے مشتق مختلف الفاظ پر غور کیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ عربی زبان میں امت سے مراد ایک ایسا گروہ ہے جس کا مرکز اور تشخص ایک ہو اور اس کے افراد میں اخوت اور بھائی چارہ پایا جاتا ہو اور یہ امت ایک واضح راستے پر چلنے والی ہو اور اس کے پاس زندگی گزارنے کا ہدایت نامہ موجود ہو۔ توحید الٰہی کی علمبردار امت کو امت مسلمہ کا نام حضرت ابراہیم نے دیا تھا۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿مِلَّةَ اَبِیْكُمْ اِبْرٰهِیْمَ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِیْنَ مِنْ قَبْلُ﴾(109)

(تمہارے باپ ابراہیم کی امت جس نے تمہارا نام مسلمان رکھا۔)

4.2) امت مسلمہ کی ضرورت واہمیت

بعض انبیاء علیھم السلام کی تعلیمات بھی اس وجہ سے زیادہ عرصہ باقی نہ رہیں کہ ان کے پیچھے کوئی امت نہ تھی جو ان کے پیغام کی ذمہ داری سنبھالتی ان کے راستہ میں جاں نثاری کرتی اور اپنی زندگی اپنے تمدن اور حکمت و معاشرہ کے ذریعے ان کے پیغام کا عملی نمونہ پیش کرتی۔ حضرت ابراھیم نے مرکز توحید کی تعمیر کرتے ہوئے نہ صرف اپنی اولاد میں رسول مبعوث کرنے کی درخواست کی بلکہ رسول کی امت کی بھی درخواست کی اور اس امت کو امت مسلمہ کا نام دیا جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

﴿رَبَّنَا وَ اجۡعَلۡنَا مُسۡلِمَیۡنِ لَکَ وَ مِنۡ ذُرِّیَّتِنَاۤ اُمَّۃً مُّسۡلِمَۃً لَّکَ﴾(110)

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ محمد ﷺ آخری رسول اور خاتم النبیین ہوں گے اور آپ کے بعد کوئی اور نبی آئے گا اور نہ کوئی کتاب۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اسوۂ رسول ﷺ کی حفاظت اور اپنی آخری کتاب قرآن مجید کے تحفظ اور اس پر عمل کرنے کی ذمہ داری امت مسلمہ پر ڈال دی۔(111)

4.3) امت مسلمہ کی صفات

قرآن پاک میں بہترین امت کی جو پہلی صفت بیان ہوئی ہے وہ امۃ وسط یعنی میانہ روی والی امت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ کَذٰلِکَ جَعَلۡنٰکُمۡ اُمَّۃً وَّسَطًا لِّتَکُوۡنُوۡا شُہَدَآءَ عَلَی النَّاسِ وَ یَکُوۡنَ الرَّسُوۡلُ عَلَیۡکُمۡ شَہِیۡدًا﴾(112)

''ہم نے تم کو ایک درمیانی اور بیچ کے راستہ پر چلنے والی امت بنایا ہے تاکہ تم دنیا بھر کے انسانوں کے سامنے (حق) کے گواہ بن سکو۔''

قرآن پاک کے اس اعلان کا واضح اور صاف مفہوم یہ ہے کہ یہ ایک متوسط معتدل اور میانہ رو امت ہے۔ یہ مختلف انتہاؤں کے درمیان ایک نقطہ اعتدال پر قائم

ہے۔ قرآن پاک نے کئی انتہا پسندوں کی مثالیں بھی دی ہیں۔ ایک انتہا پسندی وہ ہے جس میں ظاہر پرستی اور حرفیت کا عنصر غالب ہے۔ دوسری انتہا پسندی کے نمائندہ یہود ہیں' ایک اور انتہا پسندی جس میں صرف روحانی تقاضوں پر زور دیا جاتا ہے کی مثال نصرانی ہیں۔ امت مسلمہ کو ان صورتوں سے بچ کر دین کی جامعیت کے معتدل راستہ پر کاربند رہنا ہے۔ امت مسلمہ ایک ایسی امت ہے جس میں مادی اور جسمانی دونوں تقاضوں کی معتدلانہ تکمیل کا سامان موجود ہے۔ اسی کی وجہ سے امت مسلمہ کو امت وسط کا نام دیا گیا ہے۔(113)

قرآن پاک میں امت مسلمہ کی جو دوسری خصوصیت بیان ہوئی ہے وہ ہے امت واحد قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّ ھٰذِہٖۤ اُمَّتُکُمۡ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً ۫ۖ وَّ اَنَا رَبُّکُمۡ فَاعۡبُدُوۡنِ﴾(114)

(تمھاری یہ امت امت واحدہ اور میں تمھارا رب ہوں' پس میری عبادت کرو۔)

امت مسلمہ کی اس وحدت کی اساس دو بنیادی عقائد پر ہے توحید اور رسالت۔ توحید کی تعلیم تو سب انبیاء نے دی یہودی اور عیسائی بھی اپنے آپ کو توحید پرست ہی کہتے ہیں۔ اس لیے محض توحید کا نظری عقیدہ نہ امت کی یک جہتی کی ضمانت دے سکتا ہے اور نہ وحدت کی بنیاد بن سکتا ہے امت کے وجود کی ضمانت تب پیدا ہوتی ہے جب توحید کے ساتھ رسالت بھی جزوِ ایمان ہو۔ کیونکہ امت مسلمہ میں مرکزیت اور اساس کی حیثیت رسول اللہ ﷺ کی ذات کو حاصل ہے۔(115)

4.4) امت مسلمہ کا نصب العین

امت مسلمہ کے مقام و مرتبہ کی وجہ سے اس کے فرائض بھی اعلیٰ اور امتیازی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ﴾(116)

(تم وہ بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے بھیجی گئی ہے کہ معروف کا حکم دو اور برائی سے روکو اور تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔)

امت مسلمہ کو امت وسط ہونے کے ساتھ ساتھ یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ تم سب انسانوں پر گواہ ہو اور رسول اللہ ﷺ تم پر گواہی ہیں۔ امت مسلمہ ہی آخری آسمانی پیغام کی ابدی امت اور انسانیت کی مرکز امید ہے۔ اس لیے امت مسلمہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ پیغام اسلام کو سینے سے لگائے رکھے اور قافلہ انسانیت کی قیادت کی خاطر اپنے آپ کو تیار کرے۔ عقائد و اخلاق اور انفرادی اور بین الاقوامی تعلقات پر نظر رکھے اور نئے حالات میں اپنی ذمہ داریوں کو سنبھالنے کے لیے تیار ہو۔ اس لیے کہ قومیں صرف تاریخ کے سہارے یا اپنی عظمت رفتہ اور گزشتہ کامرانیوں کی بدولت نہیں بلکہ جد و جہد مسلسل، دائمی سرگرمی، مستقل احساس ذمہ داری، ہمہ دم قربانی کے لیے آمادگی، جدت نو اور اپنی تازہ دم اور تازہ کار قوت، اور افادیت و صلاحیت کے بل پر زندہ و تابندہ رہتی ہیں اور جب اپنے منصب کو چھوڑ کر گوشہ عافیت میں چلی جاتی ہیں تو تاریخ کے دفتر پارینہ کا حصہ بن جاتی ہیں اور زمانہ انہیں طاق نسیان پر رکھ دیتا ہے۔ اسی لیے امت محمدیہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ از سر نو اپنے تہذیبی اور قائدانہ کردار کے ساتھ نئے عالمی نظام کی تشکیل کے لیے اپنا کردار ادا کرے کیونکہ یہ اس کے عالمی فرض منصبی کا تقاضا ہے۔

5۔ اسوۂ رسول ﷺ کی روشنی میں نئے عالمی نظام کی تشکیل کے لیے امت مسلمہ کی ذمہ داریاں

5.1) بین الاقوامیت کا فروغ

رسول اللہ ﷺ کی حیاۃ طیبہ سے مثالی عالمی نظام کے لیے سب سے اہم اور بنیادی سبق یہ ملتا ہے کہ یہ نظام عالمی ہو اور دنیا کی تمام قوموں اور تمام طبقات کے لیے مفید اور قابل قبول ہو اور یہ نظام ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ اس کے ذریعے کسی ایک قوم کو غلبہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے پہلے انبیاء مخصوص قوموں اور مخصوص وقت کے لیے بھجوائے لیکن رسول اللہ ﷺ کو ساری دنیا کے انسانوں کی راہنمائی کے لیے رسول بنایا گیا؛

رسول اللہ ﷺ کے لیے مرکز دعوت کے لیے جو علاقہ منتخب کیا گیا وہ بھی ساری دنیا کو ملانے والا اور جن لوگوں کو آپ کی دعوت کا اولین مخاطب بنایا گیا وہ بھی ہر علاقے کے لوگوں کی خصوصیات کے حامل تھے اور خود رسول اللہ ﷺ کے بطور آخری رسول انتخاب کی وجوہات میں سے ایک وجہ عالمگیری رشتہ داری تھی۔ ان سب دلائل سے بات واضح ہو جاتی ہے کہ نیا نظام بین الاقوامی یعنی ساری قوموں کے مفادات کا تحفظ کرنے والا ہونا چاہیے نہ کہ مقامی اور وطنی مفادات کی
خاطر دوسروں کو تباہ کرنے والا اور اسی قسم کے بین الاقوامی نظام کے قیام کے لیے امت مسلمہ کو کوششیں کرنی ہوں گی۔

5.2) تنازعات کا منصفانہ اور پر امن حل

رسول اللہ ﷺ نے بعثت سے پہلے کی زندگی میں حجر اسود کی تنصیب کا تنازع پر امن طریقے سے طے کر کے دنیا کو یہ سبق دیا کہ تنازعات پر امن طریقے سے کیسے طے کئے جا سکتے ہیں۔ اگر اس موقع پر رسول اللہ ﷺ حجر اسود کی تنصیب کا شرف اپنے لیے مخصوص کر لیتے تو عرب کی روایات کے مخالف نہ ہوتا لیکن اس کی تاثیر بھی وہ نہ ہوتی جو حجر اسود کی تنصیب میں سب قبائل کو شامل کرنے سے ہوئی اور سب لوگ بے اختیار پکار اٹھے کہ محمد امین اور صادق ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا یہ اسوۂ حسنہ امت مسلمہ کو یہ سبق دیتا ہے کہ وہ سب سے پہلے اپنے درمیان تنازعات کو پر امن طریقے سے حل کرے اور پھر باقی دنیا کے تنازعات کو پر امن طریقوں سے حل کروانے کی کوشش کرے۔

5.3) پسماندہ طبقات کا تحفظ

دنیا امن وسلامتی کا گہوارہ اس وقت تک نہیں بن سکتی جب تک کہ ظالم کے خلاف مظلوم کی مدد نہ کی جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے بعثت سے پہلے ایک ایسی تنظیم میں شرکت فرمائی جس کا مقصد مظلوم کی دادرسی کرنا تھا۔ حلف الفضول کی دادرسی کی انجمن میں مظلوم کی کسی نسلی یا قومی صفت کی بناء پر اس کی مدد کا معاہدہ نہیں کیا گیا تھا بلکہ جو کوئی بھی مظلوم ہو' جس بھی قوم و مذہب سے ہو' اس کے لیے اس تنظیم کی مدد حاضر تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے نہ صرف اس تنظیم میں حصہ لیا بلکہ اسلام کے بعد بھی پسند اسے فرمایا اور اپنی تعلیمات میں بھی ظالم کے خلاف مظلوم کی مدد کا حکم دیا۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر پوری انسانیت کے لیے دیئے گئے منشور میں فرمایا؛

"نہ تم کسی پر ظلم کرو نہ تم پر کوئی ظلم کرے۔ کسی آدمی کے لیے جائز نہیں کہ اپنے بھائی کے مال سے اس کی رضامندی کے بغیر کوئی چیز لے پس تم اپنے آپ پر ظلم نہ کرنا۔"(117)

سیرۃ طیبہ سے امت مسلمہ کے لیے درس ملتا ہے کہ آج کے دور میں انہیں مذہب' رنگ اور قوم کے امتیازات سے بالاتر ہو کر مظلوموں کی مدد کرنے اور ظلم کو روکنے والے نئے عالمی نظام کی تشکیل میں اپنا کردار ادا کرنا ہوگا۔

5.4) بین الاقوامی تجارت کا فروغ

رسول اللہ ﷺ کی زندگی سے ہمیں یہ سبق بھی ملتا ہے کہ بین الاقوامی تجارت کا فروغ بھی مثالی عالمی نظام کے لیے ضروری ہے۔ کوئی بھی قوم دوسری اقوام اور ممالک سے الگ تھلگ رہ کر اپنی مادی ضرورتوں کا انتظام نہیں کر سکتی۔ تجارت اگر ایک طرف ضروریات کی تکمیل کا ذریعہ ہے تو دوسری طرف آمدن کا ذریعہ بھی ہے اس لیے ضروری ہے کہ مثالی عالمی نظام میں مثالی تجارتی نظام بھی شامل ہو۔ امت مسلمہ کو اسوۂ حسنہ کی روشنی میں اپنی تجارت کو فروغ دینا ہوگا اور نئے ورلڈ آرڈر میں غریب ممالک کے اقتصادی حقوق کے تحفظ کو یقینی بنانا ہوگا۔

5.5) عصبیتوں کا خاتمہ اور اتحاد و یک جہتی

فرق مذاہب' رنگ و نسل میں اختلاف اور قبائلی تفاخر مختصر یہ کہ ہر لایعنی اور بے حقیقت فرق نے ہمیشہ انسانوں میں خونریزی کے اسباب کو پیدا کیا۔ الہامی یقین دہانیاں (مذاہب) اور عقلی استقراء و استنباط (سائنس) اب اس بات پر متفق ہو چکے ہیں کہ کرہ زمین کی موجودہ آبادی ایک ہی باپ کی اولاد ہے۔ اولاد آدم میں ذاتی حفاظت مرکز کشی پر مجبور کرتی رہی تو معاشی ضرورتیں مرکز گریزی پر آمادہ کرتی رہیں اور اس مرکز گریزی نے برادر کشی تک کو جائز بنا دیا۔ حالانکہ یونانی' لاطینی جیسی قدیم متمدن زبانوں میں بھی دشمن کے لیے جو لفظ بولا جاتا ہے اس کے اصل معنی محض اجنبی کے ہیں۔

بین الاقوامی عصبیتوں کو تو چھوڑیئے اگر طلوع اسلام کے وقت کی عربی عصبیتوں کا مطالعہ کریں تو پتہ چلتا ہے کہ کس طرح عدنانی اور قحطانی قبائل کا باہمی تعصب شدید تھا۔ پھر عدنانیوں میں مضر اور ربیعہ کی کشمکش تھی۔ پھر قریش اور غیر قریش کا فرق تھا۔ پھر قریش کے اندر بنو ہاشم اور بنو امیہ کی رقابتیں تھیں۔ اس کے علاوہ شہری اور بدوی کا جھگڑا الگ تھا۔ آج جو نفرت فلسطینیوں اور یہودیوں کے درمیان ہے یا صرب اور مسلمانوں کے درمیان ہے یا ہندوؤں اور کشمیریوں کے درمیان ہے وہ اس نفرت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں جو قبل از اسلام کے ہم جو عرب قبائل کے مابین تھی۔ ان حالات میں اسلام کا آغاز ہوا۔ رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات تنگ نظریوں اور عصبیتوں کے خلاف ایک دوسری بلندی پر تھیں۔ ان کے مطابق عرب و عجم' عدنان و قحطان وغیرہ سب کا ایک ہی خدا ہے۔ سب آدم کی اولاد ہیں اور گورے کالے ہونے یا زبانوں اور وطنوں کا فرق رکھنے سے فطری مساوات میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اگر کوئی برتری ہے تو وہ صرف ہر ایک کے ذاتی اعمال و اخلاق کے باعث ہے۔(118) ارشاد باری تعالیٰ ہے؛

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَٰكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَ أُنْثَىٰ وَ جَعَلْنَٰكُمْ شُعُوبًا وَ قَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا. إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَٰكُمْ﴾(119)

اس ارشاد باری تعالیٰ کی وضاحت فرماتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اے لوگو! تمہارا پروردگار ایک ہے۔ تمہارا باپ ایک ہے۔ آگاہ رہو کہ عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ ہی سیاہ کو سرخ پر اور نہ سرخ کو سیاہ پر کوئی فضیلت ہے سوائے تقویٰ کے۔''(120)

رسول اللہ ﷺ نے عصبیتوں کے خاتمہ کے لیے عربوں کے تقریباً تمام اہم قبائل میں شادیاں کیں۔ اسوۂ رسول اللہ ﷺ کا اثر یہ ہوا کہ آقا و غلام قریشی و غیر قریشی، عربی و عجمی، حبشی و رومی و ایرانی ایک ہی صف میں شانہ بشانہ رہتے تھے اور قدیم جاہلی اختلافات کا ذرا سا بھی لحاظ نہیں کیا جاتا تھا۔ دنیا میں ایک طرف انسان نے بھائی چارے کو اتنا بھلا دیا تھا کہ دوسرے بھائی کو چھونا تو درکنار اس کا سایہ بھی اپنے سائے پر پڑنے دینا گوارا نہ کر سکتا تھا۔ علم و عرفان کے متعلق اتنی خودغرضی تھی کہ کوئی اجنبی چھونا تو درکنار محض سن بھی لیتا تو سزا میں پگھلتا ہوا سیسہ اس کے کانوں میں ڈال کر اسے ہلاک کر دیا جاتا تھا۔ ان حالات میں دوسری طرف أنا خلقنکم من ذکر و انثی کے اعلان سے وہ خصوصیات پیدا ہو گئیں کہ خاندان غلامان اور خانوادہ ممالیک کی حکمرانی سے کسی کو بھی عار نہ ہوا کیونکہ غلام زید اور غلام زادہ اسامہ کے تحت بھی صدیق و فاروق اور سیف اللہ اور اسد اللہ کو اپنی ہتک محسوس نہ کرنے کی تعلیم مل چکی تھی۔ انسانوں کے اصولی و فطری مساوات پر پرہیزگاری کے اکتسابی فضیلت و برتری کے نئے نظریے نے وہ تمام مصنوعی اور انسان ساز بت ملیامیٹ کر دیئے۔ جو اب بھی غیر اسلامی سماجوں میں موجود اور انسانوں میں نہ ختم ہونے والی تلخی اور فساد انگیزی پیدا کر رہے ہیں۔(121)

نیا عالمی نظام قائم کرنے کے لیے تمام قسم کی عصبیتوں کا خاتمہ ضروری ہے اور یہ خاتمہ صرف اور صرف اسوۂ حسنہ کے بتائے ہوئے فارمولہ سے ہی ختم ہو سکتا ہے۔

5.5) انتقام در انتقام کا خاتمہ

عام انسانوں کی کچھ افتادِ طبع ایسی ہوتی ہے کہ نہ دوسرے کا احسان یاد رکھتا ہے اور نہ دوسرے کی پہنچائی ہوئی تکلیف بھولتا ہے۔ اسی کی بنیاد پر مختلف اقوام کے درمیان انتقام در انتقام کے طویل اور کبھی نہ ختم ہونے والے سلسلے جاری رہتے ہیں۔ عہد نبوی کے آغاز پر عرب قبائل میں انتقام در انتقام کا یہی سلسلہ تھا۔ ایران و یونان کی ہزار سالہ کشمکش بھی یہی بتاتی ہے۔ ہندوستان میں برہمنی اور بدھ مت کی کشاکش بھی ایسی ہی چیز تھی۔ اہل مکہ نے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں پر ہر قسم کا ظلم و ستم روا رکھا تھا۔ آپ نے جب اصلاح کی بہی خوانہ دعوت دی تو اس کا جواب عربوں نے جسمانی و روحانی تکالیف دے کر دیا۔ آپ ﷺ کو ملک بدر ہونے پر مجبور کیا گیا آپ اور آپ کے صحابہ کی جائیدادیں زبردستی چھین لی گئیں۔ مسلمانوں کو جلاوطن ہونے پر بھی چین نہ لینے دیا۔ بدر، احد، خندق میں روز افزوں شدت سے آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ کو فنا کرنے کے لیے دوڑے۔ جب برسوں کی غیر منقطع کشمکش کے بعد مسلمانوں نے مکہ پر قبضہ کر لیا تو کیا اس دور کے رواج کے مطابق مکہ میں قتل عام نامناسب تھا؟ کیا مکہ والوں کی پوری جائیداد کی ضبطی ناجائز ہوتی؟ مکہ والوں کو قیامت تک کے لیے غلام اور اچھوت قرار دینے میں کیا زیادتی سمجھی جاتی؟ لیکن یہ سب کچھ کرنے کی بجائے آپ ﷺ نے انتقام در انتقام کے سلسلہ کو اس اعلان کے ساتھ بند کر دیا کہ

(لا تثریب علیکم الیوم اذھبوا فانتم الطلقاء)(122)

''جاؤ آج تم سب آزاد ہو تم پر کوئی الزام باقی نہیں ہے۔''

فتح مکہ کے بعد اگر مسلمان انتقام لیتے تو جذبہ درندگی کی تسکین تو ہو جاتی لیکن جو تکلیفیں پہنچ چکی تھیں اور جو لوگ مر چکے تھے یا جو بات ہو

چکی تھی تو اسے پھر اَن ہونی تو نہیں کیا جا سکتا تھا۔اسی طرح لوٹ مار کر لی جاتی تو مال غنیمت تو ہاتھ ضرور آ جاتا مگر مال کا کیا جو کہ ہاتھ کا میل ہے۔اس کے برخلاف لا تثریب علیکم الیوم کی صدا بازگشت کا گونجنا ابھی بند نہیں ہوا تھا کہ مکے والوں کے دل پگھل گئے۔ جسم شرم سے پسینہ پسینہ ہو گئے اور مکہ کی ایسی کایا پلٹی کہ پھر مکہ والوں کو اپنی شکست کا کبھی ملال تک نہ ہوا اور یہی مکہ والے اپنے سابق دشمن کے سب سے تابعدار معاون اور ساتھی بن گئے۔کاش کوئی آئزن ہاور' کوئی اسٹالین' کوئی میک آرتھر محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت پر عمل کرتا اور محرومین کی آئندہ انتقامی جنگ کے امکان کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر کے انسانوں کو امن وچین عطا کر سکتا۔(123)

آج بھی پوری دنیا کو بالعموم اور امت مسلمہ کو بالخصوص نئے عالمی نظام قائم کرنے کے لیے انتقام در انتقام کے سلسلہ کو روکنا ہوگا۔ایک یہودی کے بدلے ۱۰۰ فلسطینیوں کو مارنے یا ایک ہندو کے بدلے سینکڑوں کشمیریوں کو شہید کرنے یا ایک صرب کے بدلے سینکڑوں بوسنیاؤں کو تہہ تیغ کرنے یا ایک روسی کے بدلے شیشانیوں کی بستیوں کی بستیوں یا ایک اسامہ کی خاطر پورے افغانستان سے انتقام یا ایک صدام کی خاطر پورے عراق کی تباہی جیسے انتقام در انتقام کے سلسلے دنیا کے لیے مثالی عالمی نظام اور New World Order کی تشکیل نہیں کر سکتے۔اس کے لیے تو اسوۂ حسنہ پر عمل کرتے ہوئے معافی اور درگزر کو اختیار کرنا ہوگا ورنہ نسل درنسل انتقام در انتقام کی درندگی کبھی نہ رکے گی۔آج امریکی افغانیوں اور عراقیوں کو ماریں گے تو کل ان کی نسلیں امریکیوں سے انتقام لیں گی اور یہ سلسلہ کبھی بھی نہ رکے گا۔

5.7) صلح اور امن وسلامتی کے معاہدات

آج دنیا کو بھی صلح حدیبیہ جیسے اسالیب سے امن وسلامتی کی طرف سفر طے کرنا ہے۔میثاق مدینہ کے معاہدات کی طرح رنگ ونسل اور مذاہب کے فرقوں سے بالاتر آئین بنانے ہوں گے۔امت مسلمہ کا فرض کہ وہ اسوۂ رسول اللہ ﷺ کی روشنی میں اپنے دشمنوں کی تعداد کم سے کم کرے اور دوسری قوموں کے ساتھ باہمی احترام پر مبنی صلح اور سلامتی کے معاہدات کے ذریعے مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کو یقینی بنائے۔

5.8) باہمی احترام پر مبنی سفارتی تعلقات

پرامن اور مثالی عالمی نظام کے لیے ضروری ہے کہ تمام ممالک آپس میں باہمی احترام پر مبنی سفارتی تعلقات قائم کریں اور ان کی بنیاد مشترکہ اصول ہوں۔رسول اللہ ﷺ نے اس دور کے تمام اہم ممالک سے سفارتی وفود کا اسی لیے تبادلہ فرمایا۔آپ نے اس دور کی اہم ترین طاقتوں کو مشترکہ بنیاد پر تعلقات استوار کرنے کی دعوت دی۔

موجودہ دور میں نئے عالمی نظام کو قائم کرنے کے لیے بھی رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات پر مبنی سفارتی نظام کو مشعل راہ بنا کر سفارتی تعلقات کے لیے مشترکہ بنیادیں ڈھونڈ کر اور چھوٹی بڑی تمام قوموں کو برابری کے حقوق دینے ہوں گے اور اس ضمن میں سب سے پہلے امت مسلمہ کے اجزاء مختلف اسلامی ممالک کو اپنے سفارتی تعلقات کی تشکیل میں اسوۂ رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرنا ہوگی۔

5.9) مذہبی رواداری اور برداشت

رسول اللہ ﷺ نے کبھی یہ نہیں کہا کہ دنیا کے دیگر مذاہب جھوٹے اور ان کے ماننے والے جہنمی ہیں۔آپ ﷺ کی تعلیمات کے مطابق لا مذہبی اور خود پرستی کو چھوڑ کر (جس میں اپنی ہی دستکاری اور اپنی ہی مصنوعات کو اپنا خدا مان لینا شامل ہے) دنیا کا ہر مذہب سچا اور خدا کی طرف لے جانے والا ہے بشرطیکہ اس مذہب کی ابتدائی اصلیت میں غلط رسم ورواج سے حذف واضافے نہ ہو گئے ہوں اور یہ کہ دنیا کا کوئی ملک اور امت ایسی نہیں جہاں خدا کے پیغمبر نہ آئے ہوئے ہوں اور سچا مذہب نہ پھیلا چکے ہوں۔چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّا أَرْسَلْنَاکَ بِالْحَقِّ بَشِيراً وَ نَذِيراً وَ إِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ﴾(124)

(ہم نے آپ کو حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا اور ڈارنے والا بنا کر بھیجا اور اللہ تعالیٰ نے ہر امت میں ڈرانے والا نبی بھیجا۔)

آپ ﷺ نے صلح کل، رواداری اور وسعت قلبی کی اس تعلیم میں کہیں بھی یہ نہیں کہا کہ یہودی، عیسائی، صابی اور دیگر مذاہب کے لوگ اپنے اپنے مذاہب کو ترک کر دیں بلکہ قرآن پاک میں ارشاد ہوا؛

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَىٰ وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾(125)

آپ ﷺ کی تبلیغ تو یہ ہے کہ اسلام سابقہ مذاہب کی تکمیل و تجدید ہی ہے اور ان سے جدا کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ جس طرح کی مذہبی تعلیم رسول اللہ ﷺ نے دی اس سے انسان کو مذہبی تعصب کی مصیبت سے نجات مل جاتی ہے۔ اور (لا اکرہ فی الدین) وہ سنہری اصول ہے جو کہ اسلام سے پہلے سنا ہی نہیں گیا تھا۔ نئے عالمی نظام کے لیے بھی یہ ضروری ہے کہ اس پر عمل کرنے والے انسان دوسرے مذاہب کی تحقیر کرتے ہوں اور نہ ہی بانیان مذاہب کی بے حرمتی کے مرتکب ہوتے ہوں۔ اپنے اپنے عقیدے پر عمل کرتے ہوئے استدلال کے ذریعے دوسروں کو قائل کرنے کی کوشش ضرور کر سکتے ہوں جیسا کہ قرآن فرماتا ہے

(وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ)(126) لیکن دوسروں کے مذاہب کی تحقیر نہ ہوتی ہو جیسا کہ قرآن میں حکم ہے؛

﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ كَذَٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ مَرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾(127)

5.10) دولت کی منصفانہ تعلیم

اسلام سے پہلے کے مذاہب نے خیرات کی تعلیم تو دی لیکن اس کے لیے کوئی صبر اور لزوم عائد نہیں کیا نتیجہ یہ ہوا کہ دولت مندوں میں جو عموماً کنجوسی اور بے رحمی ہوتی ہے اس کا علاج نہ ہو سکا۔ مالدار مالدار تر ہوتے گئے اور مفلس مفلس تر۔ رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات نے اس بات کو محسوس کر لیا کہ دولت کی گردش و تقسیم سے ہی ہر کوئی فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ تقسیم دولت کی غرض سے زکوٰۃ کو لازمی قرار دے دیا گیا۔ وراثت کی تقسیم کے اصول وضع کیے اور سابقہ ادوار کے پسے ہوئے طبقات یعنی عورتوں اور بچوں کے لیے بھی جائیداد میں حصے مقرر کیے۔ سود کی ممانعت کر کے غریبوں کے استحصال کو ختم کر دیا۔

نئے عالمی نظام کو قائم کرنے کے لیے مساوات پر مبنی دولت کی تقسیم کو بھی عمل میں لانا ہوگا اور دولت مندوں کی دولت میں محروموں اور مفلسوں کو حصہ دینا ہوگا نیز بچوں اور خواتین کے حقوق کا تحفظ خصوصی طور پر کرنا ہوگا۔

5.11) انفرادیت و اجتماعیت میں توازن

جب اسلام آیا تو بت پرستی عروج پر تھی۔ عورتوں کو زندہ درگور کیا جاتا تھا اور غلامی کی کوئی حد نہ تھی لیکن آج عالمی سطح پر توحید کی عقلی اور نقلی برتری بت پرستی پر ثابت ہو چکی ہے۔ عورتوں کے حقوق مردوں کے برابر ہیں اور غلامی کا رواج ختم ہو چکا ہے۔ اس عالمی ارتقاء میں اسوۂ رسول اللہ ﷺ ہی سب سے بڑا محرک تھا۔ آج جب کہ دنیا میں نئے عالمی نظام کی تشکیل کی بات ہو رہی ہے تو اس کے لیے امت مسلمہ کو انفرادی اور اجتماعی آزادی میں توازن برقرار رکھنے کے لیے اسلام کے اصولوں کو واضح کرنا ہوگا اور اسلام اور دہشت گردی کے درمیان فرق دنیا کے سامنے پوری شدت سے پیش کرنا ہوگا۔

6۔ مقالہ کے نتائج اور سفارشات

اس مقالہ میں پیش کی گئی آراء و دلائل کی روشنی میں درج ذیل نتائج سامنے آئے ہیں۔

۱۔ قوموں اور ممالک کے درمیان تعلقات و امور کو مخصوص قواعد و ضوابط کے پابند کرنا عالمی نظام ہے۔

۲۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے پوری دنیا علاقائیت کے بندھنوں میں تقسیم تھی اور انبیاء کی بعثت بھی اسی کے تحت تھی لیکن رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تمام قوموں کی طرف نبی مبعوث کر کے علاقائیت اور اقلیمی کی جگہ دنیا کے لیے عالمی اور بین الاقوامی تعلیم کا انتظام فرمایا۔

۳۔ رسول اللہ ﷺ نے ۴۰ سال کی عمر میں اپنی عالمی دعوت کا آغاز کیا اور مخاطبین پر یہ واضح کر دیا کہ اسلام صرف عربوں کے لیے نہیں بلکہ سارے جہاں کے لیے ہے۔

۴۔ جب مکہ والوں نے مسلمانوں کو امن سے رہنے نہ دیا تو رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کے ہمراہ مدینہ تشریف لے آئے۔ آپ ﷺ نے ایک ریاست کی بنیاد رکھی۔ معاہدات کے ذریعے مسلمانوں کے ساتھ ساتھ غیر مسلموں کو بھی اس میں شامل کیا اور اس ریاست کے دفاع کو قریش مکہ کے پے در پے حملوں کے باوجود یقینی بنایا۔

۵۔ جب رسول اللہ ﷺ نے محسوس کیا کہ قریش مکہ اور یہودیوں' دونوں سے بیک وقت دشمنی مسلمانوں کی بقاء کے لیے خطرہ ہے تو آپ نے قریش مکہ سے صلح کر لی اور یہود کا قلعہ قمع کر دیا اور اس طرح مسلمانوں کو اندرونی و بیرونی دشمنوں سے محفوظ فرما دیا۔

۶۔ صلح حدیبیہ کے نتیجہ میں ملنے والے امن و سکون سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آپ ﷺ نے عالمی سطح پر دین کو متعارف کروانے اور اسلامی ریاست کو Dejuro تسلیم کروانے کے لیے سفارتی وفود کا وسیع پیمانے پر مختلف حکومتوں اور بادشاہوں کے ساتھ تبادلہ کیا۔

۷۔ فتح مکہ کے موقع پر انتقام در انتقام کی عربی رسوم کی جگہ عفو و درگزر کی مثال قائم کر کے یہ ثابت کر دیا کہ محمد ﷺ کی فتح صرف علاقوں اور لوگوں پر ہی نہیں ہوتی بلکہ یہ دلوں کی فتح ہوتی ہے اور ایسی فتح ہوتی ہے کہ مفتوح اور اس کی نسلیں اس پر فخر کرتے ہوئے فاتح کے وفادار ساتھی اور معاون بن جاتے ہیں۔

۸۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو ایک امت کی تشکیل اور قیادت کی ذمہ داری بھی سونپی تا کہ یہ امت آپ کے اسوۂ حسنہ کی وارث ہو۔ اس امت کا نصب العین امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے اور اب آخری رسول ﷺ کے وارث ہونے کی بناء پر اس کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ پوری
انسانیت تک اللہ کا پیغام امن و سلامتی جو کہ دنیا و آخرت میں کامیابی کا ضامن ہے پہنچائے۔

۹۔ اسوۂ رسول اللہ ﷺ کی روشنی میں نئے عالمی نظام کی تشکیل کے لیے امت مسلمہ کی ذمہ داریوں میں بین الاقوامیت کا فروغ' تنازعات کا پر امن حل' مظلوم کی مدد' تجارت کا فروغ' عصبیتوں کا خاتمہ' انتقام در انتقام کا خاتمہ' صلح و امن و سلامتی کے معاہدات' احترام پر مبنی سفارتی تعلقات' مذہبی رواداری و برداشت' دولت کی منصفانہ تقسیم اور انفرادی و اجتماعی زندگی میں توازن امور شامل ہیں۔ امت مسلمہ کی یہ ذمہ داریاں ہی وہ بنیادیں فراہم کرتی ہیں جن پر نیا مثالی عالمی نظام قائم کیا جا سکتا ہے۔

سفارشات

اس مقالہ کے نتائج کی روشنی میں نیا عالمی نظام قائم کرنے کے لیے درج ذیل سفارشات پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ امت مسلمہ کا یہ فرض ہے کہ پوری دنیا کو رسول اللہ ﷺ کے عالمی پیغام سے ادعوا بالحکمۃ کے اسلوب سے آگاہ

کریں۔

۲۔ موجودہ امت مسلمہ سیرت طیبہ کی روشنی میں اپنے اندر اختلافات اور تعصبات کو ختم کریں اور مصنفانہ نظام لاکر پوری دنیا کے سامنے مثال بنے۔

۳۔ امت مسلمہ اجتماعی طور پر پوری دنیا کو ایک ایسی تنظیم بنانے کی دعوت دے جو مذہبی رواداری، برداشت، عدل وانصاف پر مبنی عالمی نظام کو منظم کرے اور انسانیت کی رنگ ونسل زبان ووطن اور مذہب وعقیدہ کے تعصبات سے بالاتر ہو کر خدمت کرے۔ وما علینا الا البلاغ.

7۔حواشی وحوالہ جات

1۔ الزبیدی (محب الدین أبی الفیض محمد مرتضی) (م ۱۲۰۵ھ/۱۷۹۰ء) تاج العروس۔(دار لیبیا للنشر والتوزیع۔بنغازی ۱۹۶۶ھ) ص:۹/۷۹

2۔ The American Heritage Dictionary of English Language (3rd Edition Houghtion Mufflin Compan) Bostan, New York, London 1992) P.1823

3۔ ابن منظور (محمد بن مکرم) (م ۷۱۱ھ/۱۳۱۱ء) لسان العرب (دارالجیل و دار لسان العرب بیروت ۱٤۰۸ھ/۱۹۸۸ء) مادہ نظم، ص:۶/۶۶۷، الزبیدی، تاج العروس، ص:۹/۷۰

4۔ ابن منظور م۔ن، ص:۶/۶۶۷

5۔ فیروزالدین مولوی (مرتب) فیروز اللغات، اردو جامع، نیا ایڈیشن، فیروزسنز لاہور، ص:۸۸۵۔۸۸۹

Webster's New 20th Century Dictionary (unabridged IInd Edition 1979 U.S.A), P.959.

6۔ Encyclopedia Britanica (15th Edition) 1974, P.9/744

7۔ أبوھیف (علی صادق)، القانون الدولی العالم، (طبعۃ ۱۲ منشأۃ المعارف، الاسکندریہ ۱۷۷۵ء) ص:۱۸

8۔ ڈاکٹر حمید اللہ ۱۳۲۶ھ میں حیدرآباد دکن میں جنوبی ہند کے مشہور عربی خاندان میں پیدا ہوئے۔آپ نے عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن، سوربون یونیورسٹی فرانس اور جرمنی میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔آپ نے بین الاقوامی اسلامی قانون پر کئی معرکۃ الآراء کتب تحریر کیں۔آپ طویل عرصہ تک فرانس کے Centre National De la Recherche Scientfique سے منسلک رہے۔

دیکھیے؛ ھمام ابن منبہ، الصحیفة الصحیحة، تحقیق ڈاکٹر محمد حمید اللہ، (کراچی ۱۹۹۸ء) ص:۹

9۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، سلطنتوں کے باہمی برتاؤ کا دستور العمل یعنی قانون بین الممالک کے اصول اور نظریں، (مکتبہ ابراہیمیہ حیدرآباد دکن ۱۳۴۶ھ) ص:۸۹

10۔ Geory Sccella, "Precis de droit des gens", (Paris 1975), P.18

11۔ Dr. Hamidullah Muhammad, **"The Muslim Conduct of State"** (Sh. Ashraf Publishers, Lahore 1966), P.3 Muhammad

12- Dr. Hamidullah, ibid, P.9

13- عبدالملک بن ہشام بن ایوب الحمیری انساب' عربی زبان وادب اور اخبار العرب کے بہت بڑے عالم تھے۔ بصرہ میں پیدا ہوئے اور مصر میں ان کی تدفین ہوئی۔ السیرۃ النبویۃ آپ کی مشہور تالیف ہے۔ جو کہ آپ نے ابن اسحاق سے روایت کی ہے۔
دیکھئے؛ السھیلی (عبدالرحمٰن) (ت ۵۸۱ھ/۱۱۸۵م) الروض الأنف فی شرح السیرۃ النبویۃ لابن ہشام (تحقیق عبدالرحمٰن الوکیل' دارالکتب الحدیثہ ۱۹۶۸ء)' ص: ۱/۵

14- ابن ہشام' السیرۃ النبویۃ' ص: ۳/۲۷۹

15- محمد بن حبیب بن امیہ بنی عباس کے موالی میں تھے۔ علم الانساب اور شعر وادب کے عالم تھے۔ بغداد میں پیدا ہوئے۔
دیکھئے؛ ابن ندیم (م ۳۸۵ھ) الفہرست' (مکتبہ خیاط' بیروت) ص: ۱۰۶

16- ابن حبیب (ابی جعفر محمد بن حبیب) (م ۲۴۵ھ) کتاب المحبر' (دار نشر الکتب الاسلامیہ' لاہور) ص: ۲۶۵

17- احمد بن حنبل' المسند' حدیث نمبر ۱۰۵۵

18- محمد بن حسن بن فرقد بنی شیبان میں سے تھے۔ آپ کا تعلق دمشق کے قریبی علاقہ حرستہ سے تھا۔ کوفہ میں آپ کی تعلیم و تربیت ہوئی۔ فقہ حنفی کے آئمہ میں سے ہیں۔ دیکھئے؛ ابوالوفاء (محی الدین أبو محمد عبدالقادر) (ت ۷۷۵ھ/۱۳۷۳ء) الجواھر المضیئۃ فی طبقات الحنفیۃ' (حیدرآباد دکن ۱۳۳۲ھ) ص: ۲/۴۲

19- عبدالرحمٰن بن عمرو بن محمد الاوزاعی قبیلہ الاوزاع سے تعلق رکھتے تھے۔ بعلبک میں پیدا ہوئے۔ دیار شامیہ میں فقہ کے امام تھے۔ آپ کے فتاویٰ جات اندلس تک مشہور تھے۔ دیکھئے؛ ابن ندیم' م ن' ص: ۲۲۷

20- امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم الانصاری ۱۱۳ ہجری میں پیدا ہوئے۔ ابتداء میں حدیث کے عالم تھے لیکن بعد میں فقہ حنفی کے امام بن گئے۔ امام ابوحنیفہ کے شاگردوں میں سے تھے۔ ہارون رشید نے انہیں قاضی القضاء کے منصب پر فائز کیا تھا۔
دیکھئے؛ ابن ندیم' م ن' ص: ۲۰۳

21- Dr. Hamidullah, ibid, P.11

22- شمس الائمہ امام السرخسی کا پورا نام محمد بن أحمد بن سھیل أبو بکر تھا۔ اب احناف کے آئمہ میں سے ہیں۔ سرخس سے تعلق رکھتے تھے۔ خاقان کو نصیحت کرنے کے جرم میں آپ کو فرغانہ کی جیل میں ڈال دیا گیا تھا۔ جیل سے رہائی کے بعد آپ فرغانہ میں ہی آباد ہو گئے اور وہیں پر آپ کی وفات ہوئی۔ دیکھئے؛ ابوالوفاء' الجواھر المضیئۃ فی طبقات الحنفیۃ' ص: ۲/۲۸

23- السرخسی (شمس الدین محمد بن أحمد) (م ۴۸۳ھ/۱۰۹۰م) کتاب المبسوط' (مطبعۃ السعادۃ مصر ۱۳۲۴ھ) ص: ۱۰/۲

24- محمد بن رضی الدین السرخسی' فقہ حنفی کے ممتاز آئمہ میں سے تھے۔ آپ حلب اور دمشق میں مقیم رہے۔ کئی کتابوں کے مؤلف ہیں۔
دیکھئے؛ ابوالوفاء' الجواھر المضیئۃ فی طبقات الحنفیۃ' ص: ۲/۱۲۸

25- Hamidullah, Muslim Conduct, P.12 26- الروم: ۴۷

27- حمیداللہ' محمد رسول اللہ ﷺ کی سیاسی زندگی (دارالاشاعت کراچی ۱۹۸۴ء) ص: ۲۴

28- حمیداللہ محمد' م ن' ص: ۲۹ 29- سباء: ۲۸ 30- الاعراف: ۱۵۸
31- حمیداللہ' م ن' ص: ۳۰
32- Hamidullah Muhammad, "The Life and work of the Prophet of Islam" Translation by Dr Mehmood Ahmed Ghazi, (Islamic Research Institure, 1998, Islamabad), P.1/20
33- حمیداللہ' رسول اللہ ﷺ کی سیاسی زندگی' ص: ۳۰۔۳۴ 34- ابن ہشام' السیرة النبویة' ص: ۱/ ۱۶۸
35- ابن سیدالناس (فتح الدین أبوالفتح محمد بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن یحیٰی) (م ۷۳۴ھ/ ۱۳۳۳ء) عیون الأثر فی فنون المغازی و الشمائل والسیر (ط۔۲ دارالجیل' بیروت ۱۹۷۴ء) ص: ۱/ ۵۲
36- حمیداللہ' رسول اللہ ﷺ کی سیاسی زندگی' ص: ۴۶
37- زبیر بن عبدالمطلب بن ہاشم رسول اللہ ﷺ کے چچا تھے۔ آپ کے بچپن میں ہی فوت ہو گئے۔ ان کا شمار قریش کے شعراء میں سے ہوتا تھا۔ دیکھئے: السہیلی' الروض الأنف فی شرح السیرة النبویة لابن هشام' ص: ۱/ ۳۸
38- حمیداللہ' م ن' ص: ۵۸
39- السہیلی' الروض الأنف فی شرح السیرة النبویة لابن هشام' ص: ۲/ ۲۰۰
40- عبداللہ بن جدعان التیمی القرشی جاہلیت کے مشہور سرداروں میں سے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی نبوت سے قبل ان سے ملاقات ہوئی۔ دیکھئے: ابن حبیب' م ن' ص: ۱۳۷
41- السہیلی' م ن' ص: ۲/ ۲۰۱ 42- حمیداللہ' م ن' ص: ۵۸۔۵۹
43- ابن ہشام' السیرة النبویة' ص: ۱/ ۱۷۱ 44- السہیلی' الروض الأنف' ص: ۲/ ۲۰۲
45- بحیرہ راہب' عیسائی عالم تھے اور مکے سے شام کے تجارتی راستے پر تبلیغ کے لیے مقیم تھے۔ دیکھئے: السہیلی' م ن' ص: ۲/ ۱۵۰
46- حمیداللہ محمد' رسول اللہ ﷺ کی سیاسی زندگی' ص: ۵۴
47- الطبری (ابوجعفر محمد بن جریر) (م ۳۱۰ھ/ ۹۲۹ء) تاریخ الأمم والملوك' (دارالفکر للطباعة والنشر والتوزیع ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹م) ص: ۲/ ۱۹۶
48- ابن سیدالناس' عیون الاثر' ص: ۱/ ۷۴ 49- ابن سیدالناس' عیون الاثر' ص: ۱/ ۷۵
50- ابن ہشام' السیرة النبویة' ص: ۴/ ۱۵۲ 51- ابن ہشام' م ن' ص: ۱/ ۱۸۲
52- حمیداللہ' رسول اللہ ﷺ کی سیاسی زندگی' ص: ۷۰۔۷۱ 53- الشعراء: ۲۱۴۔۲۱۶
54- الطبری' تاریخ الأمم والملوك' ص: ۲/ ۲۱۷' ابن الأثیر (ابوالحسن علی بن محمد الجزری) (م ۶۳۰ھ/ ۱۲۲۳ء)۔ الکامل فی التاریخ' (دارصادر' دار بیروت ۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۶م)' ص: ۲/ ۶۳
55- البخاری (أبوعبداللہ محمد بن اسماعیل' ت ۲۵۶ھ/ ۸۷۰ء) الجامع الصحیح (دار ابن کثیر ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷م)' کتاب التفسیر' باب أنذر عشيرتك الأقربين' حدیث نمبر ۴۴۹۲' ص: ۴/ ۱۷۸۷
56- ھیکل (محمد حسین) حیاة محمد' (مطبعة مصر شرکة مساھمة مصرية ۱۹۴۷) ص: ۱۴۱
57- ابن ہشام' م ن' ص: ۱/ ۲۵۸

58۔ ابن ہشام م ن ص ۱/۲۶۱؛ ابن سید الناس عیون الأثر ص ۱/۱۰۵؛ ابن کثیر (أبوالفداء اسماعیل) (ت ۷۷۴ھ/۱۳۷۲ء) البداية والنهاية (ط۔ امکتبة المعارف۔ بیروت مکتبة النصر۔ الریاض ۱۹۶۶ء) ص ۱/۵۰۴

59۔ هیکل م ن ص ۱۵۳

60۔ خلیفہ بن خیاط العصفری (م ۲۴۰ھ/۸۵۴ء) کتاب الطبقات (تحقیق سھیل الزکاة وزارة الثقافة دمشق ۱۹۶۶ء) ۱/۵۔۱۱

61۔ الطبری تاریخ الامم والملوک ص ۳/۷۹؛ القلقشندی (أبوالعباس محمد بن علی (ت ۸۲۱ھ/۱۴۱۸م) صبح الأعشى فى صناعة الإنشاء (وزارة الثقافة والإرشا القومى المؤسسة المصرية الصامة للتأليف والترجمة والطباعة والنشر القاهره) ص ۶/۳۷۹؛ محمد حمید اللہ مجموعه الوثائق السياسية فى العهد النبوى والخلافة الراشدة (القاهرة ۱۹٤۱ء) وثیقہ نمبر ۲۱۔

62۔ ابن ہشام م ن ص ۱/۲۷۰

63۔ حمید اللہ محمد خطبات بھاولپور (ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد ۱۹۹۲ء) ص ۳۰۳

64۔ دیکھئے الشوریٰ ۷

65۔ تفاصیل کے لیے دیکھئے مسلم بن الحجاج القشیری النیساپوری (م ۲۶۱ھ/۸۷۵ء) الجامع الصحیح (دار الفکر للطباعة ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء)

کتاب فضائل الصحابة باب من فضائل ابی ذر۔ حدیث نمبر ۶۳۵۹

66۔ ابن ہشام م ن ص ۵۴۔۵۵؛ الطبری تاریخ الامم والملوک ص ۲/۳۵۴؛ عبدالمنعم ماجد التاریخ السیاسی للدولة العربية (مكتبة الأنجلو المصرية القاهرة الجزء الأول ١٩٦٨ء) ص ۱/۱۰۸

67۔ البخاری م ن کتاب فضائل الصحابة باب وفود الانصار إلى النبى ﷺ بمكة و بيعة العقبة حدیث نمبر ۳۶۷۰ ص ۳/۱۴۱۳

68۔ ابن ہشام م ن ص ۲/۷۲

69۔ Gibb H.A.R, Muhammadism, Oxford, 1948, P.27

69۔ عون الشریف قاسم نشاة الدولة الإسلامية فى عهد الرسول ﷺ (دراسة فی وثائق العهد النبوی) (ط۔ دار الکتب المصری القاهرة دار الکتاب اللبنانی بیروت (۱۴۰۳ھ/۱۹۸۱م) ص ۳۴۔۳۵

70۔ یثاق مدینہ کی نص اور تفاصیل کے لیے دیکھئے ابن ہشام السيرة النبوية ص ۲/۱۰۶۔۱۰۸
أبو عبید (القاسم بن سلام) (م ۲۲۴ھ/۸۳۷م) کتاب الاموال (ط۔ امؤسسة ناصر للثقافة ۱۹۸۱ء) ص ۶۱
Hamidullah Muhammad, "The First Written Constitution", (2nd Edition 1388) P.16-19

71۔ حمید اللہ رسول اللہ ﷺ کی سیاسی زندگی ص ۲۵۳

72۔ ابن خلدون (عبدالرحمٰن بن محمد بن خلدون) (ت ۸۰۸ھ/۱۴۰۶ء) المقدمه (مؤسسة الأعلى للمطبوعات بیروت ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء) ص ۲/۱۶۔۱۸

73۔ ابن ہشام م ن ص ۲/۲۵۷؛ الطبری تاریخ الامم والملوک ص ۲/۲۵۹

74۔ عبدالمنعم ماجد التاریخ السیاسی للدولة العربية ص ۱/۱۰۸

75۔ هیکل حیاة محمد ص ۳۰۳

76- السرخسی'شرح السیر الکبیر محمد بن الحسن الشیبانی'(مطبعۃ مصر ۱۹۵۸ء)ص؛۱/۲۰۱

77- البخاری'م ن'کتاب الشروط' باب الشروط فی الجھاد'حدیث نمبر۲۵۸۱'۲۵۸۲'ص؛۲/۹۷۷

78- ابن ہشام'م ن'ص؛۳/۲۰۶ 79- الفتح:۱-۲

80- P.Boyce, "Fereign Affairs for New States", (University of Queensland press, New York, 1977), P.144

81- Sereni, Angelo piero, "Dritto Internazioinale",(Milano, 1957), P.2/494

82- Abdul Nayeem Muhammad, "External Relations of Islamic State During the era of Prophet Muhammad," (Kindg saud University press, 1989), P.1/38

83- دیکھیں:ارنولدت'الدعوۃ إلی الإسلام'ص؛۳۴

84- مسلم بن الحجاج-الجامع الصحیح-کتاب الجھاد والسیر -باب کتب النبی ﷺ إلی ملوک الکفار ید عوھم إلی اللہ عزو جل'حدیث نمبر۴۶۷۷'ص؛۳/۱۳۹۲

85- مسلم'الصحیح'کتاب الجھاد والسیر' باب کتاب النبی ﷺ إلی ھر قل یدعوہ إلی الإسلام'حدیث نمبر۱۷۳۳' ص؛۶/۱۳۹'ابن کثیر'م ن'ص؛۴/۵۰۱'ابوعبید'م ن'ص؛۱۸

86- ابن سعد(محمد بن سعد بن منیع)'الطبقات الکبریٰ'(دارصادر بیروت'۱۳۷۷ھ)' ص؛۱/۲۵۹

87- الیعقوبی-تاریخ الیعقوبی ص؛۲/۸۷

88- ابن قیم الجوزیہ'زاد المعاد فی ھدی خیر العباد(مؤسسۃ الرسالۃ'بیروت۱۹۷۱ء)'ص؛۱/۱۲۱

89- الطبری'م ن'ص؛۳/۸۹'القلقشندی'م ن'ص؛۶/۳۶۶

90- الطبری'م ن'ص؛۳/۸۹

91- البخاری'الجامع الصحیح-کتاب المغازی'باب کتاب النبی إلی کسریٰ و قیصر'حدیث نمبر۴۱۶۲' ص؛۴/۱۶۱۰

92- ابن سعد'م ن'ص؛۱/۲۶۰ 93- ابن سعد'م ن'ص؛۱/۲۶۰'الطبری'م ن'ص؛۳/۹۱

94- الطبری'م ن'ص؛۳/۸۴ 95- الیعقوبی-م ن'ص؛۲/۷۸

96- ابن ہشام'م ن'ص؛۴/۱۶۴

97- ابن ہشام'م ن'ص؛۴/۱۲۵'ابن الأثیر'الکامل'ص؛۲/۲۸۶ 98- النصر:۱-۳ 99- ابن ہشام'م ن' ص؛۴/۱۷۳

100- حمید اللہ'محمد رسول اللہ ﷺ کی سیاسی زندگی'ص؛۱۱۴ 101- ابن ہشام'م ن'ص؛۴/۵۳

102- ابن القیم الجوزیہ'زاد المعاد فی ھدی خیر العباد'ص؛۳/۴۴۲

103- ابن ہشام'السیرۃ النبویۃ'ص؛۴/۶۰ 104- الحجرات؛۱۳

105۔ حمید اللہ، رسول اللہ ﷺ کی سیاسی زندگی، ص:۳۱۶۔۳۱۷

106۔ ابن ہشام، السیرۃ، ص:۴/۲۵۹، تاریخ یعقوبی، ص:۲/۱۲۲۔۱۲۳

107۔ المائدہ:۳

108۔ الزخرف:۲۲

109۔ الحج:۷۸

110۔ البقرہ:۱۲۸

111۔ محمود احمد غازی، خطبات بہاولپور II، (اسلامی یونیورسٹی بہاولپور ۱۹۹۷ء) ص:۱۵۲۔۱۵۳

112۔ البقرہ:۱۴۳

113۔ محمود احمد غازی، م ن، ص:۱۵۵

114۔ الانبیاء:۹۲

115۔ محمود احمد غازی، م ن، ص:۱۵۶

116۔ آل عمران:۱۱۰

117۔ ابن ہشام، م ن، ص:۴/۲۵۹

118۔ حمید اللہ، رسول اللہ ﷺ کی سیاسی زندگی، ص:۳۱۳

119۔ الحجرات:۱۳

120۔ ابن ہشام، م ن، ص:۴/۲۶۰

121۔ حمید اللہ، م ن ص:۳۲۴۔۳۲۵

122۔ ابن القیم، زاد المعاد، ص:۳/۴۴۲

123۔ حمید اللہ، م ن، ص:۳۲۶

124۔ فاطر:۲۴

125۔ البقرہ:۶۲

126۔ النحل:۱۲۵

127۔ الانعام:۱۰۸

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امت مسلمہ کی ذمہ داریاں۔ سیرت طیبہ کی روشنی میں

پروفیسر ڈاکٹر نور الدین جامی ملتان

اس وقت عالمی سیاست میں امریکہ کا نیا عالمی نظام زیر بحث ہے۔ بلکہ پوری دنیا کی سیاست اس نظام کے گرد گھوم رہی ہے۔ امریکہ عالمی اور علاقائی سطح پر جو اقدامات کر رہا ہے ان کا محوری نقطہ یہی عالمی نظام ہے جسے بش کے نیو ورلڈ آرڈر کا نام دیا جا رہا ہے۔

۱۔ عام تاثر یہ ہے کہ اس نظام کی بنیاد امریکہ نے خلیج کی جنگ سے پیدا ہونے والے حالات سے نمٹنے کے لئے رکھی ہے اور اسے اس نظام کا خیال بھی خلیج کی حالیہ جنگ کے دوران آیا لیکن یہ بڑی سطحی سوچ ہے بلکہ اصل صورتحال یہ ہے کہ خلیج کی جنگ امریکہ کے اس نئے عالمی نظام کا ہی ایک حصہ تھی۔ اس جنگ کے اسباب پیدا کرنے میں امریکہ نے طویل انتظار کیا لیکن وہ اپنے طور پر اس نظام کے خدوخال وضع کرتا رہا اور جنگ شروع کرانے کے لئے مناسب اور موافق حالات کا منتظر تھا۔ ۶ مارچ ۱۹۹۱ء کو وائس آف امریکہ نے اپنے مفادات کے حصول کے لئے نئے عالمی نظام کے خدوخال واضح کئے۔

۲۔ کمیونزم کی ناکامی کے بعد روس توڑ پھوڑ کا شکار ہو گیا تو پھر امریکہ نے نیو ورلڈ آرڈر کے ذریعے دنیا پر اپنی طاقت قائم کرنے کی کوشش کی۔

نیو ورلڈ آرڈر یا نئے عالمی نظام کا تذکرہ خلیج کی جنگ کے بعد زیادہ زور وشور سے ہوا اسے عرف عام میں امریکی صدر جارج بش کے ذہن میں موجود کسی خاکہ کا عکس سمجھا جاتا ہے اور بالعموم اس سے مراد عدل وانصاف' امن واستحکام پر مبنی نئی سیاسی' اقتصادی اور دفاعی توازن کی صورتحال لی جاتی ہے۔ آج کل ہر طرف امریکہ کی قوت وعظمت کا ڈنکا بج رہا ہے اور اس کے نیو ورلڈ آرڈر کے بڑے چرچے ہیں' ہر طرف سے یہی آواز آ رہی ہے کہ امریکہ دنیا کی واحد سپر پاور ہے اور کوئی ملک اس کی ہمسری نہیں کر سکتا۔ امریکہ اس اپنی اس حیثیت کو دوام بخشنا چاہتا ہے اور ہمیشہ کے لئے دنیا پر حکومت کرنا چاہتا ہے۔

خلیج کی جنگ۔ روسی بالادستی کے خاتمے کے بعد جب امریکہ واحد سپر پاور بن گیا اس نے ہر جگہ اپنی من مانی شروع کر دی جس کا واضح ثبوت خلیج کی جنگ ہے۔ خلیج کے بحران کے دوران اور اس کے بعد امریکہ نے نیو ورلڈ آرڈر کا نعرہ لگایا اور دعویٰ کیا کہ اس نئے عالمی نظام کے نفاذ سے پائیدار عالمی امن کے امکانات اور سلامتی کی ضمانت مل سکے گی۔ امریکہ اس نئے عالمی نظام میں عالمی قائدے کے طور پر ایک مسلمہ حیثیت اور مقام حاصل کرے گا۔ یوں دو سپر طاقتوں کی باہمی آویزشوں سے واحد سپر پاور کی کارفرمائی کے دور میں داخل ہو جائے گی۔ یہ واحد سپر پاور نئے عالمی نظام یا نیو ورلڈ آرڈر کے خدوخال طے کرے گی۔ اس کی ترتیب ونفاذ میں اس کے مفادات کا پوری طرح خیال رکھا جائے گا۔ ان ممالک کو بطور خاص اہمیت دی جائے گی جو ان مفادات کا پوری طرح تحفظ کرنے اور عالمی امریکی پالیسیوں کی اتباع کرنے پر تیار ہوں گے۔

امریکہ اور روس دو سپر طاقتیں تھیں ان میں توازن ہوتا تھا۔ روس میں اشتراکیت کے خاتمہ کے بعد یہ توازن ختم ہو گیا اور سپر آف دی ورلڈ کا تصور تبدیل ہو گیا ان بدلتے ہوئے حالات کے تناظر میں نیا عالمی نظام پیش کیا گیا۔ مغربی دنیا کے نقطہ نظر کے مطابق نیو ورلڈ آرڈر سے مراد امن عالم اور تخفیف اسلحہ ہے لیکن درحقیقت ایسا نہیں ہے۔ نیو ورلڈ آرڈر کے ذریعے امریکہ دنیا پر اپنی طاقت کی

حکمرانی چاہتا ہے اور پوری دنیا پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔

۳۔ عالمی سیاست پر نگاہ رکھنے والے خوب جانتے ہیں کہ آج کا دور سیاسی نظریات کے تصادم اور دوسروں پر اقتصادی بالادستی حاصل کرنے کا دور ہے اور اب کوئی بڑے سے بڑا ملک بھی چھوٹے سے چھوٹے ملک کو استعماری انداز میں غلام بنا کر رکھ نہیں سکتا۔

امریکہ نے ویت نام کی جنگ طویل عرصہ تک لڑی اس سے قبل فرانس اس جنگ میں الجھا رہا۔ امریکہ کو کئی حلیف ممالک کی امداد حاصل تھی لیکن اسے حاصل کیا ہوا؟ وہ بری طرح شکست کھا کر ویت نام سے نکلا اور ایک چھوٹی سے قوم اپنی آزادی کی خاطر سالہا سال تک امریکہ اور اس کے اتحادیوں سے ٹکراتی رہی۔ اس سے قبل امریکہ کوریا کی جنگ میں اپنا بے پناہ جانی اور مالی نقصان برداشت کر چکا تھا۔ برطانیہ فرانس اور اسرائیل نے صدر ناصر کو ختم کرنے اور نہر سویز پر قبضہ کرنے کے لئے اعلان کئے بغیر جنگ شروع کی۔ مصر کا بے پناہ نقصان ہوا لیکن آخر کار ان تینوں طاقتوں کو مقبوضہ علاقے چھوڑنے پڑے۔

روس نے کمزور ہمسایہ ملک افغانستان میں بھی فوجیں داخل کیں۔ دس سال تک روس نے افغان مجاہدین کے خلاف ساری قوت استعمال کی لیکن وہ افغانستان کے مجاہدین کو شکست نہ دے سکا۔

امریکہ کے نئے عالمی نظام کا محور و مرکز بھی یہی سوچ ہے کہ وہ اپنی معیشت کے استحکام اقتصادی بحران پر قابو پانے اور نئی ابھرتی ہوئی اقتصادی اور صنعتی طاقتوں کا مقابلہ کرنے اور خاص طور پر جدید ٹیکنالوجی پر اپنی اجارہ داری قائم رکھنے مذہبی عصبیت کے حوالے سے مسلمان ممالک کو ہر شعبہ زندگی میں پس ماندہ رکھنے ان کے وسائل پر قبضہ کرنے اور جدید ایٹمی ٹیکنالوجی سے انہیں محروم کرنے کے لئے ساری تگ ودو کر رہا ہے۔ امریکہ کے ذہن میں اس فکر نے اس وقت جنم لیا جب شاہ فیصل مرحوم نے مشرق وسطیٰ کے تنازعہ کے حل کے لئے امریکہ اور اس کے حواریوں پر دباؤ ڈالنے کی خاطر تیل کی سپلائی بند کرنے کی دھمکی دی تھی۔

آج کی ساری صنعتی ترقی اور اقتصادی و معاشی سرگرمیاں تیل کی قوت کے گرد گھومتی ہیں۔ تیل پوری دنیا کی معاشی اور صنعتی ترقی کے لئے جسم میں خون کی حیثیت رکھتا ہے۔ شاہ فیصل مرحوم کی طرف سے امریکہ کو جو دھمکی دی گئی اس نے پہلی مرتبہ امریکہ کو یہ احساس دلایا کہ ساری صنعتی ترقی جدید ٹیکنالوجی اور فوجی قوت کے باوجود وہ کس قدر بے بس ہے کہ اگر عربوں کی طرف سے امریکہ اور یورپی ممالک کو تیل کی سپلائی بند کر دی جائے تو وہ ٹھٹھر کر مر جائیں گے اور ان کی صنعتی ترقی کا پہیہ جام ہو کر رہ جائے گا۔ چنانچہ ایک طرف اسے یہ چیلنج درپیش تھا کہ وہ کس طرح اپنی صنعتی ترقی اور معاشی و اقتصادی استحکام کے لئے تیل کی فراہمی کو برقرار رکھے۔ دوسری طرف جرمنی جاپان چین صنعت کے میدان میں امریکہ کے حریف بن کر ابھر رہے تھے۔ امریکی مصنوعات کی مارکیٹ تیزی کے ساتھ کم ہو رہی تھی بلکہ جاپانی مصنوعات نے تو امریکی مارکیٹ کا ستیاناس کر کے رکھ دیا لہٰذا اب امریکہ کے سامنے تین محاذ تھے۔

۱۔ عربوں کو (خاص طور پر) تیل پیدا کرنے والے ممالک کو دفاعی لحاظ سے اس قدر کمزور رکھا جائے کہ وہ امریکہ کے لئے چیلنج نہ بن سکیں۔

۲۔ جرمنی جاپان اور چین کی صنعتی ترقی کا مقابلہ کیا جائے۔

۳۔ کسی نئی طاقت کو ابھرنے کا موقع نہ دیا جائے اس محاذ پر بطور خاص مسلمان ممالک امریکہ کا نشانہ تھے۔

امریکہ نے خود اپنے عالمی مفادات کے تحفظ اور کچھ عرب ممالک کے خطرات کا احساس کرتے ہوئے انقلاب ایران کی راہ میں رکاوٹ پیدا کرنے کے لئے عراق کو ایران پر حملہ کرنے کیلئے اکسایا۔ عراق نے شط العرب کے تنازعہ کو ازسرنو کھڑا کر دیا اور ایران پر حملہ کر دیا۔ معاہدہ الجزائر کو مسترد کرتے ہوئے دو مسلمان ممالک کے درمیان خوفناک جنگ شروع ہوگئی۔ روس اور امریکہ کے علاوہ عرب ریاستوں نے بھی عراق کے لئے اپنے خزانوں کے منہ کھول دیئے۔ جدید ترین اسلحہ کے انبار عراق کے حوالے کر دیئے۔ اس طرح انقلاب کے خون میں نہائے ہوئے ایرانی عوام کو ایک بیرونی جارحیت کا مقابلہ کرنا پڑا۔ یہ جنگ طویل عرصہ تک جاری رہی اور بے پناہ خون ریزی کے بعد بند ہوئی۔ اس جنگ میں جہاں عراق کو وسیع جنگی تجربہ کا موقع ملا وہاں بعض اسلحہ جات خاص کر ایٹمی ٹیکنالوجی پر دسترس حاصل کرنے کے ذرائع بھی حاصل ہو گئے۔ جنگ کے خاتمہ کے بعد عراق کے پاس جدید ترین اسلحہ کے انبار تھے۔ چنانچہ امریکہ اور اس کے حلیف مغربی ملکوں نے عراق کو شہ دے کر کویت کے خلاف جنگ شروع کرنے پر ابھارا۔ دونوں ملکوں کے درمیان قرضوں کی واپسی پر پہلے ہی محاذ آرائی اور چپقلش پیدا ہو چکی تھی جو عراق نے جنگ کے دوران کویت سے حاصل کئے تھے۔ کویت نے ان قرضوں کی واپسی کا مطالبہ کیا تو عراق کے تیور بدل گئے۔ جنگ نے عراق کی معیشت پر بھی سخت ناگوار منفی اثرات مرتب کئے۔ عالمی مارکیٹ میں تیل کے مسئلہ پر بھی کویت اور عراق کے درمیان تنازعہ پیدا ہو گیا۔ عراق چاہتا تھا کہ عرب ممالک تیل کی پیداوار کم کر دیں تاکہ قیمتوں میں اضافہ ہو جائے اور عراق اپنی گرتی ہوئی معیشت کو سنبھال سکے لیکن کویت اور بعض دوسرے عرب ممالک نے عراق کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔

کویت کو ایک مشکل وقت کا سامنا کرنا پڑا اور دونوں طرف سے الزام تراشیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ افسوس کہ عرب ممالک اور خاص کر مسلمان ممالک نے جنگ رکوانے کی کوشش نہ کی۔ اس کی بنیادی وجہ امریکی سازش تھی جس کا مقصد اس جنگ کی آڑ میں خلیج میں مداخلت کا راستہ ہموار کرنا اور عربوں کے وسائل پر قبضہ کرنا تھا۔ یہ بات ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ عراق میں امریکی سفیر نے صدر صدام حسین کو کویت پر قبضہ کرنے کے لئے اکسایا اور یہ یقین دلایا کہ امریکہ مداخلت نہیں کرے گا۔ دراصل یہ مسلمان ممالک اور خاص طور پر عراق کی حماقت تھی کہ وہ کویت کے خلاف جنگ کے لئے تیار ہو گیا اور اعلان کئے بغیر ایک ایسے ہمسایہ ملک پر قبضہ کر لیا جس نے ایران کے خلاف جنگ میں اس کی سب سے زیادہ مدد کی تھی۔

امریکہ صرف اس بات کا منتظر تھا کہ عراق کویت پر حملہ کرے اور خلیج میں اپنی فوجیں اتار دے۔ عراقی صدر صدام حسین امریکی سازش کا بری طرح شکار ہوا۔ دراصل امریکہ کے ذہن میں نئے عالمی نظام کا جو خاکہ تھا اس جنگ کے بغیر مکمل ہی نہیں ہو سکتا تھا۔

عرب ممالک کی بدقسمتی یہ تھی کہ وہ دفاعی اعتبار سے اتنے مضبوط نہ تھے کہ عراق کی فوجی قوت کا مقابلہ کر سکتے' انہیں خود کویت کے خلاف عراقی جارحیت سے اپنے لئے خطرہ محسوس ہونے لگا۔

۲ اگست کو کویت پر عراق نے قبضہ کر لیا اور اس کے اگلے ہی روز امریکی فوجیں خلیج میں آ دھمکیں۔ امریکہ نے بہت عرصہ پہلے اس جنگ کی تیاری کر لی تھی اور صحرائی علاقے میں لڑنے والے فوجی دستے تیار کر لیے تھے۔ اس وقت کسی کے ذہن میں بھی یہ بات نہ تھی کہ یہ فوجی دستے کن عرب ممالک کے خلاف استعمال ہوں گے۔ عراق کی حماقت نے کئی عرب ممالک کو بھی امریکی حمایت کی صف

میں لاکھڑا کیا اور عراق اس جنگ میں اکیلا رہ گیا۔

جاپان' جرمنی' برطانیہ' فرانس اور سارا یورپ جانتا ہے کہ ان کی معیشت کا دارو مدار اور صنعتی ترقی کا انحصار تیل پر ہے۔ چنانچہ امریکہ نے اس جنگ کے اخراجات میں جاپان اور جرمنی سے بھاری مالی امداد حاصل کی اور جن ملکوں کی فوجیں امریکہ کی حمایت میں خلیج میں پہنچیں۔ ان سب نے اپنے اخراجات خود برداشت کئے۔ امریکہ اور اس کے حلیفوں نے اس جنگ میں تمام انسانی مذہبی اقدار اور اقوام متحدہ کے تمام ضابطوں کو بری طرح پامال کیا۔ دنیا کو تہذیب اور اخلاق کا درس دینے والوں نے طاقت کا اندھا دھند اور بری طرح استعمال کیا اور امریکہ کو خلیج میں مستقل قیام کا موقع ہاتھ آ گیا۔

روس افغانستان میں مجاہدین کے ہاتھوں پسپائی اور شکست کے بعد اس قابل نہیں رہا تھا کہ وہ امریکہ کو للکار سکے یا کہیں اس کے مقابلے پر آ سکے۔ وہ اندرونی انتشار کا شکار ہوا اور اس سے کئی ریاستیں آزاد ہوئیں۔ عربوں کے تیل کے وسائل پر قبضہ کرنے کے بعد امریکی جارحیت کا رخ سیدھا مسلمان ممالک کی طرف ہے۔ پاکستان کی فوجی اور اقتصادی امداد پر پابندی کا اشارہ تو بہت پہلے اس وقت مل گیا تھا جب روس نے افغانستان سے فوجیں واپس بلالی تھیں۔

امریکہ کے دباؤ پر عالمی ادارے جیسے عالمی بنک' آئی ایم ایف' ایشیائی ترقیاتی بنک سخت قسم کی شرائط پر پاکستان کو قرضے فراہم کرتے ہیں۔ آئی ایم ایف کا دباؤ یہ ہے کہ پاکستان اپنی فوج کی تعداد ۵ لاکھ سے کم کر کے ایک لاکھ کر دے۔ مقبوضہ کشمیر میں پاکستان کو مداخلت کا ملزم ٹھہرایا جا رہا ہے اور دھمکی دی جا رہی ہے کہ کشمیری مجاہدین کی امداد بند کر دی جائے۔ حالانکہ کشمیر کی تحریک آزادی کشمیری مجاہدین نے شروع کی ہے۔ پاکستان سے یہ سب مطالبات اس کے باوجود کئے جا رہے ہیں کہ بھارت نت نئے ایٹمی میزائل بنا رہا ہے' اسرائیل اور دوسرے ممالک جدید ٹیکنالوجی حاصل کر چکے ہیں لیکن امریکہ اور دوسری مغربی طاقتیں مسلمان ممالک کو کمزور دیکھنا چاہتی ہیں۔

چین نے الجزائر کے ساتھ دفاعی تعاون شروع کیا تو امریکہ نے الزام لگایا کہ چین نے الجزائر کو ایٹمی ٹیکنالوجی فراہم کر دی ہے۔ اس بے بنیاد الزام کی آڑ میں چین کو دی جانے والی مراعات ختم کر دی گئیں' اس کے قرضے روک لئے گئے اور اسے جدید ٹیکنالوجی کی فراہمی پر پابندی لگا دی گئی۔ اس سے قبل امریکہ لیبیا پر الزام لگا چکا ہے کہ وہ ایٹمی قوت بننا چاہتا ہے اور اس کی آڑ میں اس نے لیبیا کو جارحیت کا نشانہ بنایا تھا۔

امریکہ چاہتا ہے کہ کوئی ملک خصوصاً مسلمان ممالک اسرائیل یا خود امریکہ کے لئے چیلنج نہ بن سکیں چنانچہ حال ہی میں ایران کو بھی دھمکی دی گئی ہے کہ وہ ایٹمی اسلحہ تیار کر رہا ہے اس کی ایٹمی تنصیبات کو تباہ کر دیا جائے گا۔ شام جس نے خلیج کی جنگ میں امریکہ کا ساتھ دیا' اسرائیل نے اسے جنگ کی دھمکی دی ہے۔ تو گویا یہ سب کچھ مسلمان ممالک کی طاقت کو کچلنے' انہیں اقتصادی طور پر غلام بنانے اور انہیں پسماندہ رکھنے کے لئے کیا جا رہا ہے۔

خاص طور پر پاکستان کے لئے امریکہ کا پروگرام یہ ہے کہ ہم بھارت کی بالادستی کو تسلیم کر کے اس کی ایک طفیلی ریاست بن جائیں۔ اس کے بعد کسی مسلمان ملک میں اتنی طاقت نہ ہوگی کہ وہ دفاعی شعبہ میں خود کفالت حاصل کرے یا اسرائیل کے لئے خطرے

کا باعث بن سکے یا امریکہ کی ایٹمی اجارہ داری کو للکار سکے۔

عربوں کے وسائل پر قبضہ کرنے کے بعد اب امریکہ نے نئے عالمی نظام کے دوسرے مرحلے پر کام شروع کر دیا ہے۔ وہ پاکستان کے خلاف بھارت کو ہر قسم کی امداد فراہم کر کے اتنا طاقتور بنا دینا چاہتا ہے کہ ایک طرف وہ پاکستان کو ختم کر دے اور دوسری طرف چین کے لئے ایک خطرہ بن جائے۔ یہ صورت حال پورے عالم اسلام کے لئے لمحہ فکریہ ہے۔

اس وقت عالم اسلام امریکہ کے نئے عالمی نظام کی زد میں ہے اس کا مقابلہ سیرت رسول ﷺ کی روشنی میں اپنی قوت ایمانی' قومی یکجہتی' ملی اتحاد اور دفاعی اعتبار سے اپنے آپ کو مستحکم اور ناقابل تسخیر بنا کر ہی کر سکتے ہیں۔ عالم اسلام کا اتحاد وقت کی اہم ضرورت ہے۔

نئے عالمی نظام کے اغراض و مقاصد

نئے عالمی نظام کے اغراض و مقاصد درج ذیل ہیں۔

اول: عمومی مقاصد   دوم: خصوصی مقاصد

اول: عمومی مقاصد

امریکہ اور مغربی نقطہ نظر کے مطابق نیو ورلڈ آرڈر کے اغراض و مقاصد کو ہم درج ذیل نکات پر مشتمل قرار دے سکتے ہیں۔

(۱) دنیا کے ہر ملک کو اپنی موجودہ جغرافیائی سرحدوں کے دفاع کے لئے جتنی فوج درکار ہے اسے صرف اتنی فوجی اور دفاعی قوت رکھنے کی اجازت دی جائے گی۔

(۲) کسی بھی ملک کو اپنی دفاعی اور فوجی قوت بڑھانے کے لئے اقوام عالم کی رضامندی لینا ہوگی یعنی اقوام عالم کے باہمی مشورے اور رضامندی کے ساتھ ہر ملک کو اپنی قوت بڑھانے اور شو آف پاور کی اجازت ہونی چاہیئے اور کسی کو آزادانہ طور پر اپنی فوجی قوت کو بڑھانے کی اجازت نہ ہوگی۔

(۳) ایٹمی ہتھیار ممکنہ حد تک ختم کر دیئے جائیں کہ یہ دنیا کی تباہی میں استعمال کئے جاتے ہیں۔

(۴) کسی بھی ملک میں دائرہ کار سے متعلق کسی قسم کی تبدیلی باضابطہ اور سیاسی طریقوں یعنی جمہوری طریقوں سے ہٹ کر نہ لائی جائے یعنی ان طریقوں سے ہٹ کر کسی ملک کے اندر سیاسی' جغرافیائی سرحدوں اور اس کے نظام میں تبدیلی نہ لائی جائے' مطلب یہ کہ ملکوں میں جمہوری انداز کو فروغ دیا جائے۔

(۵) تجارت کی بین الاقوامی مارکیٹیں اور مراکز اور کالونیوں پر کسی کا تسلط نہیں ہونا چاہیئے بلکہ ان میں ہر ایک کو آنے جانے کی اجازت ہونی چاہیئے اور اس میں فیصلہ کن حیثیت اقوام کی بین الاقوامی مرضی کو حاصل ہو۔

(۶) علاقائی مسائل اس طرح سے حل کیے جائیں کہ ملکوں کے درمیان آئندہ تنازعات پیدا نہ ہوں اور نتیجتاً امریکی اور مغربی مفادات کو لاحق خطرات دور ہو جائیں۔

یہ تو تھا مغربی نقطہ نظر کے مطابق نیا عالمی نظام اور اس کے مقاصد۔ گویا سینئر بش اور امریکہ کے نیو ورلڈ آرڈر کے مطابق اس

سے مراد تخفیف اسلحہ اور امن عالم کا اہتمام ہے مگر اب ہم دیکھتے ہیں کہ اس نئے عالمی نظام کے اصل مقاصد کیا ہیں یہ وہ خصوصی مقاصد ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

دوم: نئے عالمی نظام کے خصوصی مقاصد

(۱) امت مسلمہ کا وجود ختم کرنا:

یہ امر مسلمات میں سے ہے کہ نیو ورلڈ آرڈر درحقیقت عالم یہودیت اور عالم صیہونیت کی اسلام کے خلاف ایک بین الاقوامی تیار کردہ سازش کا ماڈل اور ایڈیشن ہے۔ نیو ورلڈ آرڈر کا اصل مقصد یہی ہے کہ امت مسلمہ کا وجود ختم کر کے امریکہ واحد سپر پاور بن جائے اور کوئی بھی اس کے خلاف سر نہ اٹھا سکے۔ کوئی بھی عالمی نظام ایک ملک کی بالادستی کے ساتھ قائم ہونا ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کائنات کا تنہا خالق و مالک ہے اگر Uni-Polar یعنی وحدانی نظام انسانی زندگی میں ممکن ہوتا تو یہ اسی کو زیادہ سزاوار تھا لیکن پوری قوت اور پوری قدرت کے باوجود اس کی حکمت نے اسے پسند نہ کیا اور ابلیس کی صورت میں اپنا حریف اس نے خود پیدا کیا اور ازل سے ابد تک کے لئے معرکہ حق و باطل جاری رکھنے کی خاطر سے Bi-Polar بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ پوری کائنات کو کبھی کسی کے قبضہ یا اختیار میں نہیں دیتا اور ایک گروہ کے ذریعے دوسرے کو ہٹاتا ہے اور ظلم کا سد باب کرتا ہے۔

ولو لا دفع اللّٰہ الناس بعضھم ببعض لفسدت الارض ولکن اللّٰہ ذو فضل علی العٰلمین ٥

''اور اگر اسی طرح اللہ انسانوں کے ایک گروہ کو دوسرے گروہ کے ذریعے ہٹاتا نہ رہتا تو زمین کا نظام بگڑ جاتا لیکن دنیا کے لوگوں پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔''

فطرت کے اس قانون کی روشنی میں یہودیوں کی عالمگیر حکومت کبھی وجود میں نہ آ سکے گی اور یہ خواب ہمیشہ ہی رہے گا۔ تاریخ گواہ ہے کہ جب کسی کے دماغ میں انا ربکم الاعلی کا خناس سمایا' تباہی و بربادی اس کا مقدر ٹھہرا۔ اگر نیو ورلڈ آرڈر کے نکات کو سطحی نظر سے دیکھا جائے تو ان نکات میں بظاہر کوئی خامی نظر نہیں آتی مگر بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو ان نکات میں یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ یہ آرڈر کلیتاً اسلام دشمنی ہے۔ اس کا مقصد صرف اور صرف عالم اسلام کا معاشی استحصال ہے۔

(۲) مسلم ممالک کو ایٹمی طاقت سے محروم کرنا

نیو ورلڈ آرڈر کا ایک اہم مقصد یہ بھی ہے کہ مسلم ممالک کو ایٹمی طاقت سے محروم کر دیا جائے۔ نیو ورلڈ آرڈر میں کہا گیا ہے کہ ایٹمی ہتھیار دنیا سے ختم کر دیئے جائیں مگر دوسری طرف اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے اسرائیل کو ایٹمی ہتھیاروں کی سپلائی کی جا رہی ہے اور اسے اربوں ڈالر کی امداد دی جا رہی ہے۔ اسرائیل کو تو مدد دی جا رہی ہے مگر پاکستان کو بند کر دی گئی ہے۔ چین نے پاکستان' الجزائر کے ساتھ جدید اسلحہ اور میزائل دینے کا وعدہ کیا لیکن امریکہ چین پر دباؤ ڈال رہا ہے کہ چین اس معاہدہ کو ختم کر دے۔

(۳) عالمی سیاست پر قبضہ

امریکہ جو اس وقت دنیائے سیاست کا فرعون بنا ہوا ہے۔ نیو ورلڈ آرڈر کے ذریعے پوری دنیا کی سیاست پر قبضہ کرنا چاہتا

ہے تا کہ وہ جیسا چاہے ویسا ہو' یہ نیو ورلڈ آرڈر کے اہم مقاصد میں سے ہے۔ لہٰذا امریکہ نیو ورلڈ آرڈر امن ہے یا غلبہ کی کیفیت جو امریکہ دنیا پر نافذ کرنا چاہتا ہے بطور سپر پاور امریکہ تمام دنیا کی سیاست پر قابض ہونا چاہتا ہے اس لئے ترقی پذیر ممالک میں وہی حکومت سامنے آتی ہے۔ جس کو امریکہ کی آشیرباد حاصل ہوتی ہے اس کی منظوری سے تمام ملکی معاملات سرانجام پاتے ہیں۔

(۴) عالمی معیشت پر قبضہ

اقتصادی لحاظ سے امریکہ کو اندرون ملک اور بیرون ملک کئی چیلنجوں کا سامنا ہے۔ عالمی تجارت میں اس وقت شدید مقابلے کی کیفیت ہے۔ وہ ممالک جو پہلے اپنی ضروریات کی چیزیں باہر سے منگواتے تھے وہ اپنی صنعت کو مضبوط بنا رہے ہیں اور اپنی درآمدات کم کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی برآمدات بڑھانے کی بھی کوشش کر رہے ہیں۔ خلیج کی جنگ اور اس کے بعد تعمیر نو کے کام سے امریکی اقتصادیات کو کچھ سہارا ملا ہے اور اس کی حالت کچھ سنبھلی ہے لیکن جو حالات امریکی معیشت کے ہیں ان کے تناظر میں اسے ایک مستقل سہارے کی ضرورت ہے۔ اس لئے وہ چاہتا ہے کہ نیو ورلڈ آرڈر کے ذریعے تجارت کی بین الاقوامی منڈیوں کا کنٹرول بھی امریکہ اور بین الاقوامی قوتوں کے ہاتھ میں آ جائے۔

(۵) اسلامی تحریکوں کو کچلنا

نیو ورلڈ آرڈر کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ دنیا میں جہاں کہیں بھی اسلامی تحریکیں اٹھ رہی ہیں انہیں کچل دیا جائے اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے امریکہ طرح طرح کے حربے استعمال کر رہا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ کمیونزم کے زوال کے بعد امریکہ اور مغرب اسلامی انقلاب کو اپنے لئے خطرہ سمجھتے ہیں اور اسی خطرہ کے سدباب کے لئے انہوں نے نیو ورلڈ آرڈر تشکیل دیا۔

امریکہ کے نیو ورلڈ آرڈر کا اصل مقصد دنیا کی واحد سپر پاور بن جائے اور دنیا بھر میں امریکہ کی قائدانہ کردار برقرار رہے۔ صدر جارج بش نے جب نئے عالمی نظام کے خطوط پر روشنی ڈالی تو انہوں نے اس یقین کا اظہار کیا کہ اب دنیا پر صرف ایک طاقت کی حکمرانی ہے اور وہ ہے امریکہ' دنیا کو امریکہ پر مکمل اعتماد ہے کہ وہ طاقت کا استعمال درست طریقے پر کرے۔

نیو ورلڈ آرڈر کے نعرے نے مسلم و غیر مسلم تمام ممالک کو فکرمندی میں مبتلا کر دیا ہے۔ امریکہ اور اسرائیل پوری دنیا میں اسوقت نفرت و حقارت کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔ ان سے اپنی آزادی و خودمختاری کے تحفظ کی تدابیر ہر جگہ سوچی جا رہی ہیں۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ تمام ممالک اپنے قومی مفادات سے دستبردار ہو کر امریکہ کی بالادستی قبول کر لیں۔

نیو ورلڈ آرڈر کے پردے میں مسلم دشمنی کے ثبوت

تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ دنیا میں جہاں اور جب بھی اسلامی انقلاب لانے کی کوشش کی گئی تو امریکہ نے نیو ورلڈ آرڈر کے پردہ میں اس کی بھرپور مخالفت کی اس کی مثالیں درج ذیل ہیں۔

(۱) امریکہ نے انقلاب ایران کے وقت ایران کی بھرپور مخالفت کی تا کہ اسلامی انقلاب کو پنپنے کا موقع نہ مل سکے اس لئے اس نے عراق ایران جنگ میں عراق کی حمایت کی۔

(۲) افغانستان میں مجاہدین نے اسلامی انقلاب اور اسلامی حکومت کے قیام کا اعلان کیا تو امریکہ کو طالبان کی حکومت ایک آنکھ نہ بھائی اور اس نے ۱۱ ستمبر کا بہانہ بنا کر افغانستان کی سرزمین پر حملہ کیا اور سفاکی اور بربریت کی ایک بدترین مثال قائم کی۔

(۳) پاکستان کے لئے امریکی امداد کی بندش کی ایک اہم وجہ بھی یہی ہے۔

(۴) الجزائر میں اسلامک سالویشن فرنٹ نے تاریخ ساز فتح حاصل کی مگر امریکہ نے الیکشن ملتوی کرا کے مارشل لاء لگوا دیا۔

نیو ورلڈ آرڈر اور امت مسلمہ کا مستقبل

نیو ورلڈ آرڈر کے ذریعے امریکہ ایک طرف تو ایٹمی ہتھیاروں کو ختم کرنے کا اعلان کرتا ہے اور دوسری طرف خود براعظمی میزائل ڈیفنس سسٹم کی تیاری اور اسرائیل کو ایٹمی ہتھیار فراہم کر رہا ہے اس طرح اس کی یہ شق یکطرفہ ہوئی وہ اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے اسرائیل اور دوسرے ممالک کو ایٹمی ہتھیاروں کی فراہمی کرتا ہے۔ لیکن مسلم امہ پر ایٹمی ہتھیاروں کی فراہمی پر پابندی عائد کرتا ہے اور انہیں ایٹمی طاقت سے محروم رکھنا چاہتا ہے اور پاکستان کے ایٹمی پروگرام کے خلاف پریسلر ترمیم استعمال کی جاتی رہی جبکہ بھارت کے ساتھ نہ صرف دفاعی معاہدے کئے بلکہ اس پر سے پابندی بھی اٹھالی گئی۔

چین نے پاکستان اور الجزائر کے ساتھ معاہدہ کیا تھا۔ امریکہ نے چین پر ہر ممکن دباؤ ڈالا کہ وہ اپنے پلانٹ دینے کے لئے جدید اسلحہ اور میزائل فراہم کرنے کا معاہدہ منسوخ کر دے۔

اس کے علاوہ مغربی جرمنی نے ایران سے ایٹمی پاور پلانٹ کا معاہدہ کیا اور ایران اس کی ادائیگی بھی کر چکا تھا۔ اس کے باوجود امریکہ نے جرمنی پر دباؤ ڈال کر معاہدہ منسوخ کرا دیا۔

اب سوچنا یہ ہے کہ ایران' پاکستان اور الجزائر کا کیا جرم ہے کہ ان پر تو ایٹمی ہتھیاروں کی پابندی عائد کرتا ہے اور بھارت' اسرائیل کو چھوٹ دی جا رہی ہے جبکہ پاکستان ایران اور الجزائر اسلامی ممالک ہیں۔

اسی طرح امریکہ ایک طرف مشرق وسطیٰ میں مسلمانوں کو دبانے کے لئے اسرائیل کو پال رہا ہے اور دوسری طرف جنوبی ایشیا کے لئے پاکستان کو دبا کر بھارت کو آگے لا رہا ہے۔

اگست میں جب عراق نے کویت پر حملہ کیا تو امریکہ نے اپنی تمام تر قوت عراق کے خلاف استعمال میں لانے کے لئے جمع کر لی۔ بظاہر اس کا مقصد کویت کو آزادی دلانا تھا مگر دراصل امریکہ عراق کی تباہی کا خواہشمند تھا۔ چنانچہ جنگ کے دوران جس طریقے سے امریکی اور اتحادی طیاروں نے بمباری کر کے تباہی و بربادی پھیلائی۔ اس سے بالکل واضح ہو گیا کہ امریکہ کویت کی آزادی سے زیادہ عراق کی تباہی چاہتا ہے۔

پاکستان واحد مسلم ملک ہے جو جدید ایٹمی ٹیکنالوجی میں مہارت رکھتا ہے۔ لیکن پاکستان کے ایٹمی دھماکہ کے بعد امریکہ نے نیو ورلڈ آرڈر کے ذریعے پاکستان پر اقتصادی پابندیاں عائد کر دیں۔

فوجی' اقتصادی اور تجارتی امداد پر پابندی کے ذریعے امریکہ نے پاکستان کی معیشت اور ترقی کو تہس نہس کرنا چاہا۔ یہ ہیں نئے عالمی نظام کے خصوصی اہداف جو امریکہ حاصل کرنا چاہتا ہے جس کا اصل ہدف جیسا کہ ہم نے درج بالا شواہد سے واضح کیا ہے عالم

اسلام کی تباہی و بربادی ہے۔ لہٰذا اب سوچنا یہ ہے کہ ہم نے اس کے تدراک کے لئے کیا کیا ہے اس کا تدراک ہم سیرت رسول ﷺ کی روشنی میں کر سکتے ہیں۔

سیرت طیبہ کی روشنی میں عالم اسلام کے استحکام کے لئے تجاویز

اس نئے عالمی نظام کا مداوا عالم اسلام کے اتحاد و اتفاق سے ہی ممکن ہو سکتا ہے۔ اس ضمن میں ہمیں قرآن وسنت کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ مسلم امت کے زوال کا سب سے بڑا سبب اتحاد و اتفاق کا نقدان ہے۔ جب کہ قرآن وسنت ہمیں اتحاد و اتفاق کا درس دیتا ہے۔ سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے چھپن سے زائد اسلامی ممالک ہیں' دنیا کے بہت بڑے آبی ذخائر اور تمام تر قدرتی وسائل ان کے تصرف میں ہیں لیکن اس کے باوجود ہم زوال پذیر ہیں۔ قرآن مجید نے ہمیں اتحاد و اتفاق کی دعوت دی ہے۔

ا۔ اتحاد' وحدت فکر

سیرت رسول ﷺ نے بھی اتحاد و اتفاق کی دعوت دی ہے۔ آپ نے فرمایا:

المسلم للمسلم کالبنیان یشد بعضه بعضا

''مسلمان کے ساتھ مسلمان کا تعلق ایسا ہے جیسے ایک دیوار کے اجزاء جن کو ایک دوسرے سے پیوستہ کر دیا جاتا ہے۔''

مثل المومنین فی توادهم تراحمهم وتعاطفهم کمثل الجسد الواحد اذا اشتکی منه عضو تداعی له سائر الجسد بالسهر او الحمی.

''آپس کی محبت اور رحمت و مہربانی میں مسلمانوں کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک جسم کہ اگر اس کے ایک عضو کو تکلیف پہنچے تو سارا جسم بے خواب و بے آرام ہو جاتا ہے۔'' ملت اسلامیہ کے اس جسم نامی کو رسول ﷺ نے ''جماعت'' کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

یدالله علی الجماعة ومن شذ شذ فی النار.

''جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے جو اس سے بچھڑ گیا وہ آگ میں گیا۔

من فارق الجماعة شبرا خلع ربقة الاسلام من عنقه'.

''جو ایک بالشت بھر بھی اپنی جماعت سے علیحدہ ہوا' اس نے اسلام کا حلقہ اپنی گردن سے اتار پھینکا۔''

اسی پر بس نہیں بلکہ فرمایا:

من اراد ان یفرق جماعتکم فاقتلوا.

''جو تمہاری جماعت میں تفریق پیدا کرنے کی کوشش کرے اس کو قتل کر دو۔'' اور:

من ارادان یفرق امر الامة وهی جمیع فاضر بوه بالسیف کائنا من کان. (مسلم' کتاب الامارة)

''جو کوئی اس امت کے بندھے ہوئے رشتہ کو پارہ پارہ کرنے کا ارادہ کرے' اس کی تلوار سے خبر لو خواہ وہ کوئی ہو۔''

قرآن حکیم اور احادیث رسول اکرم ﷺ ہمیں اتحاد و اتفاق کی دعوت دیتی ہیں کہ عالم اسلام کو ایک وحدت ہونا چاہیئے۔ اس

حوالہ سے سب سے پہلے فکری وحدت پائی جانی چاہیئے۔

اسی بناء پر جو جماعت آپ نے تشکیل دی اس میں بھی وحدت فکر پائی جاتی تھی۔ اس جماعت میں خون اور خاک، رنگ اور زبان کی کوئی تمیز نہ تھی۔ اس میں سلمانؓ ایرانی تھے جن سے ان کا نسب پوچھا جاتا تو فرماتے کہ "سلمان بن اسلام"۔ حضرت علیؓ ان کے متعلق فرمایا کرتے تھے سلمان منا اھل البیت۔ "سلمان ہم اہل بیت میں سے ہیں۔" اس میں باذان بن ساسان اور ان کے بیٹے شہر بن باذان تھے جن کا نسب بہرام گور سے ملتا تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے حضرت باذان کو یمن کا اور ان کے صاحبزادے کو صنعاء کا والی مقرر فرمایا تھا۔ اس جماعت میں بلال حبشیؓ تھے جن کے متعلق حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ بلال سیدنا و مولیٰ سیدنا "بلال ہمارے آقا کا غلام اور ہمارا آقا ہے" اس جماعت میں صہیب رومیؓ تھے جنہیں حضرت عمرؓ نے اپنی جگہ نماز میں امامت کے لئے کھڑا کیا اس میں حضرت ابو حذیفہؓ کے غلام سالمؓ تھے جن کے متعلق حضرت عمرؓ نے اپنے انتقال کے وقت فرمایا کہ اگر آج وہ زندہ ہوتے تو خلافت کے لئے انہی کو نامزد کرتا۔ اس میں زید بن حارثہ ایک غلام تھے جن کے ساتھ رسول اکرم ﷺ نے خود اپنی پھوپھی زاد بہن ام المومنین حضرت زینبؓ کو بیاہ دیا تھا۔ ان میں حضرت زیدؓ کے بیٹے اسامہؓ تھے جن کو رسول اللہ ﷺ نے ایک ایسے لشکر کا سردار بنایا تھا جس میں حضرت ابو بکر صدیق، عمر فاروق، ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہؓ شریک تھے۔ انہی اسامہؓ کے متعلق حضرت عمرؓ اپنے بیٹے عبداللہ سے فرماتے ہیں کہ اسامہؓ کا باپ تیرے باپ سے افضل تھا اور اسامہ خود تجھ سے افضل ہے۔

اسلام نے افکار و عقائد کی بنیاد جس طرح نظریاتی وحدت پر رکھی ہے۔ اس طرح اسلامی معاشرے کی بنیاد رکھنے میں بھی اسی توحید کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ چونکہ اسلام نے ایک ایسے معاشرے کی بنیاد رکھی ہے جو عالمگیر ہے اور دنیا بھر کے مسلمان ایک خدا، ایک رسول اور ایک کتاب کو مانتے ہیں اس لئے اس نے نہ صرف ایک مسلمان کو وہ جہاں کہیں بھی ہے زبان، نسل، جغرافیائی حدود رنگ قبیلے، عربی اور عجمی ہونے کے اختلاف سے ماورا قرار دیا ہے۔ بلکہ نئے نظام، روایتی تہذیب سے بھی روشناس کرایا، وفاداریوں اور وابستگیوں کا نیا تصور فراہم کیا۔ قطع نظر اس کے کہ وہ مختلف علاقوں میں رہے ہوں یا ان کی تہذیب و تمدن علیحدہ ہو، اسلام جغرافیائی حد بندیوں اور خونی و نسلی نفرتوں کا قائل نہیں بلکہ وہ تمام مسلمانوں کو ایک امت مانتا ہے۔ خواہ جغرافیائی لحاظ سے وہ ایک دوسرے سے کتنے ہی فاصلے پر کیوں نہ ہوں اور اسلام میں نظریات وحدت کا یہی تصور پایا جاتا ہے۔

اسی بناء پر مسلم امہ کو ایک درخت کی مانند قرار دیا گیا ہے جب کہ مسلم ممالک اس کی شاخیں ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا باایمان معاشرے کے افراد مہر و محبت کے لحاظ سے ایک بدن کی طرح ہیں بدن کے کسی حصے میں جب کبھی کوئی درد پیدا ہوتا ہے تو سارے اعضاء اپنے اپنے مرتبے کے لحاظ سے ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں اسی لئے تو قرآن حکیم نے بھی یہ کہا کہ مومنین آپس میں ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ لہٰذا اپنے بھائیوں میں صلح رکھو اور خدا کی نافرمانی سے بچو تا کہ خدا تم پر رحم فرمائے۔

نظریاتی وحدت کی ضرورت آج پہلے کی نسبت کہیں زیادہ ہے کیونکہ مسلمانان عالم میں اتحاد کا فقدان ہے۔ مسلمان علوم و فنون میں مغربی دنیا سے کہیں پیچھے رہ گئے ہیں۔ حالانکہ موجودہ دور کے سائنسی علوم و فنون کی بنیاد رکھنے والے ہی مسلمان ہیں۔

اس وقت پوری دنیا میں مسلمانوں کے خلاف برسرپیکار قوتیں ایک دوسرے کے ساتھ گہرے اشتراک کے ساتھ کام کر رہی

ہیں۔اس لئے مسلمانوں کو بھی ایک پلیٹ فارم پر متحد ہو کر ان کی سازشوں کو ناکام بنانا چاہیئے۔اس طرح مسلمانوں کا یہ اتحاد کشمیر کے علاوہ فلسطین اور بوسنیا کے مظلوم مسلمانوں کو غیر مسلموں کے مظالم سے نجات دلا سکتا ہے۔ان علاقوں میں رہنے والوں کا قصور صرف یہی ہے کہ وہ مسلمان ہیں۔انہیں نہ صرف مسلمان ہونے کی وجہ سے سزا دی جا رہی ہے بلکہ ان کا مسلم تشخص بھی مسخ کرنے کی ناپاک کوششیں کی جا رہی ہیں۔مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ طبقاتی گروہی' لسانی' وطنی اختلافات' تنگ نظری اور تعصب کے لبادے اتار کر اس اسلامی معاشرے کے رکن بن جائیں جو آج سے چودہ صدیاں قبل حضور ﷺ نے قائم فرمایا تھا۔

مسلمان جہاں کہیں بھی آباد ہیں انہیں اپنے اپنے وطن کو اسلامی تعلیمات کے مطابق امن' محبت اور سلامتی گہوارہ بنانا چاہیئے تا کہ وہ کاروبار حیات کو اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ کے بتلائے ہوئے طریقوں کے مطابق چلا سکیں۔

نظام عدل وانصاف کا قیام بھی نظریاتی وحدت کا ایک ذریعہ ہے۔اسی بناء پر حضور نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا۔

''ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔اپنے غلاموں کا خیال رکھو انہیں وہی کھلاؤ جو خود کھاتے ہو ایسا ہی پہناؤ جو تم خود پہنتے ہو۔

اچھے اخلاق ایمان کے لوازم ہی نہیں بلکہ وہ انسان کو ان بلندیوں تک بھی پہنچا دیتے ہیں جن تک وہ کثرت عبادت کے ذریعے پہنچ سکتا ہے۔اچھے اخلاق کے ذریعے ہی انسان ایک دوسرے کے قریب آ جاتا ہے اور اسی طرح امت واحدہ کے نظریے کو تقویت ملتی ہے۔

مسلمان ممالک کو چاہیئے کہ وہ ٹیکنالوجی کے میدان میں بھی ایک دوسرے کی مدد کریں تا کہ اجتماعی طور پر وسائل کو بروئے کار لا کر دشمنان اسلام کا بھرپور مقابلہ کیا جا سکے۔اس ضمن میں پاکستان' ترکی' ایران اور مصر کی تکنیکی ترقی کو مزید فروغ دیا جا سکتا ہے تا کہ مسلمانان عالم اپنی سابقہ روایات اور کھوئی ہوئی عظمت کو دوبارہ بحال کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔

۲۔ عالم اسلام کے مابین عسکری وحدت

عالم اسلام کے لئے عسکری تعاون کی ضرورت جس شدت سے آج محسوس کی جا رہی ہے وہ کسی دور میں بھی محسوس نہیں کی گئی تھی کیونکہ آج اسلام دشمن طاقتیں مسلمانوں کے عدم تعاون کی وجہ سے اسلام کو مٹانے کی بھرپور کوششیں کر رہی ہیں۔مسلمانوں کو باہمی طور پر لڑانے کے لئے مغربی ممالک اور امریکہ دھڑا دھڑ اسلحہ بنا رہے ہیں اور پھر تجربے کے طور پر نیا اسلحہ آزمانے کے لئے مسلمانوں کو ہی نشانہ بنایا جا رہا ہے۔مغربی طاقتوں کو اس بات کا خوف ابتدائے اسلام ہی سے چلا آ رہا ہے کہ اسلام کہیں پوری دنیا پر حاوی نہ ہو جائے۔اسی بناء پر بیسویں صدی میں مصر' اردن' شام اور لبنان کو اسرائیل سے لڑایا گیا اور بیت المقدس اور یروشلم جیسے مقامات پر قبضہ کر لیا گیا پھر مشرقی پاکستان کو بنگلہ دیش میں تبدیل کر دیا گیا اور اس کے بعد چند برسوں بعد ایران کو عراق سے اور پھر عراق کو کویت سے لڑایا گیا اسی اثناء میں روس کو افغان مجاہدین سے الجھا دیا گیا۔

روسی مسلم ریاستیں آزاد ہوئیں تو افغانستان اور پاکستان سے ان کے رابطے منقطع کرانے کی کوششیں کی گئی۔ان ریاستوں کو باہم لڑا دیا گیا۔یوگوسلاوی ریاست بوسنیا میں مسلمانوں کی اکثریت تھی اسے یوگوسلاویہ کے سربوں سے لڑا دیا گیا۔الجزائر میں اسلام

پسندوں کو انتخابات میں کامیابی ہوئی تو کامیاب قوتوں کو اقتدار سے محروم رکھنے کی سازش کی گئی۔ افغانستان جونہی روس کے قبضے سے آزاد ہوا تو باہمی خانہ جنگی کا سلسلہ شروع کرا دیا گیا۔ پھر جب طالبان کی اسلامی حکومت بنی تو اسے ختم کر دیا گیا۔ عراق نے کویت پر حملہ کر لیا تو اسلامی ممالک سمیت ۲۸ طاقتوں نے امریکہ کی قیادت میں اسے تباہ و برباد کرنے کی کوشش کی' اسی دوران اسرائیل نے عراق کا ایٹمی ری ایکٹر بھی تباہ کر دیا۔

صومالیہ میں خانہ جنگی کرا کے لاکھوں باشندوں کو ہلاک کرایا گیا۔ امریکہ لیبیا کو بھی اپنی جارحیت کا نشانہ بنا چکا ہے کیونکہ لیبیا امریکہ کی چودھراہٹ کو تسلیم نہیں کرتا۔ مصر جیسے ملک کو اسلامی دنیا میں اہم تاریخی مقام حاصل ہے وہاں سیکولر حکومت کے قیام میں مدد دی گئی۔ حالانکہ مصر کے صدر حسنی مبارک کو اس وقت وہاں کی اسلام پسند جماعتوں کی شدید مخالفت کا سامنا ہے اور وہ متعدد باران کی حکومت کا تختہ الٹنے کی کوششیں بھی کرتی رہی ہیں۔

کشمیر میں بھارت مسلمانوں پر ظلم ڈھا رہا ہے لیکن دنیا ان کی مذمت اس لئے نہیں کر رہی کہ وہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ اب مسئلہ کشمیر کے حل کے لئے عالمی فورم سے تھرڈ آپشن کے گھناؤنے منصوبے بھی بنائے جا رہے ہیں تاکہ کشمیر کے حل کا الحاق پاکستان سے نہ ہو سکے اور کشمیر ایک آزاد اور خود مختار ملک بن جائے۔ اس منصوبے کے پیچھے امریکہ کا نیو ورلڈ آرڈر کام کر رہا ہے تاکہ امریکہ کشمیر میں بیٹھ کر وسط ایشیا کی ریاستوں افغانستان' ایران' جاپان' کوریا' چین اور پاکستان کی اقتصادیات اور ایٹمی ٹیکنالوجی پر کنٹرول حاصل کر کے پوری دنیا پر اپنی چودھراہٹ قائم کر سکے۔

پانچ اسلامی ممالک کو دہشت گرد قرار دیا جا چکا ہے۔ پاکستان کو ایٹمی مسئلے اور مسئلہ کشمیر میں بری طرح الجھا دیا گیا ہے۔ امریکہ کا خیال ہے کہ اگر کشمیر کا مسئلہ پاکستان کے حق میں حل ہو گیا تو یہ ایک بہت بڑی طاقت بن جائے گا۔ لہٰذا اسے ایک بڑی طاقت کے علاوہ ایٹمی طاقت کو بھی سلب کر لیا جائے۔ مسلمان اس وقت کڑی آزمائش سے دوچار ہیں۔ مغربی ممالک نے ان کے ملی تشخص کو ختم کرنے کی ٹھان لی ہے۔ اس اعتبار سے مسلمانوں کو آنکھیں کھولنی چاہئیں اور حالات کا ٹھنڈے دل سے جائزہ لے کر خود کو ایک پلیٹ فارم پر مجتمع کرنا چاہیئے۔ اس سے ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ مسلمانوں میں یکجہتی اور ہم آہنگی پیدا ہوگی اور دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ کسی بھی ملک کو خواہ وہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو مسلمانوں کی طرف میلی آنکھ سے دیکھنے کی جرات پیدا نہ ہوگی۔ یہ سب کچھ سیرت رسول ﷺ کی روشنی میں طے کرنا ہوگا۔ باہمی عسکری کے لئے چند تجاویز پیش خدمت ہیں۔

۱۔ اسلامی ممالک کی امن فوج قائم کی جائے جو متحارب مسلم ممالک کے مابین مفاہمت کرائے اور امن بحال کرنے کے لئے وہی کردار ادا کرے جو اقوام متحدہ کی امن فوج ادا کرتی ہے۔

۲۔ اسلامی ممالک کی دولت مشترکہ قائم کی جائے جو اقتصادی اور دفاعی امور میں اشتراک عمل کرے۔

۳۔ فلسطین' بوسنیا' ہرزے گووینا' کشمیر اور مسلم ممالک کے دوسرے متنازعہ امور حل کرنے کے لئے ہر سطح پر موثر اور مشترکہ کاروائی عمل میں لائی جائے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ مواصلاتی ذرائع کو موثر محفوظ اور لچکدار اور قابل اعتبار بنایا جائے۔

۴۔ یہود و ہنود ایک عظیم اسرائیل کے قیام کی کوشش میں ہیں۔ اس ضمن میں وہ طرح طرح کے حربوں سے عالم اسلام کے سیاسی'

اقتصادی اور فوجی قوت پر کاری ضرب لگانے کے منصوبے بنا رہے ہیں۔ پاکستان اور مشرق وسطیٰ کی سلامتی بھی خطرے میں ہے۔ ان حالات میں عالم اسلام کے عظیم تر مفاد کے لئے اسلامی ممالک کے سربراہوں کو سر جوڑ کر کوشش کی ضرورت ہے۔

۵۔ روسی قیادت اگرچہ وسط ایشیا کی مسلم ریاستوں کو آزادی سے ہمکنار کر چکی ہے لیکن وہ بھی انہیں آزاد ریاستوں کی دولت مشترکہ کے پرچم تلے رکھنا چاہتی ہے تاکہ وہ سر نہ اٹھا سکیں۔ لہٰذا وسطی ایشیا کے مسلم ممالک کے زعماء کو آزاد ریاستوں کی دولت مشترکہ سے فوراً علیحدگی اختیار کر لینی چاہیئے تاکہ روس دوبارہ انہیں ہڑپ نہ کر سکے۔

۶۔ اسلامی ممالک کو اعلیٰ دفاعی سامان کی تیاری پر توجہ دینی چاہیئے کیونکہ اسلام یہ چاہتا ہے کہ مسلمان جنگی اعتبار سے مضبوط ہوں۔

۷۔ اسلامی ممالک کو چاہیئے کہ وہ باہمی دفاعی معاہدے کریں اور کسی ایک مسلم ملک پر حملہ ہو تو دوسرے اسلامی ممالک فوراً اس کی مدد کو آئیں اور اسے پورے عالم اسلام پر حملہ تصور کریں۔

۸۔ جب دفاعی اعتبار سے اسلامی ممالک خود کو مضبوط بنا لیں گے تو نہ صرف مقبوضہ اسلامی ممالک کی آزادی کی راہیں جلد ہموار ہو سکیں گی بلکہ جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں انہیں ان کے حقوق بھی ملیں گے اور انہیں قانونی طور پر تحفظ بھی فراہم کیا جائے گا۔

۹۔ اسلامی ممالک اپنی عددی کثرت اور گوناگوں وسائل کے باوجود ایک دوسرے کے خلاف صف آراء ہیں۔ جس کے نتیجے میں مسلمانوں کی عسکری قوت دن بدن کمزور ہوتی جا رہی ہے۔ لہٰذا اسلامی ممالک کو اس طرف بھی بھرپور توجہ دینی چاہیئے۔

۱۰۔ اسلامی ممالک کو چاہیئے کہ وہ اپنے دفاعی حصار کو سیرت رسول کی روشنی میں انہی خطوط پر استوار کریں جو اسلام نے ان کے لئے کھینچے ہیں۔

۱۱۔ امن قائم کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہم خود اعتمادی پیدا کریں اور اس خام خیالی کو دور کریں کہ ہم کمزور ہیں اور مغربی ممالک ہمیں ڈرا سکتے ہیں اور ہم پر حملہ آور ہو سکتے ہیں۔ اس خام خیالی کا خاتمہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ تمام اسلامی ممالک دفاع کو مشترکہ مساعی سے مضبوط بنائیں تاکہ کسی کو جارحانہ عمل کی ہمت نہ ہو۔

۱۲۔ ہر اسلامی ملک کو چاہیئے کہ وہ اپنے فوجی جوانوں کو پیشہ ورانہ فرائض انجام دینے کے لئے انہیں ہتھیاروں کے استعمال، جنگی چالوں کا مطالعہ اور نئے طریقہ جنگ سے روشناس کرائے۔ نیز انتہائی جدید الیکٹرونکس اور ٹیکنالوجی پر بھی توجہ دی جائے۔ خلیجی جنگ کے دوران بھی جدید ٹیکنالوجی کی اہمیت ثابت ہو چکی ہے۔

۱۳۔ موجودہ دور میں فوجی قیادت صرف روایتی انداز کی کمان، انتظامی امور پر توجہ یا نقل و حمل کے مروجہ طریقوں تک محدود نہیں بلکہ یہ ایک نہایت پیچیدہ اور وسیع خصوصیات کا حامل پیشہ بن چکا ہے۔ جس کے تقاضے احسن طریقے سے پورا کرنے کے لئے فوجی علوم کے علاوہ جغرافیہ، بین الاقوامی سیاسیات، حالات حاضرہ، معاشیات، عمرانیات اور نفسیات وغیرہ سے بھی واقف ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ ایک فوجی کمانڈر کو ایک طرف اپنے زیر کمان انسانی ذہنوں اور جدید ہتھیاروں سے واسطہ پڑتا ہے تو دوسری طرف اسے ملکی اور علاقائی حالات سے بھی باخبر رہنا پڑتا ہے۔

۱۴۔ اکثر اسلامی ممالک دنیا کے ایک ہی حصے میں آباد ہیں جسے عام طور پر مشرق وسطیٰ یا مغربی ایشیا کہا جاتا ہے۔ انہیں چاہیئے کہ

وہ ایک ہی منزل اور ایک ہی پلیٹ فارم پر جمع ہو کر اگر کوئی اقدام اٹھائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ تمام دنیا میں بسنے والے مسلمانوں کے لئے تقویت اور اصلاح کا باعث نہ بن سکیں۔ اس طرح عالم اسلام کے متحد ہونے اور دنیا میں اپنا کردار ادا کرنے کا خواب شرمندہ تعبیر ہو سکے گا اور مسلمان اپنی کھوئی ہوئی عظمت کو دوبارہ حاصل کر لیں گے۔

۱۵۔ وسط ایشیائی ریاستوں کے پاس وافر تعداد میں طیارے موجود ہیں مسلمان ممالک کو انہیں خرید لینا چاہیئے۔

۱۶۔ انہیں ایک ایسا فوجی پلیٹ فارم بھی قائم کرنا چاہیئے جس کے ذریعے دنیا میں اسلامی کاز کی تکمیل ہو سکے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ متعلقہ ممالک کے جرنیل ہر سال جمع ہو کر ایک مشترکہ لائحہ عمل تیار کریں۔

اگر مندرجہ بالا تجاویز کو عملی جامہ پہنا دیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ عالم اسلام کی دھاک ایک مرتبہ پھر غیر مسلموں پر بیٹھ نہ جائے۔

۳۔ عالم اسلام کے مابین سائنسی و فنی علوم میں وحدت

جس طرح انسانی تہذیب کے ارتقاء میں اسلام کا بہت بڑا حصہ ہے اسی طرح سائنس کی ترقی اور ترویج میں بھی مسلمانوں نے نہایت اہم خدمات انجام دیں۔ یہی وجہ ہے کہ نفاذ اسلام سے لے کر آج تک اسلام اور سائنس کا چولی دامن کا ساتھ رہا ہے۔ مغربی دُنیا میں سائنسی ترقی کا آغاز تو آج سے پانچ سو سال پہلے ہوا تھا لیکن اسلام نے چودہ صدیاں پہلے ہی سائنسی اصول وضع کر دیئے تھے۔ اگر قرآن حکیم کا مطالعہ کیا جائے تو اس کی ساڑھے سات سو آیات یعنی قرآن حکیم کا آٹھواں حصہ مسلمانوں کو یہ تلقین کرتا ہے کہ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمینوں میں ہے سب کو اپنے حکم سے تمہارے کام پر لگا دیا ہے جو لوگ غور کرتے ہیں ان کے لئے اس میں نشانیاں ہیں۔

ماضی میں مسلمانوں نے مذہبی فریضے کے طور پر اپنی قوتیں اور پوری توجہ سائنس کی طرف مبذول کی ہے جس میں معاشرتی سائنس بھی شامل ہے اور دنیا کی تہذیب کے ارتقاء میں ان کا بہت بڑا حصہ ہے۔

اگر ہم عظیم سائنس دانوں پر نگاہ ڈالیں تو ان میں ابن الہیثم، جابر ابن حیان، عمر خیام، محمد بن موسیٰ، الخوارزمی، البیرونی، ابن یونس، ابوالعباس، ثاقب بن قرہ، ابوالوفا بوزجانی، محمد ابن زکریا الرازی، ابن سینا، ابن مسکویہ، ابوالبرکات، ابن ماجہ، الکندی، قطب الدین شیرازی، محمد بن موسیٰ ایسے نام ہیں جو سائنسی تاریخ میں بلند مقام پر نظر آتے ہیں۔

مسلمانوں نے جہاں نئی نئی ادویات اور معالجات کے طریقے ایجاد کئے وہیں انہوں نے آپریشن، نرسنگ، فلسفے، کیمیا، طبیعات، فلکیات، ریاضی، جغرافیہ، جہاز رانی، فن تعمیرات اور میکانیات کے شعبوں میں بہت زیادہ ترقی کی۔ خصوصاً مسلمانوں کی تین ایجادات یعنی کاغذ، قطب نما اور بارود نے تو انسانی تمدن میں عظیم انقلاب رونما کر دیا۔ کاغذ سے علم کو فروغ ملا، قطب نما سے دور دراز سمندری سفر ممکن ہوا اور بارود نے جنگی حکمت عملی کا نقشہ بدل دیا۔

جوں جوں مسلمانوں کی حکومتیں زوال پذیر ہوتی گئیں تو مسلمان سائنس کے شعبے میں مزید پیش رفت نہ کر سکے اور جہاں مسلمانوں نے سائنسی ایجادات کو چھوڑا تھا مغربی ممالک کے سائنس دانوں نے مزید ترقی دے کر ان سے استفادہ حاصل کرنا شروع کر دیا۔ چونکہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ سائنس اور ٹیکنالوجی معاشرے کی معاشی ترقی کی بنیاد فراہم کرتی ہے لیکن اس میدان میں

مسلمان ممالک بہت پیچھے رہ گئے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ سائنسی علوم پر دسترس رکھنے والی اقوام اور سائنسی علوم میں پسماندہ اقوام کے مابین ایک غیر متوازن رشتے نے انسان کو انسان کا استحصال کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔

اقوام متحدہ کے اعداد و شمار کے مطابق یورپ میں اس وقت فی ہزار پچاس سائنس دان کام کر رہے ہیں حالانکہ عالمی اوسط چار سائنس دان فی ہزار ہیں۔ لیکن مسلم دنیا میں تو یہ صرف اعشاریہ ایک سائنس دان فی ہزار رہ جاتی ہے جو کہ نہایت ہی قابل افسوس ہے۔

ان اعداد و شمار کی روشنی میں اسلامی ممالک میں سائنس کو فروغ دینے کی اشد ضرورت ہے اور یہ ضرورت وہاں زیادہ سے زیادہ یونیورسٹیاں اور سائنسی شعبہ جات کے قیام سے کی جاسکتی ہیں۔

سائنسی علوم میں ترقی کیلئے یہاں چند تجاویز پیش کی جاتی ہیں جنہیں عملی جامہ پہنا کر اسلامی ممالک دنیا کے ترقی یافتہ ممالک بن سکتے ہیں۔

۱۔ پاکستان زراعت کے میدان میں ترقی یافتہ ہے۔ یہاں زرعی یونیورسٹیاں بھی ہیں لہٰذا مسلمان ممالک کے طلباء کو یہاں زرعی تعلیم کے حصول کے لئے بھیجا جائے تاکہ زراعت میں ہونے والی ترقی سے وہ بھی استفادہ کرسکیں۔

۲۔ سعودی عرب، کویت، ایران اور لیبیا تیل کی دولت سے مالا مال ہیں۔ وہاں پٹرولیم انسٹی ٹیوٹ قائم کر کے اسلامی ممالک کے طلباء کو تعلیم اور تربیت دی جائے۔

۳۔ ایٹم کے معاملے میں ازبکستان، پاکستان، ترکی اور عراق نے کافی تحقیق کی ہے اور وہ ایٹم بنانے کی صلاحیت اور استعداد بھی رکھتے ہیں لہٰذا اسلامی ممالک کو ایٹمی ٹیکنالوجی منتقل کی جائے تاکہ وہ بھی اس میدان میں پیش رفت کر کے اپنے ملک کو صنعتی اور ترقی یافتہ بنا سکیں۔

۴۔ اسلامی ممالک میں پاکستان، مصر، انڈونیشیا اور عراق راکٹ سازی میں پیش پیش ہیں۔ پاکستان نے اپنا پہلا موسمی راکٹ ۷ جون ۱۹۶۲ء کو، مصر نے ۲۱ جولائی ۱۹۶۲ء کو، انڈونیشیا نے ۱۸ اگست ۱۹۶۵ء اور عراق نے ۵ دسمبر ۱۹۸۹ء کو فضاء میں بھیجا تھا۔

پاکستان خلاء میں بدر اول کے نام سے جولائی ۱۹۹۰ء میں مصنوعی خلائی سیارہ بھی چھوڑ چکا ہے۔ اسی طرح عراق نے ۵ دسمبر ۱۹۸۹ء کو تموز اول کے نام پر جو راکٹ بھیجا تھا اس کے ذریعے زمین سے زمین پر مار کرنے والے میزائل کا تجربہ بھی کیا، اس سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔

۵۔ پاکستان نے برفانی علاقوں میں بھی جناح اسٹیشن کے نام سے انٹارکٹکا میں اپنا ہیڈ کوارٹر قائم کیا ہے۔ پاکستان کی اس ٹیکنالوجی سے مسلمان ممالک فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

۶۔ اسلامی ممالک کی ایک کثیر تعداد غیر مسلم ممالک میں سائنسی علوم کے حصول کے لئے جاتی ہے جس کے لئے متعلقہ ممالک کو ان کی تعلیم پر زر کثیر خرچ کرنا پڑتا ہے۔ لیکن ان کی افادیت غیر مسلم ممالک کو حاصل ہو رہی ہیں۔ اس وقت پاکستان کے سائنس دان امریکہ کے خلائی ادارے ناسا میں کام کر رہے ہیں۔ پاکستانی سائنس دان امان اللہ نے کشش ثقل کا نیا طریقہ ایجاد کیا۔ ڈاکٹر عبدالسلام

طبیعات میں نوبل انعام حاصل کر چکے ہیں۔ اسی طرح لین شپنگ سویڈن یونیورسٹی کے عملی فزکس کے استاد ڈاکٹر اصغر محمدی خناماں جن کا تعلق ایران سے ہے نے دو طریقوں سے یہ ثابت کیا ہے کہ پلاسٹک جو ایک طویل مدت سے غیر موصل سمجھا جاتا تھا اس میں سے بجلی گزاری جاسکتی ہے اس طرح انہوں نے اسے موصل میں تبدیل کر دیا۔

۷۔ طب کے میدان میں بھی اسلامی ممالک کی نسبت پاکستان نے کافی ترقی کی ہے۔ یہاں ہر قسم کے آپریشن ہو رہے ہیں جبکہ ٹیسٹ ٹیوب کے ذریعے بچے کی پیدائش کا عمل بھی مکمل ہو چکا ہے۔ دل کا آپریشن ہو یا بلڈ پریشر یا دیگر کوئی مرض پاکستان میں عالمی سطح کا علاج معالجہ ہوتا ہے۔ لہٰذا پاکستان کی خدمات حاصل کی جاسکتی ہیں۔

۸۔ برونائی دارالسلام، کویت، سعودی عرب اور لیبیا کا شمار اسلامی ممالک کے امیر ترین ممالک میں ہوتا ہے۔ لہٰذا سائنسی تعلیم کو فروغ دینے کے لئے ان ممالک کو پسماندہ ممالک کے طلباء کے لئے وظائف مقرر کرنے چاہئیں تاکہ سائنسی تعلیم کے حصول میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔

۹۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں مسلمان اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتے جب تک کہ وہ اپنے ہاں زبردست قومی تعلیمی تحریک چلا کر ناخواندگی اور جہالت کا خاتمہ کر کے معاشرتی نظام کو یکسر بدل نہیں دیتے اس ضمن میں روزنامہ ڈان لکھتا ہے۔

''زبردست اور طوفانی تحریک کے بغیر گنتی کے چند بڑے سائنس دان اور انجینئر اپنی اپنی ذاتی کوششوں سے مجموعی صورت حال میں کوئی تبدیلی نہ لاسکیں گے۔

۴۔ عالم اسلام میں تعلیمی وحدت

اسلام میں تعلیم کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضور ﷺ پر جو پہلی وحی نازل ہوئی تھی اس میں آپ کو یہ کہا گیا تھا کہ

''پڑھیے اپنے رب کے نام سے جو سب کا پیدا کرنے والا ہے، جس نے انسان کو جمے ہوئے لہو سے پیدا کیا تیرا رب بہت کریم ہے جس نے علم سکھایا قلم سے اور انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔''

گویا اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ تخصیص نہیں رکھی کہ جہاں نزول قرآن ہو اسی علاقے کے باشندے تعلیم سے بہرہ ور ہوں اور اس کا حصول لازمی قرار دیا گیا۔ ''حضور ﷺ نے فرمایا کہ علم حاصل کرو خواہ تمہیں چین ہی کیوں نہ جانا پڑے۔'' ایک دوسری حدیث میں فرمایا۔

''علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔''

ان احادیث کی روشنی میں اگر دیکھا جائے تو مسلم معاشرے میں علم حاصل کرنا عین عبادت قرار دیا گیا۔ اس طرح حضور ﷺ نے صرف علم کی فضیلت واضح کر دی بلکہ اپنی امت کو یہ تاکید بھی کر دی کہ علم کے بغیر تخلیق کائنات کے مقاصد حاصل کرنا بھی ممکن نہیں۔ تعلیم کے شعبے میں دوسرا انقلاب یہ بھی تھا کہ حصول تعلیم کو حضورؐ نے مہد سے لحد تک یعنی پیدائش سے موت تک ایک مسلسل عمل قرار دیا۔

جہاں مسلمانوں پر دینی تعلیم کا حصول ضروری ہے وہاں انہیں یہ بھی تلقین کی گئی ہے کہ وہ دنیاوی تعلیم بھی حاصل کریں۔ ابتدائی دور کے مسلمان نے اس بات پر عمل کیا جس کی تائید اسلام کے ان سات سو برسوں سے ہوتی ہے جب ملت اسلامیہ کے فرزندوں نے نہ صرف دنیا کے ایک بڑے حصے کو آزادی کے نئے تصور سے بہرہ ور کیا بلکہ کئی علوم وفنون میں دیگر اقوام عالم کی رہنمائی بھی کی۔ صدیوں پہلے جب رسل ورسائل کے ذرائع تقریباً ناپید تھے تو مسلمان علماء نے تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے دمشق' قاہرہ' قرطبہ' شیراز' اصفہان' سمرقند اور بخارا تک کا سفر اختیار کیا اور بیشتر علوم میں خاص طور پر طب' ریاضی اور سائنس کے میدانوں میں انہوں نے دور دور تک اپنی دھاک بٹھادی۔

پھر جب مسلمانوں نے اسلامی تعلیم کو چھوڑ دیا اور مکمل طور پر مغربی تعلیم کی طرف توجہ دینا شروع کی تو دوسری اقوام نے نہ صرف علم وفضل میں مسلمانوں پر سبقت حاصل کر لی بلکہ مسلمانوں پر حکمرانی بھی شروع کر دی اور اس کے نتیجے میں مسلمانوں کی کثیر تعداد نے غیر اسلامی اثرات اور تہذیب وتمدن کو اپنے ہاں اپنا لیا تاہم اس کے باوجود مسلمانان عالم کو اسلامی طرز زندگی سے گہری محبت اور عقیدت قائم رہی۔

اس وقت تمام اسلامی ممالک میں دو مختلف نظام ہائے تعلیم رائج ہیں۔ ان میں سے ایک جدید یا مغربی طریقہ تعلیم ہے جب کہ دوسرا دینی ذریعہ تعلیم۔ اس اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو ایک ہی سرزمین پر رہنے والے مسلمان دو الگ الگ دنیاؤں کے باشندے دکھائی دیتے ہیں۔ دونوں کی شکل وصورت' وضع قطع' سوچ بچار اور افکار وکردار ایک دوسرے سے بالکل جدا ہیں۔ ان حالات میں یہ ضروری ہے کہ دونوں فریقوں میں پایا جانے والا تضاد دور کیا جائے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ جدید قسم کے تعلیمی اداروں کو اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ کیا جائے اور دینی درس گاہوں کے نصاب تعلیم کو وسعت دے کر ان میں سائنس' ریاضی اور دوسرے جدید علوم کو بھی شامل کر کے پورے عالم اسلام میں وسعت دی جائے کیونکہ اسلامی نظریہ تعلیم کا مقصد مکمل تعلیم ہے۔

چند ایک اسلامی ممالک کو چھوڑ کر اسلامی ممالک کی اکثریت ناخواندہ ہے۔ اس کا اندازہ ان اعداد وشمار سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ افغانستان میں خواندہ افراد کا تناسب ۲۹ فیصد' البانیہ میں ۷۵ فیصد' الجزائر میں ۵۲ فیصد' آذربائیجان میں ۱۰۰ فیصد' بحرین میں ۷۷ فیصد' بنگلہ دیش میں ۳۵ فیصد' چاڈ میں ۱۵ فیصد' کومورو میں ۱۵ فیصد' ایران میں ۵۴ فیصد' مالی میں ۲۵ فیصد' ماریطانیہ میں ۳۰ فیصد' مراکش میں ۳۵ فیصد' عمان میں ۲۰ فیصد' پاکستان میں ۳۵ فیصد' سینیگال میں ۱۰ فیصد' صومالیہ میں ۲۴ فیصد اور یمن میں ۳۸ فیصد ہے۔ یہ تناسب مغربی ممالک کی نسبت کم ہے۔ کیونکہ تقریباً تمام مغربی ممالک میں خواندہ افراد کا تناسب ۹۰ اور ۱۰۰ کے درمیان ہے۔

ان اعداد وشمار کی روشنی میں مسلمان ممالک میں تعلیم کو مزید فروغ دینے کی اشد ضرورت ہے۔ اس ضمن میں وہ ایک طے شدہ منصوبے کے تحت حالات اور ماحول کے مطابق اپنے ہی ملکوں میں مختلف علوم وفنون کی معیاری یونیورسٹیاں قائم کی جائیں تاکہ ان یونیورسٹیوں میں مختلف اسلامی علوم کے ماہرین مغربی علوم کا اس حد تک تنقیدی اور تحقیقی مطالعہ کریں کہ وہ متداولہ علوم کے کسی مسئلے پر سند کی حیثیت اختیار کر لیں۔

مکمل علم کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ طلباء اسلامی ممالک میں رائج زبانوں کو بھی سیکھیں اور پھر اپنی کتابوں کا دوسری

زبانوں میں ترجمہ کریں تا کہ انہیں ایک دوسرے ملک کی تہذیب' ثقافت اور انداز حکمرانی بھی سمجھ آ سکیں۔

عالم اسلام کے اتحاد میں عربی زبان اور عربی رسم الخط کو اگر رائج کر دیا جائے تو اس سے بھی عالم اسلام کی یک جہتی اور اتحاد کا عملی مظاہرہ دیکھنے میں آ سکے گا۔ علاوہ ازیں تمام اسلامی ممالک کے ماہرین تعلیم باہم مل کر ایک ایسا لائحہ عمل تیار کریں جس کے بنیادی خدوخال کچھ اس طرح سے ہوں۔

۱۔ اسلامی ممالک میں ناخواندگی کو دور کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو تعلیم کی جانب راغب کیا جائے۔

۲۔ اسلامی نظام تعلیم کے ساتھ ساتھ مغربی تعلیم کی طرف بھی یکساں توجہ دی جائے تا کہ مروجہ علوم میں بھی مسلمان دسترس حاصل کر سکیں اور دور حاضر کے جدید ترین تقاضوں کو بھی پورا کر سکیں۔

۳۔ تمام اسلامی ممالک میں رائج نظام تعلیم اور نصاب تعلیم میں چند ایسی مشترکہ خصوصیات ہوں کہ انڈونیشیا سے مراکش اور ایشیا سے افریقہ تک تمام مسلمان ایک ہی امت کے افراد کی حیثیت سے ابھر سکیں۔

۴۔ ماہرین تعلیم کو ایک دوسرے کے اسلامی ملک میں بھیجا جائے تا کہ ایک ملک دوسرے ملک کے تجربات سے بھی مستفید ہو سکے۔

۵۔ تمام اسلامی ممالک میں پانچ سال کے بچے کے لئے تعلیم کو لازمی اور مفت قرار دیا جائے۔

۶۔ اہم ممالک میں بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹیاں قائم کی جائیں جہاں متعلقہ ملک کے علاوہ دیگر ممالک کے ماہرین تعلیم کی خدمات بھی فراہم کی جائیں۔

۷۔ نظام تعلیم میں پائی جانے والی خامیاں دور کی جائیں اور اسے جدید فکری اور عملی تقاضوں کے مطابق کیا جائے۔

۸۔ تعلیمی معیار کو اس حد تک بلند کیا جائے کہ مسلمان طلباء مغربی طلباء کے مقابلے میں خود کو کمتر نہ سمجھیں اور جدید تعلیمی امور میں ہونے والی ترقی پر بحث و مباحثہ بھی پورا کر سکیں اس طرح اسلامی ممالک میں خود اعتمادی کی فضا پیدا ہو گی اور مسلمان طلباء یورپ اور امریکہ جانے کی بجائے اسلامی ممالک میں جا کر زیور تعلیم سے آراستہ ہو سکیں گے اور اس کا جو سب سے بڑا فائدہ امت اسلامیہ کو پہنچے گا وہ یہ ہے کہ مسلمان طلباء میں وہ ثقافتی جراثیم جنم نہیں لے سکیں گے جو غیر اسلامی ممالک میں رہنے کی وجہ سے جنم لے لیتے ہیں۔

۹۔ وہ ممالک جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں وہاں اسلامی مراکز قائم کئے جائیں اور ان مراکز میں بھی دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ جدید طریقہ تعلیم بھی رائج کیا جائے۔

۵۔ عالم اسلام کے ذرائع ابلاغ میں وحدت

ابلاغ عامہ کسی ملک کی تعمیر و ترقی میں نہایت اہم کردار ادا کرتا ہے۔ جس ملک کے ابلاغ عامہ کے ذرائع جتنے جدید اور ترقی یافتہ ہوں گے وہ ملک اسی قدر ترقی یافتہ متصور ہو گا۔ کیونکہ ابلاغ عامہ کے ذرائع ہی سے دنیا بھر کے ممالک میں ہونے والے حالات و واقعات' سائنسی ایجادات' دنیا کے ممالک کے مابین باہمی ثقافتی اور تجارتی روابط اور ان میں ہونے والی سائنسی اور معاشرتی ترقی کے بارے میں پتہ چلتا ہے۔

یورپی اور ایشیائی ممالک میں سے ترقی یافتہ ممالک کی ترقی کا راز بھی ان کے اعلیٰ ذرائع ابلاغ کی محنت شاقہ میں پوشیدہ

ہے۔ برطانیہ کی گلوب رائٹر اور بی بی سی امریکہ کی ایجنسی ایسوسی ایٹیڈ پریس آف امریکہ اور وائس آف امریکہ روس کی تاس نیوز ایجنسی جرمن پریس ایجنسی فرانس کی اژانس فرانس پریس جاپان کی کیوڈو نیوز چین کی نیو چائنا نیوز ایجنسی ابلاغ عامہ کے ایسے ادارے ہیں کہ جنہوں نے دنیا بھر میں خبروں کے حصول کے لئے جال پھیلا رکھا ہے۔ امریکہ تو ان سے بھی دو قدم آگے ہے وہ مواصلاتی سیاروں کو بھی اس مقصد کے لئے استعمال میں لا رہا ہے۔ کیونکہ امریکی مواصلاتی سیارے خبروں کی صداقت کو ظاہر کرنے کے متعلقہ خبروں کی تصاویر بھی مہیا کرتے ہیں۔

اسلام کی دشمنی کی وجہ سے جہاں تک یورپی ذرائع ابلاغ کا تعلق ہے تو وہ اسلامی ممالک کی ایسی خبروں کو بہت زیادہ اچھالتے ہیں جو اسلامی تعلیمات کے عین مطابق ہوتی ہیں۔ پاکستان یا کسی اسلامی ملک میں نفاذ اسلام سے متعلق کوئی واقعہ ہو تو وہ ہیومن رائٹس کا سہارا لیتے ہیں۔ لیکن جب اسرائیل فلسطینیوں سرب بوسنیائی مسلمانوں اور بھارت کشمیری مسلمانوں کا قتل عام کر رہا ہو تو ان ذرائع کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی اور ان اسلام دشمن ممالک کی تمام انسانی حقوق کی خلاف ورزی سے متعلق کئی کاروائیاں ان کے اسلام دشمن پروپیگنڈے کے نیچے دب کر رہ جاتی ہیں۔

جہاں تک اسلامی ممالک کے ذرائع ابلاغ کا تعلق ہے تو وہ اس قدر ترقی یافتہ نہیں ہیں جتنا کہ ان کو ہونا چاہیئے تھا۔ اسی بناء پر اس وقت اسلام دشمن طاقتیں اسلام دشمنی میں پیش پیش ہیں۔ انہوں نے اپنے زہریلے پروپیگنڈے کی وجہ سے اسلامی ممالک کے خلاف محاذ قائم کر لیا ہے۔ بعض اوقات تو انہیں بنیاد پرست کہا جاتا ہے۔ ان کے نزدیک بنیاد پرستی جہالت اور دہشت گردی ہے۔

اس وقت اسلامی ممالک اگرچہ اسلامی ممالک کی تنظیم OIC سے وابستہ ہیں اور او آئی سی کی اپنی نیوز ایجنسی بھی ہے لیکن اس ایجنسی سے صرف اس وقت کام لیا جاتا ہے جب کسی ملک میں اسلامی سربراہی کانفرنس یا اسلامی ممالک کے وزراء خارجہ کا اجلاس منعقد ہو رہا ہو۔

جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ موجودہ ابلاغ عامہ اور پروپیگنڈے کا دور ہے اس لئے اسلامی کانفرنس کے تحت قائم کردہ اسلامی ایجنسی کو مزید فعال بنانے اور اسے ہمہ وقت بنانے کی ضرورت ہے اور یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ تمام اسلامی ممالک اپنے اپنے مفادات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے مسلمانوں کے اجتماعی مفاد کے لئے ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جائیں تاکہ یہودیوں اور اسلام دشمن طاقتوں کے زہریلے پراپیگنڈے کا موثر جواب دیا جا سکے۔ اس وقت مسلمان دنیا کی کل آبادی کا پانچواں حصہ ہیں لیکن امریکہ اور مغربی ممالک کے زیر اثر ہونے کی وجہ سے ان میں اتحاد اور اتفاق کا فقدان ہے اور جو اسلامی ممالک اپنے حق کے لئے امریکہ اور مغربی ممالک کو آنکھیں دکھاتے ہیں ان پر فوراً ہی بنیاد پرستی اور دہشت گردی کا لیبل لگا کر ان کا اقتصادی بائیکاٹ کر دیا جاتا یہ اور مسلمانوں کو بھی ایسا کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔

اس کی دوسری بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ ابلاغ عامہ پر اس وقت مکمل طور پر یہودیوں کا قبضہ ہے اور یہودیوں کی اسلام دشمنی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے وہ جب چاہتے ہیں مسلمانوں کے خلاف زہر اگلنے لگتے ہیں۔ مسلمانوں کے پاس چونکہ ان کے غلط پروپیگنڈے کا معقول جواب دینے کے لئے کوئی فعال ادارہ موجود نہیں ہے۔ اس لئے وہ مسلمانوں کے خلاف ہر کاروائی کرنے میں خود

کوحق بجانب قرار دیتے ہیں اس کی تیسری وجہ یہ بھی ہے کہ ہر قسم کا وہ اسلامی لٹریچر جو انگریزی زبان میں طبع ہوتا ہے۔اس کے مصنفین بھی انگریز ہوتے ہیں' اس لئے اس میں ایک خاص نقطہ نظر سے بات کی جاتی ہے اور چونکہ مسلمانوں کا اپنا پلیٹ فارم نہیں ہے اس لئے لامحالہ ان کے ذرائع ابلاغ پر بھروسہ کرنا پڑتا ہے۔

اہل اسلام چونکہ روز اول سے ہی اپنی بنیادی تعلیمات پر عمل پیرا ہیں اور اسلامی تعلیمات میں چودہ صدیاں گزرنے کے باوجود کوئی فرق نہیں آیا۔اس لئے مغربی ذرائع ابلاغ نے مسلمانوں کو بنیاد پرست کہنا شروع کر دیا ہے ان کے نزدیک مسلمان ترقی کے دشمن اور دہشت گردی میں پیش پیش ہیں۔ایران' عراق' لیبیا' شام اور سوڈان پر دہشت گردی کا لیبل لگ چکا ہے۔پاکستان کو بھی اس زمرے میں لانے کی کوششیں کی جارہی ہیں۔

یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ ابلاغ عامہ کے مغربی ذرائع خود کو کتنا ہی غیر جانبدار کیوں نہ ثابت کرنے کی کوششیں کریں ان کے منہ سے تعصب کی بو آتی ہے اور اسلام دشمنی ہی ان کا موضوع قرار پاتی ہے۔اس لئے حالات و واقعات نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہود و نصاریٰ کبھی بھی مسلمانوں کے دوست نہیں ہو سکتے۔لہٰذا ان حالات میں ان کی غیر جانبداری کا دعویٰ بھی غلط ہو جاتا ہے۔

مندرجہ بالا حقائق سے اس بات کا مکمل ثبوت ملتا ہے کہ مغربی ذرائع ابلاغ مسلمانوں کے مکمل طور پر خلاف ہیں۔لہٰذا مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ جہاں کہیں بھی ہیں ان پر بھروسہ نہ کریں۔نیز میڈیا کنٹرول حاصل کرنے کی کوشش نہ کریں اور یہ امر اس وقت تک ممکن نہیں جب تک اسلام دشمن استعماری طاقتوں کی سازشوں کا مقابلہ کرنے کے لئے مسلمانوں کا ابلاغ عامہ کا ادارہ قائم نہ ہو جائے اور اس ادارے میں تمام اسلامی ممالک کے جدید علوم سے آگاہی رکھنے والے ماہرین کو ملازم رکھا جائے جو اپنے اور بین الاقوامی حالات سے واقفیت رکھتے ہوں۔اسلامی نیوز ایجنسی کو مزید فعال بنایا جائے اور اسلامی دنیا سے جو خبریں نشر ہوں وہ اس کے ہیڈ کوارٹر سے ہر اسلامی ملک اپنی اپنی زبان میں نشر کرے لیکن خبروں کا متن ایک ہی ہو اس سے مغربی ذرائع ابلاغ مسلمانوں کے خلاف شر انگیز پروپیگنڈا نہیں کر سکیں گے اور مسلمانوں کے درمیان اتحاد اور یکجہتی کو فروغ ملے گا۔

۶۔ عالم اسلام کے مابین مشترکہ تجارت و مشترکہ بنکنگ

قرآن حکیم اور احادیث کی روشنی میں جس طرح باہمی تعاون کی تلقین کی گئی اسی طرح ہر شعبہ ہائے زندگی میں بھی باہمی تعاون کا اطلاق ہوتا ہے۔اسلام میں تجارت کے شعبے کی جانب عوام کی توجہ مبذول کرائی ہے۔حضورؐ نے اسے فروغ دیا اور ترغیب دی یہ اس قدر مقدس پیشہ ہے کہ اسے سب سے پہلے مسلمانوں میں حضورؐ نے اپنایا۔ایک موقع پر حضورؐ نے ارشاد فرمایا ''سچے اور امانت دار تاجر کا حشر نبیوں' صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔'' نیز فرمایا ''جو شخص تجارت کرتا ہے اس کے یہاں خیر و برکت اور رفاہیت پیدا ہوتی ہے۔

اسی اصول کو اپناتے ہوئے اسلامی ممالک کو بھی باہمی تجارت میں تعاون کرنا چاہیئے۔اس سلسلے میں اسلامی ملکوں کے ایوان ہائے صنعت و تجارت کی دوسری کانفرنس میں اسلامی چیمبر کے آئین کی منظوری کے نتیجہ میں ۱۹۷۸ء اسلامک چیمبر آف کامرس انڈسٹری اینڈ کموڈیٹی ایکسچینج کراچی میں قائم ہوا۔اس کی وسیع و عریض عمارت کا افتتاح ۱۹۹۱ء میں ہوا۔

اس کے قیام کے جو بنیادی مقاصد بیان کئے گئے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) ایوان کے ارکان اوران کے اسی طرح کے دیگراداروں کے درمیان جو کہ عالم اسلام میں قائم ہیں تعاون کوفروغ دیا جائے گا۔

(۲) رکن ممالک کے درمیان صنعت' تجارت' زراعت اور دستکاری کا فروغ اور حوصلہ افزائی کی جائے اور تجارتی منڈی کے ذریعے تمام اشیاء خریدی جائیں۔

(۳) رکن ممالک کے مفاد میں اقتصادی پالیسیوں کی تجویز اور عالم اسلام میں اسی طرح کے دیگر اداروں' تنظیموں اور رکن ممالک کے درمیان تعاون کے فروغ کی راہوں' وسائل اور ذرائع کی تلاش کی جائے تاکہ عالم اسلام کی اقتصادی ترقی کوششیں بارآور ہوں۔

(۴) رکن ممالک کے درمیان سرمایہ کاری کے مواقع اور مشترکہ صنعتی وتجارتی منصوبوں کا فروغ۔

(۵) عالم اسلام میں بینکاری' انشورنس' ری انشورنس' جہازرانی اور دیگر ذرائع نقل وحمل میں موجود تعاون میں مزید اضافہ اور فروغ اور وہ کوششیں جن کے نتیجے میں عالم اسلام میں اقتصادی خوشحالی ہو اور فنی اور سائنسی معلومات منتقل ہوسکیں جو صنعتی ترقی کے لئے اشد ضروری ہیں۔

اسلامی چیمبر نے رکن ممالک کو ایک دوسرے کے نزدیک لانے اور ان کے درمیان باہمی تجارت میں اضافہ' مشترکہ منصوبوں کے قیام' صنعتی نمائشوں کے انعقاد اور تجارتی وفود کے تبادلے میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔

اسلامی چیمبر نے مشاورتی معلومات کے ذریعے کم ترقی یافتہ اسلامی ملکوں' صنعتی ترقی کی رفتار کونسبتاً زیادہ ترقی یافتہ اسلامی ممالک کی امداد وتعاون سے بہتر بنانے پر زور دیا۔ اس ضمن میں کم ترقی یافتہ ممالک میں جو منصوبے روبہ عمل ہیں ان میں کیمرون میں 4.8 ملین ڈالر کی لاگت سے ٹومیٹو پیسٹ پراجیکٹ' مالی میں 30.5 ملین ڈالر کی لاگت سے پٹرولیم کو ذخیرہ کرنے اور تقسیم کرنے کا منصوبہ شامل ہیں۔ اسی طرح مشترکہ منصوبوں میں بنگلہ دیش' انڈونیشیا اور جاپان کے تعاون سے چٹاگانگ میں ٹیکسٹائل ملز کا منصوبہ شامل ہے۔ ۱۹۸۹ء میں ٹیکسٹائل کمیٹی قائم کی گئی۔

۱۶ تا ۱۹ نومبر ۱۹۹۲ء میں تہران میں منعقدہ اسلامی چیمبر آف کامرس کی جنرل اسمبلی کے اجلاس میں اسلامی ممالک کی ٹیکسٹائل کونسل قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ ٹیکسٹائل کونسل کے رکن ممالک میں آذربائیجان' ترکمانستان' تاجکستان' ازبکستان اور البانیہ کی شمولیت سے ارکان کی تعداد ۵ ہوگئی۔ اس قدر کاوشوں کے باوجود اسلامی ممالک کے مابین تجارت کا حجم اس قدر بڑھنے نہیں پایا جتنا ان ملکوں کے بعض غیر اسلامی ملکوں کے ساتھ اضافہ ہوا۔ اس کی وجہ علاقائی سیاست ہے جو مسلم ممالک کے درمیان تجارتی فروغ کی راہ میں رکاوٹ ہے۔

اسلامی ممالک کے مابین باہمی تجارت کو فروغ دینے کے لئے حسب ذیل تجاویز پیش خدمت ہیں۔

۱۔ تجارت کو فروغ دینے کے لئے اسلامی ممالک باہمی تجارتی معاہدے کریں اور مال کے بدلے مال لینے کو ترجیح دیں۔ لیکن ایک بات کا خاص خیال رکھا جائے کہ مال کی قیمت کا تعین بین الاقوامی منڈی کے مطابق ہو۔

۲۔ ایک دوسرے ملک میں مال کی آمد ورفت محصول سے پاک ہو تاکہ تجارت کو زیادہ سے زیادہ فروغ دیا جاسکے۔

۳۔ بعض ممالک میں کئی چیزوں کی فراوانی ہے وہ ان ممالک کو بھیجی جائیں جن میں وہ اشیاء دستیاب نہ ہوں تاکہ خام مال سے مصنوعات تیار کی جاسکیں۔

۴۔ اسلامی ممالک کو چاہیئے کہ وہ اپنی تجارتی پالیسیاں بناتے وقت اس بات کا خیال رکھیں کہ کون سی ضرورت منافع بخش طریقے سے کس اسلامی ملک میں پوری کی جاسکتی ہے۔

۵۔ تجارتی تعاون میں اس بات کا خیال بھی رکھا جائے کہ کرنسی کی قیمت میں تمام مسلم ممالک میں یکسانیت پائی جاتی ہے کہ نہیں۔

۶۔ تمام اسلامی ممالک میں صنعتی نمائشیں منعقد کی جائیں تاکہ مقابلے کے رجحان سے عوام کو زیادہ سے زیادہ معیاری اشیائے صرف دستیاب ہوسکیں اور عوام کو پتہ چل سکے کہ کونسی صنعت کس ملک میں ہے اور کس ملک میں نہیں۔

۷۔ جن ممالک میں تیل کی فراوانی ہے وہ تیل پیدا نہ کرنے والے ممالک کو ارزاں نرخوں پر تیل مہیا کریں تاکہ وہ اپنی صنعتوں میں تیل کے استعمال سے اشیائے صرف تیار کرسکیں۔

۸۔ ہر اسلامی ملک میں تجارتی منڈی کی شاخیں قائم کی جائیں اور اسی منڈی کے ذریعے دنیا بھر کے اسلامی ممالک میں مال کی آمدورفت ہو

مشترکہ اسلامی ترقیاتی بنک کے قیام کے لیے تجاویز

مشترکہ بنک بھی مسلمانوں کی اہم ضرورت ہے۔ اسی ضرورت کو پیش نظر رکھتے ہوئے جدہ میں اسلامی ممالک کی تنظیم نے اسلامی ترقیاتی بنک قائم کیا ہے۔ یہ بنک اسلامی ممالک میں زیر عمل منصوبوں کے سلسلے میں مالی تعاون مہیا کرتا ہے۔ یہ بنک مسلم حکومتوں کے اشتراک وتعاون سے قائم کیا گیا اور اس سے فائدہ اٹھانے والے افراد نہیں بلکہ حکومتیں ہیں۔ چونکہ یہ بنک سود وصول نہیں کرتا تھا اس لئے فرانس کے بعض اخبارات نے یہاں تک لکھا کہ:

''اسلامی ترقیاتی بنک اپنی صحیح حالت میں قائم ہوگیا تو یہ مغرب کے لئے ہائیڈروجن بم سے بھی زیادہ خطرناک ہوگا۔ اس بنک کیخلاف اس قدر زہریلا پروپیگنڈا کیا گیا کہ بنک نے کم سے کم وقت میں جو اہم مہمات سرانجام دینا تھیں اور خوشنودی حاصل کرنی تھی وہ نہ ہوسکی۔''

اسلامی ترقیاتی بنک میں اگرچہ تمام اسلامی ممالک کے حصص ہیں لہٰذا اس کی موجودگی میں کسی اسلامی ملک میں کسی دوسرے بنک کا قیام درست نہیں ہوگا۔ اندریں حالات اسی بنک کی مساعی کو مشترکہ طور پر بروئے کار لایا جائے۔ ذیل میں چند تجاویز پیش کی جا رہی ہیں۔

۱۔ جامع اسلامی اقتصادی نظام مرتب کر کے مشترکہ اسلامی بنک کا رواج دیا جائے اور اس کی شاخیں تمام اسلامی ممالک میں کھولی جائیں۔

۲۔ مشترکہ بنک میں ان افراد کو ملازم رکھا جائے جو اسلامی علوم اور اقتصادیات کے میدان میں مہارت رکھتے ہوں تاکہ وہ اسلام کے اقتصادی نظام کو صحیح پیمانے پر ترقی دے سکیں۔

۳۔ مشترکہ بنک کو ایسی انتظامی مشینری مہیا کی جائے جو سودی بنکوں کے مقابلے میں بہترین خدمات کا ثبوت بھی فراہم کرسکے

اور بنکاری کو شرعی نقطہ نگاہ سے کسی طور پر بھی مجروح نہ ہونے دے۔

۴۔ مشترکہ بنک کو اسلامی ممالک جو سرمایہ فراہم کریں اس کا صحیح مصرف ہو تاکہ اسلامی ممالک کے اندر مختلف صنعتی، زرعی اور دیگر مفید منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچا کر متعلقہ ممالک کی ترقی و خوشحالی کے لئے راہ ہموار کی جائے۔

۵۔ جن ممالک میں پہلے ہی اسلامی بنک قائم ہو چکے ہیں ان کے تجربات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان بنکوں کو مشترکہ بنک سے ہم آہنگ کیا جائے تاکہ وہ بھی مشترکہ بنک کے زیرِ انتظام ترقی کی منازل طے کریں۔

۷۔ عالم اسلام کا مشترکہ اسلامی سیکرٹریٹ

اسلامی سیکرٹریٹ اسلامی کانفرنس کا ہی ایک ذیلی ادارہ ہے۔ اس کا قیام اس وقت عمل میں آیا جب ۱۹۶۹ء میں اسلامی ممالک کی تنظیم کا قیام عمل میں لایا گیا۔

۱۔ اسلامی سیکرٹریٹ کے فرائض میں یہ شامل ہے کہ وہ اسلامی سربراہوں، وزراء خارجہ یا دوسری کانفرنسوں کے انعقاد کا اہتمام کرے اور قبل ازیں ایجنڈا تیار کرے۔

۲۔ شریک ممالک کے مابین رابطہ کرے۔

۳۔ کانفرنس کے فیصلوں بالخصوص مسلمانوں کو درپیش مسائل کے سلسلے میں کئے گئے فیصلوں کو عملی جامہ پہنائے۔

۴۔ اگر مسلم ممالک میں تنازعہ کھڑا ہو جائے تو اسے رکوانے کے لئے دونوں ممالک کے سربراہوں سے مذاکرات کر کے تنازعے کا کوئی حل نکالے۔

۵۔ سیکرٹریٹ کی سرگرمیوں اور کانفرنسوں پر اٹھنے والے اخراجات کے حصول کا انتظام کرے۔

۶۔ بین الاقوامی امن اور سلامتی کے پیش نظر اسلامی ممالک اور غیر اسلامی ممالک کے مابین تنازعات کا تصفیہ کرانے کے لئے اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل سے رابطہ کرے۔

موجودہ حالات میں ان فرائض میں اضافے کی ضرورت ہے لہٰذا اس سلسلے میں مندرجہ ذیل تجاویز پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ اسلامی سیکرٹریٹ میں تمام مسلمان ممالک ایسے نمائندے رکھے جائیں جو تعلیم سائنس، اسلامی تعلیمات، تجارت، طب، انجینئرنگ، زراعت، صنعت، بلدیات کے شعبوں میں اعلیٰ مہارت کے حامل ہوں تاکہ وہ ان شعبوں میں ضرورت مند ممالک کو مشورے دے سکیں۔

۲۔ اسلامی ممالک کی صنعتی، زرعی، سائنسی، معدنی ترقی کے لئے مختلف منصوبے بنائے اور اسلامی ترقیاتی بنک سے سرمایہ حاصل کر کے متعلقہ ممالک میں روبہ عمل منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچایا جائے۔

۳۔ جو ملک صنعتی اعتبار سے ترقی یافتہ نہیں انہیں ملکی حالات کے تحت صنعتیں لگانے کا مشورہ دیا جائے۔

۴۔ جدید علوم اور سائنسی تحقیق اور خلاء اور سیاروں کے راز دریافت کرنے کے لئے نئے تجربات سے تمام اسلامی ممالک کو روشناس کرائے۔

۵۔ صحت عامہ کے شعبے میں مہلک بیماریوں مثلاً کینسر' امراض قلب' امراض جگر اور گردوں کے بارے میں تحقیقات کر کے نئی ادویات تیار کرائے تاکہ علاج معالجہ ہو سکے۔

۶۔ اسلامی تعلیمات کے نفاذ کے سلسلے میں تحقیقی مقالات تیار کر کے عوام کو تربیت دی جائے۔

۷۔ عسکری ماہرین کے مشورے سے جدید ٹیکنالوجی کو بنیاد بنا کر اسلحہ سازی کے سلسلے میں پیش رفت کرے اور جن ممالک کو اپنے ہمسایہ سے کوئی خطرہ ہو تو اس ملک کے عسکری ماہرین کو جدید اسلحہ چلانے کی تربیت دی جائے۔

۸۔ اسلام دشمن عناصر کے پروپیگنڈے کا مثبت جواب دینے کے لئے سیاسی امور کے ماہرین کو بطور خاص ملازم رکھا جائے اور ایک خصوصی سیل قائم کیا جائے۔

۹۔ اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کی طرف اسلامی ممالک کے سیکرٹری جنرل کو بھی یہ اختیار دیا جائے کہ اگر کوئی غیر اسلامی ملک کسی اسلامی ملک پر حملہ آور ہو تو جارحیت کا مقابلہ کرنے کے لئے وہاں اسلامی ممالک کی فوج تعینات کی جائے اور اس وقت تک وہ فوج وہاں رہے جب تک جارحیت ختم نہ ہو جائے۔

۱۰۔ اسلامی سیکرٹریٹ کو چاہیئے کہ تمام اسلامی ممالک کے باشندوں کو ایک دوسرے کے ملک آنے جانے کے لئے ویزے کی پابندیاں نرم کرائے۔

۱۱۔ تمام ممالک کے ثقافتی وفود دوسرے اسلامی ممالک کا سفر کریں۔

۱۲۔ تمام اسلامی ممالک اپنے وسائل کو مجتمع کریں اور ایک امن فوج تشکیل دیں۔

۱۳۔ اقوام متحدہ کی طرز پر مسلم ممالک کی اقوام متحدہ قائم کی جائے اور اس کا صدر دفتر مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ ہو یا کوئی اسلامی شہر جس پر سبھی ممالک متفق ہوں۔

۸۔ عالمی اسلامی عدالت

اسلامی معاشرے کی بنیاد عدل وانصاف پر ہی رکھی گئی ہے۔ اسی بناء پر اسلام میں عدل کو اہم مقام حاصل ہے اور اسے خالق کائنات کی صفات میں شمار کیا گیا ہے۔

''اور جب لوگوں میں فیصلہ کرنے لگو تو انصاف سے فیصلہ کیا کرو اللہ تمہیں بہت خوب نصیحت کرتا ہے بے شک خدا سنتا اور دیکھتا ہے۔''

اسی طرح سورۃ المائدہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اور لوگوں کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ انصاف چھوڑ دو۔''

اسلامی امہ کے سلسلے میں بھی اسلام میں عدل کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔ اسی بناء پر اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو اعتدال پسند امت قرار دیتے ہیں۔

اسی طرح سورۃ النحل میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''بے شک اللہ تعالیٰ انصاف اور احسان کا حکم دیتا ہے۔''

انہی احکامات کی اتباع اور مسلمانوں کے حالات بہتر بنانے کے لئے عالمی اسلامی عدالت انصاف ضروری تھی۔اگر چہ اسلامی کانفرنس کے تحت اس کا قیام ۱۹۸۳ء میں عمل میں آچکا ہے۔تاہم اسے فعال بنانے اور اس کی کارکردگی کو بہتر بنانے کی ضرورت ہے۔اس کے مندرجہ ذیل تجاویز پر عمل کیا جانا چاہیئے۔

۱۔ عالمی اسلامی عدالت انصاف آزادانہ حیثیت کے حامل ایسے ججوں پر مشتمل ہو جنہیں قومیت کا لحاظ کیے بغیر بلند ترین اشخاص میں سے منتخب کیا جائے۔ان کی قابلیت کا معیار ایسا ہو کہ وہ اپنے اپنے ملکوں میں اعلیٰ ترین عہدوں پر فائز ہونے کے اہل ہوں یا وہ بین الاقوامی قانون کے معاملوں میں عدلیہ کے مسائل پر مشورہ دینے کی مسلمہ اہلیت رکھتے ہوں۔

۲۔ عالمی اسلامی عدالت کا ہر رکن اپنے فرائض منصبی سنبھالنے سے قبل کھلی عدالت میں اس بات کا حلف اٹھائے کہ وہ اپنے اختیارات کو غیر متعصبانہ اور ایماندارانہ طریق پر بروئے کار لائے گا۔

۳۔ عدالت کو ان تمام مقدمات کے سننے کا اختیار دیا جائے جو فریقین اس کے سامنے پیش کریں۔

۴۔ عدالت کی سرکاری زبان عربی ہو اور اگر فریقین اس بات پر متفق ہوں کہ فیصلہ ان کی زبان میں کرایا جائے تو عدالتی کاروائی کا ترجمہ کرلیا جائے۔

۵۔ عدالت کو اس بات کا اختیار دیا جائے کہ اگر وہ سمجھے کہ حالات اس بات کے متقضی ہیں تو عارضی تدابیر اختیار کر کے اپنا فیصلہ صادر کرے۔

۶۔ تمام امور کا فیصلہ عدالت میں شریک ججوں کی اکثریت سے کیا جائے اور اگر ججوں کے ووٹ مساوی ہوں تو صدر یا وہ جج جو صدر کے فرائض انجام دے رہا ہو فیصل رائے دے دے۔

۷۔ عدالتی فیصلہ آخری متصور ہو اور صرف اسی صورت میں نظر ثانی کا حق دیا جائے جب کہ کسی ایسی حقیقت کا انکشاف ہو جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے فیصلہ کن ثابت ہوتی ہو اور جو فیصلہ کرتے وقت عدالت کے علم میں نہ تھی۔

۸۔ عالمی اسلامی عدالت انصاف کو اس قدر با اختیار بنایا جائے جو اپنے فیصلے پر عمل درآمد کرا سکے۔

۹۔ عالمی اسلامی عدالت اسلامی ممالک کے ان معاہدوں کو بروئے کار لانے کے لئے اپنا اثر ورسوخ استعمال کرے جن پر عملاً کوئی کاروائی عمل میں نہیں لائی جا سکی۔

۱۰۔ عالمی اسلامی عدالت کو چاہیئے کہ وہ فریقین کو سستا اور فوری انصاف مہیا کرے اور جہاں تک ہو سکے قتل و غارت کو روکنے کی کوشش کرے۔

۱۱۔ عالمی عدالت انصاف کے جج قرآن وسنت کے مفہوم سے مکمل طور پر واقفیت رکھتے ہوں اور باشرع ہوں تا کہ وہ تمام فیصلے قرآن وسنت کے مطابق کرسکیں اور تمام یہ فیصلے مسجد الحرام میں سنائے جائیں تا کہ جج صاحبان جو فیصلہ کریں وہ اللہ کے خوف سے اور انصاف سے کریں اور تمام اسلامی ممالک پر یہ لازم ہو کہ ان فیصلوں کو تسلیم کریں۔بصورت دیگر ان ممالک کی رکنیت معطل کردی جائے

اور جب تک اس فیصلے کو تسلیم نہ کریں اس وقت تک ان کی رکنیت بحال نہ کی جائے۔

۱۲۔ عالمی اسلامی عدالت کو اس لئے بھی فعال بنانے کی ضرورت شدت سے محسوس کی جارہی ہے کہ اسلامی ممالک سے متعلقہ جو فیصلے اقوام متحدہ کے عالمی ادارہ انصاف میں کئے جاتے ہیں وہ عموماً اسلامی ممالک کے حق میں نہیں ہوتے اور انہیں خواہ مخواہ طول دیا جاتا ہے نیز وہ ایسا فیصلہ کرنے میں جانبداری سے کام لیتی ہے جو امت مسلمہ کی اجتماعی خیر خواہی میں ہو۔

۱۳۔ ہالینڈ میں ۱۹۷۲ء سے سنٹر فار لیگل سائنسز کام کر رہا ہے۔ اس کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ قانون شکنی اور قانون اپنی مرضی کے مطابق توڑنے مروڑنے کے خلاف محاذ بنایا جائے۔ اگر محاذ نہ ہوگا تو قانون شکنی ضرور ہوگی لہٰذا اس امر کی ضرورت ہے کہ اسی قسم کا سنٹر کسی بھی اسلامی ملک میں قائم کیا جائے۔

درج بالا تجاویز پر اگر عمل کیا جائے تو پھر ہم اس قابل ہوں گے کہ نئے نظام کا مقابلہ کر سکیں۔

مراجع و مصادر

۱۔	القرآن الحکیم	
۲۔	صحیح بخاری (کتاب الجہاد)	
۳۔	صحیح مسلم (کتاب الاحکام، کتاب الامارۃ)	
۴۔	سنن ابوداؤد (کتاب الجہاد)	
۵۔	سیرت مصطفیٰ	محمد ادریس کاندھلوی
۶۔	رسول اکرم ﷺ کی حکمت انقلاب	مولانا اسعد گیلانی
۷۔	محسن انسانیت	نعیم صدیقی
۸۔	ضیاء النبی	پیر محمد کرم شاہ الازہری
۹۔	نبی رحمت	مولانا سید ابوالحسن علی ندوی
۱۰۔	عصر حاضر میں امت مسلمہ کے مسائل اور ان کا حل	مولانا مودودی
۱۱۔	اسلام اور نیا عالمی نظام	سلیم احمد
۱۲۔	اسلام کی نشاۃ ثانیہ	ڈاکٹر اسرار احمد
۱۳۔	انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کے اثرات	مولانا سید ابوالحسن علی ندوی
۱۴۔	سیرت النبیؐ	شبلی نعمانی
۱۵۔	انسان کامل	ڈاکٹر محمد خالد علوی
۱۶۔	نقوش (رسول نمبر)	
۱۷۔	دنیا کی خفیہ ترین تحریک	صادق منور
۱۸۔	یہودیت و نصرانیت	مولانا مودودی
۱۹۔	اسلام اور جدید ذہن کے شبہات	سید قطب
۲۰۔	نیو ورلڈ آرڈر، اسلام اور پاکستان	طارق وحید بٹ
۲۱۔	Islam and New World Order (Aakashdeep Publishing House New Delhi)	Attar Chand

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امتِ مسلمہ کی ذمہ داریاں
تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں

حافظ سید عزیز الرحمٰن، کراچی

آج کا سب گرم موضوع مسلمانوں کا مستقبل ہے، ہر شخص جو سوچنے اور سمجھنے کی تھوڑی سی صلاحیت بھی رکھتا ہے وہ اسی موضوع پر غور و فکر کر رہا ہے۔ بحث مباحثے، تحریر و تقریر ہر پہلو سے یہی موضوع زیر بحث ہے۔ مسلمانوں کے لئے یہ حالات اور دور سخت ترین آزمائش کا دور ہے۔ ان کی مشکلات کا با قاعدہ آغاز یا یوں کہئے کہ ان میں شدت گذشتہ دس بارہ برسوں کے دوران آئی ہے۔ یہی دور امریکہ کے نئے عالمی نظام کی تشکیل و ترتیب کا ہے، یہ نظام کیا ہے؟ کیوں اختیار کیا گیا؟ اس کے پوری دنیا میں کیا اثرات پڑے؟ یہ نظام ہم سے کیا چاہتا ہے؟ اور امت مسلمہ کے لئے اس کے مضرات کیا ہیں؟ پھر سب سے اہم سوال یہ کہ ان حالات میں ہم پر کیا فرائض عائد ہوتے ہیں؟ اور ہمیں اب کیا کرنا چاہیئے؟ اللہ تعالیٰ کی توفیق کے مطابق حسب استطاعت سطور ذیل میں ان ہی سوالات کا جواب تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

نیا عالمی نظام (New World Order)

۱۸۹۷ء میں سوئٹزرلینڈ کے شہر (BASEL) میں یہودی دانش وروں کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی تھی، جس نے انیس ابواب پر مشتمل دستاویزات تیار کی تھیں، کتاب میں گیارہویں اور انیسویں باب میں عالمی حکومت کا تخیل ملتا ہے۔(۱) اس واقعے کو نئے عالمی نظام (New World Order) کا آغاز قرار دیا جا سکتا ہے، اور آج امریکہ میں یہودی اثر و نفوذ کی جو صورت حال ہے اس کے بعد اس خیال کو شک کی پیداوار نہیں قرار دیا جا سکتا۔

اس نظام کی تشکیل کی پہلی کوشش ۱۹۱۷ء میں ہوئی، جب امریکی صدر ولسن کے مشیر کرنل مانڈیل ہاؤس نے اقوام متحدہ (لیگ آف نیشنز) کا خاکہ ولسن کے سامنے پیش کیا، یہ مسودہ سینٹ وغیرہ نے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ ''امریکی اقتدار اعلیٰ کسی دوسری تنظیم کے تابع نہیں رہ سکتا۔''(۲) اس ناکامی کا سبب یہ تھا کہ اس وقت تک امریکی اداروں اور سیاست میں یہودی عمل دخل کم تھا، یہ صورت حال امریکہ میں صیہونی اثر و نفوذ کا نقطہ آغاز ہے۔ اس موقع پر انہوں نے فیصلہ کیا کہ امریکی ادارے کو اپنی گرفت میں لے لیا جائے، چنانچہ آئندہ چند برسوں کی کوششوں سے امریکہ کے تمام بڑے ادارے اور اہم شخصیات یہودی اثر و نفوذ کا شکار ہو گئیں، جس کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس وقت ۲.۹ فیصد آبادی والی قوم امریکہ کی ۹۷ فیصد آبادی پر حاوی ہو چکی ہے۔(۳)

امریکہ یہودی شکنجے میں

اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ میں یہودی اثر و نفوذ کا بھی قدرے وضاحت سے جائزہ لیا جائے تا کہ اس کی پالیسیوں اور اقدامات کو صحیح تناظر میں دیکھا جا سکے۔ امریکہ روزِ اول ہی سے یہودی شکنجے میں جکڑا ہوا ہے، یہ ایسی حقیقت ہے جس سے

آج تقریباً ساری دنیا واقف ہے' مگر اس کے پس منظر سے شاید کم ہی لوگ واقف ہیں۔ امریکہ کا پہلا صدر اور اس کا بانی یہودی تھا' جارج واشنگٹن نہ صرف کٹر فری میسن تھا بلکہ اس کا شمار بڑے ''روحانیین'' میں ہوتا تھا۔ (۴) پھر ۱۹۱۷ء کے لگ بھگ ایک اور یہودی کرنل ایڈورڈ منڈیل ہاؤس نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ امریکہ میں یہودی اثر ورسوخ کی بنیاد رکھی۔ اس مقصد کے لئے ''امریکی ادارہ برائے عالمی امور'' کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا' جس کا نام ۱۹۲۱ء میں تبدیل کر کے سی ایف آر Council of Foreign Relation (ادارہ برائے خارجہ تعلقات) کر دیا گیا' اس ادارے نے پھر مزید ذیلی ادارے قائم کئے' جن میں سے چند یہ ہیں۔ بزنس کونسل' ایشین انسٹی ٹیوٹ' اٹلانٹک کمیٹی' یونائیٹڈ ورلڈ فیڈرلسٹ' ٹری ٹیریل کمیشن وغیرہ' سی' ایف' آر' آر نے وجود میں آتے ہی اپنا ترجمان فارن افیرز (Foreign Affairs) کے نام سے نکالنا شروع کر دیا۔ اس ادارے کے ارکان نے جو تمام یہودی تھے' حکومت امریکہ کے بڑے عہدوں' ٹیکس سے معاف بڑے بڑے اداروں' امریکی میڈیا' بینک' ڈیموکریٹک ری پبلیکن جماعتوں اور اثر ونفوذ کے دوسرے مراکز' ڈیل کارنیگی فاؤنڈیشن' فورڈ فاؤنڈیشن' راک فیلر فاؤنڈیشن اور نیویارک ٹائمز' نیوز ڈیک اور بعد میں تمام امریکی ٹی وی اسٹیشنوں پر قبضہ کر لیا۔ (۵)

اس وقت (چند سال پیش تر کے اعداد وشمار کے مطابق) امریکہ میں یہودیوں کے اثر ونفوذ کا یہ عالم ہے کہ امریکہ میں کروڑ پتی یہودیوں کا تناسب ۲۵ فیصد ہے' جوتے کی صنعت میں ۳۴ فیصد مشروبات کی صنعت میں ۵۰ فیصد ملبوسات اور فیشن کے میدان میں ۱۰۰ فیصد پٹرولیم کی صنعت میں ۹۸ فیصد اور تعلیم کے میدان میں ۲۰ فیصد یہودی ہیں۔ امریکی یونیورسٹیوں میں یہودی اساتذہ کا تناسب ۵۰ فیصد' ہارورڈ جیسے عالمی شہرت کے حامل ادارے میں یہودی اساتذہ کا تناسب ۷۵ فیصد' میڈیسن میں ۲۵ فیصد' لاء کالجوں میں ۳۸ فیصد' امریکہ میں یہودی ڈاکٹروں اور وکلاء کا تناسب ۳۸ فیصد ہے۔ عام طور پر امریکی میڈیا کے بڑے حصے پر یہودی قابض ہیں' صرف ایک یہودی فیملی نیو ہاؤس کے پاس ۴۸ روزنامے' بیس ہفت روزہ رسالے' ایک سو بیاسی ریڈیو اسٹیشن' ایک سو چالیس ٹی وی کیبل اور سترہ سو پینتیس دارالاشاعت ہیں۔ (۶)

سی ایف آر کا امریکی معاملات میں اثر ونفوذ اس حد تک ہے کہ امریکی صدر روزویلٹ سے لے کر رونالڈ ریگن تک نو امریکی صدر کے خارجہ امور کے مشیر مسٹر جان میکالے کا کہنا ہے کہ ہمیں جب بھی امریکی حکومت کے لئے کل پرزوں کی ضرورت ہوتی ہے تو ہم سب سے پہلے سی ایف آر کے مرکزی دفتر نیویارک سے رابطہ قائم کرتے ہیں۔ نیز ۱۹۵۲ء سے اب تک دونوں سیاسی پارٹیوں نے امریکی صدارت کے لئے جتنے لوگوں کو نامزد کیا ہے ان سب کا تعلق سی ایف آر سے تھا۔ اس میں استثناء صرف ۱۹۶۴ء اور ۱۹۸۰ء کا کیا جا سکتا ہے۔ جب رونالڈ ریگن اس کے رکن نہیں تھے' لیکن ان کو مجبور کیا گیا کہ اپنے نائب جارج بش کا انتخاب کریں جو سی' ایف' آر کے ممتاز رکن تھے۔ (۷)

جب بل کلنٹن صدارت کے عہدے پر فائز ہوئے تو انہوں نے سی' ایف' آر کے صدر وارن کرسٹوفر کو اپنی حکومت چلانے کے لئے مطلوبہ اشخاص کے انتخاب کی پوری آزادی دے دی۔ چنانچہ ان کی حکومت کے بھی بیشتر ارکان سی' ایف' آر کے رکن تھے۔ سی ایف آر کے ذیلی ادارے فارن افیئرز کے اثر ونفوذ کے بارے میں بحریہ کے کمانڈر ایڈمیرل وارڈ کی یہ شہادت کافی ہے کہ فارن افیئرز

کے مقالات پڑھنے سے مستقبل میں امریکہ کی دفاعی اور خارجہ پالیسی کی حکمت عملی کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ اگر اس رسالے میں کوئی تجویز دوبارہ شائع کی جاتی ہے تو امریکی حکومت کے تنقیدی ادارے انہیں اس طرح نافذ کرتے جیسے وہ تسلیم شدہ حقیقت ہے۔(۸)

یہودیوں نے اپنے مقاصد کے لئے عیسائیوں کو بھی بھرپور طریقے سے استعمال کیا ہے۔ خصوصاً پروٹسٹنٹ فرقہ پوری طرح ان کی منفی سرگرمیوں کے سامنے بے بس نظر آتا ہے اور ایک عرصے سے یہ عالم ہے کہ یہودی عیسائیوں کو مسلمانوں کے ساتھ باہم دست و گریباں کرنیکے منصوبے پر عمل پیرا ہیں اور اس مقصد میں کامیاب بھی نظر آتے ہیں' جس کا ایک ثبوت یہ ہے کہ ۱۹۷۰ء میں سب سے پہلے ہالینڈ سے Hall Lindsey کی کتاب Great Planet Earth the Late شائع ہوئی جس نے ایک طرف عیسائیوں کو حضرت عیسیٰ کی آمد کو یاد دلا کر خدائی حکومت کے قیام اور ہیکل سلیمانی کی تعمیر پر ابھارا تو دوسری جانب مزاحم قوموں یعنی مسلمانوں کے خلاف جذبات برانگیختہ کئے۔ انہی دنوں تھامس میک کال اور زولا لیوٹ (Thomas McCall & Zola levitt) کی کتاب Satan in the Sanctuary کی شائع ہوئی جو اسی طرح کے خیالات سے بھری ہوئی تھی' پھر ۱۹۸۷ء میں میک کال اور لیوٹ کی دوسری کتاب (The Coming Russian Inbvasion of Israel) شائع ہوئی۔ اس میں بھی اسی طرح کے خیالات کا اظہار کیا گیا تھا۔(۹)

مسجدِ اقصیٰ کو شہید کرنا یہودیوں کا ایک اہم مقصد ہے اور اس مقصد کے لئے ان کی تیاریاں عرصے سے جاری ہیں۔(۱۰) مگر شاید یہ بات کم لوگوں کے علم میں ہوگی کہ اس کے مقصد کے لئے متعین تمام دہشت گرد تنظیموں کو سب سے زیادہ امداد حکومت امریکہ سے ملتی ہے۔(۱۱)

یہودیت کے تاریخی دجل و فریب اور سازش و فتنہ انگیزی سے بھری ہوئی ہے' امریکہ میں یہودی اثر و نفوذ کی کہانی معروف امریکی صنعت کار ہنری فورڈ نے اپنی کتاب ''یہودیت سے عالم انسانیت کو خطرہ'' میں بیان کی ہے' اس کا صرف ایک پیرا ملاحظہ کیجئے جس میں وہ کہتا ہے کہ:

امریکی سماج میں جہاں کہیں بھی اخلاقی انحطاط و فساد پایا جاتا ہے' اس کے پسِ پردہ آپ کو یہودی ہی دکھائی دیں گے۔ شراب' شباب' قمار بازی' بدکاری' رشوت' جنسی اور مالی جرائم' قتل و غارت گری' ڈاکہ زنی' خون ریزی' معرکہ آرائی' مہلک اسلحہ سازی' غرض کہ تمام غیر فطری و غیر اخلاقی جرائم میں یہودیوں کا حصہ اسی سے نوے فیصد تک ہے۔(۱۲)

شاید اس پیرے میں پوری یہودی تاریخ آ گئی ہے۔

نئے عالمی نظام کی تشکیل

امریکہ میں یہودی اثر و رسوخ کی تفاصیل بہت ہیں' یہاں صرف چند اشارے اس لئے درج کئے گئے تاکہ اس نئے نظام کی تشکیل کے سلسلے میں ان کا کردار واضح کیا جا سکے۔ اب ہم اپنے موضوع کو آگے بڑھاتے ہیں۔ جب یہودی پوری طرح امریکی اداروں پر غالب آ گئے تو اقوامِ متحدہ کے قیام کی راہیں ہموار ہوتی چلی گئیں اور ۱۴ اگست ۱۹۴۱ء کو امریکی صدر روز ویلیٹ اور برطانوی وزیر اعظم چرچل نے ایک معاہدے پر دستخط کئے جس میں ایک عالمی نظام کی بات کی گئی تھی اور پھر بالآخر یکم جنوری ۱۹۴۲ء کو چھبیس

ممالک کے دستخطوں کے ساتھ اقوام متحدہ کا چارٹر منظور ہوگیا۔ (۱۳) یہ نیو ورلڈ آرڈر کا آغاز تھا' لیکن اس کی مکمل کر بازگشت اس وقت سنائی دی جب ۲۳ اگست ۱۹۹۰ء کو اس وقت کے امریکی صدر بش سینئر اور ان کے مشیر برینٹ سکوکرافٹ بحر اٹلانٹک میں حالاتِ حاضرہ پر غور و فکر کرنے اور مچھلی کے شکار کے لئے گئے' اس سفر کا حاصل تین مچھلیاں اور امریکی خارجہ پالیسی کا نیا تصور تھا' جو بعد میں صدر بش کی تمام تر دلچسپیوں کا مرکز و محور بن گیا' یعنی نیو ورلڈ آرڈر۔ (۱۴) یہ ہے نئے عالمی نظام کے آغاز اور ارتقاء کی مختصر داستان۔ آیئے اب دیکھتے ہیں کہ اس نظام کے بنیادی خدوخال اور ترجیحات کیا ہیں؟

نئے عالمی نظام کے بنیادی خدوخال

اس نئے نظام کے بارے میں مختلف اوقات میں جو دعوے کئے گئے ہیں' ان کی روشنی میں اس کے درجِ ذیل خدوخال ابھرتے ہیں:

۱۔ امریکہ دنیا کی واحد عالمی قوت ہے' دنیا کو یہ حقیقت بہ رضا یا بہ جبر بہر حال تسلیم کرنی ہوگی۔

۲۔ اشتراکیت کی پسپائی کے ساتھ ہی مغربی لبرل ازم' سرمایہ داری' جمہوری طرزِ حکومت اور منڈی کی معیشت کے تصورات بھی فتح یاب ہو گئے ہیں' اب صرف امریکہ نہیں' ان تصورات کو بھی بالادست تصور کرنا ہوگا۔

۳۔ اب نئے نظام کے تحت امریکہ ہی ہر طرح کے اقدامات کی قیادت کرے گا۔ البتہ ان اقدامات کو اقوام متحدہ کی چھتری کا سایہ حاصل ہوگا اور کسی بھی حوالے سے سلامتی کو لاحق خطرہ صرف وہی سمجھا جائے گا' جسے امریکہ خطرہ قرار دے۔

۴۔ دنیا کے کسی کونے میں بھی خصوصاً یورپ' ایشیا اور افریقہ میں کسی ملک کو عالمی قوت کی حیثیت سے ابھرنے کا موقع نہیں ملنا چاہیئے۔

۵۔ شرقِ اوسط میں اسرائیل کو ایک ابدی سچائی کی حیثیت حاصل ہوگی' جس کی حیثیت کو تبدیل کرنے کی کوئی بھی کوشش براہِ راست امریکہ کے خلاف تصور ہوگی۔

۶۔ امریکہ کے مفادات کو دنیا بھر کے معاملات میں فوقیت و اولیت حاصل ہوگی' جن میں تیل کے معاملات سرِ فہرست ہیں۔

۷۔ اسلحہ کی تیاری اور تحقیق و ترسیل وغیرہ پر بھی مکمل کنٹرول امریکہ کو حاصل ہوگا۔ (۱۵)

ان نکات کی وضاحت چند اہم بیانات سے ہوتی ہے' مثلاً امریکی حکومت کے ایک مشیر فرانسس فاکویاما نے آج سے کوئی بارہ برس قبل کہا تھا:

> اب تاریخ اپنی انتہا کو پہنچ گئی ہے' اور مغربی نظام کو فیصلہ کن بالادستی حاصل ہوگئی ہے۔ (۱۶)

دوسرے مقام پر مزید کہا تھا:

> ہم اب انسانیت کے نظریہ ارتقاء کی آخری بلندیوں کا نظارہ کر رہے ہیں اور تاریخ کا یہ خزانہ مغرب کی لبرل جمہوریت سے عبارت ہے' جو انسانیت کے لئے حکمرانی کا آخری نظام ہے۔ (۱۷)

اور پروفیسر زبگینو بریزنسکی نے آج سے دس بارہ برس قبل اپنے خیالات کا اس طرح اظہار کیا تھا:

شرقِ اوسط کے لئے امریکی کی فوجی چھتری ناگزیر ہے' بالآخر حالات جو بھی ہوں' اس علاقے میں امریکہ کی فوجی موجودگی مستقل نوعیت کی ہوگی۔(۱۸)

حالات کا تقاضا ہے اور امریکہ کے لئے یہ امر ناگزیر ہو گیا ہے کہ وہ اس نظام کے قیام کے لئے تیزی کے ساتھ متحرک ہو جائے' جو منصفانہ بھی ہو اور امن کا ضامن بھی۔(۱۹)

نئے نظام کی بعض ترجیحات

۱۔ پوری دنیا میں احیائے اسلام کی تحریکوں کو کچل دیا جائے' جو نئی تحریکیں ابھرنے کی کوشش کر رہی ہیں ان کو دبا دیا جائے اور بنیاد پرستی کا ہوا دکھا کر پوری امتِ کفر کو امتِ مسلمہ کے بالمقابل لا کھڑا کیا جائے۔

۲۔ روس سے تعلقات بہتر بنائے جائیں اور ہر اس قوت کی مخالفت کی جائے جو وسطی ایشیا میں ابھر کر اسے چیلنج کر سکے۔

۳۔ اسرائیل کی بالادستی کو ہر صورت میں یقینی بنایا جائے' اور فلسطین کے مسئلے کو تحلیل کر دیا جائے۔

۴۔ پاکستان' ایران' افغانستان اور چین کے اس علاقے میں کردار کو محدود کرنے کے لئے انڈیا کو علاقائی قوت کی حیثیت دی جائے۔

۵۔ پاکستان کے ساتھ تعلقات نرم گرم رکھے جائیں' تاکہ ضرورت پڑنے پر اس سے کام لیا جا سکے اور ضرورت ختم ہونے پر اسے پھر زیر عتاب لایا جا سکے۔

۶۔ پہلے مرحلے پر عراق اور پھر بتدریج سعودی عرب' پاکستان' ایران اور بعض افریقی ممالک کو کوئی نہ کوئی ہوا دکھا کر گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کیا جائے۔

۷۔ اسلام کے خلاف نفرت کی فضا بنائی جائے تاکہ مسلمانوں کے خلاف جب کوئی کاروائی ہو تو باقی بین الاقوامی دنیا اس کا ساتھ دے۔

۸۔ انڈیا اسرائیل تعلقات کو فروغ دیا جائے۔

ان نکات کو سمجھنے کے لئے اختصار کے صرف دو اقتباس پیش کئے جاتے ہیں۔ پروفیسر زگینو بریزنسکی ایک مقام پر امریکی حکومت کو مشورہ دیتے ہوئے لکھتا ہے:

''آج پورے علاقے کی قسمت امریکہ کے ہاتھ میں ہے' اس کو اس سے قبل وہ عروج کبھی حاصل نہ تھا' جو اسے آج حاصل ہے۔ اب امریکہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ علاقے کو لوگوں کی مشکلات کے حل کے لئے اپنی ذمہ داریاں پوری کرے۔ جغرافیائی اور سیاسی حوالے سے ہی نہیں' بلکہ خود اخلاقی اسباب کے تحت بھی یہ ضروری ہے کہ امریکہ سرگرمی کا مظاہرہ کرے''۔(۲۰)

ایک اور امریکی مبصر جان او سولیوبان نئے نظام میں امریکی حیثیت واضح کرتے ہوئے لکھتا ہے:

اس نظام میں امریکہ کی حیثیت وہی ہوگی' جو قرونِ وسطیٰ کے فیوڈل معاشروں میں بادشاہ کی ہوتی تھی۔ یعنی اصل حاکمِ اعلیٰ' جسے قوت کے استعمال کے لئے مکمل اختیار حاصل ہوتا تھا۔ البتہ جو دوسروں سے خاصی تعداد میں سپاہی اور سرمایہ حاصل کر سکتا ہو اور ان

کے فراہم کرنے والوں کے خیالات اور احساسات کا کچھ پاس بھی کر سکتا ہو۔ رہا معاملہ پارلیمنٹ کا تو وہ اس سے اخلاقی تائید حاصل کرنے کے لئے نیم دلانہ معاملہ کرتا ہو اور جب ضرورت پڑے تو اسے نظر انداز بھی کر دیتا ہو۔(۲۱)

یہ ہے امریکہ کے نئے عالمی نظام کا اصل چہرہ خود اس کے ''اہل خانہ'' کی زبان میں۔

نیا عالمی نظام، بیانات کی روشنی میں

اگر چہ اوپر چند بیانات اس حوالے سے درج کئے جا چکے ہیں' مگر وہ محدود نوعیت کے تھے۔ لیکن چند وہ دعوے اور بیانات پیش کئے جا رہے ہیں۔ جن کے مطالعے سے پوری صورت حال واضح ہو سکتی ہے۔

امریکی وزارتِ خارجہ کے ایک مطبوعہ بولیٹن میں بہت پہلے آج سے کوئی چالیس برس قبل یہ امید ظاہر کی گئی تھی کہ:۔

''دوسرے مرحلے میں تدریجی طور پر اقوام متحدہ کی بین الاقوامی فوج کی تشکیل کی جائے گی۔ تیسرے مرحلے میں منظم طور پر بڑی سرعت سے تمام ملکوں کو جوہری اسلحوں سے محروم کر دیا جائے گا' اس طرح کسی بھی ملک کے لئے یہ ممکن نہ ہوگا کہ وہ اقوام متحدہ کی طاقتور فوج کو چیلنج کر سکے''۔(۲۲) اس کے ایک عرصہ بعد ایک کالم نے اس امید کا اظہار کرتے ہوئے کہا تھا: ''تمام ملکوں کو طاقتور ہتھیاروں سے محروم کر دینے کا خواب ہو سکتا ہے' حقیقت بن جائے۔(۲۳)

چند دیگر بیانات ملاحظہ کیجئے۔

سلامتی کونسل کے ماتحت ایک دائمی بین الاقوامی فوج کی تشکیل سے اقوام متحدہ کو ایسی زبردست قوت حاصل ہو جائے گی کہ اس سے اس کی ہیبت میں اضافہ ہو جائے گا۔ اس فوج کو عالمی پولیس کی حیثیت حاصل ہوگی' جس کے ذریعہ سلامتی کونسل اپنے عزائم اور پروگراموں کو دوسروں پر مسلط کر سکے گی۔(۲۴)

امریکہ کا یہ فرض ہے کہ وہ اقوام متحدہ کے زیرنگرانی ایسی فوج کی تشکیل میں مدد دے جو تیزی سے حرکت کر سکے' اس کی فوج کی تعداد پہلے مرحلے میں ساٹھ ہزار ہو اور بارہ ملکوں سے اس کی تشکیل ہو۔(۲۵)

اگر ہم واقعی عالمی امن قائم کرنا چاہتے ہیں تو نہ سرخ فوج کی ضرورت ہوگی' نہ امریکی فوج کی ہمیں نیلگوں ہیٹ لگائے متعدد ملکوں پر مشتمل بین الاقوامی فوجی طاقت چاہیئے' یہی فوج عالمی امن قائم کر سکتی ہے۔(۲۶)

ہمارے درمیان نئے عالمی نظام کی داغ بیل ڈالی جا رہی ہے' اس میں ہمارے ملک (امریکہ) کا خاص رول ہے۔(۲۷)

نیا عالمی نظام گیارہ سال کے اندر وجود میں آ جائے' ہم نے اس کے لئے کیا تیاریاں کی ہیں۔(۲۸) مجھے پورا یقین ہے کہ اگر بش کو دوسری بار صدارتی الیکشن میں کامیاب کرا دیا جائے گا تو وہ پوری دنیا پر نئے مجوزہ عالمی نظام کو مسلط کر کے رہیں گے' خواہ اس کے لئے انہیں ۱۹۹۳ء اور ۱۹۹۴ء میں ہنگامی اقتصادی حالات کا اعلان ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔(۲۹)

امریکہ مسلم تعلقات

درج بالا سطور سے نیو ورلڈ آرڈر کی جو تصویر سامنے آتی ہے' اس کے بعد ایک سوال امریکہ مسلم تعلقات کے حوالے سے پیدا ہوتا ہے کہ اس عالمی قوت کے مسلم دنیا سے تعلقات کی نوعیت کیا ہوگی۔ اس سلسلے میں ہم صرف تین ممالک سعودی عرب' افغانستان اور

[illegible]

سعودی عرب اور امریکہ

سعودی عرب امریکہ کا ایک قریبی حلیف ہے [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

اور سعودیہ اپنے اپنے مفادات دیکھیں۔ وہ حکومتیں جو اپنے عوام کی نبض کو نہیں پہچانتیں اور ان کے ساتھ ہم آہنگی کا مظاہرہ نہیں کرتیں ان کا حشر وہی ہوگا جو شاہ ایران کا ہوا''۔ (۳۴)

اور اب حال ہی میں امریکہ نے جن مسلم ممالک کے شہریوں کے لئے پابندیاں سخت کی ہیں ان میں سعودی عرب بھی شامل ہے اور اس کے ساتھ امریکی رویے کا یہ پہلو ایک بہت بڑا سوالیہ نشان ہے!۔

افغانستان اور امریکہ

افغانستان میں روسی مداخلت اور افغان مجاہدین کی جانب سے شروع کئے جانے والے جہاد سے ہی افغانستان میں امریکی مداخلت کا باقاعدہ اور طویل دور کا آغاز ہو گیا تھا۔ اس وقت امریکہ روس کی مخالفت کرتے ہوئے افغان مجاہدین کی پشت پناہی کر رہا تھا۔ یہ وہ دور تھا جب افغان مجاہدین ''مجاہد'' اور ''تحریکِ آزادی کے کارکن'' تھے۔ مگر جب روس کو شکست ہوئی' افغانستان آزاد ہوا تو امریکی مفادات بھی تبدیل ہوئے۔ رفتہ رفتہ یہ نوبت آ پہنچی کہ ۱۱ ستمبر کے واقعے کی آڑ لے کر ۱۸ اکتوبر ۲۰۰۱ء کو امریکہ اور اس کی اتحاد افواج نے افغانستان پر حملہ کر دیا۔ یہ جنگ بقول شخصے تیل اور معدنیات کی جنگ ہے۔ وسطی ایشیا کے مسلم ممالک تیل سمیت بے شمار قیمتی معدنیات سے مالا مال ہیں' ان پر قبضہ بہت سے ممالک کے ایجنڈے کا حصہ ہے' اور ان میں امریکہ سرِ فہرست ہے۔

اس حملے کی تفصیلات دل ہلانے والی اور دردناک ہیں۔ افغانستان پر صرف پہلے چھ ہفتوں کے دوران ۵ ہزار سے زیادہ ہوائی حملے کئے گئے جن میں ۵ لاکھ سے زیادہ بم گرائے گئے۔ اس میں چپے چپے پر کی جانے والی بمباری (Carpet Bombing) کے علاوہ امریکی جنگی خزانے میں موجود ایٹم بم کا برادرِ نسبتی Daisy Cutter (ڈیزی کٹر) بے دردی سے استعمال کیا گیا ہے۔ یہ ہولناک بم ۱۵ ہزار پونڈ المونیم اور دوسرے کیمیاوی مواد کو زمین سے ۳ فٹ بلندی پر ۱۰ ہزار درجہ فارن ہائیٹ گرمی کے ساتھ ایک آتشیں ہیولے کی شکل میں جنم دیتا ہے اور پھر آگ کا یہ بادل ڈیڑھ کلومیٹر تک اس کی زد میں آنے والی ہر شے کو بھسم کر دیتا ہے۔ جو انسان یا اشیاء اس کی شدت گرفت میں نہیں آتیں' لیکن ان کی تپش کی زد میں ہوتی ہیں' وہ جگر کے سرطان یا مستقل طور پر قوتِ سماعت سے محرومی کا شکار ہو جاتی ہیں (۳۵)

حالانکہ اس حملے کے جواز کے لئے جو کچھ کہا گیا وہ عالمی دنیا اور غیر جانبدار حلقوں کو کسی طرح بھی متاثر نہیں کر سکا۔ روزنامہ گارڈین نے ان شواہد کے بارے میں بجا طور پر سوال اٹھایا ہے کہ: ''۱۱ ستمبر کی دہشت گردی کے بارے میں اسامہ بن لادن کے باقاعدہ مقدمے کا سامنا کرنے کا بعید از مکان واقعہ اگر پیش آ بھی جائے تو اس کے خلاف جو مقدمہ برطانوی حکومت نے گذشتہ دنوں شائع کیا ہے' قانونی نقطہ نظر سے اس میں کوئی جان نہیں ہے۔ بش حکومت کے اس اعلان پر کہ وہ بن لادن کے خلاف ''شواہد'' پیش کرے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ مسٹر بلیئر کا مقدمہ دو لفظوں پر ختم ہو جاتا ہے۔ ''صرف مجھ پر اعتماد کرو''۔ (۳۶)

جو حقائق اور شواہد برطانیہ کے وزیر اعظم نے امریکہ کی سی آئی اے اور برطانیہ کی آئی ایم ۵ کی چار ہفتے کی تحقیق کے بعد پیش کئے ہیں اس کو گارڈین کے کالم نگار جارج مون بیوٹ اور انڈی پنڈنٹ کے سینئر مضمون نگار رابرٹ فسک (۳۷) نے تار تار کر دیا ہے جارج مون بیوٹ تو یہاں تک لکھتا ہے:

میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ خفیہ ایجنسیوں کے کارندوں نے بن لادن کے خلاف پہلے ایک تھیوری تیار کی اور پھر اِدھر اُدھر سے ان حقائق کو تلاش کیا جو اس میں مددگار ثابت ہو سکتے تھے۔ میرا خیال ہے کہ بن لادن کے خلاف کچھ شبہہ پیدا کرنے والے نئے ثبوت طلب کرنے خاصا جواز موجود ہے۔(۳۸)

حالانکہ طالبان نے بار بار شواہد پیش کرنے کا مطالبہ کیا اور یہاں تک کہا کہ: ''ہم غیر جانب دار مسلمان ممالک کی اعلیٰ عدالت یا اعلیٰ عدالتی کمیشن کے آگے اسامہ کو پیش کرنے کو تیار ہیں''۔ لیکن صدر بش نے انہی کسی معقول راستے کی طرف آنے ہی نہیں دیا' بلکہ ان کا ایک ہی جواب تھا: ''جب میں کہتا ہوں' کوئی مذاکرات نہیں' میرا مطلب یہی ہوتا ہے' کوئی مذاکرات نہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ وہ مجرم ہے اسے حوالے کردو' جرم یا بے گناہی پر گفتگو کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے''۔(۴۰)

آج بھی افغانستان امریکہ کے زیر تسلط ہے' مگر وہاں امن وامان نام کی کوئی چیز موجود نہیں۔ ہر افغانی (جو طاقت رکھتا ہے) مسلح ہے اور پوست کی کاشت دوبارہ شروع ہو گئی ہے۔ کرزئی حکومت کہیں نظر نہیں آتی' حتیٰ کہ وزیر اعظم آزادانہ نقل وحرکت کی پوزیشن میں بھی نہیں۔ یہ ہے ایک برادر اسلامی ملک سے امریکہ کے تعلقات کی حقیقت۔

پاکستان اور امریکہ

پاکستان اور امریکہ کے تعلقات گو نصف صدی پرانے ہیں' مگر نشیب وفراز سے پر اور غیر یقینی کا ہمیشہ شکار رہے ہیں' اور یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ پاک امریکہ تعلقات اس آیتِ قرآنی:

یَآَیُّھَاالَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰیٓ اَوْلِیَاءَ بَعْضُھُمْ بَعْضٍ. (۴۱)

''اے مومنو! یہود ونصاریٰ کو دوست نہ رکھو' وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں'' کی زندہ تفسیر ہیں۔

پاکستان اور امریکہ کے مابین تعلقات کا ایک طویل سلسلہ ہے جس کا آغاز ۱۹۵۰ء کی دہائی میں سرد جنگ کے زمانے سے ہوتا ہے۔ روس کی توسیع پسندی کے حوالے سے امریکی تشویش اور اپنے قریبی ہمسایہ ملک بھارت کی جانب سے کسی بھی ممکنہ حملے کے خطرے کی صورت میں پاکستان کی طرف سے دفاعی اعانت اور امداد کی خواہش نے دونوں ممالک کو ۱۹۵۴ء میں باہمی دفاعی تعاون کے معاہدے کے سلسلے میں مذاکرات کی جانب راغب کیا۔ ۱۹۵۵ء کے اواخر تک پاکستان مغرب کے ساتھ علاقائی دفاع کے مزید دو معاہدوں میں بھی شامل ہو گیا' جو ''سیٹو'' اور ''سینٹو'' کے نام سے معروف ہیں۔ ان معاہدوں کے نتیجے میں اور ۱۹۵۹ء میں امریکا سے کئے گئے باہمی تعاون کے ایک اور سمجھوتے کے بعد پاکستان کو ۱۹۵۵ء سے ۱۹۶۵ء تک سات سو ملین ڈالر مالیت کی فوجی امداد امریکا کی جانب سے موصول ہوئی۔ جب کہ ۱۹۵۱ء سے ۱۹۸۲ء تک پاکستان کو مجموعی طور پر پانچ بلین ڈالر کی اقتصادی امداد دی گئی۔ بہر کیف ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء میں پاک بھارت جنگوں کے درمیان امریکا نے دونوں ممالک کی فوجی اور اقتصادی امداد معطل کر دی۔ جس کے نتیجے میں' پاکستان اور امریکا کے باہمی تعلقات میں خاصی سرد مہری آ گئی۔ ۱۹۷۰ء کی دہائی کے وسط میں یہ تعلقات اس وقت مزید تلخی ور رنجش کا سکار ہو گئے۔ جب ۱۹۷۴ء کے بھارتی ایٹمی دھماکہ کے جواب میں پاکستان نے بھی جوہری طاقت کے حصول کی کوششیں شروع کر دیں۔ ۱۹۷۵ء کے دوران محدود امریکی فوجی امداد کا سلسلہ بحال ہوا' تاہم اپریل ۱۹۷۹ء میں جمی کارٹر کی حکومت نے اسے بھی معطل

کردیا۔

دسمبر ۱۹۷۹ء میں افغانستان پر روسی فوج کشی کے نتیجے میں پاکستان کو ایک بار پھر روس کے خلاف فرنٹ لائن اسٹیٹ کی حیثیت حاصل ہوگئی۔ ستمبر ۱۹۸۱ء میں ریگن حکومت نے' پاکستان کے ساتھ تین اعشاریہ دو بلین ڈالر کی فوجی اور اقتصادی امداد کا پانچ سالہ معاہدہ کیا تاہم امریکی امداد کی بحالی اور قریبی دفاعی تعلقات کے باوجود امریکی کانگریس کے بیشتر ارکین پاکستان کے جوہری اسلحے کے پروگرام کے بارے میں اپنی تشویش کا بدستور اظہار کرتے رہے چنانچہ ۱۹۸۵ء میں غیر ملکی امداد کے قانون میں مشہور زمانہ ''پریسلر ترمیم'' کے ذریعے امریکی صدر کو اس بات کا پابند کر دیا گیا کہ وہ ہر مالی سال کے دوران امریکی کانگریس کے روبرو اس امر کی تصدیق کریں گے کہ پاکستان کے پاس ایٹمی دھماکے کی غرض سے استعمال کیا جانے والا مواد موجود نہیں ہے۔ ۱۹۸۶ء میں پاکستان کے چار بلین ڈالر کے چھ سالہ امدادی پروگرام کو منظور کر لیا گیا۔ مگر مئی ۱۹۸۸ء میں افغانستان سے روسی افواج کی واپسی کے بعد پاکستان کی جوہری طاقت کے حصول کی غرض سے جاری سرگرمیاں ایک مرتبہ پھر امریکی حکومت کی نظر میں آ گئیں۔ چنانچہ اکتوبر ۱۹۹۰ء میں امریکی صدر بش نے پاکستان کی تمام امداد معطل کر دیں۔ بہر طور پریسلر ترمیم کے تحت پاکستان کی اقتصادی اور فوجی امداد پر پابندی کے باوجود انسداد منشیات کی غرض سے دی جانے والی تین اعشاریہ پانچ ملین ڈالر کی امداد بدستور جاری تھی۔ پاکستان کی اقتصادی اور فوجی امداد کی بندش کا سنگین نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ ۱۹۸۰ء میں پاکستان کی جانب سے اکہتر ایف ۱۶ جنگی طیاروں کا آرڈر دیے جانے کے باوجود طیارے اس کے حوالے نہیں کئے گئے۔ (۴۲)

۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کے بعد صورت حال پھر تبدیل ہوگئی' پاکستان یک دم اہمیت اختیار کر گیا' مگر پھر بھی پاکستان سے جو کچھ منوایا گیا وہ بہ جبر منوایا گیا' اور آئندہ کے لئے بھی صورت حال نہ صرف صاف ہے' نہ اطمینان بخش۔ اس سے قبل ۲۰۰۰ء میں امریکی صدر نے انڈیا کا دورہ کیا' درمیان میں چند گھنٹوں کے لئے وہ پاکستان میں بھی رکے' اس دورے سے پاکستان کو کیا حاصل ہوا' یہ ایک اہم سوال ہے جو مبصرین کے ہاں کثرت سے زیر بحث رہا ہے۔ لیکن یہ مختصر تبصرہ ملاحظہ کیجئے۔

وہ سب کہتے ہیں کہ امریکی صدر کے دورے نے امریکہ کی دوستی کا توازن پاکستان سے ہٹا کر بھارت کی طرف جھکا دیا ہے۔ (۴۳)

اور امریکی وزیر خارجہ میڈلین البرائٹ نے دورے کے بعد اپنے ایک مضمون میں' جو امریکی اخبارات میں ۴ اپریل ۲۰۰۰ء کو شائع ہوا' فرمایا:

بھارت میں جمہوری ادارے زندگی سے بھرپور ہیں' بنگلہ دیش میں نشو و نما پا رہے ہیں اور پاکستان میں خطرے سے دوچار ہیں۔ صدر امریکہ کے بھارت کے دورے کا بنیادی مقصد بھارت کے ساتھ جوہری دھماکوں سے پہلے مئی ۱۹۹۸ء کی صورت حال کی طرف پلٹنا نہیں بلکہ بہتر اور کارآمد تعلقات کی راہ ہموار کرنا تھا۔ (۴۴)

اب صورت حال اس حد تک آ پہنچی ہے کہ صدر پاکستان کو یہ کہنا پڑا کہ ''ہم کوشش کر رہے ہیں کہ عراق کے بعد ہمارا نمبر نہ آ جائے''۔ (۴۵) اور اس کے چند ہی روز بعد امریکی سفیر متعین پاکستان نے پاکستان کو کشمیر میں مبینہ مداخلت کے حوالے سے تحت تنبیہ

[illegible] (۴۹) [illegible]
[illegible] (۴۰) [illegible]
[illegible]

۱۱ ستمبر کا واقعہ

یہ ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کو [illegible] پیش آنے والا [illegible] پوری دنیا کا امن و امان [illegible] گیا ہے۔ یہ واقعہ [illegible] سے [illegible] اثرات [illegible] مسلسل سامنے آ رہے ہیں اور آنے والے اثرات [illegible] ہوتے ہیں۔

[illegible] (Evidence) [illegible] پارلیمنٹ کے سامنے پیش کیا ہے اور جو [illegible] نکات پر مشتمل ہے، وہ ناقابل اعتبار ہے۔ اس رپورٹ کے [illegible] میں اعتراف ہے: "یہ [illegible] اسامہ بن لادن کے خلاف مقدمے کو کسی قانونی عدالت میں پیش [illegible] نہیں [illegible]۔"

معروف [illegible] رابرٹ فسک نے اسی تناظر میں لکھا ہے:

امریکیوں کو اب مشرق اوسط میں منوانے میں سخت دقت پیش آ رہی ہے۔ اس کا امکان نہیں ہے کہ برطانوی حکومت کی دستاویز جس میں ۱۱ ستمبر کی ہلاکتوں کی ذمہ داری اسامہ بن لادن پر ثابت کی گئی ہے، عرب دنیا کو مغرب کی دہشت گردی کے خلاف جنگ [illegible]۔ مذکورہ دستاویز میں ۷۰ میں سے صرف ۹ نکات اس واقعے کی تفتیش کی صورت حال کیا ہے۔ یہ جاننے کے لئے دیکھے گئے: اب تک ۱۹۰۰۰ ہائی جیکروں سے ملنے والے سراغوں پر ۴۰۰۰ تفتیشی انٹرویو کئے گئے ہیں، ۳۲۸۷ ہزار ۴۱ سو عدالت سمن جاری ہوئے ہیں اور ۵۵۰ سے زیادہ افراد کو گرفتار کیا گیا ہے۔ اور یہ وہ ہے جو امریکہ کی حدود کے اندر ہوا ہے۔ دیگر ۲۵ ملکوں سے مزید ۱۵۰ افراد گرفتار کئے گئے ہیں، تاہم ہائی جیکروں اور اسامہ بن لادن کے درمیان کوئی ٹھوس رابطہ عوام کے سامنے آنا ابھی باقی ہے۔ (۵۰)

اس تناظر میں یہ بات بخوبی سمجھی جا سکتی ہے کہ ۱۱ ستمبر کا واقعہ ایک ڈھال تھا، جسے سامنے رکھ کر بین الاقوامی طاقتوں نے اپنے عزائم کا آغاز کیا ہے، ورنہ درحقیقت بات وہ نہیں جو بیان کی جا رہی ہے۔

امن کی راہ میں اصل رکاوٹ

حالات قرائن اور شواہد اس وقت یہ کہہ رہے ہیں کہ فی الوقت دنیا کے امن و امان کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ خود امریکہ ہے، اور یہ تجزیہ بالکل حقیقت پر مبنی ہے، جس میں کسی قسم کی جانبداری اور تعصب کو کوئی دخل نہیں۔ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ امریکہ نہ صرف یہ کہ پوری دنیا میں تن تنہا جمہوریت، حقوق انسانی، مساوات اور عدل و انصاف کا داعی و علم بردار ہے۔ بلکہ وہ اپنے نظریات اور معاشی، معاشرتی اور سیاسی اقدار کو دوسروں پر تھوپ دینے کا بھی عزم رکھتا ہے اور صرف عزم نہیں رکھتا اسے پورا کرنے کے لئے بھی پوری کوششیں اور تمام دستیاب وسائل جھونک دینے پر تیار ہے، ایسے میں بھلا انصاف کیسے ہو سکتا ہے؟ اور امن و امان کیوں کر قائم رہ سکتا ہے۔ اس صورت حال کا امریکی مفکرین کو بھی احساس ہے، ایک امریکی یونیورسٹی میں سیاسیات کے پروفیسر ٹونی اسمتھ اپنے

ایک مضمون میں لکھتے ہیں۔

''امریکی طرز حیات' اقدار اور اداروں کو روبہ عمل لانے کی کوشش کی ناکامی کا اندیشہ ہے۔ اس لئے نہیں کہ امریکی طاقت محدود ہے' بلکہ اس لئے کہ بڑے پیمانے پر اس کا استعمال بھی ان عقائد اور طریقوں میں اصلاح نہ کر سکے گا جو بنیادی طور پر امریکی طریقہ کار کے مخالف ہیں۔ چین' مسلم دنیا یا روس کا امریکی مطالبوں کے آگے سپر ڈالنے کے لئے آمادہ ہونے کا آخر کیا امکان ہے؟ (۵۱) جب کہ معروف امیکی مفکر والٹر لپ مین نے بھی بڑی پتے کی بات کہی ہے:

جب ایک قوم ساری دنیا کے نظام کو یکساں شکل دینے کی ذمہ داری خود سنبھال لے تو یہ دوسروں کو اپنے خلاف متحد ہونے کی دعوت ہے۔ ایک ایسی دنیا میں جہاں اس کا امکان ہے کہ جوہری اسلحہ صدی کے اختتام سے پہلے وسیع پیمانے پر تقسیم ہو' یہ امریکی عوام کی قومی سلامتی کے لئے کوئی خوش کن راستہ نہیں ہے۔ (۵۲)

وہ مزید لکھتا ہے:

امریکہ اپنی موجودہ عظیم طاقت کو دنیا میں ایک ایسا ماحول پیدا کرنے کے لئے استعمال کر سکتا ہے جس میں غربی اقوام ترقی کے من پسند راستے اختیار کر سکیں۔ مگر یہ امر تسلیم شدہ ہے کہ جب تک امریکی یہ خام خیالی نہ چھوڑ دیں کہ دنیا بھر میں تبدیلی لانا ان کا حق اور فرض ہے' خود امریکیوں کو بھی امن نصیب نہیں ہو سکتا۔ (۵۳)

اور کالمیر جانسن نے تو کھل کر کہہ دیا ہے کہ امریکی افسران اور میڈیا عراق اور شمالی کوریا جیسی سرکش ریاستوں کے بارے میں بہت کچھ کہتے ہیں لیکن ہمیں خود اپنے آپ سے پوچھنا چاہیئے کہ کہیں امریکہ خود تو ایک سرکش سپر پاور نہیں بن گئی ہے؟ (۵۴)

نئے عالمی نظام کے مختلف پہلو

اس نظام کے متعلق تفاصیل تو بہت سی ہیں' جنہیں اس محدود گنجائش میں اختصار کے ساتھ ذکر کرنا بھی مشکل ہے۔ لیکن چند امور ایسے ہیں جنہیں اس نظام کے مختلف مظاہر یا اہم پہلو قرار دیا جا سکتا ہے۔ یہ پہلو خصوصیت کے ساتھ مسلم امت سے تعلق رکھتے ہیں' اس لئے ان کی اہمیت بھی دو چند ہے اور ہماری فوری توجہ اور گہرے مطالعے و غور و فکر کے بھی متقاضی ہیں اس لئے انہیں ذکر کرنا ناگزیر ہے۔ چند مظاہر یہ ہیں: ۱۔ عالمگیریت ۲۔ جمہوریت ۳۔ خاندانہ منصوبہ بندی ۴۔ طاقت کا استعمال ۵۔ اباحیت پسندی ۶۔ خواتین کی آزادی ۷۔ ٹیکنالوجی

عالمگیریت

عالمگیریت (Globalisation) درحقیقت پوری دنیا کو نظام کے شکنجے میں جکڑ لینے کا نام ہے' اس کا واحد مقصد مالی' معاشی' معاشرتی' تہذیبی اور اخلاقی اقدار پر اپنا تسلط ہے۔ اس کے نفاذ کے بعد صرف ایک غالب نظام بچے گا' جس کو بڑی طاقت حاصل ہو گی۔ باقی سب کو فنا ہو جانے پر مجبور کر دیا جائے گا۔ اس کے چند مظاہر جو اب تک سامنے آ چکے ہیں وہ یوں ہیں۔

۱۔ ابلاغ عامہ پر کنٹرول:

اس کا سب سے بڑا مظاہرہ جنگ خلیج کے موقع پر کیا گیا۔ جب امریکی وزارتِ دفاع پینٹا گون نے تمام صحافیوں پر پابندی لگادی کہ اس کی مرضی کے مطابق ہی رپورٹنگ کی جائے گی۔ چنانچہ وہ صرف ان ہی منتخب صحافیوں کو بھیجتا تھا' جو رپورٹوں کی تیاری کے دوران اس کی رائے کا لحاظ کرتے تھے۔ امریکی پالیسی اس قدر جانب دارانہ اور قابل اعتراض تھی کہ فرانس' برطانیہ اور یورپ کے دیگر ممالک کو بھی اس پر احتجاج کرنا پڑا۔ (۵۵) اگر چہ یہ احتجاج صدا بصحرا ثابت ہوا' مگر اس واقعے نے عالمگیریت بذریعہ ابلاغ کا پہلو دنیا پر واضح کر دیا۔

۲۔ مالیاتی کنٹرول:

مالیاتی کنٹرول بھی عالمگیریت کا حصہ ہے' اس کا مقصد پوری دنیا کو مالی شکنجے میں کس کر اپنا غلام بنانا ہے' تا کہ پھر ان سے مرضی کے کام لئے جاسکیں۔ آج کے دور میں اسٹاک مارکیٹوں پر نظر رکھ کر اور انہیں مختلف حربوں کے ذریعے کنٹرول کر کے' نیز کریڈٹ کارڈ کا اجراء کر کے' براہِ راست بینکوں سے لین دین کو فروغ دے کر اور ناپسندیدہ افراد کے اکاؤنٹ خود منجمد کر کے اور دوسرے حکومتوں پر دباؤ ڈال کر یہ اقدام کروا کے درحقیقت عالمگیریت ہی کو فروغ دیا جا رہا ہے۔ اور اصل مقصد اپنی بالادستی ہے' ایسی بالادستی جس کو کوئی چیلنج کرنے والا نہ ہو۔

آئی ایم ایف بھی اس مالیاتی کنٹرول کا ایک مہرہ ہے' اس سلسلے میں پاکستان کی مثال دی جاسکتی ہے۔ پاکستان ۸۸ء تک آئی ایم ایف کے دامن کا اسیر نہ ہوا تھا۔ اس وقت تک صورتحال یہ تھی کہ ہماری مجموعی قومی پیداوار کی شرح ترقی ۶ء۳ فیصد سالانہ تھی۔ غربت کی شرح ۱۷ فیصد' سرمایہ کاری کی شرح تقریباً ۱۸ فیصد اور صنعتی شرح نمو تقریباً ۱۱ فیصد تھی۔ مگر جب معیشت کو آئی ایم ایف نے ''سہارا'' دیا تو یہ صورت حال ہوگئی کہ سالانہ شرح ترقی ۴ فیصد' غربت کی شرح ۳۴ فیصد' سرمایہ کاری کی شرح ۱۵ فیصد اور صنعتی شرح نمو ۲ فیصد پر آ گئی۔ (۵۶) درحقیقت آئی ایم ایف ایک ایسا مالیاتی آمر ہے' جس کے فیصلے بھی کسی ملک کے لئے مفید ثابت نہیں ہو سکتے۔ (۵۷)

۳۔ تہذیبی کنٹرول:

جس کے تحت پوری دنیا کو برگر اور جینز فیمیلیز میں تبدیل کرنا مقصود ہے۔

۴۔ ذاتی و شخصی پرائیویسی ختم کرنا:

جس کے لئے بہت سے اقدامات کئے جا رہے ہیں۔ مثلاً انٹرنیٹ اور سیلولر فون کا آزادانہ استعمال' مواصلاتی ذرائع کی فراہمی' خفیہ کیمروں کی بہتات' یورپ میں اس کا تجربہ بھی ہو چکا ہے کہ مشہور اور اہم مقامات کو کیمروں کے ذریعے کور کر لیا گیا ہے' اور ڈیٹا بیس بنا کر پوری قوم کے شواہد و کوائف جمع کرنے کا کام بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے' اس پر بھی پوری دنیا میں کام ہو رہا ہے۔

۵۔ آزاد منڈی:

عالمگیریت کا سب سے زیادہ زور آزاد منڈی پر ہے۔اس مقصد کے لئے جو تجربات اور اقدامات کئے جارہے ہیں ان سے براہِ راست ملٹی نیشنل کمپنیوں کو فائدہ پہنچ رہا ہے۔جس کے نتیجے میں مقامی اور ملکی صنعتوں اور تجارتی اداروں کو بھاری نقصان برداشت کرنا پڑ رہا ہے اور حکومتی سطح پر بھی خسارے کا سامنا ہے۔کیونکہ سرمایہ اور منافع بیرونِ ملک منتقل ہو رہا ہے۔جس کے نتیجے میں غربت بڑھ رہی ہے اور بے روزگاری میں اضافہ ہو رہا ہے۔اسی بناء پر عالمگیریت کے خلاف خود مغرب کے تمام ملکوں میں احتجاج اور مظاہروں کا سلسلہ جاری ہے۔جن کے نتیجے میں بہت سے ممالک سے ہنگاموں کی بھی اطلاعات ہیں۔کئی ممالک میں یہ مظاہر پرتشدد ہو گئے ہیں جس کے نتیجے میں کئی قیمتی جانیں ضائع ہو چکی ہیں۔(۵۸)

جمہوریت

جمہوریت عالمگیریت کا دوسرا اہم عنصر ہے' جمہوریت کا ٹائٹل یقیناً خوش نما ہے۔مگر اس سے جو کچھ حقیقت میں مراد ہے' وہ کسی طور بھی خوش آئند نہیں۔اس سے مراد تمام انسانوں کی مساوات نہیں' نہ اس سے مراد لوگوں کو یہ حق ہے کہ وہ اپنے اعتقادات' اقدار وترجیحات کی روشنی میں اپنے لئے کسی نظام کا انتخاب کریں' بلکہ اس سے مغربی جمہوریت مراد ہے' جو غیر جانبداری کی آڑ میں جانبداری کی مثال ہے۔ورنہ جمہوریت سے اگر عوام کی رضامندی ہی مراد ہوتی تو الجزائر کے اسلام پسند مسلمانوں پر آمریت مسلط نہ کی جاتی' اسی طرح اگر جمہوریت پسندی کا مطلب یہ ہوتا کہ عوام کو اپنی پسند کا نظام اختیار کرنے کا حق ہے تو طالبان حکومت کو افغانستان میں کام کرنے سے بہ جبر نہ روکا جاتا۔

دوسری جانب خود ان جمہوریت پسندوں کا کیا حال ہے؟ تو حقیقت یہ ہے کہ جمہوریت کے یہ علم بردار کسی بالاتر قانون اور کسی غیر جانب دار اتھارٹی کو تسلیم کرنے کو تیار نہیں' انہوں نے ایک اقوام متحدہ کو ایک غیر موثر ادارہ بنا دیا ہے۔جنرل اسمبلی کے پاس کوئی اختیار نہیں اور سیکورٹی کونسل میں پانچ طاقتوں کو ویٹو کا حق حاصل ہے۔اب اگر اس حق کی توسیع کی بات بھی ہو رہی ہے تو وہ بھی کسی جمہوری اصول پر نہیں بلکہ اپنے ہی چند چہیتے بھائیوں کو پوری دنیا پر مسلط کرنے کے منصوبے بنائے جا رہے ہیں۔جمہوریت کا فلسفہ بھی اسلام کے منافی ہے' جمہوریت میں سب کچھ عوام کو تسلیم کیا گیا ہے اور ان کی رائے کو اولیت دی گئی ہے۔جبکہ اسلام کے نزدیک حاکمیت اعلیٰ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے' اس کے علاوہ کسی کو اختیار حاصل نہیں' اور اس کے حکم کے مطابق اس کا پیغمبر اس کے احکامات کی تنفیذ کرتا ہے۔ارشاد ربانی ہے:

''اللہ کے سوا کسی کی حکومت نہیں' اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی پرستش نہ کرو' یہی سیدھا دین ہے' لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے''(۵۹)

اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

''آگاہ ہو جاؤ' بس اسی کا حکم ہے اور وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے''(۶۰)

اسلامی نظامِ حکومت کی بنیاد مشاورت پر ہے' اور اپنے اپنے معاملات طے کرنے کے لئے مشاورت کا حکم دیا گیا ہے۔

رسول ﷺ کو فرمایا گیا: ''اور آپ ان صحابہؓ سے کام مشورہ کیا کیجئے (41)

اور آپ ان (صحابہؓ) سے کام میں مشورہ کیا کیجئے (۶۱)

جب یہ آیت نازل ہوئی آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اور اس کا رسول تو اس سے مستغنی ہیں مگر اللہ نے مشورے کو میری امت کے لئے رحمت بنا دیا ہے' سو جو کوئی مشورہ کرے گا وہ ضرور ہدایت پائے گا۔ اور جو کوئی مشورہ چھوڑ دے گا' وہ ضرور گمراہ ہو گا۔ (۶۲)

مغربی جمہوریت کے بارے میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا یہ جملہ قولِ فیصل کی حیثیت رکھتا ہے:

ایک شخص بیک نظر ان خصوصیات کو دیکھ کر سمجھ سکتا ہے کہ اسلامی ریاست مغربی طرز کی لادینی جمہوریت نہیں' اس لئے کہ جمہوریت تو فلسفیانہ نقطہ نظر سے نام ہی اس طرز حکومت کا ہے جس میں ملک کے عام باشندوں کو حاکمیت اعلیٰ حاصل ہو۔ انہی کی رائے سے قوانین میں تغیر و تبدیل ہو' جس قانون کو وہ چاہیں نافذ ہو اور جسے وہ نہ چاہیں وہ کتاب آئین میں سے محو کر دیا جائے۔ یہ بات اسلام میں نہیں ہے' یہاں ایک بالاتر بنیادی قانون خود اللہ تعالیٰ اپنے رسول کے ذریعہ سے دیتا ہے جس کی اطاعت ریاست اور قوم کو کرنی پڑتی ہے۔ لہٰذا اس معنی میں اسے جمہوریت نہیں کہا جا سکتا' اس کے لئے زیادہ صحیح نام الٰہی حکومت ہے۔ (۶۳)

خاندانی منصوبہ بندی

خاندانی منصوبہ بندی کا عنوان تیسری دنیا کے ممالک کے لئے کوئی نئی چیز نہیں' چونکہ ان ممالک میں غربت ایک نظر آنے والی حقیقت ہے' اس لئے منصوبہ بندی کا یہ پروگرام ان ممالک کے ''دانشور'' طبقے کے لئے خاصی کشش رکھتا ہے۔ گزشتہ دنوں بھی ایک پاکستانی ادارے نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف پاپولیشن اسٹڈیز نے اس جانب توجہ دلائی ہے اس کے اعلامیے میں کہا گیا کہ ''پاکستان کی آبادی میں آٹھ افراد فی منٹ کی شرح سے اضافہ ہو رہا ہے۔ اور اگر یہی شرح جاری رہی تو اگلے ۳۳ برسوں میں ملکی آبادی دگنی ہو جائے گی۔ آبادی میں بے تحاشا اضافے سے وسائل کم اور مسائل بڑھ رہے ہیں''۔ (۶۴)

یہ پروپیگنڈا نصف صدی سے جاری ہے کہ آبادی میں مسلسل اضافہ اور وسائل میں کمی ہو رہی ہے۔ اس لئے آبادی میں اضافے کی شرح پر کنٹرول ناگزیر ہے۔ آیئے دیکھیں کہ اس پروپیگنڈے کی حقیقت کیا ہے؟

ماضی قریب میں سب سے پہلے تھامس رابرٹ مالتھس نے (جو ایک متعصب اور نسل پرست عیسائی تھا) آبادی کے مسئلے کو سائنسی بنیاد پر پیش کرنے کی کوشش کی۔ اس نے کہا کہ آبادی میں اضافہ ضرب کی صورت میں ہوتا ہے (۲ سے ۴' ۴ سے ۸' ۸ سے ۱۶) جب کہ خوراک میں اضافہ جمع کی صورت میں ہوتا ہے (۲ سے ۴' ۴ سے ۶)۔ اس قدرتی نظام کا نتیجہ یہ ہے کہ اگر ابتدا میں خوراک انسانی آبادی کے لئے کافی ہو تو بھی دو نسلوں کے بعد انسان کی تعداد اتنی بڑھ جائے گی کہ اضافہ شدہ خوراک کے ذخیرے ان کے لئے ناکافی ہو جائیں گے۔ یعنی آبادی دو نسلوں میں ۲ سے بڑھ کر ۸ ہو گی جب کہ خوراک ۲ سے بڑھ کر صرف ۶ تک ہی پہنچے گی۔ (۶۵)

سوچنے کی بات یہ ہے کہ ابتدائے آفرینش سے مالتھس کے زمانے تک انسانوں کی دو نسلوں سے زیادہ گزر چکی تھیں۔ اگر مالتھس کا نظریہ ایک سائنسی حقیقت ہوتا تو پوری انسانیت اس کے زمانے تک پہنچنے سے بہت پہلے ہی قدرتی قانون کے تحت عدم آبادی کی راہ لے چکی ہوتی۔ حالانکہ مالتھس کے زمانے سے اب تک انسانی آبادی کہیں زیادہ بڑھ چکی ہے۔ لیکن خوراک کی پیداوار میں اضافہ

اس سے بھی زیادہ ہوا ہے۔ مثلاً ۱۹۵۰ء تک دنیا کی آبادی دگنی ہوگئی لیکن اسی عرصے میں خوراک کی پیداوار تین گنی ہوگئی۔(۶۶)

اس کے بعد دوسرا نمایاں شخص نے اس پروپیگنڈے کے لئے پوری قوت استعمال کی۔ پال اہرلک (Paul Ehrlich) تھا۔ اس نے کہا کہ دنیا میں معدنیات' سونا' چاندی' لوہا' تیل وغیرہ محدود مقدار میں ہیں اور اگر آبادی ایک حد سے بڑھ گئی تو ان کی مقدار انسانی ضروریات کے لئے کافی نہیں رہے گی۔ ۱۹۶۸ء میں اس نے ایک کتاب ''آبادی کا بم'' کے نام سے لکھی جو پوری دنیا میں پھیلائی گئی۔(۶۷) اس کی پیشن گوئی کے مطابق آج سے دوعشرے قبل ہی دنیا کو اپنی آبادی کے بوجھ تلے دب کر ختم ہو جانا چاہیئے تھا۔ لیکن دنیا ابھی تک موجود ہے اور اپنی جگہ برقرار بھی۔

حقیقت یہ ہے کہ خوراک معدنیات یا دوسرے قدرتی وسائل کی بنیاد پر آبادی کو محدود کرنے کی کوئی عقلی' سائنسی' تجرباتی بنیاد فراہم کی ہی نہیں جا سکتی۔ قدرتی نظام ہی ایسا ہے کہ جیسے جیسے انسان کی ضروریات پھیلتی ہیں ان کو پورا کرنے کے اسباب بھی پھیلتے چلے جاتے ہیں' پورا تاریخی تجربہ اس پر شاہد ہے۔ ہاں ہم کسی محدود رقبے کیلئے یہ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ وہاں لوگ گنجائش سے زیادہ ہو گئے ہیں' چنانچہ آبادی کی بحث رقبے کے حوالے سے ہی کی جا سکتی ہے' یعنی کثافت آبادی (Population Density)۔ یوں دیکھا جائے تو اعداد و شمار ہمیں کوئی اور ہی کہانی سناتے ہیں۔ ۱۹۹۹ء میں پاکستان کی کثافت آبادی ۱۶۵ افراد فی مربع کلومیٹر تھی۔ جبکہ اسرائیل کی اس سے تقریباً دگنی یعنی ۲۸۲ تھی۔ کیا کسی نے سنا ہے کہ کوئی اسرائیل کو آبادی کم کرنے پر مجبور کر رہا ہے؟ (یہ دلچسپ حقیقت بھی پیش نظر رہے کہ US AID باقی دنیا بشمول پاکستان میں آبادی کم کرنے کے لئے پیسے خرچ کرتا ہے لیکن اسرائیل کو اس کی امداد آبادی بڑھانے کے لئے خرچ کی جاتی ہے۔ کچھ ممالک کے اعداد و شمار یہ ہیں۔ ہانگ کانگ ۶۵۷۱' سنگاپور ۵۵۳۹' جاپان ۳۳۶' برطانیہ ۲۴۴' نیدرلینڈ ۱۱۶' انڈونیشیا ۱۱۸۔ یہ خیال رہے کہ سنگاپور' جاپان اور برطانیہ اپنی آبادیاں بڑھانے کے لئے کوشاں ہیں۔ ہاں اس فہرست میں سے انڈونیشیا کو آبادی کم کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔(۶۸)

اس بحث کا چونکا دینے والا پہلو یہ ہے کہ اسرائیل کی آبادی میں اس وقت مسلسل اضافہ ہو رہا ہے اور اس کی آبادی ۲۵ لاکھ سے بڑھ کر ۶۲ لاکھ تک جا پہنچی ہے۔(۶۹) سوال یہ ہے کہ وہاں آبادی میں اضافے کی حوصلہ افزائی کیوں کی جا رہی ہے؟ اگر یہ اضافہ جرم ہے تو صرف مسلم ممالک میں کیوں' اسرائیل وغیرہ میں کیوں نہیں؟(۷۰)

''اور مفلسی کے ڈر سے تم اولاد کو قتل نہ کرو' ہم ہی ان کو رزق دیتے ہیں' اور تمہیں بھی' بے شک ان کا قتل کرنا بڑی خطا (گناہ) ہے''(۷۱)

البتہ کسی نجی ضرورت اور ضرر کو دور کرنے کے لئے احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کی اجازت ہے۔

طاقت کا استعمال

گلوبلائزیشن کا ایک اہم پہلو طاقت کا استعمال ہے۔ اس کے بہت سے مظاہرے گذشتہ چند برسوں میں سامنے آ چکے ہیں' جن میں جنگِ خلیج' الجزائر' بوسنیا اور مشرقی تیمور اور حال میں افغانستان کا واقعہ سرفہرست ہیں۔ جنگ خلیج کے دونوں فریق نقصان میں اور صرف امریکہ واتحادی فائدے میں رہے۔(۷۳) الجزائر میں ''جمہوریت پسندوں'' نے صرف اسلام دشمنی میں ''آمریت'' کی پشت

پناہی کی' اور جمہوری انتخابات کے ذریعے کامیاب ہونے والوں پر اقتدار کے در بند کردیئے اور صرف یہی نہیں بلکہ مسلمانوں کو بے دردی سے شہید کیا گیا' اور جبر ظلم و بربریت کے نئے عنوانات قائم ہوئے۔(۷۴) جبکہ وہی لوگ جو کشمیریوں کی جدوجہد کو تسلیم کرنے اور فلسطینیوں کی تحریک کو ماننے سے انکاری ہیں۔انڈونیشیا میں مسلمانوں کے قلب میں مشرقی تیمور کے نام سے عیسائی ریاست قائم کر گزرے۔(۷۵) اور افغانستان کا مسئلہ تو حال ہی کا ہے' جس پر گذشتہ سطور میں اظہار خیال بھی ہو چکا ہے۔اس وقت صورت حال یہ ہے کہ امریکہ ہر طرح سے اپنی قوت اور طاقت کے اظہار و استعمال پر کمر بستہ ہے' اس لئے صدر بش بلا تکلف یہ کہہ رہے ہیں کہ:

امریکہ اپنے دشمنوں پر پیش بندی کے طور پر حملہ کرنے سے نہیں ہچکچائے گا' خواہ اسے بین الاقوامی مزاحمت کا سامنا کرنا پڑے۔وہ اپنی فوجی بالادستی کو خطرے میں پڑنے کی ہرگز اجازت نہیں دے گا۔عقل عام اور خود اپنے دفاع کا تقاضا یہ ہے کہ امریکہ اس طرح کے ابھرنے والے خطروں کے خلاف ان کے مکمل شکل اختیار کرنے سے پہلے اقدام کرے۔(۷۶)

یہ تمام مظاہر اس امر کے غماض ہیں کہ گلوبلائزیشن یا عالمگیریت درحقیقت ہر طرح سے طاقت کی مکمل حکمرانی کے قیام کا نام ہے' اور طاقت کا استعمال اس کا ایک اہم عنصر ہے۔

ٹیکنالوجی

نئے عالمی نظام کا ایک اہم ستون اور مغرب کا ایک اہم ہدف ٹیکنالوجی ہے۔خصوصیت سے نیوکلیئر اور ہائی ٹیک (Hi-tech) کمپیوٹر ٹیکنالوجی پر مغربی اقوام کی اجارہ داری ہے۔ نئے عالمی نظام کا بنیادی ستون امریکہ کی مستقل اور ناقابل چیلنج عسکری قوت کا استحکام اور اسے جہاں سے بھی خطرہ ہو اسے ختم کرنے کا حق ہے اور اس کی زبان میں ایٹمی عدم پھیلاؤ کا مقصد دنیا کو ایٹمی ہتھیاروں سے پاک کرنا نہیں بلکہ مغرب کی نیوکلیئر بالادستی کو دائمی بنانا اور اسے لاحق ہونے والے ہر چیلنج کا راستہ روکنا ہے۔ کیمیاوی اور گیس کے ہتھیاروں پر پابندی بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے۔اسی طرح میزائل کے نظام کو لگام دینے کا پروگرام بھی اس عسکری بالادستی کے تحفظ کے لئے ہے۔

اس ساری منصوبہ بندی کا ہدف مسلمان بن رہے ہیں' اس لئے مسلمانوں کو نہ صرف اس پہلو سے بھی ہوشیار رہنا ہوگا بلکہ اپنی توانائیاں اس کا توڑ کرنے میں بھی صرف کرنی ہوں گی۔

خواتین کی آزادی:

خواتین کی آزادی بھی ایسا ایشو ہے جس پر گفتگو عرصے سے جاری ہے' لیکن نئے عالمی نظام میں اس کو خاص طور پر باقاعدہ حیثیت دی گئی ہے اور اس کا مقصد مسلم خاتون کو عزت واحترام سے محروم کرکے اسلام کے خاندانی سسٹم کو ختم کرنا ہے' جو کہ مغرب میں بالکل نابود ہو چکا ہے۔یہ ایک اہم ہدف ہے' مگر ہم صرف نعرے بازی سے متاثر ہو کر اس خوشنما ٹائٹل میں ملفوف حیثیت کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔

اس ضمن میں این جی اوز کا کردار بھی اہم ہے۔این جی اوز اگرچہ مختلف اچھے ایشوز پر کام کرنے کا دعویٰ کرتی ہیں لیکن ان کے بارے میں اب یہ تاثر پوری دنیا میں عام ہو رہا ہے کہ یہ درحقیقت وہ کام نہیں کرتیں جس کا وہ اظہار کرتی ہیں' بلکہ پس پردہ مقاصد

کچھ اور ہوتے ہیں۔ حکومتوں اور عوام کے معاملات میں ان کی مداخلت اس حد تک بڑھ چکی ہے کہ ان کا مجموعی بجٹ عالمی بنک کے بجٹ سے بھی زیادہ ہے۔(۷۷) خواتین کی آزادی کے نام پر جو کچھ ہو رہا ہے۔ اس کے پیچھے این جی اوز کا کردار اہم اور نمایاں ہے۔(۷۸) اس سمت بھی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

اباحیت پسندی

اباحیت پسندی' بے حیائی اور بے راہ روی کا فروغ بھی نیو ورلڈ آرڈر کا ایک اہم حصہ ہے۔ اس کے بہت سے پہلو ہیں' جن میں آج کل سب سے زیادہ اہم اور تیزی سے فروغ پانے والی برائی ویلینٹائن ڈے ہے۔ اسے اظہار محبت اور وفاؤں کے عہد و پیمان کا دن قرار دیا گیا ہے۔ صرف دو سال پہلے تک اس کے نام سے بھی کوئی واقف نہیں تھا۔ مگر آج اس کی گلی گلی دھوم ہے' اس دن کی کوئی اصل یا حقیقت تاریخی طور پر نہیں ملتی' مختلف بیانات البتہ ملتے ہیں۔(۷۹) مگر وہ خود آپس میں اس قدر متضاد ہیں کہ ایک دوسرے کی نفی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں' البتہ اس قدر بیان واضح ہے کہ:

ویلینٹائن نام کے دو مسیحی اولیاء (Saints) کا نام ملتا ہے۔ ان میں سے ایک کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ روم کا ایک پادری تھا جسے رومی دیوتاؤں کی پوجا سے انکار کرنے پر ۲۶۹ء میں شہنشاہ کلاڈیس II (Cladius-II) کے حکم پر موت کی سزا دی گئی۔ دوسرا طرنی (Terni) کا ایک بشپ تھا جس کو لوگوں کو شفا بخشنے کی روحانی طاقت حاصل تھی۔ اسے اس سے بھی کئی سال پہلے 'شہید' کر دیا گیا تھا۔ آیا کہ ایک سینٹ ویلینٹائن تھا یا اس نام کے دو افراد تھے؟ یہ ابھی تک ایک کھلا ہوا سوال ہے۔ البتہ یہ ایک طے شدہ بات ہے کہ ان دونوں کا محبت کرنے والے جوڑوں سے کوئی تعلق نہیں۔ محبت کے پیغامات یا تحائف بھیجنے کا رواج بعد میں غالباً ازمنہ وسطیٰ میں اس خیال کے تحت شروع ہوا کہ ۱۴ فروری پرندوں کی جنسی مواصلت کا دن ہے۔ مسیحی کیلنڈر میں یہ دن کسی سینٹ کی یاد میں تہوار کے طور پر نہیں منایا جاتا''۔(۸۰)

اس لئے ضروری ہے کہ اس کی تمام بے ہودہ رسومات کا تعاقب کیا جائے اور انہیں اپنے معاشرے میں پھلنے پھولنے نہ دیا جائے۔

امت مسلمہ کی ذمہ داریاں

سطور بالا میں پیش کی جانے والی صورت حال کسی اعتبار سے بھی نہ خوش آئند ہے نہ اطمینان بخش ہے۔ ان حالات میں امتِ مسلمہ پر بجا طور پر بہت بھاری ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں' جن سے عہدہ برا ہو کر ہی ہم اس شدید بحرانی کیفیت سے نکل سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں امتِ مسلمہ کی ذمہ داریوں کو ذیل کی سطور میں چند عنوانات کے تحت بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

دہشت گردی

امتِ مسلمہ کو آج جس مسئلے کا سب سے زیادہ سامنا ہے وہ دہشت گردی کا معاملہ ہے' پوری دنیا میں اس وقت یہ کیفیت ہے کہ ہر مسلمان کو مشکوک نظروں سے دیکھا جا رہا ہے اور خود اسلام ہی کو (نعوذ باللہ) دہشت گردی کا مذہب قرار دے دیا گیا ہے۔ اور جو

زیادہ مصلحت پسند بننے کی کوشش کرتا ہے وہ بھی اس قدر ضرور کہتا ہے کہ اسلام تو امن وسلامتی کا مذہب ہے مگر بعض مسلمان دہشت گردی میں مبتلا ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ خود مسلمان سب سے زیادہ دہشت گردی کا شکار ہیں۔ پھر اگر کہیں پر مسلمان تنگ آمد بجنگ آمد کے مصداق اپنی بقا وسلامتی کے تقاضوں کے تحت جہاد کا علم بلند رکھے ہوئے ہیں تو مغربی قوتیں جارح کو تنبیہ کرنے کی بجائے الٹا مسلمانوں ہی کو موردِ الزام ٹھہرا رہی ہے۔ اس موقع پر مسلم امہ پر سب سے پہلی ذمہ داری یہ عائد ہوتی ہے کہ وہ مغرب سے مرعوبیت کی بجائے جہاد کا اسلامی تصور پوری قوت وطاقت کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کریں اور جہاد کے عمل کو اسلامی تعلیمات کے عین مطابق جاری کریں' اور ان تمام خارجی عناصر کو جو اسلامی تعلیمات کا حصہ نہیں ہیں اپنی زندگیوں سے خارج کریں۔ دوسرے یہ کہ پہلے مرحلے پر یہ طے کیا جائے کہ دہشت گرد ہے' وہ دوسرے کے نزدیک مجاہد حریت ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ ۱۹۸۰ء کے عشرے میں جب ڈک چینی جیسے سیاست دان نیلسن منڈیلا کو دہشت گرد قرار دے رہے تھے۔ اس وقت امریکی حکومت اسامہ بن لادن اور اس کے ساتھیوں کو جنگ آزادی کے سپاہی قرار دے کر ان کی تعریف کر رہی تھی۔ فلسطین کے رہنما یاسر عرفات دہشت گرد تھے اور اب وہ دہشت گرد نہیں۔ آئرلینڈ کی سن فین (Sinn Fein) کے جیری آدمس بھی جنوبی افریقہ کے نیلسن منڈیلا کی طرح دہشت گرد تھے اور اب وہ بڑے عظیم مدبر اور رہنما ہیں۔ کم از تین سرائیلی وزیر اعظم یا تو خود اپنے اعتراف کے مطابق دہشت گرد تھے یا ان پر دہشت گردی کی کاروائیوں میں ملوث ہونے کا الزام قانونی طور پر لگایا جاسکتا تھا۔ (۸۱)

۳۰ سال قبل جومسکی نے ہمیں یاد دلایا تھا کہ قومی تحفظ کے نام پر اذیت اور دہشت گردی کے آلات استعمال کرنے والی حکومتوں کی دو تہائی تعداد امریکہ کی گاہک ہے۔ اگر ہم اس اُصول پر توجہ دیں کہ دہشت گردوں کو تحفظ اور مالی امداد کون مہیا کر رہا ہے تو ہمیں ایک بار پھر مغربی طاقتیں' مشرق وسطیٰ اور جنوب میں ان کے حلیف وملزم نظر آئیں گی۔ (۸۲)

۲۵ اکتوبر ۱۹۸۴ء کو امریکہ کے وزیر داخلہ جارج شلز نے جو اس وقت نیویارک میں دہشت گردی پر ایک طویل تقریر کی۔ لیکن اس میں ایک جگہ بھی لفظ دہشت گردی کی وضاحت نہیں کی گئی تھی۔ اس کا خلاصہ یہ تھا کہ: (۱) جدید وحشیانہ پن کو دہشت گردی کہتے ہیں۔ (۲) دہشت گردی دراصل سیاسی تشدد کی ایک شکل ہے۔ (۳) دہشت گردی مغربی تہذیب کے لئے ایک دھمکی کا نام ہے۔ (۴) دہشت گردی مغربی اخلاقی اقدار کے لئے ایک خطرہ ہے۔

آپ نے غور کیا کہ یہ لوگ دہشت گردی کی تعریف بیان نہیں کرتے' اس لئے کہ تعریف بیان کرنے کا مطلب ہے تجزیئے گرفت یا کسی قسم کی مستقل مزاجی سے وابستگی۔ یہ دہشت گردی اور اس صورت میں ان کا بیانات کا یوں کھلنا لازمی ہے۔ (۸۳)

دہشت گردی کی حالیہ اصطلاح صرف مسلمانوں کے خلاف استعمال کی جارہی ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ مغرب کا ریکارڈ اس بارے میں خاصا سیاہ ہے۔ اس حد تک سیاہ کہ مسلم امت اس کے پاسنگ بھی نظر نہیں آتی۔ صرف امریکہ کو لیجئے' دوسری جنگ عظیم کے بعد کے عرصے میں امریکہ نے جن ملکوں سے جنگ کی اور جن پر بمباری کی ان کی فہرست یہ ہے۔

چین (۴۶/۱۹۴۵ء۵۳_۱۹۵۰ء)' کوریا (۵۳_۱۹۵۰ء)' گوئٹے مالا (۱۹۵۴ء'۴۹_۱۹۶۷ء)' انڈونیشیا (۱۹۵۸ء)' کیوبا (۶۰_۱۹۵۹ء)' بلجئین کانگو (۱۹۶۴ء)' پیرو (۱۹۶۵ء)' لاؤس (۷۳_۱۹۶۴ء)' ویت نام (۷۳_۱۹۶۱ء)' کمبوڈیا

(۷۰_۱۹۶۹ء)' گریناڈا(۱۹۸۳ء)' لیبیا(۱۹۸۶ء)' ایل سلواڈور(۱۹۸۰ء کا پورا عشرہ)' نکاراگوا(۱۹۸۰ء کا پورا عشرہ)' پانامہ (۱۹۸۹ء)' عراق(۹۹_۱۹۹۱ء)' بوسنیا(۱۹۹۵ء)' سوڈان(۱۹۹۸ء)' یوگوسلاویہ(۱۹۹۸ء) اور اب افغانستان(۲۰۰۲ء)_(۸۴)

اس بارے میں پروفیسر خورشید احمد کے خیالات ہر مسلمان کی ترجمانی کرتے ہیں وہ کہتے ہیں:

دہشت گردی(Terrorism) کے باب میں جو محاذ کھولا گیا ہے۔اس کا مقصد بھی دنیا میں ابھرنے والی ہر متبادل قوت کو ایک قسم کے سوچے سمجھے تشدد کا نشانہ بنانا ہے جو خود انسانیت کے خالف ایک سنگین جرم ہے۔کوئی صحیح العقل انسان دہشت گردی اور تشدد کی حمایت نہیں کرسکتا لیکن مظلوم اگر ظالم کے خلاف ہاتھ اٹھانے پر مجبور ہو جائے یا محکوم اقوام اپنی آزادی کے لئے سیاسی جدوجہد کی راہیں مسدود ہونے کی صورت میں ظالم اور استعماری حکمرانوں کے خلاف جدوجہد کریں تو اسے دہشت گردی کیسے کہا جاسکتا ہے؟ اگر یہ دہشت گردی ہے تو دنیا کے موجودہ سیاسی نقشے کا ۸۰ فیصد ایسی ہی جدوجہد کے نتیجے میں صورت پذیر ہوا ہے اور یہ عمل آج بھی جاری ہے۔اس کی سب سے قریبی مثال مشرقی تیمور ہے۔ جہاں ۲۰ سالہ عسکری جدوجہد کے بعد اقوام متحدہ کے زیر انتظام استصواب ہوا ہے۔یہ اور بات ہے کہ مشرقی تیمور اپنے تیل کے ممکنہ ذخائر کی وجہ سے مغربی اقوام کی توجہ کا مرکز بنا ہے اور ایک مسلمان ملک کو کمزور کر کے ایک عیسائی ریاست کا قیام اس کا نتیجہ ہے۔لیکن بات اصول کی ہے اور جس حق کے تحت اقوام متحدہ کے ۱۳۰ ممالک آزاد ہوئے ہیں اسے محض اس لئے دہشت گردی قرار نہیں دیا جاسکتا کہ کشمیر کو سوا' چیچنیا اور منڈاناؤ میں اس کا فائدہ مسلمانوں کو پہنچے گا۔(۸۵)

اس لئے امتِ مسلمہ کو پورے اتحاد کے ساتھ اس مسئلے پر توجہ دینے کی فوری ضرورت ہے۔

تہذیبی ٹکراؤ

اس وقت امت مسلمہ کو درپیش ایک اہم مسئلہ تہذیبوں کے ٹکراؤ کا ہے۔ یہ تصادم قدرتی حالات کا پیدا کردہ نہیں بلکہ یہ خاص مقاصد کے تحت پیدا کیا گیا ہے۔ یہ درحقیقت حصولِ دولت کی تڑپ ہے جس نے مغرب کو اس تصادم پر مجبور کیا ہے۔لیکن صورت حال کچھ ایسی ہوگئی ہے اور اس تڑپ نے اپنے مقاصد کے حصول کے لئے فضا ایسی بنادی ہے کہ تہذیبوں کے مابین بھی محاذ آرائی کی فضا پیدا ہوگئی ہے۔اس لئے ضروری ہے کہ اس تہذیبی کشمکش کو سمجھتے ہوئے ہم اپنے دفاع کا جائزہ حق استعمال کریں اور مغرب کی تہذیبی یلغار سے اپنے آپ کو محفوظ رکھتے ہوئے اس کے سامنے صحیح حالات اور حالات کا صحیح تناظر پیش کریں اور اسے بتائیں کہ اس وقت ضرورت حق کو تسلیم کرنے کی ہے' اس سے برگشتہ ہو کر متصادم ہونے کی نہیں' اس بحث کا ایک اور پہلو ''مذاہب کے مابین اتحاد'' ہے یہ نعرہ بھی بلند کیا گیا ہے کہ رواداری بین المذاہب کو عام کیا جائے۔اس سلسلے میں صحیح صورتحال یہ ہوگی کہ اس فارمولے پر عمل کیا جائے کہ ''ہر مذہب قابل احترام ہے'' نہ یہ کہ ''ہر مذہب سچا ہے'' یہ جملہ مبالغہ آمیز بھی ہے اور مغالطہ آمیز بھی۔نیز منطقی اور اصولی اعتبار سے غلط بھی' ''مذہبی اتحاد کا واحد قابل عمل فارمولا باہمی احترام ہے۔ٹھیک اسی طرح جیسے ایک شخص ایک خاتون کو دل سے اپنی ماں سمجھتا ہے' اس کے ساتھ وہ دوسری تمام خواتین کا پورا احترام کرتا ہے' بغیر اس کے کہ اس نے یہ اعلان کیا ہو کہ دوسری تمام خواتین بھی میری حقیقی مائیں ہیں''۔(۸۶)

میڈیا کی یلغار

آج امت مسلمہ کی اہم ذمے داری میڈیا کے حوالے سے ہے۔ کیونکہ موجودہ غیر اعلانیہ جنگ میں میڈیا کا بہت بڑا کردار ہے۔ بلکہ یہ جنگ درحقیقت میڈیا ہی کے سہارے لڑی جارہی ہے۔ اس لئے یہ شعبہ بھی ہم سے سرگرم و متحرک جذبہ عمل کا خواہاں ہے۔

اسلام میں ذرائع ابلاغ یا میڈیا کی دینی اہمیت وضرورت کی حسب ذیل بنیادیں ہیں:

۱۔ دین اسلام پوری دنیا اور تمام نوع انسانی کے لئے ہے اور اللہ تعالیٰ تمام کائنات کا خالق و مالک ہے اور اس کائنات کا ذرہ ذرہ اسی ذات واحد کی گواہی دیتا ہے۔(۸۷)

۲۔ اس دین کو جو بھی قبول کرتا ہے اس کے ذمہ اس پیغام حق کا دوسروں تک پہنچانا بھی واجب ہے' اپنے اپنے زمانے میں تمام انبیاء کرام اور رسولوں نے یہ فریضہ انجام دیا ہے۔(۸۸)

۳۔ آخری نبی ﷺ' ان کے اصحابؓ اور ان کے بعد آنے والے داعیوں کا کام دین کو لوگوں تک پہنچانا ہے۔(۸۹)

۴۔ اسلام کا پیغام انسانیت نہ پہنچانا معصیت کا باعث ہے' کیونکہ ایک طرح سے وہ کتمان علم کے حکم میں آتا ہے' ہر مسلمان کا یہ فرض ہے کہ وہ آخری سانس تک دین کا پیغام پہنچاتا رہے۔(۹۰) پھر اس وقت امت مسلمہ پر جو مشکلات آرہی ہیں اس حوالے سے مسلم دنیا کی ذمے داری مزید دو چند ہوگئی ہیں۔ کیونکہ اس نے نہ صرف مغرب کے پروپیگنڈے کے اثرات کو زائل کر کے مسلم امہ تک صحیح اطلاعات پہنچانی ہیں۔ مسلم امتّ پر لگنے والے الزامات کا دفاع کرنا ہے' بلکہ اسلام کی صحیح تصویر بھی دنیا کے سامنے پیش کرنی ہے۔ اس کے علاوہ مصیبت زدہ مسلم دنیا کو صبر عزیمت کا درس دے کر ان کے زخموں پر مرہم بھی رکھنا ہے۔

دعوت اسلام

اس وقت حالت یہ ہے کہ مغرب ایک گہرے روحانی اضطراب کی لپیٹ میں ہے۔ وہ خدائے واحد کی حقیقت کبریٰ سے منہ موڑ کر اب تک کتنے ہی خدا بنا چکا ہے۔ مگر اس کی تسکین کہیں نہیں ہوسکی۔ بلکہ اس کا اضطراب بڑھتا ہی جارہا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ''انسان دو چیزوں کا مجموعہ ہے' ایک جسم' دوسری روح۔ انسان کے خالق نے اس کی جسمانی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے اس کائنات میں جمادات' نباتات' حیوانات کی قبیل سے بے شمار چیزیں پیدا کیں اور انسان کے اندر بھوک' پیاس' شہوت' سردی گرمی کا احساس رکھا جو اسے جسمانی ضرورتوں کے لئے کائنات کی مادی اشیاء سے استفادے کے لئے متحرک کرتا ہے۔ اس طرح انسان کے خلاق نے روح کی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے انسان کے اندر اس کے وجدان اور تحت الشعور میں جسمانی بھوک و پیاس کی طرح ایک روحانی بھوک و پیاس اور احساس رکھا اور اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے وحی اور انبیاء کرام کا سلسلہ شروع کیا''۔(۹۱) اس لئے یہ احساس ایک حقیقت ہے اور اسے ختم نہیں کیا جاسکتا' اس کے تقاضے کو پورا کرنا ہی ہوگا۔ کہا یہ جارہا ہے کہ موجودہ زمانے میں پوری دنیا ایک گلوبل ویلج بن گئی ہے۔ مگر یہ بات زیادہ تر ذرائع مواصلات کی فراوانی کے اعتبار سے ہے۔ جہاں تک خود انسان کا تعلق ہے اس کی وحدت ٹوٹ گئی ہے اور وہ داخلی اور خارجی دو وجودوں میں بٹ گیا ہے۔ اس لئے اسے اپنی تسکین کا سامان کہیں نظر نہیں آرہا۔ یہ صورت حال امت مسلمہ کے لئے خوش آئند بھی ہے اور ایک چیلنج بھی۔ آج امریکہ اور مغرب میں اسلام تیزی سے پھیل رہا

ہے۔(۹۲)اس لئے ہمارے دو ہدف ہونے چاہئیں'(الف)اسلام کی صحیح تصویر غیر مسلموں کے سامنے پیش کر کے انہیں دعوت اسلام دی جائے (ب) نومسلموں کی تربیت کے لئے عملی اقدامات کئے جائیں۔ یہ کام نعرے بازی اور تشہیر کے بغیر مالی' جانی اور وقت کی قربانی کا خواہاں ہے۔وقت ہماری جانب متوجہ ہے اور ہمارے اقدامات کو دیکھ رہا ہے۔سو کیا ہم وقت کے اس چیلنج سے عہدہ برآ ہونے کے لئے تیار ہیں؟

مسلم ورلڈ آرڈر (Muslim World Order)

اور کی جانے والی بحث سے ہمارے لئے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں رہا کہ نیو ورلڈ آرڈر کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ یہ ورلڈ آرڈر نہیں بلکہ دنیا پر امریکی حکمرانی کا ایسا خواب ہے جیسے شرمندۂ تعبیر کرنے کے لئے امریکہ پوری کوشش اور تمام تر وسائل صرف کر رہا ہے۔ لیکن حالات وقرائین یہی بتاتے ہیں کہ ''ہنوز دلی دور است''۔اس کے برعکس اسلام نے ایک جامع دستور العمل پیش کیا اور رسول اکرم رحمت عالم ﷺ نے اپنے مختصر دور حکومت کے دس برس کے دوران اسے روبہ عمل لا کر بھی دکھایا۔قرآن حکیم واحادیث نبوی کے قیمتی و بیش بہا اور مستند ذخیرے میں اس ''آرڈر'' کی بہت سی تفصیلات ملتی ہیں اور ان سب کا خلاصہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے خطبہ حجۃ الوداع میں پیش فرما دیا۔ یہ انسانی حقوق کا پہلا عالمی منشور ہے اور پوری دنیا کے لئے واحد مکمل اور فلاحی دستور' جو ہمہ جہت بھی ہے اور عالمگیر بھی' جو تاریخی اعتبار سے ثابت ہے اور علمی و عملی اعتبار سے بھی ہر طرح کی خامیوں اور کمزوریوں سے منزہ و پاک ہے۔اس مسلم ورلڈ آرڈر یا اسلامی عالمی نظام کے چیدہ چیدہ نکات ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ نئے عالمی نظام کا نظام

رسول ﷺ نے جو نیا نظام پیش کیا اس کا باقاعدہ آغاز حجۃ الوداع سے فرمایا۔اس موقع پر آپ نے یہ اعلان فرمایا۔''بلاشبہ زمانہ اب اپنی اصلی حالت پر لوٹ آیا ہے' جیسا کہ اس دن تھا' جب اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا تھا''۔(۹۳)

۲۔ سابقہ نظام کی منسوخی

آپ ﷺ نے اس موقع پر جاری سابق نظام کی منسوخی کا بھی اعلان فرمایا۔آپ ﷺ نے فرمایا' بلاشبہ جاہلیت کا ہر خون اور مال اور منصب وعہد قیامت تک میرے دونوں پیروں کے نیچے پامال ہے۔(۹۴)

۳۔ کتاب سنت کی بالادستی

اسلام کے عالمی نظام میں کسی انسان کی بالادستی ہے۔نہ کسی انسانی شخصیت کی' بلکہ اس میں صرف کتاب وسنت کی بالادستی ہو گی۔آپ ﷺ نے فرمایا:''میں تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑے جا رہا ہوں جسے اگر تم نے مضبوطی سے تھام لیا تو تم کبھی گمراہ نہ ہو گے' وہ اللہ کی کتاب اور اس کے نبی کی سنت ہے''۔(۹۵)

۴۔ ختم نبوت

رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت بھی اسلامی عالمی نظام کا حصہ ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا:''اے لوگو! میرے بعد کوئی نبی نہیں' اور

نہ تمہارے بعد کوئی امت آئے گی"۔(۹۲)

۵۔ مذہبی آزادی

اسلامی نظام میں مذہبی معاملات میں پوری آزادی دی گئی ہے۔قرآن حکیم میں فرمایا: دین کے معاملے میں کوئی زبردستی نہیں۔(۹۷)

۶۔ انسانی جان کی حرمت

اس نظام میں ہر انسان کو اس کی جان کی ضمانت دی گئی ہے۔قرآن حکیم میں ارشاد ہے: "جو کوئی کسی کو مار ڈالے بغیر کسی جان کے بدلے کے یا زمین میں فساد پھیلائے بغیر تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کر ڈالا"۔(۹۸)

۷۔ عالمی امن

اسلامی نظام عالمی امن کا ضامن ہے۔آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "اے لوگو! بلاشبہ تمہارے مال اور تمہاری عزتیں قیامت تک ایک دوسرے پر حرام کر دی گئی ہیں"۔(۹۹) مزید فرمایا: "خبردار تم ظلم سے بچتے رہنا' خبردار تم ظلم سے بچتے رہنا' تم ظلم سے بچتے رہنا"۔(۱۰۰)

۸۔ انسانی مساوات

اسلامی عالمی نظام انسانی مساوات کا بھی داعی ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تمام بنی نوع انسان آدم کی اولاد ہیں' اور آدم مٹی سے تخلیق کیے گئے تھے' اب فضیلت کے سارے دعوے اور جان و مال کے سارے مطالبے میرے پاؤں تلے روندے جا چکے ہیں"۔(۱۰۱)

۹۔ معاشی استحصال کا خاتمہ

یہ نظام ہر انسان کو معاشی و اقتصادی آزادی کی بھی ضمانت دیتا ہے' اور معاشی استحصال کے خاتمے کا داعی ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بلاشبہ آج سے ہر قسم کا سود (مکمل سودی معاشی نظام) منسوخ کیا جاتا ہے' سوائے راس المال (اصل سرمائے) کے' تم لین دین کی صورت میں نہ ظلم کرو نہ تم پر روزِ قیامت ظلم ہوگا"۔(۱۰۲) ترمذی ج۵/ص۱۰/ رقم ۳۳۳۴

۱۰۔ مال کا تحفظ

جان کے ساتھ ساتھ اسلامی نظام مال کا بھی تحفظ کرتا ہے۔رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ تمہارے خون اور اموال اور عزتیں تم پر اس طرح حرام ہیں' جیسے آج کا دن (یوم الحج) اس شہر (حرم مکہ) میں اور اس مہینے (ذی الحج) میں حرام ہے۔(۱۰۳)

ابو داؤد

۱۱۔ کمزوروں اور ضعیفوں کے حقوق

اسلامی نظام ہر کمزور اور ضعیف کے حقوق کا علمبردار ہے۔رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: "ضعیفوں (اور کمزوروں) کا خیال رکھو اور مسلمانوں کو تکلیف مت پہنچاؤ"۔(۱۰۴)

۱۲۔ ملازموں کے حقوق

اسلام ملازموں اور غلاموں کو بھی ان کے حقوق دیتا ہے' اور انہیں اس سے محروم کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم اپنے ماتحتوں اور غلاموں کا خاص خیال رکھو' جو تم کھاتے ہو وہی انہیں کھلاؤ' اور جو تم پہنتے ہو وہی انہیں پہناؤ''۔ (۱۰۵)

۱۳۔ خواتین کے حقوق

اسلام کے عالمی نظام میں خواتین کو بھی ان کے حقوق دیئے گئے ہیں' بلکہ سب سے پہلے انہیں اسلام ہی نے حقوق سے آشنا کیا۔ رسول ﷺ نے فرمایا ''اے لوگو! بے شک تمہارے کچھ حقوق عورتوں پر واجب ہیں' اور ان کے بھی کچھ حقوق تم پر واجب ہیں سو تم ان سے ہمیشہ حسن سلوک سے پیش آنا' اور عورتوں کے حقوق کے بارے میں ہمیشہ اللہ سے ڈرتے رہنا''۔ (۱۰۶)

۱۴۔ ہر شخص اپنے جرم کا خود ذمہ دار

اسلام اپنے نظام میں یہ شرط بھی عائد کرتا ہے کہ ہر شخص اپنے جرم کا خود ذمے دار ہے' بیٹے کے کرنے پر باپ کو اور باپ کے کرنے پر بھائی کو نہیں پکڑا جائے گا' نہ کسی کے جرم کی کسی کو سزا دی جا سکتی ہے۔ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: ''آگاہ ہو جاؤ! کوئی جرم کرنے والا شخص اپنے علاوہ کسی پر جنایت نہیں کرتا' اور کوئی باپ اپنے بیٹے کے جرم پر اور کوئی بیٹا اپنے باپ کے جرم کی سزا نہیں پائے گا''۔ (۱۰۷)

۱۵۔ امانت و عہد کی پابندی

اسلام کا عالمی نظام امانت و دیانت اور عہد و معاہدے کی پابندی کرنے والا معاشرہ قائم کرنے کا داعی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آگاہ ہو جاؤ' اس شخص کا ایمان ہی کامل نہیں جو امانت دار نہ ہو' اور اس کا دین سلامت نہیں' جو عہد کا پابند نہ ہو''۔ (۱۰۸)

۱۶۔ ہاتھ اور زبان سے تحفظ

یہ نظام ہاتھ اور زبان کی ایذاء رسانی سے حفاظت کی بھی ذمے داری لیتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اس شخص کی توبہ قبول ہوگی' جس نے اپنی زبان اور ہاتھوں کی حفاظت کر لی''۔ (۱۰۹) مزید فرمایا: مسلمان تو وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ (۱۱۰)

۱۷۔ کبیرہ گناہ

اسلام کا نظام نو بڑی غلطیوں کو گناہ کبیرہ قرار دے کر ان سے بچنے کی سختی سے تلقین کرتا ہے ان میں سے بھی اکثر وہ امور ہیں جو دوسروں سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ نو چیزیں یہ ہیں۔ ۱۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا ۲۔ کسی مومن جان کو ناحق قتل کرنا ۳۔ میدان جہاد سے فرار ہونا' ۴۔ پاک دامن عورت پر تہمت لگانا' ۵۔ جادو کرنا' ۶۔ یتیم کا مال کھانا' ۷۔ سود کھانا' ۸۔ مسلمان والدین کی نافرمانی کرنا' ۹۔ بیت اللہ کی عزت نہ کرنا' جو تمہارا قبلہ ہے۔ (۱۱۱)

۱۸۔ ازدواجی حقوق

اسلام ہر مرد و عورت کو مساوات کے ساتھ ازدواجی حقوق بھی عطا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہاری ہی جنس سے بیویاں بنائیں' تا کہ تم ان سے سکون حاصل کرو۔ (۱۱۲)

۱۹۔ سیاسی حقوق

اسلامی عالمی نظام سب کو بلاتفریق سیاسی حقوق بھی دیتا ہے' وہ اسلامی ممالک کی حدود میں بسنے والوں کو بلاتفریق سیاسی ولایت کا حق (۱۱۳)' سربراہ مقرر کرنے کا حق (۱۱۴)' اور بے لاگ انصاف کے حصول کا حق (۱۱۵)' بھی دیتا ہے۔ (۱۱۶)

مسلم امہ کے لئے تجاویز

امت مسلمہ کی بقا اور سلمیت کی ضمانت اس بات میں ہے کہ وہ باہم اتحاد و اتفاق کے ساتھ ایک مشترکہ منشور تشکیل دیں اور متفقہ منصوبہ بندی کے ساتھ اپنے تمام معاملات ذمہ دارانہ طریقے سے طے کریں۔ اس بحث کو سمیٹتے ہوئے اس سلسلے میں چند تجاویز پیش کی جارہی ہیں۔ جن کے بارے میں سیرت طیبہ اور تعلیمات نبوی ﷺ سے راہنمائی ملتی ہے۔

☆ اقوام متحدہ: سب سے پہلے مسلم امہ باہم اتفاق سے اپنی ''اقوام متحدہ'' تشکیل دے' کیونکہ اقوام متحدہ سے اب مسلمانوں کی بقا کی ضمانت نہیں دی جاسکتی۔ نہ اپنے اہم مسائل مسلم امت اب اس وقت چھوڑ سکتی ہے۔ او' آئی' سی نے بھی اپنے کردار سے مسلمانوں کو سخت مایوس کیا ہے' اس لئے اب نئے ادارے کی ضرورت شدت سے محسوس کی جارہی ہے۔

☆ متفقہ فوج: مسلم امت کی ایک اتحادی فوج کی تشکیل بھی از حد ضروری ہے۔ جو نہ صرف وقت پڑنے پر ہر اسلامی ملک کے دفاع کا فریضہ انجام دے سکے' بلکہ وہ باہمی مناقشات اور اختلاف کو حل کرنے کی طاقت بھی رکھتی ہو۔

☆ متفقہ مالی نظام: مسلم امت کا متفقہ مالی نظم بھی ضروری ہے' جو مستحق ممالک کی مدد کرے۔ مسلمانوں کے مالی وسائل کو جمع کر کے انہیں مسلمانوں کی فلاح و بہبود میں خرچ کرنے کا انتظام کرے' مستحق طلباء کے لئے اسکالرشپس کا انتظام کرے اور غربت و بے روزگاری کے خاتمے کے لئے عملی اقدامات کرے۔

☆ مسلم بنک: ایسا بینک بھی قائم کیا جائے جو مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے خالص غیر سودی معیشت کو فروغ دے' اور مسلمانوں کی رقوم کی حفاظت کرے' تمام مسلمان ممالک اپنی رقوم غیر مسلم ممالک سے نکال کر اس میں رکھیں۔

☆ متفقہ خارجہ پالیسی: متفقہ خارجہ پالیسی کی تشکیل کی جائے' اور خاص طور پر یہ طے کر لیا جائے کہ کسی مسلمان ملک کے خلاف استعمال نہیں ہوں گے' نہ اس کے خلاف کسی کاروائی میں کسی طور پر بھی شرکت کریں گے' بلکہ ہر مجبوری میں مسلم ممالک ہی کی مدد و اعانت کریں گے۔

☆ اسلحہ سازی پر زور: تمام مسلم ممالک اپنی تمام صلاحیتوں اور تمام تر وسائل کو بروئے کار لا کر اسلحہ سازی میں مکمل کفالت حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ تا کہ اس معاملے میں غیر مسلم اقوام و ریاستوں کے دست نگر ہونے سے محفوظ رہ سکیں۔

☆ سائنس وٹیکنالوجی: سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں بھی خود کفالت حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ اس مقصد کے لئے جدید تعلیمی ادارے کثرت سے قائم کئے جائیں تاکہ مسلم افرادی قوت تعلیم کے لئے باہر جانے پر مجبور نہ ہو اور ان کی صلاحیتیں مسلمانوں ہی کے کام آ سکیں۔ اس غرض سے تمام مسلم ممالک متفقہ پالیسی کی تشکیل کریں۔ مالی اعانت کے لئے مسلم بنک تعاون کرے اور ہدف یہ مقرر کیا جائے کہ تمام مصنوعات مسلم دنیا اپنی ہی بنائی ہوئی استعمال کرے گی بلکہ ان کے لئے خام مال بھی باہر سے درآمد نہیں کیا جائے گا۔ نیز جو ملک جس شعبے سے زیادہ دلچسپی رکھتا ہے اسے باقی تمام ممالک سپورٹ کریں۔

☆ میڈیا پالیسی: تمام ممالک کی میڈیا پالیسی ایک ہونی چاہیے تاکہ مغرب کے پروپیگنڈے اور ثقافتی یلغار سے بچا جا سکے اور انہیں اسلام کی تبلیغ بھی سہولت سے ہو سکے۔

☆ نظام دعوت: اسلام کی دعوت کو غیر مسلموں میں گھر گھر پہنچانے کے لئے مشنری سطح پر کام کیا جائے اور مشنری ادارے قائم کئے جائیں۔

☆ مسلم عدالت: مسلمان کا مشترکہ کمیشن اور عالمی عدالت تشکیل دی جائے' جو مسلمانوں کے باہمی مسائل اور بین الاقوامی معاملات کے فیصلے کرے' جس کا فیصلہ سب پر واجب العمل ہو۔

☆ اسلامی لیگل سیل: نیز بین الاقوامی اسلامی لیگل سیل قائم کیا جائے' جو پوری دنیا میں مسلمانوں کے مفادات اور ان کی مختلف تنظیموں کے معاملات کی نگرانی کرے اور ضرورت پڑنے پر عملی اقدامات کرے۔

☆ ثقافتی اقدار کا تحفظ: مسلمان اپنے اپنے علاقائی ملبوسات اور کھانوں کو فروغ دیں' غیر مسلم ثقافت اور تہذیب اپنانے کی حوصلہ شکنی کی جائے اور اپنی ثقافت' زبان' تہذیب اور تمدن کے اسلامی مظاہر کو فروغ دیا جائے۔

☆ افرادی قوت: وہ افرادی قوت جو غیر مسلم دنیا میں مصروف عمل ہے۔ خصوصاً مسلم سائنس دان' اہل علم' اور موجدین' انہیں مسلم دنیا میں واپس لانے کا انتظام کیا جائے' انہیں مراعات و ترغیبات دی جائیں۔ انہیں سہولتیں فراہم کی جائیں' اور انہیں کام کرنے کے بھرپور مواقع دیئے جائیں۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ نذرالحفیظ ندوی/ مغربی میڈیا اور اس کے اثرات/ مجلس نشریات اسلام کراچی ۲۰۰۱/ ص ۴۵

۲۔ ایضاً

۳۔ ایضاً' ص ۴۷

4. Basic Facts about The United Nations: DPI. 1995

☆ Charter of the United Nations and Stattute of the International Court of Justice: DPI511

۵۔ ندوی/ ص ۴۷

۶۔ ایضاً

۷۔ ندوی/ ص ۴۸

۸۔ ایضاً

9. Hal Lindsey: The Late Great Planet

☆ E; Grand Rapids, KI: Zondervan 1970

☆ Thomas Mc Call & Zola Levitt:

☆ Satan in the sanctuary: Chicago, Moody, 1973

☆ T. McCall & Z. Levitt: The Coming

☆ Russian Invasion of Israel. Moody, Chicago. 1987

۱۰۔ ان تیاریوں کا احوال جاننے کے لئے ملاحظہ کیجئے' اسرار عالم/ دجال/ دار العلم نئی دہلی' ۲۰۰۰ء/ حصہ اول/ ص ۷۷'۸۷

۱۱۔ ملاحظہ کیجئے' اسرار عالم/ بین الاقوامی ایجنسیوں کا تعارف اور ان کا طریقہ/ دار العلم نئی دہلی' ۲۰۰۰ء

۱۲۔ ندوی/ ص ۱۱۵

۱۳۔ ندوی/ ص ۴۹'۵۰

۱۴۔ واشنگٹن پوسٹ/ ۲۶ مئی ۱۹۹۱ء

۱۵۔ حک واضافے کے ساتھ ماخوذ از پروفیسر خورشید احمد/ امریکہ' مسلم دنیا کی بے اطمینانی/ منشورات' لاہور ۲۰۰۲ء/ ص ۷۷'۹۷' نیز نیو ورلڈ آرڈر کے نفاذ کے سلسلے میں امریکن نیشنل سیکورٹی کونسل کی سفارشات پر مبنی ایک رپورٹ جاری کی گئی تھی' یہ رپورٹ ۶ مارچ ۱۹۹۱ء کو وائس آف امریکہ کے ایک نشریئے سے نشر ہوئی بعدازاں روزنامہ الراعیہ' قطر نے اس کا متن شائع کیا (۴ جنوری ۱۹۹۲ء) اس کی مطالعے سے ان اقدامات وترجیحات کی حرف بہ حرف تائید ہوتی ہے۔

۱۶۔ فرانس فوکویاما (Francis Fukuyame) کا مضمون "The End of History" امریکہ کے رسالے The National Interest کی ۱۹۸۹ء موسم گرما کی اشاعت میں شائع ہوا۔ اس کے بعد موصوف کا دوسرا مضمون ستمبر ۱۹۸۹ء میں ہونولولو کے Sunday Star میں "Witnessing the End of History" کے نام سے شائع ہوا۔ تیسرا مضمون مشہور امریکی رسالے Fortune (جنوری ۱۹۹۰ء) میں شائع ہوا اور اس کا عنوان "History? Are We at The End of" تھا۔ ان مضامین کا مرکزی خیال یہ ہے کہ بیسویں صدی' جواب اپنے اختتام کو پہنچ رہی ہے' معاشی اور سیاسی لبرلزم کی ایسی فتح پر منتج ہوئی ہے جسے چھپایا نہیں جاسکتا۔

۱۷۔ ایضاً

۱۸۔ روزنامہ دی نیوز' کراچی/ یکم مارچ ۱۹۹۱ء

۱۹۔ ایضاً

۲۰۔ دی آبزرور/ لندن/ ۲۱ اپریل ۱۹۹۱ء

21. The news International Weekend mUgazine` 1991

۲۲۔ امریکی وزارت خارجہ کا مطبوعہ بولیٹن/ ۷ ستمبر ۱۹۶۱ء

۲۳۔ روزنامہ لاس اینجلس ٹائمز ۵ جنوری ۱۹۹۳ء مقالہ نگار: ہیرڈ اور جی ہیرویٹز

۲۴۔ مقالہ نگار: نارمن کیمبسٹر روزنامہ لاس اینجلس ٹائمز ۲ فروری ۱۹۹۲ء

۲۵۔ مقالہ نگار: جوزف نائے سابق امریکی وزیر خارجہ کے معاون: نیویارک ٹائمز ۲ فروری ۱۹۹۲ء

۲۶۔ نیویارک ٹائمز ۱۱ مئی ۱۹۹۲ء

۲۷۔ امریکی وزیر خارجہ ہنری کیسنجر۔ ۱۸ اپریل ۱۸۷۵ء

۲۸۔ جارج بش ۱۶ مارچ ۱۹۸۹ء

۲۹۔ ٹائمز ۲۷ جنوری ۱۹۹۲ء

۳۰۔ واشنگٹن پوسٹ ۱۲ جولائی ۲۰۰۲ء

۳۱۔ نیویارک ٹائمز/ ۱۲ دسمبر ۲۰۰۱ء

۳۲۔ ایضاً

۳۳۔ جنگ' ۱۳ اگست ۲۰۰۱ء کراچی/ روزنامہ ڈان کراچی' ۱۳ اگست ۲۰۰۱ء

۳۴۔ ایضاً

۳۵۔ ماہنامہ ترجمان القرآن/ مدیر پروفیسر خورشید احمد/ دسمبر ۲۰۰۱ء (اشارات)

۳۶۔ روزنامہ گارڈین' ۱۵ اکتوبر ۲۰۰۱ء

۳۷۔ دی انڈی پینڈینٹ/ ۱۵ اکتوبر ۲۰۰۱ء

۳۸۔ گارڈین/ ۱۰ اکتوبر ۲۰۰۱ء

۳۹۔ ایضاً

۴۰۔ دی اینڈی پینڈنٹ/ ۱۵ اکتوبر/ ص ۱

۴۱۔ القرآن/ سورۂ مائدہ/ آیت ۱۵

۴۲۔ روزنامہ جنگ کراچی/ ۲۶ جنوری ۲۰۰۳ء/ سنڈے میگزین

۴۳۔ ایشین ایج/ ۱۶ اپریل ۲۰۰۰ء

۴۴۔ ترجمان القرآن/ مئی ۲۰۰۰ء

۴۵۔ جنگ کراچی/ ۱۹ جنوری ۲۰۰۳ء

۴۶۔ جنگ کراچی/ ۲۴ جنوری ۲۰۰۳ء

۴۷۔ اس خبر پر جو ردعمل حکومتی اور غیر حکومتی سطح پر سامنے آیا' اس کو جاننے کے لئے دیکھیے ۲۴' ۲۵' ۲۶ جنوری کے ڈان' دی نیوز' جنگ کراچی اور دیگر اخبارات

۴۸۔ خورشید احمد/ امریکہ' مسلم دنیا کی بے اطمینانی/ ص ۱۷۹

۴۹۔ دی اینڈی پینڈنٹ/ ۱۵ اکتوبر ۲۰۰۱ء

۵۰۔ اکانومسٹ/ ۱۶ اکتوبر ۲۰۰۱ء/ ص ۵۲

۵۱۔ اتھکس اینڈ انٹرنیشنل افیئرز/ مئی ۲۰۰۱ء

۵۲۔ پروفیسر خورشید احمد/ ص ۱۱۳

۵۳۔ ایضاً

54. low back Thecosts and consequences of American Empire/ p.216

۵۵۔ نذر الحفیظ ندوی/ ص ۴۳

۵۶۔ ساحل/ مدیر منتظم ڈاکٹر خالد علی انصاری/ اکتوبر ۲۰۰۰ء ص ۵۰

۵۷۔ آئی ایم ایف کے طریقہ کار اور پاکستان کی صورت حال پر اس کے اثرات کے لئے ملاحظہ کیجئے' ساحل۔ ایضاً

۵۸۔ ساحل اکتوبر ۲۰۰۰ء

۵۹۔ القرآن/ سورۂ یوسف' آیت ۴۰

۶۰۔ القرآن/ سورۂ انعام' آیت ۶۲

۶۱۔ آل عمران' آیت ۱۵۹

۶۲۔ آلوسی/ روح المعانی/ بیروت/ جلد ۲۵/ ص ۱۰۶

۶۳۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی/ اسلام کا نظریہ سیاسی/ لاہور/ ص ۴۳

۶۴۔ روزنامہ جنگ کراچی' ۱۲ اگست ۲۰۰۲ء

۶۵۔ خالد بیگ/ بچے کم خوشحال گھرانہ حقیقت یا افسانہ/ مشمولہ ماہنامہ تعمیر افکار کراچی/ مدیر ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری/ ستمبر ۲۰۰۲/ ص ۴۹

۶۶۔ ایضاً/ ص ۵۰

۶۷۔ ایضاً

۶۸۔ ایضاً/ ص ۵۱

۶۹۔ ماہنامہ ساحل/ فروری ۲۰۰۰/ ص ۶۸

۷۰۔ اسرائیل میں آبادی کی موجودہ صورتحال اور اضافے کے اسباب و عوامل جاننے کے لئے ملاحظہ کیجئے' ساحل/ ص ۶۷' ۶۸ (فروری ۲۰۰۲ء)

۷۱۔ القرآن/ سورۂ بنی اسرائیل/ آیت ۳۱

۷۲۔ تفصیلی احکام کے لئے ملاحظہ کیجئے، مفتی محمد تقی عثمانی/ضبط ولادت/دارالاشاعت کراچی

☆ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی/ضبط ولادت/اسلامک پبلی کیشنز لاہور

۷۳۔ نذیر الحفیظ ندوی/مغربی میڈیا اور اس کے اثرات

۷۴۔ محمد صدیق شاہ بخاری/رواداری اور مغرب/علم وعرفان پبلیشرز لاہور/ص ۱۱۶ تا ۱۱۸

۷۵۔ ایضاً/ص ۴۸۵ تا ۵۲۰

۷۶۔ ہفت روزہ/دی گارڈین ۲۶ اکتوبر ۲۰۰۲ء

۷۷۔ ماہنامہ ساحل کراچی/مارچ ۲۰۰۱ء/ص ۱۳

۷۸۔ این جی اوز کے بارے میں تفصیل جاننے کے لئے دیکھئے ماہنامہ ساحل/فروری ۲۰۰۰ء و مارچ ۲۰۰۱ء

۷۹۔ محمد عطاء اللہ صدیقی/ویلنٹائن ڈے پر شرمناک طرز عمل/مشمولہ ماہنامہ محدث لاہور/مدیر اعلیٰ حافظ عبدالرحمٰن مدنی/مارچ ۲۰۰۲ء/ص ۴۶

80. The harper Lollins Encyclopeadia of Catholicism: 1997 p.1294

۸۱۔ ماہنامہ محدث/نومبر ۲۰۰۲ء/ص ۴۷

۸۲۔ ایضاً/ص ۴۸

۸۳۔ ایضاً/ص ۴۹

۸۴۔ ایضاً/۵۶

۸۵۔ پروفیسر خورشید احمد/امریکہ، مسلم دنیا کی بے اطمینانی/ص ۷۸ تا ۷۹

۸۶۔ مولانا وحید الدین خان/ماہنامہ تذکیر لاہور/مئی ۲۰۰۱ء/ص ۱۹

۸۷۔ پورا قرآن حکیم اسی بیان پر مشتمل ہے، کائنات کی گواہی کی سائنسی تصدیق کے لئے ملاحظہ کیجئے۔ سائنسی انکشافات قرآن حدیث کی روشنی میں/ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری/دارالاشاعت

۸۸۔ قرآن حکیم میں ہے ادع الیٰ سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ سورۃ نحل آیت ۱۲۵

۸۹۔ قرآن حکیم میں فرمایا: ما علی الرسول الا البلاغ۔ سورۃ مائدہ ۹۹

۹۰۔ نذر الحفیظ ندوی/مغربی میڈیا اور اس کے اثرات/ص ۳۳۹

۹۱۔ مولانا محمد عیسیٰ منصوری/مغرب کا سب سے بڑا بحران/مشمولہ پندرہ روزہ الشریعہ گوجرانوالہ/مدیر حافظ محمد عمار خان ناصر/۱۶ فروری ۱۹۹۹ء/ص ۷

۹۲۔ امریکہ میں اسلام کی تازہ ترین صورت حال کے لئے ملاحظہ کیجئے روزنامہ جنگ کراچی ۳۰ جنوری ۲۰۰۳ء/اور ہفت روزہ ضرب مومن کراچی/۱۹ تا ۲۵ جولائی ۲۰۰۲ء/مضمون یاسر محمد خان

۹۳۔ ابن ہشام/السیرۃ النبویہ/دارالمعرفہ بیروت ۱۹۷۸ء/ج ۴/ص ۲۳۱

۹۴۔ مسلم/الصحیح/ج ۲/ص ۱۳۱، رقم ۱۲۱۸

☆ ابن ہشام/ج ۴/ص ۲۳۱

۹۵۔ مسلم ج ۲/ص ۱۳۱، رقم ۱۲۱۸

۹۶۔ ڈاکٹر حمید اللہ/الوثائق السیاسیہ/دار الفکر بیروت ۸۵ء/خطبہ حجۃ الوداع

۹۷۔ القرآن، سورۃ بقرہ/آیت ۲۵۶

۹۸۔ القرآن/سورۃ مائدہ/آیات ۳۲

۹۹۔ ترمذی/السنن/ج ۵/ص ۶۰، رقم ۳۰۹۸

☆ مسلم ج ۲/ص ۱۳۱، رقم ۱۲۱۸

☆ ابن ماجہ/السنن/کتاب المناسک باب الخطبۃ یوم النحر، /رقم ۳۰۵۵

۱۰۰۔ ترمذی محولہ بالا

☆ ابن ماجہ محولا بالا

۱۰۱۔ احمد ذکی صفوت/جمہرۃ خطب العرب/المکتبۃ العلمیہ، بیروت/ج ۱/ص ۱۵۶

☆ الجاحظ/البیان والتبیین' بیروت/ج ۲/ص ۱۶

۱۰۲۔ ترمذی ج ۵/ص ۶۰' رقم ۳۰۹۸

☆ ابوداؤد/السنن/ج ۳/ص ۲۰۸' رقم ۳۳۳۴

۱۰۳۔ ابن ہشام/ج ۴/ص ۲۳۱

۱۰۴۔ سید فضل الرحمٰن/خطبہ حجۃ الوداع/زاوار اکیڈمی پبلی کیشنز' کراچی ۱۹۹۵ء/ص ۳۵

۱۰۵۔ احمد بن حنبل/المسند/رقم ۱۵۱۳۔ فی مسند مدنیین

۱۰۶۔ ترمذی/ج ۵/ص ۶۰' رقم ۳۰۹۸

۱۰۷۔ ترمذی' ج ۵/ص ۶۰' رقم ۳۰۹۸

☆ ابن ماجہ کتاب المناسک' باب الخطبۃ یوم النحر'/رقم ۳۰۵۵

۱۰۸۔ سلیمان بن احمد بن ایوب طبرانی/المعجم الکبیر/مکتبۃ العلوم والحکم' موصل' ۱۹۷۳ء/ج ۱۱/ص ۲۱۳

☆ الترغیب والترہیب/ج ۱/ص ۳۵

۱۰۹۔ سید فضل الرحمٰن/خطبہ حجۃ الوداع/ص ۲۹

۱۱۰۔ مسلم/باب بیان تفاضل الاسلام/رقم ۳۹/ج ۱۔

۱۱۱۔ سید فضل الرحمٰن/خطبہ حجۃ الوداع/ص ۳۵

۱۱۲۔ القرآن سورۂ روم/آیت ۲۱

۱۱۳۔ القرآن سورۂ انفال/آیت ۷۴

۱۱۴۔ القرآن سورۂ شوریٰ/آیت ۸۳

۱۱۵۔ القرآن سورۂ شوریٰ/آیت ۱۵

۱۱۶۔ خطبہ حجۃ الوداع کی تمام روایتوں کو یکجا ملاحظہ کرنے کے لئے دیکھئے سید فضل الرحمٰن/خطبہ حجۃ الوداع/زوار اکیڈمی پبلی کیشنز' کراچی ۱۹۹۵ء

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امتِ مسلمہ کی ذمہ داریاں تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

ڈاکٹر حافظ خالد محمود ترمذی۔ڈیرہ اسماعیل خان

آج انسانیت کو جو سب سے بڑا مسئلہ درپیش ہے وہ خود اس کی بقاء اور سلامتی کا ہے اس وقت پورا عالم انسانی ایک ایسے آتش فشاں کے دہانے پر کھڑا ہے جسے دہکانے میں ہماری اپنی کوششوں کو بڑا دخل ہے۔ ہلاکت اور تباہی کے مہیب اور تاریک سائے ہر سو بڑھتے اور پھیلتے ہی جا رہے ہیں۔ وسائل حیات کا بڑا حصہ جو انسان کی بہتری اور فلاح و بہبود پر صرف ہوتا وہ آج دنیا کو جہنم میں تبدیل کرنے پر صرف ہو رہا ہے۔ دنیا کے دس ایٹمی ممالک مثلاً روس' امریکہ' فرانس' جرمنی' برطانیہ' اسرائیل' بھارت' پاکستان اور شمالی کوریا کے جوہری بم اگر خدانخواستہ اکٹھے پھٹ پڑیں تو یہ تمام عالم کو جلا کر خاکستر کرنے کیلئے کافی ہیں۔ بظاہر امن و آشتی کی باتیں ہیں بباطن جنگ وجدل اور کشت و خوں کے نقیب ہیں۔ انسان انسان کا دشمن ہے' نفرت وعداوت' حقارت وتعصب اور مذہبی تنگ نظری نے انسانیت کی رداء کو تار تار کر دیا ہے۔ عالم انسانی جیسے اخوت ومحبت' بھائی چارے' باہمی ہمدردی وتعاون' ایثار قربانی کا چمن زار ہونا چاہیئے تھا وہ آج بغض وعناد' ظلم ونا انصافی' بے رحمی' بے حسی' طمع وحرص' برادر کشی اور جارحیت کا گڑھ بن چکا ہے۔ بڑے ممالک اور بڑی طاقتوں روس اور امریکہ نے پہلے چھوٹے ممالک کو بورژوا اور کمیونسٹ بلاکوں میں تقسیم کیا اب انہوں نے براہِ راست جارحیت کا نشانہ بنانا شروع کر دیا ہے۔ افغانستان کو پہلے روس نے 1979ء سے 1989ء تک انہیں کامل دس سال تک اپنی تگ وتاز کا نشانہ بنائے رکھا۔ 2002ء میں امریکہ نے اس کا تورا بورا بنا دیا۔ ڈیزی کٹر بموں سے نہ مساجد بچ سکیں نہ بچوں کے سکول' نہ مریضوں کی پناہ گاہیں ہسپتال محفوظ رہے۔ یہ کیسی تہذیب ہے۔

ابھی تک آدمی صید زبوں شہر یاری ہے
قیامت ہے کہ انسان نوع انساں کا شکاری ہے

آج دنیا ایک عجیب وغریب قسم کے فکری انتشار اور ذہنی پراگندگی کا شکار ہے۔ صدیوں تلک انسانیت ملوکیت اور شہنشاہیت کے استبداد اور مطلق العنانی کی چکی میں پسی رہی پھر جمہوریت کا سورج طلوع ہوا۔ لیکن یہ بھی انسانیت کے دگرگوں حالات میں کوئی تبدیلی نہ لا سکی کہ شاعر مشرق علامہ اقبالؒ یہ کہنے پر مجبور ہوئے:

دیو استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب
تو سمجھتا ہے اسے آزادی کی ہے نیلم پری

سرمایہ داری نظام

۱۷۸۹ء میں انقلاب فرانس کے نتیجے میں صنعتی انقلاب نے تمام دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ جو سرمایہ داروں کی ہی جنگ زرگری ہے۔ سید قطب شہید اپنی کتاب ''شبہات حول الاسلام'' میں لکھتے ہیں:

''سرمایہ داری نظام یورپ کی پیداوار ہے۔ یہ مشین کی ایجاد کا نتیجہ تھا جو اتفاق سے یورپ میں ایجاد ہوئی اور وہیں سے دنیا کے باقی حصوں میں پھیلی......اس کے فطری ارتقاء کے نتیجے میں دولت بتدریج سمٹ کر چند سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں آ گئی اور غریب اور مزدور اپنی جائیداد اور دولت غرض سب کچھ سے محروم ہو گئے۔ اس سے سرمایہ داروں کو سستے مزدور حاصل کرنے میں بڑی

آسانی ہوگئی جن کی محنت ومشقت کے طفیل ان کی دولت وتجارت میں بے تحاشا اضافہ ہوا۔اس کے باوجود انہوں نے مزدوروں کی اجرتوں میں اضافہ نہ کیا۔مزدوروں کے ان قلیل معاوضوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ سرمایہ دار ممالک کے باشندوں کی قوت خرید گھٹ گئی اور ان کا تیار کردہ سامان یونہی پڑا رہنے لگا۔چنانچہ سرمایہ داروں کو اپنا مال فروخت کرنے کیلئے نئی منڈیوں کی تلاش ہوئی جس نے نوآبادیاتی نظام کو منڈیوں اور خام مال کے بارے میں بین الاقوامی رقابتوں کو جنم دیا اور بالآخر معاملہ ناگزیر منطقی نتیجے میں تباہ کن جنگوں تک جا پہنچا۔''

علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں۔

مکر کی چالوں سے بازی لے گیا سرمایہ دار
انتہائے سادگی سے کھا گیا مزدور مات

کمیونزم

آجر ومزدور اور سرمایہ ومحنت کی آویزش کو ختم کرنے کے مدعی کیمونزم نے دو وقت کی روٹی کیلئے بھی مزدور کو قطار میں کھڑا کر دیا۔بقول اقبالؒ:

ہیں تلخ بندۂ مزدور کے اوقات

کیمونزم نے تو روٹی کپڑے کے سوا مزدور کے سارے حقوق پر ہی ڈاکہ ڈال دیا۔اسے ہر قسم کے حقوق سے محروم کر دیا۔حق ملکیت جو ایک جذبہ محرکہ ہے کسی کام کے لئے اس سے بھی محروم کر دیا۔کیپٹیلزم نے جس طرح اسلام کے شورائی نظام کو جمہوریت کی صورت میں اور فلاحی ریاست کا تصور مستعار لیا۔لیکن سودی معیشت کے نظام میں اس طرح انسانیت کو جکڑا کہ امیر امیر تر اور غریب غریب تر ہو گیا۔اسی طرح کیمونزم اور سوشلزم نے اسلام سے غیر سودی معیشت تو مستعار لی لیکن باقی نظام تمام تر انسانی ذہن کی اختراع۔لہٰذا کیمونزم بھی مقہور ومظلوم انسانیت کا مقدر نہ بدل سکا۔حتی کہ انسانیت ان سب نظاموں اور نظریوں کو آزمانے کے بعد ایک نئے عالمی نظام کی طرف دیکھنے پر مجبور ہے۔یہ نیا عالمی نظام جو اس کے دگرگوں معاشی حالات کو سنوار دے اسے غربت وافلاس کے عمیق اور تاریک گڑھے میں گرنے سے بچالے اور معاشی عروج وترقی سے ہم کنار کرے۔روز بروز جوہری جنگ بلکہ تیسری عالمگیر جنگ کی طرف بڑھتے ہوئے اور عالمی دہشت گردی کا شکار عالم انسانی کو امن وعافیت اور صلح وآشتی کی نوید دے۔

اسلام کا اصول

سرمایہ داری میں جہاں سود ایک کا لاکھوں کیلئے مرگِ مفاجات اور اشتراکیت کی بنیاد جدلی مادیت (Dialectial Materialism) ہے یعنی افراد کی کشمکش (سرمایہ ومحنت کی کشمکش) ہی وہ پراسرار اور مؤثر عامل ہے جو انسان کی تمام تر اقتصادی اور مادی ترقی کا اصل باعث ہے۔وہاں اسلام نے سرمایہ دار کے منافع میں مزدور کی حصہ داری کا اصول (جس کے متعلق اشتراکیت کا دعویٰ ہے کہ وہ اس کا وضع کردہ ہے) وضع کیا۔امام مالکؒ تو مزدور کو سرمایہ دار مالک کے ساتھ منافع میں برابر کے حصہ کا حقدار سمجھتے ہیں کیونکہ منافع کمانے میں جتنا حصہ سرمایہ دار کے سرمایہ کا ہے اتنا ہی مزدور کی محنت شاقہ کو بھی دخل ہے۔لہٰذا ان کے خیال میں دونوں کا منافع میں مساوی حصہ ہے۔

اسلام کے اسی اصول سے صاف ظاہر ہے کہ اسلام نے معاشرتی انصاف (بالفاظ دیگر معاشرتی امن) کے قیام کی ضرورت پر کس قدر زور دیا ہے۔ لیکن اسلام میں معاشرتی انصاف کے قیام کا یہ داعیہ کسی مادی ضرورت' مجبوری یا طبقاتی کشمکش کے نتیجے میں پیدا نہیں ہوتا جس کے بغیر بعض لوگوں کے نزدیک بہتر معاشی روابط و تعلقات ممکن ہی نہیں بلکہ اسلام نے تو پر امن بتائے باہمی کی دعوت دی ہے وہ طبقاتی کشمکش کی نوبت ہی نہیں آنے دیتا۔ مزدور کی محنت شاقہ کو چونکہ سرمایہ دار کے منافع میں نمایاں دخل ہوتا ہے اس کیلئے منافع میں حصہ تو فطری بات ہے۔ اسلام نے تو ان لوگوں کو بھی اس کی کمائی میں حصہ دار ٹھہرایا ہے جو کسی وجہ سے کسب معاش کی بے رحم دوڑ میں پیچھے رہ جاتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے

وَفِيْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ (البقرة: ۱۶۳)

''اور ان کے سرمایہ میں مانگنے والے اور محروم طبقہ کے لوگوں کیلئے حق معلوم ہے۔''

اسلام ایک خوشگوار نقطہ اعتدال

ان متضاد، دو متباین اور ہر دم باہم برسر پیکار ازموں، نظاموں اور نظریوں کی ستائی ہوئی انسانیت جس نئے عالمی نظام کی متلاشی ہے وہ اسلام آج سے چودہ سو سال قبل لے کر آیا۔ اسلام کا نظریہ اجتماع اس معاملے میں مختلف ہے جس کی وجہ سے اس کا معاشی نظام بھی ان دونوں سے مختلف ہے۔ اسلام فرد کی انفرادی حیثیت اور معاشرتی حیثیت دونوں کا لحاظ رکھتا ہے۔ اسلام ایک طرف تو فرد اور اجتماعی رجحانات اور دوسری طرف فرد اور دوسرے افراد معاشرہ کے مفادات کے مابین ہم آہنگی پیدا کرنا چاہتا ہے۔ مگر اس ہم آہنگی کی خاطر وہ نہ فرد کے مفاد کو نظر انداز کرتا ہے اور نہ اجتماعی بہبود سے صرف نظر کرتا ہے۔ اسی طرح اسلام کا معاشی نظام توافق و ہم آہنگی کے اس تصور پر قائم ہے جو سرمایہ داری اور اشتراکیت کے دو انتہاؤں کے درمیان ایک خوشگوار نقطہ اعتدال ہے۔ اسی میں دونوں نظاموں کی خوبیاں تو موجود ہیں مگر ان کی خامیوں سے اس کا دامن پاک ہے۔ یہ اصولی طور پر ذاتی ملکیت کی اجازت دیتا ہے مگر اسے ایسی پابندیوں نے انفاق کی ترغیب اور بخل سے ترہیب نیز حقوق العباد کی ادائیگی سے محدود کر دیتا ہے جو اسے بے ضرر بنا دیتی ہیں۔ دوسری طرف اسلام حکمران اور معاشرے کو اجتماع کے نمائندے ہونے کی حیثیت میں ذاتی ملکیت کی تنظیم کی خاطر ضروری قوانین بنانے اور معاشرتی بہبود کیلئے ان میں حسب ضرورت تغیر و تبدل کرنے کا بھی پورا اختیار دیتا ہے۔ جیسے اَنَّ فِی الْمَالِ حَقًّا سوی الزکوۃ ''مال میں زکوۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔ (ترمذی)

دوسری طرف قرآن مجید نے تکاثر اسراف و اتراف اور دولت و ثروت کو گن گن کر جمع کرنے کی سخت مذمت کی ہے اور جود و سخاوت' فیاضی' صدقہ و خیرات کی تلقین کی ہے اور اب بھی دنیا کو معاشرتی امن کی ضرورت ہوگی تو اسے تن پرستی اور تکاثر سے اجتناب کر کے توسط کی زندگی کو اپنانا ہوگا اور اقتصاد کو جس کے معنی ہی میانہ روی ہے اقوام عالم کا ضروری معاشرتی قاعدہ یعنی بین الاقوامی ضابطہ بنانا ہوگا۔ یعنی ترقی یافتہ ممالک ترقی پذیر ممالک کا استحصال کرنے کی بجائے انہیں بھی اپنی ترقی میں شریک کریں' ان کی امداد کریں' انہیں اپنے علوم اور ٹیکنالوجی اور مہارتیں منتقل کریں تا کہ وہ بھی ترقی کریں۔

بقول اقبالؒ

تا نہ باشد در جہاں محتاج کس

نکتہ شرع مبیں ایں است و بس

شعر کا تعلق گو مسلمانوں سے ہے۔ لیکن چونکہ

الخلق عیال اللّٰہ فاحب الخلق الی اللّٰہ من احسن الی عیالہ

''تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور مخلوق میں وہی اللہ کو محبوب ہے جو اللہ کی مخلوق کے ساتھ بہتر سلوک کرے۔ (شیخین)

وحدت نسل انسانی

فرمان الٰہی ہے:

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَة فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مبشرین و منذرین وانزل معهم الكتاب باالحق

لیحکم بین النّاسِ فیما اختلفوا فیه ط. (۲:۲۱۳)

''ابتداء میں تمام انسان ایک ہی گروہ تھے (پھر ان میں اختلاف پیدا ہوا) پس اللہ نے (یکے بعد دیگرے) نبیوں کو مبعوث کیا۔ وہ (نیک عملی کے نتائج کی) بشارت دیتے اور (بدملی کے نتائج سے) متنبہ کرتے نیز ان کے ساتھ ''الکتاب'' (یعنی وحی الٰہی سے لکھی جانے والی تعلیم) نازل کی تا کہ جن باتوں میں لوگ اختلاف کرنے لگے تھے ان میں وہ فیصلہ کردینے والی ہو۔

قرآن کریم نے کئی آیات میں اس حقیقت کو بیان کیا ہے ان میں سے سورۃ نساء کے آغاز میں ارشاد ربانی ہے۔

''اے لوگو اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تم کو ایک ہی اصل سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑ پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت سے سردار عورتیں پھیلائیں اور اللہ سے ڈرتے رہو کہ جس اللہ کے ذریعے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رحموں (رشتوں) کی نگہداشت کرو اور اللہ تم پر نگہبان ہے۔ (النسآ :۱)

اسلام وحدت نسلِ انسانی کا داعی ہے اور تفریق بین الناس کا شدید مخالف ہے۔ قوم و نسل، رنگ و زبان کے امتیازات کا استیصال کرتا ہے۔ نسل انسانی کی وحدت کا نظریہ اسلام کے علاوہ کسی دوسری تہذیب اور مذہب میں نظر نہیں آتا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کا یہ نظریہ امن کی بنیان مرصوص پر دائمی اخوت و مساوات کی مستحکم تعمیر کرتا ہے۔ یہی وحدت دین اور وحدت معبود کا مظہر ہے۔

وحدتِ دین

مولانا ابوالکلام آزاد ترجمان القرآن میں رقمطراز ہیں:

قرآن کہتا ہے خدا کے جتنے پیغمبر پیدا ہوئے خواہ وہ کسی زمانے اور کسی گوشے میں ہوئے ہوں سب کی راہ ایک ہی تھی اور سب خدا کے ایک ہی عالمگیر قانون سعادت کی تعلیم دینے والے تھے۔ یہ عالمگیر قانونِ سعادت کیا ہے؟ ایمان اور عمل صالح کا قانون ہے۔ یعنی ایک پروردگارِ عالم کی پرستش کرنی اور نیک عملی کی زندگی بسر کرنی۔

وَلقد بعثنا فی کلِّ اُمۃٍ رَّسولاً اَنِ اعبدوا اللّٰہ واجتنبوا الطاغوت۔ؑ

''اور بلاشبہ ہم نے دنیا کی ہر قوم میں ایک پیغمبر مبعوث کیا (جس کی تعلیم یہ تھی) کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے (یعنی سرکش اور شریر قوتوں کے اغوا سے) اجتناب کرو۔''

وما ارسلنا من قبلک من رَّسولٍ اَلَّا نوحی اِلیہِ انّہٗ لا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا فاعبدون۔o

''اور (اے پیغمبر!) ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول دنیا میں نہیں بھیجا مگر اس وحی کے ساتھ کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں پس میری ہی عبادت کرو۔'' (۲۱:۲۴)

واِنّ ھٰذہٖ امتکم اُمّۃً وّاحِدَۃً وَّانا رَبُّکُمْفاتَّقُوْن۔ (۲۳:۵۲)

''اور (دیکھو) یہ تمہاری امت فی الحقیقت ایک ہی امت ہے اور میں تم سب کا پروردگار ہوں پس میری عبودیت و نیاز کی راہ میں تم ایک ہو جاؤ (اور) نافرمانی سے بچو۔''

قرآن کا فرمان ہے خدا نے تمہیں ایک ہی جامہ انسانیت دیا تھا تم نے انسانیت کی وحدت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا یا تمہاری نسلیں بہت سی ہیں' تمہارے وطن بہت سے بن گئے ہیں' تمہاری قومیں بے شمار ہیں' تمہارے رنگ بھی یکساں نہیں ہیں' یہ بھی باہمی نفرت وعداوت کا بڑا ذریعہ بن گیا ہے' (یورپ اور امریکہ میں کالوں کی بستیاں' ریسٹورنٹ اور سکول تک الگ ہیں۔ خ۔م) تمہاری بولیاں مختلف ہیں پھر ان کے علاوہ امیر وفقیر' سرمایہ دار و نادار' آقا و نوکر' ضعیف وقوی' ادنیٰ واعلیٰ بے شمار اختلاف پیدا کر لئے ہیں اور سب کا منشا یہی ہے کہ ایک دوسرے سے جدا ہو جاؤ اور ایک دوسرے سے نفرت کرتے رہو۔ ایسی صورت میں بتاؤ وہ کونسا رشتہ ہے جو اتنے اختلافات رکھنے پر بھی انسانوں کو ایک دوسرے سے جوڑ دے اور انسانیت کا بچھڑا ہوا گھرانا پھر از سر نو آباد ہو جائے۔ قرآن کریم کا فرمان ہے صرف ایک ہی رشتہ باقی رہ گیا ہے اور وہ خدا پرستی کا مقدس رشتہ ہے۔ تم کتنے ہی الگ الگ ہو لیکن تمہارے خدا الگ الگ نہیں ہو سکتے۔ تم سب ایک ہی پروردگار کے بندے ہو' تم سب کی بندگی و نیاز کیلئے ایک ہی معبود کی چوکھٹ ہے تم بے شمار اختلافات رکھنے پر بھی ایک ہی رشتہ عبودیت میں جکڑے ہوئے ہو' تمہاری کوئی نسل ہو' تمہارا کوئی وطن ہو' تمہاری کوئی قومیت ہو' تم کسی درجے میں اور کسی حلقے کے انسان ہو لیکن جب ایک ہی پروردگار کے آگے سر نیاز جھکا دو گے تو یہ آسمانی رشتہ تمہارے تمام ارضی اختلافات مٹا دے گا۔ تمہارے بچھڑے ہوئے دل ایک دوسرے سے جڑ جائیں گے تم محسوس کرو گے کہ تمام دنیا تمہارا وطن ہے۔ تمام نسل انسانی تمہارا گھرانا ہے اور تم سب ایک ہی ربّ العٰلمین کی عیال ہو۔ چنانچہ اس کی ہدایت ہے کہ خدا کے جتنے رسول بھی پیدا ہوئے یا بھیجے گئے جن کے بارے میں ارشاد ہے:

منھم مَن قصَصْنا علیکَ و منھم من لم نقصُصْ علیک۔ (۴۰:۷۸)

سب کی تعلیم یہی تھی کہ 'الدین' پر مبنی بنی نوع انسانی کے ایک ہی عالمگیر دین پر قائم رہو اور اس راہ میں ایک دوسرے سے الگ الگ نہ ہو جاؤ۔ ارشاد ربانی ہے:

شرع لکم من الدّین ما وصّٰی بہٖ نوحاً وّ الذیٓ او حینآ الیک وما و صّینا بہٖ اِبراھیم و

مُوسٰی و عیسیٰ أن أقیموا الدین ولا تتفرّقُوا فِیہِ ط. (۱۳:۴۲)

اور (دیکھو!) اس نے تمہارے دین کی وہی راہ قرار دی ہے جس کی وصیت نوح کو کی گئی تھی اور جس پر چلنے کا حکم ابراہیم موسیٰ اور عیسیٰ (علیہ السلام) کو دیا تھا (ان سب کی تعلیم یہی تھی) کہ ''الدین'' (یعنی خدا کا ایک ہی دین) قائم رکھو اور اسی راہ میں الگ الگ نہ ہو جاؤ۔

دین کے اعتقاد و عمل کی اصل

پھر ایک مقام پر صاف صاف الفاظ میں واضح کر دیا کہ اصل دین کیا ہے اور کن باتوں سے ایک انسان دین کی سعادت وفلاح حاصل کر سکتا ہے۔

لیس البِرَّ أن تولو اوجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکنّ البرّ من امن باللّٰہ والیوم الآخر والملٰئکۃِ والکتاب والنّبیّن ج واتی المَال علٰی حبّہٖ ذوی القربٰی والیتٰمٰی والمسکینَ وابن السّبیل والسّآئلینَ وفِی الرقاب ج وَأَقَام الصّلٰوۃ واتی الزّکوٰۃَ ج و الموفون بعھدھم إذا عاھدوا والصّابرینَ فِی الباسآءِ والضرّآء وحِیْن الباس ط اولٰئک الذِین صدقوا واوَلٰئِکَ ھم المتقون ○ البقرۃ (۱۷۷:۲)

''اور (دیکھو!) نیکی یہ نہیں ہے کہ تم نے (عبادت کے وقت) اپنا منہ پورب کی طرف اور پچھم کی طرف کر لیا (یا اسی طرح کی کوئی دوسری بات ظاہر رسم اور ڈھنگ کی کر لی) نیکی کی راہ تو اس کی راہ ہے جو اللہ پر آخرت کے دن پر ملائکہ پر تمام کتابوں پر تمام نبیوں پر ایمان لاتا ہے۔ اپنا مال خدا کی محبت کی راہ میں رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور سائلوں کو دیتا ہے اور غلاموں کو آزاد کرنے میں خرچ کرتا ہے۔ نماز قائم کرتا ہے، زکوٰۃ ادا کرتا ہے۔ قول وقرار کا پکا ہوتا ہے۔ تنگی اور مصیبت کی گھڑی میں یا خوف وہراس کے وقت ہر حال میں ثابت قدم رہتا ہے۔ (یاد رکھو) ایسے ہی لوگ ہیں (جو اپنی دین داری میں) سچے ہیں یہی ہیں جو برائیوں سے بچنے والے ہیں۔ (ترجمان القرآن جلد اول ص ۲۲۵ _ ۲۲۶)

اسلام۔ اللہ کا پسندیدہ دین

فرمان الٰہی ہے: انّ الدّین عند اللّٰہ الاسلام. سورۃ آلِ عمران کی یہ آیت کریمہ بڑی مہتم بالشان اور فیصلہ کن آیت ہے کہ اللہ کے نزدیک (پسندیدہ) دین تو اسلام ہے۔ (۱۹:۳) نیز صاف صاف الفاظ میں فرما دیا۔

ومن تبغ غیرا لاسلام دیناً فلن یقبل منہ و ھُوَ فی الآخرۃِ مِن الخاسرین. (۸۵:۳)

''اور (دیکھو) جو کوئی اسلام کے سوا (جو تمام رہنمایان حق کی تصدیق (پیروی کی راہ ہے) کسی دوسرے دین کا خواہش مند ہوگا تو وہ کبھی قبول نہیں لیا جائے گا اور آخرت کے دن وہ نامراد لوگوں میں ہوگا۔''

رسولِ انسانیت

پھر اس دین کامل اور اللہ کریم کے پسندیدہ اور چنیدہ دین

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناo (۵:۳)

''آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور تمہارے لئے پسند کر لیا کہ دین اسلام ہو۔''

مولا نے اپنے حبیب کی عالمگیر کاملی رسالت ونبوت کا اعلان فرمایا۔

قل یایھا الناس انی رسول اللّٰہ الیکم جمیعاً.

''آپ فرما دیجئے اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔''

یعنی آپ تمام بنی نوع انسان کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے۔ آپ رسول عالمؐ میں لہٰذا ہر کس و ناکس کو طوعاً وکرھاً آپؐ پر ایمان لانا لازم ہے اور آپ کی تعلیمات پر عمل کرنا لازم ہے۔

افغیر دین اللّٰہ یبغون ولہ اسلم من فی السمٰوٰتِ والارض طوعاً وّ کرھاً وّالیہ یُرجعُون. (۳:۸۳)

''پھر کیا یہ چاہتے ہیں اللہ کا دین چھوڑ کر کوئی دوسری راہ ڈھونڈھ نکالیں' حالانکہ زمین وآسمان میں جو کوئی بھی موجود ہے خوشی سے یا ناخوشی سے مگر سب اسی کے حکم کے فرمانبردار ہیں اور بالآخر سب اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

تعلیمات نبوی ﷺ

"The Untold Story" کے مصنف کرنل پی ایم کول لکھتے ہیں کہ حضرت انسان کی پانچ ہزار سالہ تحریری تاریخ میں پندرہ ہزار جنگیں ہوئی ہیں۔ گویا اوسطاً تین جنگیں فی سال ہوتی رہیں۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ اس پانچ ہزار سالہ دور میں تین سو سال ایسے خوش قسمت تھے جب باقاعدہ جنگ نہیں ہوئی گویا اس دور کا صرف چھ فی صد حصہ جنگ سے محفوظ رہا۔ لیکن وہ بھی زیادہ تر اس لئے کہ یہ کسی جنگ کے بعد کا حصہ تھا یا پھر کسی جنگ کی تیاری کا زمانہ تھا اور جنگ کا مطلب ہے انسانوں کی موت جو بے گناہ ہیں یعنی مرگِ انسانیت پہلی عالمی جنگ میں ۸۰ لاکھ انسان لقمہ اجل بن گئے اور دوسری عالمی جنگ میں ۵ کروڑ انسان موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ ۱۹۴۵ء سے ۱۹۸۵ء تک کوئی بڑی اور عالمگیر جنگ تو نہیں ہوئی لیکن ڈیڑھ سو چھوٹی چھوٹی جنگیں ہوئیں جن میں تین کروڑ انسان مارے گئے۔ ۶ اگست ۱۹۴۵ء کو ہیروشیما پر گرائے جانے والے ایٹم بم نے (جسے "Little Boy" یعنی چھوٹا لڑکا کا ظریفانہ نام دیا گیا تھا' ایک لاکھ اکتالیس ہزار انسانوں کو موت کی نیند سلا دیا اور آج اندازاً پچاس سے ساٹھ ایٹم بم موجود ہیں اور ایٹمی آلات کا عالمی ذخیرہ دوسری عالمگیر جنگ کے مجموعی بارود سے تقریباً تین ہزار گنا بارودی طاقت رکھتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ تباہ کاری آلات ایٹم بم سے بھی آگے بڑھ کر ہائیڈروجن بم نیوٹرون بم' کروز میزائل اور سٹار وار تک جا پہنچے ہیں۔ کیا یہ آلات بقاء انسانی کے پھمن ہیں؟ یا عالمی امن کے قیام کیلئے ممد ومعاون ہیں؟

جیافری بے نی اپنی کتاب "The Causes of War" میں لکھتا ہے:

''۱۹۰۱ء سے لے کر اب تک روس نے اوسطاً ہر صدی کے چھیالیس سال جنگ کرنے میں گذارے ہیں۔''

اس کے نتیجے میں لاتعداد معصوم جانیں ضائع ہوئیں اور متعدد مسلمان ریاستوں کے اندر اللہ کا نام لینا ممنوع تھا۔ ۱۹۷۹ء سے ۱۹۸۹ء تک افغانستان پر حملے کے نتیجے میں جب روس کا شیرازہ بکھرا تو یہ مسلمان ریاستیں آزاد ہوئیں۔ لیکن چیچنیا اور بوسنیا ابھی تک اپنی آزادی کی جنگ تنہا لڑ رہے ہیں جسے روس اور امریکہ دہشت گردی قرار دیتے ہیں۔ (خ۔م)

بریگیڈیئر گلزار احمد اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

''آج کی جنگوں سے غیر تسلی بخش نتائج برآمد ہوتے ہیں اور جس طرح ایک جنگ کا خاتمہ دوسری جنگ کا پیش خیمہ بن جاتا ہے۔ اگر ان کا موازنہ نبی اکرم ﷺ کی غزوات کے ساتھ کیا جائے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آج کی جنگ کبھی نہ ختم ہونے والی جنگ ہوا کرتی ہے۔ قتال کے ختم ہو جانے پر سرد جنگ اور اقتصادی جنگ شروع ہو کر پوری نوع انسانی کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔ دوسری طرف غزوات نبوی کا ہر غزوہ اور ہر سریہ اس خطے کو امن و امان اور صلح و اخوت کی گراں بہا دولت عطا کرتا ہے تو مغرب کے ایک مفکر نے جنگ کے بعد ایام صلح کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔

''اگر تم اپنی توجہ صرف فتح پر مرکوز کر دو گے اور جنگ کے بعد کے نتائج پر توجہ نہ دو گے تو شاید تم جنگ جیتنے تک اس قدر کمزور ہو چکے ہو گے کہ اپنی فتح سے فائدہ نہ اٹھا سکو گے۔ (جیافری بلے نی۔ The Cause of War سبیک ملن۔ لندن۔ ۱۹۷۳ء۔ ص ۲۱)

یہ صورت حال دوسری جنگ عظیم کے بعد برطانیہ کو پیش آ چکی تھی۔ صلح حدیبیہ اور پھر فتح خیبر کے بعد کی صلح کو دیکھا جائے تو کس قدر فرق معلوم ہوتا ہے یعنی اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی زندگی بخش دعوت پر لبیک کہنے والوں نے کس طرح جزیرۃ العرب میں امن اور اخوت کے بیج بوئے تھے جو صدیوں تک اپنے پھل دیتے رہے۔

مہلک ایٹمی ہتھیاروں کی جنگ کی ہولناکیوں پر ایک شاعر کا منظوم تبصرہ ملاحظہ ہو:

خون اپنا ہو یا پرایا ہو — نسلِ آدم کا خون ہوتا ہے
جنگ مشرق میں ہو کہ مغرب میں — امنِ عالم کا خون ہوتا ہے
بم گھروں پر گریں کہ سرحد پر — روحِ تعمیر زخم کھاتی ہے
کھیت اپنے جلیں یا غیروں کے — زیست فاقوں سے ماری جاتی ہے

امت مسلمہ کی ذمہ داریاں

آج کل جن نازک حالات اور بحران سے امت مسلمہ گذر رہی ہے۔ رسول اللہ ﷺ اس کی پیشگوئی فرما چکے ہیں:

حضرت ثوبانؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قریب ہے کہ (تمام) قومیں تم پر متحدہ طور پر ٹوٹ پڑیں جس طرح کہ کھانا کھانے والے برتن پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ کسی نے پوچھا کہ کیا اس وقت ہم تعداد میں کم ہوں گے؟ تو آپؐ نے فرمایا نہیں بلکہ اس وقت تم بہت زیادہ تعداد میں ہو گے لیکن تم جھاگ کی طرح ہو گے جس طرح سیلاب کی وجہ سے (پانی کے اوپر جھاگ آ جاتا ہے) اور اللہ تمہارے

دشمنوں کے دل سے تمہارا خوف دور کردے گا اور تمہارے دلوں میں کمزوری (وھن) ڈال دے گا۔ پوچھنے والے نے پوچھا یارسول اللہ وہ کمزوری (وھن) کیا ہے؟ فرمایا کہ دنیا سے محبت اور موت سے کراہت۔ ابوداؤد' کتاب الملاحم۔ جلد۴ ص ۴۸۳۔۴۸۴۔ دارالحدیث۔حمص۔شام ۱۹۷۳ء)

روزانہ روس' چیچنیا اور بوسنیا پر وحشیانہ بمباری کررہا ہے۔ امریکہ تمام مسلمانوں کو دہشت گرد قرار دے کر اسلامی ممالک کو برائی (Evil) کے مراکز اور دہشت گردوں کو پناہ دینے کا الزام دے رہا ہے وہ جنگ آزادی یعنی آزادی کیلئے جدوجہد مثلاً کشمیر کے مسلمانوں کو بھارت کے خلاف جہاد اور فلسطینی مسلمانوں کا اسرائیل کے خلاف جدوجہد اور دہشت گردی میں کوئی فرق کرنے کو تیار نہیں اس کے برعکس عراق پر کوئی کیمیائی اور مہلک ہتھیاروں کی تیاری کے بے بنیاد الزام کے بہانے اس پر حملہ کرنے پر تلا ہوا ہے۔ برطانیہ اس کا حمایتی ہے۔

امتِ مسلمہ کی ذمہ داری ہے کہ اس بحران سے عہدہ برآ ہونے کی صورت نکالے۔

ا۔ مسلم نیشنز آرگنائزیشن M.N.O کا قیام

امتِ مسلمہ عالمی سطح پر امن و آشتی اور اخوت و مساوات پر مبنی معاشرہ قائم کرنے کی ذمہ دار ہے۔ بقول اقبالؒ

یہی مقصود فطرت ہے یہی رمزِ مسلمانی
اخوت کی جہانگیری محبت کی فراوانی

لیکن یہ اسی وقت ممکن ہے جب خود امتِ مسلمہ کے اندر امن و اخوت اور اتحاد و اتفاق موجود ہو یعنی وہ میثاق مدینہ کی شق نمبر ۱۹ کہ وانّ سلم المؤمنین وحدۃ (مسلمانوں کا امن ایک ہے یعنی اسے تقسیم نہیں کیا جاسکتا) پر عمل کرتے رہنا چاہیئے تھا کہ مسلمان اس کے باوجود امن بین المسلمین قائم نہیں رکھ سکے۔ اسی وجہ سے وہ کرۂ ارض پر حضور پرنور ﷺ کی تعلیمات کے مطابق امن و عافیت اور اخوت و مساوات کی فضا قائم کرنے میں ناکام رہے لیکن اب اگر امتِ مسلمہ کے قائدین و اکابرین بشمول تمام اسلامی ممالک کے حکمران اسمبلیوں کے ارکان سیاسی و مذہبی جماعتوں کے عہدیداران وارکان اور علماء و مشائخ عظام اور دانشوران اپنی ذمہ داریاں پوری کریں کہ آرگنائزیشن آف اسلامک کانفرنس O.I.C کو صحیح معنوں میں (U.N.O) اقوامِ متحدہ کے مقابلے اور مقابلے کی تنظیم بنانے میں ہر ممکن سعی و کاوش کریں اور اس کا نیا نام مسلم نیشنز آرگنائزیشن M.N.O یا مسلم امہ آرگنائزیشن U.M.O رکھیں اور مسلم ممالک میں قوت و اتحاد پیدا کریں کہ بقول اقبالؒ

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک
ایک ہی انکا نبیؑ دین بھی ایمان بھی ایک
حرمِ پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

نیز اسلام ہی ایک ایسا دین ہے جو ان مختلف گروہوں' قوموں' قبیلوں میں بٹی ہوئی انسانیت کو ایک نقطے اور ایک محور و مرکز پر

اکٹھا کر سکتا ہے۔ کیونکہ وہ عدل اجتماعی (Social Justice) کے قیام کا ضامن دین ہے۔ یہ واحد دین ہے جو رنگ ونسل اور قومی عصبیت کے خلاف ہے۔ وہ تمام انسانوں کو ایک ہی نسل بلکہ بھائی بھائی قرار دیتا ہے۔ فرمان نبوی ﷺ ہے۔ اللھمّ اشھد أن العباد کلھم اخوۃ. خدایا گواہ رہنا تمام انسان بھائی بھائی ہیں۔ (حصن حصین۔ص ۱۰۵)

اسود و احمر کی تو نے ختم کر ڈالی تمیز
ایک ہی صف میں بٹھائے تو نے آقا و غلام

کیونکہ ان سب کا باوا آدم اور اماں حوا ایک ہے اور ان سب کا اللہ ایک ہے۔ جس کا پسندیدہ دین بھی ایک ہے۔ اسلام اور جو قوم خود ایک سے زیادہ خداؤں کی قائل ہو وہ نسلِ انسانی کی وحدت پر کیسے یقین رکھ سکتی ہے۔ لہٰذا وہ تو نسلِ انسانی کو طبقات میں تقسیم کر کے رکھ دے گی وہ تو انسانوں کو مالدار اور نادار میں بانٹ دے گی۔ وہ تو انسانیت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گی اور انسانوں کو ایک نقطۂ ایک محور و مرکز پر کیسے حملہ کر یگی وہ تو خود منقسم ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو امتِ مسلمہ کو حضرت اکبر الہ آبادی کے اس مشورے پر عمل کرنا چاہیئے۔

وہ باتیں جن سے قومیں ہو رہی ہیں نامور سیکھو — اٹھو تہذیب سیکھو صنعتیں سیکھو ہنر سیکھو
بڑھاؤ تجربے اطراف دنیا میں سفر سیکھو — خواصِ خشک وتر سیکھو علوم بحر و بر سیکھو

خدا کے واسطے اے نوجوانو ہوش میں آؤ
دلوں میں اپنے غیرت کو جگہ دو جوش میں آؤ

۲۔ لہذا ملتِ اسلامیہ کیلئے جس کی ایک ذمہ داری امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یعنی منکرات کی روک تھام ہے۔ ضروری ہے کہ دنیا میں امن قائم کرنے کیلئے قوت وشوکت حاصل کرے۔ ادھر موجودہ دور کی سب سے بڑی نفسیاتی حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی قومیں مادی علوم میں جس کو اپنا ''امام'' تسلیم کر لیتی ہیں وہ ذہنی ونفسیاتی اعتبار سے اپنے دیگر تمام تہذیبی وتمدنی معاملات میں بھی اسی کو ''امامت'' یعنی قیادت کے منصب پر فائز سمجھنے لگ جاتی ہیں۔

جو حال موجودہ ترقی یافتہ قوموں کا آج ہے وہی حال قرونِ وسطیٰ میں مسلمانوں کا یعنی مسلم امہ کا بھی رہ چکا ہے۔ جبکہ اہل اسلام اپنے باطن کے ساتھ ساتھ ظاہری حیثیت کے بھی ممتاز تھے تو اس وقت دوسری قومیں ان کے اقوال کو سند کا درجہ دیتی تھیں بلکہ انہی سے انہوں نے یہ علوم سیکھے ہیں اور ان میں سبقت لے گئی ہیں اور مسلمان علم کے میدان میں بچھڑ گئے بقول اقبالؒ

قوت افرنگ از علم وفن است
از ہمیں آتش چراغش روشن است

اور ان کے اقوال سے استدلال کرنے میں فخر محسوس کرتی تھیں یہ مقام جب تک پھر دوبارہ پیدا نہیں ہوتا تب تک امتِ مسلمہ صحیح معنی میں کوئی معزز مقام حاصل نہیں کر سکتی۔ غرض جب تک موجودہ صورتِ حال معکوس نہیں ہوتی ہم اقوام عالم کو 'معروف' اور 'منکر' کے اسباق ٹھیک ٹھیک نہیں پڑھا سکتے اور معروف ومنکر ہر دور اور ہر معاشرے میں مختلف نوعیت کے ہو سکتے ہیں۔ موجودہ دور کے

منکرات میں جوا، لاٹری، سٹہ بازی، سودی کاروبار، فحش فلمیں، فحش لٹریچر، ریڈیو اور ٹیلی وژن کا غلط استعمال، ڈش، کیبلز، فیوڈ کلب اور مختلف قسم کے انسانیت سوز اور مخرب اخلاق رجحانات نمایاں ہیں۔

مگر دورِ جدید کا سب سے بڑا منکر اس کے مہلک اور تباہ کن سائنسی ایجادات اور خطرناک قسم کے تمدنی اور اجتماعی رجحانات خلائیات اور اجرام ساوی کی تسخیر بھی ہے۔ جب ایک طرف انسانیت کی ایک بہت بڑی اکثریت نانِ جویں کی محتاج ہے۔ خطِ غربت وافلاس سے بھی نیچے زندگی کرنے پر مجبور ہے۔ ترقی یافتہ جنگی جنون میں مبتلا اقوام کی باہمی قومی و نسلی رقابت و کش مکش اور معرکہ آرائیوں کے نتیجے میں خلافتِ ارض کے تقاضوں سے گریز و فرار کو ظاہر کر رہا ہے۔ یہ بے جا اسراف و تبذیر ہے۔ یہ تمام خرابیاں موجودہ خودکشی کرتی ہوئی تہذیب کے تحفے اور مادیت ولادینیت اور خدا فراموشی کے عالمگیر نتائج ہیں۔

ان ہلاکت خیزیوں سے عالم انسانی کو بچانا امتِ مسلمہ کی اولین ذمہ داری ہے اور یہ کارنامہ صرف عالمِ اسلام یعنی امتِ مسلمہ ہی انجام دے سکتی ہے۔ بشرطیکہ وہ اتنی طاقتور ہو جائے کہ منشائے الٰہی کو بوقتِ ضرورت بزور قوت نافذ کر سکے۔

؎ جو ضرب کلیمی نہیں رکھتا وہ ہنر کیا

نیز میری زندگی کا مقصد تیرے دیں کی سرفرازی

میں اسی لئے مسلماں میں اسی لئے نمازی

۳۔ جدید وقدیم علوم سے بہرور ''اولوالالباب'' "Think Tanks" کا قیام

فرمانِ الٰہی ہے:

كُنْتُمْ خيرَ أُمَّةٍ اخرجت للنّاسِ تامرون بالمعروفِ و تنهون عنِ المنكر (۳:۱۱۰)

''تم بہترین امت ہو جو تمام لوگوں کیلئے پیدا کی گئی ہے تم انہیں معروف کا حکم کرتے رہو اور منکر سے روکتے رہو۔''

نیز فرمایا:

ولتكن منكم أُمّةٌ يّدعون إلى الخير و يأمرون بالمعروف وينهون عن النكر و اولئك هم المفلحون٥

''اور تم میں ایک ایسی جماعت (ضرور) ہونی چاہیئے جو خیر کی طرف بلائے اور معروف کا حکم کرے اور منکر سے روکے اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔ (۳:۱۰۴)

مولانا محمد شہاب الدین ندوی لکھتے ہیں: ان دونوں آیتوں کا مفہوم الگ الگ ہے۔ پہلی آیت کا تعلق پوری نوع انسانی سے ہے جبکہ دوسری آیت ملتِ اسلامیہ کے ساتھ مخصوص ہے اسی لحاظ سے دوسری آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ تم میں سے ایک ایسی جماعت ضرور ہونی چاہیئے جو ہر قسم کے دینی و شرعی معاملات میں تمہاری رہنمائی کرے (علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ خیر سے مراد اتباع قرآن وسنت ہے۔ تفسیر ابن کثیر، ۱/۳۹۰) اور مولانا مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں خیر کی اس سے جامع اور مانع تعریف نہیں ہو سکتی پورا دین شریعت اس میں آ گیا۔ (معارف القرآن ۲:۱۴۰) اور تمہارے ملی و اجتماعی مسائل حل کرے اس مخصوص جماعت کی حیثیت پوری ملت اسلامیہ کے

درمیان ایک نگران اعلیٰ اور شاہد کی سی ہوگی جیسا کہ "ولتکن منکم" کے الفاظ تقاضا کر رہے ہیں اور اسی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے اور یہ اسی کا منطقی و عقلی تقاضا ہے کہ ایسی جماعت کو دینی و دنیوی تمام علوم وسائل پر عبور ہونا چاہیئے تا کہ وہ امتِ مسلمہ کی صحیح صحیح رہنمائی کر سکے۔(اسلام کی نشاۃ ثانیہ قرآن کی نظر میں مجلس نشریات اسلام ناظم آباد کراچی نمبر ۱۸ ص ۴۹۵)

مولانا ندوی کا اشارہ جس جماعت کی طرف ہے انہیں آج کل کی اصطلاح میں Think Tanks تھنک ٹینک کا نام دیا گیا اور اسی قسم کی جماعتیں تھنک ٹینکس تمام ترقی یافتہ ممالک میں کام کر رہی ہیں یہ سرکاری بھی ہو سکتے ہیں۔ جیسا کہ آیت کے الفاظ یامرون بالمعروف معرف کا حکم کرے تقاضا کر رہے ہیں۔ اصل میں مسلمان حکمرانوں کا اصل کام تو یہی ہے۔

الذین ان مکّنّھم فی الارض اقاموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ وأمروا بالمعروف و نھو عن المنکر۔

لیکن انہوں نے اپنا اصل کام قیام صلوٰۃ اور زکوۃ کی ادائیگی کے نظام کا قیام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ترک کر دیا اور یہ فریضہ نجی یعنی ملّی طور پر امتِ مسلمہ اپنے طور اور طریقے سے انجام دے رہی ہے۔ لیکن وہ دعوت کے ذیل میں آتا ہے وہ حکم تو نہیں کر سکتی کہ اس کے پاس قوت نافذہ Administration نہیں ہے لہذا یہ بھی امتِ مسلمہ کی ذمہ داری ہے کہ اس قسم کے با اختیار جماعت Think Tanks قائم کرے جو ہمارے دینی و ملی اور اجتماعی مسائل کا حل ڈھونڈے اور قوم کی رہنمائی کرے۔

وما علینا الا البلاغ

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امتِ مسلمہ کی ذمہ داریاں سیرت طیبہ کی روشنی میں

سید عبدالمالک آغا۔کوئٹہ

هُوَ الَّذِیٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ. (۱)

(وہی ہے (اللہ) جس نے بھیجا اپنے رسول (محمد ﷺ) کو الہدیٰ (قرآن حکیم) اور دین حق (اسلام) دے کرتا کہ غالب کردے اسے کُل کے کُل دین (نظامِ زندگی) پر!)

بیسویں صدی عیسویں کے آخر میں نیو ورلڈ آرڈر کا آغاز جنگ خلیج کے بعد ہوا۔ جب روس میں نظام اشتراکیت زوال پذیر ہوا تو عالمی قوتوں نے ایک نیا عالمی نظام تشکیل دیا۔ سوال یہ ہے کہ نیا عالمی نظام کسے کہتے ہیں؟ اکیسویں صدی کے عالمی گاؤں پر اس نئے عالمی نظام کے کیا اثرات مرتب ہو رہے ہیں؟ کیا یہ نظام معاشی' سیاسی' اخلاقی' تہذیبی اور معاشرتی اعتبار سے الٰہی ہدایات اور تعلیمات نبویؐ سے ہم آہنگ ہے؟ کیا یہ نظام بین الاقوامی قوانین کے مطابق ہے؟ کیا اس نظام کی تشکیل سے دنیا میں قیام امن کا مسئلہ حل ہوا ہے؟ کیا اس نظام کے نفاذ کے نتیجے میں دنیا میں غربت کا مسئلہ ہوا ہے؟ کیا نیو ورلڈ آرڈر کے نفاذ کے نتیجے میں اقوام عالم کے درمیان سیاسی رشتوں کو استحکام ملا ہے؟ دنیا بھر کے مختلف ممالک کی خارجہ پالیسی پر اس کے کیا اثرات مرتب ہو رہے ہیں؟ کیا اس نظام کے سبب کرۂ ارض کے انسانوں کے درمیان انسانی ہمدردی' باہمی اعتماد اور محبت کے جذبات فروغ پا رہے ہیں؟ کیا اس نظام میں قانون' اخلاق اور مذہب کا لحاظ رکھا گیا ہے؟ یہ وہ چند چیدہ چیدہ سوالات ہیں جو مذکورہ نظام کے حوالے سے اس وقت ہر باشعور انسان کے ذہن میں ابھر رہے ہیں۔ چونکہ یہ مختصر مضمون ان سوالات کے مفصّل جوابات کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ان تمام سوالات کا نہایت ہی مختصر صرف ایک ہی جواب دیا جا سکتا ہے وہ یہ کہ ان مذکورہ سوالات کا جواب نفی میں ہے۔

نئے عالمی نظام کی تعریف

نیو ورلڈ آرڈر کی بنیاد سیکولرائزیشن پر ہے۔ سیکولرائزیشن کی تاریخ بہت طویل ہے۔ اسلامی دنیا میں سیکولرائزیشن کا آغاز ۱۷۶۵ء کے قریب شروع ہوا۔ اس وقت سیکولرائزیشن کے مختلف جدید ترین طریقے رائج ہیں۔ اس نظام کا ایک اہم ہدف یہ ہے کہ زندگی کے مختلف حصوں کو سیکولرائز کرنا ہے۔ عصر حاضر کے محقق اسرار عالم نے مذکورہ نظام کی تعریف یوں کی ہے:

''سیکولرائزیشن کا وہ عمل جو نشاۃ ثانیہ سے باضابطہ شروع ہوا' فرد' خاندان' گروہ' معاشرہ اور ملک ہوتے ہوئے اب اگلی منزلوں کی طرف بڑھ رہا ہے۔ سیکولرائزیشن کا وہ عمل جو عالمی یا کائناتی سطح پر شروع کیا جائے گا اور عالمی اور کائناتی سطح پر سیکولر معاشرے بلکہ نظام کی بنیاد ڈالے گا' نیو ورلڈ آرڈر کہلاتا ہے۔'' (۲)

اگرچہ نیا عالمی نظام جس کی اساس سیکولرائزیشن پر ہے' کا نصب العین کسی مطلوب نظریہ حیات کا قیام نہیں ہے تاہم عالمی قوتیں اس کے ذریعے زندگی کے مختلف دائروں میں بھرپور انقلاب لانے کے متمنی ہیں تاکہ وہ اپنے مخصوص مقاصد واہداف تک پہنچ سکیں۔ یہ نظام حیات انسانی کے تمام شعبوں پر محیط ہے۔ خواہ وہ تعلیم کا شعبہ ہو یا معیشت کا' سیاسی دائرہ ہو یا معاشرتی' تہذیب ہو یا تمدن' ثقافت ہو یا میڈیا' طبی شعبہ ہو یا سائنس وٹیکنالوجی' قانون' اخلاق اور مذہب ہو یا بین الاقوامی قانون' سماجی اقتدار ہو یا قبائلی

روایات' الغرض اس کا نصب العین حیات انسانی کے ان تمام شعبہ جات اور دائروں کو سیکولرائز ڈ بنانا ہے تا کہ '' قابل برداشت سوسائٹی '' (Sustainable Society) کا قیام عمل میں آئے جس کو قائم کرنے کے لئے '' قابل برداشت ترقی '' (Sustainable Growth) کی ضرورت ہے۔

جیسا کہ اس بات کی وضاحت کی گئی ہے کہ مذکورہ نظام کسی نظریہ حیات پر مبنی نہیں ہے بلکہ مصالح کے حصول کے لئے اسے وضع کیا گیا ہے جس سے بنی نوع انسان کے گوناگوں مسائل میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی ہے۔ اس لئے ایک ایسے عالمگیر نظام کی تشکیل ضروری ہے جو نہ صرف فطرت انسانی کے مطابق ہو بلکہ جس سے عصری تقاضے بھی پورے ہو جائیں۔ ایک ایسا نظام جو اپنے کمال' رفعت اور دوام کے اعتبار سے کوئی مثل نہ رکھتا ہو۔ ایسا نظام وہ ہو سکتا ہے جسے عقل کے علاوہ وحی کی دستگیری بھی حاصل ہو۔ اسلام چونکہ الٰہی سلسلہ وحی کی آخری کڑی ہے' قرآن عظیم الشان الٰہی ہدایات کی مکمل اور آخری ایڈیشن ہے اور رسولوں میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ آخری پیغمبر ہے۔ اس لئے تمام بنی نوع انسان اور اقوام عالم کے ہر طرح مسائل کے حل اور ان کی رہنمائی کے لئے دین اسلام ہی کو بطور عالمی نظام پیش کیا جا سکتا ہے۔

اسلامی نظام

چونکہ حق سبحانہ وتعالیٰ ہی تمام انسانوں کا خالق ہے اس لئے وہی ذات بنی نوع انسان کی جملہ حوائج وضروریات میلانات' نفسیات اور نفع وضرر سے بخوبی آگاہ ہے۔ لہٰذا خالق انسانیت نے انسانوں کی بہتری کے لئے انسانی فطرت کو مدنظر رکھتے ہوئے جو نظام وضع کیا ہے اصولاً وہی نظام مثالی ہوگا۔ اس کے علاوہ کوئی بھی نظام اس کے ہاں مقبول نہیں ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام۔ (۳) '' دین (نظام) تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔'' اَفَغَیْرَ دِیْنِ اللّٰہِ یَبْغُوْن.

(۴) '' کیا پس یہ دین الٰہی کے سوا کی تلاش میں ہیں۔''

اسلام صرف ایک طبقہ' نسل' قوم وملک کی رہنمائی کے لئے نہیں ہے بلکہ یہ عالمی نظام ہے اور جملہ اقوام عالم اور روئے ارض پر بسنے والے تمام انسانوں کی ہدایت ورہنمائی کے لئے آیا ہے۔ اسلامی قانون کا اولین ماخذ قرآن حکیم ہے۔ اس کلام ربانی کا اصل موضوع انسان ہے۔ یہ کتاب تمام انسانوں کی ہدایت کے لئے اتاری گئی ہے۔ حق سبحانہ وتعالیٰ تمام انسانوں کا رب' مالک اور الٰہ ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاس o مَلِکِ النَّاس o اِلٰہِ النَّاسِ o (۵)

کہہ دیجئے میں پناہ میں آیا لوگوں کے رب کی' لوگوں کے بادشاہ کی' لوگوں کے معبود کی۔''

اور رسول ﷺ کل عالم انسانیت کی جانب مبعوث ہوئے ہیں۔ قُلْ یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنِّی رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعاً. (۶) '' کہہ دیجئے کہ لوگو! میں تم سب کی جانب اللہ کا رسول ہوں۔'' وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلاَّ کَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا. (۷) '' ہم نے نہیں بھیجا ہے (اے محمد ﷺ) آپ کو مگر تمام انسانوں کے لئے بشیر اور نذیر بنا کر' خالق ارض وسماء رب العلمین ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (۸) اور پیغمبر رحمت' رحمت للعلمین ہے: وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلاَّ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ (۹) '' ہم نے نہیں بھیجا ہے آپ کو

مگر تمام جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر" ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: تَبَارَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا (١٠) "بڑی بابرکت ہے وہ ہستی جس نے اپنے بندے پر الفرقان نازل فرمایا تا کہ وہ تمام جہان والوں کو خبر دار کرنے والا بن جائے" ان نصوص قرآنی سے اسلامی نظام کی آفاقیت و عالمگیریت واضح ہوگئی۔ یہی سبب ہے کہ اللہ عزّ وجل نے روز اوّل تا قیامت بنی نوع انسان کے لئے اسلام ہی کو بطور نظام منتخب اور پسند کیا ہے اور اسے مکمل ضابطہ حیات قرار دیا ہے۔

امت مسلمہ اور اسلام کا عالمی نظام خلافت

اسلام نے ایک عالمگیر امت کا تصور پیش کیا ہے جو اسلام کا اوّلین اجتماعی نصب العین ہے۔ اسلام میں امت اصل مقصود ہے۔ ریاست اس کے تحفظ کا ذریعہ ہے۔ چونکہ حضور نبی کریم ﷺ آخری پیغمبر ہیں اس لئے آپ کی امت بھی آخری امت ہے۔ آپ ﷺ پر نبوت کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔ اب یہ امت کی ذمہ داری ہے کہ اپنے پیغمبر کی رسالت کے فرائض عالمی سطح پر ادا کرے۔ فرائض کی بجا آوری کی یہ ذمہ داری عارضی نہیں بلکہ تا قیام قیامت امت مسلمہ ہی کے ذمے ہے۔ یہی سبب ہے کہ آپ کی امت کو بہترین امت قرار دیا گیا ہے:

(١) كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ. (١١)

"تم بہترین امت ہو جسے تمام انسانوں کے لئے نکالا گیا ہے۔ تمہارا کام یہی ہے کہ نیکی کا حکم دو برائیوں سے روکو اور خود اللہ پر پختہ ایمان رکھو!"

(٢) وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا. (١٢)

"اور اس نے تمہیں ایک امت وسط بنایا ہی اس لئے ہے کہ تم تمام لوگوں پر حجت قائم کرو اور ہمارے رسول ﷺ تم پر حجت قائم کریں۔

(٣) ولتكن منكم امة يدعون الى الخير و يأمرون بالمعروف و لينهون عن المنكر. (١٣)

"تم میں کوئی جماعت ایسی ضرور ہونی چاہیئے جو لوگوں کو اچھائی کا حکم دے اور برائی سے منع کرے۔"

پس اس عظیم فریضہ رسالت کی ذمہ داری مسلم امہ پر بحیثیت مجموعی ڈالی گئی ہے۔ اس کی ادائیگی کے نتیجے میں حق سبحانہ وتعالیٰ زمین کی خلافت امت مسلمہ کو عطا فرمائے گا۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا. (١٤)

"اللہ ایمان اور عمل صالح کی شرائط پوری کرنے والے مسلمانوں کو لازماً جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو (مثلاً حضرت داؤدؑ

اور حضرت سلیمانؑ کو) عطا کی تھی' اور ان کے لئے ان کے اس دین کو زمین میں لازماً تمکن عطا فرما دے گا جسے اس نے ان کے لئے پسند فرمالیا ہے' اور ان کی خوف زدگی کی کیفیت کو لازماً امن و سکون کی حالت سے تبدیل کر دے گا!''

شاعر مشرق علامہ اقبال نے اس زمین کی خلافت کے قیام کی طرف اشارہ کیا ہے:

آسماں ہو گا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی
پھر دلوں کو یاد آ جائے گا پیغامِ سجود
پھر جبین خاکِ حرم سے آشنا ہو جائے گی
آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں
محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی
شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہو گا نغمہ توحید سے!

پس زمین کی خلافت کے حصول کے لئے دو امور کا ہونا شرط ہے: (۱) ایمان (۲) اور عمل صالح۔ دین اسلام کو دیگر تمام ادیان پر غلبہ تب حاصل ہوگا جب مسلمان قوم الٰہی ہدایات اور تعلیمات نبویؐ کے سامنے سر تسلیم خم کرے گی۔

مرکزیت

امت اسلامیہ کے لئے ضروری ہے کہ تمام اسلامی ممالک صرف اور صرف ایک ہی مرکز کے تحت رہیں۔ تمام ممالک اسلامیہ میں اسلامی نظام عملاً نافذ ہوگا۔ اس نظام کے تحت جو معاشرہ برپا ہوگا وہ خالصتاً اسلامی معاشرہ ہوگا۔ جہاں تک جغرافیائی تقسیم کا تعلق ہے اس کی حیثیت ثانوی ہے۔ اصل چیز تو نظریہ حیات ہے اور نظام اجتماعی کی تشکیل کے لئے کسی ایک مرکزی شخصیت پر اتفاق ضروری ہے جو اس اجتماعی نظام کو قائم رکھے اور مصالح کی حفاظت کرے' جو جماعتی زندگی سے مقصود ہیں' اور اسی مرکزی شخصیت کو اسلام کے نظام اجتماعی میں امیر کہا جاتا ہے۔ (۱۵)

انتشار اور لامرکزیت کی زندگی قرآن و سنت کی رو سے قطعاً درست نہیں ہے۔ جیسا کہ فرمان ربانی ہے:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعاً وَّلَا تَفَرَّقُوْا. (۱۶)

''اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور پھوٹ نہ ڈالو''

حدیث نبوی ہے:

یا ایھا النّاس اتقو اللّٰہ و ان اُمِّر علیکم عبد حبشی مجدع فاسمعوا لہ' واطیعوا ما اقام لکم کتابَ اللّٰہ. (۱۷)

''اے لوگو! اللہ سے ڈرو اور اگر تم پر حبشی غلام بھی امیر مقرر کیا جائے جس کے کان اور ناک کٹی ہوئی ہو تو تب بھی تم پر اس کی

اطاعت لازمی ہے اور تم اس وقت تک اس کی فرمانبرداری کرو جب تک وہ تمہارے لئے کتاب اللہ پر قائم رہے۔"

ان تصریحات سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ تعلیمات نبوی کی رو سے مسلمانوں کے لئے مرکزیت سے وابستگی کس قدر ضروری ہے اور مسلمانوں پر نصب امیر کو واجب قرار دیا ہے۔ اس لئے اس وقت تمام مسلم ممالک کے لئے ایک ہی امیر یعنی خلیفہ کا تقرر ضروری ہے۔ اس طرح تمام بلاد اسلامیہ محفوظ اور مامون ہونگے۔ جملہ مسلم ممالک کی یکساں خارجہ پالیسی ہوگی۔ امت مسلمہ کے پاس جو قدرتی وسائل وذخائر اور معدنیات ہیں ان کی حفاظت بھی اسی ذریعہ سے ممکن ہے۔ پس جب خلافت کبریٰ کا قیام عمل میں آئے گا تو امت کو غلبہ وقوت بھی حاصل ہوگی۔

اسلامی نظام عدل وقضاء

اقامت امارت اور تقرر امیر کا بڑا مقصد اسلامی نظام عدل وقضاء ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نازل شدہ قانون کے مطابق فیصلہ کرنا تمام انبیاء علیہم اسلام کا شعار رہا ہے۔ قضاء ہی کے ذریعے حق سبحانہٗ وتعالیٰ اور اس کے پیغمبر کے احکام کی تنفیذ ممکن ہے۔

حدیث نبوی ہے:

"جس نے میری اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی، اور جس نے میری نافرمانی کی، اس نے اللہ کی نافرمانی کی، اور جو امیر کی اطاعت کرے تو اس نے میری اطاعت کی، اور جو امیر کا حکم نہ مانے تو اس میری نافرمانی کی۔"(۱۸)

حق سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت داوٴد علیہ السلام کے عدل کا رویہ اختیار کرنے کا حکم دیا:

"اے داوٴد، ہم نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے لہٰذا تم حق کے ساتھ لوگوں کے درمیان فیصلے کرو اور خواہش نفس کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمہیں اللہ کے راستے سے بھٹکا لے جائے۔"(۱۹)

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا کہ وہ عدل کرنے کا اعلان کریں:

"آپ (محمدؐ) کہہ دیں کہ جو کتاب اللہ نے نازل کی ہے میں اس پر ایمان رکھتا ہوں اور مجھے حکم ہوا ہے کہ تمہارے درمیان عدل کروں اللہ ہی ہمارا اور تمہارا پروردگار ہے ہم کو ہمارے اعمال کا بدلہ ملے گا اور تم کو تمہارے اعمال کا..........."(۲۰)

اجتماعی عدل

قرآن وسنت کی رو سے عدل کی مختلف قسمیں ہیں مثلاً انفرادی عدل، اجتماعی عدل، معاشرتی عدل، سیاسی عدل، معاشی عدل اور قانونی عدل وغیرہ۔ ان سب میں اجتماعی عدل کو وہی حیثیت ہے جو انسانی جسم میں ریڑھ کی ہڈی کو حاصل ہے۔ عدل اجتماعی ایک ہمہ گیر عدل ہے۔ یہ زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہے۔ گو اس کا انحصار معاشی قدروں پر ہے تاہم یہ اپنے وسیع معنوں میں صرف مادی قدروں تک محدود نہیں بلکہ تمام اقدار پر محیط ہے۔

پس تمام مسلمانوں پر شرعاً امیر کا انتخاب واجب ہے اور قیام امارت اور تقرر امیر کا بڑا مقصد اسلامی نظام عدل وقضاء کا نفاذ ہے کیونکہ اسلامی قانون کے نفاذ ہی پر جملہ مسلمانانِ عالم کی مصالح کا انحصار ہے۔ اور یہ فطرت انسانی کا تقاضا بھی ہے نیز نظام قضاء کی ضرورت عقلاً بھی ثابت ہے۔ بایں وجوہ اسے نہ صرف ممالک اسلامیہ میں نافذ کیا جائے بلکہ عالمی سطح پر بھی اس کے نفاذ کی ضرورت

ہے۔تمام اقوامِ عالم کو اس طرف متوجہ کیا جائے ایک عالمگیر تحریک شروع کی جائے اور تمام انسانوں کے سامنے اسے پیش کیا جائے اور انہیں ترغیب دی جائے کہ اس وقت پوری انسانی آبادی جن مسائل ومشکلات سے دوچار ہے اس کی واحد وجہ یہ ہے کہ ہم وحی پر مبنی نظام فطرت سے محروم ہیں۔

قیام امن

اسلام عالمگیر نظام امن ہے۔اس وقت قومی اور عالمی سطح پر اگر کوئی نظام امن کی ضمانت دے سکتا ہے تو وہ خالق ارض وسماء کا پسندیدہ دین اسلام ہے۔نفاذ اسلام ہی سے امن عالم پیدا ہوتا ہے۔یہ نکتہ اس وقت ہماری سمجھ میں آ سکتا ہے کہ جب شریعت کے مزاج اور اس کے مقاصد سے آگاہی حاصل ہو۔بنیادی طور پر انسان کو پانچ چیزوں کی حفاظت کی ضرورت ہے:

(۱) حفاظت جان (۲) حفاظت مال (۳) حفاظت عزت وآبرو (۴) حفاظت نسل اور (۵) محافظت عقل

شریعت اسلامیہ نے بھی ان پانچ اصولوں کی حمایت کی ہے۔چنانچہ امام غزالیؒ ان کلیات خمسہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

نعني بالمصلحة المحافظة على مقصود شرع' و مقصود الشرع من الخلق خمسة وهو ان يحفظ عليهم دينهم و نفسهم و عقلهم و نسلهم ومالهم فكل ما لتضمن حفظ هذه الاصول الخمسة فهو مصلحة وكل ما يغوت هذه الاصول فهو مفسدة ورفعها مصلحة.(۲۱)

''اسلامی شریعت میں مصلحت' مقاصد شریعت کی حفاظت کا نام ہے اور شرع کو مخلوق کے پانچ امور کی حفاظت مقصود ہے۔دین، نفس، عقل، نسل اور مال۔پس ہر وہ شے جو ان امور کی حفاظت کرے مصلحت ہے اور جو چیز ان مصالح کے ضیاع وفوات کو متضمن ہو وہ مفسدہ اور اس کا دفع کرنا مصلحت ہے۔''

شریعت اسلامیہ کا کوئی حکم بھی مصلحت سے خالی نہیں۔جیسا کہ عزالدین ابن عبدالسلام نے لکھا ہے:

ان الشريعة كلها مصالح اما درء مفاسد او جلب منافع (۲۲)

''تمام شریعت مصالح سے عبارت ہے جتنے بھی شرعی احکام ہیں ان کا مقصد یا دفع ضرر ہے یا حصول نفع''

پس شریعت اسلامیہ کے مزاج ومقاصد سے ہی بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اسلام میں قیام امن کی اہمیت پر کس قدر زور دیا گیا ہے۔داعی امن حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں قیام امن کی ایسی درخشندہ مثالیں پیش فرما دیں کہ پوری انسانی تاریخ میں اس کی مثال نہیں مل سکتی۔چنانچہ قیام امن کی ایک مثال فتح مکہ کا واقعہ ہے۔اس موقع پر آپؐ کے تمام دشمن موجود تھے۔اس شہر میں آپؐ کے ساتھ ہر طرح کا برا سلوک کیا گیا' ایذائیں پہنچائیں گئیں' آپؐ کے قتل کے منصوبے تیار کئے گئے اور آخر آپ کو ہجرت کرنے پر مجبور کیا گیا لیکن جب آپؐ نے فاتح کی حیثیت سے اس شہر مکہ کو فتح کیا تو داعی امن رحمۃ للعلمین نے خون کا قطرہ بھی گرانا پسند نہ

فرمایااور اپنے دشمنوں سے فرمایا:

لا تثریب علیکم الیوم فاذھبوا فانتم الطلقاء (۲۳)

''آج کے دن تم سے کوئی باز پرس نہیں' جاؤ تم سب آزاد ہو۔''

آپؐ نے رنگ ونسل اور اونچ نیچ کے سارے امتیازات مٹا دیئے چنانچہ آپؐ نے فرمایا:

''اے گروہ قریش اللہ نے تمہاری جاہلیت کو نخوت اور باپ دادا کی بزرگی کے فخر کو تم سے دور کر دیا۔ اے لوگو! تم سب آدم سے ہو اور آدم مٹی سے تھے۔''(۲۴)

سیرت نبوی اور حقوق انسانی کا تحفظ

شریعت اسلامیہ میں انسانی حقوق کے تحفظ پر حد درجہ زور دیا گیا ہے۔ اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ رعایا کے جان ومال اور عزت وآبرو کی حفاظت کرے داعی امن رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا:

فان دماء کم و اموالکم و اعراضکم حرام الی أن تلقوا ربکم کحرمة یومکم ھٰذا. (۲۵)

''بلاشبہ تمہاری جان ومال اور آبرو ایک دوسرے کے لئے اسی طرح محترم ہے جس طرح آج کا یہ دن ہے حتی کہ تم اللہ سے جاملو۔''

ایک اور حدیثِ نبوی ہے:

عل المسلم علی المسلم حرام دمه و ماله و عرضه (۲۶)

''مسلمان کی ہر چیز مسلمان پر حرام ہے اس کا خون بھی' اس کا مال اور اس کی آبرو بھی۔''

حضرت عمر فاروقؓ نے مصر کے گورنر عمر بن عاصؓ کو فرمایا تھا:

یا عمروا متی استعبدتم الناس وقد ولدتھم امھاتھم أحرارا. (۲۷)

''اے عمرو! تم نے لوگوں کو غلام کب سے بنایا حالانکہ ان کی ماؤں نے ان کو آزاد جنا تھا۔''

غیر مسلموں کے حقوق

اسلام میں اقلیتوں کو تحفظ جان' تحفظ مال' تحفظ عزت وآبرو' شخصی معاملات کا تحفظ' مذہبی مراسم کی آزادی' جزیہ وخراج میں رعایت' وغیرہ کے حقوق حاصل ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں ایک مسلمان نے ایک غیر مسلم کو قتل کیا تو آپؐ نے اس مقتول کے بدلے میں مسلمان کو قتل کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا:

انا احق من وفی بذمته. (۲۸)

''اپنے ذمہ کو وفا کرنے کا سب سے زیادہ حقدار ہوں۔''

تحفظ حقوقِ نسواں

نظامِ مصطفیٰ میں عورتوں کے حقوق کا حد درجہ لحاظ رکھا گیا ہے۔ عورت کو ماں، بہن، بیٹی اور بیوی کہہ کر جو شرف و عزت بخشی گئی ہے۔ مذاہب عالم اور عصرِ حاضر کے نظام ہائے زندگی اور قوانین میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ حضور علیہ السلام نے نیک عورت کو کائنات کی سب سے قیمتی اور حسین و جمیل متاع قرار دیا ہے:

الدُّنیا کُلُّهَا مَتَاعٌ وَ خَیرُ مَتاِ الدُّنیَا اَلْمَرْاَةُ الصَّالِحَةُ. (۲۹)

''تمام دنیا سرمایہ زندگی ہے اور دنیا کا سب سے اچھا سرمایہ نیک عورت ہے۔''

حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے عورتوں کے ساتھ حسنِ معاشرت کا حکم دیا:

وعَاشِرو هُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ. (۳۰) ''اور ان کے ساتھ اچھی طرح رہو سہو۔'' حدیث نبوی ہے:

آلا وَاسْتَوْصُو بِالنساءِ خَیْرًا، فانما هُنَّ عَوَانٍ عِنْدَکُمْ لَیس تَمْلِکُوْنَ مِنْهُنَّ شَیْئاً غَیرَ ذٰلِکَ. (۳۱)

''خبردار عورتوں کے ساتھ بھلائی سے پیش آؤ کیونکہ وہ تمہاری قیدی ہیں تم ان کے بجز اس قید (نکاح) کے کسی چیز کے مالک نہیں ہو۔

پس اسلام نے مردوں، عورتوں، نوجوانوں، بوڑھوں، بچوں، ہمسایوں، رشتہ داروں، مسلمانوں اور غیر مسلموں کے حقوق کا تعین کیا ہے۔ انسان تو در کنار ہے حیوانات، نباتات اور جمادات تک کے حقوق تعلیمات نبویؐ میں موجود ہیں۔

معاشی استحکام

اس وقت دنیا میں تین بڑے معاشی نظام موجود ہیں:

I. اشتراکی نظامِ معیشت

II. سرمایہ دارانہ نظام

III. اسلام کا معاشی نظام

اشتراکیت چونکہ غیر فطری نظام تھا اس لئے ایک قلیل عرصے میں ناکام ہوا۔ اس کی خامی یہ ہے کہ اس میں ذاتی ملکیت کا کوئی تصور نہیں پایا جاتا۔ نجی کاروبار کی ممانعت ہوتی ہے۔ اس میں تمام فیصلے حکومت کرتی ہے اور افراد کو سیاسی اور معاشی آزادی حاصل نہیں ہوتی۔ مزدور حکومت کے رحم و کرم پر ہوتے ہیں۔ اس کی سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ اس نظام میں خدا اور مذہب کو کوئی اہمیت نہیں۔ مذہب کو فرسودہ تصور کیا جاتا ہے۔ اس میں تمام تر ہدایت کارل مارکس کی کتابوں سے لی جاتی ہے اور ''کارل مارکس'' اشتراکی نظام کا پیغمبر سمجھا جاتا ہے۔ یہ نظام ظلم اجتماعی کی بدترین شکل ہے۔ اس کے بالمقابل سرمایہ دارانہ نظام میں ذاتی جائیداد کا تصور ہے۔ اس کی خامیاں ہے کہ دولت کی تقسیم غیر مساوی ہوتی ہے۔ معاشرہ دو طبقات میں بٹ جاتا ہے۔ ایک امیر اور دوسرا غریب۔ اس نظام میں مزدور سرمایہ دار کے رحم و کرم پر ہوتے ہیں۔ سرمایہ دار طبقہ زیادہ طاقت ور ہوتا ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام کی سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ

یہ سود پر مبنی ہے اور سود کی بنیاد استحصال اور ظلم پر ہے۔ سود جس طرح ازمنہ قدیم میں معاشروں کی تباہی کا باعث بنا ہے آج بھی جدید سرمایہ دارانہ معاشرے کی جڑوں کو کھوکھلا کر رہی ہے۔ خود مغربی ماہرین معیشت اس نظام سے مطمئن نہیں ہیں اور ہمیشہ اسے ہدف تنقید بناتے رہے ہیں۔ الغرض دونوں عالمی نظام اشتراکیت اور سرمایہ دارانہ نظام افراط و تفریط کے شکار ہیں۔ یہ دو نظام آج کے انسان کی معاشی مشکلات دور کرنے میں ناکام ہیں اس لئے عالمی سطح پر ایک ایسے معاشی نظام کی تشکیل وقت کا اہم تقاضا ہے۔ جو فطرت انسانی کے عین مطابق ہو۔ جو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ ہو۔ جس کی حیثیت آفاقی اور عالمگیر ہو۔ جس میں نفسانی خواہشات کا کوئی عمل دخل نہ ہو' جس کا منبع محض انسانی سوچ نہ ہو بلکہ الٰہی ہدایات اور نبوی تعلیمات سے ماخوذ ہو۔ ایسا نظام' اسلامی نظام معیشت سے عبارت ہے۔

اسلام کا معاشی نظام' شریعت اسلامیہ کے تابع ہے اس نظام کی رو سے ذرائع پیداوار خدائی ملکیت ہے' لیکن اس کے ساتھ ساتھ لوگوں کو ذاتی ملکیت کا حق بھی حاصل ہے۔ وہ قانونی دائرے کے اندر رہتے ہوئے ہر طرح کا کاروبار کر سکتے ہیں۔

اسلامی نظام معیشت میں لوگوں کو ہر طرح کی معاشی اور مذہبی آزادی حاصل ہوتی ہے۔ یہ نظام مزدوروں کے حقوق کا مکمل تحفظ کرتا ہے۔ اس نظام کی اساس چونکہ عدل پر ہے اس لئے اس کی تنقید کے نتیجے میں کوئی استحصالی طبقہ جنم نہیں لے سکتا۔

اسلامی نظام معیشت کی بنیاد قرآن حکیم اور سنت نبوی پر ہے۔ یہ نظام شریعت اسلامیہ کے تابع ہے۔ اس نظام میں معاشیات و راخلاق و مذہب آپس میں مربوط ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ٥

(۳۲) ''پھر جب نماز ختم ہو جائے تو تم زمین پر پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کا ذکر کثرت کے ساتھ کرتے رہو تا کہ تم فلاح پاؤ''

یہاں قرآن حکیم میں معاش کو ''فضل اللہ'' کہا گیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ مال و دولت انسان کا اپنا کمال نہیں ہے بلکہ یہ تو محض رازق حقیقی کی عطا ہے۔ ایک اور مقام پر حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے مسلمانوں کی تعریف یوں کی ہے:

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ. (۳۳)

''وہ لوگ جنہیں خرید و فروخت اور تجارت خدا کی یاد سے غافل نہیں کرتی۔''

اسلام نے معاشی جدوجہد کی ترغیب ضرور دی ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ انسان کو پابند بھی کیا ہے کہ وہ جائز ذرائع سے آمدنی حاصل کرے۔ اسی طرح اسلام نے اگر ایک طرف بیع کو حلال قرار دیا ہے تو دوسری طرف سود کو حرام قرار دیا ہے۔ اسلام کے معاشی اصول باہمی تعاون اور خیر خواہی پر مبنی ہے جبکہ سود کی بنیاد خود غرضی اور ظلم پر ہے۔ اسی لئے اسلام نے سود کی ہر شکل کو حرام کیا ہے۔ اسی طرح اسلام میں دھوکہ' خیانت' بدمعاملگی' خیانت' ذخیرہ اندوزی' جوا اور سٹہ' اسراف' احتکار و ارتکاز اور ناجائز اور ممنوعہ چیزوں کی تجارت پر بھی پابندی ہے۔

سوال یہ ہے کہ موجودہ دور صنعتی انقلاب کا دور ہے۔ آج دولت کی فراوانی میں خاطر خواہ اضافہ ہونے لگا ہے اور وسائل

پیداوار میں اضافہ ہوا ہے لیکن اس کے باوجود مسائل سے دوچار ہے؟ آج بھی دنیا میں غربت وافلاس' بیروزگاری اور فاقہ کشی کا دور دورہ ہے۔ آج بھی انسانی آبادی کا ایک بڑا حصہ نان شبینہ کا محتاج ہے۔ آج بھی عالمی مارکیٹ میں کساد بازاری ہے اور ترقی یافتہ ممالک بھی ریکارڈ خسارے کا بجٹ پیش کر رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت تمام اقوام عالم ایک فطری' ہمہ گیر' آفاقی اور مثالی نظام معیشت کے نفاذ سے محروم ہیں۔ اس مسئلے کا واحد علاج اسلامی نظام معیشت کا نفاذ ہے۔ اس سلسلے میں حسب ذیل تجاویز دی جاسکتی ہیں۔

I. تمام ممالک اسلامیہ اسلامی ماہرین معیشت اور جدید ماہرین معیشت پر مشتمل ایک بورڈ تشکیل دیں۔ اس کے ارکان سیرت طیبہ کی روشنی میں عصری تقاضوں کے پیش نظر ایک متبادل نظام پیش کریں اور اس پیش کردہ نظام کو تمام مسلم ممالک اپنے اپنے ملکوں میں نافذ کریں۔ اور اس نظام کو اقوام عالم کے سامنے بھی پیش کریں۔ ویسے بھی جب اس معاشی نظام کے اچھے اور خوشگوار نتائج اسلامی دنیا میں برآمد ہونگے تو اقوام عالم خود بخود اس نظام میں دلچسپی لیں گے۔

II. تمام مسلم ممالک کے درمیان مشترکہ کرنسی کا اجراء بھی ضروری ہے۔

III. تمام اسلامی ممالک باہمی تجارت کو فروغ دیں۔

دفاع اور جدید ٹیکنالوجی

پرامن مقاصد کے حصول کے لئے اپنی عسکری قوت میں اضافہ وقت کا ایک اہم تقاضا ہے۔ قرآن وحدیث کی رو سے امت مسلمہ کا بنیادی فریضہ ہے کہ ہر زمانے میں اس زمانے کے تقاضوں کے پیش نظر جدید سے جدید ٹیکنالوجی حاصل کرے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ. (۳۴)

''اور تیار کرو ان کی لڑائی کے واسطے جو کچھ جمع کر سکو قوت سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے کہ اس سے دھاک پڑے اللہ کے دشمنوں پر اور تمہارے دشمنوں پر اور دوسروں پر ان کے سوا۔''

واضح رہے اسلام نظام امن ہے۔ شریعت اسلامیہ کا ایک اہم مقصد دہشت گردی اور ظلم وجور کا خاتمہ ہے۔ اس نظام میں غیر مسلموں کے حقوق کا تحفظ موجود ہے۔ اسلام نے عورتوں اور بچوں کے حقوق کا اس قدر لحاظ رکھا ہے کہ دنیا اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ مگر حضور نبی کریم ﷺ چونکہ آخری پیغمبر ہے۔ آپ پوری انسانیت کی رہنمائی کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ آپ جو عالمی نظام لے کر آتے تھے اس کے نفاذ اور دفاع کے لئے قوت کی بھی ضرورت تھی۔ اس لئے پوری دنیا میں امن وامان قائم رکھنے کے لئے مسلمانوں کو اپنی عسکری قوت بڑھانے کا حکم ملا ہے۔ دوسری طرف نظام مصطفیٰ چونکہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ زندگی کا کوئی شعبہ اس کے دائرہ کار سے خارج نہیں ہے اور زندہ نظام ہے۔ جدید ٹیکنالوجی کا تعلق بھی زندگی سے ہے۔ اس لئے اسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

تجاویز

زمین کی خلافت ایمان اور اعمال صالحہ سے مشروط ہے۔ یہ اللہ کی عادت ہے۔ اس لئے سب سے پہلے تمام مسلمانانِ عالم کو چاہیئے کہ اپنے اللہ کے سامنے سچی اور خالص توبہ کریں۔

۲۔ نئے عالمی نظام کی تشکیل کے لئے ضروری ہے کہ پورے کرۂ ارضی پر خلافت علیٰ منہاج النبوت کے نظام کا قیام عمل میں لایا جائے۔ پہلے اسلامی ممالک میں اسلام کا نظامِ عدل وقضاء نافذ ہوگا اس کے بعد جب اس نظام کے اچھے نتائج برآمد ہونگے تو اقوام عالم بھی اس طرف متوجہ ہونگے۔

۳۔ تمام مسلمانانِ عالم صرف ایک امیر کا انتخاب کریں اور وہی امیر تمام مسلمانوں کے لئے واجب الاطاعت ہوگا۔

۴۔ جب داعی امن حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی تعلیمات پر عمل درآمد ہوگا تو امن وامان کا مسئلہ خود بخود حل ہو جائے گا۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ اقوام عالم کے سامنے اپنے کردار وعمل سے ثابت کریں کہ اسلام ہی نظام امن ہے اور رحمۃ اللعالمین نے قیام امن کے لئے جو کوششیں کی تھیں ان کی نظیر نہیں مل سکتی۔

۵۔ حقوق انسانی کے محافظ حضرت نبی کریم ﷺ نے آخری خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر انسانی حقوق کا جو منشور بیان فرمایا تھا۔ آج بھی عالمی سطح پر اس منشور کے نفاذ کی اشد ضرورت ہے۔

۶۔ تمام مسلم ممالک اسلام کے معاشی اصول اور عدل اجتماعی کو اپنے اپنے ملکوں میں نافذ کریں۔ اور مغربی اقوام کی طرح اپنے لئے مشترکہ کرنسی کا اجراء عمل میں لائیں۔ ایک مشترک اسلامی بنک کا قیام وقت کا ایک اہم تقاضا ہے۔

۷۔ پرامن مقاصد کے حصول اور اپنی حفاظت کی خاطر امت مسلمہ کا فریضہ ہے کہ وہ اپنی عسکری قوت بڑھائے اور ہر طرح کی جدید ٹیکنالوجی سے لیس ہو۔ اگر ان چند تجاویز پر بھی عمل ہو جائے تو نئے عالمی نظام کی تشکیل کے لئے راہ ہموار ہو سکتی ہے۔

خالق ارض وسماء ہمیں توفیق دے کہ ہم تعلیمات نبوی کی روشنی میں نئے عالمی نظام کی تشکیل کر سکیں۔ آمین!

داعی امن، حقوق انسانی کا محافظ، ہر زمانے کا رہبر، محسن انسانیت، رحمۃ للعلمین، خاتم الانبیاء، حضرت محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ پر لاکھوں درود وسلام ہوں

اللھم صل علی محمد ن النبی الامی و علی آلہ وسلم تسلیماo

حوالہ جات

۱۔ التوبہ' ۹:۳۳
۲۔ اسرار عالم' عالم اسلام کی اخلاقی صورت حال' قاضی پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز نئی دہلی۔ ۱۳ مئی ۱۹۹۴ء' ص ۳۴۳
۳۔ آل عمران' ۳:۱۹
۴۔ ایضاً' ۳:۸۳
۵۔ الناس' ۱۱۴:۱۔۳
۶۔ الاعراف' ۷:۱۵۸
۷۔ سبا' ۳۴:۲۸
۸۔ الفاتحہ' ۱:۱
۹۔ الانبیاء' ۲۱:۱۰۷
۱۰۔ الفرقان' ۲۵:۱
۱۱۔ آل عمران' ۳:۱۱۰
۱۲۔ البقرہ' ۲:۱۴۳
۱۳۔ آل عمران' ۳:۱۰۴
۱۴۔ النور' ۲۴:۵۵
۱۵۔ مجاہد اسلام قاسمی' اسلامی عدالت' ادارہ معارف اسلامیہ' منصورہ لاہور' ۱۹۹۱ء' ص ۱۷۰
۱۶۔ آل عمران' ۳:۱۰۳
۱۷۔ ترمذی' ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ' السنن' دار الفکر' بیروت' ابواب الجہاد' باب ماجاء فی طاعۃ الامام' ج ۱' ص ۳۰۰
۱۸۔ خطیب التبریزی' ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ (م ۷۳۷ھ) مشکوٰۃ المصابیح' المکتب الاسلامی' بیروت' ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء' کتاب الامارۃ والقضاء' فصل اول' ص ۳۱۸
۱۹۔ صٓ' ۳۸:۲۶
۲۰۔ شوریٰ' ۴۲۔۱۵
۲۱۔ غزالی' ابو حامد محمد بن محمد (م ۵۰۵ھ)' المستصفیٰ من علم الاصول' مصر' ۱۳۰۲ھ' ج ۱' ص ۲۸۶
۲۲۔ ابن عبدالسلام' عزالدین السلمی (م ۶۶۰ھ)' قواعد الاحکام فی مصالح الانام' دار الجیل' ۱۴۰۰ھ' ج ۱' ص ۹
۲۳۔ ابن ہشام' ابو محمد بن عبدالملک' السیرۃ النبویۃ' ج ۴' ص ۵۵
۲۴۔ ایضاً' ج ۴' ص ۵۴
۲۵۔ ایضاً' ج ۴' ص ۲۵۰
۲۶۔ مسلم' ابوالحسن الشافعی (م ۲۶۱ھ) جامع الصحیح' مطبع صبیح' مصر' ۱۳۳۴ھ' کتاب البر والصلۃ' باب تحریم ظلم المسلم' ج ۸' ص ۱۱
۲۷۔ شبلی نعمانی' الفاروق' دہلی' ت ن' ج ۲' ص ۲۱۹
۲۸۔ عینی' ابو محمد محمود بن احمد بن موسیٰ (م ۸۵۵ھ)' عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری' دار الفکر' بیروت' لبنان' ت ن' ج ۸' ص ۲۵۶
۲۹۔ خطیب التبریزی' مشکوٰۃ المصابیح' کتاب النکاح' فصل اول' ج ۲' ص ۲۶۷
۳۰۔ نساء' ۴:۱۹
۳۱۔ ترمذی' السنن' ابواب الرضاع' باب ماجاء فی حق المراۃ علی زوجہا' ج ۱' ص ۲۲۰
۳۲۔ الجمعہ' ۶۲:۱۰
۳۳۔ النور' ۲۴:۳۷
۳۴۔ الانفال' ۸:۶۰

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور ملتِ مسلمہ کی ذمہ داریاں تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

پروفیسر محمد رفیق ضیاء قادری کراچی

ابتدائیہ

اس ترقی یافتہ دنیا میں روز بروز جدید سے جدید تر مشینیں ایجاد ہوتی رہتی ہیں۔ جب کبھی کوئی صانع یا موجد کوئی مشین ایجاد کرتا ہے تو اس کے ایک ایک پرزے کی ساخت کی شکل اس کا نام اس کی کارکردگی کی تفصیلات اسے چلانے، نکالنے، صفائی ستھرائی کے طریقے، تیل وغیرہ دینے سے متعلق جملہ ہدایات کے لئے ایک کتابچہ بھی مرتب کیا جاتا ہے۔ تاکہ اس کتابچہ کی ہدایات کے مطابق اس مشین کا استعمال کر سکیں۔ اگر ہم اس مشین کو اس کے کتابچے کے مندرجات اور ہدایات کے مطابق نہ چلائیں تو وہ مشین اول تو چلے گی ہی نہیں اور اگر چل بھی جائے تو اس میں بہت جلد فساد پیدا ہو جائے گا اور پھر وہ بہت جلد ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جائے گی۔

صانع حقیقی نے اپنے دست قدرت سے ساری کائنات بنانے کے بعد حضرت انسان کو تخلیق کیا۔ اپنے اس شاہکار کو بشر کا نام دیا جو مباشرت بالید سے ماخوذ ہے۔ اس انسانی مشین کے اندر اس خالق حقیقی نے کائنات کے تمام عناصر اور جملہ نظاموں کو Automatic (خودکار) بنا کر اس میں ایسا فٹ کر دیا ہے کہ اگر اس میں سر مو بھی کوئی تبدیلی واقع ہو جائے تو اس کا چلنا ہی مشکل نہیں بلکہ اس کا برقرار رہنا بھی ممکن نہیں ہوگا۔

لہٰذا اس مشین کی حقیقی زندگی، دیکھ بھال اور بہتر کارکردگی کے لئے اس صانع حقیقی نے اپنے خلیفہ اعظم رسول معظم نبی کریم ﷺ پر ایک عظیم الشان کتاب نازل فرمائی اور نبی کریم ﷺ کو اس کا معلم اعظم بنایا۔ تاکہ آپ اس کتاب کے اوامر ونواہی احکامات وہدایات کے صحیح معانی ومفاہیم کے مطابق اس مشین کی درست طریقہ سے چلانے، اس کی صحیح دیکھ بھال کرنے، اسے مناسب طریقہ سے استعمال کرنے اور اسے سارے معاشرے کے لئے مفید بنانے، پوری امت کے افراد کے لئے فیض کا خزینہ ورحمت کا باعث بنانے کے لئے عملی طور پر وہ تمام چیزیں کرنے کا حکم دے جو اس کے ابدالآباد زندگی کے حصول کا باعث بنے۔

یہ کتاب ایک ایسا چشمہ حیات ہے جو اس دنیا کی کامیابی سے لے کر آخرت کی فوز وفلاح کی ضامن ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد الٰہی ہے:

"اس زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔ بے شک یہ قرآن عبادت والوں کے لئے کافی ہے۔"
(الانبیاء ۱۰۶)

نیز دوسرے مقام پر ارشاد الٰہی ہے:

"اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے اعمال کئے، وعدہ دیا ہے کہ ضرور انہیں زمین کی خلافت دے گا جیسی ان سے پہلوں کو دی اور ضرور ان کے لئے جما دے گا ان کا وہ دین جو ان کے لئے پسند فرمایا ہے اور ضرور ان کے اگلے خوف کو امن سے بدل دے گا۔ میری عبادت کریں کسی کو میرا شریک نہ ٹھہرائیں اور جو اس کے بعد ناشکری کرے تو وہی لوگ بے حکم ہیں۔"
(النور ۵۶)

شانِ نزول

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اولاً ۱۳ سال مکہ مکرمہ میں تبلیغ فرمائی اور صحابہ کرام نے کفار کے ہر طرح کی ایذائیں برداشت کیں۔ پھر جب مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی تو کفار مکہ نے یہاں بھی مسلمانوں کو چین سے بیٹھنے نہ دیا۔ ہمیشہ اعلان جنگ دیتے رہے۔ جس سے صحابہ کرامؓ ہمہ وقت خطرے میں رہتے تھے۔ ایک صحابی نے عرض کی کہ کیا کبھی ایسا وقت بھی آئے گا جب ہم امن میں ہوں گے۔ اس پر یہ آیت کریمہ اتری جس میں خلافت ارضی' دین کا بول بالا' دینی پسندیدگی' اور خوف کو امن و امان سے بدلنے کی خوش خبریاں سنائی گئی ہیں اس شرط کے ساتھ کہ کبھی شرک نہ کریں ہمیشہ اس کی خالص عبادت کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کی ناشکری کبھی نہ کریں۔

خلافت

اس آیت میں خلافت سے مراد نیابت رسول ﷺ ہے کہ رب ظاہر نیابت' ظاہری خلفاء راشدین کو مرحمت فرمائے گا اور خلافت باطنی تمام اولیاء اللہ کو قیامت تک عطا فرماتا رہے گا۔

اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ خلفاءِ راشدین صالحین اور متقی ہیں کیونکہ خلافت کی تفویض کا وعدہ متقیوں سے تھا اور انہیں رب نے خلافت دی تو معلوم ہوا کہ اس کے اہل تھے۔

جیسے بنی اسرائیل کو ہلاکت فرعون کے بعد مصر و شام کی خلافت مرحمت فرمائی گئی تھی۔

چنانچہ رب نے یہ وعدہ پورا فرمایا کہ عہد صدیقی و فاروقی میں روم و فارس کے ملک فتح ہوئے اور مشرق و مغرب میں اسلام پھیل گیا۔ عہد صدیقی دو سال تین ماہ' خلافت فاروق اعظم دس سال چھ ماہ' خلافت عثمانی بارہ سال' خلافت حیدری چار سال نو ماہ اور خلافت امام حسن چھ ماہ رہی۔ جن میں بے شمار فتوحات ہوئیں اور ساری دنیا میں امن و امان کا بول بالا ہو گیا۔

یہ وعدے اس بناء پر ہیں کہ یہ لوگ عقائد و اعمال میں درست رہیں۔ چنانچہ ان خلفاء نے استقامت فی الدین کی بے نظیر مثالیں قائم فرمادیں اور رب تعالیٰ نے اپنے وعدے کماحقہٗ پورے فرمائے۔

موجودہ مسلمان

آج کا مسلمان اپنے عقائد اور اعمال کی طرف سے بے عمل ہو گیا ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کے اوامر و نواہی کی کوئی پرواہ نہیں رہ گئی۔ اللہ اور اس کے رسول سے رشتہ جو کبھی سب سے زیادہ مضبوط قوی اور مستحکم ہوا کرتا تھا وہ اب کمزور پڑ گیا ہے۔ روحانیت سے تعلق توڑ کر مادیت کو اپنا لیا ہے۔ ہمارے اساتذہ' ہمارے ادارے' ہمارے اخبارات اور ہمارے رسائل' ہمارا ریڈیو اور ہمارا ٹی وی' ہمارے معلومات عامہ کے ذرائع اور انٹرنیٹ کے وسائل تمام یہود و ہنود و کفار کی نقالی میں بڑھ چڑھ کر کردار ادا کر رہے ہیں جس سے عوام برائی کو برا سمجھنا بھول گئے ہیں۔ ہمارے اکثر ذرائع ابلاغ نے برائی کو بھلائی' بدی کو نیکی کا روپ دھارنے کی سعی کر رہے ہیں۔ قتل و غارتگری کو بہادری اور شجاعت کی علامت' بے حیائی و بے غیرتی کو تہذیب و شائستگی کا لبادہ پہنا دیا گیا ہے۔ عیاری و مکاری کو

ذہانت وفطانت تصور کیا جاتا ہے' جھوٹ ومنافقت' سمجھداری ودانائی کی علامت قرار پائی' فحاشی وعریانی کو بلند واعلیٰ سوسائٹی کا خاصہ تصور کیا جاتا ہے' سودخوری ورشوت کو فضل ربی تصور کیا گیا ہے۔ بے ایمانی وبدنیتی کو فطرت انسانیہ' نمود ونمائش کو فیشن' عصیان وطغیان کو معمولات فطرت سے موسوم کر دیا گیا ہے' جوئے وقمار بازی' شراب کشی وشراب نوشی' افیون وہیروئن فروشی کو ذریعہ معاش بنالیا گیا ہے۔ ہمارے رہبر ورہنما بھی زندگی بلند کرنے میں شب وروز مصروف رہتے ہیں۔ ان میں پہلے جیسی محبت ومعرفت' عشق رسول وللہیت باقی نہیں رہی۔ جیسا کہ علامہ اقبال نے فرمایا:

اٹھا میں مدرسہ و خانقاہ سے غمناک
نہ زندگی' نہ محبت' نہ معرفت' نہ نگاہ

عالمی نظام کی تشکیل

سبق پھر پڑھ صداقت کا شجاعت کا عدالت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

آج سائنس نے انسانی زندگی کو جس قدر آرام دہ اور نفع بخش بنانے میں کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں اسی قدر اس کے پرخطر الجھاؤ اور ان کا ردِعمل اتنا سنگین ہے کہ یہ خوف لاحق ہوگیا ہے کہ ایسے حالات میں اب انسانیت کا ارتقاء ہی محال ہے۔ یہ اندیشے اس لئے پیدا ہوئے ہیں کہ آج کا انسان مقصد حیات کو بھلا کر مادی ترقی وارتقاء کی مسابقت میں لگ گیا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ مادی ترقی وارتقاء کی انتہائی بلندیوں کو چھو لینے کے باوجود وہ ذہنی سکون' قلبی راحت اور فکری چین سے محروم ہوگیا ہے۔ لہٰذا اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ فطرت وقدرت الٰہی جس شکل میں انسان پر منکشف کی گئی ہے۔ اس پہ پختہ ایمان واعتقاد ہو اور خود انسان اپنی حیثیت کا مکمل ادراک حاصل کرے کہ وہ زمین پر رب تعالیٰ کا پرتو اور اس کا نائب اور خلیفہ ہے۔ جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے:

و نفختُ فیه من روحی (الحجر۔ ۲۹) ''اور میں نے اس میں اپنی روح پھونک دی۔''

اور ارشاد ہوا: ''بے شک میں زمین پر اپنا ایک نائب (خلیفہ) بنانے والا ہوں۔''

بس جب وہ زمین پر رب تعالیٰ کا نائب وخلیفہ ہے تو اس کے لئے لازمی ہے کہ وہ اپنی پوری زندگی رب تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری میں دیدے اور اپنے انفرادی واجتماعی تمام معاملات وامور کا تصفیہ اللہ تعالیٰ کے قانون وشریعت کے مطابق کرے۔ عالمی نظام کی ریاست الٰہیہ اور دستور کا یہی سب سے اہم اور بنیادی مطالبہ ہے۔ یہی ارشاد الٰہی ہے:

''اور جو اللہ کے اتارے ہوئے حکم پر فیصلہ نہ کرے پس وہی لوگ کافر ہیں۔ پس وہی لوگ ظالم ہیں۔ (المائدہ ۴۵،۴۴)

تصور ریاست

اس حقیقت کا ادراک ساری مخلوقات پر لازم ہے کہ وہ یقین کرے کہ اللہ تعالیٰ ہی مالک الملک اور ساری کائنات کا مالک و خالق ہے اور لازمی طور پر اپنی تمام مخلوقات پر حکمرانی کرنے کا حق بھی اسی کو حاصل ہے۔ انسان تو اس دنیا میں اس کا صرف نائب وخلیفہ اور بندہ ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے: ''وہی ہے اللہ' تمہارا رب ملک اسی کا ہے۔'' (فاطر ۱۳) نیز

''اور بادشاہی میں کوئی اس کا شریک نہیں اور کمزوری سے کوئی اس کا حمایتی نہیں اور اس کی بڑائی بولنے کو تکبیر کہو۔ (بنی اسرائیل ۱۱۱)۔ نیز ارشاد ہے:

''خبردار اسی کے ہاتھ ہے پیدا کرنا اور حکم دینا برکت والا ہے اللہ عالمین کا رب ہے۔'' (اعراف ۵۴)

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قل اللهم مٰلک الملک تؤتی الملک مِمَّنْ تشآء و تنزع الملک مِمَّنْ تشآء (آل عمران ۲۶)

کہو اے اللہ ملک کے مالک تو جسے چاہے سلطنت دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے۔''

قانون سازی

قرآن کے تصور ریاست سے یہ بات عیاں ہے کہ عالمی ریاست میں قانون سازی کا حق انسان سے سلب کر لیا گیا ہے۔ کیونکہ انسان مخلوق رعایا' عباد (بندے) اور محکوم ہے۔ بندے اور محکوم کا کام صرف اس قانون کی پیروی کرنا ہے جو مالک الملک نے اسے عطا کیا ہے۔ ارشاد ہوا:

''لوگو اس پر چلو جو تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے اترا اور اسے چھوڑ کر اور حاکموں کی پیروی نہ کرو بہت ہی کم سمجھتے ہو۔'' (اعراف ۳)

عدالت

اس سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ عالمی ریاست چونکہ ارض الٰہی پر قائم ہوئی ہے اس لئے اس سرزمین پر حقیقی حکومت و عدالت وہ ہوگی جو ابدی قانون الٰہی کی بنیاد پر قائم ہوگی جو اس نے اپنے برگزیدہ انبیاء کرام و مرسلین کے ذریعہ بھیجا ہے اور درحقیقت اسی عالمی نظام کی تشکیل کا نام ہی خلافت و نیابت ہے۔ جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

اے محبوب بے شک ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اتاری کہ تم لوگوں میں فیصلہ کرو جس طرح تمہیں اللہ دکھائے۔'' (النساء ۱۰۵)

نیز ارشاد ہے: ''اور اے مسلمان اللہ کے اتارے پر فیصلہ کر۔''

اور یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ اس عالمی ریاست میں جو بھی حکومت یا عدالت اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل کردہ شریعت کے علاوہ کسی دوسرے نظریہ یا کسی دوسری بنیاد پر قائم ہوگی وہ باغیانہ حکومت وعدالت ہوگی۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی۔'' (النساء ۱۱۵) نیز

''تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرما دو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور دل سے مان لیں۔'' (النساء ۶۵)

امور سلطنت

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں حکومت کے امور کو بھی بڑی وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

''اور بے شک اللہ ضرور مدد فرمائے گا اس کی جو اس کے دین کی مدد کرے گا بے شک اللہ ضرور غالب قوت والا ہے۔ وہ لوگ کہ اگر ہم زمین میں حکومت دیں تو نماز قائم کریں' اور زکوٰۃ دیں' اور بھلائی کا حکم کریں اور برائی سے روکیں اور اللہ کے لئے ہی سب کاموں کا انجام ہے۔'' (الحج ۴۱)

لہٰذا اگر جدید دور کے پیچیدہ مسائل کو ہمیشہ کے لئے پائیدار اور اطمینان بخش طور پر حل کرنا ہے تو ہمارا اولین فرض ہے کہ تعلیمات قرآن کی روشنی میں ہمیں اس عالمی نظام کی تشکیل کا جو بھی تصور ملتا ہے اس کے قیام و نفاذ کا اہتمام و انصرام کریں۔

ریاست کا مفہوم

اب ہمیں عالمی ریاست اور اس کا انتظام چلانے کے جو رہنما اصول اور ضابطے قرآن بیان فرماتا ہے ان کو احاطہ تحریر میں لانا ہوگا۔ ریاست وہ ادارہ ہے جو معاشرتی' معاشی' لین دین' تہذیبی' تمدنی' تعلیمی' اخلاقی' سیاسی' اقتصادی' سماجی و خانگی غرضیکہ جملہ قومی و بین الاقوامی معاملات و امور کی استواری کا نگران و محافظ ہوتا ہے۔ یہ زندگی کے تمام شعبوں پر اثر انداز ہوتا ہے۔

ریاست کی تعریف

لفظ ریاست ''راس'' سے بنا ہے جس کے معنی سر، حاکم اور سردار کے ہیں۔ اسی لفظ سے رئیس بنا ہے۔ جس کے معنی سردار' حاکم یا امیر کے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ریاست اپنے معنوی اعتبار سے ایک ایسے نظام حکومت سے وابستہ ہے جہاں ایک سردار یا حاکم ہو اور باقی تمام لوگ ان کے ماتحت ریاست کے آئین کے مطابق زندگی بسر کر سکیں۔

ریاست کا قرآنی تصور

عالمی اسلامی ریاست وہ بلند و اعلیٰ ترین ادارہ ہے جہاں شریعت و دین الٰہیہ کے قوانین نافذ ہوں اور لوگوں کے دینی اور دنیوی امور و معاملات انہی قوانین کے نفاذ کرنے کے اختیارات حاصل ہوں۔ نئے قوانین کے وضع کرنے کا اختیار انہیں حاصل نہیں ہوتا۔ قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے:

''اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں۔ پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو اگر تم واقعی اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو' یہی ایک صحیح طریقہ کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی سب سے بہتر ہے۔'' (النساء ۵۹)

اس آیت مبارکہ میں ریاست کے بنیادی مکمل ڈھانچہ کی تصویر کشی کی گئی ہے۔

قیام ریاست کے عناصر

کسی ریاست کے قیام کے لئے مندرجہ ذیل عناصر ضروری ہیں۔ ۱۔ آبادی ۲۔ علاقہ ۳۔ تنظیمی ڈھانچہ ۴۔ حکومت

۵۔دستور ۶۔اقتداراعلیٰ

۱۔ آبادی

آبادی ریاست کا بنیادی واہم جزو ہے۔اسی لئے اللہ تعالیٰ نے تخلیق کائنات کے ساتھ ساتھ اشرف المخلوقات (انسانوں) کو بھی پیدا فرمایا ہے۔

۲۔ علاقہ

ریاست کی دوسری شرط علاقہ ہے۔کیونکہ آبادی کی رہائش وآبادکاری کے لئے یہ ایک اہم ضرورت ہے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی آبادکاری کے لئے کائنات تخلیق کی۔

۳۔ تنظیمی ڈھانچہ

اس کا تیسرا اہم عنصر تنظیمی ڈھانچہ ہے جو معاشرے کے تمام طبقات اور اداروں پر مشتمل ہوتا ہے اس کے لئے رب تعالیٰ نے ایک مکمل نظام خلافت وامارت عطا کیا ہے۔جس پر اسلامی ریاست کے تمام طبقات وادارے مشتمل ہوتے ہیں۔

۴۔ حکومت

یہ ریاست کا اہم عامل عنصر ہے۔یہ اس مشنری کا نام ہے جو ریاست کے فیصلوں کا نفاذ کرتی ہے۔اور امن وامان قائم کرتی ہے۔حکومت حقیقی تو اللہ تعالیٰ کی ہے۔لیکن اس نے اس حکومت کو چلانے کے لئے اپنے بندوں کو خلافت ونیابت کا اعلیٰ منصب تفویض کیا ہے جو احکم الحاکمین کے فیصلوں واحکامات کو ریاست پر نافذ وامن قائم کرتے ہیں۔

۵۔ دستور

یہ اس مجموعہ قواعد وضوابط کا نام ہے جس میں ریاست کے نظام تقسیم اختیارات، رعایا کے حقوق، عدالتی طریقہ کار، انتظامیہ کے فرائض اور مختلف محکمہ جات کے باہمی تعلقات پر اصولی بحث ہوتی ہے۔چنانچہ رب تعالیٰ نے اس عالمی ریاست کے لئے ایک مکمل، جامع لازوال قیامت تک کے لئے دستور حیات اتارا ہے۔جس میں تمام قومی وبین الاقوامی امور ومعاملات سے متعلق قوانین وضوابط درج فرمادیئے ہیں۔

۶۔ اقتداراعلیٰ

جدید سیاسیات کی رو سے اقتداراعلیٰ وہ بالاتر قوت ہے جو محدود مملکت میں سب اداروں وتنظیموں پر فائق رہتی ہے۔لیکن اسلام اس نظریہ کی پرزور تردید کرتے ہوئے اپنا ایک الگ نظریہ پیش کرتا ہے۔اس کی رو سے اقتداراعلیٰ صرف اللہ تعالیٰ ہی کو حاصل ہے کوئی بندہ دوسروں پر حکومت نہیں کرسکتا۔رب تعالیٰ خود فرماتا ہے:

ان الحکم الا للہ: ”حکم دینے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔“

عالمی ریاست کے مقاصد

قرآن مجید کی روشنی میں عالمی ریاست کے مندرجہ ذیل مقاصد ہو سکتے ہیں۔

۱۔ عالمی ریاست کے قیام کا اولین مقصد اللہ تعالیٰ کی حاکیت اور اس کے اقتدار اعلیٰ کو قائم کرنا ہے۔

۲۔ اس ریاست میں اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ دستور حیات و آئین کو مکمل شکل میں نافذ کرنا ہے۔

۳۔ اس میں اسلام کے نظام عدل وانصاف کو اپنی حقیقی و اصلی صورت میں نافذ کرنا ہے۔

۴۔ اس میں نظام صلوٰۃ وزکوٰۃ کو عملی شکل میں قائم کرنا ہے۔

۵۔ اس میں نظام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا مؤثر ترین نفاذ کرنا ہے۔

۶۔ اس میں امن وامان کا قیام اور نظم وضبط کا نفاذ ہے۔

۷۔ اس میں نظامِ مواخات و مواسات پر عمل درآمد کرنا ہے۔

۸۔ اس میں نظامِ خلافت ونیابت کو عملی طور پر نافذ کرنا ہے۔

۹۔ افراد ملت کی سیرت و کردار کی تشکیل و تعمیر کے ساتھ مقصدِ حیات کی تکمیل کرنا ہے۔

۱۰۔ ملت کی نشو ونما وارتقاء کے ساتھ ساتھ رعایا کی جان ومال کا تحفظ کرنا ہے۔

عالمی ریاست کی امتیازی خصوصیات

۔اس ریاست کی ممتاز ومنفرد خصوصیات ایسی ہیں جو اسے تمام غیر اسلامی ریاستوں سے ممتاز و ممیز کرتی ہیں لہٰذا کچھ کا بیان کیا جاتا ہے۔

۱۔ نیابتی ریاست

پہلی خصوصیت یہ ہے کہ یہ ایک نائب رسول ریاست ہوتی ہے یعنی حضور ﷺ رب کے خلیفہ اعظم ہیں۔آپ نے اللہ کے احکامات کو کماحقہٗ پہنچایا اور نفاذ فرمایا اور آپ کے پردہ فرمانے کے بعد آپ کی امت کے متقی، جید ذی علم اور باعمل علماء آپ کے نائب ہیں۔یہی علماء قیامت تک کارِ نبوت جاری وساری رکھیں گے جیسا کہ ارشاد نبوی ہے:

''میری امت کے علماء کا تبلیغی درجہ بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہے۔'' دوسرا ارشاد ہے۔

''علماء ہی انبیاء کے وارث ہیں۔''

''بے شک بندوں میں سے علماء ہی اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہیں۔''(القرآن)

۲۔ نظریاتی ریاست

اس عالمی ریاست کا امتیاز یہ ہے کہ اس کی بنیاد نظریہ زندگی اور ایمان ویقین پر ہے۔کیونکہ اس کے باسی کا اصل حاکم اللہ تعالیٰ ہے۔رسول کریم ﷺ دنیا میں اس کے خلیفہ اعظم اور نمائندے ہیں اور انسان اس کا نائب و قرآن مجید اس کا دستور حیات ہے۔

۳۔ جمہوری ریاست:

اس عالمی ریاست کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ اس کی بنیاد جمہوریت پر ہے۔اس کی بنیاد شورائیت پر ہے یہ جمہوریت کا قریب ترین لفظ ہے۔

۴۔ اصولی و جماعتی ریاست

یہ ایک اصولی و جماعتی ریاست ہوتی ہے یعنی اسے صرف وہ لوگ چلانے کے اہل ہیں جو اس کے دستور پر ایمان و یقین رکھتے ہوں اور اس کے قوانین پر سختی سے عمل پیرا ہوں۔ کسی غیر کو ریاست کے امور میں دخل دینے کا کوئی اختیار نہیں ہوتا۔

۵۔ فلاحی ریاست

یہ ایک فلاحی' خیر خواہ' خیر سگالی' اور خلق خدا کی خدمتگار ریاست ہوتی ہے۔ جو امن عامہ کے قیام اور رفائی انتظام کے ساتھ زندگی کے ہر شعبہ میں اخوت و محبت' عدل و مساوات' امانت و دیانت کو قائم کر کے جہد انسانی میں حائل تمام دشواریوں کا قلع قمع کر کے بلا امتیاز رنگ و نسل مذہب و قوم اپنے شہریوں کو بنیادی سہولتیں فراہم کرتی ہے۔

۶۔ فلاحی اقدامات

مندرجہ ذیل اقدامات کے ذریعہ ریاست کو فلاحی بنانے کا منصوبہ ہوتا ہے۔ ۱۔ترغیب صدقہ ۲۔جدوجہد ۳۔انفرادی ملکیت کا حق ۴۔زکوۃ ۵۔ارتکاز دولت کی ممانعت ۶۔اسراف کی ممانعت ۷۔تعیشات پر پابندی ۸۔معذورین کی امداد ۹۔مجبوروں کی کفالت ۱۰۔تزکیہ نفس ۱۱۔بنیادی ضروریات کی بلا امتیاز فراہمی ۱۲۔جائز معاشی آزادی ۱۳۔سماجی' معاشی' معاشرتی' سیاسی عدل ۱۴۔سود و شراب کی ممانعت ۱۵۔ملاوٹ و رشوت کا خاتمہ ۱۶۔دولت کی منصفانہ تقسیم ۱۷۔بخل کی ممانعت ۱۸۔ناجائز منافع خوری کا خاتمہ ۱۹۔دھوکہ دہی و فریب کاری کی ممانعت ۲۰۔امانت و دیانت کا حکم ۲۱۔قومی و وطنی ہمدردی و اتحاد کا حکم ۲۲۔مؤثر اخلاقی تعلیمات ۲۳۔اقربا پروری کا خاتمہ ۲۴۔حرام کاروبار کی ممانعت ۲۵۔ ہر فرد کو اپنی صلاحیت کے مطابق مواقع روزگار فراہم کرنے کی ضمانت ۲۶۔تعلیم کو مفت و عام کرنے کا حکم ۲۷۔سستا اور فوری انصاف کی فراہمی ۲۸۔ظلم و زیادتی کا خاتمہ ۲۹۔سماجی و اخلاقی برائیوں کا خاتمہ ۳۰۔باہم پاسداری کا حکم ۳۱۔امداد باہمی کا حکم ۳۲۔اللہ اور اس کے رسول سے اور دین و وطن سے محبت کا حکم ۳۳۔امن و امان کی ضمانت ۳۴۔بدامنی و شر پسندی کی ممانعت ۳۵۔طبقاتی کشمکش کا خاتمہ ۳۶۔سرمایہ کاری کے مواقع ۳۷۔اطمینان قلب کے مواقع ۳۸۔حسد کا خاتمہ ۳۹۔شخصی عزت نفس کا حکم ۴۰۔طہارت اجسام و اموال کا حکم ۴۱۔قانون فطرت کی پابندی ۴۲۔معیارِ زندگی کی بلندی کے مواقع کی فراہمی ۴۳۔ایثار و فداکاری کا حکم ۴۴۔اجتماعی شعور و تعمیری مواقع ۴۵۔ترغیب خیر ۴۶۔شریعت الٰہیہ کا مکمل نفاذ وغیرہ وغیرہ ۴۷۔اتحاد و اتفاق کا حکم ۴۸۔توکل علی اللہ و ثابت قدمی کا حکم ۴۹۔حسن سلوک کا حکم ۵۰۔جھوٹ' دغا' دھوکہ اور فریب کی مکمل ممانعت ۵۱۔صداقت و سچائی کا معاشرہ ۵۲۔صبر و استقلال کا حکم ۵۳۔عفو و درگذر کا حکم ۵۴۔جھوٹ کی مکمل ممانعت ۵۵۔غیبت کی ممانعت ۵۶۔منافقت کی حرمت ۵۷۔غرور تکبر کی ممانعت ۵۸۔احترام قانون کا حکم ۵۹۔کسب حلال کی تحریص ۶۰۔حقوق اللہ کی ادائیگی ۶۱۔حقوق العباد کی

ادائیگی ۶۲۔احسان کا حکم ۶۳۔اعتصام بحبل اللہ کا حکم ۶۴۔والدین کے حقوق کا حکم ۶۵۔اساتذہ کی عزت وتکریم کا حکم وغیرہ وغیرہ۔

عالمی ریاست کے قواعد وضوابط

قرآن مجید کی تعلیمات کی روشنی میں اس عالمی ریاست کے انتظامی قواعد وضوابط کا مختصر طور پر ذکر کیا جاتا ہے۔

ا۔ اقتدار اعلیٰ کی حکمرانی

اس ریاست میں اقتدار اعلیٰ کی مکمل حکمرانی ہوگی۔اس کی ذات اور صفات میں کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا جائے گا۔جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد الٰہی ہے:''کیا تم نہیں جانتے کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کی ہے۔(البقرۃ ۱۰۷)

''کہو اختیار سارا کا سارا اللہ ہی کا ہے۔''(ال عمران ۱۵۴)

۲۔ اجتماعی عدل

اس عالمی ریاست میں اجتماعی عدل کو کلیدی حیثیت حاصل ہے۔اس میں ادنیٰ واعلیٰ' غلام وآقا' حاکم ومحکوم' امیر وغریب' کسان ومزارع' افسر وماتحت' شاہ وگدا اور عایا سب کے یکساں قانونی حقوق ہیں۔کسی کے ساتھ امتیازی سلوک نہیں کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے''اے نبی کہہ دو کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ میں تمہارے درمیان عدل قائم کرو۔(شوریٰ ۱۵)

۳۔ باہمی مساوات

اس ریاست میں بلا امتیاز رنگ ونسل' زبان ووطن وقوم کو یکساں حقوق حاصل ہوں گے۔ارشاد ربانی ہے''تمام مومنین تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔(الحجرات ۱۰)

۴۔ شورائیت

عالمی ریاست کا بنیادی اہم اصول نظام شورائیت ہے۔ارشاد ربانی ہے:''اور مسلمانوں کے معاملات باہمی مشورے سے طے پاتے ہیں۔(الشوریٰ ۳۸)

۵۔ جوابدھی

عالمی ریاست کا اصول یہ ہے کہ اس میں قائمہ حکومت مطلق العنان اور آزاد نہیں ہوتی بلکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے سامنے ہمہ وقت جوابدہ ہوتی ہے۔ارشاد الٰہی ہے''اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں امانتداروں کے سپرد کرو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو اللہ تمہیں اچھی نصیحت کرتا ہے۔یقیناً اللہ سب سننے اور دیکھنے والا ہے۔(النساء ۵۸)

ارشاد نبویؐ ہے:''دیکھو تم میں سے ہر ایک داعی ہے اور وہ اپنی رعیت کے بارے میں جوابدہ ہے......الخ

۶۔ اطاعت امیر

عالمی ریاست کا ایک سنہرا اصول یہ ہے کہ اس کے شہریوں پر امیر کی اطاعت صرف معروف اور نیکی کے کاموں میں ہوں

گی۔بدی اور برائی کے کاموں میں امیر کی اطاعت واجب نہیں۔مخلوق پر اللہ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں ہے۔

۷۔ حصول اقتدار کی ممانعت

عالمی ریاست میں ارکان حکومت خود حصول اقتدار کی طمع یا خواہش کرنے کی ممانعت ہوتی ہے۔جیسا کہ ارشاد الہٰی ہے:

''یہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کو دیں گے جو زمین میں نہ تو اپنی بڑائی کے طالب ہوتے ہیں اور نہ فساد برپا کرتے ہیں۔(قصص ۸۳)

۸۔ نفاذ شریعت کی ذمہ داری

اس ریاست کی حکومت پر اول ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اسلامی قوانین کو مکمل اور قطعی طور پر نافذ کرے۔جیسا کہ ارشاد الہٰی ہے

''یہ وہ لوگ ہیں اگر ہم زمین میں انہیں اقتدار دیں تو وہ نماز قائم کریں زکوٰۃ ادا کریں نیکی کا حکم دیں برائی سے روکیں۔(الحج ۴۱)

۹۔ احتساب

عالمی ریاست کے تمام امور اصول احتساب کی بنیاد پر انجام پاتے ہیں۔اس کے امراء ارکان حکومت اور رعایا سب کی مشترکہ ذمہ داری ہے کہ وہ تمام امور احتساب پر انجام دیں۔ارشاد الہٰی ہے''پس جو ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اسے دیکھے گا اور جو ذرہ برابر بدی کرے گا وہ اسے دیکھے گا۔''

۱۰۔ خدمت

اس ریاست کا اصول ہے کہ اس کے حکمران قوم کے آقا و مالک نہیں ہوتے بلکہ وہ قوم کی خدمت کو اپنا شعار بناتے ہیں۔

ارشاد نبوی ہے:سیّد القوم خادمھم قوم کا سرداران کا خادم ہے۔

۱۱۔ خارجہ پالیسی اور اس کے اصول

تعلیمات قرآن مجید کے تحت ریاست کے خارجہ و بین الاقوامی امور کی انجام دہی کے لئے بڑے کارآمد اور رہنما اصول متعین فرمائے ہیں۔چند کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ عہد کی پابندی

دوسری قوموں کے ساتھ کیئے گئے معاہدوں کی پابندی کا حکم رب تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔عہد پورا کرو بے شک عہد کے متعلق باز پرس ہوگی۔(بنی اسرائیل ۳۴)

۲۔ فسخ معاہدہ

اگر کسی وجہ سے معاہدہ فسخ کرنا ضروری ہو تو فریق معاہدہ کو آگاہ کر دینے کا حکم ہے۔اگر تمہیں کسی قوم سے خیانت کا اندیشہ ہو جائے تو ان کی طرف معاہدہ لوٹا دو برابری ملحوظ رکھ کر یعنی انہیں معاہدے کے ختم ہونے کی اطلاع کر دو۔

۳۔ صداقت

تمام معاملات میں راست اور صداقت کو اختیار کرنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اور اپنی قسموں کو اپنے درمیان مکر وفریب کا ذریعہ نہ بناؤ۔'' (النحل ۹۴)

۴۔ عدل وانصاف

بین الاقوامی عدل وانصاف پر مبنی پالیسی کو اختیار کرنا ضروری ہے۔ ارشاد الٰہی ہے ''اور کسی قوم سے دشمنی تمہیں اس بات پر نہ ابھارے کہ تم انصاف نہ کرو بلکہ انصاف کرو یہ تقوے کے قریب تر ہے۔ (مائدہ ۸)

۵۔ صلح

رب تعالیٰ دشمن سے صلح کا حکم دیتا ہے جیسا کہ ہے ''اور اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی ہو جاؤ۔'' (انفال ۶۱)

۶۔ ممانعت فساد

زمین میں امن وامان کا قیام وفساد کا خاتمہ بنیادی بات ہے۔ ارشاد ہے: ''آخرت کا گھر تو ہم ان لوگوں کو دیں گے جو زمین میں اپنی برتری نہیں چاہتے اور نہ فساد چاہتے ہیں۔ (قصص ۸۴)

۷۔ احسان

اچھا سلوک کرنے والوں سے اچھا اور نیک برتاؤ کرنا۔ ارشاد الٰہی ہے: ''اچھے سلوک کرنے والوں کا بدلہ اچھے سلوک کے سوا اور کیا ہے۔'' (رحمٰن ۶)

۸۔ زیادتی کی اجازت

جو زیادتی کرتا ہے اس کے اتنی ہی زیادتی کرنے کا رب حکم دیتا ہے۔ ''پس جو کوئی تم پر زیادتی کرے تو تم بھی اس پر اتنی زیادتی کرو جتنی کہ اس نے کی تھی۔'' (البقرہ ۱۹۴)

۹۔ غیر جانبدار ممالک سے دوستی

غیر جانبدار ممالک سے دوستی کرنا خارجہ پالیسی کا اہم نکتہ ہے۔ جس کی طرف رب تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ ارشاد ہے: ''اللہ تمہیں اس بات سے نہیں روکتا کہ تم ان لوگوں کے ساتھ انصاف و نیک سلوک کرو جن لوگوں نے تم سے جنگ نہیں کی ہے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا ہے۔ یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ (ممتحنہ ۸)

۱۰۔ رازداری

عالمی ریاست کے معاملات کو دشمنی سے بچانا اور اس کا وہ حصہ جو دشمن سے راز رکھنے کے قابل ہے اس کے رازوں کے افشاء کی سخت ممانعت کردی گئی ہے۔ حکم الٰہی ہے ''اے ایمان والو تم اپنے علاوہ دوسروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ۔ (آل عمران ۱۱۸)

۱۱۔ دشمن کے لئے تیاری

دشمنوں کے مقابلہ کے لئے ہمیشہ خود کو تیار رکھنا بھی خارجہ پالیسی کا اہم جزو ہے۔ اور ہمہ وقت دشمن سے غافل رہنے کا نتیجہ بہت مہلک نکلتا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ''اور ان کے لئے تیار رکھو جو قوت تمہیں بن پڑے اور جتنے گھوڑے تم باندھ سکو۔'' (انفال ۶۰)

۱۲۔ فتنہ کا خاتمہ

عالمی ریاست پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ رب کی زمین پر امن و امان قائم کرے اور ہر طرح کے فتنہ و فساد کو ختم کر کے اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور رسول کریم ﷺ کی شریعت کا نفاذ کر دے۔ ارشاد الٰہی ہے: ''اور ان سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فساد باقی نہ رہے اور سارا دین اللہ کا ہو جائے پھر اگر وہ باز رہیں تو اللہ ان کے کام دیکھ رہا ہے۔ (انفال ۳۱)

عالمی ریاست کا دستور

عالمی ریاست کا اساسی و بنیادی دستور قرآن مجید ہے۔ جو احکم الحاکمین کا کلام ہے۔ جس میں خالق کائنات نے تمام بنیادی مسائل کے متعلق اپنی مکمل ترین ہدایت ہمیشہ کے لئے اشرف المخلوقات کو عطا فرما دی اور اعلان فرما دیا کہ ہدایت اس سے وابستہ ہے۔ ارشاد ہے: ''وہ عظیم الشان کتاب ہے جس میں شک کی گنجائش نہیں، متقین کے لئے ہدایت ہے۔'' (بقرہ ۲)

قرآن مجید ایک مکمل اور واضح اور محفوظ ترین دستور ہے۔ اس میں ایسے تمام قوانین موجود ہیں جو زمانے کے بدلتے ہوئے حالات اور مادی ترقی کے ہر مسئلہ کا حل بتا سکے۔ اللہ تعالیٰ کا علم کامل ترین قدیم ہے۔ اس کے دستور کی روشنی میں ریاست کا اقتدار اعلیٰ خالق و مالک کے پاس ہی رہے گا۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ''خبردار وہ پیدا بھی کرتا ہے اور حکم بھی اسی کا ہے۔ (اعراف ۵)

اس دستور کے مطابق رسول کریم ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری لازمی ہوگی۔

ارشاد الٰہی ہے: جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا۔ (النساء ۸۰)

ریاست اسلامی میں حکومت کسی کی وراثت نہیں۔ ارشاد ہے: ''اللہ نے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائے اور اچھے عمل کرتے ہیں وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں زمین میں خلیفہ بنائے گا۔ (النور ۵۵)

اس دستور میں امور ریاست کی انجام وہی کی بنیاد شوریٰ پر ہوگی۔ جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے: ''مسلمانوں کا کام باہم مشورے سے ہوتا ہے۔'' (شوریٰ ۳۸)

دستور کے مطابق ریاست کی حکومت نیک لوگوں کے حوالے ہوگی۔ ارشاد ہے: ''اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں (ووٹ) ان کے اہل کو دے دو۔'' (النساء ۵۵)

اس کے مطابق ریاست کا یہ فرض ہوگا کہ وہ نیکیوں کا حکم کریں اور بری باتوں سے روکیں۔ ارشاد ہے: ''اگر ہم انہیں زمین پر حکومت دیں تو وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کریں گے۔ (الحج ۴۱)

ریاست میں قرآن مجید اور سنت رسول ﷺ کی حکمرانی ہوگی۔ جیسا کہ ارشاد ہے: جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کے مقرر کردہ قوانین کی خلاف ورزی کرتے ہیں وہ ذلیل ترین ہیں۔ (مجادلہ ۲۰)

اس کے مطابق ریاست خلیفہ کی اطاعت سب شہریوں پر واجب ہوگی۔ جیسا کہ ارشاد ہے: ''اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اور صاحب امر کی اطاعت کرو۔ (النساء ۵۹)

اس دستور کے مطابق ریاست میں نظام عدل قائم کرنا ضروری ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: ''اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو، انصاف کرو یہ تقویٰ کے قریب تر ہے۔ (مائدہ ۸)

اس کے مطابق حکومت کا فرض ہے کہ وہ ریاست میں نظام مساوات کو قائم کرے۔ ارشاد ہے: ''اور یہ کہ تمہاری امت ایک ہی امت ہے اور میں تمہارا پروردگار ہوں سو مجھ ہی سے ڈرو۔'' (المومنون ۵۲)

اس کے مطابق حکومت کا فرض ہے کہ وہ اپنے تمام شہریوں کو ضروریات زندگی بہم پہنچائے۔ ارشاد ہے: ''ہم نے ان کے درمیان ان کی دنیا کی زندگی میں ان کی روزی تقسیم کر دی ہے۔'' (زخرف ۳۲)

اس کے مطابق حکومت کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ اپنے شہریوں کو ان کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہ دے۔''

''اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے بڑھ کر مشقت میں نہیں ڈالتا۔ (البقرۃ)

اس الہامی منشور کے مطابق ریاست میں امن کا قیام بھی اس کا فرض ہے۔ ارشاد ہے: ''بے شک اللہ تعالیٰ ظلم و تعدی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔''

اس نسخہ کیمیا کے مطابق دین اسلام کی نشر و اشاعت و تبلیغ بھی ریاست کا فریضہ ہے۔ ارشاد ہے: ''تم بہترین امت ہو لوگوں کی بھلائی کے لئے نکلتے ہو، اچھائی کا حکم دیتے ہو، برائی سے روکتے ہو، اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔'' (البقرۃ ۱۲۶)

اس سرچشمہ ہدایت کے مطابق سرحدوں کی حفاظت بھی ریاست کا فریضہ ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

''اللہ کے راستے میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔''

انسانوں کے حقوق کی حفاظت کرنا بھی ریاست کا فرض ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوا:

''اس جان کو قتل نہ کرو جسے اللہ نے حرام قرار دیا ہے مگر حق کے ساتھ۔'' (بنی اسرائیل ۳۳)

اس آسمانی دستور کے مطابق جرم کی تفتیش کرنا بھی فرض ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

''اے ایمان والو اگر کوئی فاسق خبر لائے تو تم تحقیق کر لیا کرو۔'' (الحجرات ۶)

اس صحیفہ سماوی کے مطابق اپنے غیر مسلم باشندوں کے جملہ حقوق کا مکمل تحفظ کرنا بھی فرض ہے۔ ارشاد ہے:

''اگر ایسے لوگوں میں سے ہوں کہ تم میں اور ان میں معاہدہ ہے تو خون بہا دینا چاہیئے۔'' (النساء ۹۲)

اس ابدی روشنی کے مطابق ریاست کے تمام باشندوں کے جملہ حقوق کا تحفظ کرنا فرض ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

''اپنے مال آپس میں ناجائز طریقوں سے نہ کھاؤ۔'' (النساء ۲۹)

اس مجموعہ ہدایت الٰہیہ کے مطابق ریاست کے تمام افراد کی عزتوں کی حفاظت کی ضمانت دی گئی ہے۔ ارشاد ہے:

''کوئی گروہ دوسرے گروہ کا مذاق نہ اڑائے اور نہ تم باہم عیب لگاؤ نہ برے لقب دو نہ تم میں کوئی کسی کی غیبت کرے۔ (الحجرات)

اس مکمل مجموعہ کے مطابق رعایا کی نجی زندگی کا تحفظ کی ضمانت بھی دی گئی ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

''اپنے گھروں کے علاوہ دوسرے گھروں میں داخل نہ ہو جب تک کہ اجازت نہ لے لو۔'' (القرآن)

اس ابدی آئین کی رو سے ظلم و تعدی کے خلاف آواز بلند کرنے کا حق تمام باشندوں کو حاصل ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

''اللہ تعالیٰ کسی برائی پر زبان کھولنے کو پسند نہیں کرتا مگر یہ کہ کسی پر ظلم ہو۔'' (النساء ۱۴۸)

اس لاثانی آئین کے مطابق ریاست کے باشندوں کو اجتماع کی آزادی کا حق دیا گیا ہے۔ ارشاد ہے:

''تم میں سے ایک ایسا گروہ ہونا چاہیئے جو لوگوں کو نیکی کی دعوت دے اور بدی سے روکیں یہی لوگ فلاح یافتہ ہیں۔''
(آل عمران ۱۰۴)

اس نسخہ لافانی کے مطابق رعایا کو ضمیر اور اعتقاد کی آزادی کا حق بھی دیا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

''دین میں جبر نہیں۔'' (بقرہ ۲۵۶)

اس کے مطابق مذہبی دل آزاری کی ممانعت کر دی گئی ہے۔ ارشاد ہے:

''جو لوگ خدا کے علاوہ معبودوں کو پوجتے ہیں ان کو گالی نہ دو۔'' (انعام ۱۰۸)

اس بے نظیر نسخہ ہدایت کے مطابق ہر شخص اپنے اعمال کا خود جوابدہ ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

''ہر شخص جو برائی کماتا ہے اس کا وبال اسی پر ہے اور کوئی بوجھ نہیں اٹھاتا کسی دوسرے کا۔'' (انعام ۱۶۴)

اس آخری ہدایت کے مطابق ہر طرح کی تعلیم کا انتظام کرنا اور اسے ہر ایک تک پہنچانا بھی ریاست کا فرض ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے: ''کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہو سکتے ہیں۔'' (زمر ۹)

اس شمع ہدایت کے مطابق غیر مسلم حکومتوں سے روادارانہ تعلقات و روابط بھی ریاست کا فرض ہے۔ ارشاد ہے:

''اللہ تمہیں ان سے نہیں روکتا جنہوں نے تمہارے دین کے بارے میں لڑائی نہیں کی۔'' (ممتحنہ ۸)

اس نور رحمانی کے مطابق ریاست میں کسی غیر مسلم کو کوئی کلیدی عہدہ دینے کی ممانعت ہے۔ جیسا کہ حکم ہے:

''اے ایمان والو کسی غیر کو اپنا رازدار نہ بناؤ وہ تمہاری خرابی میں کمی نہیں کرتے۔'' (آل عمران ۱۱۸)

اس الہامی قانون کے مطابق کسی شخص کے خلاف بغیر ثبوت جرم کسی قسم کی کاروائی کی اجازت نہیں۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

''اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو ایسا نہ ہو کہ تم کسی گروہ کو ان جانے میں نقصان پہنچا دو اور پھر اپنے کئے پر پچھتاؤ۔'' (الحجرات ۶)

اس ضابطہ ابدی کے مطابق ضرورت مندوں کو بنیادی ضروریات کا سامان مہیا کرنا بھی ریاست کا فریضہ ہے۔ ارشاد ہے:

''اور ان کے مالوں میں حق ہے مدد مانگنے والے اور محروم لوگوں کا۔'' (الذریت ۱۹)

اس ضابطہ ربانی کے مطابق تمام معاملات میں سچائی اور ایمانداری برتنے کا حکم ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

''اور اپنی قسموں کو اپنے درمیان مکر و فریب کا ذریعہ نہ بناؤ۔'' (النحل ۹۴)

اس آئینی دستاویز کے مطابق صلح جوئی و صلح پسندی کے اصول کو اپنانے کا حکم ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

''اور اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی صلح کی طرف مائل ہو جاؤ۔'' (انعام ۶۱)

دستور عالمی کے ماخذ

جملہ علماء کرام و فقہاء عظام کے مطابق عالمی ریاست کے دستور مندرجہ ذیل ماخذ ہیں۔

(۱) کتاب اللہ (۲) سنت رسول (۳) اجماع (۴) قیاس (۵) استحسان (۶) استدلال (۷) استصلاح (۸) مسلمہ شخصیتوں کی آراء (۹) تعامل (۱۰) عرف و رسم و رواج (۱۱) ما قبل شریعت (۱۲) ملکی قانون۔

ان مآخذوں سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ دستور کس قدر فعال، وسیع، کتنا جامع، کتنا مکمل اور کس قدر متنوع ہے۔ اس میں تمام بنی نوع انسان کے قیامت تک کے جملہ مسائل کے حل کے لئے اساسی اصول و ضوابط کی نشاندہی موجود ہے۔

عالمی ریاست کے انتظامی ڈھانچے کی تشکیل

سربراہ مملکت

قرآن مجید کی تعلیمات کے مطابق عالمی ریاست کے سربراہ مجازی کو امام اعظم، خلیفہ اور امیر کا نام دیا ہے۔ امام اعظم اس لئے کہ وہ زمام حکومت اور اعضاء حکومت کا قائد ہوتا ہے جماعت بھی کراتا ہے۔ خلیفہ اس لئے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کا نائب ہوتا ہے۔ امیر اس لئے کہ وہ نیکیوں کا حکم دیتا ہے اور برائیوں سے روکتا ہے۔ لیکن قرآن مجید میں خلیفہ زیادہ مستعمل ہے۔ ارشاد نبوی بھی ہے: ''کہ نبوت کے بعد طریقہ نبوت پر کام کرنے والی خلافت آئے گی۔''

خلیفہ کی شرائط

فقہاء کرام نے منصب خلافت کے متعلق افراد کے لئے ان شرائط کو لازمی قرار دیا ہے۔ ۱۔ مسلمان ہونا ۲۔ عاقل ہونا ۳۔ بالغ ہونا ۴۔ جسمانی عیوب و نقائص سے پاک ہونا ۵۔ سیاست حاضرہ و مسائل ملیہ پر مکمل بصیرت ۶۔ دینی علوم کا ماہر ہونا ۷۔ امانتدار ہونا ۸۔ شجاع و بہادر ہونا ۹۔ عادل ہونا ۱۰۔ مرد ہونا۔

انتخاب خلیفہ

خلیفہ کا انتخاب شوریٰ کے ذریعہ عمل میں لایا جائے گا۔

اختیارات خلیفہ: عالمی ریاست کے خلیفہ کو تین قسم کے اختیارات حاصل ہوں گے۔

۱۔ تنقیدی اختیارات

۱۔ضروری قواعد وضوابط وضع کرنے کا اختیار ۲۔عملے کی تقرری کے اختیارات ۳۔احتساب کے اختیارات ۴۔صلح و جنگ کے اختیارات ۵۔تفتیش کے اختیارات۔

۲۔ تشریحی اختیارات

۱۔حق تنسیخ قانون خلاف شرع ۲۔عدالتی اختیارات ۳۔نئے پیش آمدہ مسائل پر قانون سازی۔

۳۔ مجلس مشاورت

عالمی ریاست کے تحت خلیفہ کو انتظام مملکت چلانے کے لئے ایک مجلس مشاورت تشکیل دینی ہے۔ جن کے انتخاب کی یہ شرائط ہیں۔۱۔مسلمان ہونا ۲۔عالم دین ہو ۳۔عادل ہو ۴۔مشورہ کی اہلیت رکھتا ہو ۵۔ملکی وملی حالات حاضرہ سے واقف ہو ۶۔عوام کا خیر خواہ ہو۔ یہ ارکان خلیفہ کو مشورہ دیں گے اور اس کے اختیارات کے استعمال پر کڑی نگاہ رکھیں گے۔

اختیارات پر پابندی

عالمی ریاست کے خلیفہ کو بے لگام آزادی اور لامحدود اختیارات نہیں دیئے گئے بلکہ اقتدار اعلیٰ تو اللہ تعالیٰ کو ہی حاصل ہوتا ہے۔ یہ نائب خدا اور رسول ہونے کی حیثیت سے خود احکام خداوندی وفرامین رسول کا پابند رہے گا اور اسے اختیار نہیں کہ شریعت کے کسی حکم کو بدل دے یا خلاف شریعت کسی کو کوئی حکم دے۔

معزولی کا طریقہ

دستور الہٰی کے ضوابط کے تحت خلیفہ کو مندرجہ ذیل صورتوں میں معزول کیا جا سکتا ہے۔۱۔اگر خلیفہ مرتد ہو جائے ۲۔پاگل ہو جائے ۳۔مسلمانوں کے دینی ودنیوی معاملات کی حفاظت نہ کر سکے ۴۔فسق وفجور میں مبتلا ہو جائے ۵۔دستور ریاست کی بالادستی کو تسلیم نہ کرے ۶۔شدید بیمار ہو جائے اور بیماری طوالت پکڑ لے ۷۔دشمن کا قیدی بن جائے ۸۔مجلس مشاورت کے اراکین ودیگر صاحب آراء کے مشوروں کے بغیر وخلاف امور چلائے۔

حکومت کے محکمے

۱۔ مجلس قانون ساز (مقننہ)

اس کے مندرجہ ذیل فرائض ہیں۔۱۔قرآن وسنت کے مطابق قانون سازی ۲۔قانون سازی میں مفاد عامہ کا تحفظ کرنا ۳۔اعمال خلیفہ پر نظر رکھنا ۴۔خلاف شرع کام کرنے کی صورت میں خلیفہ سے وضاحت طلب کرنا اور اسے معزول کرنا۔

مجلس قانون ساز کے حقوق

(۱) بیت المال وحسابات خلیفہ کی جانچ کرنا۔ (۲) خلیفہ وارکان حکومت کی غلط پالیسیوں پر تنقید کرنا۔ (۳) مجلس کے مشورہ

کے بغیر قانون سازی کرنے پر خلیفہ کو مشورہ لینے پر مجبور کرنا۔(۴) بلا مشورہ غلط قانون کو کالعدم قرار دینا۔(۵) مجلس کا ایک مقررہ مدت تک کام کرتے رہنا۔

۲۔ انتظامیہ (عاملہ)

اس کے تحت مندرجہ ذیل محکمے آئیں گے:۔

ا۔محکمہ دفاع ۲۔محکمہ مالیات ۳۔محکمہ ترقیات عاملہ ۴۔محکمہ صنعت وحرفت ۵۔محکمہ امور خارجہ ۶۔محکمہ تبلیغ ۷۔محکمہ تعلیم ۸۔محکمہ داخلہ ۹۔محکمہ مردم شماری ۱۰۔محکمہ آبادکاری ۱۱۔محکمہ سیاحت ۱۲۔محکمہ شکایات عاملہ ۱۳۔محکمہ ڈاک وترسیل ۱۴۔محکمہ احتساب ۱۵۔محکمہ خوراک ۱۶۔محکمہ ذمیاں۔

اوصاف عمال

ارکان وعمال حکومت کے مندرجہ ذیل اوصاف ہونا لازمی ہیں:۔

ا۔قرآن وسنت کا عامل ہونا ۲۔متقی ہونا ۳۔برائیوں سے بچنے والا ۴۔حلال روزی کھانے والا ۵۔حرام سے بچنا ۶۔سرکاری مال وراز کی حفاظت کرنے والا ۷۔عوام کی فلاح وبہبود کا حامی ۸۔فرائض کو دیانتداری سے بجالانے والا۔

۳۔ عدلیہ

عدالتی نظام یوں ہوگا۔ا۔عدالت عظمٰی: یہ ریاست کی سب سے بڑی عدالت ہوگی۔۲۔عدالت عالیہ ہائی کورٹ ۳۔عدالت فوق العادہ (اسپیشل ٹربیونل) ۴۔عدالت صلح ۵۔عدالت اصلاح ۶۔عدالت تعلیم یا ثالثی ۷۔عدالت محکمہ ابتدائیہ

آزادی

ریاست عالمی کے دستور کے مطابق عدلیہ بالکل آزاد ہوگی۔

قاضی کی شرائط

عدالت کا قاضی یا جج کو مندرجہ ذیل شرائط کا حامل ہونا لازمی ہوگا:۔ا۔مسلم ہو ۲۔مرد ہو ۳۔بالغ ہو ۴۔ذہین ہو ۵۔عادل ہو ۶۔قوانین شریعت کا عالم ہو ۷۔صحیح الجسم وتندرست ہو ۸۔حالات ومسائل حاضرہ سے واقف ہو ۹۔شریعت کا عامل ہو ۱۰۔خوف خدا ہو۔

قاضی کے اختیارات

دستور کے مطابق قاضی کے فرائض واختیارات یہ ہوں گے:۔

ا۔شہادتوں کی جانچ کرنا ۲۔گواہوں وامینوں کی منظوری دینا ۳۔مقدمات کا فیصلہ ۴۔نابالغ ویتامیٰ کے اموال کی نگرانی و حفاظت ۵۔حدود جاری کرنا ۶۔قوانین شریعت کا دوٹوک نفاذ ۷۔اوقاف کی نگرانی ۸۔وصیت ناموں پر عملدرآمد کرانا ۹۔ناجائز تعمیرات وغیر قانونی قبضوں کو ختم کرانا ۱۰۔مظلوموں کی دادرسی وحقوق دلانا ۱۱۔آئین کی بالادستی قائم رکھوانا ۱۲۔قاضیوں کے جان ومال

کا تحفظ ۱۳۔فیصلہ کرنے میں عدالتی اختیارات کے استعمال میں مکمل آزادی دلانا ۱۴۔قاضی کے فیصلوں پر دوٹوک عملدرآمد کرانا ۱۵۔قاضی کو معاشرے میں اعلیٰ مقام دلانا ۱۶۔اسے مکمل عدالتی سہولتیں وکتب فقہ کو بہم پہنچانا۔

عالمی ریاست کے فرائض

آئین کے مطابق جو ریاست کے فرائض ہیں یہی اس کے شہریوں کے حقوق ہیں۔

ا۔شہریوں کی جان کی حفاظت ۲۔شہریوں کی عزت و ناموس کی حفاظت ۳۔رعایا کے مال و املاک کی حفاظت ۴۔نظام مساوات کا قیام ۵۔ضروریات زندگی بہم پہنچانا ۶۔شہریوں کو انفرادی ملکیت کی اجازت دینا ۷۔اظہار رائے کی آزادی ۸۔انصاف بہم پہنچانا ۹۔رعایا کو انفرادی آزادی ۱۰۔ضمیر وعقائد کی آزادی ۱۱۔معذوروں وکمزوروں کی حفاظت وکفالت ۱۲۔رعایا کو گناہوں سے اور برے کاموں سے بچانا ۱۳۔ظالم کا حکم ماننے سے روکنا ۱۴۔امور حکومت وسیاست میں رعایا کو شریک کرنا ۱۵۔رعایا کو اجتماع کی آزادی دینا ۱۶۔اصل مجرم کو سزا دینا ۱۷۔ایک کے بدلے دوسرے کو سزا نہ دینا ۱۸۔صرف شبہات کی بنیاد پر فیصلہ نہ کرنا ۱۹۔شہریوں کو مذہبی دل آزاری سے محفوظ رکھنا ۲۰۔تعلیم مفت و عام کرنا ۲۱۔رفاہ عامہ کی سہولتیں فراہم کرنا ۲۲۔امن عامہ قائم کرنا ۲۳۔اشاعت علم کے لئے دارالمطالعے قائم کرنا ۲۴۔رعایا کو سکونت کی آزادی ۲۵۔صحت کے انتظامات کرنا ۲۶۔راستوں کی دیکھ بھال کرنا ۲۷۔صفائی کا بندوبست کرنا ۲۹۔قومی وملی اتحاد کرنا ۳۰۔نظام شریعت کا مکمل نفاذ کرنا ۳۱۔دین کی سربلندی کیلئے سرگرم رہنا ۳۲۔فرض شناس و دیانتدار عملہ بنانا ۳۳۔سرکاری ملازمین کے فرائض کی نگرانی ۳۴۔ملکی ونظریاتی سرحدوں کی حفاظت کرنا ۳۵۔منصفانہ نظام معیشت نافذ کرنا ۳۶۔طبقاتی نظام کا خاتمہ کرنا ۳۷۔ممنوع وحرام کاروبار کی بندش ۳۸۔نظام اخلاق کو نافذ کرنا ۳۹۔بیواؤں' یتیموں' مساکین و محتاجوں کی کفالت وامداد کا مستقل انتظام کرنا ۴۰۔مسلمان بچوں کی دینی تعلیم کا معقول انتظام کرنا ۴۱۔عالم اسلام کے اتحاد واتفاق کے لئے کوشاں رہنا ۴۲۔بلا امتیاز رنگ ونسل شہریوں کو بنیادی سہولتیں فراہم کرنا ۴۳۔اسلامی فرقوں کو حدود میں رہتے ہوئے مذہبی آزادی دلانا ۴۴۔غیر مسلموں کو بھی محدود مذہبی آزادی ۴۵۔معاہدوں کی پابندی ۴۶۔ملکی وملی ترقی کے لئے ہمہ وقت کوشاں رہنا

رعایا کے فرائض

آئین کے مطابق جو ریاست کے باشندوں کے فرائض ہیں وہی ریاست کے حقوق ہیں:

ا۔امیر واولوالامر کی اطاعت ۲۔باہمی تعاون ۳۔باہمی قانون کی اطاعت ۴۔دفاع وطن میں جان و مال دینا ۵۔ریاست کے محصولات کی ادائیگی ۶۔ریاست میں امن قائم رکھنا ۷۔تمام باشندوں کا اپنی تعلیم وصحت کا خیال کرنا ۸۔شریعت الٰہیہ کی پابندی ۹۔عمال سے تعاون ۱۰۔حکومت کی اصلاح کرنا ۱۱۔اپنے فرائض ایمانداری سے ادا کرنا ۱۲۔تبلیغ دین میں سرگرم رہنا ۱۳۔برائیوں اور منکرات کا انسداد ۱۴۔اخوت ومحبت کی فضا قائم رکھنا ۱۵۔پاکیزہ وصالح معاشرے کی تشکیل میں مدد دینا ۱۶۔احسان وقربانی وایثار سے کام لینا۔

اقلیتوں کے حقوق

دستور کے مطابق ریاست کے غیر مسلم افراد کو مندرجہ ذیل حقوق حاصل ہیں:۔

ا۔ان سے کیے گئے معاہدات کی پابندی کرنا ۲۔دشمن کے حملہ کے وقت ان کے جان و مال کا تحفظ ۳۔دشمن کے حملوں سے بچاؤ کی تربیت دینا ۴۔دستور کے مطابق انہیں مناسب و محدود مذہبی آزادی ۵۔ان کی عزت و وقار کی حفاظت ۶۔ان کے معذوروں کی کفالت کرنا ۷۔ان کے شخصی قانون کا نفاذ کرنا ۸۔ان سے جزیہ وخراج لینے میں نرمی کرنا ۹۔سرکاری ملازمتوں میں کلیدی عہدوں کے علاوہ دوسرے عہدوں پر مناسب نمائندگی دینا ۱۰۔معاشرتی' قانونی اور معاشی مساوات قائم کرنا ۱۱۔ان کے بچوں کے لئے ان کی مذہبی تعلیم کا انتظام کرنا ۱۲۔ان کے ساتھ باہمی تعاون و رواداری روا رکھنا ۱۳۔ان کو اور ان کے بچوں کو بنیادی سہولتیں فراہم کرنا ۱۴۔ان کو اور ان کے بچوں کو زبردستی فوج میں بھرتی نہ کرنا ۱۵۔ان کے لئے جداگانہ انتخاب کا انتظام کرنا ۱۶۔ان کے نمائندے کو مساوی عزت فنڈز فراہم کرنا۔وغیرہ

امت مسلمہ کی ذمہ داریاں

امت مسلمہ آج بدعقیدگی و بدعملی کا شکار ہو کر افتراق و انتشار کا شکار ہوگئی ہے۔اس کا کوئی امام یا مرکز نہیں رہا' مرکز اسلام سعودی عرب میں افواج غیر ڈیرے جمائے بیٹھی ہے اور اپنی حفاظت کا خراج تیل کی شکل میں پیش کر رہی ہے۔چیچنیا میں ہزاروں مسلمانوں کو مولی گاجر کی طرح ذبح کیا گیا۔اسرائیل کے ہاتھوں فلسطینی مسلمان تہ تیغ کئے جا رہے ہیں۔افغانستان کے مسلمانوں کو چن چن کر شہید کر دیا گیا' اریٹریا کے مسلمانوں کو اپنی جانوں کے لالے پڑے ہوئے ہیں' کشمیر میں نصف صدی سے زیادہ عرصہ سے خون کی ہولی کھیلی جا رہی ہے' عراق پر عرصہ حیات تنگ کیا جا رہا ہے انڈونیشیا کے ایک صوبہ ایسٹ تیمور کو الگ کر کے وہاں غیر اسلامی حکومت قائم کر دی گئی ہے اور آئے دن پاکستان بھی ان کی نظروں میں کھٹک رہا ہے۔الغرض جہاں کہیں بھی مسلمان ہیں ان کے گرد غیر حلقہ تنگ کئے جا رہے ہیں۔یہ سب ذلت و خواری مسلمانوں کے حصہ میں اس لئے آ رہی ہے کہ انہوں نے اپنے دین سے منہ پھیر لیا ہے اور رقص وسرود میں پوری قوم پڑ گئی ہے جس کی وجہ سے اس میں افتراق پھوٹ اور انتشار نے جگہ لے لی ہے۔مغربی تمام اقوام باہم متحد ہو رہی ہیں ان کی اقوام متحدہ ہے جس سے وہ اپنی مرضی کے فیصلے کرواتیں ہیں' ان کی سلامتی کونسل ہے جس سے فیصلے اپنی مرضی کے مطابق صادر کرواتے ہیں' انہوں نے اپنی ایک کرنسی یورو بنالی ہے جس میں وہ عالمی لین دین کرتی ہیں' ساری دولت مغربی بنکوں میں جمع ہو رہی ہے۔آخر یہ یورپ والے کر سکتے ہیں تو امت مسلمہ کو سوچنا چاہیئے کہ وہ ایک کیوں نہیں ہوسکتی۔مسلمانوں کا خدا ایک ان کا رسول ایک' ان کا منشور (قرآن مجید) ایک' ان کا کعبہ ایک تو پھر یہ سب ایک کیوں نہیں ہوسکتے؟ یہ اپنی مسلم اقوام متحدہ کیوں نہیں بناتے' یہ مسلم سلامتی کونسل کیوں تشکیل نہیں دیتے؟ یہ مل کر مسلم ورلڈ بنک کیوں نہیں بناتے' یہ مغربی ممالک کو اپنی من مانی شرائط پر قرضے کیوں نہیں دیتے؟ یہ اپنی ایک کرنسی کیوں نہیں بناتے۔یہ اپنی ورلڈ مسلم فوج کیوں نہیں تشکیل دیتے یہ سب مل کر متحد کیوں نہیں ہو جاتے؟ جیسا کہ رب تعالیٰ ان کو حکم دیتا ہے:

''اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو سب مل کر اور آپس میں پھٹ نہ جانا اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب تم میں بیر تھا

اس نے تمہارے دلوں میں ملاپ کر دیا تو اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی بن گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچالیا اللہ تم سے یونہی اپنی آئتیں بیان فرماتا ہے تکہ کہیں تم ہدایت پاؤ۔ (آل عمران ۱۰۳)

حضور اکرم ﷺ نے تمام مسلمانوں کو بھائی بنا کر ایک ایسا عظیم الشان اتحاد کر کے دکھا دیا جس میں امیر وغریب' گناہگار و پرہیزگار' گورے اور کالے' ایرانی وتورانی' ایشیائی ویورپین سب کو ایک کر دیا' مسلمان کسی مسلمان سے نفرت نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے دنیا میں انتشار وتفریق ہے اور دین میں اتحاد جمع وتدوین ہے۔ دنیا میں کوئی تخت پر ہے کوئی فرش پر' کوئی محل میں ہے کوئی جھونپڑے میں لیکن دین کے احاطہ مسجد میں' کعبہ میں قبرستان میں سب ایک جگہ ہیں۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہوئے گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز
بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تیرے دربار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

حضور اکرم ﷺ کی سعی اتحاد

امت مسلمہ کے اتحاد کا کارنامہ ایک ایسا کارنامہ ہے جو سنہری حروف میں لکھے جانے کے لائق ہے۔ آپ نے اول دن سے ہی اس پر کام شروع فرما دیا تھا اور آپ نے اس ناممکن کام کو ممکن بنا دیا۔ آپ کی سعی جمیلہ کا مختصر سا حال پیش کیا جاتا ہے۔

ا۔ عقائد اسلام

جیسا کہ میں ابتداء میں بتا چکا ہوں کہ انسان روح اور جسم مجموعہ کا نام ہے یا یوں سمجھ لیں کہ حقیقی انسان تو روحانی ہے اور اس پر جسم تو زائد اس کا چھلکا ہے۔ اس لئے جب تک انسان کی روح کسی چیز کے تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہوتی اس وقت تک اس کا جسم اور جوارح بھی اسے تسلیم نہیں کرتے۔ انسان کی روح پیاسی ہو تو پھر انسان کا ہاتھ پانی کی طرف بڑھتا ہے اور پانی پینے کے بعد روح کی پیاس ختم ہو جاتی ہے۔ لہٰذا آپ نے سب سے پہلے عقائد اسلام جس میں توحید باری تعالیٰ ہے' آپ کی رسالت وانبیاء کرام پر ایمان' فرشتوں پر ایمان' الہامی کتب پر ایمان' آخرت کے دن پر اور اچھی اور بری تقدیر پر اور مرنے کے بعد اٹھنے پر ایمان لانے کی تبلیغ میں سعی بلیغ فرمائی یہاں تک کہ آپ کا مکی دور انہی عقائد کی تبلیغ فرماتے ہوئے گذرا اور ان عقائد کو زبان سے اقرار کرنے اور دل سے تصدیق کرنے کا نام ہی ایمان وایقان ہے۔ اور یہ عقائد دین کے اصول (جڑیں) کہلاتی ہیں ان کے بغیر اسلام کا تصور ہی ممکن نہیں ہے۔ انسان کے تمام تفکرات انسان کے دل میں پیدا ہوتے ہیں اور جب تک انسان کا دل نہ مانے وہ کسی چیز کے تسلیم کرنے پر تیار ہی نہیں ہوتا اس لئے آپ نے فرمایا'' کہ جسم میں ایک گوشت کا لوتھڑا ہے جب وہ صحیح ہوتا ہے تو سارا جسم صحیح ہوتا ہے اور جب اس میں فساد آ جاتا ہے تو سارا جسم بیمار ہو جاتا ہے خبردار وہ دل ہے۔'' (بخاری) دوسری جگہ ارشاد نبویؐ ہے:'' اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور آدمی کو وہی ملتا ہے جس کی اس نے نیت کی۔'' (بخاری) اس لئے آپ نے ساری عمر اور خصوصاً مکی عہد مبارک میں عقائد کی تبلیغ فرمائی کہ تمام مسلمان روحانی طور پر متحد ومتفق ہو جائیں ان کے دل' ان کی روحیں' ان کے خیالات وتفکرات' ان کی نیتیں اور ارادوں میں

یکسانیت پیدا ہو جائے۔ اس لئے جب ان کے دل یکساں طور پر دھڑکنے لگے ان کے افکار و خیالات میں یکسانیت آ گئی تو پھر وہ عملی طور پر بھی متفق ہو گئے۔ لہٰذا زمانہ جاہلیت کی اوس اور خزرج دو بھائیوں کی وہ لڑائیاں جو معمولی باتوں سے شروع ہوئیں اور ان کی اولاد میں ایک سو بیس (۱۲۰) سال تک جاری رہیں جن میں جنگ بعاث بڑی خون ریز تھی۔

دوسری جنگ بسوس تھی جو ایک اونٹنی کے زخمی کرنے پر شروع ہوئی اور چالیس (۴۰) سال جاری رہی۔ تیسری داحس ہے انہیں حرب قیس بھی کہتے ہیں گھڑ دوڑ سے ابتدا ہوئی چالیس (۴۰) سال جاری رہی۔ چوتھی حرب فجار ہے جو مقدس مہینوں میں شروع ہوئی۔ زہیر اور عنترہ جو عہد جاہلیت کے شاعر تھے انہوں نے ان جنگی تباہ کاریوں کے مناظر اپنے کلام میں بیان کئے ہیں جنہیں پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ رب تعالیٰ ان کے متعلق فرماتا ہے "اور ان کے دلوں میں محبت پیدا کر دی اگر تم زمین میں جو کچھ ہے سب خرچ کر دیتے تو ان کے دل نہ ملا سکتے لیکن اللہ نے ان کے دل ملا دیئے بے شک وہی غالب حکمت والا ہے۔ (انفال ۶۳) یعنی اوس اور خزرج کے درمیان صدیوں سے ایسی عداوتیں پڑی ہوئی تھیں کہ کسی تدبیر سے دور نہ ہو سکتی تھیں۔ حضور کے طفیل اللہ نے ان کے سینے کینے سے پاک وصاف کر دیئے۔ یہ سب کچھ محبوب خدا کے ذریعہ سے ہوا ورنہ دریا کا رخ پھیر دینا' پہاڑ جگہ سے ہٹا دینا آسان ہے مگر اس قدر بگڑی قوم کو بنانا بچھڑوں کو ملانا بہت مشکل ہے۔ یہ آپ کی تبلیغ کا ہی کمال ہے وہ بھی مختصر مدت میں۔

بدخلق جو تھے وہ نیک ہوئے لڑتے تھے ہمیشہ ایک ہوئے
جھگڑے تو نے آ کر میٹ دیئے تیری فہم وذکا کا کیا کہنا!

آج امت مسلمہ انتشار کا شکار اس لئے ہے کہ ان کے عقائد میں فتور آ گیا ہے اور ان کے دلوں میں دنیا آ گئی ہے۔ دین کی حرارت سے اور عشق مصطفیٰ سے ان کے دل خالی ہو گئے ہیں۔

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے
مسلمان نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

۲۔ ارکان اسلام

عقائد کا تعلق جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ انسان کے دل سے ہے اور ارکان اسلام کا تعلق انسان کے جسم سے ہے۔ انہیں صرف زبان سے اقرار کرنا اور دل سے تصدیق لازمی تھی لیکن ارکان اسلام کو عملی وفعلی طور پر کرنا لازم وفرض ہے۔

شہادت

توحید الٰہی ورسالت حضور ﷺ کو زبان سے پڑھنا دوسرے کے سامنے کم از کم ایک مرتبہ تو فرض ہے باقی پانچوقتہ اذان میں اقامت میں' ہر نماز کے تشہد میں ہر نومولود کے کان میں جمعہ اور عیدین کے خطبات میں اور ہر واعظ کے خطبہ میں اسی کی تکرار کی جاتی ہے۔ اس طرح سے اس عمل میں تمام مسلمانوں کو متحد و متفق عملی طور پر کر دیا ہے۔

نماز

نماز ایک ایسا عمل ہے جو ہر مسلمان کو پانچ وقت پر دن میں مسجد میں ایک امام کے پیچھے کندھے سے کندھا ملا کر کھڑا کر دیتا ہے۔ پھر ہر جمعہ کو مسلمانوں کو جامع مسجد میں جمع کرتا اور عیدین میں ایک پوری بستی کے مسلمانوں کو ایک جگہ عملی طور پر اکٹھا کر کے عملاً اتحاد و اتفاق کا عمل دہرایا جاتا ہے۔ اور کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو پیچھے یا آگے نہیں کر سکتا یہاں تک کہ جس صف یا قطار میں کھڑا ہے اس سے بھی کوئی آگے نہیں بڑھ سکتا اور آگے والے کو پیچھے نہیں کر سکتا۔

روزہ

سال میں ایک مہینہ تمام مسلمان ایک ہی وقت میں سحری کرتے اور ایک ہی مقررہ وقت میں افطار کرتے ہیں۔ روزانہ ہر رات مسجد میں اکٹھے تراویح بھی پڑھتے ہیں کہ یہ ان کے کھانے پینے میں اتحاد کا مظاہرہ ہے۔

زکوٰۃ

ہر مسلمان اپنے مال و املاک کا اسلامی سال گذرنے کے بعد حساب کتاب کرتا ہے اور اپنے جمع شدہ مال میں سے غرباء و مساکین یعنی مستحقین کے حصہ کو اپنے مال سے خود الگ کر کے دوسرے مسلمان کو دے دیتا ہے۔ جس سے معاشرتی ناہمواری دور ہو کر سبھی مسلمانوں کے مابین اتحاد و اتفاق کا عملی مظاہرہ ہوتا ہے' غرباء و امراء میں محبت کا رشتہ قائم ہوتا ہے۔

حج

حج میں سبھی حجاج ایک طرح کا لباس احرام پہن کر ایک ہی طرح کا نغمہ گاتے ہوئے (تلبیہ پڑھتے) ہوئے ایک مرکز پر پہنچ کر مقررہ دنوں میں ساری دنیا کے ممالک کے حاجی ایک جگہ پر عورت و مرد مل کر مناسک حج ادا کرتے ہیں پھر وہ سب ایک دوسرے کی خیر خواہی میں بڑھ کر کوشش کرتے ہیں۔ عمرہ میں تمام سال کے دنوں میں اور حج کے مقررہ دنوں میں یہ عالمی اتحاد و اتفاق' محبت و یگانگت کا وہ عملی مظاہرہ ہوتا ہے۔ اگر دنیا کا کوئی بھی دوسرا ملک کروڑوں ڈالرز کے خرچ کرنے پر بھی ایسا اجتماع ممکن نہیں بنا سکتا۔ الختصر یہ کہ دین اسلام نظریاتی و عملی طور پر تمام مسلمانوں کو اتحاد و اتفاق کی عملی طور پر تربیت دیتا ہے۔ کاش کہ ہم تمام امت مسلمہ کے افراد اسلام کے اس فلسفہ کو سمجھ لیں اور جس طرح سے مسلمانوں کے خلاف تمام غیر اسلامی ممالک متحد ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ آپ نے خود ارشاد فرمایا ہے: الکفر ملة واحدة کہ تمام کفار ایک ہی قوم ہیں۔ اور وہ آئے دن اس اکیے کا مظاہرہ بھی کرتے رہتے ہیں۔

بنگلہ دیش بنانے کے وقت' افغانستان کو تباہ کرنے کے وقت' انڈونیشیا میں مشرقی تیمور میں غیر اسلامی حکومت کرتے وقت اور آج کل عراق پر حملہ کرنے کے لئے سبھی غیر اسلامی ممالک متحد ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کاش کہ امت مسلمہ اب اپنی ذمہ داریوں کو سمجھے اور ساری دنیا کے مسلمان اپنے فکر و خیال و اعمال کو دین حق پر متفق و متحد کر لیں۔ پلیٹ فارم ان کے پاس موجود ہے وہ عالمی نظام اسلام ہے اور قرآن مجید اس نظام کا آئین و دستور موجود ہے جو قیامت تک ہر طرح کی ترقیات میں رہنمائی کی صلاحیت رکھتا ہے۔

قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے اسی پر عمل پیرا ہو کر ساری دنیا کی امامت کی تھی آج بھی اگر ہم اس پر عمل پیرا ہو جائیں تو دنیا

میں اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کر سکتے ہیں۔

اگر تو ے خواہی مسلمان زیستن
نیست ممکن جز بقرآں زیستن

کہ اگر تم مسلمان کی حیثیت سے دنیا میں زندہ رہنا چاہتے ہو تو بغیر قرآن پر عمل پیرا ہونے کے ایسا ممکن نہیں ہے۔

وہی ہے صاحب امروز جس نے اپنی ہمت سے
زمانے کے سمندر سے نکالا گوہر فردا

آخر میں دعا ہے کہ امت مسلمہ کو رب تعالیٰ اتحاد و اتفاق قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ان کی اپنی مسلم اقوام متحدہ، مسلم ورلڈ بنک، مسلم سلامتی کونسل ہو اور ساری امت مسلمہ فکری و عملی طور پر متفق و متحد ہو جائے۔ اس اتحاد کی جتنی امت مسلمہ کو آج ضرورت ہے اتنی کبھی بھی نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کے وسیلہ سے ان کا اتحاد و اتفاق قائم فرمائے اور اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی توفیق عطا فرمائے، تمام مسلم ممالک و مسلم امہ کی حفاظت فرمائے۔

آمین ثم آمین بجاہ لنبی الکریم ورؤف رحیم یا رب العٰلمین.

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امتِ مسلمہ کی ذمہ داریاں
تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

قاضی عبدالغفار ڈیرہ اسماعیل خان

مسلمان مجاہدین کی قربانیوں کی بدولت روس کے انہدام کے بعد امریکہ نے اپنے خیال باطل میں دنیا کی واحد بالا دست قوت کی حیثیت اختیار کر لی ہے اور وہ تمام دنیا کو اپنے ایک ''نئے عالمی نظام'' کا پابند بنانا چاہتا ہے۔ اس مذموم مقصد کے لئے وہ اپنی تکنیکی برتری اور عسکری قوت کا استعمال کر رہا ہے۔ نئے عالمی نظام کے تمام پہلو واضح نہیں ہیں تاہم عام تاثر یہی ہے کہ یہ مغربی تہذیب کا دوسرا نام ہے۔ اس لئے مغربی دانشور اور مفکرین اس کشمکش کو ''تہذیبوں کا تصادم'' تصور کرتے ہیں۔ مغربی تہذیب کی بنیادی قدریں لادینیت سے ماخوذ ہیں۔ مغرب میں لادینیت کا ظہور سب سے پہلے سیاست اور مذہب کی علیحدگی سے ہوا لیکن رفتہ رفتہ لادینیت مغرب میں زندگی کے تمام نظام پر حاوی ہو گئی ہے اور زندگی کے ہر گوشہ سے اب مذہب کو عملی طور پر خارج کر دیا گیا ہے۔ اور اب تمام کام انسانی عقل کے تابع ہو کر رہ گئے ہیں۔ مفکر اسلام علامہ اقبالؒ نے مغرب میں چند سال گزار کر اس لادین تہذیب کا وسیع مطالعہ اور مشاہدہ کیا اور اپنے کلام میں اس کے تمام پہلوؤں کا انتہائی قابل قدر جامع ور مستند تجزیہ پیش کیا ہے۔ موجودہ حالات میں اس تہذیب کے مفاسد جاننے کے لئے آپ کے کلام سے استفادہ ناگزیر ہو گیا ہے۔ انسانی عقل کے بے مایہ ہونے کے متعلق اقبالؒ اور فرماتے ہیں

عقل بے مایہ امامت کی سزاوار نہیں راہبر ہو ظن و تخمیں تو زبوں کار حیات

محض عقل کی قیادت سے پیدا ہونے والے مفاسد کے بارے میں فرمایا ہے کہ:

فسادِ قلب و نظر ہے فرنگ کی تہذیب کہ روح اس مدنیت کی رہ نہ سکی عفیف
رہے نہ روح میں پاکیزگی تو ہے ناپید ضمیر پاک و خیال بلند و ذوق لطیف

لادینیت نے انسانیت کو ختم کر کے قومیت کو پروان چڑھایا ہے اور اس کے نتائج بین الاقوامی سطح پر انتہائی مہلک ثابت ہو رہے ہیں۔ فرمایا ہے کہ:

آں چناں قطع اخوت کردہ اند بر وطن تعمیر ملت کردہ اند
مردمی اندر جہاں افسانہ شد آدمی از آدمی بیگانہ شد

مغربی تہذیب کی معیشت اور معاشرت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

یورپ میں بہت روشنی علم و ہنر ہے حق یہ ہے کہ بے چشمہ حیواں ہے یہ ظلمات

اور فرماتے ہیں

بیکاری و عریانی و مے خواری و افلاس کیا کم ہیں فرنگی مدنیت کی فتوحات

ایک اور مقام پر فرمایا ہے کہ:

کوئی پوچھے حکیم یورپ سے　　ہندو یوناں ہیں جس کے حلقہ بگوش
کیا یہی ہے معاشرت کا کمال　　مرد بے کار و زن تہی آغوش

لادینیت سے پیدا ہونے والے اخلاقی اور روحانی رذائل کے متعلق فرمایا ہے کہ:

نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیب حاضر کی
یہ صناعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے

حیرت ہے کہ اہل مغرب اس ملک اور قوم کو تہذیب سے عاری گردانتے ہیں۔ جہاں ان کی فساد انگیز اور ہلاکت انگیز تہذیب کی کارفرمائی نہیں ہے۔ علامہ اقبالؒ مغرب کی اس مذموم ذہنیت کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

نظر ورانِ فرنگی کا ہے یہی فتویٰ　　وہ سرزمین مدنیت سے ہے ابھی عاری
جہاں قمار نہیں زن تنک لباس نہیں　　جہاں حرام بتاتے ہیں شغل مے خواری

مغرب کی دانش اور ذہنیت کے متعلق فرمایا ہے کہ:

دانشِ افرنگیاں تیغے بدوش　　در ہلاک نوعِ انساں سخت کوش

ایک اور مقام پر فرمایا ہے کہ:

بروں ہمہ بزم، دروں ہمہ رزم　　زبانِ او زمسیح و دلش و دیش چنگیز است

۔مغرب کی تہذیب اور مغرب کے مکر و فریب سے اجتناب کرنے کے لیے اور لادینیت کے مقاصد سے محفوظ رہنے کے لئے علامہ اقبالؒ مسلمانوں کو مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ:

فریاد ز افرنگ و دل آویزی افرنگ
فریاد ز شیرینی و پرویزی افرنگ
عالم ہمہ ویرانہ ز چنگیزی افرنگ　　معمار حرم باز بہ تعمیر جہاں خیز

مغرب کے دانشور اور ذرائع ابلاغ کے نمائندے جدید ترین ٹیکنالوجی کے ذریعے اپنی تہذیب کو ترقی پذیر ممالک میں رائج کرنے اور فروغ دینے کے لئے دن رات کوشش میں مصروف ہیں، لیکن خاطر خواہ کامیابی کے آثار نظر نہیں آرہے۔ باقی دنیا سے قطع نظر، مسلم ممالک کے عوام اس لادین تہذیب کے خلاف احتجاج اور مزاحمت کر رہے ہیں۔ یہودیوں کی سازش سے ۱۱ستمبر کے واقعہ نے امریکہ کو اب اس تہذیب کو سیاسی اور عسکری قوت سے نافذ کرنے کا موقع فراہم کر دیا ہے۔ بغیر کسی تحقیق اور ثبوت کے، افغانستان کی اسلامی حکومت کو بے دخل کر کے وہاں کے نہتے عوام پر وزنی اور بے شمار بم برسا کر ظلم و بربریت کی انتہا کر دی ہے۔ افسوس ہے کہ کسی ملک کی طرف سے کوئی مزاحمت نہیں ہوئی۔ روس نے خوشی سے تعاون کیا کیونکہ اس کو نیست و نابود کرنے میں افغان مجاہدین نے نمایاں کردار ادا کیا تھا۔ بھارت کی اسلام سے اور مسلمانوں سے عداوت، یہودیوں سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ چین بھی لاتعلق رہا، مسلم

ممالک حالات کی جبریت سے خاموش رہے۔ ان حالات سے صدر بش اور اس کے درندہ صفت حواریوں کے حوصلے بے حد بلند ہو گئے ہیں اور وہ اب عراق کو تباہ و برباد کرنے کے لئے تیار ہو گئے ہیں۔

عراق کے علاوہ جن دوسرے مسلم ممالک کا ''برائی کے محور'' کے طور پر نام لیا جا رہا ہے ان میں ایران' پاکستان' لیبیا' سوڈان اور سعودی عرب شامل ہیں۔ ابتداء عراق سے ہو رہی ہے کیونکہ اس کی عسکری قوت کے خاتمہ کے ساتھ' تیل کے وسیع ذخائر پر بھی قبضہ ہو جائے گا اور اس یک طرفہ جنگ کو جاری رکھنے کے لئے وسائل بھی مسلم ملک سے حاصل ہو جائیں گے۔ یہودیوں کی سازش سے عیسائی دنیا کا منصوبہ یہ ہے کہ تمام مسلم ممالک کو بیک وقت نشانہ بنانے کی بجائے' باری باری اقتصادی اور عسکری لحاظ سے بے دست و پا کیا جائے۔ عراق پر الزام ہے کہ وہ ایٹمی اور جراثیمی ہتھیار تیار کر رہا ہے۔ حالانکہ اس قسم کے مہلک ہتھیار امریکہ' روس' بھارت' اسرائیل اور دوسرے عیسائی ممالک کے پاس وافر مقدار میں موجود ہیں۔ امریکہ کے دباؤ سے سیکورٹی کونسل نے عراق کے خلاف قرارداد پاس کر دی ہے اور اب اسلحہ انسپکٹر سینکڑوں کی تعداد میں عراق کی تلاشی لے رہے ہیں۔ اسلحہ انسپکٹروں کو مہلک ہتھیاروں کے کوئی آثار بھی نظر نہیں آ رہے لیکن امریکہ اور اس کے حواریوں کے جنگی جہاز تباہ کن اسلحہ سے لیس ہو کر عراق کے گرد جمع ہو گئے ہیں۔

امریکہ اور یورپ کے عیسائی ممالک کے مذموم عزائم اب کوئی راز نہیں رہے ہیں۔ امریکہ نے اعلانیہ صلیبی جنگ کا آغاز کر دیا ہے اور یورپی ممالک پس پردہ رہ کر' ہر طرح کی مدد کر رہے ہیں۔ یہودیوں کی سازش بالکل واضح ہے۔ تمام مسلم ممالک کے حکمران اور عوام حالت کا صحیح ادراک کر رہے ہیں اور اس کی سنگینی کا احساس بھی کر رہے ہیں۔ تمام امت مسلمہ کھلی آنکھوں سے دیکھ رہی ہے کہ اقوام متحدہ اور سیکورٹی کونسل امریکی اثر و رسوخ کے زیر اثر' صرف ان قراردادوں پر عمل درآمد کرتی ہے جو صرف مسلمانوں اور مسلمان ممالک کے خلاف ہوتی ہیں۔ افغانستان اور عراق کی واضح مثالوں کے علاوہ' انڈونیشیا کی مثال موجود ہے۔ عیسائیوں کے لئے علیحدہ مملکت بنانے کے لئے اس کے ایک جزیرہ مشرقی تیمور کو اس سے علیحدہ کر دیا گیا۔ اس کے برعکس کشمیر اور فلسطین کے متعلق درجنوں قراردادیں منظور کی جا چکی ہیں لیکن ان پر عمل کرنے کے لئے کوئی قدم نہیں اٹھایا گیا اور بھارت اور اسرائیل کے خلاف کوئی کاروائی بھی نہیں کی جاتی۔ ہنود اور یہود کے ان دونوں ممالک کو' کشمیر کے مسلمانوں اور فلسطین کے مسلمانوں کے خلاف دہشت گردی کی اجازت عام دے رکھی ہے بلکہ اعلانیہ حوصلہ افزائی کی جا رہی ہے۔

دنیا کے مسلمان ممالک تعداد کے لحاظ سے' آبادی کے لحاظ سے' رقبہ کے لحاظ سے' زرعی اور معدنی وسائل کے لحاظ سے عالمی سطح پر ایک اہم اور فیصلہ کن مقام کے حامل ہو سکتے ہیں لیکن اس وقت بین الاقوامی معاملات میں ان کی رائے اور مشورہ کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ سیکورٹی کونسل میں ان کا کوئی مستقل نمائندہ نہیں ہے۔ کسی مسلمان ممالک کو ویٹو کا اختیار حاصل نہیں ہے۔ اس لئے وہ مسلمانوں کے خلاف کسی قرارداد کے منظور ہونے یا عمل درآمد ہونے سے نہیں روک سکتے۔ اس وقت بے بسی کا یہ عالم ہے کہ مسلمان ممالک اجتماعی طور پر یا انفرادی طور پر مسلمانوں کے خلاف ہونے والے ظلم' بربریت اور بے انصافی کے خلاف' مجاہدانہ انداز میں' مذہب' احتجاج اور مزاحمت کی سکت اور جسارت بھی نہیں کر سکتے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ صلیبی یلغار کے خلاف مشترکہ لائحہ عمل وضع کرنے کی بجائے ہر مسلمان ملک الگ الگ اپنی سالمیت اور خودمختاری کے تحفظ کے لئے فکر مند تھے۔ اس محدود سوچ سے ہر ملک تنہا ہو جائے

گا۔ حالانکہ بقول اقبالؒ فرد کی طرح ہر مسلمان ملک کی بقا بھی ملت سے وابستہ ہے۔ فرمایا ہے:

فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں

موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں

موجودہ حالات میں اور جنگِ احزاب (خندق) کے حالات میں کافی حد تک مماثلت موجود ہے۔ اس دور میں بھی یہودیوں نے سازشوں اور عذابوں سے بنیادی کردار ادا کیا اور اب بھی دنیا کے یہودیوں نے عیسائی دنیا کو امریکہ کی سرپرستی میں امت مسلمہ کے خلاف مسلح تصادم پر آمادہ کر دیا ہے۔ عالم اسلام کا فرض ہے کہ موجودہ حالات سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ان مبارک اقدامات کی پیروی کی جائے جو نبی کریم ﷺ نے اختیار فرمائے اور بہت ہی کم جانی و مالی نقصان سے کامیابی حاصل کی اور ہمیشہ کے لئے یہودیوں کافروں اور مشرکوں کے غلبہ سے نجات حاصل کر لی اور مسلمانوں کے لئے فتوحات کا راستہ ہموار کر دیا۔ آپ ﷺ کے مبارک طریقوں کی پیروی کو یقینی بنانے کے لئے یہاں پر جنگ احزاب کا سرسری جائزہ بے محل نہ ہوگا۔

یہودِ مدینہ کے ایک قبیلہ بنو نضیر نے مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کی خلاف ورزی کی۔ اس لئے اس قبیلہ کو مدینہ سے خارج کر دیا گیا اور وہ قبیلہ خیبر میں آباد ہو گیا۔ اس قبیلہ نے مسلمانوں سے انتقام لینے کے لئے مشرکین مکہ سے رابطہ کیا اور باہمی اشتراک سے مسلمانوں پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ دونوں کی مشترکہ کوششوں سے عرب کے دوسرے غیر مسلم قبائل بھی شریک ہو گئے۔ اس مشترکہ لشکر میں پندرہ ہزار جنگجو شامل تھے۔ جنگی ساز و سامان، گھوڑے اور خوراک کا وافر ذخیرہ بھی ساتھ تھا۔ یہودیوں کا ایک دوسرا قبیلہ بنو قریظہ، مدینہ کے اندر موجود تھا اور معاہدہ کے تحت مسلمانوں کا حامی تھا۔ اس قبیلہ کو بھی مسلمانوں کے خلاف غداری پر آمادہ کر لیا گیا۔

نبی کریم ﷺ کو جب اس مشترکہ لشکر اور اس کے حملہ کا علم ہوا تو آپ ﷺ کی زبان مبارک سے اولیں کلمہ "حسبنا اللہ و نعم الوکیل" کا ادا ہوا۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی نصرت اور توکل کو تمام دیگر دنیاوی اسباب اور وسائل پر فوقیت دی۔ دنیاوی اسباب صرف اسی وقت مؤثر ثابت ہو سکتے ہیں جب اللہ تعالیٰ کی تائید اور فضل شامل حال ہو۔ اس کے بعد، آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع فرمایا اور حالات سے باخبر کرنے کے ساتھ ساتھ، ان سے مشورہ طلب فرمایا۔ جنگی ساز و سامان کی قلت کی بناء پر، دفاعی حکمت عملی پر اتفاق ہوا۔ اور حضرت سلمان فارسیؓ کی رائے سے خندق کھودنے کا فیصلہ ہوا، یہ دفاع کا ایک ایرانی حربہ تھا جس کو اپنا لیا گیا۔

اس خندق کی لمبائی ساڑھے تین میل تھی اور چوڑائی اور گہرائی اتنی تھی کہ دشمنوں کے گھوڑے آسانی سے اس کو عبور نہیں کر سکتے تھے۔ یہ خندق صرف چھ دنوں میں تیار ہو گئی۔ اس خندق کی تیاری میں نبی کریم ﷺ نے خود بھی برابر کا حصہ لیا۔ ایک چٹان جو کسی سے نہیں ٹوٹ سکتی تھی، آپ ﷺ نے صرف تین ضربوں میں اس کو توڑ دیا اور صحابہ کرامؓ کو ایران اور روم کی فتوحات کی بشارتیں دیں۔ یہ بشارتیں منافقین کے لئے تمسخر کا باعث ہوئیں لیکن تاریخ نے اس معجزہ کو حرف بہ حرف سچ ثابت کر دیا۔

مسلمانوں کی کل جمعیت تین ہزار تھی۔ صرف چھتیس گھوڑے اور محدود تعداد میں جنگی سامان تھا۔ آپ ﷺ نے عورتوں اور بچوں کو محلہ کے محفوظ قلعہ میں جمع کر دیا اور اُن کی حفاظت کے لئے دو سو مجاہدین مقرر فرمائے۔ باقی تمام صحابہ کرام ﷺ دن رات خندق کی نگرانی کے لئے تعینات کئے گئے۔ کافروں کی طرف سے تیروں کی بارش اور اشتعال انگیزی کے باوجود صحابہ کرامؓ نے خندق کی نگرانی

کا فریضہ صبر واستقلال سے سرانجام دیا۔ نبی کریم ﷺ ہمہ وقت اللہ تعالیٰ سے دعا اور التجا میں مصروف رہے۔ بیس دنوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی فوج اور تیز وتند طوفان کی صورت میں نصرت فرمائی۔ طوفان کے باعث' کافروں کے خیمے اڑ گئے' آپس میں اختلافات پیدا ہو گئے' ان حالات میں لشکر کے سالار ابوسفیان نے محاصرہ ختم کرنے کا اعلان کر دیا۔ یہ محاصرہ مسلمانوں کی واضح کامیابی اور دشمنوں کی ہمیشہ کی بربادی اور مغلوبیت کی صورت میں اختتام کو پہنچا۔

غزوۂ احزاب تمام غزوات سے زیادہ سخت اور سنگین تھا' لیکن اس کے نتائج بھی مسلمانوں کے حق میں عظیم فتح کی صورت میں ظہور پذیر ہوئے۔ اسلام کے تمام مخالفین کی کمر ٹوٹ گئی' کافروں کا اسلام کو مغلوب کرنے کا خواب ہمیشہ ہمیشہ کے لئے چکنا چور ہو گیا۔ اسلام ناقابل تسخیر قوت بن گیا' اور سرعت سے مقبول ہونے لگا۔ غزوۂ احزاب کی سنگینی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت کے بارے میں قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے:

''اے ایمان والو! یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر۔ جب چڑھ آئیں تم پر فوجیں' پھر ہم نے بھیج دی ان پر ہوا اور فوجیں (فرشتوں کی) جو تم نے نہیں دیکھیں اور ہے اللہ تعالیٰ جو کچھ کرتے ہو دیکھنے والا۔'' (سورۃ احزاب آیت ۹)

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے ہر حال میں مسلمانوں کو نبی کریم ﷺ کی پیروی کرنے کا حکم دیا گیاہ۔ سورۃ احزاب کی آیت ۲۱ میں ارشاد ربانی ہے کہ: (ترجمہ)

''تمہارے لئے' درحقیقت' اللہ کے رسول ﷺ میں ایک بہترین نمونہ ہے۔ ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت کا امیدوار ہو اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہو۔''

اس آیت کریمہ کی روشنی میں ملت اسلامیہ کو موجودہ حالت سے نبرد آزما ہونے کے لئے ان تمام مبارک اقدامات پر عمل کرنا چاہیئے جو نبی کریم ﷺ نے غزوۂ احزاب کے موقع پر اختیار فرمائے تھے۔ آپ ﷺ نے سب سے پہلے ''حسبنا اللہ و نعم الوکیل'' کا کلمہ ارشاد فرما کر مسلمانوں کو یہ درس دیا ہے کہ حالات کی سنگینی سے خوف زدہ اور غمگین نہیں ہونا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان اور یقین کے ساتھ' توکل اور اعتماد رکھنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو غالب کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ ارشاد ربانی ہے کہ: (آل عمران۔ ۱۳۰) ''دل شکستہ نہ ہو۔ غم نہ کرو۔ تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو۔''

ایمان راسخ کا تقاضا ہے کہ موجودہ سنگین حالات میں دشمنان اسلام کی فوجی اور تکنیکی برتری سے خوف زدہ نہیں ہونا چاہیئے اور کسی حالت میں بھی پسپائی یا خود سپردگی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیئے اور اللہ تعالیٰ کے ارشادات کے مطابق ثابت قدم اور اسلام اور مسلمانوں کے تحفظ کے لئے کمربستہ رہنا چاہیئے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہیں کہ: (آل عمران۔ ۲۰۰)

(ترجمہ) ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ صبر سے کام لو۔ باطل پرستوں کے مقابلے میں پامردی دکھاؤ۔ حق کی خدمت کے لئے کمربستہ رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو امید ہے کہ فلاح پاؤ گے۔'' قرآن حکیم میں ایک اور مقام پر ارشاد الٰہی ہے کہ: (سورۃ محمد۔ ۳۵) (ترجمہ) ''پس تم بودے نہ بنو اور صلح کی درخواست نہ کرو۔ تم ہی غالب رہنے والے ہو' اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے اور تمہارے اعمال کو وہ ہرگز ضائع نہ کرے گا۔''

ہمیں نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ایمان کامل اور اعمال صالحہ کے ذریعے دعا اور التجا کرنی چاہیئے اور اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر یقین کامل ہو۔ ارشاد ربانی ہے کہ: (ترجمہ) ''ہم مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور ایمان والوں کی دنیا کی زندگانی میں اور جب کھڑے ہوں گے گواہ (آخرت)'' (سورۃ المومن۔ آیت ۵۱)

اللہ تعالیٰ پر کامل توکل کے باوجود' نبی کریم ﷺ نے انسانی تدابیر اور دنیاوی اسباب کو مدنظر انداز نہیں کیا اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع فرمایا اور ان سے مشورہ طلب کیا۔ اس طرح اُمت مسلمہ کے لئے مشاورت کی سنت مقدسہ جاری فرمائی۔ آپ ﷺ نے مشورہ کی برکات کے متعلق فرمایا ہے کہ:

ترجمہ ''جب کوئی قوم مشورہ سے کام کرتی ہے۔ تو ضرور ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت کردی جاتی ہے۔''

آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کرتے ہوئے' تمام مسلم ممالک سے مشورہ کے لئے بلا تاخیر اور بلا تردد' اسلامی کانفرنس تنظیم کا اجلاس طلب کیا جائے۔ حالات کا صحیح اور حقائق پسندانہ جائزہ لینے کے بعد' متفقہ فیصلہ اور مشترکہ لائحہ عمل تیار کیا جائے۔ تاہم یہ فیصلہ کسی لحاظ سے بھی خودسپردگی یا پسپائی کا کوئی پہلو لئے ہوئے نہ ہو۔ کیونکہ اس قسم کا فیصلہ قرآنی تعلیمات کے منافی ہوگا۔ ارشاد ربانی ہے کہ:

(ترجمہ) ''اور وہ جن سے لوگوں نے کہا کہ تمہارے خلاف بڑی فوجیں جمع ہوئی ہیں' اُن سے ڈرو۔ تو یہ سن کر ان کا ایمان اور بڑھ گیا اور انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے لئے اللہ کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے۔'' (آل عمران۔ آیت ۱۷۳)

اجلاس میں مسلمانوں کے خلاف امریکہ کی اعلانیہ سفاکانہ' ظالمانہ اور معاندانہ کاروائیوں کی مذمت کی جائے اور امریکہ اور اس کے یہودی اور عیسائی اتحادیوں پر واضح کیا جائے کہ اب افغانستان کی غلطی نہیں دہرائی جائے گی اور عراق کے خلاف حملہ ہوا تو یہ صلیبی جنگ تصور کی جائے گی اور تمام مسلم ممالک اس کی یک جان ہو کر مزاحمت کریں گے۔ مسلمان اور مسلم ممالک اب امریکہ کی قیادت میں عیسائی دنیا کے مذموم مقاصد سے بخوبی آگاہ ہیں اور دہشت گردی کی آڑ میں' مسلم ممالک کو غیر مسلح اور بے دست و پا رکھنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ عراق پر حملہ کی صورت میں کوئی مسلم ممالک کسی طرح بھی کفار سے تعاون نہیں کرے گا۔ تیل پیدا کرنے والے تمام مسلم ممالک ان تمام غیر مسلم ممالک کو تیل کی برآمد بند کردیں گے جو کسی طرح امریکہ کی حمایت میں ملوث ہوں گے اور عیسائی دنیا کے تمام مصنوعات کا بائیکاٹ کیا جائے گا۔ اِس قسم کے فیصلوں پر تمام مسلم ممالک کا عمل کرنا از روئے قرآن فرض عین ہے۔

(ترجمہ) ''اے ایمان والو مت بناؤ یہود و نصاریٰ کو دوست۔ وہ آپس میں دوست ہیں ایک دوسرے کے اور جو کوئی دوستی کرے ان سے تو وہ ان ہی میں سے ہے۔ اللہ ہدایت نہیں کرتا ظالم لوگوں کو۔'' (المائدہ۔ ۵۱)

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم فرمایا ہے کہ دشمنوں کے مقابلہ میں ہمہ وقت مستعد اور **تیار رہو اور اس** کے لئے زیادہ سے زیادہ عسکری قوت اور ساز و سامان حاصل کرو تا کہ دشمن ہمیشہ خوف زدہ رہے۔ ارشاد ربانی ہے کہ: (ترجمہ)

''اور تم لوگ جہاں تک تمہارا بس چلے (اپنی) زیادہ سے زیادہ طاقت اور تیار بندھے رہنے والے **گھوڑے (آلات حرب)** ان کے مقابلہ کے لئے مہیا رکھو تا کہ اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کے اور اپنے دشمنوں کو اور ان دوسرے اعداء کو **خوف زدہ کرو جنہیں** تم نہیں جانتے مگر اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔'' (الانفال۔ آیت ۶۰)

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو زرعی' معدنی اور آبی' ہر قسم کے وسائل سے نوازا ہے۔ اس وقت تک مسلمان ممالک کے بیشتر وسائل سے اور خاص کر تیل کے وسائل سے امریکہ اور یورپ کے ممالک نے خوب فائدہ حاصل کیا ہے۔ مسلم ممالک کی پیداوار کو انتہائی سستے داموں خریدا ہے اور اپنی مصنوعات کو انتہائی مہنگے داموں فروخت کیا ہے۔ اس طرح مسلم ممالک غریب سے غریب تر اور مغربی ممالک امیر سے امیر تر ہو گئے ہیں نیز صنعتی لحاظ سے ترقی نہ کرنے کی وجہ سے مسلم ممالک دفاعی ساز و سامان میں عیسائی ممالک کے محتاج ہو گئے ہیں۔ موجودہ صورت حال اس کا نتیجہ ہے۔

اب وقت آ گیا ہے کہ مسلمان ممالک ایک دوسرے کے ساتھ تعاون اور اشتراک عمل کریں۔ مادی وسائل کے حامل مسلم ممالک اپنے وسائل سے ان مسلم ممالک کی مدد کریں جو سائنس اور ٹیکنالوجی میں نسبتاً زیادہ ترقی کر چکے ہیں۔ تا کہ دونوں کے باہمی اشتراک سے مسلمان ممالک صنعتی اور دفاعی پیداوار میں پیش رفت کر سکیں اور غیر مسلموں پر انحصار کم سے کم ہو سکے۔

سائنس اور ٹیکنالوجی کے علوم کسی ایک قوم یا تہذیب کی میراث نہیں ہیں اور اگر ہیں تو یہ مسلمانوں کی میراث ہیں۔ یورپ نے مسلمان مفکرین اور سائنسدانوں کی کتابوں' تجربات اور مشاہدات سے استفادہ کر کے موجودہ ترقی اور قوت حاصل کی ہے اس کا ثبوت مغرب کی ترقی' عریانی' فحاشی اور بے حیائی پر مبنی لادین تہذیب کی وجہ سے نہیں ہے۔ بلکہ مغرب کی ترقی صرف اور صرف جدید سائنس اور ٹیکنالوجی کی بدولت ہے۔ اقبالؒ نے اسی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

قوت مغرب نہ از چنگ و رباب نے ز رقص دختران بے حجاب
قوتِ افرنگ از علم و فن است از ہمیں آتش چراغش روشن است

اللہ تعالیٰ نے خاتم الانبیاء محمد مصطفےٰ ﷺ پر دین کی تکمیل ہے۔ قرآن حکیم میں دین اسلام کو اکمل اور اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین قرار دیا ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے فیصلہ فرما دیا گیا ہے کہ اب تا قیامت صرف دین اسلام ہی قبول کیا جائے گا۔ آپ ﷺ کے بعد اب قیامت تک کوئی اور نبی نہیں آئے گا اس لئے دین اسلام کی دعوت و تبلیغ کا فرض ملت اسلامیہ پر عائد کیا گیا ہے اور اس ذمہ داری کی وجہ سے ہی ملت اسلامیہ کو امت خیر کا لقب دیا گیا ہے۔ قرآن حکیم میں ملت اسلامیہ کی بعثت کا مقصد بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ: ترجمہ (آل عمران۔ آیت ۱۲) ''مومنو جتنی امتیں لوگوں میں پیدا ہوئیں تم ان سب سے بہتر ہو کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور برے کاموں سے منع کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔''

نبی کریم ﷺ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنے کا حکم دیتے ہوئے اس سے تغافل کے مہلک نتائج سے بھی آگاہ فرما دیا ہے۔ حدیث مبارکہ میں ارشاد پاک ہے کہ: (ترجمہ) ''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ تم ضرور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ گناہ گاروں کے ساتھ تم سب پر اپنا عذاب نازل کر دے گا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو گے تو وہ قبول نہ ہوگی۔''

علماء کرام کا بھی اس پر اتفاق ہے کہ جب تک ملت اسلامیہ اپنی بعثت کے مقصد کے مطابق دین اسلام کی تبلیغ اور اشاعت کا فرض منصبی ادا کرتی رہی' نئی نئی قومیں اسلام میں داخل ہوتی رہیں اور اسلام کی قوت و شوکت میں اضافہ ہوتا رہا اور جب اس ذمہ داری

سے تغافل برتا گیا' مسلمانوں کا زوال شروع ہو گیا۔ آج حالت یہ ہے کہ اہل مغرب اپنے جدید ترین ذرائع ابلاغ کی وساطت سے دن رات اسلام کے خلاف بے بنیاد غلط فہمیاں پیدا کر رہے ہیں۔ اس فکری اور نظریاتی محاذ پر غیر مسلموں کا مقابلہ کرنے کے لئے تمام مسلمانوں کے لئے بالعموم اور علماء کرام کے لئے بالخصوص انفرادی سطح پر زبان اور قلم' تحریر اور تقریر اور مقالات اور خطبات کے ذریعے اور اجتماعی سطح پر کانفرنسوں' قراردادوں اور تبلیغی جماعتوں کی تشکیل کے ذریعے اس فرض کو اولیت اور فوقیت دینا ناگزیر ہو گیا ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فرض کو مؤثر طور پر ادا کرنے کے لئے جدید ترین ذرائع ابلاغ کا استعمال وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔

آخر میں خلاصہ کے طور پر کہا جاتا ہے کہ روس کے انہدام کے بعد' امریکہ اپنے خیال میں' دنیا کی واحد بالادست قوت بن گیا ہے اور وہ اب تمام دنیا کو اپنے ''نئے عالمی نظام'' کا پابند بنانا چاہتا ہے۔ نیا عالمی نظام' دراصل مغربی تہذیب کا دوسرا نام ہے۔ اس تہذیب کی بنیاد لادینیت پر ہے اس لئے حیوانیت کے زیادہ قریب ہے اور انسانیت سے بہت دور ہے۔ انسانی' اخلاقی اور روحانی اقدار سے عاری ہونے کی بناء پر' افراد کے لئے بے اطمینانی' پریشانی اور مایوسی کا باعث ہے اور اقوام کے لئے نفرت' رقابت' عداوت اور ہلاکت کا سبب ہے۔

اس تہذیب کو جدید ترین ذرائع ابلاغ کے ذریعے' دوسروں کے لئے رغبت پیدا کرنے کے علاوہ' اب ۱۱ ستمبر کے بعد' دہشت گردی کے نام پر' اقوام متحدہ کی آڑ میں' عسکری قوت سے مسلط کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس عسکری یلغار کا پہلا ہدف امت مسلمہ اور مسلم ممالک ہیں کیونکہ مسلمان ایک اکمل اور اعلیٰ نظام حیات کے پاسبان ہیں اور کسی صورت میں بھی مغرب کی لادین تہذیب کو قبول کرنے پر آمادہ نہیں ہیں۔ افغانستان کی اسلامی حکومت کو اقتدار سے محروم کرنے کے لئے اس ملک کو کھنڈرات میں تبدیل کر دیا ہے۔ کسی کی طرف سے کوئی مزاحمت نہیں ہوئی اس لئے اب عیسائیوں اور یہودیوں کے حوصلے بے جا حد تک بلند ہو گئے ہیں۔ وہ اب عراق کو دفاعی قوت سے محروم کرنے کے ساتھ ساتھ' اس کے تیل کے ذخائر پر بھی قابض ہونا چاہتے ہیں۔ عراق کے بعد' نئے اہداف میں ایران' پاکستان' لیبیا' سوڈان اور سعودی عرب کو بھی شامل کیا جا رہا ہے۔

اس صلیبی یلغار کا مقابلہ کرنے کے لئے' نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی میں' اللہ تعالیٰ پر کامل یقین اور غیر متزلزل توکل کے ساتھ' اسلامی کانفرنس تنظیم کے اجلاس میں باہمی مشاورت کے ذریعے واضح اور قابل عمل متفقہ اور مشترکہ لائحہ عمل اپنایا جائے۔

امریکہ اور اس کے حواریوں کو خبردار کیا جائے کہ عراق پر حملہ' تمام دنیائے اسلام کے خلاف جارحیت تسلیم کی جائے گی اور اس کا مقابلہ کرنے کے لئے جرات اور استقامت سے پامردی کا ثبوت دیا جائے گا۔ تمام مسلم ممالک کے وسائل کو یکجا کر کے جدید علوم اور ٹیکنالوجی میں ترقی اور دفاعی ساز و سامان کی تیاری میں' کسی کے دباؤ میں آئے بغیر' پیش قدمی کرنی چاہیئے۔ اسلام کے خلاف بے بنیاد غلط فہمیوں کا مؤثر جواب دینے کے لئے دعوت و تبلیغ کے فرض منصبی کو فوقیت دی جائے اور اس سلسلہ میں تمام جدید ذرائع ابلاغ سے کام لیا جائے۔

(وما علینا الا البلاغ)

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امت مسلمہ کی ذمہ داریاں
تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی۔ کراچی

نحمده ونصلي ونسلم على رسوله الكريم.

امابعد! ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلاَلِ وَالْإِكْرَامِO(۱)

ہر شخص اور ہر نظام کو فنا ہے صرف اللہ کی ذات (اور اس کے نظام کو بقا ہے) اس کی ذات اور اس کا نظام ہی سب سے اعلیٰ و برتر ہے۔

یہ ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جو کائنات کا تنہا سپر پاور ہے' جس نے قیامت تک آنے والی ساری انسانیت کی رہنمائی کے لئے صرف ایک ذات یعنی محمد رسول اللہ ﷺ کا انتخاب کردیا ہے۔

رخ مصطفیٰ ﷺ یہ وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری بزم خیال میں نہ دکان آئینہ ساز میں

محمد ﷺ کی سیرت ایک فرد کی سیرت نہیں' آپ کی تعلیمات کسی ایک فرد یا خاص معاشرہ کے لئے نہیں' بلکہ ساری انسانیت کے لئے ہیں۔(۲) آپ کی تعلیمات ایک انقلاب ہیں' ایک تاریخ ہیں' ایک عظیم الشان داستان ہیں جو انسانی پیکر میں انسانوں کے لئے جلوہ گر ہوئیں' وہ زندگی سے کٹے ہوئے کسی درویش' سادھو' یا راہب کی سرگزشت نہیں جو کسی گوشہ میں بیٹھ کر انفرادی تعمیر میں مصروف ہو' بلکہ یہ ایسی ہستی کی آپ بیتی ہے' جو اجتماعی تحریک کی روح رواں تھی' جس نے زندگی کے ہر گوشہ کے لئے شاندار و بے مثال راہنما اصول چھوڑے' جن کی مثال آج بھی دی جاتی ہے اور تا ابد دی جاتی رہے گی۔ اسی سے متاثر ہو کر معروف برٹش مستشرقہ کارین آرم اسٹرانگ (Karen armstorng) نے لکھا ہے۔

''محمد ﷺ ایک ایسے مذہب اور تہذیب و روایت کے بانی تھے جس کی بنیاد تلوار اور جبر پر نہیں تھی۔ مغربی پروپیگنڈے اور افسانے کے باوجود اسلام کا نام امن اور صلح کا مفہوم رکھنے والا ہے''۔(۳)

اسلام دین فطرت ہے اور عالمی نظام ہے۔ دیگر مذاہب کی طرح چند مذہبی رسومات یا عبادات کے چند طریقوں کا نام نہیں' بلکہ انسان کے دنیا میں آنے سے لے کر پیوند خاک ہونے تک ابتدائے آفرینش سے قیام قیامت پھر حشر اور جزا و سزا تک پیش آنے والے تمام امور کا مکمل احاطہ کرتا ہے۔ اسلام کی ایک اور امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ایسی قومیت کی بنیاد رکھتا ہے جو قومیت کے عام مغربی تصور سے بالکل جدا اور یکسر مختلف ہے۔ مغربی مفکرین نے قومیت کا جو نظریہ قائم کیا ہے اس کے تحت قوم جغرافیائی حدود سے بنتی ہے۔ اسلام کے فلسفی قومیت کے اندر اتنی وسعت ہے کہ کسی بھی علاقہ کا رہنے والا ہو' کوئی بھی زبان بولنے والا اور کسی بھی تہذیب

ثقافت کا پروردہ اس کے دامن رحمت میں بلا توقف اور اجنبیت کے کسی بھی احساس کے بغیر آ سکتا ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اسلام کا تصور قومیت اس قدر سریع الاثر ہے کہ ایک شخص صرف اسلام کا بنیادی کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے ہی اپنا سب کچھ بدل ڈالتا ہے۔ اب وہ صرف مسلمان ہوتا ہے' نہ ترکی نہ افغانی' نہ ایرانی نہ ہندوستانی' اور نہ عربی نہ عجمی' اس کا نہ اپنی سابقہ تہذیب و ثقافت سے کوئی واسطہ رہتا ہے نہ مذہبی و جغرافیائی رسومات اور طور طریقوں سے اسلام کا یہ بھی اعجاز ہے کہ کوئی زبان و زماں' کوئی مکان و مقام اور کوئی تہذیب و ثقافت اس کی راہ میں حائل ہونے کی قدرت نہیں رکھتی۔ کلمہ پڑھتے ہی سب مصنوعی دیواریں خود بخود منہدم ہوتی چلی جاتی ہیں۔ ایک اور بھی امتیازی وصف ہے کہ اس کے اصول ہر زمانہ' ہر قوم' ہر نسل سب کے لئے یکساں ہیں۔

جبکہ رواج ہے جنگ و صلح کی متضاد حالتوں میں انسان کا نظام اخلاق دفعتہً بدل جاتا ہے۔ ایک شخص بذات خود نہایت رحم دل ہے' لیکن میدان جنگ میں جا کر نہایت بے رحم ہو جاتا ہے۔ ایک شخص ذاتی معاملات میں نہایت حلیم الطبع ہے' لیکن کسی فوج میں شامل ہو کر سخت مشتعل اور مغلوب الغضب ہو جاتا ہے۔ ایک شخص امن و صلح کے زمانے میں نہایت صادق القول اور پابند عہد ہے۔ لیکن زمانہ جنگ میں اتنا ہی خداع اور عہد شکن بن جاتا ہے۔ ایک جماعت' ایک قوم' ایک ملک' امن و سکون کے دور میں انسانیت کا بہتر سے بہتر نمونہ ہوتی ہے' لیکن جنگی اغراض' طامعانہ اقدامات حربی مصالح کے عہد فساد میں آ کر چارپایوں سے زیادہ وحشی اور درندوں سے زیادہ خونخوار ہو جاتا ہے۔ لیکن دنیا میں صرف ''اسلام'' ہی ایک ایسی زندہ ہستی ہے جو اپنے پہلو میں دل اور دل میں ایک غیر ممکن المتغیر برداشت کی اخلاقی طاقت رکھتی ہے۔ اس پر عوارض جاریہ کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ ظاہر و باطن' شخصیت و جمہوریت' افتراق و اجتماع' جنگ و صلح' اس کے لئے تمام حالتیں یکساں ہیں۔ اس کا معیار اخلاق جس طرح امن و صلح کی حالت میں قائم رہا۔ اسی استحکام و استواری کے ساتھ جنگ کے سیلاب اور آتش و خون کے طوفان میں بھی قائم و ثابت نظر آیا۔ (۴)

اصلی چیز تعلیم نہیں بلکہ تعلیم کے نتائج و راس کا عمل ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ قرآن کریم نے جو کچھ کہا' اس نے عملی شکل میں کیسی صورت اختیار کی؟ انسان کی روح اس لئے بیمار نہیں کہ زبانوں نے تعلیم کم کر دی اور کاغذوں پر زیادہ نہیں لکھا گیا بلکہ اس کا اصل دکھ زندگی کی عملی مشکلات میں ہے اور صرف وہی تعلیم فتح مند ہو سکتی ہے' جو ایک مستحکم عملی نمونہ اپنے ساتھ رکھتی ہو۔ عملی حقیقت کے لحاظ سے اولین نمونہ حامل قرآن و اولین داعی اسلام (ﷺ) کا ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ. (۵)

رسول اللہ ﷺ کی سیرت تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے۔

اک مہر جہاں تاب ابھرتا ہے حرم سے
اب جھوٹے خدا اپنے چراغوں کو بجھائیں

قدیم عالمی نظام

ابن سینا نے ''الشفاء'' میں لکھا ہے انسان اجتماعی مزاج رکھتا ہے۔ اجتماعی زندگی سے روابط پیدا ہوتے ہیں اور ان روابط کی تنظیم کے لئے انسان قوانین کا محتاج ہے۔ (۶) یہ قوانین قومی و عالمی دونوں طرح کے ہیں لیکن انسان کو ابتدا ہی سے اپنے متعلق ایک

بڑی غلط فہمی رہی جو آج ۲۰۰۳ء تک قائم کبھی افراط پر اترتا ہے تو اپنے آپ کو دنیا کی سب سے زیادہ بلند ہستی سمجھ لیتا ہے۔ تکبر اور سرکشی کی ہوس اس کے دماغ میں بھر جاتی ہے اور وہ مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّة۔ (۷) ہم سے بڑا طاقت ور کون ہے؟۔ اور اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی۔ (۸) تمہارا سب سے بڑا مالک ہوں کہ صدا بلند کرتا ہے اور کبھی تفریط کی جانب مائل ہوتا ہے تو اپنے آپ کو اتنا گرا لیتا ہے کہ درخت' پتھر' دریا' پہاڑ' جانور' سورج' چاند اور دیگر مظاہر فطرت کے آگے سر جھکا دیتا ہے۔ حتیٰ کہ اپنے جیسے انسانوں میں بھی کوئی قوت یا صلاحیت دیکھتا ہے تو اسے کبھی معبود مان لیتا ہے۔ بقول اقبال

پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات

تو جھکا جب غیر کے آگے نہ تن تیرے نہ من

اسلام نے ان دونوں انتہائی تصورات کو باطل کر کے انسان کی اصل حقیقت اس کے سامنے پیش کی ہے۔ اسلام سے پہلے جو عالمی نظام رائج رہے' وہ نسلی' قومی' طبقاتی بنیادوں پر وجود میں آئے۔ ارسطاطالیس نے اپنی کتاب ''سیاسیات'' میں جو سیاسی فکر کی بنیاد رکھی ہے وہ یہ ہے کہ غیر یونانیوں کو قدرت نے غلام رہنے اور بننے کے لئے پیدا کیا ہے۔ (۹) کوتلیہ چانکیہ جو ہندوؤں کا بابا آدم کہلاتا ہے۔ اس نے عالمی نظام کے جو اصول قائم کئے ہیں اس کی بنیاد بھی تین انسانی طبقات پر رکھی ہے۔ سب سے پہلے اعلیٰ برہمن' پھر کھتری' پھر شودر اور ہر ایک کے لئے الگ الگ قانون وضع کیا ہے۔ (۱۰)

پروفیسر ڈاکٹر محمود احمد غازی لکھتے ہیں' جب رومن ایمپائر کے بین الاقوامی قوانین کو منظم کیا جا رہا تھا تو انہوں نے بھی پوری نسل انسانی کو دو حصوں میں تقسیم کیا' ایک رومن' دوسرے غیر رومن' غیر رومن کو غیر مہذب قرار دیا اور ان کے لئے الگ قوانین وضع کئے۔ یہی وہ قوانین ہیں جنہیں Droitdesgeng یعنی قانون اقوام کا نام دیا گیا ہے۔ انگریزی میں اسے Law of Nations کہا جاتا ہے۔ اسی سے بین الاقوامی قوانین تیار ہوئے ہیں۔ (۱۱)

نبی کریم ﷺ کی بعثت کے وقت عرب میں بھی تین طبقاتی نظام رائج تھا۔ محمد حسین ہیکل لکھتے ہیں' شہر مکہ کی آبادی کو درجوں کے لحاظ سے تین حصوں میں منقسم کیا گیا تھا۔ پہلا درجہ: سرداران قریش کے مناصب سقایت و رفادت اور کعبہ سے متعلقہ جملہ خدمات کی بناء پر ان کی حویلیاں کعبہ کی دیواروں سے متصل تھیں۔ دوسرا درجہ: قریش کی حویلیوں کے بعد ان لوگوں کے مکانات تھے جو وجاہت میں قریش سے دوسرے درجہ پر تھے مگر اوروں سے افضل۔ تیسرا درجہ: یہودی اور نصرانی مزدوروں اور غلاموں کی جھونپڑیاں جن کا رخ صحرا کی طرف تھا' انہیں شہر کے بیرونی رخ پر اسی لئے آباد کیا گیا تھا کہ ان کے مذہبی مناجات کی آواز قریش اور اہل مکہ کے کانوں تک نہ پہنچے۔ (۱۲) یعنی وہ تیسرے درجے کے شہری تھے' اور دو طاقتی عالمی نظام رائج تھا۔ یعنی روم ایک عالمی طاقت تھی جسے امریکہ سے تشبیہ دے سکتے ہیں' دوسری فارس تھی جسے روس سے تشبیہ دے سکتے ہیں۔ بقول علامہ ابن خلدون فارس میں چار ہزار دو سو اٹھاسی سال سے موروثی شخصی مطلق العنان حکومت قائم تھی۔ (۱۳) اور حکمراں بادشاہوں کا دعویٰ تھا' ان کی رگوں میں خدائی خون ہے اور اہل فارس بھی انہیں خدا کی طرح سمجھ کر ان کے سامنے سربسجود ہوتے تھے' ان کی ربوبیت کے ترانے گاتے تھے۔ (۱۴)

مولانا حامد انصاری لکھتے ہیں' رومیوں کی سلطنت کا مقصد شروع سے عالمگیریت تھا اور اس میں وہ کامیاب رہے۔ (۱۵)

قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے اسی طرح نمرود، شداد، فرعون اور جانکیہ سکندر وغیرہ نے بھی اپنا عالمی نظام قائم کیا تھا۔ نمرود نے ۲۰۰۰ء قبل مسیح میں بابل میں ایک متمدن حکومت قائم کی تھی۔ (۱۶) اور خدائی کا مدعی تھا۔ (۱۷) بقول غالب

کیا وہ نمرود کی خدائی تھی
بندگی میں مرا بھلا نہ ہوا

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کے عالمی نظام کو پاش پاش کیا۔ (۱۸) بقول اقبال

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لب بام ابھی

اسی طرح فرعون نے بھی عالمی نظام قائم کیا تھا۔ قرآن کریم نے اس کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے:

اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعاً يَّسْتَضْعِفُ طَائِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَائَهُمْ وَيَسْتَحْيِ نِسَاءَ هُمْ اِنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ. (۱۹)

فرعون نے زمین پر غلبہ حاصل کر رکھا تھا اور (اس کی پالیسی یہ تھی) لوگوں کو (اپنی چال کے ذریعہ) الگ الگ گروہوں میں تقسیم کر کے (ان پر حکومت کرتا تھا) ان میں سے ایک گروہ کے لئے یہ پالیسی بنائی تھی کہ ان کے بچوں کو قتل کروا دیتا تھا۔ (اس لئے کہ اس کے نجومیوں/تھنک ٹینکس Think Tanks) یعنی ماہرین قومی سلامتی نے رپورٹ دی تھی کہ بنی اسرائیل میں سے ایک شخص پیدا ہوگا جو تمہاری حکومت کو برباد کر دے گا۔ لہٰذا اس نے اپنے زعم کے مطابق ملک کو فساد سے بچانے کے لئے ان کے بچوں کو قتل کرنے کی عالمی پالیسی پر عمل درآمد شروع کر رکھا تھا) اور بچیوں کو (عیاشی اور افزائش نسل کے لئے) زندہ چھوڑ دیا کرتا تھا۔ (قرآن کے نقطہ نظر کے مطابق) فرعون جو (بش کی طرح) مصلح ہونے کا مدعی تھا وہی تمام فساد کی بنیاد تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس مفسد کو تباہ کر کے (تباہی کا ذریعہ اس وقت رگ معیشت دریائے نیل تھا آج ایفل ٹاور ہے) اس کے غلبہ کو ختم کر کے کمزوروں کو زمین پر غالب بنا دیا۔ (۲۰) جس کی تلاش میں فرعون نسلیں ختم کروا رہا تھا خود اسی کی گود (سرزمین) میں اس کی پرورش کروا کر اس کے عالمی نظام کو ختم کر کے (۲۱) اپنا عالمی نظام قائم کر دیا۔

سروری زیبا فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتان آذری

آج بھی جب امریکہ سے کہا جاتا ہے کہ تم نے دنیا کے ۱۳۰ ممالک میں مداخلت کر کے (۲۲) زمین میں فساد برپا کر دیا ہے تو کہتے ہیں: اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ. (۲۳) ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔

جدید عالمی نظام

اسلام کی آمد کے وقت دو طاقتی عالمی نظام موجود تھا۔ جس کے محور قیصر و کسریٰ یعنی روم و فارس تھے۔ اس کے بعد چنگیز، نپولین بوناپارٹ اور ہٹلر کے ورلڈ آرڈر سامنے آئے۔ اٹھارہویں صدی کے آغاز کے وقت دنیا میں برطانیہ اور فرانس دو بڑی طاقتیں

تھیں۔ ۱۷۰۱ء سے ۱۷۰۷ء تک ان کے مابین ایک بڑی جنگ ہوئی جس میں فرانس کو شکست ہوئی اور برطانیہ نے ایک معاہدے کی شکل میں ورلڈ آرڈر جاری کیا۔ جس کے تحت برطانیہ ایک واحد طاقت کے طور پر ابھرا۔ اسی ورلڈ آرڈر کے تحت برطانیہ کو جبل طارق اور اسپین کے علاقے ملے تھے۔ ۱۷۴۰ء سے ۱۷۴۸ء تک برطانیہ اور فرانس میں ایک اور جنگ The war of Austrian Succession ہوئی۔ جس میں پھر فرانس کو شکست ہوئی اور برطانیہ نے ورلڈ آرڈر جاری کیا اور اپنے مفادات کا تحفظ کیا۔

☆ ۱۷۵۶ء سے ۱۷۶۳ء تک برطانیہ اور فرانس میں تیسری بڑی جنگ Seven Year War ہوئی جس کے نتیجہ میں ۱۷۶۳ء میں معاہدہ پیرس لکھا گیا اور یہ نیو ورلڈ آرڈر کہلایا۔ ۱۷۷۵ء سے ۱۷۸۳ء تک امریکہ کی سرزمین پر ایک جنگ آزادی لڑی گئی جو امریکہ کی جنگ آزادی کہلاتی ہے۔ س جنگ میں امریکہ کی ۱۳ ریاستوں نے برطانیہ کی افواج کے خلاف فتح حاصل کی اور اس فتح کے بعد جو ورلڈ آرڈر بنا' اس کے نتیجے میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی تشکیل ہوئی۔ انیسویں صدی کے آغاز میں فرانس کی قیادت نپولین کے ہاتھ میں آئی تو فرانس ایک بڑی طاقت بن کر ابھرا اور انگلینڈ سے اپنی گزشتہ شکست کا بدلہ لینے کے لئے ۱۸۰۳ء میں جنگوں کا نیا سلسلہ شروع کر دیا۔

☆ ۱۸۱۵ء میں Consent of Europe کے نام سے ایک ورلڈ آرڈر لکھا گیا جس میں برطانیہ اور اس کے اتحادیوں کے مفادات کو تحفظ فراہم کیا گیا۔ (۲۴) اس ورلڈ آرڈر کو چار بڑی یورپی طاقتوں نے تیار کیا' جس میں شہنشاہ کروشیا' شہنشاہ جرمنی' شاہ آسٹریلیا اور شہنشاہ روس شامل تھے۔ اسے ''مقدس اتحاد'' کا نام دیا گیا' اس کے تین بنیادی اصولوں میں سے ایک یہ تھا کہ یورپ اور اس کے قرب و جوار میں کسی مسلمان طاقت کو سر اٹھانے کا موقع نہیں دیا جائے گا۔ (۲۵)

☆ ۱۸۵۳ء تک روس اور یورپ کے مابین War Crimean جس کے اختتام پر ''کانگریس آف پیرس'' میں نیو ورلڈ آرڈر لکھا گیا اور یورپی ممالک کے مفادات کو تحفظ فراہم کیا گیا۔

☆ ۱۹۱۴ء سے ۱۹۱۸ء تک پہلی جنگ عظیم ہوئی جس میں جرمنی کو شکست ہوئی۔ برطانیہ اور اس کے اتحادی فاتح قرار پائے۔ س جنگ کے خاتمے پر معاہدہ ورسلز کے تحت نیو ورلڈ آرڈر جار کیا گیا۔ اسی نیو ورلڈ آرڈر کے تحت مسلمانوں کی نمائندہ حکومت سلطنت عثمانیہ کو جرمنی کا ساتھ دینے کی سزا دی گئی اور اس کے حصے بخرے کر کے فاتح قوموں میں بانٹ دیئے گئے۔ عالمی خلافت اسلامیہ کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا گیا۔ اسی ورلڈ آرڈر کے تحت اقوام متحدہ کی تشکیل ہوئی۔

☆ ۱۹۳۹ء سے ۱۹۴۵ء تک دوسری جنگ عظیم لڑی گئی جس میں ایک جانب جرمنی کی قیادت میں اس کے اتحادی اٹلی اور جاپان اور رومانیہ تھے اور دوسری طرف برطانیہ کی قیادت میں روس' فرانس اور امریکہ تھے۔ اس جنگ میں برطانیہ اور اس کے اتحادیوں کو فتح حاصل ہوئی۔ امریکہ نے ناگاساکی اور ہیروشیما میں پہلی بار ایٹم بم گرا کر لاکھوں انسانوں کو لقمہ اجل بنایا اور اس دہشت گردی کے ذریعے ایک نیو ورلڈ آرڈر کی بنیاد رکھی۔ اس نیو ورلڈ آرڈر کے تحت اقوام متحدہ بنی۔ جبکہ امریکہ اور روس دو بڑی طاقتیں بن کر ابھرے۔

☆ دوسری جنگ عظیم کے خاتمہ کے بعد دنیا میں طاقت کا توازن امریکہ اور سوویت یونین کے ہاتھ میں آ گیا اور دو قطبی نظام رائج ہو گیا اور ایک طویل سرد جنگ کا آغاز ہو گیا۔ ان تمام جنگوں کے نتیجے میں جتنے بھی ورلڈ آرڈر بنے' انہیں سامراجی اور استعماری

ورلڈ آرڈرز کہنا بے جا نہ ہوگا۔(۲۶) چنانچہ ان دو ورلڈ آرڈرز یعنی نئی سامراجیت اور اشتراکیت میں ۴۰ سال تک سرد جنگ جاری رہی۔ اس سرد جنگ میں امریکہ نے نئی سامراجیت کے اصولوں کے تحت اسرائیل' کیوبا' شام' ایران' مصر' ویت نام' شمالی کوریا' ترکی' یونان' پاکستان اور سعودی عرب کو اپنے زیر اثر رکھا اور سوویت یونین نے اپنے ورلڈ آرڈرز ''اشتراکیت'' کے تحت لٹویا' لیتھونیا' اسٹونیا' پولینڈ' ہنگری' چیکوسلواکیہ' البانیہ اور بلغاریہ کو اپنے زیر اثر رکھا۔ امریکہ نے نئی سامراجیت کے مؤثر نفاذ کے لئے سیٹو' سنٹو اور نیٹو کی تشکیل کی اور روس نے اپنے ورلڈ آرڈر کے موثر نفاذ کے لئے وارسا پیکٹ تشکیل دیا اور اپنے زیر اثر ریاستوں میں اپنے فوجی اڈے قائم کئے۔

امریکہ کا نیا عالمی نظام

پہلے سے موجود عالمی نظاموں کی موجودگی اور اسی استعماری عالمی نظام کے زیر سایہ پروان چڑھنے والی اقوام متحدہ اور اس کی ذیلی تنظیموں کی موجودگی میں امریکہ نے نئے عالمی نظام کی بات کیوں کی؟ اور کیا کوئی عالمی نظام ہے؟

عالمی نظام کا پس منظر

پہلی رائے بقول جوہر میر کے یہ ہے ہر امریکی صدر کا دستور رہا ہے' اپنے عوام اور دنیا کو کنفیوژ کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی نعرہ ضرور لگاتا ہے' مثلاً صدر آئزن ہاور نے اشتراکیت کے خلاف دیوار کھڑا کرنے کا اعلان کیا۔ نکسن نے نئے افق تلاش کرنے کا' کینیڈی نے دنیا کو جنگی خطرات سے پاک کرنے کا' جیرالڈ فورڈ نے افراط زر کنٹرول کرنے کا' جمی کارٹر نے نیو فاؤنڈیشنز یعنی نئی بنیادیں تلاش کرنے' ریگن نے اسٹار وار پروگرام کا اور جارج بش نے ''نئے عالمی نظام'' کا نعرہ لگایا۔(۲۷) کرسٹوفر ہچنز کے مطابق بش ژیل یونیورسٹی میں پڑھتے تھے' جس کا ماٹو لاطینی زبان میں کندہ کیا ہوا ہے۔ اس کا ترجمہ ''نیو ورلڈ آرڈر'' ہے اور یہ اصطلاح ہر امریکی ڈالر پر بھی موجود ہے۔(۲۸)

اسی لئے جوہر میر کی رائے ہے: جارج بش کے نئے عالمی نظام کا نعرہ تاریخی اور دستاویزی ثبوت کے ساتھ ایک تاریخی سرقہ سمجھا جاسکتا ہے۔ یہ ایک ایسا نعرہ ہے بھی نہیں جو پہلی مرتبہ لگایا گیا ہو۔ امریکی تاریخ کے حوالے سے نئے عالمی نظام کا نعرہ امریکہ کے تیسرے صدر تھامس جیفرسن ۱۸۲۶/۱۷۴۳' جو ۱۸۰۱ سے ۱۸۰۹ء تک امریکہ کا صدر رہا' کے عہد سے رائج اور نافذ چلا آرہا ہے' امریکی کرنسی کے ایک ڈالر کے نوٹ کی پشت پر اہرام کی شکل کی ایک مہر کے نیچے لاطینی زبان میں بہت واضح الفاظ میں "Novus Ordo Seclorum" لکھا ہوا ہے۔ جس کا مطلب نیا عالمی نظام ہے' دوسری عالمی جنگ سے پہلے ہٹلر نے بھی یہی نعرہ لگایا تھا اور اس دور میں یہ نعرہ سب سے پہلے سوویت یونین کے گورباچوف نے لگایا۔ گورباچوف نے ۷ دسمبر ۱۹۸۸ء کو اقوام متحدہ کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے نئے عالمی نظام کی اصطلاح استعمال کی تھی۔ تخفیف اسلحہ کے موضوع پر اپنا موقف پیش کرتے ہوئے انہوں نے یہ الفاظ یوں بیان کئے تھے۔

Today, further world prgress is only possible throught a search for universal human consensus as we move forward to a New World Order. (29)

سحر صدیقی کے مطابق ۱۹۹۰ء میں پینٹا گون کی مدد سے نیوورلڈ آرڈر جار کیا گیا تھا۔(۳۰) جارج بش نے ۱۶ جنوری ۱۹۹۱ء کو پہلی دفعہ عراق کے خلاف جنگ شروع کر کے ''نئے عالمی نظام'' کے نفاذ کی نوید سنائی۔(۳۱) اس کے جواب میں چین نے انٹرنیشنل آرڈر کا اعلان کیا۔(۳۲) اور موتمر العالم الاسلامی نے کولمبو کانفرنس میں ۶۰ اسلامی ممالک کے ۱۲۵ نمائندوں کے تعاون سے نیوورلڈ آرڈر کے لئے سات نکاتی فارمولا پیش کیا۔(۳۳)

نیا عالمی نظام لانے کے اسباب

امریکہ اور مغربی دنیا نے نیوورلڈ آرڈر بنانے کی ضرورت کیوں محسوس کی؟ انہیں کیا ضرورت پیش آئی؟ اس کے تین بنیادی اسباب ہیں جن میں سے ایک سبب سپر طاقتوں کا زوال ہے؟ یعنی دو سپر پاورز تھیں، امریکہ اور روس۔ روس تو اب ویسے ہی بطور سپر پاور کے ختم ہو گیا ہے؟ اس کے علاوہ دس پندرہ سالوں سے امریکہ اور روس اس دنیا میں اپنی من مانی نہیں کر سکے۔ یعنی سپر طاقتیں دنیا میں اپنی خواہش اور مرضی کا نظام مسلط نہیں کر سکیں۔ مثلاً ۱۹۷۵ء میں ویت نام میں سالہا سال کی جنگ کے بعد امریکی فوجوں کو شکست ہو گئی۔ پھر ۱۹۷۸ء میں ایران میں انقلاب آیا، جس میں امریکی مفادات کو سخت نقصان پہنچا اور امریکہ اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود اس ریلے کو نہ روک سکا۔ اسی طرح ۱۹۸۸ء میں روس افغانستان کے ساتھ دس سال تک جنگ لڑنے کے بعد شکست کھا کر پسپا ہونے پر مجبور ہو گیا۔ پھر جرمنی متحد ہو گیا۔ مشرقی یورپ میں تبدیلیاں اور انقلابات آئے تو سپر پاورز نے محسوس کیا کہ اب دنیا ہمارے ہاتھوں سے نکلتی جا رہی ہے اور براہ راست ہمارا تسلط اور قبضہ دنیا سے ختم ہو رہا ہے۔ چنانچہ انہیں نیوورلڈ آرڈر بنانے کا خیال آیا۔ یہ نیوورلڈ آرڈر بنانے کی پہلی ضرورت تھی، دوسرا سبب یہ تھا کہ امریکہ نے سوچا کہ وہ اتنی بڑی طاقت ہونے کے باوجود اب تنہا اپنی مرضی مسلط کرنے کے قابل نہیں رہا تو اس نے سوچا کہ نیوورلڈ آرڈر کے ذریعے پوری دنیا کے سیاسی اقتصادی اعتبار سے دفاعی اور فوجی اعتبار سے اپنے قبضے میں لے لیا جائے۔ اس کے بعد تیسرا سبب یہ تھا کہ وہ لوگ دنیا کے مختلف علاقوں میں اپنے تشخص اور قومی سلامتی کی بحالی کے لئے چلنے والی آزادی کی تحریکوں کو پسند نہیں کرتے تھے کہ قومیں خود بخود آزادی حاصل کرتی جا رہی ہیں۔ چنانچہ انہوں نے نیوورلڈ آرڈر میں یہ شق رکھی کہ کسی بھی ملک میں سیاسی اور جغرافیائی تبدیلیاں بین الاقوامی کمیونٹی کی مرضی کے بغیر نہ ہوں تاکہ آزادی کی تحریکوں کو دبایا جا سکے تو یہ وہ تین بنیادی اسباب تھے۔ جس میں انہوں نے دیکھا کہ ہم تو بہت پیچھے چلے جائیں گے۔ لہٰذا اب نظام عالم کو بدلا جائے اور ایک نیا عالمی نظام دیا جائے جس سے نئی پیدا ہونے والی صورتحال کا تدراک کیا جا سکے۔(۳۴)

امریکہ کو سرد جنگ میں کچھ اور تجربات بھی ہوئے جن کو مدنظر رکھ کر امریکہ کو نئے سامراجی دور کے لئے ایک نئی حکمت عملی کی اشد ضرورت تھی، اس کی تشکیل میں درج ذیل عوامل اس کے پیش نظر تھے۔ (i) ویت نام کی جنگ میں امریکی فوجوں کی شکست نے امریکہ کو دفاعی حکمت عملی میں تبدیلی کی ضرورت کا احساس دلایا۔ (ii) ایران میں اسلامی انقلاب کی آمد سے اس خطہ میں امریکی مفادات کو خاصا نقصان پہنچا۔ (iii) ایران عراق جنگ کے ختم ہو جانے سے امریکی مفادات کی کماحقہ تکمیل نہ ہو سکی۔ (iv) مشرق وسطی میں عراق ایک بڑی اسلامی طاقت بن کر ابھرا۔ (v) اسرائیل کے خلاف فلسطینیوں کی تحریک آزادی (انتفاضہ) کی بڑھتی ہوئی کاروائیاں امریکی مفادات کے لئے سخت نقصان کا باعث ہو سکتی تھیں۔ (vi) جرمنی کا متحد ہو جانا جس سے مشرقی یورپ میں وسیع

پیمانے پر تبدیلیاں رونما ہوئیں۔(vii)امریکہ میں بیروزگاری اور اقتصادی بحران میں اضافہ ہوا۔(viii)عالمی تجارت میں جاپان کی ابھرتی ہوئی اقتصادی قوت اور امریکی مصنوعات کا عالمی منڈیوں میں گرتا ہوا معیار اس کے لئے سخت تشویش کا باعث تھا۔(ix)غیر جانبدار تحریک NAM کے بیشتر ممالک کا امریکہ اور سوویت یونین کے ورلڈ آرڈر کی اطاعت سے انکار اور اپنی قومیت پر مبنی خارجہ پالیسیوں کی تشکیل امریکہ کے لئے سخت سیاسی دھچکا تھا۔(x)امت مسلمہ میں بیداری کی لہر اور فلسطین' کشمیر اور وسط ایشیا میں آزادی کی تحریکوں میں شدت کا عنصر امریکی مفادات کے لئے قابل قبول نہ تھا۔(xi)جرمنی کے اتحاد کے علاوہ جاپان' فرانس' چین اور (یورپین اکنامک کمیونٹی) کا سیاسی اقتصادی طور پر مضبوط ہو جانا بھی امریکہ کے لئے چیلنج تھا۔(xii)دنیا بھر میں تجارتی بنیادوں پر نئے علاقائی اتحادوں کا قیام امریکی مفادات کے لئے تشویش کا باعث تھا۔

یہ وہ تبدیلیاں تھیں جو امریکہ کے پالیسی ساز ادارے ایک عرصہ سے محسوس کر رہے تھے اور امریکہ پر ان تبدیلیوں اور بین الاقوامی رویوں کے باعث یہ واضح ہو گیا تھا کہ پرانے ورلڈ آرڈر کے ذریعے امریکہ دنیا میں اپنی خواہش اور مرضی کا نظام مسلط نہیں کر سکے گا۔ چنانچہ پوری دنیا میں بلا شرکت غیرے حکمرانی کے خواب کو عملی جامہ پہنانے اور دنیا کی تمام قوموں کو سیاسی' اقتصادی' دفاعی اور فوجی اعتبار سے اپنے زیر سایہ کرنے کے لئے امریکہ نے نئی سامراجیت کا لائحہ عمل پیش کیا اور اسے نیو ورلڈ آرڈر کا نام دیا اور عالمی سطح پر اس کے نفاذ کا اعلان کر دیا۔ گویا نیو ورلڈ آرڈر کسی نئی تاریخ کا عنوان نہیں بلکہ ایک عالمی استحصالی اور سامراجی طاقت کی حکمت عملی کا نیا باب ہے اور اس نئی سامراجیت کو ہی نئے عالمی نظام کا نام دے دیا گیا ہے۔(۳۵)

نئے عالمی نظام پر اہل علم کی تحقیق و تجزیہ

نیا عالمی نظام کیا ہے؟ اسے سمجھنے کے لئے مجھے مدینۃ الحکمت کراچی کے شعبہ کلپنگ میں موجود ایک سو سے زائد مقالات کا مطالعہ کرنا پڑا' لیکن افسوس کی بات ہے ایک فیصد کو بھی نہیں معلوم نیو ورلڈ آرڈر کیا ہے۔ کالم و تجزیہ نگاروں نے رَجماً بِالغَیب صرف ہوا میں تیر چلائے ہیں۔ اس موضوع پر جو کتابیں سامنے آئی ہیں انہیں ملاحظہ کرنے کا موقع ملا جس میں سے کچھ یہ ہیں۔

ا۔ نیا عالمی نظام احمد سلیم فکشن ہاؤس مزنگ روڈ لاہور ۱۹۹۱ء ۲۔ پاکستان میں امریکی سازشیں علی جاوید نقوی' ۳۔ رواداری اور مغرب محمد صدیق شاہ بخاری' ۴۔ بدمعاش امریکہ ترجمہ روگ اسٹیٹ ولیم بیلم مترجم سید ناصر علی صبیح پبلشرز اردو بازار لاہور ۲۰۰۳ء ۵۔ نیو ورلڈ آرڈر امجد حیات ملک نیو چوبرجی پاک لاہور ۱۹۹۲ء ۶۔ نیو ورلڈ آرڈر ارشد حسن ثاقب دار الانصار لاہور پاکستان' ۷۔ ماہنامہ مسیحائی کراچی کے ۱۹۹۹ء تا ۲۰۰۲ء کے شمارے ۸۔ امریکی فوج اور پاکستان عبداللہ ملک دار الشعور' اردو بازار لاہور ۲۰۰۱ء۔

9. The New World Order (contrasting theoris) Edited by Birthe Hansen. Macmillan Press Ltd. 2000.

10. New World Order the 1st Century by Dr. Frida J. Aziz Monza corporation Islamabad 1992

11. New World Order Series by Tendon Rameshawar Ashish Publishing House

1988 Delhi 1987, 1991.

12. A New World Order by Ekins paul London Routladge 1992.

13. The New World Order by H.G Wells London Secker and Warburg 1940.

14. Chomsky Noam World Order old and New London Pluto press 1994, 1996.

۱۵۔ جارج ملین (George Melloan) نے بھی اس موضوع پر متعدد مقالات لکھے ہیں۔ اردو کتب میں ولیم بیلم کی اور انگلش کتب میں چومسکی کی کتاب سب سے دلچسپ ہے، چومسکی جو کہ خود بھی امریکی ہے اس نے سخت تنقید کی ہے۔ لکھا ہے:

امریکہ اس وقت دنیا کی سب سے بڑی بدمعاش ریاست ہے، سب سے بڑی دہشت گرد قوت ہے اور ہندوستان کشمیر میں ریاستی دہشت گردی کا مجرم اور انسانی حقوق کو پامال کرنے والا ملک ہے۔ ۱۹ویں صدی میں برطانیہ دنیا کی چند بڑی بدمعاش ریاستوں میں سے ایک تھا اور ۲۰ صدی کے اواخر میں (یعنی نصف آخر میں) یہ "اعزاز" امریکہ کو حاصل ہوگیا ہے۔

نیو ورلڈ آرڈر کی تعریف

تمام مصنفین اور تجزیہ نگاروں نے جارج بش کے انٹرویو و بیانات اور امریکی سفیر مسٹر رابرٹ بی او کلے کے لیکچر اور امریکی رویوں کی بنیاد پر نیو ورلڈ آرڈر کا مفہوم متعین کرنے کی کوشش کی ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں کہیں بھی اس کا ٹیکسٹ/متن موجود نہیں ہے۔ جس کی بنیاد پر دوٹوک بات کہی جا سکے، اس کا اعتراف مختلف رائٹر نے بھی کیا ہے۔ مثلاً احمد سلیم (۳۶) راجہ ظفر الحق (۳۷) وغیرہ نے صراحتاً لکھا ہے۔ دلچسپ پہلو یہ ہے کہ جارج بش نے اپنے نظام کی تشریح اور تفسیر کے لئے کوئی مقالہ یا دستاویز بھی پیش نہیں کی اور اس طرح پوری دنیا کو اپنے حالات کے مطابق ٹامک ٹوئیاں مارنے کے لئے چھوڑ دیا۔ تاکہ عالمی ردعمل کا اندازہ کر کے اس کے مفہوم میں تبدیلیاں لاتے رہیں۔

نیو ورلڈ آرڈر کا تعارف

نیو ورلڈ آرڈر کی مصنفہ ڈاکٹر فریدہ جے عزیز نے جارج بش کی ۱۳/اپریل ۱۹۹۱ء کی تقریر کا ایک پیراگراف نقل کیا ہے۔ جس سے نیو ورلڈ آرڈر کی وضاحت ہوتی ہے، جارج بش نے کہا:

"A New World Order really describes, in regards to the US, new international responsibilities imposed by our successes. It refers to new ways of working with other nations to deter aggression and achieve stability, prosperity, and above all, peace. The cold war's end has not, unfortunately, delivered us into an era of perpetual peace. As old threats recede, new threats emerge. The quest for a New World Order is, in part, a challenge to us (the US) and the international community to find ways of keeping thedangers of disorder at day." (38)

نیو ورلڈ آرڈر ہماری ان نئی ذمہ داریوں کے اظہار کا نام ہے جو ہم پر ہماری کامیابیوں کی بدولت عائد ہوئی ہیں' اس (نیو ورلڈ آرڈر) کے ذریعہ دوسری اقوام کے ساتھ معاملات کے پہلوؤں کی نشاندہی ہوتی ہے۔ اور اس کے ذریعہ کس طرح زیادتیوں کو روک کر توازن' خوشحالی اور امن کو قائم کیا جائے گا۔ ہمیں اس آرڈر کو اس لئے نافذ کرنا ہے کہ سرد جنگ کے بعد کے حالات پہلے جیسے نہیں ہے' پرانے خطرات ختم ہوتے ہی نئے خطرات نمودار ہو گئے ہیں۔ نیو ورلڈ آرڈر (کا نفاذ) یقیناً امریکہ بلکہ پوری عالمی برادری کے لئے چیلنج ہیں۔ لہٰذا ہمیں خطرات کو کنٹرول کرنے کے راستوں کو اختیار کرنا ہوگا۔

ایک دوسرے موقع پر نیو ورلڈ آرڈر کا تعارف کراتے ہوئے امریکی سفیر رابرٹ بی او کلے نے کہا:

To bring the World closer together by much more active cooperation and support for the principles of the UN charter and use of the UN system and other regional organizations with, of course, staunch US support; the UN to become a forum for achieving international consensus and maintain effective influence as an instrument for international peacekeeping; a world based on shared commitment, among nations large and small, to a set of principles: peaceful settlement of international disputes, solidarity against aggression, reduced and controlled arsenals and just treatment for all peoples. (39)

دنیا کو قریب لانے کے لئے UN چارٹر علاقائی تنظیموں کو مؤثر بنانے کے لئے امریکہ کی زبردست مدد کی ضرورت ہے۔ تاکہ اقوام متحدہ عالمی امن کے لئے مؤثر کردار ادا کر سکے' چھوٹی بڑی قوموں کو معاہدہ کا پابند کر سکے' جھگڑوں کا پر امن حل واضح اصولوں کے ذریعہ تلاش کیا جا سکے۔ اور زیادتوں کی جگہ تعاون کیا جا سکے۔ اور (نیو ورلڈ آرڈر کے ذریعہ) اسلحہ میں کمی اور اسلحہ کو کنٹرول کر کے انصاف مہیا کیا جا سکے۔

او کلے نے پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف انٹرنیشنل افیئرز میں ''نیا عالمی نظام افسانہ یا حقیقت'' کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے نیو ورلڈ آرڈر کی مزید وضاحت کرتے ہوئے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ سرد جنگ کے زمانہ میں بھی سارے خیر کے کام یعنی اقوام متحدہ کا قیام دنیا کی آزادی کی بقا اور کم ترقی یافتہ ممالک کے کھربوں ڈالر کی امداد دینے کا کام ہم ہی کرتے رہے ہیں۔ اس لئے نیو ورلڈ آرڈر کے نفاذ کا ہمیں اب پہلے سے زیادہ حق ہے۔ اس لئے کہ اب تو فقط ہم سپر پاور ہیں کوئی اور نہیں۔ (۴۰) ارجن اپاڈورانے نیو ورلڈ آرڈر پر انٹرنیشنل کانفرنس میں تبصرہ کرتے ہوئے کہا:

It may well be that the emergent postnational order proves not to be a system of homogeneous units (as with the current system of nation-states) but a system based on relations between heterogeneotis units (some social movements, some interest

groups, some professional bodies, some nongovernmental organizations, some armed constabularies, some judicial bodies. (41)

ممکن ہے بعد میں آنے والی اور ابھرنے والی قوموں کا رویہ ثابت کرے کہ آئندہ ہم نسل اور ہم جنس کی بنیاد پر جاری سسٹم باقی نہ رہیں' بلکہ مختلف النوع لوگوں کے تعلقات کی بنیاد پر نیا سسٹم بنایا جائے۔ مثلاً کچھ سماجی طبقے ہوں کچھ سرمایہ دار طبقے ہوں' کچھ پروفیشنل' کچھ ماہر قانون' کچھ مسلح افراد ادارے ہوں (جن کی بنیاد پر نیا عالمی نظام وجود میں آئے)۔

نئے عالمی نظام کی وضاحت ان گول مول بیانات سے نہیں ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کسی نے کہا نیا عالمی نظام نام ہے عالمی مارکیٹ پر کنٹرول کا۔(۴۲) ڈاکٹر اسرار صاحب نے لکھا یہ یہودیوں کا نیو ورلڈ آرڈر ہے۔(۴۳) چومسکی نے کہا مطلب ہے ہم تمہارے آقا ہیں تم ہمارے بوٹ صاف کرو۔(۴۴) پروفیسر خورشید کے بقول اس کا ہدف امریکہ کی بالادستی ہے' معاشی اعتبار سے جرمن و جاپان پر اور نظریاتی اعتبار سے اسلام اور اسلامی تحریکات پر(۴۵) امجد حیات ملک کے بقول نام ہے جمہوریت انسانی حقوق اور آزاد معیشت کا۔(۴۶) صفدر محمود کی رائے ہے یہ نام ہے مائٹ از رائٹ کا یعنی جس کی لاٹھی اسی کی بھینس اور یہ سارے کام اب اقوام متحدہ کے اسٹیج سے لئے جائیں گے۔(۴۷) پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری صاحب نے اس کا مفہوم واضح کرتے ہوئے لکھا ہے اس سے مراد امریکہ کی خارجہ پالیسی ہے جس کے تحت وہ پوری دنیا کے نظام کو اپنے فوجی' سیاسی اور اقتصادی مفادات و ترجیحات کے تابع بنانا چاہتا ہے تاکہ وہ عرصہ دراز تک اپنی سرمایہ داریت اور استحصالیت کو تحفظ دے سکے۔(۴۸) ڈاکٹر طاہر القادری صاحب نے نیو ورلڈ آرڈر کے چھ اہم نکات بیان کئے ہیں' اگرچہ وہ ان کی بنیاد کی وضاحت نہیں کر سکے ہیں۔ لکھتے ہیں:

(۱) دنیا کے ہر ملک کو اپنی موجودہ جغرافیائی سرحدوں کے دفاع کے لئے جتنی فوج درکار ہے اسے صرف اتنی فوج اور دفاعی قوت رکھنے کی اجازت دی جائے۔(۲) کسی بھی ملک کو اپنی دفاعی اور فوجی قوت بڑھانے کے لئے اقوام عالم کی رضامندی لینا لازمی ہو گا۔ یعنی اقوام عالم کے باہمی مشورے اور رضامندی کے ساتھ ہر ملک کو اپنی قوت بڑھانے اور شو آف پاور کی اجازت ہونی چاہیئے اور کسی ملک کو آزادانہ طور پر اپنی فوجی قوت کو پراجیکٹ کرنے اور بڑھانے کی اجازت نہ ہو۔(۳) ایٹمی ہتھیار ممکنہ حد تک ختم کر دیئے جائیں کہ یہ دنیا کی تباہی میں استعمال کئے جاتے ہیں۔ یعنی ایٹمی طاقت لوگوں کے ہاتھوں اور حکومت کے ہاتھوں میں نہیں ہونی چاہیئے۔(۴) کسی ملک میں سیاسی دائرہ کار سے متعلق کسی قسم کی تبدیلی' باضابطہ اور سیاسی طریقوں یعنی جمہوری طریقوں سے ہٹ کر نہ لائی جائے' یعنی ان طریقوں سے ہٹ کر کسی ملک کے اندر سیاسی' جغرافیائی سرحد اور اس کے نظام میں تبدیلی نہ لائی جائے۔ یعنی ان کی مراد ہے کہ ملکوں میں جمہوری اقتدار کو فروغ دیا جائے۔(۵) حکومتوں کے جو طریقہ کار بدلتے ہیں یعنی پارلیمانی نظام ہو گا یا صدارتی نظام ہو گا۔ تو ان طریقہ کار کو بدلنے کے بارے میں حکمران طبقہ یا کوئی اور طبقہ اپنی مرضی سے فیصلہ نہ کرے' بلکہ اس کا فیصلہ عوام کی مرضی سے کیا جائے گا۔(۶) تجارت کی بین الاقوامی مارکیٹیں اور مراکز اور کالونیوں پر کسی کا تسلط نہیں ہونا چاہیئے۔ بلکہ ان میں ہر ایک کو آنے جانے کی اجازت ہونی چاہیئے اور اس میں فیصلہ کن حیثیت اقوام کی بین الاقوامی مرضی کو حاصل ہو۔ یعنی ان کی مرضی ہے کہ اس بارے میں فیصلے بین الاقوامی سطح پر ہوں۔(۴۹)

نیوورلڈ آرڈر کے اہم نکات کا تنقیدی جائزہ

میرے خیال کے مطابق نیوورلڈ آرڈر میں مندرجہ بالا تمام خدشات ونکات شامل ہیں اوراس کی تصدیق امریکہ کی قومی سلامتی کونسل کی رپورٹ سے ہوتی ہے' جس کا خلاصہ دواقساد میں وائس آف امریکہ نے ۶ مارچ ۱۹۹۱ء کو جاری کیا تھا۔(۵۰) نیوورلڈ آرڈر کا اس سے زیادہ صحیح مفہوم کسی اور جگہ سے نہیں مل سکتا۔ اہم نکات کے ساتھ تنقید بھی ہمراہ پیش خدمت ہے۔

۱۔ امریکہ جو کہ واحد سپر پاور ہے اس کا دائرہ وسیع ہونا چاہیئے۔ یعنی وہ ممالک جو پہلے غیر وابستہ تھے یا روس کے ماتحت تھے' انہیں امریکہ کے زیرنگیں آنا چاہیئے' نیٹو میں وسطی ایشیا کے ممالک کی شمولیت اسی آرڈر کا حصہ ہے۔

۲۔ عراق کی طرح کوئی ملک اتنا طاقت ور نہ بنے جو علاقائی امن یا امریکہ کے لئے چیلنج ہو۔ تاکہ کوئی دوسرا ملک سپر پاور نہ بنے۔

۳۔ خلیجی ممالک (عرب) کے پاس کتنی دفاعی قوت ہونی چاہیئے یہ امریکہ کی مرضی پر موقوف ہے اور امریکہ اسے چیک کرنے کا حق رکھتا ہے۔

۴۔ عرب واسلامی ممالک کو روایتی ہتھیار کے مکمل پارٹس نہ دیئے جائیں جو دیا جائے وہ بھی کم درجہ کا ہو اور غیر روایتی (یعنی ایٹمی) اسلحہ بالکل نہ دیا جائے اور مغربی عسکری ماہرین نگرانی کریں گے۔ مکمل پارٹس نہ ملنے کے سبب متعلقہ ملک ہر وقت مدد کے لئے مجبور ہے۔ جب آنکھیں دکھائے اسے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کیا جائے اور ایٹمی اسلحہ کے بغیر کوئی ملک امریکہ کے مدمقابل نہیں آسکے گا' پھر یہ کہ نگرانی کے ذریعہ ان صلاحیتوں کو اسے خود بھی حاصل کرنے کا موقع نہیں دیا جائے۔

۵۔ مسلم ممالک کے دو دو تین تین ممالک پر مشتمل مشترکہ فوج تشکیل دی جائے تاکہ کسی ملک کی فوجی پیش رفت خفیہ نہ رہے اور نفاق ڈال کر مقاصد حاصل کئے جاسکیں' فوج مسلمانوں کی ہو حکم امریکہ کا چلے۔

۶۔ مسلم ممالک کی مدد سیاسی فیصلوں سے مشروط ہوں۔ اور مدد کا خوب پروپیگنڈا کیا جائے۔ یعنی مدد کر کے ان کے سیاسی فیصلوں پر اثر انداز ہوا جائے اور مدد بند کرنے کی دھمکی کے ساتھ بلیک میل کیا جاسکے' پروپیگنڈا کر کے عوام کو ہمنوا بنایا جاسکے۔

۷۔ عرب ممالک کا نظام حکومت تبدیل کیا جائے اور مغرب کے تعلیم یافتہ افراد کو ان کا حکمراں بنایا جائے' حافظ الاسد جیسے افراد کو مرد آہن بنایا جائے۔ مغرب کے تعلیم یافتہ باآسانی ایجنٹ بن جائیں گے' اس لئے یہ تجویز دی ہے۔ حافظ الاسد جو اپنے عوام کا قاتل ہے اور اپنی امل ملیشیا کے ذریعہ فلسطین کا قتل عام کرواتا رہتا ہے اس جیسے آمر ایجنٹ امریکہ کو ہمارے لئے پسند ہیں' جبکہ جمہوریت کا مدعی ہے۔

۸۔ اخوان المسلمین کو کچلا جائے' تحریک انتفاضہ کو میڈیا میں جگہ نہ دی جائے۔ کچلنے کے لئے دنیا بھر کی مسلمانوں کی آزادی کی تحریکوں کو دہشت گرد قرار دے دیا گیا ہے۔ فلسطینیوں کے قتل عام کی کھلی اجازت دے دی گئی ہے۔

۹۔ مسلم عوام کو ایسے مسائل میں مشغول کردیا جائے جو ان کی طاقت کو ختم کرتا ہو۔ مثلاً فرقہ واریت پھیلائی جائے' ایسے مضامین کو پھیلایا جائے مثلاً ایم بی اے وغیرہ تاکہ سائنس وٹیکنالوجی حاصل کر کے کوئی ان کا مقابلہ نہ کرسکے۔

۱۰۔ اسلامی شرعی جہاں جہاں نافذ ہیں انہیں ختم کرایا جائے اور علماء کا اثر ختم کیا جائے۔ یہی وجہ ہے سوڈان' افغانستان' پاکستان'

ایران' سعودی عرب پر عالمی دباؤ بڑھایا جارہا ہے اور عوامی مہم کو فروغ دیا جارہا ہے۔ دینی مدارس اور علماء کے خلاف میڈیا کے ذریعہ مہم چلائی جارہی ہے کہ یہ سب دہشت گرد ہیں۔

۱۱۔ ذرائع ابلاغ سے علماء کو ہٹایا جائے' تاکہ علماء کے عوامی رابطہ واثرات کو محدود کیا جاسکے' اور جو برائے نام تبلیغ اسلام کا کام ہوتا ہے وہ ختم ہوجائے۔

۱۲۔ مذہبی افراد کو حساس منصب نہ دیئے جائیں تاکہ متعلقہ اداروں میں امریکہ جو چاہے کرے' کوئی راز فاش کرنے والا نہ ہو' غالباً یہی وجہ ہے افغانستان پر حملہ کے وقت پاکستانی فوج کے اہم ترین دو جرنیلوں کو سب سے پہلے نشانہ بنایا گیا۔

۱۳۔ اسلام پسندوں کو تعلیمی وسائل سے دور رکھا جائے۔ تاکہ تعلیم کے ذریعہ سیکولر افکار کو فروغ دیا جاسکے' پاکستان ڈی نیشنلائزیشن کا سلسلہ اسی سلسلہ کی کڑی ہے۔ آج تمام یورپی قوتیں ٹیکنالوجی کے فروغ یا اعلیٰ تعلیم میں مدد نہیں دے رہیں' بلکہ ہمارے ملک کی پرائمری تعلیم اور نصاب تعلیم پر ساری توجہ مرکوز کررکھی ہے۔ تاکہ بقول اکبرالہ آبادی:

افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

ورنہ بچوں کے قتل سے وہ یوں بدنام نہ ہوتا

۱۴۔ اسلام پسندوں کو رفاہی ادارے قائم نہ کرنے دیئے جائیں۔ تاکہ وہ لوگوں کی خدمت کے ذریعہ اسلام کی طرف مائل نہ کرسکیں' اور مظلوموں کی مدد نہ کرسکیں' یہی وجہ ہے امریکہ نے دنیا بھر میں معروف مسلم رفاہی تنظیموں پر القاعدہ کا ساتھ دینے کا الزام لگا کر ان کی پراپرٹیاں ضبط کرلی ہیں اور کام کرنے پر پابندی لگادی ہے' جس میں پاکستان کے الاختر ٹرسٹ اور الرشید ٹرسٹ شامل ہیں۔

۱۵۔ خلیجی ممالک میں پاکستان' بنگلہ دیش اور دیگر مسلم ممالک سے مزدور نہ لینے دیئے جائیں' بلکہ غیر مسلموں کو ان ممالک میں مزدور رکھا جائے تاکہ عربوں کی دولت مسلمانوں کے پاس نہ جائے۔ غیر مسلموں کے پاس منتقل ہو۔ اسی لئے امریکہ نے اپنے دیگر یورپین ممالک میں رجسٹریشن وغیرہ کے نام پر اپنی زمین مسلمانوں پر تنگ کرنی شروع کردی ہے' تاکہ پاکستان و مسلم ممالک میں زرمبادلہ نہ پہنچے اور غیر مسلمانوں کے توسط سے ان ممالک میں زناکاری' شراب و منشیات کا باآسانی فروغ ہوسکے۔

۱۶۔ اسلامی تحریکات کے اندر اختلافات کے بیج بوئے جائیں' مثلاً یہ سوالات اٹھایا جائے فلاں بنیاد پرست ہے' فلاں اخوانی ہے' اور فرقہ واریت کو فروغ دیا جائے' تاکہ اسلام بدنام ہو اور مسلمانوں میں انتشار و افتراق کو فروغ حاصل ہو اور مسلمان متحد ہوکر امریکہ کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھاسکیں۔

۱۷۔ تیل پر کنٹرول حاصل کیا جائے' عراق پر حملہ کی تیاری کے یہی مقاصد ہیں۔ تیل عرب ممالک میں نکلتا ہے لیکن اس کی قیمتیں غیر مسلم ممالک مقرر کرتے ہیں' یہ دراصل کنٹرول ہی ہے۔

۱۸۔ عرب کے سرمایہ کو ایک بینک قائم کرکے کنٹرول کیا جائے اور یہ دولت دوبارہ عرب میں جانے سے روکنے کی کوشش کرنا چاہیئے' تاکہ دیگر عرب خوش حال نہ ہوں اور دولت مغرب منتقل ہوں۔ نیو ورلڈ آرڈر کا چہرہ چندنئی خبروں کی روشنی میں مزید واضح ہوجاتا ہے۔ امریکی انتظامیہ نے ایک متنازع پالیسی کی منظوری دی ہے' جس کے تحت امریکہ بیرون ملک اغواء کئے جانے والے امریکی

شہریوں کی رہنمائی کے لئے کاروائی کرے گا' اور ضرورت پڑنے پر فوجی ایکشن بھی لے گا۔ امریکی اخبار نیویارک ٹائمز کے مطابق یہ پالیسی کلنٹن دور میں تیار ہوئی تھی' اب بش نے اس کی منظوری دے دی ہے۔ گویا امریکہ دنیا کے ہر ملک میں براہ راست دخل اندازی کرے گا۔ (۵۱) امریکی قومی سلامتی کی رپورٹ کے مطابق عمل درآمد کرنے کے لئے امریکی محکمہ دفاع پینٹاگون نے غیر ملکی میڈیا کو غلط اور جھوٹی معلومات فراہم کرنے کے لئے ایک ادارہ (آفس آف دی اسٹریٹیجک انفلوئنس) قائم کر دیا ہے تاکہ اسلامی ممالک میں عوامی آراء کو امریکہ کے حق میں موڑ دیا جائے۔ (۵۲)

امریکی مستشرق برنارڈ لیوس' ڈینیل پائپس' مارٹن کیمر' ولیم ہنٹنگٹن اور پیری طرو غیرہ آج کل پروپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ عالم اسلام مجموعی طور پر مغرب کی ترقی اور جدیدیت کا مخالف ہے۔ مسلمان چونکہ مغربی نہیں ہو سکتے' اس لئے اچھے بھی نہیں ہو سکتے۔ (۵۳) ناٹو کے سابق سیکرٹری نے کہا کیمونزم کے بعد اب اسلام ہمارا عالمی دشمن ہے۔ (۵۴) نیو ورلڈ آرڈر کا اثر ہے پاکستانی صدر واشنگٹن میں بیان دیتے ہیں میں لبرل ہوں۔ (۵۵) کچھ مدح خوانوں نے تاویل کی مقصد ہے میں لبرل مسلمان ہوں' لیکن امریکی صدر چین گئے تو انہوں نے کہا I am a Crristian میں کرسچن ہوں۔ (۵۶) گویا انہوں نے چین کے صدر کو پیغام دیا آپ اپنے ملک کے صرف چند افراد کی نمائندگی کرتے ہیں اور میں دو ارب عیسائی عوام کا نمائندہ ہوں' اس لئے نیو ورلڈ آرڈر بھی میرا ہی چلے گا' آپ کا نہیں' آپ میری ہر خواہش کے آگے سرانڈر ہو جائیں۔ معروف صحافی رابرٹ فکس (Robert Fiks) نے صحیح لکھا ہے' افغانستان پر امریکی حملہ دہشت گردی کے خاتمہ کے لئے نہیں بلکہ امریکی مفادات اور اس کی توسیع پسندانہ عزائم میں آڑے آنے والی قوتوں کو ختم کرنا ہے۔

نیا عالمی نظام اور عالمی دہشت گردی

نئے عالمی نظام کے تمام نکات کا ایک مقالہ میں تفصیل سے جائزہ لینا ممکن نہیں ہے' البتہ نئے عالمی نظام کے ظہور سے آج تک جو پہلو زیادہ نمایاں وہ دہشت گردی ہے۔ ساری دنیا امریکہ کو دہشت گرد کہہ رہی ہے' امریکہ اور بعض قوتیں مسلمانوں کو دہشت گرد ثابت کرنے میں لگی ہوئی ہیں' کچھ قوتیں جو اپنے کو لبرل کہتی ہیں' انہوں نے بھی یہ موقف اپنایا ہوا ہے کہ ہر مسلمان دہشت گرد نہیں ہے۔ لیکن ہر دہشت گرد مسلمان ہے' آیئے جائزہ لیتے ہیں دہشت گرد یا کیا ہے؟ کہاں سے اس کا آغاز ہوتا ہے۔

لفظ دہشت اور دہشت گردی کی بنیاد کیسے پڑی؟ تاریخ ہمیں یہ بتاتی ہے کہ انقلاب فرانس کے بعد ۱۷۹۳ء اور ۱۷۹۴ء میں دہشت گردی کیا کاروائیوں کا باقاعدہ آغاز ہوا جس کی بنیاد RegimeDe La Terreur نامی تحریک نے رکھی' جس کا بانی رابسی پرے تھا۔ جبکہ تحریک کی دو ذیلی تنظیمیں Gordellios اور Girondins بھی تھیں۔ ۱۷ ستمبر ۱۷۹۳ء کو فرانس میں مشکوک افراد سے متعلق قانون کی منظوری کے بعد Terreur تحریک نے پر تشدد کاروائیوں کا آغاز کیا اور بڑے پیمانے پر قتل و غارت گری کی گئی۔ Terreur تحریک کی دہشت گردانہ کاروائیوں کے نتیجے میں Terreur کا لفظ بطور دہشت گرد سمجھا جانے لگا' جسے ۱۷۹۶ء میں پہلی مرتبہ فرانس کی ڈکشنری میں شامل کیا گیا۔ ابتداء میں اسے مثبت معنوں میں لیا گیا' لیکن ۱۷۹۸ء میں پہلی بار جس گروہ نے دہشت گردی کی کاروائیوں کا آغاز کیا وہ کوئی مسلمان گروہ نہیں بلکہ انتہا پسند گروپ تھا۔ سکوئی نامی اس یہودی فرقے نے فلسطین میں دہشت گردی کی کاروائیوں کا آغاز کیا۔

۶۶ء سے ۷۳ء تک جاری رہنے والی دہشت گردی کی کاروائیوں میں اس گروہ نے چھوٹی سی تلوار کی طرح کا ایک مخصوص ہتھیار استعمال کیا' جسے Sica کہا جاتا ہے۔ اس حوالے سے اس فرقے کا نام سکوئی پڑ گیا' اس ہتھیار کو پر ہجوم جگہوں پر اچانک استعمال کیا جاتا اور بعد ازاں حملہ آور بھگڈر میں خود بھی روپوش ہو جاتا' ان یہودیوں نے عیسائی عبادت گاہوں کو نذر آتش کیا اور قیصر روم کے خلاف بغاوت کے لئے دہشت گردی کی کاروائیاں کی گئی' حتی کہ یروشلم کو پانی فراہم کرنے والی لائنوں کو بھی تباہ کیا گیا۔ سترہویں سے اٹھارہویں صدی تک یورپ میں بادشاہوں کے خلاف بغاوت کرنے والوں نے بھی چھوٹی موٹی دہشت گردی کی کاروائیاں کیں جن میں مسلمان کہیں ملوث نہیں تھے۔ امریکہ میں ابھرنے والی مزدوروں کی تحریک ملی' گرے نے ۱۸۷۰ء سے ۱۹۱۰ء تک دہشت گردی کی بڑی کاروائیاں کیں۔

۱۸۸۶ء میں تاریخ کا پہلا بم دھماکہ ۱۹۰۵ء میں گورنر اسٹائن برگ کا قتل' ۱۹۱۰ء میں لاس اینجلس ٹائمز بلڈنگ میں بم دھماکہ اس کی مثالیں ہیں۔ اس عرصے میں زار روس کے خلاف مارزوف کی سربراہی میں بننے والی تنظیم Noro da Naya Volv نے دہشت گردی کی بڑی کاروائیاں کیں۔ ۱۹۰۱ء میں بننے والی ایک اور روسی تنظیم Boevaya نے سرکاری وزراء کے قتل سمیت متعدد کاروائیاں کیں۔ ۱۹۰۱ء سے ۱۹۱۱ء تک اس تنظیم نے ۲۰۰ سے زیادہ بڑی کاروائیاں کیں۔ جن میں روسی گورنروں اور بوسنگی' گبڑالوچ' وزیر داخلہ بلیف کے قتل سمیت اوپیرا ہاؤس پر حملہ بھی شامل ہے۔ ۱۸۹۰ء سے ۱۹۱۴ء تک یورپ میں بھی دہشت گردی گروج پر رہی۔ ۱۸۸۱ء میں بننے والی انارکسٹ انٹرنیشنل نے ۱۸۹۳ء میں فرانس کے رہائشی گھروں کو بم سے اڑا دیا۔ یہاں اس بات کا ذکر کرنا بھی ضروری ہوگا کہ فدائی حملوں کی بنیاد بھی ۱۸۹۴ء میں اسی تنظیم نے چیمبر آف ڈیپٹز میں خودکش بم دھماکے سے ڈالی۔ فرانسیسی صدر کارنٹ اور اسپین کے وزیر اعظم انتونیو کارنواس' آسٹریلیا کی فرمانروا ملکہ الزبتھ' اٹلی کے بادشاہ امرتو دہشت گردی کی کاروائیوں کی بھینٹ چڑھے۔ چین میں بھی جوئے بازوں اور اسمگلروں کی سرپرستی میں بننے والی Boxer Relelliom نامی تنظیم دہشت گردی کی کاروائیاں کیں۔ (۵۸)

امریکہ نے خود ۱۳۰ ممالک میں مختلف اوقات میں مداخلت کی۔ (۵۹) عبدالمجید ساجد نے (۶۰) ماہنامہ ساحل نے (۶۱) اور ولیم بیلم نے اپنی کتاب روگ سٹیٹ (۶۲) اور چومسکی نے (۶۳) اپنی کتاب میں امریکی دہشت گردی اور مختلف ممالک میں مداخلت کی ۱۸۸۹ء تا ۲۰۰۳ء تک مکمل فہرست پیش کی ہے' جسے پڑھنے کے بعد چومسکی کے الفاظ بالکل صحیح معلوم ہوتے ہیں' جیسا کہ انہوں نے لکھا ہے امریکہ دنیا کا سب سے بڑا دہشت گرد ملک ہے۔ (۶۴) امریکہ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کا واحد رکن ہے' جس نے تنہا دو تہائی قرار دادیں ویٹو کیں' باقی کا پچاس فیصد برطانیہ نے استعمال کیا (دونوں ممالک نے ۸۰ فیصد ویٹوز استعمال کئے)۔ (۶۵) گویا انہوں نے ہمیشہ دیگر اقوام سے طاقت کی زبان میں بات کی ہے' مساوات کی بنیاد پر نہیں یہی وجہ ہے' امریکہ کی دہشت گردی کے جواب میں دنیا بھر میں دہشت گردی کی لہر چل پڑی ہے۔ اس نظام کی ناکامی کا اس سے بڑھ کر بھلا اور کیا ثبوت چاہیئے' لیکن امریکی صدر و اسٹیبلشمنٹ آج بھی اپنی عوام کو غلط رہنمائی کر رہے ہیں۔ جس کا ثبوت جارج بش کا یہ بیان ہے:

Americans are asking: Why do they (terrorists) hate us) they hate what we see

right here in this chamber, a democratically elected government. Their leaders are self-appointed. They hate our freedoms, our freedom of religion, our freedom of spech, our freedom to vote and assemble and disagree with each other. (66)

امریکی پوچھ رہے ہیں کہ وہ (یعنی دہشت گرد) ہم سے نفرت کیوں کرتے ہیں؟ انہیں اصل میں اس چیز سے نفرت ہے جو آج اس ایوان میں انہیں دکھائی دے رہی ہے اور یہ ایک جمہوری طور پر منتخب حکومت ہے۔ ہمارے مخالفین کے لیڈر اور حکمران منتخب نہیں ہوتے اپنے آپ کو حاکم بنا لیتے ہیں۔ دہشت گردوں کو ہمیں حاصل آزادیوں سے نفرت ہے۔ ہماری مذہبی آزادی سے نفرت ہے' ہماری آزادی اظہار سے نفرت ہے' ہمیں ووٹ دینے اور ایک جگہ جمع ہو کر بات کرنے اور ایک دوسرے سے اختلاف کرنے کی جو آزادی ہے ہمارے مخالفین اس سے نفرت کرتے ہیں۔

ولیم بیلم کے بقول خود امریکہ دہشت گردوں کی جنگ کہلاتا ہے۔ امریکہ میں جو دہشت گرد تنظیمیں موجود ہیں ان میں سے کچھ یہ ہیں: (۱) آرین نیشنز Aryan Nations' (۲) بلیک لبریشن آرمی Black Libration Army' (۳) کرسچن پیٹریوٹس ڈیفنس لیگ Christian Patriots Defence League' (۴) کوینینٹ' دی سورڈ اور آرم آف لارڈ C.S.A' (۵) جیوش ڈیفنس لیگ Jwesh Defence League' (۶) کوکلس کلان Kukluxklan' (۷) میچیٹروس Macheteros' (۸) موو Move' (۹) نیونازی Neo Nazis' (۱۰) نیو ورلڈ لبریشن فرنٹ New World Libration Front' (۱۱) اومیگا Omega' (۱۲) دی آرڈر The order' (۱۳) پوسے کومیٹیٹس Posse comititus' (۱۴) پورٹو ریکن آرمڈ فورسز آف دی ریوولوشن Puerto Riccan Armed Forces the Revolution' (۱۵) اسکن ہیڈز Skin Heads' (۱۶) سیمبیونیز لبریشن آرمی Sembionese Libration Army' (۱۷) یونائیٹڈ فریڈم فرنٹ United Freedom Front' (۱۸) ویدر انڈر گراؤنڈ Weather Under Ground۔ (۶۷)

جس ملک میں خود اتنی دہشت گرد تنظیمیں ہوں اور وہ انہیں کنٹرول نہ کر پائے وہ دنیا سے دہشت گردی کیا ختم کرے گا۔ امریکی اسکالر چومسکی نے کیا خوب لکھا ہے کہتا ہے:

گیارہ ستمبر سے دنیا کی تاریخ تبدیل ہو گئی ہے' امریکہ کے خلاف پہلی بار اسلحہ اٹھایا گیا ہے۔ یقیناً گیارہ ستمبر کا حملہ ایک ظالمانہ اقدام تھا' لیکن غیر معمولی ہرگز نہیں تھا۔ برسوں سے دنیا اس سے کہیں زیادہ مظالم کا سامنا کر رہی ہے۔ امریکہ اور یورپ جسے چاہیں حملوں کا نشانہ بنائیں مگر وہ چاہتے تھے کوئی ان پر حملہ نہ کرے یہ امریکہ کی تاریخ کا پہلا واقعہ ہے کہ بندوقیں ان کی سمت سیدھی کی گئی ہیں۔ یقیناً یہ تاریخ کا ایک ڈرامائی موڑ ہے۔ (۶۸)

کھول کر آنکھ مرے آئینہ گفتار میں
آنے والے دور کی دھندلی سی ایک تصویر دیکھ

نئے عالمی وقومی نظاموں کے مآخذ کا تنقیدی جائزہ

انسانی عقل خدائی تدبیر وحکمتوں کے سامنے انتہائی حقیر ہے اس لئے انسان کتنی ہی سوچ و بچار بحث وتمحیص کے بعد کوئی نظریہ ترتیب دے وہ یقیناً ناقص ہوگا' اس لئے کہ عقل ناقص سے کُل وجود میں نہیں آ سکتا' عقل کل صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے' اسی کا دیا ہوا قانون فطری تقاضوں کے مطابق ہوسکتا ہے۔ اس نقطہ نظر سے جب ہم اقوام عالم کے قوانین کا جائزہ لیتے ہیں تو ثابت ہوتا ہے جس قانون کی بنیادیں ہی کمزور ہوں وہ کیسے امن انصاف اور مساوات فراہم کرے گا۔ پروفیسر کیانی لکھتے ہیں: برطانوی آئین کے مآخذ درج ذیل ہیں:(Sources of the British constitution)' (۱) عدالتی فیصلے (Judicial Decisions)' (۲) پارلیمانی توانین (Statutes)' (۳) عام قانون (The Common Law) اس کی اصل بھی رواج ہے' (۴) دستوری رواج یا روایات (Customs or conventions) گویا یہ رواج زدہ آئین ہے۔ Don vention Ridden (۶۹) مولانا اسحٰق سندیلوی مرحوم مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(۱) طبعی قوانین یعنی حیوانی جبلتوں کی بنیاد پر قانون بنانا اس میں طاقت کا عنصر بھی شامل ہوتا ہے جو کہ غلط ہے۔

(۲) رسم ورواج (Convention) یہ بھی دراصل حیوانی جبلت کی بنیاد پر ہے' اس میں عادات کو دخل ہے' اس میں بھی حیوانات سے مشابہت ہے' جیسے پرندے ہر سال سائبیریا سے مخصوص موسم میں سفر کرتے ہیں' مخصوص مراکز پر اترتے ہیں' مخصوص ایام میں واپس چلے جاتے ہیں' انسانوں میں رواج کی ابتداء عموماً اجتماعی نہیں شخصی بنیادوں پر ہوتی ہے' پھر لوگ اس کی اتباع کرنے لگتے ہیں' جو لوگ ایسا کرتے ہیں ان کی عقل پرستی متاثر ہوتی ہے۔ جیسے بیوہ کی شادی نہ کرنے کا رواج رسم ستی۔

(۳) ماحول: یعنی کوئی ایسا عمل جس کی بنیاد نہ ہو لیکن جو اسے کرے اسے مطعون کیا جائے' جیسے عقد بیوگان کی ہندوؤں میں بھی بنیاد نہیں ہے' لیکن مسلمانوں میں تھی' لہٰذا رجحان پیدا ہوا بالآخر ہندوؤں نے اپنی پارلیمنٹ سے قانون منظور کروایا۔ اس کا رواج صرف جذباتی بنیاد پر تھا۔ (۷۹)

ہر عقل مند واقف ہے طبعی جبلتیں رواج' یا ماحول ہر جگہ کے جدا جدا ہوتے ہیں' ایک رواج ایک علاقہ میں فخر کا باعث ہوتا ہے تو دوسرے علاقہ میں اسے اہانت آمیز تصور کیا جاتا ہے۔ لہٰذا علاقائی بنیادوں اور حالات سے متاثر ہو کر بننے والا قانون ساری دنیا کے لئے ورلڈ آرڈر نہیں بن سکتا۔

اسلامک ورلڈ آرڈر کے ماخذ

اس کے مقابلہ میں اسلام کے قوانین کسی انسان کے بنائے ہوئے نہیں ہیں اور نہ ان قوانین کی طرح ہیں جو کسی مخصوص علاقہ کے لئے بنے ہوں' پھر اس کا سب پر اطلاق کیا گیا ہو' بلکہ اسلامی قانون کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے' پھر نبی کی سنت ہے۔ اس کے بعد اجماع امت ہے' آخر میں قیاس ہے' جس میں ابتدائی تینوں مصادر کو پیش نظر رکھ کر نیا حکم عقل کی بنیاد پر وجود میں آتا ہے۔ اور یہ قوانین آغاز سے آج تک ساری انسانیت کے لئے ہیں۔ ہمارا عقیدہ ہے اسی کی پیروی میں ہی ساری انسانیت کی نجات ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کی ذمہ داری ہے اسے ''عالمی نظام'' بنانے کے لئے جدوجہد کریں۔ بقول علامہ اقبال:

پابندیِ تقدیر کہ پابندیِ احکام؟
یہ مسئلہ مشکل نہیں اے مردِ خردمند
اک آن میں سو بار بدل جاتی ہے تقدیر
ہے اس کا مقلد ابھی ناخوش' ابھی خورسند
تقدیر کے پابند نباتات جمادات
مومن فقط احکامِ الٰہی کا ہے پابند

ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم لکھتے ہیں: رسول اکرم ﷺ کی دس سالہ مدنی زندگی اسلامی انٹرنیشنل لاء کے اکثر قواعد کو معین و مدوّن کرنے کا باعث بنی۔ چنانچہ جب اس موضوع پر باقاعدہ کتابیں لکھی جانے لگیں تو مسلم مصنفین حسب معمول پہلے قرآن کریم کی طرف دیکھتے اور قرآنی آیات کا ذکر کرتے ورنہ رسول اکرم ﷺ کے عمل کو زیر بحث لاتے۔ یہ اسلامی انٹرنیشنل لاء حضور اکرم ﷺ کی مدنی زندگی کے دور سے تعلق رکھتا تھا۔(۷۱)

ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم ''قانون بین الممالک'' میں لکھتے ہیں: عربوں نے احکام' نظائر اور رواج وغیرہ کو مدون کر کے اس قانون کو نہ صرف بڑی ترقی دی بلکہ پہلی صدی ہجری کے اواخر میں اسے ایک مستقل اور علیحدہ فن بنا دیا۔ عربوں نے اس قسم کے قانون (انٹرنیشنل لاء) کو سیر یعنی برتاؤ کا نام دیا۔ ابن ہشام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ عہد نبوی سرکاری برتاؤ کے معنوں میں استعمال ہوتا تھا۔(۷۲) انٹرنیشنل لاء (قانون بین الممالک) کے خاصے تفصیلی احکام ہمیں قرآن کریم سے ملتے ہیں' یہاں ان کی تفصیل کی گنجائش نہیں' صرف اس قدر اشارہ کافی ہے کہ قرآن مجید میں انتقامی جنگ (۷۳)' معاہدات کی تعمیل (۷۴)' ہمدردانہ جنگ (۷۶)' فریق ثانی کی طرف سے معاہدہ شکنی کا خوف (۷۷)' مذہبی رواداری (۸۷)' غیر مسلم رعایا سے برتاؤ (۷۹)' قیدیوں سے برتاؤ (۸۰)' پناہ جویوں کو امن دینا (۸۱)' مفتوحہ اراضی کا انتظام (۸۲)' صلح کرنا (۸۳)' غیر جانبداری (۸۴)' وغیرہ امور کا اصولی ذکر ملتا ہے۔(۸۵) فقہ کی ہر بنیادی کتاب میں کتاب السیر کے عنوان سے انٹرنیشنل لاء محفوظ ہیں۔ امام محمد اور سرخسی کی شرح السیر الکبیر اور المبسوط وغیرہ عالمی نظام پر مفصل کتابیں ہیں۔

اسلام کا ''عالمی نظام'' اور امت مسلمہ کی ذمہ داریاں

اسلام مکمل نظام زندگی' نظام حکومت اور عالمی نظام عطا کرتا ہے اور مسلمان سے تقاضا کرتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ.(۸۶)

اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کی قدم بقدم پیروی نہ کرو۔

آدھا تیتر آدھا بٹیر نہیں کہ کچھ قوانین اسلام کے قبول کرو' کچھ فرنچ یا برٹش یہ سب لوگوں کے گھڑے ہوئے ظن وتخمین کی بنیاد پر تیار شدہ قوانین ہیں۔ اسی حقیقت پر قرآن کریم بار بار متنبہ کرتا ہے:

اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ.(۸۷)

وہ جس چیز کی پیروی کرتے ہیں وہ بجز گمان و خواہشات نفس کے اور کچھ نہیں۔

وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنَّ الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ.(۸۸)

ان کے پاس حقیقت کا کوئی علم نہیں وہ صرف گمان کی پیروی کرتے ہیں' اور گمان کا حال یہ ہے کہ وہ حق کی ضرورت کو کچھ بھی پورا نہیں کرتا۔

بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْآ اَهْوَآءَ هُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ.(۸۹)

مگر ظالموں نے اپنی خواہشات نفس کی پیروی کی بغیر اس کے کہ ان کے پاس کوئی علم ہو۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ O ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ.(۹۰)

اور لوگوں میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو تکبر کے ساتھ منہ موڑے ہوئے اللہ تعالیٰ کے بارے میں بغیر کسی علم و ہدایت اور کتاب منیر کے جھگڑتا ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹکا دے۔

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ.(۹۱)

اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہوگا جس نے اللہ کی طرف سے آئی ہوئی ہدایت کے بجائے اپنی خواہش کا اتباع کیا۔ علم یقینی عطا کرنے والی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ دنیا میں صرف اسلام واحد مذہب ہے جو علم یقینی اور قانون فطرت کا حامل ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

يٰاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَالَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْٓ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا.(۹۲)

اے میرے ابا یقین جانئے کہ میرے پاس وہ علم آیا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا' لہٰذا آپ میری پیروی کیجئے' میں آپ کو سیدھے راستہ پر چلا دوں گا۔

وَلُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا.(۹۳)

اور لوطؑ کو ہم نے قوت فیصلہ اور علم بخشا۔ حضرت موسیٰ اور داؤد اور سلیمان علیہم السلام کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰىٓ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا.(۹۴)

اور جب وہ اپنی پوری جوانی کو پہنچا اور پورا آدمی بن گیا تو ہم نے اسے قوت فیصلہ اور علم عطا کیا۔

وَكُلًّا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا.(۹۵)

اور ان میں سے ہر ایک کو ہم نے حکم اور علم عطا کیا۔ نبی کریم ﷺ سے فرمایا جاتا ہے:

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَ هُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَالَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرًا.(۹۶)

اور اگر آپ ﷺ نے اس علم کے بعد جو آپ ﷺ کے پاس آیا ہے ان کی خواہشات کی پیروی کی تو اللہ تعالیٰ آپ کو بچانے

والا کوئی حامی ومددگار نہ ہوگا۔ بظاہر خطاب نبی کو ہے لیکن حقیقتاً ساری انسانیت کو خبردار کیا گیا ہے۔ گویا اسلام کا عالمی نظام قائم کرنا امت مسلمہ کے فرائض میں شامل ہے۔

خطبہ حجۃ الوداع اور عالمی نظام

خطبہ حجۃ الوداع اسلام کی طرف سے اور حضورﷺ کی طرف سے انسانیت کو عطا کیا گیا' نیو ورلڈ آرڈر ہے۔ حجۃ الوداع کے خطبے میں حضورﷺ نے نیو ورلڈ آرڈر کا اشارہ دیا اور یہی ربط ہے اس کا اور آج کے نئے عالمی نظام کا۔ اس خطبے میں آپﷺ نے فرمایا کہ:

''لوگو! جب اللہ تعالیٰ نے ابتدا زمین وآسمان کو کائنات پر پورے عالم کو پیدا فرمایا تھا تو عالم اپنی تخلیق کے ابتدائی زمانے میں جس نظام پر تھا' آج زمانہ اور عالم گردش کرتا کرتا پھر اسی نقطہ ابتداء پر آ گیا ہے''۔

تو اس عالم کا دوبارہ اسی نقطہ ابتداء پر آ جانا اور اسی موقع پر حضورﷺ کا ایک نیا چارٹر عطا فرمانا اس بات کی علامت تھا کہ آج چونکہ اس دور کا اور عالم انسانیت کی تاریخ کا ایک پورا دور ختم ہوا ہے اور دنیا کے نئے نظام کا پھر یہ نقطہ آغاز ہے' تو حضورﷺ نے اس دن خطبہ حجۃ الوداع کو نئے عالمی نظام کا نقطہ ابتدا قرار دیا۔ یعنی پچھلا نظام ختم کر دیا گیا' کیونکہ وہ نظام استحصالی ہو چکا تھا۔ اس نظام میں قبائل کی بالادستیاں' انسانوں کو غلام بنایا جانا' سودی نظام کے ذریعے معیشت اور لوگوں کا استحصال کرنا' قتل وغارت کرنا' امن عالم کو تباہ وبرباد کرنا' قوت اور طاقت کے حصول کی دوڑ میں پڑنا' جیسی خرابیاں آ چکی تھیں۔ اس موقع پر یعنی عالم اسلام کو نیو ورلڈ آرڈر عطاء کرتے ہوئے حضورﷺ نے فرمایا:

- ''لوگو خبردار! پچھلا عالمی نظام جو استحصال پر مبنی تھا' ظلم اور ناانصافی پر مبنی تھا' جبر وتشدد پر مبنی تھا' آج وہ دور جاہلیت کا نظام ختم ہو رہا ہے۔ اسے میں اپنے قدموں تلے روند رہا ہوں اور کائنات انسانی کو نیا عالمی نظام عطا کر رہا ہوں''۔

دوسروں کے ورلڈ آرڈر تو ''اولڈ'' ہو جاتے ہیں' مگر تاجدار کائنات کے ورلڈ آرڈر قیامت تک نیو ورلڈ آرڈر ہی رہے گا۔ کیونکہ حضورﷺ کی نبوت ورسالت نہ پرانی ہوئی ہے اور نہ ہوگی۔ تو جب تک نبوت ورسالت باقی ہے تب تک ہمارے نبی اور رسولﷺ ہیں اور جب تک نبی اور رسول ہیں اس وقت تک ان کا عطاء کردہ ورلڈ آرڈر بھی قائم ہے۔ (۹۷)

اس اسلامک ورلڈ آرڈر کا سب سے اہم پہلو عالمی سطح پر قیام امن تھا۔ اقوام' ممالک اور قبائل ہمہ وقت قتل وغارت گری اور جنگ وجدال کے فساد انگیز عمل میں مبتلا رہتے تھے۔ قبائل میں لامتناہی جنگوں کے سلسلے جاری رہتے تھے' انسانی خون نہایت ارزاں ہو گیا تھا اور معمولی معمولی بات پر تلواریں نکل آتیں اور دیکھتے ہی دیکھتے نسلیں خون آشام منظر کی بھینٹ چڑھ جاتیں۔ حضورﷺ نے ان ہولناک حالات میں عالمی سطح پر قیام امن کا اعلان ان الفاظ میں فرمایا:

''اے بنی نوع انسان! بے شک تمہاری جانیں اور تمہارے اموال اور تمہاری عزتیں قیامت تک ایک دوسرے پر حرام کر دی گئی ہیں' جس طرح آج کے دن کی حرمت اور مہینہ کی حرمت تمہارے اس شہر میں برقرار ہے''۔ (۹۸)

(جس میں تم ایک دوسرے کی بے حرمتی نہیں کر سکتے' اسی طرح تم کبھی ایک دوسرے کی جان، مال کی بے حرمتی بھی نہیں کر

سکتے)۔آپ ﷺ نے اس حکم کو مزید ان الفاظ کے ذریعہ موکد فرمایا: کی بدقسمتی

''خبر دار تم میرے بعد پلٹ کر پھر گمراہ نہ ہو جانا یوں کہ ایک دوسرے کی گردنیں نہ کاٹنے لگ جانا (یہ سب سے بڑی گمراہ ہوگی)۔(۹۹)

نبی ﷺ نے انسانی نسلوں' طبقوں اور معاشروں کی ایک دوسرے پر مصنوعی فضیلت و برتری کے سب دعوؤں کو ختم فرما دیا اور انسانی مساوات کا عالمی اعلان فرما کر ساتھ ہی باہمی فضیلت کا دائمی عادلانہ اصول بھی مقرر فرما دیا۔ ارشاد فرمایا:

''تمام بنی نوع انسان' آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے تخلیق کئے گئے تھے۔اب فضیلت و برتری کے سارے (جھوٹے) دعوے' جان و مال کے سارے مطالبے اور سارے انتقام میرے پاؤں تلے روندے جا چکے ہیں۔اے لوگو! تم سب کا رب ایک ہے' اور باپ بھی ایک ہے (اس وحدت نسل انسانی کے بعث تم سب برابر ہو) مگر تم میں بزرگ و برتر وہی ہے جو زیادہ پرہیز گار (بہتر کردار کا مالک) ہے۔ پس کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر کوئی برتری نہیں اور نہ ہی کسی کالے کو گورے پر اور کسی گورے کو کالے پر برتری حاصل ہے' ساری برتریاں' کردار و عمل پر مبنی ہیں۔(۱۰۰)

یہ مساوات انسانی کا وہ عالمی اصول تھا جس پر حضور نبی کریم ﷺ نے بین الاقوامی سطح پر جمہوری اور عادلانہ انسانی معاشرے کی بنیاد رکھی' یہی اصول آگے چل کر عالمی جمہوریت کے قیام کا باعث بنا۔حضور نبی اکرم ﷺ نے اسی ورلڈ آرڈر کے ذریعے سود کو استحصالی نظام قرار دے کر اسے کلیتاً مسترد بلکہ ختم کرنے کا اعلان فرمایا۔ارشاد ہے:

''بے شک آج سے ہر قسم کا سود (اور سارا سودی نظام) منسوخ کیا جاتا ہے تم راس المال کے سوا نہ کچھ لے سکتے ہو اور نہ کچھ دے سکتے ہو۔نہ تم سودی لین دین کی شکل میں ایک دوسرے پر ظلم کرو اور نہ قیامت کے دن تم پر ظلم کیا جائے گا۔ یہ فیصلہ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ سود (اور اس پر مبنی ہر قسم کا اقتصادی استحصال) ممنوع ہے''۔(۱۰۱)

حضور ﷺ نے سابقہ عالمی نظام میں خواتین پر روا رکھے گئے تمام مظالم کے خاتمے کا اعلان فرمایا اور ان کے حقوق کے تحفظ کی ضمانت فراہم کی۔ارشاد فرمایا:

''اے لوگو! بے شک تمہارے کچھ حقوق عورتوں پر واجب ہیں اور اسی طرح عورتوں کے کچھ حقوق تم پر واجب ہیں (ان کی پوری طرح حفاظت کرنا) عورتوں سے ہمیشہ بہتر سلوک کرنا اور عورتوں کے حقوق کے معاملے میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا''۔(۱۰۲)

حضور ﷺ نے عالمی سطح پر عادلانہ اور غیر استحصالی انسانی معاشرہ قائم کرنے کے لئے یہ عظیم انقلابی اعلان بھی فرمایا:

''لوگو! زیر دست انسانوں کا خیال رکھنا' انہیں وہی کچھ کھلاؤ جو خود کھاتے ہو اور ایسا ہی پہناؤ جیسا تم خود پہنتے ہو''۔(۱۰۳)

اس اعلان نے عالمی نظام سے غلامی کے خاتمے کی بنیاد رکھ دی اور انسانی طبقات میں غیر فطری تفاوت کے خلاف انقلاب آفریں نظم وضع کر دیا۔الغرض حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے خطبہ حجۃ الوداع کے ذریعے انسانیت کو ایسا نیو ورلڈ آرڈر (نیا عالمی نظام) عطاء فرمایا جو آج بھی زندہ و تابندہ ہے۔یہ الگ بات ہے کہ آج عالم اسلام عملاً اس کی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ کر رہا ہے یا نہیں۔اسلام

کی تاریخ میں یہ نیو ورلڈ آرڈر آج بھی دنیا کو ایسے اصول فراہم کرتا ہے جن پر عمل پیرا ہو کر دنیا امن کا گہوارہ بن سکتی ہے۔ اس لئے امت مسلمہ کو رسول پاک ﷺ کے عطا کیے ہوئے ورلڈ آرڈر کی موجودگی میں کسی اور ورلڈ آرڈر کی ضرورت نہیں۔

اسلامک ورلڈ آرڈر کے تحت پوری دنیا سے ظلم و ناانصافی کے خاتمے اور نظام مساوات و انصاف کے نفاذ کی عملی جدوجہد کا آغاز ہوا اور جلد ہی اسلام کی اس ابھرتی ہوئی طاقت نے روم اور فارس کی دونوں عالمی استحصالی طاقتوں کو چیلنج دیا اور ان طاقتوں کو عبرتناک شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ یوں دنیا میں اسلامک ورلڈ آرڈر کا نفاذ کر دیا گیا۔ اس ورلڈ آرڈر کے نفاذ سے بدامنی اور ظلم و بربریت کا خاتمہ ہو گیا اور ایک ایسے بین الاقوامی معاشرے کا افتتاح ہوا' جس میں خیر' تعمیر' ارتقاء اور عدل ہی عدل تھا۔ جو انسان کے بنیادی حقوق کا ضامن تھا' جس میں بین الاقوامی قوانین کی پاسداری' عالمی امن کے قیام' پرامن بقائے باہمی' غلامی سے نجات' حق کی معاونت اور ظلم سے نجات کے سنہری اصول دیئے گئے تھے۔ اسلامک ورلڈ آرڈر کے سنہری اصولوں کے تحت خلفائے راشدینؓ کے عہد خلافت میں ۶۶۱ عیسوی تک مسلمانوں نے جتنے علاقوں کو فتح کیا' وہاں کے غیر منصفانہ اور مستبدانہ قوانین کو منسوخ کر دیا گیا اور وہاں کی آبادی کو ہی اقتدار میں شریک کیا گیا۔ بنو امیہ کے دور حکومت (ساتویں صدی عیسوی) سے لے کر سلطنت عثمانیہ (موجودہ بیسویں صدی عیسوی کے اوائل) مسلمانوں نے اسلامک ورلڈ آرڈر کے اصولوں کے مطابق بین الاقوامی سیاست میں نمایاں کردار ادا کیا اور مسلمانوں کے ہر فاتح نے انہی اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی داخلہ و خارجہ پالیسیوں کو تشکیل دیا۔

اسلامی عالمی نظام کے اہم پہلوؤں کا جائزہ

اسلام کے عالمی نظام میں عدل' امن' مشاورت' انسانی حقوق' جہاد اور جدید آلات حرب کی تیاری' اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ' فرقہ واریت کی حوصلہ شکنی' خود انحصاری' خود کفالت' رواداری کا فروغ اور رفاہی اداروں کا قیام اور خدمت خلق' تبلیغ اسلام' تعلیمی اداروں کا قیام جدید مسائل کا حل' اسلامی تہذیب کا تحفظ اور فروغ' احتساب کا نفاذ' فرد' خاندان اور معاشرہ کی تربیت بنیادی اہمیت رکھتے ہیں' ایک مسلمان اور مسلم حکمراں کی ذمہ داری ہے وہ ان پر خصوصی توجہ دے۔

عدل و مساوات کے قیام کی ذمہ داری

بحیثیت مسلم ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے وہ ذاتی زندگی میں انصاف کا راستہ اختیار کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ. (۱۰۴)

یہ عدل اولاد کے معاملہ میں بھی ہونا چاہیئے' عائلی زندگی میں بھی ہونا چاہیئے' اگر کسی عدالت کا سربراہ ہے تو مدعی و مدعی علیہ کے درمیان عدل کا نفاذ کرے' اگر ملک کا سربراہ ہے تو اپنی عوام کے درمیان بلاتخصیص مذہب و نسل سب کے ساتھ برابری اور انصاف کا سلوک کرے' کسی کو مذہب و قومیت یا کسی اور بنیاد پر ظلم کا نشانہ نہ بنائے' علامہ مناوی نے انصاف اور عدل کو مترادفات میں شمار کیا ہے۔ (۱۰۵) اللہ تعالیٰ نے عدل کا حکم قرآن کے ساتھ مشروط کر کے دیا ہے۔

لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ. (۱۰۶)

قرآن کے مطابق فرد کی ذمہ داری ہے اس کا نفاذ کرے اور عدل بلاتخصیص مذہب و نسل ہو۔ حضرت علیؓ نے فرمایا جو غیر مسلم

ہمارے ماتحت ہوں ان کا خون ہمارے خون کے برابر ہے' ان کی دیت مسلمانوں کی دیت کے برابر ہے۔(۱۰۷) مسلم امت کی بدقسمتی یہ ہے کہ بیشتر ممالک میں آمر حکمراں مسلط ہیں' عوام کو انصاف میسر نہیں ہے یا انصاف پیسوں کے ذریعہ حاصل کرنا پڑتا ہے' حالانکہ یہ مفت حاصل ہونا چاہیے' ضرورت ہے عدلیہ کو مکمل آزادی دی جائے اور عدلیہ ہر قانون و ہر فرد کے خلاف دادرسی کر سکے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا' کفر کے ساتھ حکومت قائم رہ سکتی ہے' ظلم کے ساتھ نہیں۔ یہی وجہ ہے آپ ﷺ نے معاہدہ حلف الفضول (۱۰۸) کا احیاء فرمایا جس کا مقصد امن کا قیام' مسافروں کا تحفظ اور مظلوموں کی امداد تھا۔(۱۰۹) عدل کا ایک پہلو صوبوں اور صوبوں میں بسنے والی تمام قوموں سے برابری کا سلوک بھی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

المسلمون شركاء في ثلاث الماء والكلاء والناس.

یعنی پانی چارہ اور آگ سب کو یکساں ملے' آج پانی اہم ترین تنازعہ کا سبب ہے' چارہ کی جگہ روزگار نے لے لی ہے۔ عبدالخالق سہریانی نے اس پر تفصیل سے لکھا ہے۔(۱۱۰) ظلم نام ہے:

التصرف في حق الغير بغير حق.(۱۱۱)

یعنی غیر کی حق تلفی دوسری تعریف کی گئی ہے:

وضع الشيئي في غير موضعه.(۱۱۲)

آپ ﷺ نے فرمایا:

اِتَّقُوا الظُّلْمَ فِاِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَوْمَ الْقِيَامَةُ.(۱۱۳)

یعنی ظلم سے بچو ورنہ قیامت کے دن سامنے آئے گا' دوسری جگہ فرمایا:

اُنْصُرْ اَخَاکَ ظَالِماً اَوْ مَظْلُوماً.(۱۱۴)

اپنے بھائی کی مدد کرو اگر ظالم ہے تو ظلم سے روکو' مظلوم ہے تو ظلم سے بچاؤ' یہی عدل ہے' جب تک عدل عام نہ ہو ظلم کا خاتمہ نہ ہو اور سب کے ساتھ مساوی سلوک نہ ہو امت مسلمہ عنداللہ مجرم رہے گی۔

امن کا قیام امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے

آج دنیا میں امن کے نام پر فساد کو فروغ دیا جا رہا ہے اور فسادی مسلمانوں کو ذمہ دار ٹھہرا رہے ہیں۔ قرآن کریم کے الفاظ میں جب ان سے کہا جاتا ہے فساد نہ پھیلاؤ تو کہتے ہیں:

نَحْنُ مُصْلِحُوْن.(۱۱۵)

ہم تو اصلاح کر رہے ہیں' فساد نام ہے۔

أخراج الشيئي عن حالة محمودة لا لغرض صحيح.(۱۱۶)

یہی وجہ ہے سورۂ مائدہ میں فسادی کی سزا قتل بیان کی گئی ہے۔(۱۱۷) اور مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے ہر حال میں امن قائم رکھیں' فسادیوں کی پیروی نہ کریں۔(۱۱۸) اللہ تعالیٰ امن خراب کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔(۱۱۹) خود نبی نے دعاء مانگی ہے:

رَبِّ انْصُرْنِي عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ.(۱۲۰)

اے اللہ فسادیوں کے خلاف میری مدد فرما۔ یہ فساد کہیں مذہب کے نام پر کہیں قومیت کے نام اور کہیں امن کے نام پر برپا کیا جارہا ہے۔ ہر فرد کی ذمہ داری ہے اپنے ملک وملت کو عدم استحکام سے تحفظ فراہم کرنے کے لئے قیام امن میں حصہ لے۔

جمہوریت ومشاورت کے قیام کی ذمہ داری

کوئی بھی حکومت مستحکم ودائم اسی وقت ہوسکتی ہے' جب کہ اس کے باشندوں کو اس میں شریک کیا جائے اور وہ اس شرکت کو محسوس کریں۔ نبی کریم ﷺ نے مدینہ کی حکومت کو استحکام بخشنے کے لئے ''مشورہ'' کو رائج کیا۔ مشورہ لینے کے لئے ادارہ وجود میں آتا ہے' جسے ''مجلس شوریٰ'' کہا جاتا ہے۔ اس میں ارباب حل وعقد سے ان کی آراء پوچھی جاتی اور اس کی روشنی میں کسی فیصلہ پر پہنچتے ہیں۔(۱۲۱) اس کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں' شوریٰ کی روح یہ ہے کہ جماعت کے افراد میں سے ہر فرد اپنے علم اور قابلیت کے مطابق اپنی آراء اور خیالات پیش کردیتا ہے۔ ایک دوسرے کے نظریات ملتے ہیں اور اس سے ایک اچھا فیصلہ ہاتھ آجاتا ہے۔(۱۲۲)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا اگرچہ اللہ اور اس کا رسول مشورہ سے بے نیاز ہے۔ مگر شوریٰ کا حکم امت کے لئے رحمت ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے:

''میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو اپنے اصحاب سے مشورہ کرنے میں اتنا زیادہ سرگرم ہو جس قدر رسول اللہ ﷺ تھے''(۱۲۳)

یہی بات حضرت عائشہؓ نے فرمائی۔ ہم جب کتب سیر وتاریخ کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ پہلو خوب واضح ہوکر سامنے آتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کے مشورہ کے نظائر

آپ ﷺ نے ہر اہم مسئلہ پر صحابہؓ سے مشورہ کیا۔ (۱) ۱ھ میں نماز کے اجتماع کے لئے اذان کا مشورہ صحابہ سے ہوا۔(۱۲۴) (۲) ۲ھ میں غزوہ بدر کے سلسلہ میں صحابہ کرامؓ سے مشورہ لیا۔(۱۲۵) (۳) ۲ھ میں غزوہ بدر میں قید ہونے والے مشرکین مکہ کے بارے میں مشورکیا۔(۱۲۶) (۴) ۵ھ میں غزوہ خندق کے موقع پر صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا' مدینہ میں رہ کر لڑیں یا باہر نکل کر۔(۱۲۷) (۵) ۶ھ میں حضرت عائشہؓ پر تہمت لگی تو صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا۔(۱۲۸) (۶) ۸ھ میں ہوازن کے چھ ہزار جنگی قیدیوں کے بارے میں صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا۔(۱۲۹) (۷) ۱۰ھ میں معاذ بن جبلؓ کو یمن کا گورنر مقرر کرنے کے لئے صحابہؓ سے مشورہ کیا۔(۱۳۰)

خلفاء اربعہ نے بھی نبی کریم ﷺ کی اس سنت کو جاری رکھا۔ مشورہ کے بعد اس پر عمل کرنے کے لئے رائے عامہ تیار ہوجاتی ہے۔ ہر طبقہ اپنی شرکت کو محسوس کرتا ہے۔ اس طرح ملک کو استحکام حاصل ہوتا ہے اور ملک آمریت سے محفوظ رہتا ہے۔ اس کا اعتراف کرتے ہوئے ایک مستشرق آرمینس وان میری نے بجا طور پر اعتراف کیا ہے جسے ڈیماکریسی (حقیقی جمہوریت) کی بناء پر امتیاز اور فوقیت حاصل ہے' انسان کی عمرانی تاریخ سے آج تک اگر صحیح معنی میں کوئی شوروی حکومت قائم ہوئی ہے' تو بقسم کہنا درست ہوگا کہ وہ خلفاء راشدین ہی کی خلافت راشدہ تھی۔(۱۳۱) امت مسلمہ کی بدقسمتی ہے نئے عالمی نظام کے خالق نے اپنے لئے جمہوریت اور مسلم

ملکوں کے لئے آمریت کو پسند کیا ہوا ہے تا کہ اپنے مفادات کے لئے انگلیوں پر نچا سکے۔لہٰذا ہماری ذمہ داری ہے' جمہوری کلچر کو فروغ دیں اور مشاورت کے بغیر اہم ملک وملی معاملات سرانجام نہ دیں۔

انسانی حقوق کے تحفظ کی ذمہ داری

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو جو حقوق عطا فرمائے ہیں انہیں Fundamental Rights کہا جاتا ہے۔(۱۳۲) حق کے معنی ہیں وہ بات جو ثابت ہو اور اس سے انکار ممکن نہ ہو۔(۱۳۳) قرآن کریم میں یہ لفظ ۲۲۷ مرتبہ آیا ہے۔(۱۳۴) اور تین معانی استعمال ہوا ہے' ثابت کرنے (۱۳۵) حصہ (۱۳۶) اور سچ کے معنی میں (۱۳۷) علامہ شامی نے حق کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے: الحق مایستحقہ الرجل. (۱۳۸) حق وہ ہے جس کا انسان مستحق ہو شریعت کی نگاہ میں حق وہی کہلائے گا جس کا شریعت اقرار کرتی ہو۔ حقوق کی بنیادی طور پر دو قسمیں ہیں' حقوق اللہ اور حقوق العباد۔(۱۳۹) قسم دوم کی تین قسمیں بیان کی گئی ہیں' بدنیہ' مالیہ' عرضیہ۔(۱۴۰)

مغرب میں انسانی حقوق کے قوانین ۱۰۳۷ء میں شان کارزیڈ ثانی (Conrad II) نے جاری کئے' پھر ۱۱۸۷ء میں شاہ الفانسونہم نے ۱۳۱۵ء کو میگنا کارٹا (Magnacarta) قوانین جاری کئے' ۱۶۸۹ء میں برطانوی پارلیمنٹ نے (Bill of Rights) جاری کیا۔ بالآخر ۱۹۴۸ء کو اقوام متحدہ کا منشور انسانی جاری ہوا' جو آج نافذ العمل ہے۔(۱۴۱) حقوق کی اسی اہمیت کے پیش نظر قرآن کریم نے حکم دیا' اپنے رشتہ داروں اور مسکینوں کے حقوق ادا کرو۔(۱۴۲) سورۂ بقرہ میں واضح کر دیا' قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز ادا کر لینے سے حقوق ادا نہیں ہوں گے۔(۱۴۳)

خواتین

خواتین کی حق تلفی کا مسلمانوں پر خصوصی الزام لگایا جاتا ہے۔ حالانکہ قرآن کریم کی زندگی (۱۴۴)' تعلیم (۱۴۵)' تربیت (۱۴۶)' مساوات (۱۴۷)' عزت (۱۴۸)' عبادت (۱۴۹)' شادی (۱۵۰)' طلاق و خلع (۱۵۱)' وراثت (۱۵۲)' ملکیت (۱۵۳)' حریت رائے (۱۵۴)' اور ظلم کے خلاف احتجاج (۱۵۵) کا حق دیا ہے۔ جس کا اعتراف کرتے ہوئے معروف مستشرق ایس پی اسکاٹ کہتا ہے: محمد ﷺ ہی واحد قانون عطا کرنے والے ہیں' جنہوں نے دنیا میں پہلی بار طبقہ نسواں کے لئے قوانین وضع کئے اور ان کے حقوق کا تحفظ کیا۔(۱۵۶) مسٹر پیئر کریپٹس نے لکھا: محمد ﷺ نے عورتوں کے حقوق کی ایسی حفاظت کی کہ اس سے پہلے کسی نے نہیں کی۔(۱۵۷) لہٰذا مسلم حکمرانوں کی ذمہ داری ہے' خواتین کی قرآن کریم سے شادی پر پابندی لگائیں' وراثت دلوانے کے لئے قانون سازی کریں' کاروکاری کی سزا عمر قید مقرر کریں' بالجبر شادی کی سزا مقرر کریں' خواتین کی بے حرمتی پر مقررہ شرعی سزائیں دیں۔

بچے

بچوں کے حقوق کا نفاذ کیا جائے' اسلام نے والدین اور معاشرہ کے ذمہ داروں کو حکم دیا ہے' بچوں کے ساتھ بلاتفریق جنس' نسل' رنگ' یکساں سلوک کریں۔ برادران یوسف کے واقعہ میں اسی کی تعلیم ہے۔ سورۂ بقرہ (۱۵۸) اور سورۃ النساء (۱۵۹) میں

بچوں ے کے ساتھ مساویانہ سلوک کا حکم دیا ہے۔ اسی طرح بچوں کو پرورش (۱۶۰)' تربیت (۱۶۱)' محبت (۱۶۲)' کفالت (۱۶۳)' کھیل کود (۱۶۴)' عزت (۱۶۵)' اچھا نام رکھنے جانے اور اچھے نام سے پکارے جانے (۱۶۶)' تجہیز و تکفین (۱۶۷) اور بیماری کی صورت میں علاج کا حق دیا گیا ہے۔ سب سے اہم حق تعلیم ہے' ان حقوق پر مسلم ممالک کو قانون سازی کرنا چاہیئے تاکہ مغربی میڈیا کو ہمارے خلاف انگلی اٹھانے کا موقع نہ ملے۔ بچوں کے حقوق پر میرا مقالہ سات طویل اقساط میں شائع ہو چکا ہے۔ (۱۶۸) اسی طرح مسلم امت کی ذمہ داری ہے مزدوروں' معذوروں و بے سہارا لوگوں کے حقوق کی ادائیگی کو یقینی بنا کر کمزور طبقہ کے لئے اسلام میں جاذبیت پیدا کریں۔

جذبہ جہاد کا فروغ اور جدید آلات حرب کا حصول امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے

تیغوں کے سائے میں ہم پل کر جواں ہوئے ہیں
خنجر ہلال کا ہے قومی نشاں ہمارا
باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم
سو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا
سالار کارواں ہے میر حجازؐ اپنا
اس نام سے ہے باقی آرام جاں ہمارا

نیو ورلڈ آرڈر کے مقابلہ کے لئے امت مسلمہ میں جذبہ جہاد کو فروغ دینا ہوگا' جو قوم مرنے کے لئے تیار ہو اسے دنیا کی کوئی قوت شکست نہیں دے سکتی۔ یہی وہ خوف ہے جس کے سبب مغربی میڈیا یا جہاد کو دہشت گردی کا مترادف بنانے پر تلا ہوا ہے۔ دوسری طرف نام نہاد مسلم اسکالرز سے جہاد کی تعریف و مفہوم تبدیل کروانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ جیسا کہ برٹش دور میں مرزا غلام احمد قادیانی اور کچھ معروف افراد سے کوشش کروائی گئی تھی۔ جہاد جہد سے نکلا ہے' اس کے معنی ہیں کوشش کرنا۔ (۱۶۹) امام راغب نے جہاد کی تعریف کی ہے: **الجهاد و المجاهدة استفراغ الوسع فی مدافعة العدو** ۔(۱۷۰) دشمن کے مقابلہ پر پورے وسائل اور قوت کے ساتھ دفاع کی کوشش کرنا۔ ابن حجر فرماتے ہیں: **الجهاد بذل الجهد فی قتال الکفار** ۔(۱۷۱) کفار سے مقابلہ میں اپنی تمام کوششیں اور قوتیں صرف کر دینا۔ معرف سیرت انسائیکلو پیڈیا موسوعة نظرية النعيم کے مقالہ نگار نے جہاد کی چار قسمیں بیان کی ہیں۔ جہاد النفس' جہاد الشیطان' جہاد الکفار' جہاد المنافقین۔ (۱۷۲) قرآن کریم نے ان سب کے خلاف جہاد کا حکم دیا ہے اور جہاد کی حلت ہی یہ بیان کی ہے کہ مظلوموں اور کمزوروں کی حمایت میں لڑا جائے' یہ کمزور خواہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم' حکم میں کوئی تخصیص نہیں۔ (۱۷۳) گویا جہاد ظلم و دہشت گردی کے خلاف لڑائی اور کوشش کا نام ہے اور جو اس جدوجہد میں جان قربان کر دے اس کی موت کو عظیم شہادت (۱۷۴) اور بہت ثواب کا کام (۱۷۵) قرار دیا گیا ہے۔ اسی لئے آپ ﷺ کے ذریعہ امت کو جہاد کے لئے ابھارا گیا ہے۔ (۱۷۶) مسلمان جب تک جہاد کرتے رہے آگے بڑھتے رہے' جب جہاد میں سستی آئی' پسپائی مقدر بنتی گئی۔ آپ ﷺ نے جہاد کو افضل العمل (۱۷۷) قرار دیا ہے۔ لیکن ظاہر ہے جہاد طاقت کے بغیر نہیں ہو سکتا ہے اس لئے جنگی اسلحہ تیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَأَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّ كُمْ.(۱۷۸)

جہاد کے لئے اپنی استطاعت وقوت کے مطابق تیاری کرو جنگی گھوڑوں کی تیاری (بالخصوص اسلحہ کی وہ قسمیں تیار کرو) جس سے تمہارے اور اللہ کے دشمنوں پر رعب پڑے۔

تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے

ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات

اس میں قوت کا لفظ ہر قسم کی جنگی طاقت ومہارت کے حصول کی ترغیب دلا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے آپ ﷺ نے بھی اس زمانہ کے جدید آلات حرب پر توجہ دی۔ اس دور کے جدید ہتھیاروں میں سے ایک ''دبابہ'' تھا' یہ ایک خاص قسم کی گاڑی تھی جو تیر سے حفاظت کے لئے موٹا چمڑا منڈھ کر بنائی جاتی اور قلعہ شکنی کے لئے استعمال کی جاتی تھی۔(۱۷۹) جسے آج کے دور کا ٹینک کہا جاسکتا ہے۔ دوسری ''منجنیق'' تھی جس کے ذریعہ وزنی پتھر دشمنوں کی طرف برسائے جاتے تھے۔(۱۸۰) اسے موجودہ زمانے کی توپ کہا جاسکتا ہے۔ اسی طرح ''ضبر'' دبابے ہی کی طرح ایک آلہ تھا۔ لکڑی پر کھال منڈھ کر اسے چھتری کی طرح بنایا جاتا تھا تاکہ پیٹھ کو تیر سے محفوظ رکھا جائے۔(۱۸۱) نیز ''حسک'' ایک خاردار گھاس ہوتی تھی' جسے قلعہ اور لشکر کے چاروں طرف بکھیر کر راستہ مخدوش کیا جاتا تھا۔(۱۸۲) موجودہ دور کی بارودی سرنگیں اسی کی ترقی یافتہ شکل ہیں۔ مقریزی نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے طائف کے قلعہ پر ''منجنیق'' نصب کی تھی اور قلعہ کے گرد ''حسک'' بکھیری تھی۔(۱۸۳) اور صحابہ کرامؓ کو شام کے شہر جرش میں دبابے' منجنیق' اور ضبور کی صنعت سیکھنے کے لئے بھیجا۔(۱۸۴)

آنحضرت ﷺ مختلف انداز میں جنگی تربیت حاصل کرنے کی ترغیب دلاتے تھے' لوگوں کو ورزش کی ترغیب دیتے' نشانہ بازی کی مشق کی تشویش دلاتے اور گھوڑ دوڑ کے مقابلے منعقد کرواتے اور اوّل آنے والے گھوڑوں پر انعام دیتے تھے۔(۱۸۵) آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

من علم الرمی ثم ترکه فلیس منا.(۱۸۶)

جس نے تیر اندازی کی مشق سیکھ کر چھوڑ دی وہ ہم میں سے نہیں۔ نیز فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ ایک تیر کے ذریعے تین آدمیوں کو جنت میں داخل کرتا ہے' بنانے والا جو طالب ثواب ہو' چلانے والا اور اٹھا کر دینے والا''۔(۱۸۷) اور میں سمجھتا ہوں' یہی اجر وثواب جنگی ہتھیاروں' ٹینکوں' ہوائی جہازوں اور میزائلوں کی تیاری پر بھی ملے گا۔ بالخصوص ایٹمی اسلحہ کی تیاری پر زیادہ اجر کی امید ہے۔ اس لئے کہ یہی وہ ٹیکنالوجی ہے' جس نے دو عالمی طاقتوں کو جنگ سے روکا اور بھارت نے بھی اسی کے خوف سے ہم پر حملہ سے گریز کیا ہے۔ آپ ﷺ نے اسلحہ سازی کے ساتھ جاسوسی کا طاقتور نظام وضع کیا تھا۔ جس کا استعمال تمام حالات میں ہوتا تھا' بالخصوص جہاد کے وقت۔ اس کے احیاء کی شدید ضرورت ہے تاکہ دشمن کے ارادوں سے آگاہی رہے۔ میں نے قرآن کریم سے جاسوسی کے بہت سے اصول اخذ کر کے دو قسطوں میں شائع کیا ہے۔(۱۸۸) عبدالحی کتانی نے بھی اسلحہ سازی کے حوالہ سے بہت سے نظائر جمع کئے ہیں۔(۱۸۹) لیکن ظاہر ہے دشمن یہ ٹیکنالوجی ہمیں حاصل نہیں ہونے دے گا' اس لئے ہمیں حکمت کے ساتھ آگے قدم بڑھانا چاہیے۔

جدید سائنسی علوم کے حصول کے لئے مشترکہ کوششیں کرنی چاہئیں' یہ ساری امت مسلمہ فرض کفایہ ہے' مختلف مواقع پر تجاویز تیار ہوئیں' لیکن ہنوز دلی دوراست۔

انڈونیشیا دارالخلافہ جکارتا میں دسمبر ۹۶ء میں مسلم دنیا کی ۱۴۰۰ اہم شخصیات اور نامور سائنس دانوں نے ایک ''اعلان جکارتہ'' پر دستخط کر کے سائنس اور ٹیکنالوجی اور انسانی وسائل کی ترقی کا بین الاقوامی اسلامی فورم قائم کیا ہے۔ طائف کی اسلامی سربراہ کانفرنس ۱۹۸۱ء نے سائنس و ٹیکنالوجی اور ترقی کے لئے بین الاقوامی فاؤنڈیشن (Ifstad) قائم کی تھی' جواب عملاً معطل ہے۔ او آئی سی نے سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی کے لئے ایک کمیٹی قائم کر رکھی ہے' جس کا سالانہ اجلاس اور رپورٹ تیار ہوتی ہے' لیکن سائنس میں اس کا وجود اور عدم وجود برابر ہے۔ انڈونیشیا میں ۱۹۹۰ء میں ایک انٹیلکچویل سوسائٹی قائم کی گئی تھی' جس کے روح رواں پروفیسر حبیبی تھے جو بعد میں ٹیکنالوجی اور ریسرچ کے وزیر رہے۔ یہ سوسائٹی ملکی سطح پر ایک ایسا ادارہ تھا جہاں اہل علم اپنے سیاسی یا دیگر اختلافات کو ایک طرف رکھ کر معاشرے کی تہذیبی اور سائنسی ترقی میں اپنا کردار ادا کریں۔ سوچا گیا کہ یہ کام مسلم دنیا کے وسیع تر دائرہ میں کیوں نہ ہو؟ جون ۹۶ء میں مکہ مکرمہ میں اس سوسائٹی اور پانچ دوسرے اداروں اسلامی ترقیاتی بینک' رابطہ عالم اسلامی' قرآن و سنت کے سائنسی معجزات کا کمیشن' اسلامی فکر کا بین الاقوامی انسٹی ٹیوٹ (IIIT) اور عربی اور اسلامی مدارس کی بین الاقوامی فیڈریشن کے سربراہوں نے طے کیا کہ وہ اسلامی افکار کے مطابق امن' عدل اور خوشحالی کی خاطر سائنس' ٹیکنالوجی اور انسانی وسائل کی ترقی کے لئے کام کریں گے۔ فورم کا قیام اس ادارے پر عمل کا نقطہ آغاز کیا ہے۔ فورم نے ایک ۷ نکاتی منصوبہ تیار ہے' ضرورت عمل کی ہے۔ (۱۹۰)

سبق پھر پڑھ صداقت کا عدالت کا شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

رواداری اور فرقہ واریت کے خاتمہ کی ذمہ داری

محبت کے یوں جس نے دریا بہائے
دل ان کا بھی چھینا جو سر لینے آئے
یہ بندہ نوازی کے جوہر دکھائے
کہ جو کھائے اور جواہر لٹائے
اٹھائیں جن سے اذیتیں انہی کے حق میں دعائیں مانگیں
کسی میں یہ شان علم بھی ہے ایسا کوئی حلیم بھی ہے

آپ ﷺ نے اپنے دشمنوں کے ساتھ جس اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کیا' دنیا اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سارے جہاں کے لئے رحمتہ للعالمین (۱۹۱) بنا کر بھیجا ہے۔ اسلام نے مکمل آزادی دی ہے' جو چاہے اسلام قبول کرے جو چاہے کفر اختیار کرے۔ (۱۹۲) آپ ﷺ نے امت مسلمہ کو بھی رواداری اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ فرمایا: مجھے نو باتوں کا حکم دیا گیا ہے' جس میں سے ایک ہے:

والعدل فی الرضاء والغضب۔ (۱۹۳)

یعنی غضب کی حالت میں بھی رواداری اور برداشت کا مظاہرہ کروں۔

عدم رواداری کے نتیجہ میں خود مسلمان آپس میں ٹکڑوں میں تقسیم ہیں اس کے علاوہ بعض پر تشدد واقعات کے سبب مسلمانوں کو غیر مسلموں کے سامنے بھی شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے: اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر چلو آپس میں جھگڑا نہ کرو' باہمی جھگڑے سے دشمن پر رعب ختم ہو جائے گا۔ (لہٰذا اگر کوئی مسلم فرد یا ملک زیادتی بھی کرے تو اسے قتل کرنا یا اس کے ملک پر قبضہ کرنا منع ہے) بلکہ صبر سے کام لینا چاہیئے' اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ (۱۹۳) اسی اہمیت کے پیش نظر قرآن کریم نے حکم دیا ہے:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعاً وَّلَا تَفَرَّقُوْا۔ (۱۹۴)

اللہ کی رسی (یعنی قرآن کریم وسنت نبویہ) کو مضبوطی سے مل کر پکڑو آپس میں فرقہ واریت نہ پھیلاؤ۔

حرم پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلماں بھی ایک
فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانہ میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

آپ ﷺ نے فرمایا:

أيما رجل خرج يفرق بين أمتي فاضربوا عنقه۔ (۱۹۵)

جو مسلمانوں کو لڑانے کے لئے نکلے اس کی گردن اڑا دو۔ اسی لئے ضرورت ہے مسلمان نیو ورلڈ آرڈر کا مقابلہ کرنے کے لئے متحد ہو جائیں' اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے متحد ہو کر لڑیں' ورنہ آج کسی کی تو کل ہماری باری ہوگی۔

فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں بیرون دریا کچھ نہیں

اس موضوع پر ۱۹۹۹ء میں وزارت مذہبی امور اسلام آباد نے سیرت کانفرنس منعقد کی تھی' اس کے جو مقالات شائع ہوئے ہیں' اس میں اس موضوع پر میرا ایک تحقیقی مقالہ بعنوان ''عدم برداشت کا قومی وبین الاقوامی رجحان اور تعلیمات نبوی ﷺ'' شائع کیا ہے۔ (۱۹۶) یہ اس موضوع پر جامع مقالہ ہے۔

اقلیتوں کے حقوق کی ادائیگی اور ان کے تحفظ کی ذمہ داری

حافظ غلام حسین لکھتے ہیں' مسلم حکومت میں رہنے والے غیر مسلم (Minoritis) اقلیت کہلاتے ہیں اور یہ مسلم کی طرح محترم ہوتے ہیں۔ (۱۹۷) اسلام نے غیر مسلم کی جان' مال' آبرو' مذہب' سب کو تحفظ فراہم کیا۔ حتیٰ کہ مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ (۱۹۸)

تم غیر مسلموں کے خداؤں کو برا نہ کہو۔ بعثت نبوی ﷺ کے وقت دنیا کی دو بڑی طاقتیں تھیں' ایران اور روم۔ ایران نے

۶۱۵ء میں بیت المقدس فتح کیا تو کنیسوں کو آگ لگادی، ۹۰ ہزار عیسائی قتل کیے۔ ۳۳۹ء میں شاہ پور نے ۱۰۵ مسیحی پادریوں کو قتل کیا۔(۱۹۹) عیسائی عبادت خانے تباہ کیے، مجوسی مذہب ختم کرنے کی کوشش کی۔(۲۰۰) روم نے غلبہ کے بعد چھ کروڑ ایرانی قیدی بنائے، قیدیوں کو زندہ جلانا، جانوروں کو کھلانا محبوب مشغلہ تھا۔(۲۰۱)

غیر مسلموں کی قسمیں

غیر مسلموں کو تعلق وعدم تعلق کی بنیاد پر پانچ کیٹیگری میں تقسیم کر سکتے ہیں۔(۱) غیر مسلم رشتہ دار اس میں غیر مسلم کتابیہ بیوی، والدین، رشتہ دار شامل ہیں۔ قرآن نے کہا اگر والدین مشرک ہوں تو ان کے ساتھ حسن سلوک کرو۔(۲۰۲) امام جصاص نے لکھا اگر وہ غریب ہوں تو ان کی کفالت اولاد کی ذمہ داری ہے۔(۲۰۳) آپ ﷺ نے اسماءؓ کو حکم دیا، اپنی ماں سے تحفہ بھی قبول کرو، (۲۰۴) اگر انتقال ہو جائے، تو کفن دفن کرے، جنازہ کے ساتھ چلے، جیسے آپ ﷺ نے ابوطالب کے مرنے پر کیا۔(۲۰۵) اگر غیر مسلم رشتہ دار غریب ہوں، تو ان کی مدد بھی کر سکتا۔(۲۰۶) (۲) غیر مسلم پڑوسی کو تکلیف پہنچانے سے منع کیا گیا ہے۔(۲۰۷) آپ ﷺ یہودی پڑوسی کو ہدیہ ارسال فرماتے تھے۔(۲۰۸) غیر مسلم کتابیہ یہودی ونصرانی سے اہلسنت والجماعت کے نزدیک شادی کرنا جائز ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے۔(۲۰۹) حضرت عثمان غنیؓ نے نائلہ کلبیہ نصرانیہ سے طلحہ بن عبیداللہ نے یہودیہ سے شادی کی تھی اور کسی صحابی نے اس عمل کی مخالفت نہیں کی۔(۲۱۰) حتی کہ امام ابوحنیفہ نے ایسے نکاح میں غیر مسلم کو گواہ بنانے کی اجازت بھی دی ہے۔(۲۱۱) (۳) غیر مسلم ذمی یعنی جو مسلم ملک میں رہتا ہے اس کی جان، مال، آبرو مسلم کی طرح مقدس ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا من آذی ذمیا فأنا خصمه۔(۲۱۲) جس کسی ذمی کو تکلیف دی میں قیامت کے دن اس کے خلاف لڑوں گا۔(۴) چوتھا غیر مسلم وہ ہے جو پاسپورٹ کے ساتھ مسلم علاقہ میں آئے۔ اس کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا، جس نے کسی معاہد کو قتل کیا اسے جنت کی خوشبو بھی میسر نہیں ہوگی۔(۲۱۳) (۵) غیر مسلم اگر دشمن ملک کا باشندہ ہے تو اگر میدان جنگ میں لڑنے آئے تو قتل ہوگا ورنہ نہیں۔(۲۱۴) غیر مسلموں کو شخصی آزادی دی گئی ہے۔(۲۱۵) معاشی آزادی ہے جو چاہیں کاروبار کریں۔(۲۱۶) معاشرتی آزادی ہے، مذہبی آزادی ہے۔(۲۱۷) غریبوں کی کفالت کی جائے گی۔(۲۱۸) مسلم حکمرانوں خلفاء راشدین، خلفاء عثمانیہ سب نے غیر مسلموں کے ساتھ بہترین سلوک کیا، جس میں مشرقی کلیسا کے حامی، کیتھولک کلیسا کے حامی، ارمنی کلیسا کے حامی (۲۱۹) شامل ہیں۔ اسی طرح ہر ملک سے دھتکارے ہوئے، یہودیوں نے عثمانیہ حکومت سے بھرپور فوائد حاصل کیے۔(۲۲۰) اس رواداری کا بدلہ یہ دیا گیا کہ ان غیر مسلموں نے بھی عثمانیہ سلطنت کے خاتمہ میں مرکزی کردار ادا کیا۔(۲۲۱) اللہ تعالیٰ نے غیر مسلموں سے تعلقات کے لئے واضح اصول عطاء فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ احسان اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے نہیں روکتا۔ جو دین کے معاملہ میں تم سے نہیں لڑتے اور جنہوں نے تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا اور اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت رکھتے ہیں۔

صرف ان لوگوں کے ساتھ تم کو دوستی کرنے سے روکتا ہے جو دین کے معاملہ میں تم سے لڑتے ہوں اور جنہوں نے تم کو تمہارے گھروں سے نکالا ہو یا تمہیں نکالنے والوں کی مدد کی ہو اور جو ایسے لوگوں سے دوستی کرے گا وہ گناہ گار ہوگا۔(۲۲۲) تمام مسلم حکمرانوں کی ذمہ داری ہے، غیر مسلموں کے تحفظ کے لئے قانون سازی کریں اور عائلی معاملات میں مزید آزادی دیں تاکہ وہ دنیا کے

لئے مثال بنیں۔اس موضوع پر میرا ایک مقالہ غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک کے عنوان سے شائع ہو چکا۔(۲۲۳) ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

اقتصادی استحکام کی ذمہ داری

معیشت ملک کی ریڑھ کی حیثیت رکھتی ہے' ہمیں اس استحکام کو حاصل کرنے کے لئے عوام کے لئے چھوٹے قرضے اور روزگار کے مواقع پیدا کرنے چاہئیں۔جن عرب ممالک نے اپنا پیسہ مغرب کے بینکوں میں رکھا ہوا ہے۔انہیں چاہئے مسلم بینکوں اور مسلم ملکوں میں جمع کریں اور ایسے کاموں میں لگائیں جس سے مسلم بینکوں اور ملکوں کی پوزیشن بہتر ہو اور آئی ایم ایف جیسے استحصالی اداروں سے قرض لینے کا تعلق محدود یا بالکل ختم کر دیا جائے۔اسلام نے دو باتوں کی تعلیم دی ہے' پہلی خود انحصاری دوسری سادگی جسے اپنائے بغیر استحکام ممکن نہیں۔مولانا حامد الانصاری لکھتے ہیں" معاش کا مسئلہ انسانی فطرت کا قطعی مطالبہ اور اس کی تکمیل ایک خدائی فرض ہے۔حکومت کا کام ہے وہ خیال رکھے' جمہور کوان کے حق کے مطابق کھانے پینے اور پاک صاف اعلیٰ زندگی بسر کرنے کی سہولت حاصل ہے"۔(۲۲۴) قرآن کریم نے چار باتیں پیش کی ہیں' زمین معاشی پیداوار کا مخزن ہے۔(۲۲۵) دن معاشی دوڑ دھوپ کے لئے ہے۔(۲۲۶) معاشی پیداوار کا ارتکاز نہ ہو سب کو ملے۔(۲۲۷) خوشحالی میں خدا کو یاد رکھے' ورنہ معاش کا دائرہ تنگ ہو جائے گا۔(۲۲۸) ہر انسان پر لازم کیا گیا کہ وہ معاشی ذرائع تجارت' صنعت' حرفت' ملازمت کے ذریعہ ضروریات زندگی حاصل کرے۔(۲۲۹) انقلابات زمانہ سے دس ارب ڈالر پاکستان میں محفوظ ہیں' پاکستان اگر انہیں یورو میں تبدیل کر لے تو مستقبل کے متوقع خسارہ سے محفوظ رہے گا۔نصف رقم سے قرض ادا کر دے' ۲۵ فیصد سے نوجواں کو چھوٹے قرض مہیا کر دے اور ۲۵ فیصد توازن ادائیگی وخسارہ کے لئے محفوظ رکھے اور مسلم ممالک میں اسلحہ کی کھپت پیدا کرے۔اس طرح لامحدود زر مبادلہ میں اضافہ ہوگا اور ساری امت مسلمہ ہماری سیادت وقیادت میں جمع ہو جائے گی۔

جب اپنا قافلہ عزم و یقین سے نکلے گا
جہاں سے چاہیں گے رستہ وہیں سے نکلے گا
وطن کی مٹی مجھے ایڑیاں رگڑنے دے
مجھے یقین ہے چشمہ یہیں سے نکلے گا

خود انحصاری اور خود کفالت کے حصول کی ذمہ داری

معاشی استحکام صرف اسی وقت پیدا ہوگا جب ہم بھیک مانگنا چھوڑ دیں' سود کے خاتمہ کا اعلان کر کے' اللہ اور اس کے رسول سے جنگ ختم کر دیں' جس طرح ہم نے ایٹمی ومیزائل ٹیکنالوجی کے حصول میں خود پر انحصار کیا۔دنیا کی تمام پیش گوئیاں دھری رہ گئیں اور ہم نے ایسا کارنامہ انجام دیا کہ دشمنوں سمیت تمام دنیا حیران ہے۔آج اگر ہم روزگار کے مسئلہ کو حل کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں' تو یقیناً بہت سے مسائل پر قابو پالیں گے۔

اسلام ہمیں تعلیم دیتا ہے دستیاب وسائل میں زندگی گزاریں اور جو زندگی گزارنے کے قابل نہ ہوں ان کی کفالت کریں۔

ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم لکھتے ہیں: ''میرے علم کے مطابق قرآن کریم وہ پہلی دینی کتاب ہے جس میں آمدنی کے وسائل کے متعلق بہت کم لیکن خرچ کے متعلق انتہائی تفصیل سے بتایا گیا ہے'' (۲۳۰) کہ زکوٰۃ' عشر' صدقہ' ہبہ' وقف کہاں کہاں کیسے کیسے خرچ ہو۔ قرآن نے زکوٰۃ کے آٹھ مصارف بیان کر کے پورے معاشرے کی کفالت کے متمول طبقہ پر ڈال دی ہے۔ (۲۳۱) اور یہ کفالت بلا تخصیص مذہب وقوم ہے۔

یہ پہلا سبق تھا کتاب ہدیٰ کا
کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا

قرآن کریم نے ایسے والدین کی کفالت کا حکم دیا ہے' جو اپنا خرچ خود نہ اٹھا سکیں۔ (۲۳۲) جو رشتہ دار غریب ہوں ان کی کفالت کی جائے۔ (۲۳۳) جن کے والدین انتقال کر جائیں' یتیم اور مسکین ان کی کفالت کا حکم دیا ہے۔ (۲۳۴) پچھلی تمام امتوں کو یہ ذمہ داری ادا کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ اس موضوع پر میرا تفصیلی مقالہ منہاج لاہور میں شائع ہو چکا ہے۔ ملاحظہ کریں۔ (۲۳۵)

رفاہی اداروں کے قیام اور خدمت کی ذمہ داری

اپنے لئے تو ہر جانور بھی جیتا ہے' یہ جینا بھی کوئی جینا ہے۔ جینا ہے تو خلق خدا کے لئے جیو' خلق خدا کی خدمت کرو' خود انحصاری اور خود کفالت کی عملی صورت یہ ہے کہ عوام کی خدمت کے لئے زیادہ سے زیادہ رفاہی ادارے قائم کئے جائیں۔ آج ہمارے ان اداروں اور ان میں کام کرنے والے رضا کاروں' ڈاکٹروں پر القاعدہ کا نام لے کر پابندی لگائی جا رہی ہے' گرفتاری کی جا رہی ہے' ان کے اثاثے ضبط کئے جا رہے ہیں تا کہ عالمی نظام کا نفاذ آسان ہو جائے۔ ہمیں دس روپے دے کر دس جگہ ڈھنڈورا پیٹیں (جیسا کہ میں مقالہ کے آغاز میں لکھ چکا ہوں) ہم پر ظلم کریں اور اگر ہم اپنے بھائیوں کے زخم پر مرہم رکھیں تو وہ بھی نہ رکھنے دیا جائے۔ اس انٹرنیشنل سازش کا مقابلہ کرنے کے لئے ہمیں زیادہ سے زیادہ رفاہی ادارے قائم کرنا ہوں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جب بندہ اپنے بھائی کی خدمت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی مدد کرتا ہے۔ (۲۳۶) اسی طرح جو اپنے بھائی کے مسائل حل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے مسائل حل کرتا ہے۔ (۲۳۷) جو اپنے بھائی کی مشکل دور کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کی مشکل دور کرتا ہے۔ (۲۳۸) آپ ﷺ نے فرمایا:

من قضٰی لأخیه حاجة کان بمنزلة من کدم اللّٰه عمرہ۔ (۲۳۹)

اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرنا ایسا ہے جیسے ساری عمر اللہ تعالیٰ کی خدمت کرنا ہے۔ حالی نے کیا خوب کہا ہے:

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماویٰ
یتیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ

خدمت خلق کس طرح ممکن ہے؟ اس کی عملی شکلوں کی نشاندہی میں اپنے ایک طویل مقالہ بعنوان خدمت کمیٹیوں کے لئے لائحہ عمل اسوۂ حسنہ کی روشنی میں کر چکا ہوں۔(۲۴۰)

نصاب ونظام تعلیم کی تبدیلی اور اداروں کے قیام کی ذمہ داری

علم انسانیت کی معراج' معرفت حق کا زینہ' روحانی اور مادی ترقی کا سرچشمہ' دینی و دنیوی کمال کو اوج ثریا تک پہنچانے کا مؤثر ذریعہ' دنیا وعقبیٰ کی ظفریابی و کامیابی کا موجب تہذیب وثقافت کی روح رواں' انسانی دل و دماغ کی تعمیر اور ذہنی قوتوں کی نشوونما کا واحد ذریعہ ہے۔ قرآن کریم نے آپ ﷺ کے دنیا میں بھیجے جانے کا مقصد ہی تعلیم کتاب وحکمت بیان کیا ہے۔(۲۴۱) اس موضوع پر اردو عربی انگریزی میں کئی ہزار کتب لکھی گئی ہیں۔(۲۴۲) میرا بھی ایک مقالہ ''پاکستان کے لئے مثالی نظام تعلیم کی تشکیل تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں'' وزارت مذہبی امور ۲۰۰۲ء میں شائع کر چکی ہے۔(۲۴۳) علم ہی وہ صنف ہے جس کی بدولت اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو دیگر پر فضیلت دی۔(۲۴۴) اسی علم کی بدولت حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کا تخت منگوایا۔(۲۴۵) اسی کی بدولت عام انسانوں کو ایک دوسرے پر فضیلت ہے۔(۲۴۶) آپ ﷺ نے اس کی اہمیت کو نمایاں کرنے کے لئے فرمایا: انما بعثت معلما. (۲۴۷) میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں اور علماء میرے وارث ہیں۔(۲۴۸) آپ ﷺ نے مدینہ منورہ ہجرت کے بعد مسجد کی تعمیر کی جس میں مدرسہ کا اجراء فرمایا' مکہ مکرمہ میں تین خفیہ درگاہیں تھیں۔(۲۴۹) مدینہ میں درسگاہ صفہ کے علاوہ تین مساجد بنی زریق' قباء' نقیع الخضمات میں تعلیمی ادارے قائم کئے۔(۲۵۰) یہ سلسلہ پھیلتا گیا' حتی کہ بقول قاضی اطہر مبارکپوری نوے درسگاہیں قائم ہو گئیں۔(۲۵۱) اور ان درگاہوں میں اس زمانہ کے جدید علوم کے ساتھ جدید زبانیں سیکھنے کی ترغیب بھی دی گئی۔ جس کی تفصیلات میرے مقالہ میں موجود ہیں۔(۲۵۱) ہمیں بھی چاہیئے عہد حاضر کے علوم وٹیکنالوجی کے فروغ کے لئے زیادہ سے زیادہ ادارے قائم کریں اور علم کے ذریعہ دشمن کا مقابلہ کریں۔ آپ ﷺ دعا فرمایا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ انْفَعْنِیْ بِمَا عَلَّمْتَنِیْ وَعَلِّمْنِیْ مَا یَنْفَعُنِیْ وَزِدْنِیْ عِلْماً.(۲۵۳)

اے اللہ مجھے جو علم عطا کیا ہے اس سے فائدہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما اور جو علم فائدہ پہنچانے والا ہو وہی مجھے عطا فرما اور میرے علم میں اضافہ فرما۔

جدید ذرائع ابلاغ اور تبلیغ اسلام کی ذمہ داری

تبلیغ ودعوت اسلام کا اہم ترین ایجنڈا ہے یعنی اللہ اور اس کے رسول کی طرف دعوت دینا۔ ابن حریر نے تعریف کی ہے: دعوۃ الناس إلی الإسلام بالقول و العمل۔(۲۵۴) یعنی زبان اور عمل سے لوگوں کو اسلام کی دعوت دینا تبلیغ کا مفہوم بھی پہنچانا ہے۔(۲۵۵) قرآن کریم میں انذار (۲۵۶) دعوت اور بلانے کے معنی میں آیا ہے۔(۲۵۷) آپ ﷺ کی حفاظت کی ذمہ داری لیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے تبلیغ کا حکم دیا۔(۲۵۸) آپ ﷺ نے اس زمانہ کی میڈیا یعنی کوہ فاران پر چڑھ کر لوگوں کو اسلام کی دعوت دی اور قرآن کریم نے حکم دیا' مسلمانوں میں ہمیشہ ایک جماعت ایسی ہونی چاہیئے جو لوگوں کو اچھے کاموں کا حکم دیتی رہے' برے کاموں سے روکتی رہے۔(۲۵۹) آپ ﷺ نے فرمایا: فلیبلغ الشاھد الغائب۔(۲۶۰) جو موجود ہے وہ غائب شخص تک میری تعلیمات

پہنچائے' خواہ چھوٹی سی بات ہی معلوم ہو۔(۲۶۱) قرآن کریم نے اس کا طریقہ بتایا کہ حکمت اور اچھے طریقہ سے ہو۔(۲۶۲) کسی کے مقدس شخص کو گالی نہ دی جائے۔(۲۶۳) یہی وجہ ہے سیرت انسائیکلوپیڈیا موسوعة نظرة النعیم کے مقالہ نگار نے داعی کے لئے ۱۴ شرائط لکھی ہیں' جن کا لحاظ رکھنا چاہیئے۔(۲۶۴)

اسلام کے خلاف دنیا بھر میں جو پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے اس عالمی نظام کے ایجنڈے کو ناکام کرنے کے لئے ہر اسلامی ملک کو ایک چینل مختص کرنا چاہیئے جو دنیا کی اہم ترین زبانوں میں اسلام کا تعارف کرائیں اور اسلامی احکامات و تاریخ پر لگائے گئے الزامات کا جواب دیں۔ عہد حاضر میں جہاد کی یہ صنف بہت اہمیت رکھتی ہے اور میرا خیال ہے اس کے لئے ذرائع ابلاغ کی ہر صنف کو بھرپور انداز میں استعمال کرنا چاہیئے۔ اس موقع پر ہمارے لئے یہ خبر لمحہ فکریہ ہے' پینٹاگون نے ڈس انفارمیشن یعنی جھوٹے پروپیگنڈے کے لئے ایک شعبہ قائم کیا ہے اور اس کے لئے بہت بڑی رقم مختص کی گئی ہے۔

اسلامی تہذیب کے فروغ وتحفظ کی ذمہ داری

تہذیب کلچر کا مفہوم رکھتا ہے' اس کے لئے انگریزی میں سولائزیشن (Civilization) عربی میں تمدن کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔(۲۶۵) اسلامی تہذیب کے مآخذ وہی ہیں جو ہم اسلامی قانون کے مآخذ میں اوپر ذکر کر چکے ہیں' جبکہ مغربی تہذیب کی بنیاد عادات روایات عوامی خواہشات ہوتی ہیں۔ والدین کی اولاد سے اور اولاد کی والدین سے لاتعلقی' عائلی نظام کا خاتمہ' ہم جنس پرستی کو قانونی تحفظ' فحاشی وخودغرضی اہم نکات ہیں۔ جسے میڈیا کے ذریعہ ہمارے معاشرہ میں نفوذ حاصل ہو رہا ہے۔

۱۔ والدین اور اولاد کا تعلق

حالانکہ اسلام نے والدین کے سلسلہ میں وصیت کرتے ہوئے (۲۶۶) فرمایا انہیں اف بھی نہ کہو(۲۶۷) ان سے حسن سلوک کرو(۲۶۸) شکریہ کا رویہ رکھو(۲۶۹)۔ آپ ﷺ نے فرمایا ماں کا باپ پر تین درجہ زیادہ حق ہے۔(۲۷۰) اسی طرح اولاد کے حقوق متعین کئے ہیں' جنہیں میں اوپر انسانی حقوق میں بیان کر چکا ہوں۔ مغربی تہذیب کے برعکس دونوں کو ایک دوسرے پر خرچ کرنے اور خدمت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔(۲۷۱) مغرب میں اولاد جوان ہونے کے بعد آزاد ہو جاتی ہے' والدین بوڑھے ہونے کے بعد بوڑھوں کے مخصوص اداروں میں منتقل ہو جاتے ہیں' جہاں سال میں ایک گلدستہ بھیج دیا جاتا ہے۔ شاعر نے سچ کہا ہے:

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہو گا

مغرب میں ہر شخص اپنا بل خود ادا کرتا ہے' اسلام میں جو شخص اپنی بیوی بچوں پر خرچ کرتا ہے' آپ ﷺ نے فرمایا اس پر اسے صدقہ کا ثواب ملتا ہے۔(۲۷۲) جو بچیوں کی پرورش کرے گا وہ جہنم سے محفوظ رہے گا۔(۲۷۳)

۲۔ حیاء وحجاب

شرم وحیاء اسلامی تہذیب کا خاصہ ہے۔ یہی وجہ ہے وفاقی شریعت کورٹ نے عرضداشت ۶۰/۱' ۱۹۹۱ء کے جواب میں

تفصیلی فیصلہ دیا ہے۔(۲۷۴) جس میں تمام پہلوؤں کی نشاندہی کی گئی ہے۔اس کے نفاذ سے فحاشی کا خاتمہ ممکن ہے۔مغرب نے خواتین کو آزادی کے نام پر اسے اشیاء صرف کا اشتہار بنا دیا ہے۔ٹیوی لسکٹ' پنکھے' فرج ہر اشتہار میں عورت کا احترام نہیں استحصال ہے۔(۲۷۵) قرآن کریم نے عورت کو مقدس مقام دیا ہے۔حجاب کے ساتھ اجنبی لوگوں کے سامنے آئیں۔(۲۷۶) شاعر کہتا ہے:

وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ
س کے ساز سے ہے زندگی کا سوز دروں

۳۔ خاندانی منصوبہ بندی

اسلامی تہذیب میں مرد و عورت کو انفرادی طور سے آزادی دی گئی ہے کہ وہ اپنے حالات کی مناسبت سے زندگی کی منصوبہ بندی کریں' لیکن کھلانے کے خوف سے اولاد کو نہ ماریں۔(۲۷۷) رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔(۲۷۸) لیکن بیجنگ کانفرنس اقوام متحدہ کے اس منصوبہ کو مسلمانوں پر زبردستی مسلط کرنے کی خواہش رکھتی ہے۔(۲۷۹) مغرب میں افزائش 1.7 فیصد ہے۔جسے اب بڑی جدوجہد کے بعد بھی نہیں بڑھایا جاسکا۔لہٰذا ساری توجہ مسلمانوں کی 6.5 فیصد کو کم کرنا مقصد ہے تاکہ مسلمان عددی اعتبار سے نہ بڑھ سکیں۔(۲۸۰) ضرورت ہے تمام مسلم حکومتیں استعمال میں آنے والے آلات اور ادویہ پر پابندی لگائیں۔(۲۸۱) یہ اجتماعی مسئلہ نہیں کہ سرکاری اشتہارات پر کروڑوں روپے صرف ہوں۔(۲۸۲)

اغیار کے افکار و تخیل کی گدائی
کیا تجھ کو نہیں اپنی خودی تک بھی رسائی

۴۔ رسوم ورواج

ہر قوم کے افراد اپنی علاقائی رسومات سے متاثر ہوتے ہیں۔یہی ہمارا حال ہے' بلکہ ہر ملک میں مسلمان جدید رسوم ورواج کو مذہب سمجھ کر عمل کرتے ہیں' اس کا سرکاری سطح پر خاتمہ ہونا چاہیئے۔جیسے جہیز' کاروکاری' خواتین کو وراثت کا نہ ملنا' خون بہاء میں دینا' قرآن کریم سے شادی' جیسے مسائل شامل ہیں۔شادی کے کھانے پر پابندی اس حوالہ سے حکومت کا اچھا قدم ہے۔

حقیقت خرافات میں کھو گئی
یہ امت روایات میں کھو گئی

۵۔ احتساب

تمام شعبہائے حیات میں احتساب کو تہذیب کا حصہ سمجھ کر نافذ کرنا چاہیئے۔آپ ﷺ نے فرمایا: الا کلکم راع وکلکم مسؤل عن رعیتہ۔(۲۸۳) تم میں سے ہر فرد نگہبان (محتسب) ہے اور ہر شخص سے ماتحتوں کے بارے میں باز پرس ہوگی۔احتساب کے معنی ہیں نگرانی / مانیٹرنگ Monetring (۲۸۴) اور سزا دینا (۲۸۵) قرآن کریم میں یہ لفظ چار معانی میں استعمال ہوا ہے۔(۲۸۶) ابن خلدون نے لکھا ہے یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا دینی منصب ہے۔(۲۸۷) آپ ﷺ نے احتساب کو رواج

دینے کے لئے فرمایا لوگو خود اپنا احتساب کرو قبل اس کے حساب کیا جائے۔(۲۸۸) قیامت کے دن سب کا احتساب ہوگا۔(۲۸۹) ہر مسلمان کا فرض ہے وہ اپنے ماتحت اولاد بیوی ملازمین عوام کے اعمال وافعال کی نگرانی کرے انہیں جہنم سے بچائے۔(۲۹۰) اور اس کام کے لئے ایک مستقل جماعت ہونی چاہیئے۔(۲۹۱) جن لوگوں نے احتساب کا عمل چھوڑ دیا تو قرآن کریم نے ان کی مذمت کی ہے۔(۲۹۲) حکومت نے یہ بہت اچھا قدم اٹھایا ہے کہ ضلعی نظام نافذ کر کے یوسی تا ضلع مانیٹرنگ نظام قائم کر دیا ہے۔ ضرورت ہے اسے مزید بہتر بنایا جائے اور تحفظ فراہم کیا جائے۔ اگر ہم احتساب کو اپنا لیں صحافی قلم کے ذریعہ علماء وعظ وتصنیف کے ذریعہ حکمراں قانون کے ذریعہ نافذ کریں اور کسی کو احتساب سے بالاتر قرار نہ دیا جائے تو ان شاء اللہ ہم جلد داخلی مسائل پر قابو پالیں گے۔ اس موضوع پر میرا مفصل مقالہ وزارت مذہبی امور اسلام آباد شائع کر چکی ہے۔(۲۹۳)

خدا نے اس قوم کی آج تک حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت بدلنے کا

تجاویز:

اگر ہم نیو ورلڈ آرڈر سے بچنے اور اسلامک ورلڈ آرڈر جسے میں امن کا بین الاقوامی قانون International Law of Peace سمجھتا ہوں کے نفاذ کے خواہش مند ہیں۔ جس کی خواہش ہر مسلمان کو ہونی بھی چاہیئے تو بحیثیت فرد سربراہ ورہنما ہماری ذمہ داری ہے۔ ہم مندرجہ بالا نکات پر عمل کرنے کے ساتھ درج ذیل تجاویز پر عمل کریں نہ کہ دشمن کی کاسہ لیسی۔ شاعر نے سچ کہا ہے:

ہم لاکھ کریں ان سے تعاون کی توقع
افرنگ کا کردار بدل ہی نہیں سکتا
مغرب سے نہ رکھ روشنی طبع کی امید
سورج کبھی مغرب سے نکل ہی نہیں سکتا

موجودہ نیو ورلڈ آرڈر میں اصلاح کے لئے ستمبر ۱۹۹۱ء میں کولمبو میں ۶۰ مسلم ممالک کی کانفرنس ہوئی۔ جس میں ۱۲۵ مندوبین نے شرکت کی اور ابتدائی سات نکات تجویز کئے۔(۱) ہم بحیثیت مسلمان اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ تمام انسان آدم وحوا کی اولاد ہونے کے ناطے برابر ہیں۔ اس کے لئے نئے عالمی نظام کی بنیاد برابری اور مساوات پر ہونی چاہیئے۔(۲) اسلام کا انسانی بہبود کے لئے نقطہ نگاہ مثبت وصحت مند مسابقت پر مبنی ہے۔ اسی طرح زندگی کی اعلیٰ قدریں حاصل کی جاسکتی ہیں۔(۳) اسلام کا زندگی کے بارے میں ایجنڈہ افراد معاشروں اور اقوام کے درمیان انصاف پر مبنی ہے۔(۴) اسلام میں باہمی تعلقات کی بنیاد رواداری ہے۔ (۵) اسلام ہر طرح کے تشدد کی ممانعت کرتا ہے۔ خواہ یہ تشدد اسلام لانے کے لئے ہی کیوں نہ ہو۔(۶) اسلام انسان کے معاشی مسائل کو بنیادی اہمیت دیتا ہے۔ پرامن معاشرے کے قیام کے لئے معاشی مسائل کا حل ضروری ہے۔(۷) اسلام انصاف کے حصول میں ہر قسم کی رکاوٹ دور کرنے کا خواہاں ہے۔(۲۹۴)(۸) نیو ورلڈ آرڈر کو اقوام متحدہ کے تابع کیا جائے۔(۹) اقوام متحدہ میں پانچ ممالک کے ویٹو پاورز میں وسعت کر کے تیسری دنیا کے ممالک غیر جانبدار ممالک ۱۴۶ اسلامی ممالک کو بھی یا کم از کم ایک مسلم ملک

(اس کا مستحق یقیناً پاکستان ہے) کو ویٹو پاور کا حق دیا جائے۔ (۱۰) جس کے پاس زیادہ اسلحہ ہے پہلے وہ اپنا اسلحہ ختم کرے یا کم کرے۔ (۱۱) ہر ملک کے لئے یکساں قوانین بنائے جائیں۔ (۲۹۵) زیادہ بہتر صورت یہ ہے اسلامک ورلڈ آرڈر پر مسلم حکمرانوں کو متفق کر کے اپنے اندر اس کا نفاذ کیا جائے۔ (۱) اقوام متحدہ کی طرز پر یونائیٹڈ اسلامک آرگنائزیشن (یو آئی او) تشکیل دی جائے۔ (۲) تمام تجارت اور معیشت کو (یو آئی او) تنظیم کے ممبران کے درمیان پابند کر دیا جائے۔ (۳) تمام اسلامی ممالک میں شہنشاہیت' ملوکیت' امیریت' کی جگہ شورائیت قائم کی جائے۔ (۴) اسلامی ممالک کے وسائل کو صرف ممبران کے لئے وقف کیا جائے۔ (۵) ممبران ممالک کے درمیان ایک مضبوط دفاعی معاہدہ تشکیل دیا جائے' جس کے تحت ایک رکن پر جنگ کو سارے ممالک پر جنگ تصور کیا جائے اور متحدہ مقابلہ کیا جائے۔ (۲۹۶) (۶) بین الاقوامی اسلامی عدالت قائم کی جائے' جو مسلم ممالک کے تنازعات حل کرے۔ (۷) اسلامی عالمی بینک قائم کیا جائے۔ (۲۹۷) (۸) معاشی استحصال سے بچنے کے لئے ای ای سی (یورپین اکنامک کیمونٹی) کی طرز پر مسلم اکنامک کیمونٹی (ایم سی سی) قائم کریں اور اس کے تحت اسلامک کامن مارکیٹ تشکیل دیں اور یہ تجویز مکہ ڈکلریشن میں منظور بھی ہو چکی ہے' (جس طرح یورپ دے چکا ہے)۔ (۲۹۸) (۹) تمام مسلم ممالک یورپین یورو کی طرز پر پانچ سال کے لئے ابتداء کسی ایک ملک کی کرنسی کو ترجیحی طور پر اپنا لیں پھر مستقل اپنی کرنسی جاری کریں۔ (۱۰) اسلامک چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹریز قائم کی جائیں۔ (۱۱) مسلم ممالک اپنے درمیان آزاد تجارت کو فروغ دیں۔ (۱۲) وہ اشیاء جو مغربی ممالک سے مسلم ممالک میں درآمد کی جاتی ہیں' ترجیحی بنیادوں پر ان کی انڈسٹریز قائم کی جائیں تا کہ مسلم دولت مسلم ممالک کے درمیان رہے۔ (۱۳) مسلم ممالک جکارتہ کانفرنس (۲۹۹) کی روشنی میں جدید ٹیکنالوجی کے حصول اس میں کمال اور اس کے فروغ کے لئے ادارہ کا قیام عمل میں لائیں۔ (۱۴) بین الاقوامی قوانین کی رو سے جو اسلحہ فروخت کرنے پر پابندی نہیں ہے وہ اسلحہ مسلم ممالک پاکستان یا جو اسلامی ملک تیار کر رہا ہو اس سے خریدیں۔ (۱۵) ہر اسلامی ملک چھوٹے اسلحہ کی تیاری اپنے ملک میں کرے' اور پاکستان کو چاہیئے یہ ٹیکنالوجی انہیں منتقل کرے۔ (۱۶) وسطی ایشیاء کے مسلم ممالک پر خصوصی توجہ مبذول کی جائے۔ (۱۷) کوئی بھی مسلم ملک خواہ کتنی بڑی غلطی کا مرتکب ہو دنیا کی کسی طاقت کو اس پر باقاعدہ حملہ کی اجازت نہیں دی جائے اور نہ اس حملہ کا حصہ بنا جائے ورنہ پہلے افغانستان آج عراق کل پاکستان و ایران کی باری ہوگی۔ (۱۸) اسلامی ممالک نیو ورلڈ آرڈر کا مقابلہ کرنے کے لئے ان ممالک سے قریبی تعلقات قائم کریں' جو اس کی مخالفت کر رہے ہیں۔ جیسے چین' جرمن' فرانس وغیرہ۔ (۱۹) مسلم ممالک زیادہ سے زیادہ رفاہی ادارے قائم کریں' اور ایک دوسرے کی مدد کریں' جیسا کہ آپ ﷺ نے ساری مسلمانوں کو ایک جسم کی مانند (۳۰۰) قرار دیا ہے! اور رفاہی اداروں کے استحکام کے لئے فاؤنڈرز کو خصوصی مراعات دی جائیں۔ (۲۰) جن مغربی ممالک میں اسلام اور آقائے نامدار کی شان میں گستاخیاں کی جارہی ہیں انہیں اجتماعی احتجاج ریکارڈ کرایا جائے اور معاشی بائیکاٹ کی دھمکی کے ساتھ ان کی ہرزہ سرائیوں کا علمی جواب دیا جائے۔ میں اپنے اس مقالہ کے بارے میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ یہ کاوش حرف آخر ہے۔ ہاں یہ دعویٰ ضرور کر سکتا ہوں کہ تحقیق و جستجو کی پرخار وادی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اور اس مقالہ کا حق ادا کرنے کی کوشش بھی کی ہے۔ بقول مولانا ظفر علی خان:

سر کا ر د و جہا ں کا بنا کر مجھے غلا م
میر ا بھی نا م تا بہ ا بد ز ند ہ کر د یا
ہو تا ہے جن میں نا م ر سو ل خد ا بلند
ا ن محفلو ں کا مجھ کو نما ئند ہ کر د یا

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۤ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عِلْمٍ لَّا یَنْفَعُ وَمِنْ دُعَاءٍ لَّا یُسْمَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَّا یَخْشَعُ وَمِنْ نَفْسٍ لَّا تَشْبَعُ۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ القرآن۔سورۃ الرحمٰن ۵۵/۴۸
۲۔ سورۃ سبا ۳۴/۲۸
۳۔ Arm-strong' Karen Muhammad Awestern Attempt to under standing Islam London 1992, p.266
۴۔ ساجد الرحمٰن پیغمبر اخلاق' اسلام آباد' ادارہ تحقیقات اسلامی' ص/۱۵۴
۵۔ سورۃ الاحزاب/۲
۶۔ خالد علوی' ڈاکٹر۔اسلام اور بنیادی انسانی حقوق' اسلام آباد' دعوۃ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی ۲۰۰۰ء' ص/۲
۷۔ سورۃ فصلت/۱۵
۸۔ سورۃ النازعات/۲۴
۹۔ ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور' مقالہ: پروفیسر ڈاکٹر محمود احمد غازی' دسمبر ۱۹۹۶ء ص/۱۵
۱۰۔ دیکھئے کوتلہ چانکیہ' ارتھ شاستر' مترجم سلیم اختر' لاہور' نگارشات اردو بازار ۱۹۹۹ء
۱۱۔ ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور مقالہ پروفیسر ڈاکٹر محمود احمد غازی دسمبر ۱۹۹۶ء ص/۵۲
۱۲۔ ہیکل' محمد حسین' حیات محمدؐ' لاہور' ادارہ ثقافت اسلامیہ ۱۹۹۰ء ص/۸۴
۱۳۔ ابن خلدون' تاریخ ابن خلدون کراچی' نفیس اکیڈمی ص/۱۵۴
۱۴۔ ندوی' ابوالحسن علی' انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر' لکھنؤ' مکتبہ اسلام ص/۸۵
۱۵۔ حامد انصاری' مولانا۔اسلام کا نظام حکومت' لاہور' الفیصل' اردو بازار' ص/۴۱
۱۶۔ حامد انصاری' مولانا' اسلام کا نظام حکومت' ص/۲
۱۷۔ سورۃ البقرہ ۲/۲۵۸' سورۃ الانبیاء ۲۱/۶۹
۱۸۔ سورۃ الانعام ۶/۷۴' سورۃ التوبہ ۹/۱۱۴
۱۹۔ سورۃ القصص ۲۸/۴
۲۰۔ سورۃ القصص ۲۸/۵
۲۱۔ سورۃ القصص ۲۸/۷۔۱۳
۲۲۔ فہرست کے لئے ملاحظہ کریں ولیم بیلم کی "روگ سٹیٹ" بدمعاش امریکہ مترجم سید ناصر علی لاہور
۲۳۔ سورۃ بقرہ ۲/۱۱
۲۴۔ روزنامہ جنگ کراچی ۹۵۔۵۔۱۰' مضمون ڈاکٹر طاہر القادری ص/۳
۲۵۔ ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور مقالہ پروفیسر ڈاکٹر محمود احمد غازی دسمبر ۱۹۹۶ء ص/۵۶

۲۶ـ روزنامہ جنگ کراچی ۹۵-۵-۱۰' ص/۳

۲۷ـ احمد سلیم نیا عالمی نظام اور پاکستان (مقالات) مقالہ جوہر میر' لاہور فکشن ہاؤس' مزنگ روڈ ۱۹۹۱ء ص/۱۲

۲۸ـ ایضاً مقالہ کرسٹوفر ہچنز' ص/۵۷

۲۹ـ ایضاً مقالہ جوہر میر' ص/۵۷

۳۰ـ روزنامہ نوائے وقت کراچی' ۹۲-۵-۱۰

۳۱ـ روزنامہ امن کراچی ۷/ستمبر ۱۹۹۱ء ص/۶' جنگ کراچی ۹۵-۵-۱۳ اور ۹۴-۱۱-۲۳

۳۲ـ روزنامہ حریت کراچی ۹۴-۱۲-۱۹

۳۳ـ روزنامہ جنگ کراچی' مارچ ۱۹۹۲ء

۳۴ـ روزنامہ جنگ کراچی ۱۹۹۱ء' مقالہ ڈاکٹر طاہر القادری

۳۵ـ روزنامہ جنگ کراچی' ۹۵-۵-۱۰' ص/۳

۳۶ـ دیکھئے نیا عالمی نظام اور پاکستان' ص/۷

۳۷ـ روزنامہ جنگ کراچی' مارچ ۱۹۹۲ء

۳۸ـ Aziz, Dr. Frida J. New World Order the 21st century Islamabad Monza Corporation 1992 p.3

۳۹ـ As above p.3

۴۰ـ روزنامہ جنگ کراچی ۹/مئی ۱۹۹۱ء

۴۱ـ The New world order (contrasting theosies) Edited by Birthe Hansen. London Macmillan Press lte 2000 p.18

۴۲ـ جنگ کراچی' ۹۷-۴-۲

۴۳ـ جسارت کراچی' ۹۵-۵-۱۴

۴۴ـ جنگ کراچی' ۹۴-۱۱-۲۳

۴۵ـ جسارت کراچی' ۹۲-۴-۸

۴۶ـ ملک' امجد حیات نیو ورلڈ آرڈر' لاہور' نیو چوبرجی پارک ۱۹۹۶ء ص/۱۱

۴۷ـ جنگ کراچی' ۹۴-۱۰-۹

۴۸ـ روزنامہ جنگ کراچی' ۹۵-۵-۱۰

۴۹ـ روزنامہ جنگ کراچی ۱۹۹۱ء

۵۰ـ روزنامہ جسارت کراچی' ۹۱-۶-۱۹

۵۱ـ ماہنامہ ساحل کراچی' ج/۱' ش/۱۱' نومبر دسمبر ۲۰۰۱ء' ص/۳

۵۲ـ ایضاً' ص/۵۱

۵۳ـ ایضاً' ص/۸۹

۵۴ـ ماہنامہ ترجمان القرآن مارچ ۱۹۹۷ء

۵۵ـ ماہنامہ ساحل کراچی' ج/۱۳' ش/۱۱' نومبر دسمبر ۲۰۰۱ء' ص/۸

۵۶ـ ایضاً' ص/۹

۵۷ـ ماہنامہ ساحل کراچی' اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۱ء' ص/۲۳

۵۸ـ ماہنامہ ساحل کراچی' ج/۱۳' ش/۱۱' نومبر دسمبر ۲۰۰۲ء' ص/۴۱-۴۲

۵۹ـ احمد سلیم' نیا عالمی نظام اور پاکستان' ص/۹۰

۶۰ـ جنگ سنڈے میگزین' ۲۲/دسمبر ۲۰۰۲ء' ص/۶-۷

۶۱ـ ماہنامہ ساحل کراچی' ج/۱۳' ش/۱۰' اکتوبر دسمبر ۲۰۰۱ء' ص/۳۳' ۳۴' ۳۶

۶۲ـ ولیم بلیم روگ سٹیٹ ترجمہ بدمعاش امریکہ مترجم سید ناصر علی' ص/۱۷۱

۶۳۔ Chomsky Noam World Order Old and New. London pluto Press 1994-1996

۶۴۔ ماہنامہ ساحل کراچی ج/۱۳ ش/۱۰

۶۵۔ احمد سلیم نیا عالمی نظام اور پاکستان ص/۶۵

۶۶۔ ماہنامہ ساحل کراچی ج/۱۳ ش/۱۱ نومبر دسمبر ۲۰۰۱ء

۶۷۔ ماہنامہ ساحل کراچی ج/۱۳ ش/۱۰ اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۱ء ص/۸۹ تا ۹۶

۶۸۔ ایضاً ص/۲۵

۶۹۔ کیانی پروفیسر محمود دساتیر عالم لاہور زہیر پبلشرز کراچی ۱۹۹۲ء

۷۰۔ سندیلوی مولانا محمد اسحق اسلام کا سیاسی نظام اسلام آباد نیشنل بک فاؤنڈیشن ۱۹۸۹ء ص/۲۵۔۲۸

۷۱۔ حمید اللہ ڈاکٹر محمد خطبات بہاولپور اسلام آباد ادارہ تحقیقات اسلامی ۱۹۹۲ء ص/۱۶۰

۷۲۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ قانون بین الممالک مکتبہ ابراہیمیہ حیدرآباد دکن ص/۳۶۔۳۷

۷۳۔ القرآن ۲/۱۹۰۔۱۹۵

۷۴۔ القرآن ۹/۷

۷۵۔ القرآن ۴/۷۵

۷۶۔ القرآن ۸/۷۲

۷۷۔ القرآن ۸/۵۸

۷۸۔ القرآن ۲/۲۵۶، ۱۰۹/۶، ۱۰/۱۰۰

۷۹۔ القرآن ۹/۲۹

۸۰۔ القرآن ۴۷/۴

۸۱۔ القرآن ۹/۶

۸۲۔ القرآن ۷/۱۰

۸۳۔ القرآن ۸/۱۶

۸۳۔ القرآن ۴/۸۸۔۹۱، ۵۹، ۱۱، ۱۲، ۶۰/۸، ۹

۸۵۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ عہد نبوی ﷺ میں نظام حکمرانی کراچی اردو اکیڈمی سندھ ۱۹۸۷ء ص/۱۳۳۔۱۳۴

۸۶۔ سورۃ البقرۃ/۲۰۸

۸۷۔ سورۃ النجم/۲۳

۸۸۔ سورۃ النجم/۲۸

۸۹۔ سورۃ الروم/۲۹

۹۰۔ سورۃ الحج/۸۔۹

۹۱۔ سورۃ القصص/۵۰

۹۲۔ سورۃ مریم/۴۳

۹۳۔ سورۃ الانبیاء/۷۳

۹۴۔ سورۃ القصص/۱۴

۹۵۔ سورۃ الانبیاء/۷۹

۹۶۔ سورۃ بقرۃ/۱۲۰

۹۷۔ روزنامہ جنگ کراچی ۱۹۹۱ء

۹۸۔ ابن ہشام السیرۃ النبویۃ تحقیق طٰہٰ عبدالرؤف بیروت دارالجیل ص/۱۸۵، ج/۴ اور سیرت حلبیہ ترجمہ ام السیر علی بن برہان الدین حلبی مترجم محمد اسلم کراچی دارالاشاعت ۱۹۹۹ء ص/۲۹۰، ج/۶

۹۹۔ ابن ہشام السیرۃ النبویۃ تحقیق طٰہٰ عبدالرؤف بیروت دارالجیل ص/۱۸۵ ج/۴ اور سیرت حلبیہ ترجمہ امام السیر علی بن برہان الدین حلبی مترجم محمد اسلم کراچی دارالاشاعت ۱۹۹۹ء ص/۲۹۰ ج/۶

۱۰۰۔ ابن ہشام السیرۃ النبویۃ تحقیق طٰہٰ عبدالرؤف بیروت دارالجیل ص/۱۸۵ ج/۴ اور سیرت حلبیہ ترجمہ امام السیر علی بن برہان الدین حلبی مترجم محمد اسلم کراچی دارالاشاعت ۱۹۹۹ء ص/۲۹۰ ج/۶

۱۰۱۔ ابن ہشام السیرۃ النبویۃ تحقیق طٰہٰ عبدالرؤف بیروت دارالجیل ص/۱۸۵ ج/۴ اور سیرت حلبیہ ترجمہ امام السیر علی بن برہان الدین حلبی مترجم محمد اسلم کراچی دارالاشاعت ۱۹۹۹ء ص/۲۹۰ ج/۶

۱۰۲۔ ابن ہشام السیرۃ النبویۃ تحقیق طٰہٰ عبدالرؤف بیروت دارالجیل ص/۱۸۵ ج/۴ اور سیرت حلبیہ ترجمہ امام السیر علی بن برہان الدین حلبی مترجم محمد اسلم کراچی دارالاشاعت ۱۹۹۹ء ص/۲۹۰ ج/۶

۱۰۳۔ ابن ہشام السیرۃ النبویۃ تحقیق طٰہٰ عبدالرؤف بیروت دارالجیل ص/۱۸۵ ج/۴ اور سیرت حلبیہ ترجمہ امام السیر علی بن برہان الدین حلبی مترجم محمد اسلم کراچی دارالاشاعت ۱۹۹۹ء ص/۲۹۰ ج/۶

۱۰۴۔ سورۃ النساء ۴/۱۳۵

۱۰۵۔ المناوی محمد بن عبدالرؤف التوقیف علی مہمات التعاریف القاہرہ ۱۴۱۰ھ ص/۶۳

۱۰۶۔ سورۃ النساء ۴/۱۰۵

۱۰۷۔ سعد اللہ حافظ محمد نفاذ شریعت میں تدریج لاہور مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ روڈ ص/۳۷

۱۰۸۔ سہیلی روض الانف القاہرہ مکتبۃ الکلیات الازہریۃ ص/۱۵۷ ج/۱

۱۰۹ ابن سعد طبقات ابن سعد بیروت دار صادر ص/۱۲۸ ج/۱

۱۱۰۔ سہریانی پروفیسر عبدالخالق بلوچ اسلامی ریاست میں علاقائی حقوق کا تصور جیکب آباد مکتبہ اصلاح ملت ۱۹۹۰ء ص/۸۷

۱۱۱۔ الصدیقی محمد بن علان دلیل الفالحین القاہرہ دارالریان ۱۴۰۷ھ ص/۵۱۴ ج/۱ اور جامع العلوم والحکم ابن رجب الحنبلی القاہرہ مؤسسۃ الکتب ص/۴۱

۱۱۲۔ جرجانی التعریفات بیروت دارالکتب العلمیۃ ۱۴۰۳ھ ص/۴۸

۱۱۳۔ العسقلانی ابن حجر فتح الباری القاہرہ دارالریان للتراث ۱۴۰۷ھ حدیث نمبر ۲۴۴۷ ج/۵ اور صحیح مسلم حدیث نمبر ۲۵۷۸

۱۱۴۔ العسقلانی ابن حجر فتح الباری حدیث نمبر ۲۴۴۴ ج/۵

۱۱۵۔ سورۃ بقرہ ۲/۱۱

۱۱۶۔ الکفوی ابوالبقاء الکلیات معجم المصطلحات والفروق اللغویۃ بیروت مؤسسۃ الرسالۃ ۱۹۹۳ء ص/۱۵۴

۱۱۷۔ سورۃ المائدہ/۳۳

۱۱۸۔ سورۃ الاعراف/۱۴۲

۱۱۹۔ سورۃ القصص/۷۶

۱۲۰۔ سورۃ العنکبوت/۳۰

۱۲۱۔ حامد الانصاری مولانا اسلام کا نظام حکومت لاہور الفیصل ناشران اردو بازار ص/۳۰۰

۱۲۲۔ پانی پتی قاضی ثناء اللہ تفسیر مظہری کراچی مظہری کتب خانہ ص/۱۶۲ ج/۲

۱۲۳۔ حامد الانصاری مولانا اسلام کا نظام حکومت ص/۳۰۱ بحوالہ فتح الباری ص/۲۸۶ ج/۱۳

۱۲۴۔ العسقلانی ابن حجر فتح الباری کتاب بدء الاذان ص/۶۱ ج/۲

۱۲۵۔ ابن جریر طبری ص/۲۷۳ ج/۲ اور تاریخ ابن کثیر ص/۳۵ ج/۲

۱۲۶۔ ابن کثیر تاریخ ابن کثیر ص/۲۹۶ ج/۳

۱۲۷۔ ابن جریر طبری تاریخ طبری ص/۱۱ ج/۳ اور تاریخ ابن کثیر ص/۱۳ ج/۳

۱۲۸۔ ابن کثیر تاریخ ابن کثیر ص/۱۴۲ ج/۴ اور تاریخ طبری ص/۶۸ ج/۳

۱۲۹۔ ابن کثیر تاریخ ابن کثیر ص/۳۵۴ ج/۴

۱۳۰۔ ابن کثیر تاریخ ابن کثیر ص/۹۹ ج/۵

۱۳۱۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، ص/۲/۷۸، ج/۲

۱۳۲۔ Al-Khudrawl' deeb. adiction ory of Islamic term berut 1995. p101

۱۳۳۔ القونوی، قاسم بن عبداللہ امیر علی، انیس الفقہاء، سعودی عرب، جدہ، دارالوفاء، ۱۹۸۶ء، ص/۲۱۶

۱۳۴۔ دیکھئے المعجم المفہرس محمد فؤاد عبدالباقی، تہران ۱۳۷۷ء، ص/۲۶۵

۱۳۵۔ دیکھئے جہانگیری قرآنی اشاریہ، سرور حسین خان، کراچی مکتبہ اشاعت تعلیمات القرآن، ۱۹۹۲ء، ص/۳۲۵ تا ۳۲۶

۱۳۶۔ ایضاً

۱۳۷۔ ایضاً

۱۳۸۔ شامی، ردالمختار علی درالمختار، ص/۱۱۸، ج/۴

۱۳۹۔ تھانوی، مولانا اشرف علی۔ مرتب محمد اقبال، لاہور ادارہ اسلامیات، ۲۰۰۰ء، ص/۴۳

۱۴۰۔ ایضاً، ص/۴۵

۱۴۱۔ صلاح الدین، بنیادی حقوق لاہور ادارہ ترجمان القرآن، ۱۹۷۸ء، ص/۴۲

۱۴۲۔ سورۃ الروم/۳۸

۱۴۳۔ سورۃ البقرۃ/۱۷۷

۱۴۴۔ سورۃ المائدہ/۳۲ اور سورۃ النحل/۵۸، سورۃ التکویر/۸۔۹

۱۴۵۔ الکتانی، عبدالحی، نظام الحکومۃ النبویۃ المسمی التراتیب الاداریۃ بیروت دارالکتاب العربی، ص/۳۹، ج/۱ اور ص/۳۳۲، ج/۲

۱۴۶۔ سورۃ التحریم/۶ اور کتاب البر والصلۃ ابی الفرج عبدالرحمٰن بن الجوزی مکہ المکتبۃ التجاریۃ ۱۹۹۳ء، ص/۱۳۶

۱۴۷۔ سورۃ النساء/۹، موطا امام مالک، ص/۱۵۷، ج/۲

۱۴۸۔ تھانوی، مولانا محمد اشرف علی، حقوق العباد، ص/۵۴

۱۴۹۔ سورۃ النحل/۹۷، سورۃ النساء/۱۲۴ اور سورۃ الاحزاب/۳۸

۱۵۰۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری کتاب النکاح، ص/۹۴، ج/۳

۱۵۱۔ ایضاً، کتاب الطلاق اور سنن الکبریٰ للبیہقی، ص/۲۱۵، ج/۷

۱۵۲۔ سورۃ النساء/۷۔۱۱

۱۵۳۔ تفصیل کے لئے دیکھئے محسن انسانیت اور حقوق انسانی حافظ محمد ثانی کراچی، دارالاشاعت، ۱۹۹۹ء، ص/۱۱۰۔۱۰۱ اور انسانی حقوق محمد رحیم حقانی، لاہور، جمعیت پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء

۱۵۴۔ ایضاً اور بنیادی انسانی حقوق صلاح الدین، ص/۳۰۹

۱۵۵۔ سورۃ النساء/۱۴۸، سورۃ النور/۲۷، سورۃ احزاب/۵۳

۱۵۶۔ محمد ثانی، حافظ محمد، تجلیات سیرت کراچی، فضلی سنز، ۱۹۹۶ء، ص/۲۳۰

۱۵۷۔ ایضاً

۱۵۸۔ سورۃ بقرہ/۲۲۰

۱۵۹۔ سورۃ النساء/۹

۱۶۰۔ غازی، ڈاکٹر محمود احمد، احکام بلوغت اسلام آباد ادارہ تحقیقات اسلامی، ۱۹۹۰ء، ص/۵۰، اور بدائع الصنائع للکاسانی، قاہرہ مطبعۃ العاصمۃ، ص/۴۰

۱۶۱۔ سورۃ مریم/۵۵، سورۃ لقمان/۱۳۔۱۹، سورۃ الاحزاب/۵۹، سورۃ التحریم/۶

۱۶۲۔ البخاری، محمد بن اسماعیل صحیح البخاری کتاب الادب باب رحمۃ الولد وتقبیلہ، ص/۷۵، ج/۷، اور صحیح مسلم کتاب الفضائل باب رحمۃ الصبیان، ص/۷۷، ج/۷

۱۶۳۔ سورۃ القصص، ۲۸/۳، سورۃ البقرۃ، ۲/۲۳۳ اور احکام بلوغت محمود احمد غازی، ص/۱۹

۱۶۴۔ سورۃ القصص، ۲۶/۲۸، الحلال والحرام فی الاسلام، ڈاکٹر یوسف القرضاوی، بیروت، المکتب الاسلامی، ۱۹۶۷ء، ص/۸۹

۱۶۵۔ ابن عبدالبر جامع بیان العلم وفضلہ، ص/۱۰۱، ج/۱، سنن ترمذی، کتاب البر والصلۃ باب ماجاء فی ادب الولد، ص/۳۳۷، ج/۴

۱۶۶۔ سورۃ الحجرات، ۱۱/۴۹ اور صحیح البخاری کتاب الادب باب ابغض الاسماء، ص/۱۱۹، ج/۷، صحیح مسلم کتاب الادب، ص/۱۶۹، ج/۶، سنن ابوداؤد، کتاب الادب باب فی تغییر الاسماء، ص/۲۸۸، ج/۴، الادب المفرد، ص/۲۴۱

۱۶۷۔ البخاری محمد بن اسماعیل صحیح البخاری کتاب الجنائز ص/۸۵ ج/۲ طبقات ابن سعد ص/۱۳۷ ج/۱ مصنف عبدالرزاق ص/۵۲۹ ج/۳

۱۶۸۔ دیکھئے ماہنامہ بزم قاسمی کراچی مارچ ۱۹۹۹ء تا جنوری ۲۰۰۰ء (سات اقساط)

۱۶۹۔ ابن فارس احمد مقاییس اللغۃ القاہرہ ۱۹۶۹ء ص/۳۸۶ ج/۱

۱۷۰۔ الراغب الاصفہانی المفردات لالفاظ القرآن الکریم بیروت دارالشامیہ ۱۹۹۲ء ص/۱۱۰ اور کتاب التعریفات للجرجانی ص/۸۴

۱۷۱۔ ابن حجر عسقلانی فتح الباری ۶/۵

۱۷۲۔ موسوعۃ نضرۃ النعیم ص/۱۳۸۳

۱۷۳۔ سورۃ النساء/۷۵

۱۷۴۔ سورۃ بقرہ/۱۵۴

۱۷۵۔ سورۃ النساء/۷۴ سورۃ التوبۃ/۸۹ اور ۱۱۱ سورۃ الحج/۵۸

۱۷۶۔ سورۃ آل عمران/۱۳۶ سورۃ التوبۃ/۲۳ اور ۴۱ سورۃ بقرۃ/۱۹۰ سورۃ النساء/۸۴ اور ۹۵

۱۷۷۔ ابن حجر عسقلانی فتح الباری حدیث نمبر ۲۵۱۸ ج/۵ صحیح مسلم حدیث ۸۳۔۸۴ اور ۱۸۸۳

۱۷۸۔ سورۃ الانفال/۶۰

۱۷۹۔ السہیلی الروض الانف فصل ذکر تعلیم اہل الطائف

۱۸۰۔ ایضاً

۱۸۱۔ ایضاً

۱۸۲۔ ایضاً اور مقریزی کتاب امتاع الاسماع ص/۳۱۸

۱۸۳۔ مقریزی امتاع الاسماع ص/۳۱۸

۱۸۴۔ ابن اثیر البدایہ والنہایہ ص/۳۴۵ ج/۴

۱۸۵۔ حمید اللہ ڈاکٹر محمد خطبات بہاولپور ص/۲۳۲

۱۸۶۔ الخطیب التبریزی محمد بن عبداللہ مشکوۃ المصابیح باب اعداد آلۃ الجہاد

۱۸۷۔ ایضاً

۱۸۸۔ دیکھئے ماہنامہ بزم قاسمی انٹرنیشنل ج/۳ ش/۱۰ فروری ۲۰۰۰ء عنوان جاسوسی کے رہنما اصول قرآن کی روشنی میں

۱۸۹۔ دیکھئے التراتیب الاداریہ للکتانی ج/۱ ص/۹۷ اور ص/۱۹۸ اور ص/۳۶۸ اور ص/۳۶۱

۱۹۰۔ ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور مارچ ۱۹۹۷ء ص/۶۷

۱۹۱۔ سورۃ الانبیاء/۱۰۷

۱۹۲۔ سورۃ الکہف/۲۹ اور سورۃ الکافرون

۱۹۳۔ محمد کرم شاہ پیر۔ ضیاء النبی لاہور ضیاء القرآن پبلی کیشنز ۱۴۱۸ھ ص/۳۰۳ ج/۵ سورۃ الانفال/۴۶

۱۹۴۔ سورۃ آل عمران/۱۰۳

۱۹۵۔ موسوعۃ نضرۃ النعیم ص/۴۲۲۳

۱۹۶۔ یہ مقالات سیرت ۱۹۹۹ء کے نام سے وزارت مذہبی امور اسلام آباد نے ۲۰۰۱ء میں شائع کیا ہے۔

۱۹۷۔ غلام حسین حافظ اسلامی حکومت میں اقلیتیں لاہور مرکزی تحقیق سنگھ نبست روڈ ص/۱۳ اور انسائیکلو پیڈیا بریٹیکا نے بھی اسی سے ملتی جلتی تعریف کی ہے۔

۱۹۸۔ سورۃ الانعام/۱۰۹

۱۹۹۔ غلام حسین حافظ اسلامی حکومت میں اقلیتیں ص/۷

۲۰۰۔ ایضاً

۲۰۱۔ ایضاً

۲۰۲۔ سورۃ لقمان/۱۴

۲۰۳۔ جصاص احکام القرآن ص/۳۳۳ ج/۳

۲۰۴۔ البخاری' محمد بن اسماعیل صحیح البخاری' کتاب الزکوۃ اور نیل الاوطار' ص/۶' ج/۶

۲۰۵۔ عبدالرزاق' مصنف عبدالرزاق' ص/۳۸' ج/۶ اور احکام القرآن جصاص' ص/۶۲' ۳' ج/۲

۲۰۶۔ سورۃ الاحزاب' ۲۲/۶' سنن داری کتاب الوصایا' ص/۸۱۷' ج/۲' مصنف عبدالرزاق' ص/۳۳۹' ج/۶

۲۰۷۔ ماہنامہ ترجمان القرآن' لاہور جنوری ۱۹۹۵ء' ص/۴۵

۲۰۸۔ ایضاً

۲۰۹۔ سورۃ المائدہ/۵

۲۱۰۔ زیدان' الدکتور عبدالکریم' احکام الذمیین والمستامنین فی دار الاسلا' بغداد عراق' ۱۹۷۶ء' ص/۳۳۳

۲۱۱۔ ایضاً' ص/۳۴۷

۲۱۲۔ السخاوی' شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن۔ الأجوبۃ المرضیۃ فیما سئل السخاوی' الریاض دار الرایۃ' ۱۴۱۸ھ' ص/۱۶

۲۱۳۔ ایضاً' ص/۱۷

۲۱۴۔ بہنسی' الدکتور احمد فتحی' الموسوعۃ الجنائیۃ فی الفقہ الاسلامی بیروت' دار النہضہ" ص/۷۰' ج/۳

۲۱۵۔ الشیبانی' محمد بن حسن شرح کتاب السیر' بیروت دار الکتب العلمیۃ' ۱۹۹۷ء' ص/۱۴۰' ج/۱

۲۱۶۔ غلام حسین' حافظ' اسلامی حکومت میں اقلیتیں' ص/۴۵

۲۱۷۔ سورۃ البقرہ/۲۵۶

۲۱۸۔ غلام حسین حافظ' اسلامی حکومت میں اقلیتیں' ص/۴۹

۲۱۹۔ سہ ماہی عالم اسلام اور عیسائیت' اسلام آباد انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز' نومبر ۱۹۹۶ء' ص/۶

۲۲۰۔ ایضاً' ص/۷

۲۲۱۔ ایضاً' ص/۸ تا ۱۳

۲۲۲۔ سورۃ الممتحنہ/۲

۲۲۳۔ یہ مضمون ماہنامہ آگہی کراچی' اپریل ۱۹۸۸ء میں شائع ہوا ہے۔

۲۲۴۔ حامد الانصاری' مولانا' اسلام کا نظام حکومت' ص/۳۹۹

۲۲۵۔ سورۃ الحجر/۱۵/۲۰

۲۲۶۔ سورۃ النباء/۷۸/۱۱

۲۲۷۔ سورۃ الزخرف/۴۳/۳۲

۲۲۸۔ سورۃ طٰہٰ/۲۰/۱۲۴

۲۲۹۔ حامد الانصاری' اسلام کا نظام حکومت' ص/۴۰۳

۲۳۰۔ حمید اللہ' ڈاکٹر محمد' خطبات بہاولپور' ص/۲۸۷

۲۳۱۔ سورۃ التوبۃ/۶۰

۲۳۲۔ سورۃ لقمان/۱۴' سورۃ بقرہ/۸۳

۲۳۳۔ سورۃ بقرہ/۸۳

۲۳۴۔ سورۃ التوبۃ/۶۰' اور صحیح البخاری کتاب النفقات باب فضل النفقۃ علی الاھل حدیث نمبر ۵۳۵۳' اور صحیح مسلم کتاب الزہد باب فضل الاحسان علی الأرملۃ والمسکین والیتیم' حدیث نمبر ۲۹۸۲

۲۳۵۔ دیکھیے سہ ماہی منہاج لاہور' دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری نسبت روڈ جولائی تا ستمبر ۲۰۰۱ء

۲۳۶۔ سنن ترمذی کتاب البر والصلۃ باب ماجاء فی الستر ۃ علی المسلم' ۴/۳۲۶

۲۳۷۔ القشیری' مسلم بن حجاج صحیح مسلم کتاب البر باب تحریم ظلم المسلم' ۷/۱۱' اور صحیح بخاری کتاب المظالم باب لا یظلم المسلم' ۳/۹۸

۲۳۸۔ السیوطی' جلال الدین' جامع الصغیر' بیروت دار المعرفۃ' ۱۳۹۱ھ' ص/۱۷۹' ج/۲

۲۳۹۔ ایضاً

۲۴۰۔ دیکھئے ماہنامہ بزم قاسمی انٹرنیشنل سیرت نمبر جولائی ۱۹۹۸ء ۳۰ فل صفحات "خدمت کمیٹیوں کے لئے لائحہ عمل اسوۂ حسنہ کی روشنی میں" پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی کے نام سے شائع ہوا ہے۔

۲۴۱۔ سورۂ الجمعہ/۲، سورۂ آل عمران/۱۶۴، سورۂ بقرہ/۱۲۹

۲۴۲۔ دیکھئے مقالہ شیر نوروز خان اسلام اور تعلیم کتابیات سہ ماہی فکر و نظر اسلام آباد ج/۳۷، ش/۱، جولائی ستمبر ۱۹۹۹ء

۲۴۳۔ یہ وزارت مذہبی امور اسلام آباد سے اپنی عنوان کے ساتھ شائع کیا ہے، دیکھئے: ص/۶۸، بنام ڈاکٹر صلاح الدین ثانی

۲۴۴۔ سورۂ بقرہ/۳۱ اور ۳۳

۲۴۵۔ سورۂ النمل/۴۰

۲۴۶۔ سورۂ المجادلہ/۱۱، اور ۳۶

۲۴۷۔ ابن ماجہ، ابو عبداللہ محمد بن یزید سنن ابن ماجہ بیروت دار الحیاء التراث العربی ۱۳۹۵، ص/۸۳، ج/۱، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم

۲۴۸۔ ابو داؤد، سلیمان بن اشعث صحیح سنن ابو داؤد محمد ناصر الدین البانی، مکتبۃ العربیۃ الدول الخلیج ۱۴۰۹ھ ص/۶۹۳، ج/۲، حدیث نمبر ۹۶، اور صحیح البخاری، ص/۱۸۹، ج/۱

۲۴۹۔ بخاری، محمد بن اسماعیل صحیح البخاری کتاب الکفالۃ باب جوار ابی بکر اور سیرت ابن ہشام ص/۳۴۴، ج/۱، اور سیرت حلبیہ ص/۳۰۱، ج/۱

۲۵۰۔ ابن حجر عسقلانی الاصابۃ فی تمیز الصحابہ، ص/۹۰، ج/۲، فتوح البلدان بلاذری، ص/۱۵۶، اور ۳۵۹، اور سیرت ابن ہشام، ص/۳۴۴، ج/۱

۲۵۱۔ مبارکپوری، قاضی اطہر، خیر القرون کی درسگاہیں اور ان کا نظام تعلیم و تربیت، ص/۱۳۶ تا ۳۴۴

۲۵۲۔ تفصیل کے لئے دیکھئے وزارت مذہبی امور اسلام آباد کا شائع کردہ مقالات کا مجموعہ بعنوان: پاکستان کے لئے مثالی نظام تعلیم کی تشکیل، ص/۸۷

۲۵۳۔ الترمذی، سنن الترمذی بیروت دار الکتب العلمیہ، ۱۴۰۸ھ حدیث نمبر ۳۵۹۹

۲۵۴۔ ابن جریر طبری، تفسیر الطبری، ص/۵۳، ج/۱۱

۲۵۵۔ ابن منظور۔ لسان العرب، ص/۴۱۹، ج/۸

۲۵۶۔ ایضاً، ص/۲۰۲، ج/۵

۲۵۷۔ ایضاً، ص/۲۵۸، ج/۱۴، اور لغات القرآن، ص/۱۰۸، ج/۱

۲۵۸۔ سورۂ المائدہ/۶۷

۲۵۹۔ سورۂ آل عمران/۱۱۰، اور ۱۰۴

۲۶۰۔ البخاری محمد بن اسماعیل صحیح البخاری کتاب المغازی باب حجۃ الوداع، ص/۱۲۷، ج/۵

۲۶۱۔ الترمذی، ابو عیسیٰ سنن ترمذی، کتاب العلم باب ما جاء فی الحدیث عن بنی اسرائیل ص/۴۰، ج/۵

۲۶۲۔ سورۂ النحل/۱۲۵

۲۶۳۔ سورۂ الانعام/۱۰۶

۲۶۴۔ موسوعۃ نظرۃ النعیم ص/۱۹۴۶ء

۲۶۵۔ محمد سعید، حکیم۔ پاکستان کے پچاس سال، مقالہ نگار کریم بخش خالد، کراچی، ہمدرد فاؤنڈیشن ۱۹۹۷ء، ص/۱۱۴

۲۶۶۔ سورۂ الاحقاف/۱۵

۲۶۷۔ سورۂ الاسراء/۲۳

۲۶۸۔ سورۂ نساء/۳۶، سورۂ الانعام/۱۵۱

۲۶۹۔ سورۂ لقمان/۱۵

۲۷۰۔ الترمذی، ابو عیسیٰ سنن ترمذی، حدیث نمبر ۱۸۹۷

۲۷۱۔ الدمیاطی شرف الدین عبد المؤمن المتجر الرابح فی ثواب العمل الصالح بیروت مؤسسۃ الرسالۃ ۱۹۹۰ء ص/۳۴۸

۲۷۲۔ ایضاً، ص/۳۴۹

۲۷۳۔ ایضاً، ص/۳۵۱

۲۷۴۔ ماہنامہ نوائے قانون اسلام آباد جولائی ۱۹۹۲ء ص/۲۹۔۳۷

۲۷۵۔ ماہنامہ ساحل کراچی اکتوبر ۱۹۹۹ء ص/۶۸۔۷۰

۲۷۶۔ سورۃ النور/۳۱، سورۃ الاعراف/۲۶، سورۃ مریم/۶۷، سورۃ الاحزاب/۵۳

۲۷۷۔ سورۃ الاسراء/۱۷/۳۱

۲۷۸۔ سورۃ ھود/۶

۲۷۹۔ ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور نومبر ۱۹۹۴ء ص/۵۷۔۶۳

۲۸۰۔ سلیمانی، حکیم عبدالوحید۔ خاندانی منصوبہ بندی لاہور مکتبہ قدوسیہ اردو بازار ص/۹، اور ص/۱۵ اور ص/۱۹

۲۸۱۔ ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور اگست ۲۰۰۰ء ص/۴۔۹

۲۸۲۔ ایضاً

۲۸۳۔ بخاری، محمد بن اسماعیل صحیح البخاری، ص/۵۶۷، ج/۳

۲۸۴۔ سورۃ الرحمٰن/۵، الانعام/۹۶، الکہف/۴۰

۲۸۵۔ الجوہری، ابی نصر اسماعیل بن حماد الفارابی تاج اللغۃ المسمّٰی الصحاح، ص/۹۸۔۹۹، ج/۱

۲۸۶۔ حسن المصطفوی التحقیق فی کلمات القرآن الکریم تہران وزارۃ الثقافۃ والارشاد الاسلامی ۱۴۱۶ھ ص/۲۱۰، ج/۲

۲۸۷۔ ابن خلدون عبدالرحمٰن مقدمہ ابن خلدون، بیروت دار المصحف ۱۹۷۸ء ص/۲۲۵، ج/۱

۲۸۸۔ ترمذی، ابوعیسیٰ جامع الترمذی مترجم حامد الرحمٰن صدیقی کراچی مقالہ مولوی مسافر خانہ ۱۹۶۷ء کتاب القیامۃ، ص/۲۵، اور مسند احمد حدیث نمبر ۳۰۵۔۳۲۷، ج/۲

۲۸۹۔ ترمذی ابوعیسیٰ جامع الترمذی کتاب القیامہ، ص/۲۵

۲۹۰۔ سورۃ التحریم/۶

۲۹۱۔ سورۃ آل عمران/۱۰۴

۲۹۲۔ سورۃ المائدہ/۷۸، سورۃ التوبہ/۶۳

۲۹۳۔ دیکھئے مقالات سیرت ۲۰۰۰ء بعنوان ''بے لاگ احتساب سیرت طیبہ کی روشنی میں'' ڈاکٹر صلاح الدین ثانی، ص/۱۰۴ تا ۱۳۲

۲۹۴۔ روزنامہ جنگ کراچی ۱۴ مارچ ۱۹۹۲ء

۲۹۵۔ روزنامہ جنگ کراچی ۱۹۹۱ء

۲۹۶۔ روزنامہ نوائے وقت کراچی ۹۱۔۶۔۳۰

۲۹۷۔ روزنامہ جنگ کراچی ۱۹۹۲ء مارچ

۲۹۸۔ روزنامہ جنگ کراچی ۱۹۹۹ء

۲۹۹۔ رپورٹ ماہنامہ ترجمان القرآن کے حوالہ سے اوپر پیش کی جاچکی ہے۔

۳۰۰۔ الموصلی الحسین بن المبارک بن یوسف الأوامر والنواہی، تحقیق محمد حسن بیروت ۱۹۹۸ء دار الکتب العلمیۃ، ص/۲۷۵

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امتِ مسلمہ کی ذمہ داریاں سیرت طیبہ کی روشنی میں

قاضی محمد مطیع الرحمان ہری پور (ہزارہ)

ابتدائے آفرینش سے لے کر طلوع اسلام تک بے شمار ایسے مذاہب دنیا میں آئے کہ جن میں بہت سے خوبیاں اور اچھائیاں تھیں۔ان مذاہب نے بنی نوع انسان کو عبادت' نیکی اور بھلائی کی ترغیب دی' گناہوں اور بری باتوں سے بچنے کی بھی ہدایت کی۔دنیا اور عاقبت کے معاملے میں بھی حتی المقدور خلق خدا کی رہنمائی کی۔لیکن ان میں سے اکثر مذاہب سچے اور الہامی ہونے کے باوجود چونکہ نامکمل تھے' ان میں نہ تو بنی نوع انسان کی اجتماعی ترقی کا ساتھ دینے کی صلاحیت تھی اور نہ ہی یہ انسان کی روحانی تسلی کے علاوہ فطری اور تمدنی ضرورتوں کو پورا کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔اس کے باعث بنی نوع انسان رفتہ رفتہ ان مذاہب سے ہٹتے چلے گئے اور دنیا بری طرح لا مذہبی کی تاریکی اور گمراہی میں مبتلا ہوگئی اور عبد و معبود کا تعلق بھول گئی۔

مذہب سے ہٹ جانے کے بعد بنی نوع انسان کی حالت زار یہ ہوگئی کہ خدا اور بندے کا تعلق تقریباً ختم ہوگا۔فرعونیت اور خودسری کا جذبہ دماغوں پر حاوی ہوگیا۔معاشرتی نظام درہم برہم ہوگیا' حرام اور حلال کی تمیز مٹ گئی' گناہ اور ثواب میں فرق ہی باقی نہ رہا' اخلاق اور بداخلاقی کا امتیاز مٹ گیا' فسق و فجور اور جرائم کا دور شروع ہوگیا' غرضیکہ دنیا بدترین مخلوق کی بستی بن گئی۔یوں تو ساری دنیا میں کفر و شرک کی گھنگھور گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں لیکن جہالت کا سب سے بڑا مرکز عرب بنا ہوا تھا۔ان حالات میں عرب کی سرزمین سے ایک ہادی رہنما اور پیغمبر رونما ہوا اس نے قرآن پاک کی الہامی تعلیم سے اپنے بلند کردار سے اور شریعت اسلامیہ کی روشنی سے اس دنیا کو ایک بار پھر منور کردیا۔جو کہ تاریکی اور جہالت کی انتہائی پستی میں جا پڑی تھی' اس مقدس اور کامل ہستی کا نام محمد مصطفی ﷺ تھا۔

اسلام کی ایک سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس نے کسی بھی سابقہ مذہب کی تکذیب نہیں کی بلکہ ایک کامل اور اکمل مذہب چونکہ دنیا میں آ گیا تھا۔اس لئے تمام سابقہ مذاہب کی خود بخود تنسیخ ہوگئی۔اس دین نے جہاں اسلام کی بلند و بالا تعلیمات سے بنی نوع انسان کو آشنا کیا وہاں ان کو سابقہ مذاہب اور بانیانِ مذاہب کے احترام کی بھی ہدایت کی۔مختصراً یہ کہ نبی ﷺ نے گمراہ انسانوں کو جس دین اسلام سے روشناس کیا وہ ایک ایسا سچا مکمل اور فطری مذہب ہے جو دنیا کے ہر ترقی یافتہ انسان کی دینی و دنیاوی معاملات میں بھی راہنمائی کرتا ہے اور جو عین فطرت انسانی اور انسانی ضرورتوں کے مطابق ہے۔چنانچہ اس دین مبین کے بارے میں ارشاد ربانی ہے۔

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفاً ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ؕ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (الروم۔۳۰)

''یعنی اپنا رخ (ہر طرف سے موڑ کر) دین حنیف کی طرف کرلو۔اللہ کی دی ہوئی قابلیت کا اتباع کرو۔جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی اس چیز کو جس پر اس نے تمام آدمیوں کو پیدا کیا ہے بدلنا نہ چاہیئے۔پس سیدھا دین یہی ہے۔مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

دنیا میں جتنے مذاہب آئے ان کی کتابیں بدل گئیں۔اُن کے اصول بدل گئے' ان کی تعلیمات بدل گئیں' لیکن یہ اسلام ہی ہے کہ آج تقریباً چودہ سو سال گذر جانے کے باوجود بھی اس کی الہامی کتاب قرآن مجید کا ایک ایک نقطہ' ایک ایک زیر و زبر جوں کا توں محفوظ ہے۔اس کے بنیادی عقائد فولاد کی چٹان کی طرح اس بے دینی کے زمانے میں بھی مستحکم ہیں۔اس کے ماننے والوں میں تو کمزوریاں اور

خامیاں پیدا ہوتی رہی ہیں اور ہوتی رہیں گی لیکن یہ فطری مذہب آج بھی اپنی تمام نورانی تجلیوں کے ساتھ جلوہ گر ہے۔

اسلام صرف عقائد وعبادات ہی کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ یہ بنی نوع انسان کو ایک مکمل بھرپور اور جامع ضابطہ حیات کا تصور پیش کرتا ہے۔ دنیا اور آخرت میں فلاح کا یہ نظام ہادی برحق نے ایک ایسے دور میں ودیعت فرمایا تھا جب اس وقت کی معلوم دنیا میں ہر جگہ آدمی آدمی کا غلام تھا۔ استحصالی نظاموں نے مظلوم انسانیت کو طرح طرح کے شکنجوں میں جکڑ رکھا تھا۔ انسانی حقوق' احترام آدمیت اور حریت فکر کا کوئی تصور نہ تھا۔ انسانی ذہن پر انسان کے اپنے تخلیق کردہ خداؤں کا جاہلانہ توہمات کا اور علاقائی ونسلی عصبیتوں کا راج تھا۔ ہر طرف ظاہری و باطنی بُت چھپے ہوئے تھے۔ طاقت وغرور کے بُت' جبر واستبداد کے بُت' قبائلی تفاخر اور نسلی امتیاز کے بُت' علاقائی تعصب اور طبقاتی نفرتوں کے بُت' مگر انسانیت کے محسنِ اعظمؐ نے حجۃ الوداع کے خطبے میں اُن تمام بتوں کو پاش پاش کر دیا اور عالمگیر مساوات' اخوت اور محبت کا وہ درس دیا جو انسانیت کی آزادی کا پروانہ تھا۔ اب اگر کوئی مذہبی فرقہ وارانہ علاقائی یا لسانی تعصب کو دل میں جگہ دیتا ہے تو گویا اس تعلیم کی تکذیب کرتا ہے جو ہمیں خاتم النبیینؐ سے ملی ہے۔

اب آیئے ذرا اُن نظامہائے زندگی کی کارستانیوں پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔ جنہیں عصر حاضر میں اسلامی نظام زندگی کو ناقابل عمل ٹھہرانے والے لوگ دلیل کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔

جدید مغربی تہذیب کا نظام

اس کا آغاز چودہویں اور پندرھویں صدی میں ہوتا ہے۔ اس تہذیب کا بنیادی مزاج یہ ہے کہ انسان کو اسی کائنات کے خالق یا ایسے ہی کسی دوسرے ذریعے سے کوئی رہنمائی نہیں ملی ہے۔ کوئی بالادست قوت موجود نہیں ہے۔ علاوہ ازیں حسی دنیا کے علاوہ کوئی ایسی دوسری دنیا نہیں ہے۔ جس سے ہمارا کوئی حقیقی تعلق ہو۔ اس تہذیب کی ساری دلچسپی اس بات پر مرکوز ہوگئی کہ کس طرح اس کائنات کو مسخر کیا جائے اور اس پر اپنے اقتدار کو بڑھایا جائے۔ عالم طبعی کی تسخیر اس کا اصل میدان رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے پورے نظام میں کہیں پر بھی انسان مرکزی حیثیت میں نظر نہیں آئے گا۔ اس تہذیب نے بتایا کہ اس نظام کائنات میں پوری دنیا کو یا انسان کو کوئی مرکزی مقام حاصل نہیں ہے۔ اس کی حیثیت بہت سی مخلوق میں ایک رکن کی ہے۔ جس طرح اور بہت سے کیڑے یہاں پائے جاتے ہیں۔ اسی قسم کا ایک کیڑا انسان بھی ہے۔ اس طرح انسان اپنے حقیقی مقصد زندگی سے ناآشنا ہوگیا۔ خیر وشر کی تمیز نہ کر سکا۔

مغربی تہذیب کا اصل چیلنج

انسان ایک طرف تو مادی ترقی کے عروج پر پہنچ گیا اور دوسری طرف زندگی کے نصب العین اور مقصد سے ناواقف ہے۔ یہ عدم توازن آج کے دور کا سب سے بڑا چیلنج ہے۔ اس مغربی تہذیب نے سب سے زیادہ خسارہ خود انسان کو پہنچایا ہے۔ اس تہذیب سے مادی وسائل میں ضرور فراوانی ہوئی۔ معاشی ترقی بھی حاصل ہوئی۔ سائنسی ایجادات وانکشافات بھی ہوئے۔ لیکن انسان خوشی اور طمانیت سے محروم رہا۔ انسان انسان سے کٹتا چلا گیا' خاندان کا نظام جو ہمیشہ سے انسان کے لئے ایک حصار رہا ہے اور جس کی حیثیت تہذیبوں کے لئے گہوارے کی سی رہی ہے۔ وہ نظام تہہ وبالا ہوتا رہا ہے۔ دوسری جانب ماں باپ کے لئے کوئی محبت کا جذبہ اولاد میں نہیں رہا۔ خدمت کا احساس اولاد میں ناپید ہو چکا ہے۔ یورپ کے تمام بڑے شہروں میں بوڑھوں کے گھر بنے ہیں جہاں بوڑھے والدین کو ڈال دیا جاتا ہے

اور وہاں یہ کس مپرسی کی زندگی گذارتے ہیں۔

پھر یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ جو ملک جتنا زیادہ ترقی یافتہ خیال کیا جاتا ہے۔ اتنی ہی وہاں خودکشی کی شرح زیادہ ہے۔ ذہنی امراض کی وہاں کثرت ہے۔ امریکہ' برطانیہ اور سویڈن میں خودکشیوں کی شرح سب سے زیادہ ہے۔ دولت کی ریل پیل' مادی وسائل کی فراوانی' اونچی اونچی اور عمدہ عمارتوں اور خوبصورت شہروں کے باوجود انسان اپنے آپ کو اجنبی پاتا ہے۔ دراصل فطرت سے فرار کا یہ ثمرہ ہے۔

جب مذہب مٹ جائے تو فرعونی ملوکیت' ہامانی سیاست اور قارونی معیشت انسان پر مسلط ہو جاتی ہے۔ جب بھی وہ اپنے کاشانہ حیات کو مادیت کے قمقموں سے روشن کرتا ہے اس پر ظلمت ہی ظلمت چھا جاتی ہے۔ کیونکہ اس زمین و آسمان کا حقیقی نور تو خدا ہی ہے اور مذہب اس نور کا حامل ہے اور اسی کی ہمہ گیر تعلیمات کے روغن سے انسانی زندگی کی قندیل روشن ہوتی ہے۔ اور مادہ کی تاریکیاں کافور ہو جاتی ہیں۔ جب یہ شمع روحانی افسردہ ہو جاتی ہے تو عالم انسانی کفر و عصیاں کے اندھیروں کی لپیٹ میں آ جاتا ہے۔

کمیونزم

برٹرانڈ رسل کا قول ہے کہ کمیونزم نے مذہب کی نفی کر کے ایک اور لادین مذہب بنالیا ہے۔ اس لئے اس کا مذہب تاریخی مادیت ہے۔ اس کی سیاست طبقاتی جنگ ہے اس کی معاشیات قدر زائد کا نظریہ ہے۔ کمیونزم یا اشتمالی نظام کے حامیوں کے پاس سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اس نظام میں ملکی دولت حکومت کی تحویل میں چلی جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے حکومت مالی طور پر مستحکم ہو جاتی ہے اور بیرونی خطرات سے محفوظ ہو جاتی ہے۔ لیکن اس کے مقابلے میں اس کی خامیوں کی فہرست بہت طویل ہے۔ مثلاً

1. زیادہ اور کم محنت کرنے والوں کو ایک جیسا معاوضہ ملتا ہے۔ تو پھر زیادہ محنت کیوں کی جائے۔ لہٰذا استعداد اور صلاحیت میں کمی ہوتی رہتی ہے۔
2. اشتمالی فلسفہ کی رو سے انقلاب کبھی بھی جمہوری طریقہ سے نہیں آیا۔ بلکہ سرمایہ داروں کو ختم کرنے کے لئے کشت و خون ہوتا ہے۔
3. اشتمالی نظام تقسیم کار اور جبری محنت کا حامی ہے۔
4. یہ غیر فطری نظام ہے اس لئے اپنی صحیح صورت میں کسی ملک میں رائج نہیں ہوسکتا۔

انارکزم

انارکزم اور کمیونزم میں فرق یہ ہے کہ اوّل الذکر کا نقطہ آغاز سیاست ہے جبکہ موخر الذکر کا نقطہ آغاز اقتصاد ہے۔ ان دونوں کے مؤسس یعنی مائیکل بکونن اور کارل مارکس ہم عصر تھے۔ کچھ عرصہ ان میں تعامل رہا مگر طبائع کے اختلاف اور بُعد نے رفاقت کو رقابت میں بدل دیا اور عمرانی تحریکوں کے یہ دو رہنما ساری عمر ایک دوسرے کے جان لیوا بنے رہے۔ بکونن کارل مارکس کے علم و فضل کا قائل تھا اور اس کی بصیرت افروز گفتگو کا دل سے معترف تھا اور جب تک اس کے ساتھ رہا ہمیشہ اس کے آگے زانوئے تلمذ تہ کرتا رہا۔ مگر اس کی آتش مزاجی نے اس کو مارکس کے طریقہ کار سے متنفر کر دیا۔ وہ کارل مارکس کو فاضل مگر خادع اور فریب کار سمجھتا تھا اور کارل مارکس اس کو جذباتی اور دیوانہ خیال کرتا تھا۔

لیکن نظام سرمایہ داری کے خلاف دونوں یک زبان تھے۔ مارکس کو ابتدا میں مصائب اور معاشی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر مائیکل بونن کی ابتدائی زندگی عیش و نشاط کی تھی۔ بکونن مارکس کی طرح کسی منظم فلسفے کا بانی تو نہیں کہلا سکتا مگر اس کی فکر ہمیشہ ہنگامی سیاست

سے ٹکراتی رہی۔اس کے فلسفہ کی تشریح اُس کے شاگرد کروپٹکن Koropotkin کی تصنیفات سے ملتی ہے۔

سوشلزم

سوشلزم کی جامع تعریف پر مخالفوں کا تو ذکر اپنے بھی متفق نہ ہو سکے۔تاہم یہ ایک عمرانی تصور ہے۔جس کے دو پہلو ہیں ایک سلبی اور دوسرا ایجابی۔سلبی سے مراد اس کی پیشرو نظام کے خلاف بغاوت ہے اور ایجابی سے مراد نئے معاشی نظام کی تاسیس ہے۔حامیانِ سوشلزم نے اس کے سلبی پہلو پر زیادہ زور دیا اور قدیم نظام پر شدید نکتہ چینی کی۔اس کی خامیوں کو بے نقاب کیا اور اس کے زوال کو سماج کی نجات قرار دیا۔اس نظام کی چند درج ذیل خصوصیات ہیں۔

1. یہ ملی مفاد کو انفرادی مفاد پر فائق سمجھتی ہے۔اشتراکیت کا یہ اصول ریاستی غلبے کا اصول ہے۔اس کی تخلیق افلاطون نے کی۔ روسو نے اس کا احیاء کیا اور فشتے اور ہیگل نے اس کو فلسفے کے پیرہن میں دنیا کے سامنے پیش کیا۔جبکہ جرمنی میں ٹرٹشک اور برن ہارڈی نے اس کو سیاست عالم میں نافذ کیا۔
2. یہ سماج میں معاشی مساوات پیدا کرنے کی تحریک ہے۔
3. یہ اپنے پیشرو سرمایہ داری نظام کو منسوخ کرنے کی تحریک ہے۔
4. یہ زمین پر حق مالکانہ کو تسلیم نہیں کرتی۔
5. سماج کے کاروبار میں مقابلے کی روح کو نابود کرنا چاہتی ہے۔

فاشزم

1919ء میں اٹلی میں سیاسی بحران پیدا ہو گیا۔مزدوروں کی ہڑتالوں نے اٹلی کی معاشی حالت کو تباہ کر دیا۔اشتراکیت کی جڑیں مضبوط کرنے کے لئے روسی اشتراکیت کے نمونے کی پنچائتیں بنائی گئیں مگر کامیابی حاصل نہ ہوئی۔گویا اٹلی میں اشتراکیت کامیاب نہ ہو سکی۔کیمونسٹ پارٹی کے بہت سے حامی الگ ہو کر فاشسٹ جماعت سے مل گئے۔مئی 1921ء میں فاشسٹ پارٹی کے 33 آدمی پارلیمنٹ کے ممبر منتخب ہوئے ان میں سے ایک مسولینی تھا۔جنہوں نے اسی سال مسولینی کو اپنا قائد تسلیم کر لیا اور ہر قربانی دینے پر تیار ہو گئے۔مسولینی نے فسطائی رضا کاروں کی مدد سے اٹلی میں سیاسی انقلاب برپا کر کے حکومت پر قبضہ کر لیا۔مسولینی اپنی حدود حکومت وسیع کرنا چاہتا تھا اس نے 1936ء میں حبشہ پر حملہ کیا اور اٹلی کے ساتھ ملا لیا پھر البانیہ پر قبضہ کیا۔جب ہٹلر نے پولینڈ پر دھاوا بولا تو مسولینی نے ہٹلر سے اتحاد کر کے برطانیہ اور فرانس کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔پہلے یونان اور پھر یوگوسلاویہ پر قبضہ کر لیا۔اُدھر ہٹلر کو ہر محاذ پر کامیابی ہو رہی تھی۔آخر 1945ء میں فسطائیت کو ہر محاذ پر شکست ہوئی۔مسولینی پارٹی کے ممبر بھی اس کے خلاف ہو گئے۔شاہ اٹلی نے اسے معزول کر کے پھانسی پر لٹکا دیا۔ادھر ہٹلر نے 9 مئی 1945ء کو خودکشی کر لی۔

فاشزم کا اپنا کوئی اصول ونظریہ نہیں۔چند مختلف مفکرین کے خیالات کو جمع کر کے ایک نظریہ کی بنیاد رکھ دی۔جس کا نام فاشزم رکھ دیا گیا۔فاشزم پر میکاولی، ہابس، ہیگل، نٹشے اور مارکس اثر انداز ہوئے۔یہ سب فلسفی ریاستی اقتدار اور مرکزیت کے قائل تھے۔گویا فاشزم بھی انسانی زندگی کے ہر شعبہ پر ریاستی اقتدار کی حامی ہے۔گویا وہ ایسا کلیاتی نظام قائم کرنا چاہتی ہے جس میں ریاست کو مکمل طور پر

غلبہ حاصل ہو۔ ایسا غلبہ جس سے معاشرہ اور ریاست کا الگ تصور نہ ہو سکے۔ اس نظام کی چند خصوصیات درج ذیل ہیں۔

1. اس نظام میں ایک خاص قوم اور نسل افضل سمجھی جاتی ہے۔ وہ حکمران بھی ہوتی ہے۔
2. حکومت کا قائد ایک آمر ہوتا ہے۔ جس کے ہاتھ میں تمام اختیارات ہوتے ہیں۔
3. فاشی اور نازی نظام میں ڈکٹیٹر کا ہر حکم قانون ہوتا ہے۔
4. اس میں قائد کسی عوامی مشورے کا محتاج نہیں ہوتا۔
5. اس نظام میں ملک گیری کے لئے لڑائی ضروری ہوتی ہے۔
6. اس نظام میں روحانیت کا فقدان ہوتا ہے۔ صرف عوام کی مادی ضروریات کا خیال رکھا جاتا ہے۔

نیو ورلڈ آرڈر

نیو ورلڈ آرڈر صرف امریکہ کا ہی نہیں بلکہ یہ صیہونی جیوری (تمام دنیا میں کنٹرول کرنے کا یہودیوں کا اعلیٰ ترین ادارہ) کا ایک دیرینہ خواب بھی ہے۔ سیاسی، معاشی، فوجی، معاشرتی، تہذیبی اخلاقی اور نظریاتی طور پر پوری دنیا میں تبدیلی لا کر اسے اپنے قبضے میں لانا اس کا مقصد اوّل ہے۔ صیہونی جیوری کی راہ میں صرف ایک چٹان ہے اور وہ چٹان اسلام کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اسلام کے نظریے اور جذبے کو دبانے کے درپے ہیں تاکہ عالمی تناظر میں غلبہ حاصل نہ کر سکے۔ اسی پس منظر میں دنیا کے اسلامی ممالک اس کا ہدف خاص ہیں۔

صیہونی جیوری نے انتہائی مکاری اور مؤثر حکمت عملی کے ذریعے چار طریقوں سے مسلم ممالک کو کچلنے کا منصوبہ بنایا ہے۔ جو درج ذیل ہے۔

1. اپنے ایجنٹوں کے ذریعے ہر مسلم ملک میں فرقہ واریت کو فروغ دینا۔ ان کے اندر لسانی، نسلی اور گروہی مفادات کو پروان چڑھانا۔
2. مسلم ممالک کے درمیان گہری نفرت، عداوت اور دیرپا تقسیم پیدا کرنا۔
3. غیر مسلم ممالک کے اندر مختلف جماعتوں اور گروہوں کی قیادت میں داخل ہو کر ان میں اپنے آلہ کار بنانا ہے پھر ان کٹھ پتلی حکومتوں کے ذریعے اسلام کو غلط رنگ دینے کے علاوہ ایسے پر فریب طریقے اختیار کرنا کہ جس سے اسلام کی بدنامی ہو۔
4. اسلام کو مذاق اور تضحیک کا نشانہ بنانا۔

یہودی جیوری ایک باقاعدہ منصوبے کے ذریعے عیسائیوں اور مسلم ممالک کے درمیان مزید نفرت بڑھانے کی ایک خوفناک سازش تیار کر رہی ہے۔ تاکہ دونوں گروپوں کے درمیان نفرت اور تصادم بڑھے۔ اگر صیہونی جیوری اس میں کامیاب ہو جاتی ہے تو یہ پوری دنیا کے مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے نہایت ہی تباہ کن ہوگا۔ اس طرح مغرب میں رہنے والے مسلمان اور اسلامی ممالک میں رہنے والے عیسائی بری طرح متاثر ہوں گے۔

عالم گیریت GLOBALISATION

22 جولائی 2001ء کو اٹلی کے شہر گنیوا میں دنیا کے آٹھ امیر ترین ممالک کا سربراہی اجلاس ختم ہوا۔ جو تین روز تک جاری رہا۔

تینوں دن اٹلی کے شہر گنیوا کی سڑکیں عالمگیریت کے خلاف ہزاروں لوگوں کے قدموں کی دھمک سے لرزتی رہیں۔ کئی دکانوں کو نذر آتش کیا گیا' گاڑیاں جلائی گئیں اور پچاس ہزار لوگوں نے انسانی زنجیر بنا کر G-8 ممالک کے خلاف مظاہرہ کیا۔ جبکہ آخری روز ڈیڑھ دو لاکھ انسانوں کا جم غفیر عالمی ساہوکاروں کے خلاف نعرہ زن تھا۔ جو غریب ممالک کے قرضے معاف کرنے کا مطالبہ کر رہے تھے۔ جی ایٹ کے مشترکہ اعلامیہ میں کہا گیا تھا کہ ''ہم عالمگیریت کو فروغ دے کر غریب ممالک کی مدد کریں گے۔ یہی وہ نظام ہے جو غریبوں کو فوائد پہنچا سکتا ہے۔''

عالمگیریت کیا ہے؟ دنیا کے امیر ترین ممالک کے باشندے خود اپنے ہی بڑوں کے وضع کردہ منصوبے کے اس قدر مخالف کیوں ہیں۔ اس سلسلے میں ہمیں یہودی داناؤں کی مرتب کردہ خفیہ دستاویزات کی ورق گردانی کرنا پڑے گی جو اب یقیناً خفیہ نہیں رہی۔ لیکن اس ورق گردانی سے قبل ایک بات ذہن نشین رکھئے کہ یہودیوں کے لئے تسخیر عالم کا خواب بہت قدیم ہے۔ اور وہ اس مقصد کے لئے صدیوں سے محنت کرتے چلے آ رہے ہیں۔ ''عالمگیریت'' اسی تسخیر عالم کا نیا نام ہے جو عام لوگوں کے ذہنوں میں اس طرح بٹھایا جا رہا ہے کہ وہ اس میں اپنے لئے بڑے ممالک کی طرف سے ہمدردی کے جذبات محسوس کریں۔ یہودی داناؤں کی تیسری دستاویز ''تسخیر عالم کا طریقہ کار'' کے عنوان سے اس میں درج ہے۔

''غربت کی وجہ سے عوام سخت محنت کی زنجیروں میں اب اس سے زیادہ جکڑے ہوئے ہیں جتنا کہ غلامی کے دور میں جکڑے ہوئے تھے۔ وہ اس غلامی سے آزادی حاصل کر سکتے ہیں۔ کسی نہ کسی ذریعے سے ان مسائل پر قابو بھی پایا جا سکتا ہے لیکن 'احتیاج'' سے وہ کبھی بھی چھٹکارا نہیں پا سکتے۔ ہم نے اپنے دستور میں عوام کو ایسے حقوق دینے کا وعدہ کیا ہے جو محض فرضی ہیں حقیقت سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ یہ تمام نام نہاد ''عوام کے حقوق'' صرف خیالی تصویر کے طور پر استعمال کئے جاتے ہیں۔ حقیقی زندگی میں انہیں کبھی بھی عملی جامہ نہیں پہنایا جا سکتا۔''

اس وقت عالمگیریت کا جو تصور پیش کیا جا رہا ہے وہ یہ ہے کہ دنیا کو ایک کھلی منڈی قرار دیا جائے اور آزادانہ تجارت کا اصول اپنایا جائے۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہر ملک اپنی مصنوعات بغیر کسی روک ٹوک کے مارکیٹ میں لا سکے گا۔ اس تجارت میں دوڑ ہوگی جو پیچھے رہ گیا پٹ جائے گا۔ یہ بات معمولی عقلمند آدمی بھی جانتا ہے کہ دوڑ میں وہی کامیاب ہوتا ہے جو طاقتور ہو' مضبوط اعصاب والا ہو۔ غریب ممالک اس دوڑ میں کب مقابلہ کر سکتے۔ چنانچہ میدان امیر ممالک کے ہاتھ میں رہے گا اس وقت پوری دنیا آئی۔ ایم۔ ایف' ورلڈ بنک' ترقیاتی بنک اور ان کے ذیلی اداروں کے ہاتھوں میں یرغمال ہے۔ یہ ادارے غریب ممالک کو قرضے جاری کرتے ہیں اور پھر بعد میں کئی گنا سود کے ساتھ واپس کرتے ہیں۔

لطف کی بات یہ ہے کہ آزاد تجارت اور آزادی نقل و حرکت کے یہ علم بردار' انسانوں کی آزاد نقل و حرکت کے قائل نہیں ہیں۔ اور انسانی آبادیوں کی حرکت Migration پر کڑی پابندیاں رکھنا چاہتے ہیں۔ تاکہ مغربی اقوام کی بالادستی متاثر نہ ہو سکے۔ اگر آبادی کی کچھ حرکت ہو تو وہ بھی اس شکل میں کہ ترقی پذیر ممالک کے پڑھے لکھے اور دولت و ثروت کے مالک افراد مغربی ممالک میں داخل ہو سکیں اور مادی وسائل کے بہاؤ کے ساتھ اعلیٰ صلاحیت اور وسائل کا بہاؤ ہوتا رہے اور یہ ممالک ترقی یافتہ ممالک کی تقویت کا ذریعہ بنتے رہیں۔

اس سلسلہ میں بنیادی معدنیات' توانائی کے سرچشموں خصوصیت سے تیل اور گیس پر مستقل قبضہ اور ان تک رسائی کے راستوں کی حفاظت کی جائے۔

سیاسی آزادی

نئے عالمی نظام کا ایک اہم ستون سیاسی آزادی ہے۔ یعنی انفرادی آزادی جمہوریت' حقوق کا تحفظ اور مذہبی آزادی کی ترویج اور اس کے پردے میں ان ممالک میں ایسے نظام کا قیام عمل میں لانا ہے جن کو سیاسی جوڑ توڑ' مالی وسائل' معاشی مراعات اور ذرائع معلومات کے توسط سے فکری کنٹرول اور تہذیبی غلبے کے ذریعے بہ آسانی متاثر کیا جا سکتا ہے۔ جمہوریت کے ان علم برداروں کی جمہوریت کی تعبیر بڑی نرالی ہے۔ جمہوریت کے معنی تمام انسانوں کی مساوات نہیں اور نہ لوگوں کا یہ حق ہے کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق اپنے عقائد' اقدار اور ترجیحات کی روشنی میں اپنا نظام زندگی طے کریں۔ جمہوریت کی تعبیر یہ ہے کہ مغربی جمہوریت کو اس طرح پروان چڑھایا جائے کہ یہ ممالک مغرب کے رنگ میں رنگ جائیں اور ان پر ایسی قیادتیں مسلط رہیں جو مغربی تہذیب کی دلدادہ اور مغربی مفادات کی محافظ ہوں۔ نیٹو کو وسعت دے کر اپنا الگ تہذیبی وجود رکھنے والی ریاستوں کو بھی اس میں شامل کیا جا رہا ہے۔ ترکی جمہوری تماشہ کے باوجود فوجی قیادت کی گرفت میں ہے۔ الجزائر میں عوام اپنی آزاد مرضی سے اگر اسلامی نظام لانا چاہتے ہیں تو ان کی پوری قیادت کو پابند طوق و سلاسل کیا جائے۔ ملک میں سول وار کی کیفیت پیدا کی جائے اور یہ سب جمہوریت کے نام پر ہو۔

جہاں کہیں حالات مغربی اقوام کی مرضی کے مطابق نہ ہوں وہاں انسانی بنیادوں پر مداخلت کے نام پر فوج کشی تک کا حق اپنے پاس محفوظ رکھا جائے۔ اس سلسلے میں کسی عالمی ادارے کی اجازت بھی ضروری نہیں۔ اقوام متحدہ کو ایک غیر مؤثر ادارہ بنا دیا گیا ہے۔ جنرل اسمبلی کے پاس کوئی اختیار نہیں اور سیکورٹی کونسل جسے کارروائی کا اختیار ہے اس میں پانچ ممالک کو ویٹو کا حق حاصل ہے۔ اور اگر اس حق کی توسیع کی بات ہو رہی ہے تو وہ بھی کسی جمہوری اصول کے تحت نہیں بلکہ اپنے ہی طائفے کے کچھ دوسرے ارکان کو مسلط کرنے کی منصوبے بنائے جا رہے ہیں۔ اس طرح عالم گیریت اور جمہوری آزادی نئے عالمی نظام کی تشکیل کے دو جڑواں ستون ہیں۔

ٹیکنالوجی

ٹیکنالوجی نئے عالمی نظام کی تشکیل کا اہم ستون ہے۔ نیوکلیئر اور ہائی ٹیک Hi-tech کمپیوٹر ٹیکنالوجی پر مغربی اقوام کی اجارہ داری ہے۔ نئے دفاعی نظام کا بنیادی ستون امریکہ کی مستقل اور ناقابل چیلنج عسکری قوت کا استحکام اور اسے جہاں سے بھی کوئی خطرہ ہو اسے ختم کرنے کا حق ہے۔ ایٹمی عدم پھیلاؤ کا مقصد دنیا کو ایٹمی ہتھیاروں سے پاک کرنا نہیں بلکہ مغرب کی نیوکلیئر بالادستی کو دائمی بنانا اور ہر چیلنج کا راستہ روکنا ہے۔ کیمیاوی ہتھیاروں اور میزائل کے نظام کو لگام دینا بھی اسی عسکری بالادستی کا تحفظ ہے۔

دہشت گردی

دہشت گردی کا لفظ دہشت سے نکلا ہے جس کے اردو میں معنی ''خوف و ہراس'' کے ہیں۔ عربی زبان میں اسے ترہب کہتے ہیں اس طرح ارہاب کے معنی دہشت کے ہیں۔ انگریزی میں یہ عمل Terrorism کہلاتا ہے جو Terror سے نکلا ہے۔ اس کے معنی

ہیں Some one or some thing that causes extreme fear۔ یعنی کوئی فرد یا کوئی چیز جو سخت خوف پھیلانے کا سبب ہو۔ Terrorism کی تعریف یوں کی گئی ہے۔

The use of violence or the threat of violence to obtain potical demands.

تشدد یا تشدد آمیز دھمکی کا استعمال تا کہ سیاسی مطالبات حاصل کئے جائیں۔ مختصر یہ کہ اپنے مطالبات یا سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے اور فریق مخالف کو کمزور بنانے کے لئے بلا جواز تشدد اور خوف و ہراس کا استعمال کرنے کا نام دہشت گردی ہے۔ اس کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ تاریخ کے اوراق میں ایک عظیم ہستی کا نام ملتا ہے جو کئی بار قوم کی دہشت گردی کی زد میں آئے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ہر بار انہیں بچالیا۔

ابتدا میں جب حضرت ابراہیمؑ نے قوم کے تراشیدہ اصنام کے سامنے سجدہ ریزی سے انکار کیا تو والد نے گھر سے نکلنے اور سنگسار کرنے کی دھمکی دی قرآن کے الفاظ میں

لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّکَ وَاهْجُرْنِیْ مَلِیًّاo

(کہ اگر تم باز نہ آئے تو میں تمہیں سنگسار کردوں گا۔ بس تم مجھ سے ہمیشہ کے لئے دور ہو جا)

اور پھر سب سے خطرناک صورت وہ تھی جب آپ کو آگ میں ڈال دیا گیا۔

قوم ثمود میں صالحؑ کو بطور پیغمبر اُن کی اصلاح کیلئے بھیجا گیا۔ جنہوں نے اُس قوم کو زمین میں فساد پھیلانے سے منع فرمایا تو ان کے جتھوں دہشت گردی کی اونٹنی کو ہلاک کر ڈالا اور صالحؑ کی زندگی ختم کرنے کے درپے ہو گئے۔

- نبی ﷺ تشریف لائے تو اُس وقت بھی عرب باہمی انتشار کا شکار تھے قتل و غارت کا بازار گرم تھا۔ قرآن نے یوں نقشہ کھینچا

ظهر الفساد فی البر و البحر بما کسبت ایدی الناس

"خشکی و تری میں لوگوں کے اپنے کرتوتوں کی وجہ سے فساد غالب آ گیا تھا۔"

ایسے حالات میں ضرورت ایک ایسے نظام کی تھی جو اس فساد کی اصلاح کرے اور بدامنی کو امن و سلامتی میں بدل سکے۔ چنانچہ نبی کو امن و سلامتی کے پیغام کے ساتھ رحمت بنا کر بھیجا۔ آپؐ نے اپنے بدترین دشمنوں کو بھی معاف فرما کر رحم و کرم کے انمٹ نقوش چھوڑے۔

آج دنیائے مغرب کی طرف سے جو دہشت گردی کا باب کھولا گیا ہے اس کا مقصد دنیا میں ابھرنے والی ہر متبادل قوت کو ایک قسم کے سوچے سمجھے تشدد کا نشانہ بنانا ہے۔ جو خود انسانیت کے خلاف ایک سنگین جرم ہے۔ کوئی صحیح العقل انسان دہشت گردی اور تشدد کی حمایت نہیں کرسکتا۔ لیکن مظلوم اگر ظالم کے خلاف ہاتھ اٹھانے پر مجبور ہو جائے یا محکوم اقوام اپنی آزادی کے لئے سیاسی جدوجہد کی راہیں مسدود ہونے کی صورت میں ظالم حکمرانوں کے مراکز قوت پر ضرب لگائیں تو اسے دہشت گردی کیسے کہا جاسکتا ہے۔ اگر یہ دہشت گردی ہے تو دنیا کے موجودہ سیاسی نقشے کا 80 فیصد ایسی ہی جدوجہد کا نتیجہ ہے اور آج بھی یہ عمل جاری ہے۔

سیاسی حصار بندی

امریکہ اور اس کے حلیفوں نے سیاسی حصار بندی کے منصوبہ کو بڑی عیاری سے ترتیب دیا ہے۔ یہ وسط ایشیا کی اسلامی تحریکوں کو دہشت گردی کے نام پر قابو کرنے کا منصوبہ ہے۔ ایران اور افغانستان کو دبانے یا بدل لینے کا ہدف ہے۔ پاکستان کو کمزور کرنے' چین کے ساتھ غلط فہمیاں پیدا کرنے اور اس کو ایران اور افغانستان قریب نہ ہونے دینے کی کوششیں ہیں۔ اس سلسلے میں پاکستان پر معاشی دباؤ کے ساتھ ساتھ اُسے بھارت کی طرف سے عسکری خطرات سے بھی دوچار کرنا ہے۔

غرضیکہ اس حصار بندی کا اصل ہدف اب چین اور عالم اسلام اور خصوصیت سے عالم اسلام کے وہ ممالک ہیں جو کچھ بھی آزاد روی اختیار کر سکتے ہیں اور جن میں اسلامی تحریکات ایک غالب قوت بن سکتی ہے۔

امت مسلمہ کی ذمہ داریاں سیرت طیبہ کی روشنی میں

ایک وہ دور تھا جب اسلامی دنیا کی حدود مراکش سے لے کر انڈونیشیا تک پھیلی ہوئی تھی اور اسلام کی ضیا پاشیوں سے ایک عالم بقعہ نور بنا ہوا تھا۔ مگر آج صورت یہ ہے کہ مسلمان ممالک ایک دوسرے سے دست و گریباں ہیں اور اُن کے ہاں اندرونی خلفشار کا یہ عالم ہے کہ مسلمان' مسلمان کے خون کا پیاسا ہے اور طاغوتی قوتوں نے مسلمانوں کو ذلیل و رسوا کرنے کا عزم کر رکھا ہے۔ ماضی میں بغداد مسلمانوں کی تہذیب کا بہت بڑا مرکز رہا ہے۔ مگر آج دنیا کی واحد سپر پاور نے اس خوبصورت ملک کو راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کر دیا ہے۔ اور بچے کھچے ملک کو مزید بوسِ زمین کرنے کی سازش ہو رہی ہے۔ اس وقت مسلمان دین سے دور ہو چکے ہیں۔ اللہ رسول اور قرآن کے احکامات پس منظر میں چلے گئے ہیں اور ان کے ساتھ ہی ہمارا تعلق ہماری ذاتی خواہشات کے تابع بن کر رہ گیا ہے۔ احکام دین کو بدلنا' اپنے آپ کو مغربی تہذیب کے مطابق ڈھالنا' خود کو سیکولر ظاہر کرنا ہماری نمایاں کمزوریاں ہیں۔ دنیا میں مسلمانوں کی تعداد سوا ارب سے زائد ہے۔ دنیا کے بہترین وسائل مالی ان کے پاس ہیں۔ ان کی جغرافیائی پوزیشن بہت مضبوط ہے' آبی وسائل' بندرگاہیں' زرخیز قطعاتِ اراضی' معدنیات اور پھر تیل جیسی سیال دولت سے مالا مال ہیں۔ ان وسائل سے تو وہ پوری دنیا کی سیادت اور امامت کے اہل بن سکتے ہیں مگر وائے افسوس کہ کچھ نفس پرستی اور اقتدار پرستی نے تمام مسلمانوں کو تفرقہ و انتشار میں مبتلا کر رکھا ہے۔ ہر مسلمان حکومت کے مفادات دیگر مسلمان حکومت سے متصادم ہیں۔ علمائے سُو نے بھی مسلمانوں کو مسالک کی بنیاد پر مسائل میں جکڑ رکھا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ امت مسلمہ مستقبل کے لئے درست نقطہ نظر اختیار کرے' صحیح منصوبہ بندی کرے تاکہ کھویا ہوا وقار پھر پا سکے۔ آیئے امت مسلمہ کی چند ذمہ داریوں پر نگاہ ڈالتے ہیں۔

ا۔ اسلامی تشخص

مسلمانوں کا تعلق ایک عظیم نظام حیات سے ہے جس کا نام اسلام ہے اور توحید اسلام کا بنیادی عقیدہ ہی نہیں بلکہ تمام عقائد' اعمال اور اس پورے نظام کا مرکزی ستون ہے۔ توحید پر ایمان کے بغیر کوئی عقیدہ یا عمل اللہ کو منظور نہیں' توحید کے مقابلے میں شرک ہے' یہ دونوں متضاد چیزیں ہیں۔ ان دونوں کا جمع ہونا ناممکن ہے۔

اسلام امت مسلمہ کی شناخت اور تشخص ہے۔ ہم اوّل و آخر مسلمان ہیں اور اپنے رب کے تابع فرماں ہیں۔ ہمیں اس کا دوٹوک اعلان کرنا ہوگا۔ اسی بناء پر ہم جدید دنیا میں اپنی حیثیت منوا سکتے ہیں۔

۲۔ اتحاد امت

اسلام ہی وہ دین ہے جس نے وحدت انسانی کی تعلیم دی ہے۔ اسلام سے قبل انسانیت ملکی، قومی، لونی، لسانی، نسبی تعصبات اور تفریقات میں بٹی ہوئی تھی۔ ہر قوم دوسری قوم کو اپنا دشمن سمجھتی تھی اور ایک دوسرے سے برسر پیکار رہتی تھی۔ اسلام نے کل انسانوں کو ایک اصل قرار دیتے ہوئے تعصبات کی زنجیروں کو کاٹا اور انسانیت کو اتحاد و اخوت کی لڑی میں منسلک کر دیا۔ ارشاد ربانی ہے۔

"وما کان الناس الا امة واحدة فاختلفوا"

''اور سب لوگ ایک ہی گروہ کے تھے پھر وہ اختلاف کرنے لگے۔''

نبی علیہ السلام نے فرمایا

"اللھم ربنا و رب کل شیءٍ انی اشھد ان العباد کلھم اخوة"

اے اللہ! ہمارے اور ہر چیز کے پروردگار میں گواہی دیتا ہوں کہ سب انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

امت مسلمہ اس وقت تک اپنے خلاف کی جانے والی عالمی سازشوں کا کامیابی سے مقابلہ نہیں کر سکتیں جب تک وہ باہم متحد و متفق نہ ہو جائیں۔ یہ ممکن نہیں کہ ہم خود کو چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں منقسم رکھیں اور آج کی دنیا کے بڑوں سے ٹکر لینے کی قابلیت کو بھی پا لیں۔ اس کیلئے ضروری ہے کہ پوری امت مسلمہ ایک بنیان مرصوص بن جائیں۔

۳۔ مومنانہ زندگی

اس وقت مسلم دنیا کی آبادی دنیا کی کل آبادی کے 33 فیصد کے لگ بھگ ہے۔ عسکری افرادی قوت بھی 70 لاکھ سے زائد ہے۔ اس قدر طاقت ہونے کے باوجود حرمین شریفین کے تحفظ کے لئے بھی ہماری نظر اغیار کی طرف اٹھتی ہے۔ اور عالمی برادری میں ہماری حیثیت یہ ہے کہ تقریباً ہر مسلمان ملک کسی نہ کسی طاقت کا دم چھلا بنا ہوا ہے۔ حالانکہ قرآن مومنوں کے بارے میں فرماتا ہے۔

وکان حقا علینا نصر المومنین (الروم)	اور ہم پر یہ حق تھا کہ مومنوں کی مدد کریں۔
حقا علینا ننج المؤمنین (یونس)	ہم پر یہ حق کہ مومنین کو بچا لیں۔
واللہ ولی المؤمنین (آل عمران)	اور اللہ ایمان والوں کا ساتھی ہے۔
واللہ ذو فضل علی المؤمنین (آل عمران)	اور اللہ مومنوں پر بڑی نظر عنایت رکھتا ہے۔

مذکورہ آیات دوٹوک انداز میں بتا رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا رویہ مومنین کے ساتھ نہایت کریمانہ ہے۔ ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ کم وسائل سے بھی بدر و حنین کی طرح بہتر نتائج نکلتے مگر یہاں معاملہ برعکس ہے۔ بہت کچھ ہوتے ہوئے بھی ہم ذلیل و خوار ہیں۔ دراصل اللہ نے مسلمانوں سے وعدہ کیا ہے۔

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ٥

مگر مومن ہونے کی شرط عائد کر دی ہے۔ جب ہم سے مومنانہ کردار چھٹا تو اللہ نے اپنا وعدہ بھی اٹھالیا۔
امت مسلمہ آج بھی اسلام کے بتائے کردار کو اپنا لے تو وہ اللہ کے وعدہ کی مستحق بن سکتی ہے۔

۴۔ صیہونی تحاریک کا مقابلہ

امت مسلمہ کے لئے ممکن نہیں کہ تہذیب و تمدن کی بلندیوں کو چھو لے جب تک کہ وہ اپنے وجود کے خلاف ہونے والی غلطی صیہونی سازش کا مقابلہ کرتے ہوئے اُسے شکستِ فاش نہ دے دے۔ اسی طرح نصرانیت اور ہندومت کی سازشوں کو سمجھنا اور ان کا مقابلہ کر کے انہیں شکست دینا بھی اسی کا جزو ہے۔ یہ ہدف زبانی دعووں اور امن و سلامتی کے نام پر کئے جانے والے معاہدوں سے جن کا واضح مقصد ان قوتوں کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا ہے' حاصل نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس کے لئے بصیرت افروز پختہ سوچ اور گہرے ایمانی جذبات کا پایا جانا ضروری ہے۔

یہ نعرے لگائے جاتے ہیں کہ "فرات سے لے کر دریائے نیل تک اسرائیل تری سرحدیں ہیں۔" اور یہ بھی کہا جاتا ہے "چاولوں کے کھیتوں سے کھجور کے جھنڈوں تک" یہود نے اس خیالی نعرے کو پے در پے کوششوں سے اپنے حامیوں کے دلوں میں ڈال دیا ہے۔ اس کے مقابلے میں ہمارے دینی لٹریچر میں بچی بشارتیں موجود ہیں کہ اسلام عالم گیریت حاصل کریگا اور ساری دنیا میں اس کا ڈنکا بجے گا۔ ہماری تاریخ بھی شاندار اور سچے عالمگیر حقائق پر مبنی ہے۔

۵۔ ہمہ جہت ترقی

امت مسلمہ کے پاس ہر نوع کے وسائل موجود ہیں۔ جنہیں بہتر طور پر استعمال میں لا کر ہم اپنی تمام ضروریات زندگی احسن طور پر پوری کر سکتے ہیں۔ یہ بات اسلامی ممالک کے لئے باعث ندامت ہے کہ وہ زرعی ملک ہوں اور اناج سے باہر سے منگوائیں۔ یہ ممالک لوہے کی صنعت میں ضروری مہارت و استعداد نہیں رکھتے۔ جیسے قرآنی ارشاد ہے۔

وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ (الحدید)

اور لوہا اتارا جس میں بڑا زور ہے اور لوگوں کے لئے منافع ہیں۔

ہم نے یہ آیت بار ہا پڑھی ہوگی فِیْہِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ جو ہمیں عسکری قوت حاصل کرنے کیلئے صنعتی ترقی پر ابھارتی ہے۔ لیکن ہم نے شاید اس پہلو پر غور نہیں کیا امت مسلمہ کے پاس ثروتوں کے لامحدود خزانے موجود ہیں۔ یہ خزانے امت کے میدانوں اور پہاڑوں میں' اس کی وادیوں اور صحراؤں میں' اس کے سمندروں اور دریاؤں میں بکھرے پڑے ہیں۔ ہماری جغرافیائی اہمیت بھی اپنی جگہ مسلمہ ہے اور افرادی قوت بھی وافر ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم ان بیش بہا قیمتی خزانوں کا صحیح استعمال جان جائیں تا کہ دنیا کی دیگر اقوام ہماری دست نگر ہوں۔

۶۔ حصول علم

کامل انسان بننے اور دنیا میں انسان کی آمد کے مقصد کو پورا کرنے کے لئے علم کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نمائندہ اور خلیفہ

ہونے کی حیثیت سے وہ اپنی ذمہ داریاں تب ہی نباہ سکتا ہے جب وہ تمام اشیاء کے متعلق علم رکھتا ہو۔ نبیؐ نے فرمایا ''حضرت معاویہؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ جس سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اُسے دین کی سمجھ وشعور عطا فرماتا ہے اور میں صرف (علم) تقسیم کرنے والا ہوں اور دینے والا تو اللہ ہے۔ (متفق علیہ)'' حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جو شخص علم کی طلب میں نکلا تو وہ اس وقت تک اللہ کی راہ میں شمار ہوگا جب تک لوٹ نہ آئے۔ (ترمذی) آج انسان نے جتنی ترقی کی ہے زمین سے بے شمار خزانے نکالے ہیں' آسمان کی وسعتوں تک رسائی حاصل کی ہے یہ سب کچھ علم کے صدقے ہے۔ اسلامی امتہ اگر اپنا وجود منوانا چاہتی ہے' اپنی عظمت رفتہ کے حصول کی تمنا رکھتی ہے تو اُسے علم کے بغیر حاصل نہیں کرسکتی۔ اسلام نے ہر قسم کی تعلیم حاصل کرنے اور تمام فنون سیکھنے کی ترغیب دی ہے۔ جن میں طب' ہندسہ' صناعت' فلکیات' تاریخ' منطق وغیرہ شامل ہے۔

۷۔ پیغام رسانی

ذرائع مواصلات کی ترقی نے اس زمینی سیارہ کو ایک بڑا قصبہ بنا دیا ہے۔ جہاں چپہ چپہ قابل رسائی ہے۔ ٹیلیفون' ٹیلکس' فیکس' انٹرنیٹ اور ٹرانسمشن کے ذریعے سے فاصلے ختم ہو چکے ہیں اور ساری دنیا ایک قبیلہ سا بن چکی ہے۔ اس ترقی کے ساتھ ساتھ ایک خطرہ بھی پوشیدہ ہے کہ ان سہولتوں کو غلط طور پر استعمال نہ کیا جائے۔ امت مسلمہ کی یہ ذمہ داری بھی ہے کہ وہ اس خطرہ سے آگاہ ہو اور منفی اثرات سے بچ سکے۔

۸۔ تبلیغ ودعوتِ دین

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنا انسان کی دنیوی زندگی کی بہتری' نجات اور اخروی زندگی کی کامیابی کا ذریعہ ہے۔ دنیا کے اندر جب معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے اور وہ بڑھتا رہتا ہے اگر نیک لوگ آگے بڑھ کر اس بگاڑ کو نہ روکیں۔ اس کے سامنے بند نہ باندھیں تو ایک دن فساد نیک اور صالح لوگوں کے گھروں تک بھی پہنچ جائے گا اور پھر ان کی دعائیں بھی قبول نہ ہوں گی اور مومن کو اس عمل کا جو آخرت کا نفع ہوگا اُس کے بارے میں حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ ''نبی ﷺ نے فرمایا اللہ تمہارے ذریعے سے کسی ایک آدمی کو ہدایت دے دے تو یہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔'' (بخاری ومسلم) آج امت مسلمہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس فریضہ سے غفلت نہ برتے اور وہ فروعی' جزوی اور غیر اہم باتوں سے ہٹ کر امت کی صحیح رہنمائی کرے تاکہ دنیا میں اسلام کا بول بالا ہو۔

۹۔ خواتین کا درجہ

مذاہب عالم میں اسلام دنیا کا پہلا اور آخری دین ہے جس نے عورت کو ماں' بیٹی' بہن اور بیوی کی حیثیت سے باوقار مرتبہ دیا ہے۔ اسلام گھر کے ماحول کو پُرامن اور خوشگوار رکھ کر افراد کی تربیت کرتا ہے۔ اسلام نے خواتین کو علم حاصل کرنے کا حق دیا ہے۔ نبیؐ نے فرمایا ''ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے'' روزی کمانے کی اصل ذمہ داری تو اسلام نے مرد کو سونپی مگر عورت ایک مشیر کے طور پر اچھی معاون ثابت ہوسکتی ہے اور یہ تب ہی ممکن ہوگا جبکہ وہ تعلیم سے آراستہ ہو اور حالات سے آگاہ ہو۔ پھر ایک خاص حدود میں عورتیں فرائض مملکت میں اپنا کردار ادا کرتی رہی ہیں۔ اس لئے تعلیم وتعلم' طب اور دیگر متعلقہ امور میں ان سے مدد لی جاسکتی ہے۔ امت مسلمہ کی ذمہ

داری ہوگی کہ وہ مسلمان عورتوں کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کریں تا کہ وہ اپنی اولاد کی بہتر تربیت کر کے انہیں امت مسلمہ کا ایک بہتر فرد بنائیں۔

۱۰۔ امت مسلمہ کی بیداری کی ضرورت

مذکورہ بالا اہداف حاصل کرنے کیلئے ضروری ہے کہ امت مسلمہ کو پھر سے بیدار کیا جائے اور انہیں ان کی ذمہ داریوں سے آگاہ کیا جائے۔ تا کہ آج کے مادی مسلمان میں پھر سے روحانیت جاگ اٹھے۔ کیونکہ امت مسلمہ کی ترقی و کامیابی صرف مادیت میں نہیں بلکہ مادیت و روحانیت کے اشتراک میں مضمر ہے۔ اس لئے دور حاضر کے مسلمان کی تہذیبی' اخلاقی اور نفسیاتی تربیت' انسانِ مطلوب کے اعلیٰ معیار پر کی جانی چاہیئے۔ ایسے افراد تیار کرنا ہوں گے جو ہوائے نفس کی غلامی سے آزاد ہوں' جو علاقائیت کے سحر میں مبتلا نہ ہوں اور جنہیں شر دھوکہ نہ دے سکے' وہ پیش آمدہ مشکلات سے پریشان نہ ہوں بلکہ ان پر قابو پانے اور حق و سچ پر پامردی سے ڈٹ جانے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ اس اعلیٰ مقصد کے حصول کے لئے تربیت انسان میں مؤثر کردار ادا کرنے والے اداروں کو مل کر کام کرنا ہوگا۔ جن میں مدرسہ' مسجد' اخبارات' رسائل' ریڈیو' ٹی وی اور فلم سب ہی شامل ہیں۔ الغرض تمام ادارے اس فرض کی ادائیگی میں شریک ہوں تا کہ اللہ پر ایمان' اسلام کے سچے پیغام اور آخرت کے دائمی گھر سب کی آبیاری ہو سکے۔ اور نوع انساں کے فائدے کی کوئی صورت پیدا ہو سکے۔

حوالہ جات

القرآن المجید

تفسیر تدبر القرآن

تفسیر تفہیم القرآن

تفسیر معارف القرآن

تفسیر فی ظلال القرآن

حدیث

بخاری' مسلم' مشکوٰۃ

بلوغ المرام......علامہ ابن حجر عسقلانی ترجمہ مولنا عبدالتواب

تاریخ

سیرت النبیؐ......سید سلیمان ندوی و شبلیؒ

سیرت رسول عربی......پروفیسر علامہ نور بخش توکلی

الرحیق المختوم......صفی الرحمان مبارک پوری

سیرت سرور دو عالم......سید ابوالاعلیٰ مودودی

دیگر کتب و رسائل

اردو لغت جلد اول و دوم......ترقی اردو بورڈ کراچی

رسول اکرمؐ کی حکمت انقلاب......سید اسعد گیلانی

منہج انقلاب نبوی......ڈاکٹر اسرار احمد

نقوش رسول نمبر......محمد طفیل ادارہ فروغ اردو لاہور

مغربی ممالک میں خطبات......محمد ادریس تاج کتب خانہ پشاور

تجلیات حبیب' ماہنامہ افکار معلم ترجمان القرآن' محدث' الفاروق' منہاج القرآن

اسلام اور معاشرتی' سیاسی اور معاشرتی نظریات......چوہدری غلام رسول علمی کتب خانہ لاہور

نیا عالمی نظام

(New World Order)

ڈاکٹر محمد اشرف شاہین قیصرانی کوئٹہ

تعارف و تجزیہ

نئے عالمی نظام کا تصور ہر چند اب نیا تو نہیں رہا تاہم یہ سوال اپنی جگہ بہر حال بہت اہم اور پریشان کن ہے کہ اُمت مسلمہ اس نظام کی تشکیل کے ساتھ ساتھ اپنی ذمہ داریوں سے کس حد تک عہدہ برآ ہو سکتی ہے نیز اسے مستقبل میں کیا کچھ کرنا ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ سرد جنگ کے خاتمے کے بعد امت مسلمہ ہی وہ قوت ہے جس نے دوسری قوت کے طور پر اُبھر کر سامنے آنا تھا لیکن بدقسمتی سے یا پھر اپنی نا اہلی سے اُمت مسلمہ اب تک اپنے لئے کسی واضح لائحہ عمل کا تعین تک نہیں کر سکی۔ ''تہذیبوں کے تصادم'' اور ''اختتام تاریخ'' جیسے مفروضوں نے اُمت مسلمہ کیلئے خاصی پریشان کن صورتحال پیدا کر دی ہے۔ عالمگیریت (Globalization)' اعتدال پسندانہ جمہوریت کاری (Democratie Liberalization) اور بہت سی دوسری اصطلاحات مثلاً پرائیویٹائزیشن' بنیاد پرستی' انسانی حقوق اور دہشت گردی وغیرہ نے تو پریشان کر ہی رکھا تھا کہ ۱۱ ستمبر نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ اب روز بروز اور لحہ بہ لحہ بدلتی ہوئی صورتحال انتہائی غور و فکر کی متقاضی ہے۔

نئے عالمی نظام کی اہمیت اور اکیسویں صدی کے تمام تر چیلنجز کے باوجود یہ بات بھی حیران کن ہے کہ پوری اُمت مایوسی کا شکار ہے بلکہ جدید الفاظ میں شدید ڈپریشن (Depression) کا شکار ہے۔ لیکن نہ تو ان نام نہاد مفروضوں اور اصطلاحوں پر غور و فکر کا کوئی معقول انتظام ہے نہ دہشت گردی کی روک تھام کیلئے کوئی اجتماعی لائحہ عمل کیا گیا ہے اور نہ ہی دہشت گردی کے نام پر ہونے والی عالمی جارحیت کا مقابلہ کرنے کی کوئی اجتماعی کاوش منظر عام پر آئی ہے۔

حالانکہ مسلمانوں کو رجائی پسند ہونا چاہیئے۔ بقول اقبالؒ

شاہین کبھی پرواز سے تھک کر نہیں گرتا
پردم ہے اگر تو تو نہیں خطرہ افتاد

اور حقیقی مؤمنین سے اللہ کا یہ وعدہ بھی ہے کہ

وَ انتم الاعلون اِن کنتم مؤمنین. (1)

''اور تم ہی کامیاب رہو گے اگر تم (حقیقی) مومن ہوئے۔''

حقیقی مومن اور مرد مسلمان بننے کا خواب اسوقت تک شرمندۂ تعبیر نہیں ہوتا جب تک کہ سیرت طیبہ اور تعلیمات نبوی کو حرزِ جاں نہ بنایا جائے۔ خیر عشق رسول اور حب رسول تو الگ سے ایک مکمل موضوع ہے۔ جس پر اس مقالے میں گفتگو کی بہت کم گنجائش ہے۔ بلکہ خطرہ یہ ہے کہ یہ مقالہ زیادہ تر نیو ورلڈ آرڈر کے پیچ و خم میں الجھ کر رہ جائے گا اور سیرت طیبہ پر گفتگو کے مواقع بہت کم ہوں گے۔ اللہ

مدد فرمائے۔آمین

نیو ورلڈ آرڈر یا نیا عالمی نظام ہے کیا؟ اور اِس کا خالق کون ہے؟ معروف کالم نگار اور مغربی دانشور البرڈورفر (Dm Oberdorfer) لکھتے ہیں۔

''نئے عالمی نظام کا خاکہ دراصل صدر جارج بش (سینئر) اوران کے قومی سلامتی کے مشیر (Brent Seowcroft) کے ذہن کی تخلیق تھا۔کویت پر چند دن پہلے ہی عراقی قبضہ ہوا تھا اور صدر بش اپنی تعطیلات کے دوران مچھلی کے شکار سے لطف اندوز ہورہے تھے۔یہ 23 اگست 1990 کا دن تھا جب نئے عالمی نظام کا خاکہ تخلیق ہوا۔اصل مقصد یہ تھا کہ خلیج میں درپیش بحران سے نمٹنے کیلئے امریکہ کے پاس کیا کیا آپشنز ہیں۔''(2)

دراصل سرد جنگ کے خاتمے کے بعد دنیا بھر میں یکے بعد دیگرے کچھ ایسی تبدیلیاں رونما ہوئیں جن سے فائدہ اٹھانے کیلئے عالمی قوتوں کو بہت کچھ سوچنا پڑا۔روس شکست سے دوچار ہوا'مشرقی یورپ کی ریاستیں جو پہلے کسی نہ کسی انداز سے روس کے زیراثر تھیں آزاد ہونے لگیں اور بطور آزاد ریاست کے انہوں نے اپنے مستقبل کے بارے میں سوچنا شروع کردیا۔جرمنی جو دو حصوں میں منقسم تھا دیوارِ برلن کے گرنے کے بعد وہ ایک متحدہ قوت بن کر دنیا کے نقشے پر اُبھرا اور اپنے ماضی کی روشنی میں اس کے بارے میں یہ سمجھا جانے لگا کہ وہ مستقبل میں بہت بڑی معاشی قوت ہوگا اور اپنے معاشی کردار کی وجہ سے شاید مستقبل کی عالمی قوت بھی بن جائے کیونکہ اب تک یہی خیال تھا کہ مستقبل اسی کا ہوگا جس کے پاس معاشی قوت اور بالادستی ہوگی۔جاپان اور چین بھی معاشی طور پر پوری دنیا کی معاشی منڈی پر چھا چکے تھے۔یکم اپریل 1991ء کو وارسا پیکٹ بھی ٹوٹ گیا۔نتیجتاً امریکہ کو یہ احساس ہوا کہ اس وقت وہ واحد عالمی طاقت ہے اور اسوقت سے پہلے کہ جب کوئی دوسری عالمی قوت وجود میں آئے اسے اپنے دائرہ اختیار کو وسیع سے وسیع تر کرلینا چاہیئے یہ وہ دور تھا جب خلیج کی جنگ میں اسے کامیابی حاصل ہوئی تھی اور تیل کے بہت سے کوئیں کویت کے علاقوں میں شامل کرکے اس کے دائرہ اختیار میں آچکے تھے۔چنانچہ 13 اپریل 1991ء کو صدر جارج بش نے امریکی عوام سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ:

''ایک نیا عالمی نظام درحقیقت اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ امریکہ کو کامیابیوں کے بعد اپنی بین الاقوامی ذمہ داریوں سے عہدہ برا ہونا ہے یہ ہمیں اُن نئے راستوں اور طریقوں سے روشناس کراتا ہے جن کے ذریعے ہم دوسری قوموں کے ساتھ مل کر نفرت اور غصے (Aggression) کا خاتمہ اور اقوامِ عالم کو استحکام'خوشحالی اور سب سے بڑھ کر امن سے ہمکنار کرسکتے ہیں۔''(3)

نیو ورلڈ آرڈر کے اِس تصور کے ساتھ امریکی دانشوروں نے امریکی حکومتوں کو یہ بھی باور کرادیا کہ:

''ساتویں صدی فرانس کی تھی'انیسویں برطانیہ کی اور بیسویں امریکہ کی۔اکیسویں بھی امریکہ کی ہوگی۔''(4)

چنانچہ امریکہ نے خود کو واحد عالمی طاقت سمجھتے ہوئے نیو ورلڈ آرڈر کے تناظر میں حسب ذیل مقاصد کو اپنا مطمع نظر بنالیا۔

(۱) عالمگیریت (Globalization)

(۲) آزادیٔ فکر و جمہوریت (Democratic Liberalization)

(۳) نفرت اور دہشت گردی کے خلاف مزاحمت (Deterrance against aggression & Terrorism)

(۴)　آزاد معیشت اور نج کاری (Privitization & free economy)

ان جدید اصطلاحات کو اچھے خاصے پڑھے لکھے آدمی کیلئے بھی سمجھنا آسان نہیں کجا یہ کہ کوئی آدمی ان کی گہرائی تک پہنچ سکے۔ پھر بظاہر ان اصطلاحات کا مقصد کتنا ہی معقول اور انسان دوستی پر مبنی کیوں نہ ہو پس پردہ عوامل اور معروضی صورتحال ان سے یکسر مختلف ہے۔ چنانچہ آج امت مسلمہ جس بحرانی کیفیت سے دوچار ہے۔ اس کا ایک اہم سبب نیو ورلڈ آرڈر کے حقیقی مضمرات سے آگاہ نہ ہونا اور اپنے نظریہ حیات سے روگردانی ہے۔

آئندہ سطور میں ان اصطلاحات کو زیر بحث لا کر اُمت مسلمہ کی ذمہ داریوں پر گفتگو کی جائے گی۔

عالمگیریت (Globalization)

سب سے پہلے عالمگیریت یا (Globalization) کے حقیقی مفہوم اور پس پردہ مقاصد سمجھنا لازم ہے۔ یہ بات تو اب ہر کس و ناکس کے علم میں آ چکی ہے کہ انفارمیشن ٹیکنالوجی کے سیلاب نے دنیا کو ایک گلوبل ویلج کی شکل میں ایک دوسرے سے اسقدر قریب تر کر دیا ہے کہ دنیا کی کوئی بات کسی سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ اس مواصلاتی یا اطلاعاتی انقلاب نے جہاں انسان کو بہت سے فوائد سے نوازا ہے وہاں ترقی پذیر بالخصوص اسلامی ممالک بہت سے مسائل سے بھی دوچار ہوئے ہیں۔ مثلاً (۱) عالمی میڈیا کی ثقافتی یلغار کے منفی اثرات (۲) مغربی ذرائع ابلاغ کا مسلمانوں کے خلاف انواع واقسام کا پراپیگنڈہ اور الزامات' (۳) امیر ممالک کی تیار کردہ اشیاء کیلئے منڈیوں کی تلاش اور بذریعہ اشتہارات غریب ممالک کے عوام کو اپنی تیار کردہ اشیاء تعیش سے متعارف کرانا۔ بعض دانشور تو یہاں تک کہتے ہیں کہ

''سیاسی اور بین الاقوامی معاملات کے لحاظ سے عالمگیریت سے مراد ریاست کے دائرہ کار میں آنے والے چار اہم وظائف کو عالمی بنانا ہے یعنی معیشت' بیرونی تجارت' خارجی تعلقات اور دفاع۔'' (۵)

اور یہ بھی کہ

''گلوبلائزیشن درحقیقت سرمایہ داری کے غلبے کا نام ہے اس کے ذریعے مغرب کا فاضل سرمایہ پوری دنیا بالخصوص تیسری دنیا کے ممالک پر اپنا استعمار قائم کرنا چاہتا ہے وہ اس تہذیب اور ثقافت کے تسلط کا خواہاں ہے جو مغرب کی شناخت ہے۔'' (۶)

اس جائزے سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ نیو ورلڈ آرڈر کے اولین اہم ستون ''عالمگیریت'' سے امت مسلمہ کو جو مسائل درپیش ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱)　اپنی تہذیب وثقافت کو درپیش خطرات

(۲)　عالمی معیشت میں اپنے کردار کا تعین

(۳)　اپنے خارجی تعلقات اور دفاع کیلئے پالیسی وضع کرنا

فکری آزادی اور جمہوریت کاری

نیو ورلڈ آرڈر کا دوسرا اہم ستون آزادی فکر یا آزاد روی اور جمہوریت کاری ہے جسے انگریزی میں

(Democratic Liberlization) کی جدید اصطلاح میں متعارف کرایا جارہا ہے۔ بدقسمتی سے اکثر اسلامی ممالک جمہوریت کی حقیقی اقدار سے اب تک ناآشنا ہیں بلکہ یہ بات بھی اپنی جگہ ایک سوال ہے کہ کیا اسلام اور جمہوریت ایک ساتھ مل بھی سکتے ہیں یا نہیں۔ کیونکہ ہم صرف سیاسی نظام کی حد تک (جسے ہمارے مفکرین اسلامی جمہوریت کہتے ہیں) تو جمہوریت کو شاید اپنا بھی لیں مگر مغرب ہمارے اس تصور سے شاید کبھی بھی مطمئن نہ ہو۔ بہرحال اب تک تو بیشتر اسلامی ممالک شہنشائیت اور فوجی حکومتوں کے زیر اثر ہیں۔ جمہوریت اور آزادروی سے ہی متعلق کچھ اور معاملات بھی ہیں مثلاً آزادی اظہار رائے' اقلیتوں کے حقوق' خواتین کے حقوق اور بہت سے دیگر انسانی حقوق (جو اسلام نے تو عطا کئے ہیں) مگر ہمارے معاشروں میں ان کی معروضی صورتحال مغرب کی نظر میں تسلی بخش نہیں۔ ایک اور اہم مسئلہ خود ہمارے معاشروں میں روایت اور جدیدیت کا ہے۔ یعنی اسلام کی جدید تشریح وتعبیر خود ہمارے ہاں ایک سے زائد قسم کے فہم اسلام رکھنے والے موجود ہیں اور مغرب والوں کا مسئلہ مذہب اور معاشرے میں حدود وفاصل قائم کرنے کا ہے۔ یعنی مذہب کا محدود کردار جو خود ان کے معاشروں میں رائج ہے (بلکہ اب تو سرے سے ناپید ہورہا ہے) اسلام کیلئے ویسا ہی کردار متعین کرنا ان کی خواہش ہے۔ سیکولرزم اور اسلام کی بحثیں ہمارے ہاں بھی چلتی رہی ہیں اور یہ سوال بھی اب خاصی اہمیت اختیار کرتا جارہا ہے کہ ایک سیکولر معاشرہ اسلام کیلئے زیادہ موزوں ہے یا نہیں۔

بہرحال نیوورلڈ آرڈر کے دوسرے ستون Democratic Liberalization کا مقصد معاشرے کو آزاد خیالی' روشن فکر' جمہوریت' انسانی حقوق اور مذہب کے کردار کو محدود کرنے والے عامول سے روشناس کرانا ہے اور اس سلسلے میں ہمارے بعض مفکرین کے نزدیک NGOs اہم کردار ادا کررہی ہیں۔ بہرحال نئے عالمی نظام کے اس دوسرے ستون سے امت مسلمہ کو حسب ذیل مسائل درپیش ہیں۔

(۱) جمہوریت اور جمہوری اقدار کا نفاذ

(۲) انسانی حقوق کا جدید تصور بالخصوص اقلیتیں اور خواتین

(۳) اسلام کی جدید تشریح وتعبیر

(۴) سیکولرزم اور اسلام کی کشمکش

(۵) NGOs کا متنازعہ کردار

دہشت گردی اور جارحیت کی مزاحمت (DETERRANCE AGAINST AGGRESSION & TERRORISM)

نیوورلڈ آرڈر کا تیسرا اہم ستون' دہشت' جارحیت اور غصہ ونفرت کے خلاف جنگ/مزاحمت'' کو قرار دیا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ نیوورلڈ آرڈر کا آغاز بھی عراق کی کویت پر جارحیت اور پھر خود امریکہ کی عراق پر جارحیت سے ہوا اور آہستہ آہستہ اس کا دائرہ پھیل کر افغانستان اور فلسطین اور اب دوبارہ عراق تک آپہنچا ہے۔ بدقسمتی سے جارحیت زدہ تمام ممالک مسلمان ممالک ہیں اور مستقبل میں جن ممالک کی نمبر شماری کی جارہی ہے وہ سب بھی مسلمان ہیں۔ مثلاً عراق' ایران' سعودی عرب' پاکستان اور انڈونیشیا وغیرہ لیکن یہ تو صرف

کہنے کی بات ہے۔ مستقبل میں کیا ہوگا ذات باری تعالیٰ ہی بہتر جانتی ہے تاہم یہ حقیقت ہے کہ نیو ورلڈ آرڈر متعارف کراتے ہوئے اس وقت کے صدر امریکہ جارج بش نے یہ بھی کہا تھا کہ "ترقی پذیر ممالک کی حدود حتمی نہیں ہیں۔ ان میں تغیر وتبدل ہو سکتا ہے اور اب تک انڈونیشیا میں مشرقی تیمور، افغانستان کا سیاسی نقشہ بدلنا (جبکہ اب افغانستان کی تقسیم کی باتیں بھی ہو رہی ہیں) (۸)، فلسطین کو دن بدن کمزور سے کمزور تر کرنا، کشمیر پر پاکستان کے موقف کی پذیرائی نہ ہونا، چیچنیا اور کوسوو کی المناک صورتحال اور الجزائر، سوڈان، قبرص، نائجیر یا نیز اب یورپی ممالک اور بالخصوص امریکہ میں ۱۱ ستمبر کے بعد مسلمانوں کو طرح طرح سے تاراج کرنا جیسے جتنے بھی واقعات ظہور پذیر ہو رہے ہیں ان میں مبینہ "دہشت گرد" مسلمان ہیں اور جارحیت کے خاتمے کیلئے دنیا کی واحد سپر پاور اپنے بدلتے ہوئے اتحادیوں کے ساتھ سرگرم عمل ہے۔ نتیجتاً ہمارے مسائل حسب ذیل ہیں۔

(۱) کیا واقعی مسلمان دہشت گرد ہیں۔ اگر ہیں تو کیا کرنا ہے اور نہیں تو پھر ہماری ذمہ داری کیا ہے؟

(۲) جارحیت کا مقابلہ کس طرح کرنا ہے؟

(۳) کیا ہم عالمی قوتوں کا مقابلہ کرنے کی طاقت رکھتے ہیں؟

آزاد معیشت اور نج کاری (Privitization & Free Trade)

نیو ورلڈ آرڈر کا چوتھا ستون مگر سب سے اہم مقصد آزاد منڈی کی معیشت کو فروغ دینا ہے اور اس کیلئے نج کاری (Privitization) اور مقامیت (Localization) وغیرہ جیسے ذرائع کر کے ایک ایسی معیشت کو متعارف کرانا ہے جس میں بین الاقوامی سطح پر مقابلہ ومسابقت کی بنیاد پر سرمایہ اور محنت میں تبادلہ اور توازن قائم رہے اور دنیا بھر گلو بلائز ہو کر ایک ہی منڈی بن جائے۔ ظاہر ہے یہ توازن تو شاید قائم رہے یا نہ رہے مگر امیر ممالک سے سرمایہ غریب ممالک کی طرف آئے گا مگر منافع کھینچ کر مغرب میں چلا جائے گا۔ اچھے ہنرمند اور انجینئرز کا بہاؤ بھی غریب ممالک سے امیر مالک کی طرف ہوگا۔ اس سوچ کے ناقدین کہتے ہیں کہ

"امر واقعہ سرمایہ پرستی کی وہی قدیم ہوس ہے جو اس پوری حکمت عملی کے رگ وپے میں دوڑ رہی ہے۔" (۹)

یہ بھی ایک بدیہی حقیقت ہے کہ پوری دنیا کی معیشت کو ملٹی نیشنل کمپنیوں نے یرغمال بنا رکھا ہے اور ظاہر ہے ان کمپنیوں کے مالک مغربی ممالک کے بڑے بڑے صنعتکار اور ساہوکار ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ایک ایک کمپنی کا بجٹ غریب ملکوں کے سالانہ بجٹ سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ اس وقت پوری دنیا کا سرمایہ غریبوں سے کھینچ کر ان کمپنیوں کی تجوریوں میں منتقل ہوتا ہے۔

درج بالا بحث نیو ورلڈ آرڈر کے ذرائع کا تجزیہ کرنے کے بعد ہمارے سامنے جو چیلنج یا مسائل لے کر آئی ہے اسے ہم حسب ذیل تین عنوانات کے تحت زیر بحث لائیں گے۔

(۱) تہذیبی اور ثقافتی مسائل یا چیلنج

(۲) معاشی مسائل یا چیلنج

(۳) سیاسی چیلنج (بشمول خارجی، دفاعی اور دہشت گردی سے جنم لینے والے مسائل)

آیئے اب سیرۃ طیبہ سے راہنمائی حاصل کریں تا کہ ان چیلنجز یا مسائل سے نبرد آزما ہو سکیں۔

سیرۃ طیبہ اور اُمت مسلمہ کی ذمہ داریاں

(ا) تہذیبی اور ثقافتی مسائل اور

امت مسلمہ کی ذمہ داریاں

نیو ورلڈ آرڈر کے تجزیہ میں حسب ذیل تہذیبی اور ثقافتی مسائل کی نشاندہی کی گئی ہے۔

(ا) عالمی میڈیا کے ثقافتی اثرات کا مقابلہ

(۲) عالمی پراپیگنڈہ اور اس کا حل

(۳) لبرلائزیشن یا آزادروی

(۴) مکمل مغربی جمہوریت

سیرۃ طیبہ ﷺ کی روشنی میں ان مسائل کا حل تلاش کرنا چنداں مشکل نہیں تاہم آج کل امت مسلمہ کی جو اخلاقی اور عملی صورتحال ہے اس کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان تعلیمات پر عمل کرنا خاصا مشکل ہے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ ان تعلیمات پر عمل کیا جاتا تو آج یہ صورتحال پیش ہی نہ آتی۔ بہر حال تہذیبی اور ثقافتی چیلنجز کے مقابلے کیلئے اُمتِ مسلمہ کی ذمہ داریاں آنحضرت ﷺ کی سیرت طیبہ کے تناظر میں حسب ذیل ہیں۔

(ا) سب سے پہلی بات تو یہ ذہن نشین کر لی جائے کہ ہم خواہ کتنے ہی آزاد رو اور ترقی پسند کیوں نہ بن جائیں۔ قرآن کی حتمی پیشگوئی یہ ہے کہ

ولن ترضى عنك اليهود ولا النصرى حتى تتبع ملتهم ط قل ان هدى الله هو الهدى.(۱۰)

''اور آپ سے نہ تو یہودی کبھی خوش ہوں گے اور نہ عیسائی یہاں تک کہ ان کے مذہب کی پیروی اختیار کر لیں (اُن سے) کہہ دیجئے کہ اللہ کی ہدایت ہی (اصل) ہدایت ہے۔''

(۲) لہٰذا یہود اور نصارٰی کی خوشی یا ناراضگی کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ اصل چیز اللہ اور اس کے رسول برحق ﷺ کی رضا جوئی ہے۔ نیز یہ بھی کہ جس حد تک ہمیں سیرت طیبہ سے اعتدال' آزادی فکر' رواداری اور جمہوری اقدار کو اپنانے کا سبق ملتا ہے کیا ہم اس پر عمل پیرا ہیں۔ اگر واقعی ویسا ہے تو پھر ترکی اور مصر کے مقابلے میں افغانستان اور پاکستان کا فہم اسلام مختلف کیوں ہے۔ بلاشبہ اسلام ایک ہی ہے مگر تفاوت فروعات میں نہیں عصر حاضر کے اہم مسائل کے حل میں بھی ہے اور اس ضمن میں میرے نزدیک آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد کو مشعلِ راہ بنانے کی ضرورت ہے کہ

الحكمة ضالة المؤمن فحيث وجدها فهو احق بها. (۱۱)

''حکمت مومن کی گمشدہ میراث ہے جہاں پائے وہ اس کا زیادہ حقدار ہے۔''

(۳) مکمل مغربی جمہوریت یقیناً اسلامی تعلیمات کا تضاد ہے مگر نظام خلافت کا احیاء تو اسلام کا مقصود عین ہے۔ کتنے اسلام ممالک ایسے ہیں جن میں حقیقی اسلامی جمہوریت یا نظام خلافت رائج ہے۔ بدقسمتی سے شاید ایک بھی نہیں۔ شخصی آزادیوں کی صورتحال بھی تسلی بخش نہیں حالانکہ حقوق انسانی کا اسلامی چارٹر اقوام متحدہ کے چارٹر سے زیادہ جامع اور قابل عمل ہے۔ اسی طرح آزادی فکر' آزادی اظہار رائے' فنون لطیفہ' تفریح کے مواقع اور بہت سے ایسے اقدامات ہیں جن کیلئے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں موثر اور یکساں حکمت عملی (قدرے کشادہ دلی سے) اختیار کی جاسکتی ہے۔ مگر اس مقصد کیلئے سیرت طیبہ سے رہنمائی حاصل کر کے کوئی یکساں پالیسی مرتب نہیں کی گئی اور شاید یہی وجہ ہے کہ ہم نہ تو عالمی پالیسی مرتب نہیں کی گئی اور شاید یہی وجہ ہے کہ ہم نہ تو عالمی میڈیا کے ثقافتی اثرات کا مقابلہ کر پا رہے ہیں نہ ہی عالمی پراپیگنڈا کا دندان شکن جواب دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ حتیٰ کہ ہم اس اسلامی اعتدال پسندی سے بھی گریزپا ہیں جو مغرب کی آزادروی کا منہ توڑ جواب ہے۔ ہم اس بارے میں ہمیشہ افراط وتفریط کا شکار ہوتے ہیں۔ اسی طرح ہم اپنے عوام کو بھی یکساں حقوق دینے پر تیار نہیں (کیونکہ اکثر اسلامی ممالک جاگیردارانہ اور سرمایہ دارانہ طبقاتی نظام کے چنگل میں گرفتار ہیں یا پھر شہنشائیت' ملوکیت اور آمریت کے پنجہ استبداد میں ہیں)۔

ان تمام معاملات میں ہمارے لئے سیرت طیبہ کے پیغام حسب ذیل ہیں۔

(الف) ''لوگو! آگاہ رہو۔ تمہارا رب ایک ہے۔ عربی کو عجمی پر یا عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں۔ کالے کو گورے پر یا گورے کو کالے پر کوئی فضیلت نہیں۔ اگر ہے تو تقویٰ کی بناء پر ہے۔ درحقیقت تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہے۔'' (۱۲)

- ہمیں اپنے معاشروں میں رنگ' نسل' غربت' امارت' ذات وغیرہ کے تمام امتیازات سے بالاتر ہو کر ایک ہی شناخت کو اپنانا ہوگا اور وہ ہے اُمت مسلمہ (اُمت محمدیہؐ) کی شناخت:

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسول ہاشمی

(ب) اسلام کے نظریہ جمہوریت کے مطابق تمام اسلامی ممالک کو اپنے ہاں اسلامی جمہوریت کے کم از کم اصولوں کو لازماً نافذ کرنا ہوگا۔ کیونکہ اب دنیا بہرحال اتنی ترقی کر چکی ہے کہ شہنشاہیت یا آمریت کیلئے اب اس میں بہت کم گنجائش رہ گئی ہے۔ دنیا بھر میں ابھرتی ہوئی اسلامی تحریکیں جہاں ایک طرف اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ عالمی سطح پر اسلامی بیداری کی لہر پیدا ہو رہی ہے' ہیں اس بات کی بھی غماز ہیں کہ جبر واستبداد اور ملوکیت و امریت کے قدم بھی اُکھڑنے والے ہیں۔ بہرحال اُمت مسلمہ کیلئے جمہوری اقدار کا احیاء عصر حاضر کی ایک توانا آواز ہے اور اکیسویں صدی کے نئے عالمی نظام کا چیلنج بھی۔ سیرت طیبہ کا حکم بھی یہی ہے کہ:

''میری اُمت کے عابد لوگوں کو جمع کر کے باہمی مشورہ کرو اور کسی ایک رائے پر فیصلہ نہ کر ڈالو۔'' (۱۳)

طبقات ابن سعد میں صحابہ کرام کے استفسار پر حضرت عمرؓ کا یہ ارشاد موجود ہے کہ وہ کام کرو جس کی طرف رائے دینے والوں کی کثرت ہو اور یہ بھی حضرت عمرؓ ہی کا ارشاد ہے:

''جو شخص مسلمانوں کے مشورے کے بغیر اپنی یا کسی اور شخص کی امارت کیلئے دعوت دے تو تمہارے لئے حلال نہیں کہ اسے قتل نہ کرو۔''(۱۴)

(ج) جہاں تک عالمی میڈیا کے ثقافتی اثرات کا تعلق ہے اس کا توڑ صرف اور صرف ذہنی پختگی' اخلاق و کردار' خاندانی نظام کا مضبوط ارتباط اور سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں تعمیر سیرت کے سوا اور کچھ نہیں۔ اس ضمن میں اخلاق و کردار اور تعمیر سیرت سے متعلق آنحضرتؐ کے ارشادات کا ایک وسیع ذخیرہ موجود ہے۔ تاہم اس بارے میں یہ ارشادِ گرامی ہر مسلمان کیلئے واجب العمل ہے اور ایمان کا تقاضا بھی کہ:

ترکت فیکم امرین لن تضلّوا ماتمسکتم بهما کتاب اللّٰه و سنة رسوله. (۱۵)

''میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ کر چلا ہوں جب تک انہیں مضبوطی سے تھامے رہو گے گمراہ نہیں ہو گے یہ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت ہے۔''

قرآن پاک اور سنت رسول پر عمل کیلئے عصر حاضر میں اپنے خانقاہی نظام کا احیاء بھی لازم ہے کیونکہ دلوں کو خوف خدا اور معرفت حق سے آشناء کرنے میں اولیاء اللہ کی صحبت نہایت موثر ثابت ہوتی ہے۔

(د) عالمی میڈیا کے ثقافتی اثرات سے محفوظ رہنے کیلئے امت مسلمہ کے حکمرانوں کو بھی سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان پر زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ آخر اُمت مسلمہ اپنے عوام کو کیوں ایسا اطلاعاتی نظام فراہم نہیں کر سکتی جو ایک طرف عوام کو غیر اسلامی ثقافتی میڈیا سے بے نیاز کر دے۔ دوسری طرف دشمنوں کے پراپیگنڈہ کا مثبت جواب بھی دے سکے۔

معاشی مسائل/چیلنج اور ہماری ذمہ داریاں

گذشتہ صفحات پر نئے عالمی نظام کا تجزیہ کرتے ہوئے معاشی مسائل کے ضمن میں جو اہم چیلنج سامنے آئے تھے وہ کچھ یوں ہیں۔

(۱) عالمی معیشت میں اپنے کردار کا تعین

(۲) آزاد معیشت کے نتائج سے آگاہ ہونا

(۳) پرائیویٹائزیشن

(۴) ملٹی نیشنل کمپنیوں کی اجارہ داری

انسانی تہذیب کی تاریخ میں معیشت ہمیشہ اہم ترین عامل رہا ہے (سوائے پیغمبروں کے' کہ ان کا اخلاق و کردار ہی اہم ترین عامل ہوا کرتا تھا) دنیا کی امامت انہی قوموں کے ہاتھ میں رہی ہے جو معاشی طور پر مستحکم ہوا کرتی تھیں۔ بہر حال عصرِ حاضر میں تو اس بات سے انکار بصد مشکل ہے کہ مستقبل اسی قوم کا ہوگا جو معاشی طور پر مستحکم اور باوقار ہوگی۔ اس وقت واحد سپر طاقت کی قوت کا اصل راز بھی یہی ہے اور دوسری عالمی طاقت کے تباہ ہونے کی اصل وجہ بھی یہی ہے۔ بہر حال امت مسلمہ کو درج بالا درپیش مسائل کا حقیقی حل تو اس وقت تک ممکن نہیں جب تک تمام عالم اسلام یک جان اور یک قالب ہو کر ''بنیان مرصوص'' کی صورت اختیار نہیں کرتا۔ کیونکہ

ید اللّٰه علی الجماعة و من شذّ شذّ فی النّار. (۱۶ الف)

''جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے جو اس سے بچھڑا وہ آگ میں گیا۔ اور

من فارق الجماعة شبراً خلع ربقة الاسلام من عنقه۔

''جو ایک بالشت بھر بھی جماعت سے جدا ہوا اس نے اسلام کا حلقہ اپنی گردن سے اتار پھینکا۔'' (۱۶)

المختصر اتحاد و یگانگت سے ہی اُمت مسلمہ عالمی معیشت میں اپنے کردار کا تعین کروا سکتی ہے۔ ورنہ وسائل تو اس وقت بھی بے پناہ ہیں تیل، سمندر، دریا، زرعی پیداوار، معدنیات، افرادی قوت کیا کچھ نہیں عالمِ اسلام کے پاس۔ بس کمی ہے تو صرف اتحاد و یگانگت کی۔

یہی چیزیں جنہیں ہم اپنے لئے خطرہ اور چیلنج سمجھتے ہیں یعنی آزاد معیشت، پرائیویٹائزیشن (نج کاری) اور ملٹی نیشنل کمپنیاں۔ ان کا مقابلہ ہمیں انہی کے ہتھیاروں سے کرنا ہوگا۔ اگر یہ ملٹی نیشنلز یورپ اور امریکہ کے سرمایہ دار مل کر بنا سکتے ہیں تو عالمِ اسلام بھی ایسا نہیں کر سکتا ہے۔ پرائیویٹائزیشن یا نج کاری کا عمل اگر تمام دنیا (بالخصوص امریکہ اور یورپ) کیلئے تباہ کن اور خطرناک نہیں تو ہم کیوں (نج کاری) سے خوف زدہ ہیں؟ یہ عجیب بات ہے کہ ۸۰۔۱۹۷۰ کے عشرے میں جب صنعتیں اور کاروبار قومیائے (نیشنلائز) کئے جا رہے تھے تو ہم اس عمل سے بھی خوف زدہ تھے اور اب نجی ملکیت میں آ رہے ہیں تو ان سے بھی خوف زدہ ہیں۔

ہمارے خوف کی اصل وجہ ہماری کسمپرسی کا عالم ہے اور سیرت طیبہ سے عملی روگردانی نے بھی ہمیں قصر مذلت میں دھکیل دیا ہے۔

معاشی میدان میں اصل خطرہ صرف یہ ہے کہ ہم اپنی معیشت کو تباہ کن غیر اسلامی اور غیر معاشی عوامل مثلاً سود، احتکار، اکتناز، اجارہ داری، اتلافِ مال، اسراف و تبذیر وغیرہ سے پاک کریں، اپنی بینکنگ اور انشورنس کے نظام کو اسلامی خطوط پر استوار کریں اور پھر تمام عالم اسلام یکجا ہو کر امن، انسانیت، شرافت، تہذیب اور اخلاق کا مجسمہ بن کر دنیا کے سامنے آئیں تو ہمیں کسی قسم کا کوئی معاشی چیلنج درپیش نہ ہوگا۔ مگر اس کیلئے قربانیاں تو دینا پڑیں گی۔ مدینہ کی ریاست بھی اس وقت تک قائم نہیں ہوئی جب تک تیرہ برس دکھ نہ سہے۔ اللہ کے گھر اور مکہ کی گلیوں کو خیر باد نہ کہا۔ یہود و نصاریٰ اور کفار و مشرکین سے امن کے معاہدے نہیں کئے۔ پندرہ برس تک دن رات ظلم و ستم، آلام و مصائب اور تکلیف در تکلیف جھیلنے کے بعد تب کہیں جا کر مسلمانوں کی مٹھی بھر جماعت میسر آئی اور غزوہ بدر میں اللہ کی نصرت و مدد سے فتح نصیب ہوئی تو لوگوں نے تب کہیں جا کر تسلیم کیا کہ مسلمان بھی ایک قوت ہیں۔

یہ شہادت گہہ اُلفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آساں سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

بدقسمتی سے آج ہمارے دنیاوی اور عارضی مفادات ہمارے اتحاد و اتفاق کی راہ میں حائل ہیں اور یہی وہ چیز تھی جو آج سے چودہ سو برس قبل آنحضرتؐ نے محسوس کر لی تھی۔ حجۃ الوداع سے واپسی پر شہدائے اُحد کے مقام پر مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے آپؐ نے فرمایا تھا:

''مجھے اس کا خوف نہیں کہ میرے بعد تم شرک کرو گے مگر ڈرتا اس سے ہوں کہ کہیں تم دنیا میں مبتلا نہ ہو جاؤ اور آپس میں لڑنے نہ لگو اگر ایسا کرو گے تو ہلاک ہو جاؤ گے جس طرح پہلی امتیں ہلاک ہو چکی ہیں۔'' (۱۷)

مولانا مودودی لکھتے ہیں:

''یہ فتنہ جس کے ظاہر ہونے کا سید الکونین کو اندیشہ تھا حقیقت میں ویسا ہی مہلک ثابت ہوا جیسا آپ ؐ نے فرمایا تھا۔ قرون اول سے آج تک اسلام اور مسلمانوں پر جو تباہی بھی نازل ہوئی ہے اسی کی بدولت ہوئی ہے۔ وصالِ نبویؐ کے چند ہی سال بعد ہاشمی اور اموی عصبیت کا فتنہ اٹھا اور اس نے اسلام کے اصلی نظامِ سیاست کو ہمیشہ کیلئے درہم برہم کر دیا پھر اس نے عربی، عجمی اور ترکی عصبیت کی شکل میں ظہور کیا اور اسلام کی سیاسی وحدت کا بھی خاتمہ کر دیا پھر مختلف ممالک میں جو مسلمان سلطنتیں قائم ہوئیں ان سب کی تباہی میں سب سے زیادہ اسی فتنہ کا ہاتھ تھا۔'' (۱۸)

یہ ہے وہ آئینہ جس میں آج امت مسلمہ کو بھی اپنا چہرہ ضرور دیکھنا چاہیئے۔ اب بھی وقت ہے کہ اُمت مسلمہ اپنے تمام تر اختلافات اور مفادات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے صرف OIC کو ہی مضبوط بنالے تو پوری دنیا کو اپنے رویوں پر نظر ثانی کرنی پڑے گی۔ حالانکہ OIC کی تشکیل کے وقت تو مسلمان دانشور یہ سوچ رہے تھے کہ شاید 21 ویں صدی میں پان اسلام کی طرز پر کوئی تحریک اٹھے گی اور تمام عالم اسلام یک جہت ہو کر پوری دنیا پر چھا جائے گا۔ خیر وہ خواب تو فی الحال پورا ہوتا نظر نہیں آتا کم از کم OIC کی نشاۃ ثانیہ تو ممکن ہے۔ اس جذبے کے ساتھ کہ ہم سب ایک نبی کے امتی ہیں اگر ہم اس کی اتباع میں ایک ہو گئے تو اللہ بھی ہمارے ساتھ ہو جائے گا۔

قل إن كنتم تحبّون الله فاتبعوني يحببكم الله. (۱۹)

''آپ ؐ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔''

سیاسی مسائل (بشمول خارجی، دفاعی اور دہشت گردی)

اُمت مسلمہ کے خارجی مسائل ہوں یا دفاع، روایت اور جدیدیت کا مسئلہ ہو یا دہشت گردی کے خلاف جارحیت کا، یہ سب سمٹ کر سیاسی مسائل کی شکل اختیار کر چکے ہیں بلکہ سیاسی مسائل کا دوسرا نام ''اسلامی تہذیب کو لاحق خطرات'' بھی رکھا جا سکتا ہے۔ حالانکہ ہم جانتے ہیں کہ کم از کم اس وقت تک سیاسی حوالے سے ''اسلامی تہذیب'' کا سرے سے کوئی وجود ہی نہیں۔ مگر سرد جنگ کے خاتمے کے بعد (Clash of Civilization) یا تہذیبوں کے تصادم کی اتنی تشہیر کی گئی ہے کہ ہم نے امریکہ کو مغربی تہذیب قرار دے کر اپنا مستقل دشمن سمجھ لیا ہے۔ دوسری طرف امریکہ اور اس کے چند نام نہاد اتحادیوں نے چند ناتواں اسلامی ممالک کو ''اسلامی تہذیب'' قرار دے کر مسلمان اُمۃ واحدہ ہیں لیکن سیاسی طور پر ہمارا کوئی اجتماعی پروگرام یا ایسا ایجنڈہ نہیں کہ ہم کسی دوسری تہذیب سے ٹکرانا چاہتے ہوں۔ اسی طرح مغربی ممالک میں بھی سب ایک ہی رویہ نہیں رکھتے بلکہ خود امریکہ کے اندر روزانہ لاکھوں انسان NO WAR FOR OIL اور NO WAR AGAINST IRAQ کے بینر اٹھا کر حکومت اقدامات کے خلاف مظاہرے کرتے ہیں۔ فرانس اور جرمنی نے تو امریکی پالیسی کے خلاف دوٹوک فیصلہ دے دیا ہے۔ اس لئے سیموئیل ہنٹنگٹن کے پیش کردہ نظریے کو مسترد ہو جانا چاہیئے اور فوکو یاما کے اس نظریے کو بھی کہ ''تاریخ کا اختتام'' (End of History) ہو چکا ہے۔ ہاں بقول اقبال حق اور باطل ازل سے ہیں اور ابد تک رہیں گے اور ان میں ٹکراؤ بھی ہوتا رہے گا۔

ستیزہ کار رہا ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

اسلام کا مقصد اور سیرت طیبہ کا پیغام "امن" ہے نہ کہ جنگ' اسی طرح اسلام کا نعرہ ہے "صلح" نہ کہ "تصادم"۔

(محدود صفحات کی وجہ سے قرآنی آیات' احادیث مبارکہ اور واقعات سیرت یہاں پیش کرنا ممکن نہیں اشارةً حلف الفضول' صلح حدیبیہ' میثاق مدینہ)

حال ہی میں ایران کے موجودہ صدر جناب محمد خاتمی نے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی سے خطاب کرتے ہوئے "تہذیبوں کے درمیان تصادم" کی بجائے "تہذیبوں کے درمیان مکالمے" کی بات کی ہے اور میرے ناقص فہم کے مطابق بھی اکیسویں صدی "امن اور خوشحالی" کا پیغام لے کر آئے گی نہ کہ تصادم اور خونریزی کا۔ البتہ نئے عالمی نظام کی تشکیل میں جہاں اُمت مسلمہ کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرنا ہوگا وہاں عالمی قوتوں اور اقوام متحدہ کو بھی اپنی پالیسیوں پر از سرِ نو غور کرنا ہوگا۔ اسلام اور سیرت طیبہ جہاں دہشت گردی کو حرام قرار دیتے ہیں وہاں دہشت گردی کے اسباب کا قلع قمع کرنے کا سبق اُس سے بھی پہلے دیتے ہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے چوری کی قرآنی سزا "قطع ید" کو اس وقت تک معطل رکھا جب تک لوگ قحط اور بھوک کی وجہ سے چوریاں کرتے رہے"۔ "زکوٰۃ کے احکامات اس وقت تک حتمی نہیں ہوئے جب تک خوشحالی نہیں آئی۔" جنگ کی اجازت اس وقت تک نہیں دی گئی جب تک کہ مدافعت کے بغیر چارہ نہیں رہا۔" اسلام نے ہی دنیا کو امن دیا ورنہ اسلام سے قبل تو ساری دنیا دہشت گردی کا شکار تھی۔ اسلام نے ہی عورتوں کو حقوق دیئے ورنہ ساری دنیا میں عورت حقیر ترین مخلوق تھی۔ اسلام نے ہی علم کو فریضہ قرار دیا اور اسلامی دنیا اس وقت دنیا کی امام تھی جب یورپ قرون مظلمہ (Dark Ages) سے گزر رہا تھا۔

پوری دنیا کیلئے خواہ مسلمان ہو یا غیر مسلم اللہ کا پیغام یہ ہے کہ:

لا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحها وادعوه خوفاً وّطمعاً. اِنّ رَحمتَ اللّٰهِ قریبٌ من المحسنین. (۲۰)

"اور زمین میں اصلاح کے بعد خرابی نہ کرنا اور خدا سے خوف کرتے ہوئے امید رکھ کر دعائیں مانگتے رہنا۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں سے قریب ہے۔"

عالمی قوتوں کو یہ پیغام ضرور دیا جانا چاہیئے کہ اسلام امن و آشتی کا پیامبر ہے اور دہشت گردی کو حرام قرار دیتا ہے۔ ایک مسلمان کبھی دہشت گرد نہیں ہوسکتا لیکن وہ بھی دہشت گردی کے نام پر مسلمانوں کے قتل عام سے باز آجائیں اور ان اسباب و محرکات (بالخصوص محرومی' بے بسی' غلامی اور معاشی استبداد) کا خاتمہ کریں جو لوگوں کو اپنی جانیں خودکش بم دھماکوں کی نذر کرنے پر آمادہ ہیں۔ اور اُمت مسلمہ کی پہلی اہم ترین ذمہ داری یہ ہے کہ اپنے سیاسی نظام (بشمول خارجہ' دفاع' امن وامان' جمہوریت) کی اصلاح کریں۔ کرپشن ختم کریں۔ لوگوں کو معاشی تحفظ دیں' طبقاتی نظام کا خاتمہ کریں اور اپنی تہذیب و ثقافت کو درپیش چیلنجز سے بھی عہدہ برآ ہوں۔

حواشی وحوالہ جات

(۱) آل عمران۔۱۳۹

(2) Don Oberdorfer, Undefined World Order, The Daily Daw Karachi, May 27,1991, quoted by Dr. Farida J. Aziz, "New World Order. The 21st Century', Islamabad, 1992, P.2

(3) US President George Bush's Concept of New world order. USIS New release, June 8, 1991, quoted by Dr. Farida J. aziz, IBID, P.3

(4) Mortimir Zuckerman, 'A second Amercian Century' published in "FOREIGN AFFAIRS", May-Jan 1998. P.31

(۵) پروفیسر ملک محمد حسین "مغربی استعمار کے نئے ہتھکنڈے" مطبوعہ ترجمان القرآن لاہور نومبر 2000ء

(۶) فضل الرحمن فریدی' "عالمگیریت کی حقیقت" ماہنامہ زندگی نو نئی دہلی' جنوری 2001ء

(۷&۸) ابھی چند روز قبل مولنا فضل الرحمن امیر جمیعۃ العلماء اسلام پاکستان ورکن قومی اسمبلی سابقہ چیئرمین امور خارجہ کمیٹی نے اپنے ایک TV انٹرویو میں صدر پاکستان جناب پرویز مشرف کے مجوزہ دورہ روس کے مضمرات ونتائج کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ" جارج بش سینئر نے جنگ خلیج کے موقعہ پر کہا تھا کہ ترقی پذیر ممالک کی سرحدیں حتمی نہیں ہیں اور یہ بھی (مولنا فضل الرحمن نے خطرہ ظاہر کرتے ہوئے کہا) کہ صدر پاکستان کے موجودہ دورہ روس کا مقصد کہیں یہ نہ ہو کہ امریکہ اور روس افغانستان کو شمالی اور جنوبی حصوں میں تقسیم کرنے کا عندیہ ظاہر کریں۔

(۹) فضل الرحمن فریدی' "محولہ بالا"

(۱۰) البقرہ۔۱۴۰

(۱۱) مشکوۃ المصابیح۔کتاب العلم (یہ حدیث کئی صحابہ کرام سے مختلف الفاظ میں بھی روایت کی گئی ہے)۔

(۱۲) خطبہ حجۃ الوداع (سیرت ابن ہشام وطبری)

(۱۳) ابن القیم' اعلام الموقعین' ج ا' ص ۵۴

(۱۴) کنزل العمال' بحوالہ سید مودودی (اسلامی ریاست)' ڈاکٹر خالد علوی (اسلام کا معاشرتی نظام)

(۱۵) مشکوۃ المصابیح۔کتاب الایمان (باب اعتصام بالکتاب والسنۃ)

(۱۶)الف ایضاً ایضاً (رواہ الترمذی' عن ابن عمرؓ)

ایضاً کتاب الامارۃ والقضاء۔(رواۃ احمد وترمذی)

(۱۷) سید ابوالاعلیٰ مودودی' "اسلامی ریاست" لاہور' ۱۹۷۴ء' ص ۲۴۰ (حجۃ الوداع سے واپسی پر شہدائے اُحد کے مقام پر خطاب)

(۱۸) ایضاً ص ۲۴۰

(۱۹) آل عمران۔۳۱

(۲۰) الاعراف۔۵۶

نئے عالمی نظام کی تشکیل اورامتِ مسلمہ کی ذمہ داریاں تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

پروفیسر رشید احمد قاسمی بھمبر آزاد کشمیر

قَالَ اللّٰہُ تعالیٰ:

مَنْ قَتَلَ نفسًا بغیرِ نَفْسٍ اَوفَسَادٍ فی الْاَرْضِ فکَاَنَّمَا قَتَل النَّاسَ جمیعًا ومَنْ اَحْیَاھَا فکاَنَّمَا اَحْیَا النَّاسَ جمیعًا. (۱) القرآن: المائدۃ. ۳۲

وقال اللّٰہ تعالیٰ:

وتَعَاوَنُوا علَی البِرِّ والتَّقْوٰی وَلَا تَعَاوَنُوا علی الْاِثمِ والعُدْوَانِ واتَّقُوا اللّٰہَ. اِنَّ اللّٰہَ شدیدُ العِقَابِ. (۲) القرآن: المائدہ. ۲

موجودہ دور میں ہر طرف شدید بدامنی اور افراتفری ہے۔فرد سے لے کر معاشرہ تک اور معاشرہ سے لے کر قوم تک' قوم سے لے کر اقوام عالم تک سب افراتفری اور بے چینی کا شکار ہیں۔

دنیا کے نقشے پر نظر ڈالیں تو ہمیں ہر طرف جھگڑے' لڑائیاں اور فسادات نظر آتے ہیں۔

یہ درست ہے کہ قانون بین الاقوام با قاعدہ مدوّن ہو چکا ہے۔مگر وہ قانون صرف غریب ممالک پر لاگو ہوتا ہے۔قومی اور طاقتور ممالک جس طرح چاہیں قانون کی تعبیر کر لیتے ہیں۔لیکن یہ جبر عالمی انتشار کا سبب بنتا ہے۔

تاریخ عالم پر نگاہ ڈالیں تو بے شمار واقعات ہمارے انتشار کا ثبوت مہیا کرتے ہیں۔

۱۹۹۱ء میں یوگوسلاویہ کی وحدت سے تین ریاستوں نے علیحدگی اختیار کر لی۔۱۹۹۲ء میں بوسنیا نے بھی الگ ہونے کا اعلان کر دیا۔یوگوسلاویہ اور سربیا بوسنیا کی مسلم ریاست کو پسندیدہ نگاہوں سے نہیں دیکھتے تھے۔چنانچہ انہوں نے سربوں کی پشت پناہی کی اور البانوی مسلمانوں کا قتل عام شروع کروا دیا۔خون ریزی' عصمت دری اور دیگر معاشرتی اور اخلاقی برائیوں کا اس قدر بازار گرم ہوا جس کے نتیجہ میں ۳لاکھ مسلمان ہجرت کرنے پر مجبور ہو گئے۔

روس اپنی قوت کے نشہ میں توسیع پسندی کی طرف مائل رہا۔اس نے اپنی توسیع پسندی کا نشانہ افغانستان کو بھی بنایا۔لیکن بعد از خرابی بسیار ۱۹۸۸ء کی جنیوا معاہدے کے مطابق اسے افغانستان سے رخصت ہونا پڑا۔اور اس توسیع پسندی میں روس اس قدر معاشی طور پر بدحال ہو گیا کہ اس کی اندرونی وحدت بکھر گئی۔

بعض چھوٹے ممالک کو بڑے ممالک نے بطور آلہ کار استعمال کیا اور آج تک کر رہے ہیں۔اسرائیل مشرق وسطیٰ میں بڑی طاقتوں کا آلہ کار ہے۔اور اس نے ان بڑی طاقتوں کی پشت پناہی کی وجہ سے متعدد مرتبہ عرب ممالک کو ظلم اور بربریت کا نشانہ بنایا ہے۔

ایران میں ۱۹۷۹ء میں مذہبی انقلاب آیا۔امریکہ کے لئے یہ بات کسی طور قابل قبول نہ تھی۔اس نے عراق کی قیادت کو شیشے میں اتارا اور ایران پر حملہ کروا دیا۔۱۹۸۰ء سے ۱۹۸۸ء تک دونوں ممالک اس جنگ میں الجھے رہے۔جس سے ایران کی ترقی رک گئی اور عراق کی معاشی بدحالی کے ساتھ مسلمانوں کا اس سے اعتماد اٹھ گیا۔

بڑی قوتوں کو مشرقِ وسطیٰ کے پاس تیل کی دولت کسی صورت میں اچھی نہیں لگتی۔عراق ایک دفعہ پھر بڑی طاقتوں کے فریب میں آ گیا اور کویت پر حملہ کر دیا۔جس کے نتیجہ میں اس کی اپنی حالت ناگفتہ بہ ہوگئی۔اور اس کے ساتھ امریکہ کو کویت اور سعودی عرب سے فوج کے اخراجات وصول کرنے کا جواز مل گیا۔

ہندوستان میں سکھوں کو اعتماد کی نظر سے نہیں دیکھا جا رہا۔اسی تناظر میں ۱۹۸۴ میں انڈین آرمی نے گولڈن ٹمپل پر حملہ کر دیا۔سینکڑوں سکھوں کو موت کی نیند سے سلا دیا۔جس کے جواب میں اندرا گاندھی سکھ محافظوں کے ہاتھوں قتل ہوگئی۔

سیاہ فام امریکی' سفید فام امریکیوں کے ہم وطن ہیں' ہم زبان اور ہم مذہب ہیں۔مگر ان کے ساتھ ایسا سلوک روا رکھا گیا ہے جو یقیناً انسانیت سے فروتر ہے۔انگریز نوآبادیاتی باشندوں کا خون چوستے رہے ہیں اور نوآبادیوں میں اپنی کوٹھیوں پہ یہ تختیاں لگاتے رہے ہیں۔''صرف گوروں کیلئے''۔

ادھر پوری دنیا غربت میں پس رہی ہے۔تیسری دنیا کے مقروض ممالک اپنی اصل رقوم سے کئی گنا زیادہ سود ادا کر چکے ہیں۔لیکن ان کا قرضہ جوں کا توں ہے۔

ایک تحقیقی رپورٹ کے مطابق ۳ بلین لوگ غربت میں مبتلا ہیں۔یعنی دنیا کی کل آبادی کا نصف غربت میں مبتلا ہے اور ان میں چالیس فیصد لوگ انتہائی غریب ہیں۔

اس طرح یہ بات واضح ہے کہ پوری دنیا اس وقت شدید خلفشار اور بدامنی کا شکار ہے۔اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ دنیا کو ایک ایسا عالمی نظام دیا جائے جو اس تصادم کو روکے۔

موجودہ خلفشار کے محرکات

موجودہ بدامنی کیوں ہے' اور اس کے اسباب کیا ہیں؟ اس سوال کا جواب موجودہ عہد میں کافی پیچیدہ ہے۔ہر بدامنی کے پیچھے معاشرے میں پائی جانے والی معاشی ناانصافی ہوتی ہے۔چنانچہ اگر غور کیا جائے یہ معاشی ناانصافی کئی جہتوں میں اپنے پر کھولتی ہے۔بات کو زیادہ واضح کرنے کیلئے اسے درج ذیل اجزاء میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔اس طرح درج ذیل بڑے محرکات بن سکتے ہیں۔

- ☆ معاشی ناانصافی
- ☆ عالمی سطح پر عدل کا فقدان
- ☆ رواداری کا خاتمہ

معاشی ناانصافی

جب کسی معاشرے میں معاشی ناانصافی ہوگی اور معاشرہ امیر اور غریب طبقات میں بٹا ہوگا۔وہاں لازمی طور پر نچلے طبقات جو معاشی محرومیوں کا شکار ہوں گے۔وہ بالادست طبقے کے خلاف جو معاشی سہولت سے آراستہ ہوگا شدید نفرت کا اظہار کرنے کے لئے ایسے طریقے اپنائیں گے جس سے بدامنی پھیلے گی۔کیونکہ انہیں کوئی مثبت راستہ نہیں ملتا جو ان کی معاشی محرومیوں کو دور کر سکے۔موجودہ دور میں کسی بھی معاشرے میں بنائے جانے والے قانون صرف دولت مندوں کو ان کی دولت محفوظ رکھنے میں مدد دیتے ہیں۔جیسے جیسے

محروم طبقوں کو احساس ہوتا ہے کہ ان کی محرومی ختم کرنے میں قوانین کوئی مدد نہیں کر سکتے تو وہ قانون ہاتھ میں لے لیتے ہیں اور پھر جو کچھ وہ کر سکتے ہیں کر گزرتے ہیں۔

بالکل اسی طرح تیسری دنیا کو مسلم اور غیر مسلم ممالک یہ سمجھتے ہیں کہ مغربی قوتیں اپنے مالیاتی اداروں کے ذریعہ ان کو مالیاتی بحران میں مبتلا کر کے انہیں غربت کی لکیر سے نیچے دھکیل رہی ہیں۔ جس کی وجہ سے غربت کے مارے لوگوں کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا گیا ہے کہ ان کی اس صورت حال سے نجات کیسے ممکن ہے۔ ان ممالک میں یہ تاثر پیدا ہو رہا ہے کہ ان کو ملنے والی مالی امداد ان کیلئے رحمت نہیں بلکہ زحمت ہے۔ قرض والی رقوم میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے اور رقوم کی ادائیگی ان کیلئے مشکل نہیں ناممکن ہو رہی ہے۔

اس وقت دنیا بھر میں ایک ارب سے زائد لوگ غربت کی انتہائی سطح پر ہیں۔ ۲۰۰۰ء میں دنیا کے انتہائی غریب ممالک میں عراق، افغانستان، کانگو، سوڈان اور انگولا قابل ذکر ہیں۔ ان کا اوسط جی۔ڈی۔پی ۱۷ارب ڈالر ہے۔ جبکہ امریکہ کا ۲۰۰۰ میں جی۔ڈی۔پی دس ہزار ارب ڈالر سے زائد تھا۔

ایک سروے رپورٹ کے مطابق ۸۹۔۱۹۸۳ء تک مقروض اور امداد حاصل کرنے والے ممالک ۱۶۵ بلین ڈالر فالتو ادا کر چکے تھے۔ ۱۹۹۴ء میں مقروض ممالک نے جو رقم قرض لی تھی اس رقم سے زیادہ ۱۱۲ بلین ڈالر قرض خواہ ممالک کو ادا کئے گئے۔ Third World Debteresis مئی ۲۰۰۲ء

آئی۔ایم۔ایف (IMF) دنیا کے ۷۵ ممالک کے معاشی اور اقتصادی فیصلے کرتا ہے۔ جس کی وجہ سے ان ممالک میں مغربی دنیا کے خلاف شدید نفرت پیدا ہو رہی ہے۔

- اسی طرح جی۔ایٹ (G-8) کا معاملہ ہے۔ (جی۔ایٹ پہلے جی۔سیون تھا۔ اور اس وقت اس میں امریکہ، برطانیہ، فرانس، جرمنی، اٹلی، جاپان اور کینیڈا۔ بعد میں ۱۹۹۱ میں سویت روس کو بھی اس میں شامل کر لیا گیا۔ اصل تو یہ Group of Eight کا مخفف ہے لیکن عام دنیا کو Great Eightka کا تاثر ملتا ہے۔) ان ممالک کے اس گروپ کے قیام کا اصل مقصد یہ ہے۔

''دنیا کے اہم معاملات کو آپس میں مل بیٹھ کر یوں طے کیا جائے کہ ان کے نتیجے میں ان ممالک کا آپس میں کہیں تصادم نہ ہو'' (بین الاقوامی واقعات۔ ازھر میز ۳۵۰)

اور یہ معاملات کیا ہیں جن پر آپس میں تصادم ہونے کا خطرہ ہو سکتا ہے۔ یہ معاملات ہیں دنیا کے وسائل کی آپس میں تقسیم۔ دوسرے لفظوں میں وہ ممالک جو کبھی ان میں سے بیشتر ممالک کی نو آبادیاں تھیں اور اب تیسری دنیا کے ممالک کہلاتے ہیں۔ جیسے پاکستان، بھارت وغیرہ۔ ان ممالک کے وسائل کی تقسیم اس لئے کہ بے شک نو آبادیاتی نظام باقی نہیں رہا اور بے شک اب یہ ملک غلام نہیں بلکہ آزاد ہیں لیکن New Colonical System ایسا ہے جس میں تیسری دنیا کی دولت ہیر پھیر پر وہیں چلی جاتی ہے جہاں یہ نو آبادیاتی نظام کے زمانے میں جاتی تھی۔ جب امیر ممالک کا رویہ غریب ممالک کے ساتھ ایسا ہو تو پھر عالمی سطح پر شدید بدامنی پیدا ہوتی ہے۔ اس طرح آج کل بدامنی کی بنیادی وجہ یہی معاشی استحصال اور معاشی بے انصافی ہے۔

عالمی سطح پر عدل کا فقدان

عالمی سطح پر ہمارے عدل کے پیمانے مختلف ہیں۔ایک غریب ملک کی معمولی سی غلطی بھی نا قابل معافی ہوتی ہے۔جبکہ امیر اور مغربی ممالک جس طرح چاہیں کرتے پھریں ان کو کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔

عالمی سطح پر وہ ممالک جو یہ سمجھتے ہیں کہ ہم دنیا میں امن لائیں گے اور بدامنی کو ختم کریں گے۔سابق امریکی صدر لنڈن بی جانسن نے انسانیت کو امریکا کا پیغام ان الفاظ میں دیا ''ہم امن کی تلاش میں کبھی نہیں تھکیں گے۔''

سابق امریکی صدر مسٹر جانسن نے ایک بار کہا تھا۔

''ہم جنگ سے گریز اس لئے نہیں کرتے کہ ہم بزدل ہیں بلکہ اس لئے کہ ہمیں جنگ سے نفرت ہے۔''

درج بالا بیانات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ امریکہ امن کا کس قدر خواہاں ہے اور وہ دنیا میں امن قائم کرنے کیلئے سب کچھ کرنے کو تیار ہیں۔لیکن بقول علامہ اقبال:

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ

امریکا کا یہ کہنا ہے ہم نے افغانستان میں دہشت گردی کے مراکز ختم کئے ہیں۔لیکن کیا امریکہ میں دہشت گردی کے مراکز نہیں ہیں۔

امریکہ کی سرزمین پر ایک بہت بڑا تربیتی مرکز موجود ہے۔جہاں مختلف ممالک کے لوگ آتے ہیں اور تربیت حاصل کرنے کے بعد دوسرے ممالک میں جا کر معصوم لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارتے ہیں۔یہ مرکز ۱۹۴۶ء سے فورٹ بیننگ (جارجیا) میں قائم ہے۔اس کا پرانا نام (S.O.A)School of Anerecas ہے۔جبکہ جدید نام Western Hemisphere Institute for Socurity Co-operation ہے۔اس مرکز سے اب تک ساٹھ ہزار سے زائد افراد تربیت پا چکے ہیں۔اور انہوں نے جن معصوم شہریوں کی جانیں لیں ان کی تعداد عام لوگوں کے اندازے سے بہت زیادہ ہے۔لاطینی امریکا کے تین مکروہ آمر لوکس گارشیا' یوس مونٹ اور میتریا وکٹر زاسی مرکز سے تربیت یافتہ تھے۔

اس طرح اگر عالمی سطح پر ہم عدل کا دامن چھوڑ دیں گے تو دنیا میں کس طرح امن قائم ہو سکتا ہے۔

رواداری کا خاتمہ

آجکل عالمی سطح پر رواداری بالکل ختم ہو کر رہ گئی ہے۔کوئی ملک دوسرے ملک کی معمولی کوتاہی معاف کرنے کیلئے تیار نہیں۔ حالانکہ مغربی ممالک اور G-8 کا فرض بنتا ہے کہ وہ غریب اور پس ماندہ ممالک کی سرپرستی کریں اور ان کی چھوٹی موٹی کوتاہیوں اور غلطیوں کو رواداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے بڑے پن کا ثبوت دیں لیکن ایسا ہو نہیں رہا ہے۔

نیا عالمی نظام......تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

اسلام فراخ دلی' وسیع القلبی اور بردباری کا مذہب ہے۔میڈیا پر مخصوص لوگوں کے قبضہ کی وجہ سے اسلام کو ایک خون ریز

مذہب بنا کر پیش کیا جارہا ہے۔

سارے عالم کے مسلمان ایسی صورت حال سے دوچار ہیں۔اس صورت حال نے اذہان کو معطل کر دیا ہے۔اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں ایسی تحریک کو زندہ کیا جائے جو اس ٹکراؤ کو روکے اور موجود غلط فہمیوں کا تدارک ہو سکے۔ جو مغرب اور خصوصاً امریکہ کے مقتدر حلقوں اور عوام کو یہ بات سمجھا سکے کہ اسلام جنگ وجدل اور قتل وغارت کا مذہب نہیں ہے۔یہ محبت اور رواداری کی نہ صرف تلقین کرتا ہے بلکہ اس کو دنیا میں پھیلانا اپنی آمد کا مقصد وحید قرار دیتا ہے۔

اسلام ساری دنیا کو اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ اپنے نظریات پر قائم رہتے ہوئے اور ان پر عمل کرتے ہوئے دوسروں کے عقائد و نظریات برداشت کئے جائیں اور ان کو اپنے نظریات پر عمل کرنے کی آزادی دی جائے۔

کسی مذہب کی تعلیمات کا جائزہ لینے کیلئے ضروری ہے کہ اس کی تعلیمات حالت امن اور حالت جنگ دونوں کا جائزہ لیا جائے۔ اسلام دونوں حالتوں میں رواداری اور انسان دوستی کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتا۔ذیل میں ہم عالمی نظام حالت جنگ اور حالت امن پر تفصیل سے گزارش کرتے ہیں۔

عالمی نظام......بحالت جنگ......تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

اسلام نے جہاد کا مقصد واضح انداز میں متعین کیا ہے۔اسلام میں جہاد کا مقصد لوٹ مار اور قتل وغارت نہیں۔اسلام جہاد کے دو مقاصد بڑے واضح انداز میں متعین کرتا ہے۔

کلمة الله کی بلندی (اللہ کی توحید کا اعلان) حق وعدل کا نظام قائم کرنا۔یعنی اللہ کے بندوں کو ظلم وستم کے اندھیروں اور فکر و عمل کی گمراہیوں سے نجات دلانا۔

اسلام نے حالت جنگ میں بھی عدل وانصاف کا دامن چھوڑنے کی اجازت نہیں دی۔کتاب الاموال میں ہے کہ مسلمانوں کے لشکر میں سے کسی مجاہد کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ دشمن کے ایسے آدمی کو قتل کرے جو جنگ میں شریک نہ ہو۔چنانچہ حضرت عمرؓ نے ایک موقع پر حکم ارسال فرمایا کہ مجاہدین اللہ کے راستے میں جہاد کریں اور صرف ان سے جنگ کریں جو ان سے برسر جنگ ہوں۔(کتاب الاموال ۴۷)

اس طرح جو افراد بالعموم جنگ میں شریک نہیں ہوتے (بچے بوڑھے عورتیں) ان کو قتل کرنا بھی جائز نہیں۔آپ (حضرت عمرؓ) نے سلمہ بن قیسؓ کو نصیحت فرمائی کہ کسی عورت، بچے اور بوڑھے کو قتل نہ کیا جائے۔(المغنی ۸/۴۷۷)

حضرت عمرؓ نے ایک اور موقع پر فرمایا کہ کسانوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرو اور جب تک وہ تمہارے مقابلے میں جنگ کرنے نہ آئیں انہیں قتل نہ کرو۔(کتاب الخراج یحیٰ۔۵)

المغنی میں تحریر ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ کے بھائی کسی معرکہ سے واپس آئے تو آپ نے ان سے پوچھا کہ تم نے فصل جلائی ہے؟ تم نے کھجور کے درخت کاٹے ہیں؟ تم نے معصوم بچوں کو تہ تیغ کیا ہے؟ ان سب کا انہوں نے اقرار کیا۔یہ سن کر آپ نے ان سے فرمایا "ہو گیا تمہارا جہاد" مطلب یہ کہ یہ چیزیں جہاد کے منافی ہیں۔

یعنی تعلیمات نبوی ﷺ کے مطابق دوران جنگ بھی کسی پر زیادتی اور ظلم کرنے کی اجازت نہیں دیتیں۔

آج کل امن کے داعی اور مبلغ مخالفین سے کیا سلوک روا رکھے ہوئے ہیں' سب پر عیاں ہے۔

عالمی نظام......بحالت امن......تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

حضور ﷺ کی ساری زندگی دنیا میں امن اور انصاف قائم کرنے میں گزری۔ ہجرت سے قبل یا ہجرت کے بعد جہاں بھی آپؐ نے بھرپور طور پر شرکت کی۔ جنگی حالات کے علاوہ امن کے دور کو درج ذیل عناوین میں تقسیم کرنے سے بات مزید واضح ہو سکے گی۔

☆ عالمی سطح پر رواداری اور عدل

☆ عالمی سطح پر تعاون علی الخیر

عالمی سطح پر رواداری اور عدل

حضور ﷺ مدینہ منورہ پہنچے تو آپؐ نے مدینہ شریف کے اردگرد بے شمار قبائل سے امن کے معاہدے کئے۔ اور جب کبھی بھی دشمن پر موقع ملا۔ آپؐ نے کمال رواداری اور حلم کا مظاہرہ کیا۔

تاریخ اسلام میں ہے کہ ثمامہ بن اثال مشتبہ حالت میں گرفتار ہوتا ہے۔ بقول ڈاکٹر حمید اللہ اس نے آپ کو ایک دفعہ قتل کی دھمکی دی تھی۔ نبی اکرم ﷺ اس سے پوچھتے ہیں کہ ثمامہ کیا حال ہے۔ ثمامہ جواب دیتا ہے کہ میرا حال برا ہے۔ اگر آپ قتل کا حکم دیں گے تو یہ حکم ایک خونی کیلئے ہوگا۔ اگر معاف فرمائیں گے تو ایک شکر گزار پر رحمت فرمائیں گے۔ اگر مال کی ضرورت ہے تو جس قدر چاہیئے بتا دیجئے۔ بخاری میں مروی حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں۔ اِنْ تَـقْتُلْ تَقْتُلْ ذادم. یعنی اگر آپ مجھے ماریں گے تو میرا مارنا درست ہوگا۔ یعنی ثمامہ نے خود اقرار کیا کہ وہ مارے جانے کے قابل ہے۔ (اسلامی ریاست عہد رسالت کے طرز عمل سے استشہاد ڈاکٹر حمید اللہ صفحہ ۹۶:۹۷)

دوسرے اور تیسرے روز بھی آپؐ نے اس کا حال پوچھا۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ ثمامہ کو چھوڑ دیا جائے۔ ثمامہ رہائی کے بعد مسجد نبوی کے قریب ایک باغ میں گیا' غسل کیا اور مسجد نبوی واپس لوٹ آیا اور آتے ہی کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔

حضور ﷺ اگر چاہتے تو قتل کا حکم دے سکتے تھے۔ (جب کہ وہ خود اپنے قتل پر قائل اور متفق تھا) لیکن آپؐ نے کمال رواداری کا مظاہرہ فرمایا اور اسے معاف کر دیا۔

صلح حدیبیہ کا معاہدہ لکھا جا رہا ہے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پر اعتراض ہوتا ہے۔ آپؐ اسے مٹا دیتے ہیں۔ ابھی معاہدہ پر دستخط نہیں ہوئے حضرت ابوجندل بن سہیل بن عمروؓ جو اسلام کے جرم میں قریش کی قید میں تھے۔ کسی طریقہ سے بھاگ کر تشریف لاتے ہیں اور البدایہ و النہایہ میں رقم ہے کہ آپ نے کہا:

یا معشر المسلمین. اردُ الی المشرکین وقد جئتُ مسلِماً الاترون ما قدلقیتُ ......قَدْ عُذِبَ غذابًا شدیدًا فی اللّٰہ......

آپؐ نے مشرکین مکہ سے ابوجندل کو مانگا' مگر وہ انکار کر گئے۔ حالانکہ سال قبل انہوں نے غلہ کی بندش پر آپؐ سے غلہ کی

بحالی کی استدعا کی تھی جس پر آپؐ نے نجد سے غلہ کی بحالی کا حکم دیا تھا۔ اس طرح آپؐ نے دشمنوں سے بھی رواداری کا برتاؤ کیا۔ (البدایہ والنھایہ ۴/۷۶۔۱۷۵)

نبی اکرم ﷺ حدیبیہ میں قیام پذیر تھے۔ کوہ تنعیم سے اسی آدمی اترے کہ مسلمانوں کو حالت نماز میں قتل کر دیا جائے۔ یہ سب لوگ گرفتار ہوئے۔ حضور ﷺ نے ان سب کو معاف کر دیا۔ (رحمت اللعالمین۔ سید سلیمان منصور پوری ۱/۲۲۱) حالانکہ آپؐ مشرکین مکہ سے یہ کہہ سکتے تھے کہ تم نے ابوجندل نہیں دیا۔ میں اسی آدمی واپس نہیں کرتا۔

۹ھ میں قبیلہ بنو طے نے بغاوت کی۔ حضرت علیؓ نے فسادیوں کو پکڑ کر مدینہ بھیج دیا۔ ان میں حاتم طائی کی بیٹی بھی تھی۔ حاتم طائی کی بیٹی نے آپؐ سے عرض کی کہ قوم کے سردار کی بیٹی ہوں۔ میرا باپ رحم و کرم میں مشہور تھا۔ آپ مجھ پر رحم کریں۔

آپؐ نے فرمایا تیرے باپ میں مومنوں کی صفات تھیں۔ اس کے بعد اس کو جملہ متعلقین کے ساتھ چھوڑ دیا۔ لباس اور زادہ راہ بھی دیا۔ (رحمت اللعالمین سید سلیمان منصور پوری ۱/۲۱۹)

جب مکہ میں قحط پڑا اور آپؐ کے حکم سے ثمامہؓ بن اثال نے غلہ کی سپلائی بحال کر دی آپؐ نے مدینہ سے غرباء کی مدد کیلئے پانچ صد اشرفیاں ابوسفیانؓ کو بھیجیں۔ ابوسفیانؓ کے اس موقع کے الفاظ جو تاریخ میں مرقوم ہیں وہ اس طرح ہیں۔

''محمد ﷺ چاہتا ہے کہ ہمارے نوجوانوں کو ورغلائے''۔ (خطبات بہاولپور ڈاکٹر حمید اللہ ۲۰۹)

مکہ فتح ہوتا ہے۔ آپ کمال رواداری کا مظاہرہ فرماتے ہیں۔ ابوسفیانؓ کو معاف بھی کرتے ہیں اور مزید اعزاز بخشا جاتا ہے کہ جو ابوسفیانؓ کے گھر چلا جائے گا وہ مامون ہے۔ (سیرۃ النبی شبلی ۴/۴۹)

- آپؐ نے جو خطوط کسریٰ اور ھرقل کو لکھے ان میں ان کو دین کی دعوت کے بعد کہا گیا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان ''توحید'' ایک ایسا نقطہ بن سکتا ہے جس پر ہم سب متفق ہو سکتے ہیں۔ ھرقل کی طرف جو خط لکھا اس کے الفاظ اس طرح ہیں۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم. مِنْ محمد بن عبداللّٰہ رسُولَہٗ الٰی ھرقل عظیم الرُّوم سَلامٌ علی مَنِ اتبع الھدی. امّا بعد فانی اَدْعُوکَ بدعایۃِ الاسلامِ. اَسْلِمْ تُسْلَمْ یوتک اللّٰہُ اجْرَکَ مَرتینِ فَاِنْ تَولیتَ فاِنّ علیکَ اثم الدربین. و یاھل الکِتابِ تعالوا الی کَلِمَۃٍ سَواءٍ بیننا و بینَکُمْ اَلّا نَعْبُدَ الا اللّٰہَ ولا نُشْرِکَ بہٖ شیئاً ولا یَتَّخِذَ بَعْضاً ارباباً مِن دون اللّٰہِ فان تولوا فقولوا اشْھدوا بانا مسْلِمُونَ. (848 V-5 Encyclopaedia of Islam)

عیسائیوں اور یہودیوں کے بارے میں جو مسلمانوں کا رویہ رہا ہے وہ تاریخ میں سنہرے حروف میں مرقوم ہے۔ آپؐ نے مدینہ کے یہود سے جو معاہدہ کیا اس کے الفاظ درج ذیل ہیں۔

بنی عوف کے یہود مسلمانوں کی طرح ایک ملت شمار ہوں گے۔ ہر قسم کے حملے کے خلاف ان کا دفاع مسلمانوں کے ذمہ ہو گا۔ ان دونوں کے تعلقات خوش سگالی اور باہمی مشترکہ مفاد پر مبنی ہوں گے۔ یہود کے حلیف مسلمانوں کے حلیف شمار ہوں گے اور ہر مظلوم کی حمایت کی جائے گی خواہ وہ کسی گروہ سے ہو۔

اور اسی طرح نجران کے عیسائیوں سے جو معاہدہ ہوا اس کے الفاظ یہ ہیں۔

نجران کے عیسائی خدا اور اس کے رسول کی حفاظت میں ہوں گے۔ان کے جان و مال عقائد اور علاقوں کی حفاظت کی جائے گی اور یہ حفاظت ان تک محدود نہ ہوگی بلکہ ان پر بھی عائد ہوگی جو اس وقت موجود نہیں ہیں۔

اس طرح آپ ﷺ نے عالمی طور پر کمال رواداری کا مظاہرہ کیا اور انسان کی قدر بحیثیت انسان کی۔

حضرت عمرؓ کا گزر ایک مقام سے ہوا تو آپ نے دیکھا کہ ایک یہودی جو نابینا اور بوڑھا ہے بھیک مانگ رہا ہے۔آپ نے اس سے پوچھا تمہیں اس بات پر کس نے مجبور کیا۔اس نے کہا کہ بوڑھا ہوں اور ضرورت مند ہوں اور جزیہ بھی دینا ہے۔حضرت عمرؓ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور گھر لائے اور اسے اپنے گھر سے کچھ دیا پھر اسے بیت المال کے خازن کے پاس بھیجا اور حکم دیا کہ اس کا اور اس جیسے لوگوں کا خیال رکھو اور ان سے جزیہ نہ لو۔کیونکہ یہ بات انصاف سے بعید ہے کہ ہم جوانی میں جزیہ وصول کریں اور بڑھاپے میں رسوا کریں۔(کتاب الخراج ابی یوسف ۱۵۰)

حضور ﷺ نے رواداری کے ساتھ ساتھ ایک اور عادلانہ نظام قائم کیا......اور حقیقی طور......

''خونِ شاہ رنگیں تر از معمار نیست......کا نقشہ پیش کیا۔''

قرآن مجید میں فرمان باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یَأمُرُ بالعَدْلِ والاحسان. (القرآن: النحل. ۹۰)

واذا حکَمْتُم بین النَاسِ اَنْ تحکُمُوْا بالعدلِ. (القرآن: النساء.۵۸)

کتاب الاموال میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ جابیہ کے مقام پر تھے کہ ایک ذمی دوڑتا ہوا آیا اور اس نے بتایا کہ مسلمان اس کے انگوروں کے باغ میں بلا اجازت گھس گئے ہیں۔حضرت عمرؓ اس طرف روانہ ہوئے تو آپ نے ساتھیوں میں سے ایک کو دیکھا کہ اس کی ڈھال میں انگور بھرے ہوئے تھے۔حضرت عمرؓ نے باز پرس کی۔اس نے کہا اے امیر المومنین ہم بھوکے تھے اس پر حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ باغ والے کو انگوروں کی قیمت ادا کی جائے۔(کتاب الاموال ۱۵۱)

عمر فاروقؓ نے نہ ساتھیوں کو بھوک کی رعایت دی اور نہ ذمی کی وجہ سے رعایت دی۔یہی آپ کی تعلیمات ہیں اور ان تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر ہی عالمی سطح پر امن قائم ہو سکتا ہے۔

اسلام نے ایک عادلانہ انسانی معاشرہ قائم کیا۔آج ہم بھی اسلام کا عادلانہ عالمی نظام لا کر خود کو تباہی اور بربادی سے بچا سکتے ہیں۔

عالمی سطح پر تعاون الخیر

قرآن مجید میں فرمان باری تعالیٰ ہے کہ:

تَعَاوَنُوْا علی البرِ والتقوٰی ولا تَعَاوَنُوْا علی الاثم والعُدْوَانِ. (القرآن.المائدہ. ۲)

تعاون البر میں جملہ کار خیر آ جاتے ہیں اور موجودہ دور میں کار خیر کے کاموں میں۔

غریب ممالک سے تعاون......مدد کرنا اوران سے قرضوں کا بوجھ کم کرنا

دنیا میں اس وقت نصف سے زیادہ آبادی غربت کی زندگی گزار رہی ہے اور ۲۰ ممالک ایسے ہیں جو غربت کی لکیر سے بہت نیچے ہیں۔ دنیا میں جہاں کہیں بھی دہشت گردی یا بدامنی ہوتی ہے۔ اس کے پیچھے غربت کا ہی ہاتھ ہوتا ہے۔ حضورﷺ جب مکہ میں قحط پڑتا ہے تو غرباء کی امداد کیلئے پانچ سو اشرفیاں روانہ کرتے ہیں۔ حالانکہ مکہ کے وہی لوگ ہیں جنہوں نے آپ کو اور مسلمانوں کو ہجرت پر مجبور کیا۔ لیکن آپؐ نے ان کی مدد سے ہاتھ نہیں کھینچا۔

گذشتہ صفحات میں ذمی اور حضرت عمرؓ کا واقعہ درج ہے۔ آپ نے اس کی مدد بھی کی اور ہدایات جاری کر دیں کہ کسی مجبور ذمی سے جزیہ نہ لیا جائے۔

اس طرح حضورﷺ نے انسان کی معاشی حالت کی طرف خصوصی توجہ فرمائی اور ترغیب دی کہ غریبوں اور محتاجوں کی ضروریات کا دھیان رکھا جائے۔

حضرت عمرؓ نے کافر کو بھی صدقہ دینا جائز قرار دیا ہے۔ (فقہ حضرت عمرؓ محرر رواس قلعہ جی۔ ۴۱۶)

موجودہ حالات میں ہم جائزہ لے سکتے ہیں کہ جو ممالک ایک دفعہ قرضہ کے نیچے دب گئے وہ سالہا سال اس رقم کا صرف سود ادا کر سکتے ہیں۔ اصل قرضے اسی طرح رہتے ہیں۔

نئے عالمی نظام میں اس پر زور دینا چاہیئے کہ امیر ممالک غریب ممالک کی مدد کریں اور بغیر کسی لالچ اور مفاد کے۔ پھر دنیا میں امن وسکون پیدا ہوگا۔

غلط کاریوں/ بدامنی سے روکنے کیلئے باہمی تعاون

حضورﷺ کے دور میں آپؐ ہر ایسے معاہدے میں شریک ہوئے جو کار خیر اور برائی سے روکنے کیلئے ہو۔

بعثت سے قبل عبداللہ بن جدعان کے گھر جو حلف ہوا اس میں حضورﷺ بھی شریک تھے۔ لوگوں نے اس پر حلف لیا تھا کہ حقوق ان کے مالکوں کو دلائے جائیں اور کوئی ظالم کسی مظلوم پر دست درازی نہ کرے۔ حلف الفضول میں شریک ہونے والوں نے جو حلف لیا وہ یہ ہے۔

بـالـلّٰـهِ لنكوننَّ يدًا واحِدَةً مع المظلُوم على الظالم حتّٰى يؤدى اليه حقهٗ مابلَّ بحرٌ صوفَةً و مارسٰى حرا وثبير مكافِها وعلى الناس فى المعاش (رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی ڈاکٹر حمید اللہ صفحہ ۶۰)

"خدا کی قسم ہم سب مل کر ایک ہاتھ بن جائیں گے اور وہ مظلوم کے ساتھ رہ کر اس وقت تک ظالم کے خلاف اٹھا ہوا رہے گا تا آنکہ وہ ظالم مظلوم کو حق ادا کر دے۔ یہ اس وقت تک جب تک کہ سمندر گھونگوں کو بھگوتا رہے اور حرا و ثبیر کے پہاڑ اپنی جگہ قائم رہیں اور ہماری معیشت میں مساوات رہے گی۔

یعنی آپؐ کو شروع ہی سے مظلوم کی مدد اور ظالم کو ظلم سے روکنے کے ہر معاہدہ سے دلچسپی تھی۔

حضورﷺ جب مدینہ تشریف لے گئے تو وہاں آپؐ نے مختلف قبائل سے معاہدے کئے اور بعض حکمرانوں کو خطوط بھی

لکھے۔ جس میں بھلائی کے لئے تعاون اور برائی کو روکنے کیلئے باہمی اتحاد پر زور دیا گیا تھا۔

۲ء میں آپؐ نے بنی ضمرہ سے معاہدہ کیا جو اوّلین معاہدہ تھا۔ اس کے الفاظ اس طرح ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم. هذا كتاب من محمد رسول الله لبنی ضمرة. بانهم امنوا علی اموالهم وانفسهم وان لهم النصر علی من دههُمْ بظلم و علیهم النصر النبی مَابل بحر صوفة الا ان یحاربُوا فی دین الله .علیهم بذالک ذمة اللهِ و رسولهٗ ولهم النصر علی من برَّ منهم واتقٰی. (ابن سعید)

اس میں بھی جو چیز نمایاں ہے وہ یہ ہے کہ انہیں ان کے مال جان پر امن ہے۔ اور یہ کہ انہیں ہر ایسے کے خلاف مدد دی جائے گی جو ظلم سے ان پر اچانک ٹوٹ پڑے۔

ابن سعد نے بنی ضمرہ کے ایک اور معاہدے کا بھی ذکر کیا ہے۔ اس طرح قبیلہ جہنیہ کی دو شاخوں نے بھی آپ سے معاہدہ کیا۔ جس کے الفاظ تقریباً پہلے والے معاہدے کے ہیں۔

اس بارے میں ڈاکٹر حمید اللہ نے دلچسپ تحقیق کی ہے کہ ان معاہدوں میں صاف طور پر دوستی اور طرفداری کا عنصر نظر آتا ہے۔ اسلام لانے کا کوئی تصور بھی نہیں۔ (رسول اکرم کی سیاسی زندگی از ڈاکٹر حمید اللہ ۲۸۳) آپ کے چند معاہدات کی فوٹو کاپیاں آخر میں لف ہیں۔

اس طرح ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ایسا عالمی نظام تشکیل دیا تھا جس میں رواداری، عدل اور اچھے کاموں میں باہمی تعاون اور برے کاموں میں ایک دوسرے کو منع کرنا تھا۔

غیر مسلم اقوام بہت ہوشیار اور چالاک ہیں۔ چانکیہ اور میکیاولی کی طرز پر بظاہر اچھے اصولوں کا پرچار کرتی ہیں مگر درپردہ ان کے اپنے مفادات ہوتے ہیں۔ بے شک یہ منافقت ہے اور منافقت کا پردہ چاک کرنا چاہیئے۔ مگر حد سے آگے نہیں بڑھنا چاہیئے۔ بعض دفعہ ہماری قوم مخالفت برائے مخالفت میں اتنا آگے بڑھ جاتے ہیں کہ ان میں حق و باطل کی تمیز ہی باقی نہیں رہتی۔ اس کا اظہار عراق اور کویت کی جنگ کے دوران ہوا۔ امریکہ کی بہت سی پالیسیوں کی مذمت بہت ضروری ہے۔ مگر صدام حسین جیسے آمر، جابر اور غاصب کو اس کے احمقانہ اقدام پر صلاح الدین ایوبی قرار دینا سیاسی اور فوجی ہی نہیں مذہبی طور پر کور علمی کی دلیل ہے۔ عالمی نظام میں عالمی امن قائم کرنے کیلئے ضروری ہے کہ جارح کو سزا دی جائے۔ اگر اس اصول کے تحت امریکہ نے عراق پر چڑھائی کر دی تو یہ بڑا سنہری موقع تھا کہ اس اصول پر زور عملی حمایت کی جاتی۔ اور اس کا ڈھنڈورہ اتنے زور و شور اور تواتر سے پیٹا جاتا کہ اقوام متحدہ اور امریکہ کو آئندہ بھی اس اصول سے روگردانی نہایت مشکل ہو جاتی۔ صد افسوس کہ جن قوموں کو اس اصول کی اشد ضرورت تھی۔ انہوں نے اس اصول کی مخالفت کی۔ نتیجہ ظاہر ہے جارح کو سزا دینے کا اصول اگر صحیح وقت پر تسلیم کر لیا جاتا اور بین الاقوامی طور پر منوا لیا جاتا تو آج صدائے احتجاج ثمر آور بھی ہو سکتی تھی۔

خلاصہ

اس ساری بحث کا خلاصہ مختصر الفاظ میں یوں لکھا جا سکتا ہے کہ نیا عالمی نظام ایسا ہو جس میں معاشی استحصال نہ ہو۔ رواداری اور محبت ہو اور سب ممالک مل جل کر خرابی' دہشت گردی کا خاتمہ کرنے کا تہیہ کریں اور غریب ممالک کو سب مل کر ان کی درپیش مشکلات سے نکالیں۔

عالمی نظام......جدید لیکن منطقی سوچ

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ افغانوں اور پاکستانیوں نے مل کر کیمونزم کا جنازہ نکال دیا۔ لیکن روسی فوج کو شکست اور روس کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے والے افغانیوں اور پاکستانیوں کو کیا ملا؟

لاشوں کے ڈھیر' بموں کے ذخائر' معاشی بدحالی' بھوک وافلاس۔ پاکستان میں روزانہ بموں کے دھماکوں سے مرنے والے کس کے ہاتھوں اپنے خون کا نشان تلاش کریں۔ آج افغانستان اور پاکستان کے عوام سوال کرتے ہیں کہ اس جنگ میں سب لٹانے کے بعد آزاد اور ترقی یافتہ ممالک نے ہمیں کیا دیا؟

ورلڈ ٹریڈ سنٹر اور پینٹا گون کہاں ہے؟ اس حقیقت سے افغانستان اور پاکستان کی اکثریت ناواقف ہے۔ وہ تو بس اتنا جانتے ہیں کہ اس جنگ میں انہیں بہت سے عزیزوں کی لاشیں ملی ہیں۔ زندگی ایک بار جب روٹھ جاتی ہے پھر وہ کبھی واپس نہیں آتی۔ موت بڑی ظالم ہے۔ ہر طرف تباہی اور بربادی پھیلا دیتی ہے۔ ہمیں اس وقت غور کرنا ہے کہ ہمارے کونسے عوامل زندگی کا تحفظ کرنے میں ناکام ہوئے۔

اس وقت پوری دنیا جس عجیب قسم کی کیفیت کا شکار ہے۔ اس کا حل صرف یہ ہے کہ امن کو تباہ کرنے والے عوامل کا پتہ چلایا جائے اور عالم اسلام اور امریکہ کا اتحاد واتفاق مستحکم ہو۔

موجودہ وقت میں اس بات کا شدت سے احساس ہو رہا ہے کہ اسلام اور امریکہ کو قریب لا کر اتفاق اور اتحاد کی مضبوط رسی میں جکڑ دیا جائے۔ کیونکہ ان دونوں میں مائل خلیج امن عالم کی تباہی کا باعث بن سکتی ہے۔

اسلام اس وقت دنیا کا دوسرا بڑا مذہب ہے۔ ایک اندازے کے مطابق اس وقت دنیا کی آبادی چھ ارب سے تجاوز کر گئی ہے۔ جس میں مسلمانوں کی تعداد ایک ارب چالیس کروڑ ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ دنیا کا ہر چوتھا فرد مسلمان ہے۔ اس وقت مسلم ممالک کی تعداد ۵۰ سے زائد ہے۔

اسلامی ممالک جغرافیائی لحاظ سے بڑی اہم مقامات پر واقع ہے۔ مسلمان ممالک کا جو خطہ بنتا ہے اس کی سیاسی' جغرافیائی اور عسکری اہمیت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔

ادھر امریکہ موجودہ وقت میں دنیا کا سب سے اہم اور طاقتور ترین ملک ہے۔ امریکہ کو قدرت نے تمام دولتوں سے نوازا ہے۔ ساری دنیا کی معیشتیں امریکی معیشت کی محتاج ہیں۔

اس طرح ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ دنیا میں قوت اور معیشت کا توازن ان دو (مسلمان + امریکہ) فریقوں کے ہاتھ میں ہے۔

ان دو فریقوں کی مشترکہ جدوجہد یقیناً دنیا میں نیا نظام لا سکتی ہے۔

امریکہ کو یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیئے کہ مسلمان ممالک خصوصاً تیسری دنیا کے مسلم اور غیر مسلم ممالک امریکہ اور جنوبی ممالک کے معاملے میں حسد کا شکار ہیں۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ امریکہ اپنے آلہ کار مالیاتی اداروں کے ذریعہ مالیاتی بحران میں مبتلا کر کے انہیں غربت کی لکیر سے نیچے دھکیل رہا ہے۔ جس کی وجہ سے بھوک' افلاس اور غربت کے مارے لوگوں کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا گیا ہے کہ اس صورت حال سے نجات کیسے ممکن ہوگی۔ ان ممالک کو یہ بھی یقین ہے کہ ان کو ملنے والے امداد ان کیلئے رحمت نہیں زحمت ہے۔

دوسری طرف کشمیر کا مسئلہ ہے ہاں ۸۰ ہزار کشمیری اپنی جانوں کا نذرانہ ریاستی دہشت گردی کو پیش کر چکے ہیں۔ کشمیر کے مسئلہ کو بھارت خود اقوام متحدہ میں لے کر گیا۔ افسوس سرد جنگ میں روس کا ساتھ دینے والا بھارت آج امریکہ کا ساتھی کیسے بن گیا۔

ادھر امن عالم میں بڑی رکاوٹ مسئلہ فلسطین ہے۔ دنیا کے سارے مسلمانوں کے علاوہ دیگر مذاہب کے لوگ بھی اس بات پر متفق ہیں کہ اسرائیل مشرق وسطیٰ میں جارحیت اور دہشت گردی کا مرتکب ہے۔ حال ہی میں ڈربن کانفرنس میں ساری دنیا نے اسرائیل کی دہشت گردی کی مذمت کی۔ لیکن امریکہ ویٹو کر گیا۔ کیا یہ انصاف ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔

میرے خیال کے مطابق اگر امریکہ ان نکات پر نظر ثانی کرے تو دنیا امن و محبت اور سکون کا گہوارہ بن سکتی ہے۔

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امت مسلمہ کی ذمہ داریاں تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

پروفیسر محمد مشتاق کلوٹا۔ کراچی

بلغ العلیٰ بکمالہ کشف الدوجا بجمالہ

حسنت جمیع و خصالہ صلو علیہ وآلہ

آفتاب ایک وقت میں کرہ ارض کے ایک ہی پہلو کو روشن کر سکتا ہے لیکن اس سراج منیر نے وقت واحد میں جاہلیت کی ظلمت وجہالت کی تاریکی' کفر وشرک کی سیاہی' رسوم کے اندھیرے' رواج کی گھٹا' تقلید کی تیرگی کو اپنی نورانی شعاعوں سے اٹھا کر دلوں کو نور ایمان سے' دماغ کو عقائد صحیحہ کے لمعات سے' آنکھوں کو کتاب مبین کے مطالعہ سے' دھندلے تذبذب کو دلائل سے' تاریک ظنون کو براہین مبینہ سے روشن فرمایا۔(۱)

اس روشنی میں ہر ایک نے حقیقت اشیاء کو دیکھا اور ہر ایک کی نگاہ خود اپنے آپ کو دیکھ سکنے کے قابل ہوئی۔ وہ جو انسانیت کی حقیقت کو فراموش کر بیٹھے تھے اب خود ''اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم''(۲) ثابت ہوئے۔

انسان کو اپنی تمام تر مخلوقات پر فضیلت عطا کرنے والی اور اسے اشرف المخلوقات کا درجہ دینے والی ذات واحد بھی وہی ہے جس نے نہ صرف نوع انساں کو اس جہاں آب وگل میں بے شمار نعمتوں سے بہرہ ور کیا بلکہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر خاتم النبین، محسن انسانیت، شفیع المذنبین' مہربان آقا' ممتاز سپہ سالار' کریم النفس جرنل' مایہ ناز منتظم' بے مثال معلم' عاقل مقنن' انسان کامل' رہنمائے کاروان انسانیت' سلسلہ قدسی کے درشہوار' سراج منیر' نور مبین' ہادی اعظم' انیس الغریبین' راحۃ العاشقین' پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تک رسالت کے سلسلے کو بھی قائم ودائم رکھا تا کہ انسان بدی کے اندھیروں سے بچ کر نیکیوں کی اجلی راہوں پر سفر حیات طے کرے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول مقبول ﷺ کو تمام انبیاء اور رسل میں ایک خاص امتیاز عطا فرمایا' آپ ﷺ کو سید الانبیا قرار دیا۔

خالق کائنات نے اپنے سب سے پیارے اور آخری نبی ﷺ کو تمام جہانوں اور رہتی دنیا تک سارے انسانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔ آپ ﷺ نے دنیا کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا کر اس کے عذاب سے بچا لیا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ رب العالمین ہیں اسی طرح آپ ﷺ رحمت للعالمین ہیں

اللہ تعالیٰ کا قرآن میں ارشاد ہے کہ **وما ارسلنک الا رحمنہ للعالمین** (۳)

ترجمہ ''ہم نے آپ کو رحمت للعالمین بنا کر بھیجا''

قرآن میں ارشاد ربانی ہے کہ **ورحمتی وسعت کل شی** (۴)

ترجمہ ''اور میری رحمت نے ہر چیز کو گھیرے میں لے رکھا ہے''

آپ ﷺ محبت اور رحمت کا پیکر عظیم تھے۔ آپ ﷺ کی رحمت وشفقت سب کے لیے یکساں تھی۔ آپ ﷺ کی رحمت صرف آپ ﷺ کی امت کے لیے نہ تھی بلکہ آپ ﷺ کافروں کے لیے بھی رحمت للعالمین تھے۔ سابقہ امتوں میں جو نبی مبعوث ہوئے وہ صرف ایک خاص قوم اور خاص مدت کے لیے تھے۔ ان کی تعلیمات کا تعلق اسی قوم اور اسی دور سے ہوتا تھا۔ مگر رسول اکرم ﷺ چونکہ تمام انسانیت اور تمام زمانوں کے لیے رسول بن کر آئے اس لیے آپ ﷺ کی تعلیمات میں اس قدر جامعیت

ہے کہ قیامت تک کے انسان خواہ وہ کسی بھی قوم یا دور سے تعلق رکھتے ہوں ان تعلیمات سے رہبری حاصل کر سکتے ہیں۔

ارشاد ربانی ہے کہ

قل یا یھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً (۵)

ترجمہ ''اے محمد! کہہ دیجئے کہ لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں''

آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ

'' کان کل نبی یبعث الیٰ قومه خاصه و بعثت الیٰ کل احمر و اسود '' (۶)

ترجمہ ''ہر نبی اپنی خاص قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور میں تمام سرخ وسیاہ قوموں کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں''

لہذا آپ ﷺ کی تعلیمات عالمگیر ہے۔ آپ ﷺ کی پیش کردہ تعلیمات محض نظری نہیں بلکہ خود ان پر عمل کر کے انہیں عملی زندگی میں نافذ کیا۔ صرف حضرت محمد ﷺ تمام دنیا کی قوموں کے لیے اور قیامت تک کے لیے نمونہ عمل اور قابل تقلید بنا کر بھیجے گئے تھے۔ اس لیے آپ ﷺ کی سیرت کو ہر حیثیت سے مکمل' دائمی اور ہمیشہ کے لیے محفوظ رہنے کی ضرورت تھی اور یہی ختم نبوت کی سب سے بڑی عملی دلیل ہے۔ (۷)

سورہ سبا میں ارشاد ربانی ہے کہ

'' وما ارسلنک الا کافته للناس بشیراً و نذیراً ولکن اکثر الناس لایعلمون '' (۸)

ترجمہ ''اور ہم نے آپ ﷺ کو سارے لوگوں کے لیے بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا لیکن اس بات کو اکثر لوگ نہیں جانتے''

آپ ﷺ کی ہستی رہتی دنیا تک کے لیے بہترین نمونہ ہے۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنه (۹)

ترجمہ ''البتہ تمھارے لیے رسول اللہ کی ذات میں ایک بہترین نمونہ موجود ہے''

یہاں عام ضابطے کے طور پر مسلمانوں سے ارشاد فرمایا گیا کہ تمہیں روزمرہ کے کاموں میں حضور ﷺ کا طریقہ کار اختیار کرنا چاہیے گویا آپ ﷺ کی ہستی پورے عالم کے لیے بہترین نمونہ ہے۔ جو شخص اپنی عملی زندگی میں آپ ﷺ کو نمونہ بنا کر بنا کر جس قدر محاسن اپنے اندر پیدا کرے گا اسی قدر اللہ کے ہاں مقبول ہو سکتا ہے دنیا و آخرت کی تمام سعادتیں صرف آپ ﷺ کی ذات کی اتباع' اطاعت اور تقلید سے وابستہ کر دی گئی ہیں۔

فکر رسول اللہ ﷺ دراصل پیغام حق ہے۔ بندوں کو اللہ کے آگے جھکانا اور صراط مستقیم پر چلانا ہے۔ رحمۃ للعالمین کی فکر اللہ کا پیغام ہے۔ اللہ رب العالمین ہے۔ بادشاہت اللہ کی ہے۔ ہمارے نبی محترم ﷺ رسول معظم ہمارے لیے ایک متوازن دین لائے۔ وہ خود رؤف رحیم ہیں۔ اللہ نے انہیں سراجاً' منیراً اور خلق عظیم ﷺ فرمایا ہے۔ آپ ﷺ شمس الضحیٰ' مفکر اعظم' مصلح اعظم ﷺ ہیں۔ حضرت محمد ﷺ خیر الوریٰ' احمد مجتبیٰ ﷺ نے پوری دنیا کی فلاح و بہبود' خیر و صلاح' عروج و ارتقاء' صفا و بہا کے لیے بلاشبہ اور بلاشبہ اور بلا آمیزش طمع اپنی مقدس اور پاک زندگی کو صرف کیا۔ انہوں نے بندوں کو بندوں سے ملایا' دل کو پاک کیا' روح کو

روشن دماغ کو درست کیا طبع کو ہموار اور فحاشی و بے حیائی کے خلاف آواز اٹھائی۔

امت مسلمہ

امت مسلمہ ایک ایسی امت ہے جو عقیدہ توحید' رسالت اور آخرت کے خطوط پر استوار ہے۔ اس کے مابین ایک ہی رابطہ (اسلام) ہوتا ہے اور وہی اس کا ضابطہ حیات ہے۔

دنیا میں انسان' رنگ و نسل' خاندان' قبیلہ' معاش' سیاست' تجارت اور علاقوں کو بنیاد بنا کر اجتماعیت کھڑا کرتا ہے لیکن یہ سب جھوٹے خداؤں کی ریزہ کاری ہے۔ اصل اجتماعیت عقیدہ توحید سے ہی جنم لیتی ہے جو اعمال میں سرائیت کر کے انسانوں کو بنیان مرصوص بنا دیتی ہے یہی اجتماعیت ہے۔

اللہ کے نزدیک امت مسلمہ تمام اقوام عالم سے بہتر امت ہے کیونکہ اس کی بنیاد رنگ و نسل اور دیگر عناصر کی بجائے نظریئے اور عقیدے پر رکھی گئی ہے یعنی اس کا مطلب یہ ہوا کہ تمام انسان خواہ ان کا تعلق کسی رنگ و نسل' زبان' وطن اور قوم سے ہو اگر وہ اللہ کی وحدانیت پر یقین رکھتے ہیں اور حضور ﷺ کو سچے دل سے اللہ کا آخری پیغمبر مانتے ہیں اور اسلامی شعائر کو دل کی گہرائیوں سے تسلیم کرتے ہیں تو ان کا شمار امت مسلمہ میں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو خیر امت قرار دیا ہے

سورہ آل عمران میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

"کنتم خیر امتٍ اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر و تومنون باللہ" (۱۰)

ترجمہ "تم وہ بہترین امت ہو جسے لوگوں کے لیے نکالا گیا ہے تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو"

اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو جہاں تمام امتوں سے بہتر قرار دیا ہے وہاں اس کا سبب یہ بھی بیان کیا ہے کہ تم فعل معروف کا حکم دیتے ہو اور فعل منکر سے منع کرتے ہو اس کا مطلب یہ ہوا کہ امت مسلمہ کے بہترین امت ہونے کا سبب یہی ہے کہ اس امت کے افراد اچھی اور پسندیدہ باتوں کا حکم دیتے ہیں اور ناپسندیدہ اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں۔

ارشاد ربانی ہے کہ "ولتکن منکم امت یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر ' واولئک ھم المفلحون "(۱۱)

ترجمہ "اور ضروری ہے کہ تم میں سے ایک ایسی جماعت رہے جو نیکی کی طرف بلایا کرے اور بھلائی کا حکم دیا کرے اور برائی سے روکے' فلاح پانے والے تو یہی لوگ ہوں گے"

اسلام انسانوں کو صرف دو گروہوں میں تقسیم کرتا ہے ایک وہ جو اللہ تعالیٰ پر کامل یقین رکھتے ہیں اور دوسرے وہ جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتے لہذا ایک اللہ اور رسول ﷺ پر ایمان رکھنے والے ملت اسلامیہ سے وابستہ ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

ان ھذا امتکم امتۃ واحدۃ (۱۲)

ترجمہ "بے شک یہ امت' امت واحدہ ہے

سورہ البقرہ آیت نمبر ۱۴۳ میں اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو امت وسط کہا ہے۔ امت وسط سے مراد انسانوں کا ایسا گروہ ہے جو اعتدال کا راستہ اختیار کرتا ہے تاکہ کسی بھی شخص سے زیادتی نہ ہو اور سب سے یکساں سلوک ہو۔ آج تک جتنے بھی انبیائے کرام گزرے ہیں ان سب کی امتوں کی نسبت امت مسلمہ کو اللہ تعالیٰ نے بہتر امت قرار دیا ہے اس امت کو کس اعتبار سے بہتر امت کہا گیا ہے کہ امر بالمعروف کا حکم دیتی ہے اور فعل منکر سے منع کرتی ہے یعنی اس امت کے افراد اچھی اور پسندیدہ باتوں کا حکم دیتے ہیں اور ناپسندیدہ اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں۔

سیرت طیبہ ﷺ کی عالمگیریت وابدیت

گزشتہ امتیں اپنی نافرمانی اور گناہوں کے سبب مختلف عذابوں میں مبتلا ہوئیں۔ کسی قوم کی صورت مسخ کردی گئی، کسی پر طوفان کا عذاب آیا اور کسی کی بستی کو الٹ دیا گیا لیکن حضور انور ﷺ کے وجود کی برکت سے کفار مکہ باوجود اپنی سرکشی کے دنیا میں عذاب عظیم سے محفوظ رہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ

وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم (۱۳)

ترجمہ ''اور اللہ ہرگز عذاب نازل نہیں کرے گا جب تک کہ آپ (ﷺ) ان میں موجود ہیں۔

ایک دفعہ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا، یارسول اللہ! آپ ﷺ مشرکین کے لیے بددعا کریں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''میں لعنت کرنے والا نہیں بلکہ میں تو صرف رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں'' (۱۴)

جنگ احد میں حضور انور ﷺ کے دندان مبارک شہید ہو گئے، آپ ﷺ کا چہرہ اقدس خون سے تر تھا مگر مخالفین اسلام کے لیے آپ ﷺ کی زبان مبارک سے دعائیہ الفاظ جاری تھے۔ یہاں تک کے یہود ونصاریٰ پر بھی آپ ﷺ کی نظر کرام رحیمانہ رہی۔ یہودیوں اور مسلمانوں کے درمیان اگر معاملات میں اختلاف پیش آتا تو مسلمانوں کی بلاوجہ طرفداری نہ فرماتے ان کے تحت اور ناجائز تقاضوں اور درشت کلمات کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے۔ (۱۵)

قرآن کریم میں اگر ایک طرف مخاطبین مومنین ومسلمین ہیں اور کفار ومنافقین ہیں تو دوسری طرف اس دین کے مخاطب عام انسان ہیں پیغام الٰہی کی یہی وہ صورت ہے جو اسے دوسری الہامی اور غیر الہامی مذاہب سے ممتاز کرتی ہے۔

انسانیت کے تمام مسائل کا حل۔ تعلیمات نبوی ﷺ کی پیروی

دورجدید میں عدل انصاف کا فقدان، منشیات کا استعمال، گداگری، سفارش، قحبہ گری، جرائم، قتل، اغواء برائے تاوان، رشوت کی لعنت، دولت کی نمائش، کلاشنکوف، دہشت گردی، جوا، شراب نوشی، اسراف وتبذیر، سودی کاروبار، نوجوان طبقے میں عریانی اور فحاشی کا فروغ، تشہیر ماڈرن خواتین کے نت نئے بدلتے فیشن اور جسموں کی نمائش، ویڈیو، سی ڈی پلیئر اور انٹرنیٹ کا ناجائز استعمال، طبقاتی کشمکش، معاشرتی اونچ نیچ، بے روزگاری، منافقت، جھوٹ، ذخیرہ اندوزی، پتنگ بازی، آتش بازی بالخصوص شادیوں اور شب برات کے موقعوں پر، تعلیم برائے فیشن، مہنگے اسکولوں میں بچوں کو داخل کرانا، موت کی فضول رسمیں، اتحاد کا فقدان، معاشرے میں غیبت کی کثرت اور فرقہ واریت یہ وہ معاشرتی اور سماجی برائیاں ومسائل ہیں جن سے آج پورا عالم دوچار ہے۔

حضرت محمد ﷺ کا پیغام عالمگیر اور آفاقی ہے۔ تعلیمات نبوی ﷺ میں ہمیں تمام انسانیت کے مسائل کا حل ملتا ہے۔

آپ ﷺ کی تعلیمات آفاقی تعلیمات ہیں جو پورے عالم کی رہنمائی کرتا ہے۔ یہ عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر فوقیت کی نفی کرتا ہے۔ یہ ایک ایسے معاشرہ اور ایسے نظام حکمران کو تشکیل دیتا ہے جس میں امیر غریب' کالا گورا' سب کے سب آپس میں بھائی ہیں اور مساوی حقوق کے حامل ہیں اگر ان میں کوئی برتری رکھتا ہے تو صرف اور صرف تقویٰ کی بنیاد پر چاہے وہ امتیاز کسی کالے کو ہی کو کیوں نہ حاصل ہو۔

تہذیب مغربی آج اس واسطے دم توڑ رہی ہے کہ اس کے علمبرداروں نے قدرت کے خلاف بغاوت کی اس کی چمن بندی میں خلل ڈالا اس تہذیب کا سب سے زیادہ تباہ کن پہلو یہ ہے کہ اس نے روح و بدن میں افتراق پیدا کر دیا۔ حالانکہ انسان کی کامل شخصیت روح و بدن کی تالیف و امتزاج سے عبارت ہے ان کے متوازی نشو و نما سے بڑھتی ہے اور ثمرور ہوتی ہے۔ عیسائیت نے بھی یہی غلطی کی اس نے رہبانیت کے تیشے سے جسم کو گھائل کیا تا کہ روح پیدا ہو مگر اس غیر طبعی تعلیم کا وہی نتیجہ ہوا جو ہونا چاہیے یعنی روح کی شمع بھی افسردہ ہو کر رہ گئی اور اہل کلیسا میں مزاج خانقاہی پیدا ہو گیا جس سے خود حاسہ مذہب مجروح ہو گیا۔

اسلامی معاشرہ باہمی خیر و فلاح کا نظام دیتا ہے۔ اسلامی ہمدردی اور ایثار کا حکم دیتا ہے۔ مغربی دنیا جو حقوق انسانی کی نقیب بننے کی کوشش کر رہی ہے بوسنیا' روانڈا' افغانستان اور کشمیر میں انسانی خون کی ہولی کھیلتی ہوئی دیکھ رہی ہے اور خاموش ہے۔ مغربی دنیا جانوروں سے بے حد محبت کرتی ہے اور جانوروں کے آرام کے لیے کئی کلب کھول رکھ رہے ہیں مگر بوسنیا میں مسلمانوں کی تذلیل اور قتل عام کا ان پر اثر تک نہیں ہوتا۔ مغربی تہذیب غالب تہذیب ہے اس لیے مسلم امہ اس تہذیب کی بھونڈی تقلید کرتی ہوئی نظر آ رہی ہے اور اس عمل میں اپنی کردار کشی کر رہی ہے۔ مغربی دنیا میں خاندان کا ادارہ تباہی کے کنارے پر پہنچ چکا ہے ہم نے ان کی تقلید کر کے بھلا کیا سیکھا ہے؟

ان حالات میں اتباع رسول ﷺ میں ہی ہماری نجات ہے۔ نیک اور صالح مائیں ان سماجی اور معاشرتی برائیوں کے خلاف اولاد میں نفرت پیدا کر سکتی ہیں۔ اسلام نظام کا نفاذ ہی ہماری کامیابی کا راز ہے۔ اسلامی معاشرہ بڑی تیزی کے ساتھ زوال پذیر ہو رہا۔ آپ ﷺ نے خطبہ حجتہ الوداع کے موقع پر فرمایا **یایھا الناس! انی قد ترکت فیکم ما ان اعتصمتم فلن تضلو ا ابداً ؛ کتاب اللہ ' وسنتہ نبیہ ﷺ (١٦)**

ترجمہ ''اے لوگو! میں تمہارے پاس ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم اسے مضبوطی سے پکڑ و گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ اللہ کی کتاب اور اس کے نبی ﷺ کی سنت''

''رہنمائے کارواں انسانیت ﷺ کی سیرت ضیاء میں انسانیت کے اضمحلال اور تھکان کا مداوا تلاش کریں'' (١٧)

آپ ﷺ کی تربیت کا یہ اثر تھا کہ حضرت ؓ ام المساکین کہلائیں' حضرت خدیجتہ الکبریٰ ؓ کی گود میں حضرت فاطمہ ؓ جیسی ہستیاں پرورش پا سکتی ہیں ایلزبتھ ٹیلر کی گود میں محمد بن قاسم اور ٹیپو سلطان نہیں پل سکتے۔ معلم اعظم ﷺ ہی اخلاق اور حکمت کا سرچشمہ ہیں انہی کی اتباع میں ہماری نجات ہے جن کے بارے میں قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ

ویعلمکم الکتب والحکمتہ و یعلمکم مالم تکونو تعلمو. (١٨)

ترجمہ ''تمہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور وہ تمھیں باتیں سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔''

دورِ نبوی ﷺ کا فلاحی معاشرہ اور مثالی عالمی نظام کی تشکیل

دورِ نبوی ﷺ میں جب مسلمانوں کی ایک مختصر جماعت آپ ﷺ کی رہنمائی میں مکے سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچی تو آپ ﷺ نے مہاجرین اور انصار کی مدد سے ایک اسلامی فلاحی ریاست اور معاشرہ قائم فرمایا۔(۱۹)

یہ وہ فلاحی معاشرہ تھا جس کی نظیر آج تک ہمیں نہیں ملتی۔ اس معاشرہ میں ہمیں عدل و انصاف کا دور دورہ ملتا ہے۔ یہاں پر عرب کو عجم پر اور عجم کو عرب پر کوئی فوقیت حاصل نہیں۔ محسن انسانیت نے فلاح انسانیت کے لیے بے بہا موتی نچھاور فرمائے ہیں۔ آپ ﷺ نے اپنی پوری زندگی میں خیر و فلاح کا مظاہرہ فرمایا۔

اگر ہم ناروے' سویڈن' ہالینڈ' جرمنی' سوئٹزر لینڈ اور برطانیہ جیسے ممالک کا مطالعہ کریں تو ہمیں اس بات کا کھوج ملتا ہے کہ ان ممالک نے فلاحی ریاستیں تو قائم کر دیں مگر وہ معاشرے میں پاکیزگی اور عفت کا نظام قائم کرنے میں ناکام رہے۔ جبکہ یہ کام رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین کے دورِ مبارک میں مکمل ہو گیا۔ آج کل کی جدید فلاحی ریاستوں میں جو نمایاں خدوخال ملتے ہیں وہ تصورات آج سے ۱۴۰۰ سال سے زیادہ عرصہ قبل ہمیں حضور اکرم ﷺ اور خلفائے راشدین نے دیئے۔ ایسا معاشرہ قائم ہوا جس کی بنیاد خیر سگالی' اخوت' موانست' مودت' خیر خواہی اور فلاح انسانیت پر رکھی گئی۔ حضرت عمرؓ نے تو دیوان عمر میں پیدا ہونے والے بچوں کا ان کی پیدائش سے قبل وظیفہ مقرر کر دیا تھا۔ ایسا تصور اب بھی یورپ کی کسی فلاحی ریاست میں نظر نہیں آتا۔

ایک دفعہ قبیلہ قریش کی ایک بااثر عورت سے چوری سرزد ہو گئی۔ نبی پاک ﷺ نے اس عورت کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ ایک صحابی نے اس عورت کی سفارش کرنا چاہی تو حضور ﷺ نے اس پر ناراضگی کا اظہار کیا۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے عدل و انصاف کا وہ فلسفہ پیش کیا جس کی تاریخ میں ہمیں نظیر نہیں ملتی۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ

''تم سے پہلی قومیں اسی لیے تباہ ہوئیں کہ جب ان میں سے کوئی بااثر آدمی جرم کرتا تو وہ اثر و رسوخ کی وجہ سے سزا سے بچ جاتا تھا اللہ کی قسم اگر محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہؓ یہ جرم کرتی تو وہ بھی اس سزا سے نہ بچ سکتی'' (۲۰)

فلاحی معاشرے کے قیام کے لیے ضروری ہے کہ تمام عالم انسانیت تک اسلام کی دعوت پہنچے۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو بہترین امت قرار دیا ہے کیونکہ یہ امت لوگوں کی رفع رسانی کا فریضہ انجام دیتی ہے بقول شاعر کے

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے نیل کے ساحل سے لیکر تابخاک کاشغر (علامہ اقبال)

آج یہ عالم ہے کہ ہم نے اپنی قسمت کے فیصلے امریکہ اور یورپ کے سپرد کر رکھے ہیں اور خود ہاتھ پر ہاتھ دھرے اپنے مسلم بھائیوں کے کشت و خون کے مناظر دیکھ دیکھ کر نجانے کیا سوچ رہے ہیں یہ یہود و نصاریٰ کبھی دوست بھی خواہ نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ یہ فیصلہ تو خود اللہ تعالیٰ نے کر دیا ہے۔

یاایھا الذین امنو لاتتخذو الیھود و النصریٰ اولیاء بعضھم اولیاء بعض ومن یتولھم منکم فانھم ان اللہ لایھدی القوم الظالمین (۲۱)

ترجمہ ''اے اہل ایمان یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جو شخص تم میں سے ان کو دوست

بنائے گا وہ بھی انہی میں سے ہوگا۔"

عالم عیسائیت کو اسلام کے ازلی دشمن "یہودیت" کی مکمل حمایت حاصل ہے۔ یہ بات حد درجہ افسوس ناک ہے کہ عیسائی جنہیں اسلام کے قریب ہونا چاہیے تھا وہ دانستہ یا نادانستہ طور پر تقریباً ڈیڑھ ہزار سال سے یہودیوں کے تابع چلے آرہے ہیں۔ (۲۲) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "تم اہل ایمان کی عداوت میں سب سے زیادہ سخت یہود و مشرکین کو پاؤ گے اور ایمان لانے والوں کے لیے دوستی میں قریب تر ان لوگوں کو پاؤ گے جنہوں نے کہا کہ ہم نصاریٰ ہیں یہ اس وجہ سے کہ ان میں عبادت گزار عالم اور تارک الدنیا فقیر پائے جاتے ہیں اور ان میں غرور نفس نہیں ہے جب وہ اس کلام کو سنتے ہیں جو رسول اللہ (ﷺ) پر اترا تو تم دیکھتے ہو کہ حق شناسی کے اثر سے ان کی آنکھیں آنسو سے تر ہو جاتی ہیں وہ بول اٹھتے ہیں کہ اے پروردگار ہم ایمان لائے۔ ہمارا نام گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔" (۲۳)

فلاحی انسانی معاشرے میں علم وحکمت کی ترویج نہایت ضروری ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کو تمام علوم کا سرچشمہ قرار دے کر آپ ﷺ کو معلم انسانیت کے منصب پر سرفراز کیا۔ یہی وہ چیز تھی جس نے کم وبیش سات صدیوں تک مسلمانوں کو دنیا علمی امام بنائے رکھا۔ یہ وہ دور تھا جب یورپ کی دنیا تاریکیوں کے عہد سے گزر رہی تھی اور مسلمان سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں ایجادات پر ایجادات کیے چلے جارہے تھے۔

امن وامان کا قیام بھی فلاحی معاشرے کے لیے اہم اقدام ہے۔ سیرت طیبہ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ تمام عالم انسانیت کے لیے امن واخوت کے پیامبر بن کر آئے تھے۔

فلاحی معاشرے کے لیے معاشی نظام کا ہونا بہت ضروری ہے معاشی اصلاح کے ضمن میں زکوٰۃ، صدقات انفاق فی سبیل اللہ جیسے عوامل اہمیت کے حامل ہیں۔ خطبہ حجتہ الوداع کے موقعہ پر سود جیسی مہلک مرض کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا اور یہاں تک کے تلقین فرمائی کے غلاموں کو بھی وہی کچھ کھلاؤ اور پہناؤ جو تم خود کھاتے اور پہنتے ہو۔ زرق برق لباس زیب تن کرنا یا سر بفلک عمارتوں میں رہائش اور دولت وثروت کی فراوانی انسانیت کی عظمت کے لیے ضروری نہیں بلکہ یہ تب ہی ممکن ہے کہ انسان اپنے اندر حسن اخلاق اور محبت رسول ﷺ پیدا کرے اور اپنی زندگیوں کو سیرت طیبہ ﷺ میں ڈھال لے جو کہ صفات الہٰی کا مظہر ہے۔

دور نبوی ﷺ کے فلاحی معاشرے کو مدنظر رکھا جائے تو ایک زبردست مثالی عالمی نظام تشکیل دیا جا سکتا ہے۔

انسانیت پر رسول رحمت ﷺ کے احسانات واثرات

تاریخ عالم میں حضرت محمد ﷺ کی ہستی مبارک وہ واحد ہستی ہے جن کے امت پر بے شمار احسانات ہیں اور اس کے دور رس اثرات ہیں۔ آپ ﷺ کی رحمت خاصہ کافروں، عورتوں، یتیموں، غلاموں اور بچوں وغیرہ کے لیے عام تھی۔ آپ ﷺ کی آمد کے مقصد کو اس طرح سے بیان کیا جا سکتا ہے۔

To liberate man, to unite man

To Educate man and to humanise man

Free from social discrimination (24)

نیو ورلڈ آرڈر کا مفہوم

دنیا میں سب سے اچھی حکومت وہ ہے جو اللہ کے قوانین کی تعبیر کرے جو سب سے زیادہ انسانوں کی بہتری کا کام انجام دے جس کا مدار ایسے پسندیدہ اصولوں پر ہو جو انسانی فطرت اور قدرت کے ابدی قوانین سے مکمل مطابقت پیدا کر سکیں جس کے اصولوں اور سیاسی اعمال میں عدل واعتدال اور یکسانیت پائی جائے اس قسم کی حکومت کے قیام کے متعلق اسلام کے علاوہ آج تک کسی مذہب کسی سوسائٹی کسی قوم نے دعویٰ نہیں کیا۔ اسلام اس قسم کا دعویٰ کرتا ہے اور دنیا کے ان انسانوں کو اپنے دعویٰ کی صداقت پر جمع کر سکتا ہے جو مثالی معیاری اور اچھی حکومت کے طالب ہوں۔ عالمگیر امن اور عالمگیر بہتری کے لیے تڑپ رکھتے ہوں اور ہر قسم کے مذہبی' سیاسی اور اجتماعی تعصبات سے پاک وصاف ہو کر اس کے دعویٰ کی تنقیح کے لیے آگے آئیں۔ نئے زمانہ کا نظریہ کیا ہے؟ یہ کہ سلطنت کا تخیل عالم خیال میں ایک اہم اور اکمل سلطنت کی جگمگاتی ہوئی تصویر پیش کرتا ہے جو ابھی تک عالم وجود میں نہیں آئی مگر جس کے لیے کوشش کرنا ضروری ہے۔ (۲۵)

موجودہ بین الاقوامی تعلقات میں نیو ورلڈ آرڈر کی اصطلاح کا کثرت سے استعمال خلیج کی جنگ کے بعد شروع ہوا اس لیے عام تاثر یہی ہے کہ امریکہ نے خلیج کی جنگ میں عراق کی شکست کے بعد ایک نئے عالمی نظام کا نقشہ پیش کیا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ نئے عالمی نظام کا تصور امریکہ کی خارجہ پالیسی میں اس وقت ابھرا جب امریکہ اور روس نے جینوا معاہدہ پر دستخط کیے تھے۔ جینوا معاہدے پر دستخط کر دینے سے روس چالیس سال سے جاری سرد جنگ کی دوڑ میں بہت پیچھے رہ گیا اور امریکہ واحد فاتح کی حیثیت سے ایک نئے دور میں داخل ہوا۔ دنیا میں Bi Polar نظام کی جگہ Uni Polar نظام نے لے لی اور امریکہ نے نیو ورلڈ آرڈر کی شکل میں پوری دنیا پر بلا شرکت غیرے اپنی حکمرانی اور سربراہی کے تصور کو عملاً ایک نظام بنانے کی کوششیں شروع کر دیں گویا نیو ورلڈ آرڈر سے مراد امریکہ کی وہ خارجہ پالیسی ہے جس کے تحت وہ پوری دنیا کے نظام کو اپنے فوجی' سیاسی اور اقتصادی مفاعات وترجیحات کے تابع بنانا چاہتا ہے تا کہ وہ عرصہ دراز تک اپنی ''عالمی یکتائی'' کے زور پر بین الاقوامی سرمایہ داریت اور استحصالیت کو تحفظ دے سکے۔ (۲۶)

امریکہ کی دریافت سے بہت پہلے اگر ہم چھٹی صدی عیسوی سے دنیا کی تاریخ کا جائزہ لیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ چھٹی صدی عیسوی میں اس دنیا میں روم اور فارس کی دو بڑی سلطنتیں آپس میں خونریز جنگوں کی شکل میں محاذ آرائی تھیں۔ فاتح سلطنت ہر جنگ کے بعد ایک ورلڈ آرڈر جاری کرتی۔ جس کے تحت چھوٹی ریاستوں کو اپنا مطیع بنا لیا جاتا۔ (۲۷)

رسول اکرم ﷺ کی بعثت کے وقت دنیا میں ملوکیت اور بادشاہت کا دور تھا۔ سرزمین عرب کا جنوبی حصہ سلطنت حبش کے پاس تھا' مشرقی حصہ سلطنت فارس کے قبضہ میں تھا اور شمالی حصہ پر سلطنت روم قابض تھی۔ ملک عرب ایک وحدت کی بجائے کئی خود مختار قبیلوں میں منقسم تھا۔ دو طاقتی نظام رائج تھا۔ طاقت کا توازن اس وقت اس وقت کی دو بڑی سلطنتوں روم اور فارس نے سنبھالا ہوا تھا۔ مگر یہ نظام بری طرح ناکام ہوا اور عالمی امن قائم نہ رہ سکا۔ کیونکہ اس میں سے کسی سلطنت کا ورلڈ آرڈر انصاف' صلح اور مساوات پر مبنی نہ تھا بلکہ یہ ورلڈ آرڈر توسیع سلطنت کی خواہش اور اقتدار کی ہوس پر مبنی تھا۔ (۲۸)

۱۴ اگست ۱۹۴۱ء میں امریکی صدر روز ویلٹ اور برطانوی وزیر اعظم چرچل نے ایک معاہدہ پر دستخط کیے جس میں ایک عالمی نظام اور دائمی امن کے قیام کی دعوت دی گئی تھی۔ یکم جنوری ۱۹۴۲ء میں ۲۶ حلیف ملکوں نے اقوام متحدہ کے چارٹر پر دستخط کیے ان ملکوں

نے امریکی و برطانوی رہنماؤں کے دستخط سے جاری شدہ معاہدہ کی تصدیق کی اسی وقت سے اقوام متحدہ کی تعبیر کا استعمال شروع ہوا لیکن امریکہ وہ واحد ملک تھا جس نے اقوام متحدہ کے بجائے اس ادارے کو حلیف ممالک سے تعبیر کیا۔(۲۹)

عالم اسلام میں یہ تشویش بھی پائی جاتی ہے کہ دنیا بھر میں مسلمانوں کی قدرے ابھرتی ہوئی طاقت کو صیہونی اور نصرانی دماغ اپنے اس نئے عالمی نظام کے ذریعے ختم نہ کردیں۔ اس شبے کو اس بات سے تقویت ملتی ہے کہ امریکہ اپنے آپ کو سپر پاور کہلانے پر بضد ہے۔ اگر دیکھا جائے تو اسرائیل ایک طاقت ور ملک ہے اس کے خلاف آج تک امریکہ یا کسی یورپی ملک نے کسی نئے ورلڈ آرڈر پیش کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی جبکہ اوہ ایٹمی ملک بھی ہے اور آئے دن وہ اپنی بھرپور طاقت کا مظاہرہ بھی کرتا رہتا ہے اور اس نے عربوں کی سرزمین پر ناجائز قبضہ بھی کر رکھا ہے لیکن اس کے خلاف نہ اقتصادی پابندیاں عائد کی جاتی ہیں نہ سلامتی کونسل کی قراردادوں پر جبری طور پر عمل کرایا جاتا ہے اور نہ ہی اس کے دفاعی نظام کو تباہ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اسرائیل ہی کی طرح بھارت ہے جس نے کشمیر میں ظلم وستم کا بازار گرم کر رکھا ہے

ورلڈ آرڈر کی روشنی میں حسب ذیل نکات سامنے آتے ہیں

۱۔ نئے عالمی نظام کی تشکیل کا مقصد دنیا میں امن' تحفظ' قانون وانصاف کی حکمرانی ہے۔

۲۔ امریکی قیادت کی بالادستی ناگزیر ہے اور دوسری کوئی طاقت اس کے متبادل نہیں ہوسکتی۔

۳۔ اتحادی ملکوں کے ساتھ برابری کی بنیاد پر مفادات کی حصہ داری اور روس کے ساتھ تعلقات کا استوار کرنا تاکہ جارحیت کو روکا جاسکے اور امن کو استحکام حاصل ہو۔

۴۔ نئے عالمی نظام کی بنیاد امریکی تصورات اور مفادات پر رکھی گئی ہے تاکہ امریکی خواہش کے مطابق جو دنیا عالمی نظام کو اپنا کر وجود میں آئے وہ پوری طرح آزاد ہو۔(۳۰)

مزید برآں اس نئے عالمی نظام میں جو خاص بات قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ اس نظام میں بڑے اور ترقی یافتہ ممالک کو زیادہ ترجیح دی گئی ہے جبکہ شمالی اور جنوبی مسائل کو نظرانداز کردیا گیا ہے۔

نیو ورلڈ آرڈر کی بڑی واضح حقیقت یہ ہے کہ اس کے مطابق ایک ایسا ڈھانچہ تشکیل کرنا ہے جس میں امریکہ کو بالادستی حاصل ہو اور امریکہ کی قیادت کو ہرصورت تسلیم کیا جائے۔ نیو ورلڈ آرڈر کا دعویٰ ہے کہ نئے عالمی نظام سے دنیا میں پائیدار امن کے امکانات مضبوط تر ہوں گے اور ہر ملک کی سرحدوں اور سلامتی کو ضمانت مل جائے گی۔ علاقائی جھگڑے' تنازعات باہمی گفت وشنید اور "کچھ لو کچھ دو" کے اصول پر طے کیے جائیں گے کیونکہ اس نظام کے نتیجے میں عالمی قیادت امریکہ کے ہاتھ میں ہوگی۔

یہ تو اس نئے نظام کے لیے امریکہ کے دعوے ہیں جن کا مقصد تیسری دنیا کے غریب ممالک کو سبز باغ دکھا کر اپنے دام میں پھانسنا ہے جبکہ حقیقتاً امریکہ کے نئے عالمی نظام کا مقصد دنیا پر امریکہ کی حکمرانی قائم کرنا ہے جہاں تمام ممالک اس کے اشاروں اور پالیسیوں پر چلیں۔ امریکہ دراصل نیو ورلڈ آرڈر کے ذریعے میں اکیسویں صدی کے نوآبادیاتی نظام کی تشکیل چاہتا ہے جو اپنی ظاہری شکل وصورت میں ۱۹ ویں اور ۲۰ ویں صدی کے نوآبادیاتی نظام سے بہتر ہوگا۔

نیو ورلڈ آرڈر کے ذریعے تیسری دنیا کے ممالک کی داخلی پالیسی بھی اپنے ملکوں میں تشکیل پانے کے بجائے امریکہ میں ہی

تیار کی جائیں گی اور اس طرح اگر چہ ان ممالک کے حکمران بظاہر مقامی ہوں گے لیکن فیصلوں اور پالیسی سازوں کے سلسلے میں وہ بالکل بے اختیار ہوں گے۔ سوویت یونین کے عالمی نقشہ پر غائب ہو جانے کے بعد دنیا پر امریکی کی گرفت مضبوط ہو رہی ہے۔ نیو ورلڈ آرڈر

کے حوالے سے اقوام نئے عالمی نظام کی اساس

خطبہ حجتہ الوداع کا سب سے اہم پہلو عالمی سطح پر قیام امن تھا۔ اقوام، ممالک اور قبائل ہمہ وقت قتل و غارت گری اور جنگ و جدال کے فساد انگیز عمل میں مبتلا رہتے تھے۔ قبائل میں لامتناہی جنگوں کے سلسلے جاری رہتے تھے انسانی خون نہایت ارزاں ہو گیا تھا اور معمولی معمولی باتوں پر تلواریں نکل آتیں اور دیکھتے ہی دیکھتے نسلیں خون آشام منظر کی بھینٹ چڑھ جاتیں۔ آپ ﷺ نے ان ہولناک حالات میں عالمی سطح پر قیام امن کا اعلان ان الفاظ میں فرمایا

یایھا الناس ا ان دمائکم و اموالکم و اعراضکم حرام علیکم الی ان تلقوا ربکم کحرمتہ یومکم ھذا و کحرمتہ شہر کم ھذا فی بلدکم ھذا (۳۲)

ترجمہ "اے بنی نوع انسان! بے شک تمہاری جانیں اور تمہارے اموال اور تمہاری عزیں قیامت تک ایک دوسرے پر حرام کر دی گئی ہیں جس طرح آج کے دن کی حرمت اور اس مہینہ کی حرمت تمہارے اس شہر میں برقرار ہے۔

آپ ﷺ نے اس حکم کو مزید ان الفاظ کے ذریعے موکد فرمایا

الا لا ترجعوا بعدی ضلالا لایضرب بعضکم رقاب بعض (۳۳)

"خبردار! تم میرے بعد پلٹ کر پھر گمراہ نہ ہو جانا یوں کہ ایک دوسرے کی گردنیں نہ کاٹنے لگ جانا" (یہ سب سے بڑی گمراہی ہے)

خطبہ حجتہ الوداع اور اسلامک ورلڈ آرڈر

آپ ﷺ نے ۲۳ سال کی جدوجہد کے بعد ایک ایسا معاشرہ قائم کر کے دکھایا جو قیامت تک کے لیے قابل تقلید تھا اور پوری دنیا کی رہنمائی کے لیے ایک ورلڈ آرڈر جاری کیا۔ جس کا باضابطہ اعلان خطبہ حجتہ الوداع میں کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا لوگو خبردار

"پچھلا عالمی نظام جو استحصال، ظلم، ناانصافی اور جبر و تشدد پر مبنی تھا آج وہ ختم ہو رہا ہے اسے میں اپنے قدموں تلے روندر ہا ہوں اور کائنات انسانی کو نیا عالمی نظام عطا کر رہا ہوں" (۳۴)

خطبہ حجتہ الوداع اور نیو ورلڈ آرڈر کا اعلان

آپ ﷺ نے ۱۰ھ میں آخری حج ادا کیا جسے حجتہ الوداع کے نام سے تعبیر کیا کرتے ہیں۔ اس موقع پر بتاریخ ۹ ذی الحجہ میدان عرفات میں آپ ﷺ نے خطبہ حجتہ الوداع ارشاد فرمایا جو عالم انسانیت کے لیے پہلا باقاعدہ انسانی حقوق کا چارٹر (Charter of Human Rights) اور اقوام عالم کے لیے نیا عالمی نظام (New World Order) تھا۔

خطبہ حجتہ الوداع کو تاریخ انسانی میں نیو ورلڈ آرڈر کی حیثیت کیسے حاصل ہے اس حقیقت کی طرف حضور ﷺ نے خود اشارہ فرمایا ہے۔

خطبہ حجۃ الوداع اور نئے عالمی نظام کا آغاز

خطبہ حجۃ الوداع انسانیت کا عظیم ترین منشور ہے۔ خطبہ حجۃ الوداع سے ہی دنیا کے اندر ایک نئے عالمی نظام کا آغاز ہو جاتا ہے۔ یہ وہ عالمی نظام ہے جس میں رہتی دنیا تک کے انسانوں کے حقوق کو بیان کر دیا گیا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد مبارکہ ہے کہ

ان الزمان قد استار كهيئته يوم خلق الله السموات والارض (۳۵)

ترجمہ "(اور دیکھو) اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان (یعنی نظام عالم) کو جس حالت پر پیدا کیا تھا' زمانہ اپنے حالات و واقعات کا دائرہ مکمل کرنے کے بعد پھر اس مقام پر دوبارہ آ گیا ہے"

گویا زبان نبوت اس امر کا اعلان فرما رہی تھی کہ نظام عالم کے ایک دور کا خاتمہ ہو چکا ہے اور آج سے دوسرے دور کا آغاز ہو رہا ہے اور میں دنیائے انسانیت کو نظام عالم کے نئے دور کے آغاز پر "خطبہ حجۃ الوداع" کے ذریعے بالخصوص اور اپنی تعلیمات و ہدایات کے ذریعے بالعموم نیا عالمی نظام عطا کر رہا ہوں۔

خطبہ حجۃ الوداع اور سابقہ جاہلانہ اور ظالمانہ نظام کی منسوخی

ضروری تھا کہ اس موقع پر آپ ﷺ پچھلے نظام اور اس کے جاہلانہ امور کا منسوخ کرنے کا اعلان بھی فرماتے سو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا الا كل شى من امر الجاهليه تحت قدمى موضوع وان كل دم كان فى الجاهليه موضوع وان كل ربا موضوع (۳۶)

ترجمہ "خبردار! دور جاہلیت کا سارا (ظالمانہ اور استحصالی) نظام میں نے اپنے پاؤں سے روند ڈالا۔ نظام جاہلیت کے سارے خون (قصاص' دیت اور انتقام) کالعدم قرار دیئے جاتے ہیں اور نظام جاہلیت کے سارے سودی لین دین بھی ختم کیے جاتے ہیں"

ان اعلانات کے بعد اس امر میں کسی شک کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی کہ خطبہ حجۃ الوداع۔۔ فی الحقیقت "نیو ورلڈ آرڈر" کا ہی اعلان تھا

خطبہ حجۃ الوداع اور عالمی انسانی مساوات کا قیام

آپ ﷺ نے انسانی نسلوں' طبقوں اور معاشروں کی ایک دوسرے پر مصنوعی فضیلت و برتری کے سب دعوؤں کو ختم فرما دیا اور انسانی مساوات کا عالمی اعلان فرما کر ساتھ ہی باہمی فضیلت کا دائمی عادلانہ اصول بھی مقرر فرما دیا۔ ارشاد فرمایا

الناس من ادم (كلكم بنو ادم) و ادم من تراب الا كل ماثرة او دم او مال يدبى به فهو تحت قدمى هاتين .... ايها الناس ان ربكم واحد واباكم واحدان اكر مكم يند الله اتقاكم فليس لعربى على عجمى وضل ولا لعجمى على عربى ولا لاسود على ابيض ولا لابيض على اسود وضل الا بالتقوى (۳۷)

ترجمہ "تمام بنی انسان، آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے تخلیق کئے گئے تھے۔ اب فضیلت و برتری کے سارے (جھوٹے) دعوے، جان و مال کے سارے مطالبے اور سارے انتقام میرے پاؤں تلے روندے جا چکے ہیں۔۔۔ اے لوگو! تم سب کا رب ایک ہے، اور باپ بھی ایک ہے (اس وحدت نسل انسانی کے باعث تم سب برابر ہو) مگر تم میں بزرگ و برتر وہی ہے جو

زیادہ پرہیزگار (بہتر کردار کا مالک) ہے۔ پس کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر کوئی برتری نہیں اور نہ ہی کسی کالے کو گورے کسی گورے کو کالے پر برتری حاصل ہے ساری برتریاں، کردار و عمل پر مبنی ہیں"

یہ مساوات انسانی کا وہ عالمی نظام تھا جس پر حضور اکرم ﷺ نے بین الاقوامی سطح پر جمہوری اور عادلانہ انسانی معاشرے کی بنیاد رکھی یہی اصول آگے چل کر عالمی جمہوریت کے قیام کا باعث بنا۔

خطبہ حجتہ الوداع اور معاشی و اقتصادی استحصال کا خاتمہ

حضور نبی اکرم ﷺ نے اسی ورلڈ آرڈر کے ذریعے سود کو استحصالی نظام قرار دے کر اسے کلیتہً مسترد بلکہ ختم کرنے کا اعلان فرمایا۔ ارشاد فرمایا:

ان کل ربا مو ضوع و لکن کلم روس اموالکم لا تظلمون و لا نظلمون قضی الله انه لاربا (۳۸)

ترجمہ "بے شک آج سے ہر قسم کا سود (اور سارا سودی نظام) منسوخ کیا جاتا ہے تم راس المال کے سوا نہ کچھ لے سکتے ہو اور نہ کچھ دے سکتے ہو۔ نہ تم سودی لین دین کی شکل میں ایک دوسرے پر ظلم کرو اور نہ قیامت کے دن تم پر ظلم کیا جائے گا۔ یہ فیصلہ اللہ تعالی نے فرمادیا ہے کہ سود (اور اس پر مبنی ہر قسم کا اقتصادی استحصال) ممنوع ہے۔"

خطبہ حجتہ الوداع اور عورتوں کے حقوق کا تحفظ

حضور ﷺ نے سابقہ عالمی نظام میں خواتین پر روا رکھے گئے تمام مظالم کے خاتمے کا اعلان فرمایا اور ان کے حقوق کے تحفظ کی ضمانت فراہم کی۔ خطبہ حجتہ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: **ایھا الناس ان لکم علی نسائکم حقا و لھا علیکم حقا... واستم صوا بالنساء خیرا، فاتقو الله فی نسائکم (۳۹)**

ترجمہ "اے لوگو! بے شک تمہارے کچھ حقوق عورتوں پر واجب ہیں (ان کی پوری طرح حفاظت کرنا) عورتوں سے ہمیشہ بہتر سلوک کرنا اور عورتوں کے حقوق کے معاملے میں ہمیشہ اللہ سے ڈرتے رہنا۔"

خطبہ حجتہ اولوداع اور زیردست اور افلاس زدہ لوگوں کے حقوق کا تحفظ

حضور ﷺ نے عالمی سطح پر عادلانہ اور غیر استحصالی انسانی معاشرہ قائم کرنے کے لیے یہ عظیم انقلابی اعلان بھی فرمایا:

ارقائکم ارقائکم اطعموھا مما تاکلون واکسوھم مما تلبسون (۴۰)

ترجمہ "لوگو! زیردست انسانوں کا خیال رکھنا، زیردستوں کا خیال رکھنا۔ انہیں وہی کچھ کھلاؤ جو خود کھاتے ہو اور ایسا ہی پہناؤ جیسا تم پہنتے ہو۔"

اس اعلان نے عالمی نظام سے غلامی کے خاتمے کی بنیاد رکھ دی اور انسانی طبقات میں غیر فطری تفاوت کے خلاف انقلاب آفریں نظام وضع کر دیا۔ الغرض حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے خطبہ حجتہ الوداع کے ذریعے انسانیت کو ایسا نیو ورلڈ آرڈر (نیا عالمی نظام) عطا فرمایا جو آج بھی زندہ و تابندہ ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ آج عالم اسلام عملاً اس کی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ کر رہا ہے یا نہیں۔
اسلام کی تاریخ میں یہ نیو ورلڈ آرڈر آج بھی دنیا کو ایسے اصول فراہم کرتا ہے جن پر عمل پیرا ہو کر دنیا امن کا گہوارہ بن سکتی

ہے اس لئے امت مسلمہ کو رسول پاک ﷺ کے عطا کئے ہوئے ورلڈ آرڈر کی موجودگی میں کسی اور ورلڈ آرڈر کی ضرورت نہیں۔

اسلامک ورلڈ آرڈر کے تحت پوری دنیا سے ظلم و ناانصافی کے خاتمے اور نظام مساوات و انصاف کے نفاذ کی عملی جدوجہد کا آغاز ہوا اور جلد ہی اسلام کی اس ابھرتی ہوئی طاقت نے روم اور فارس کی دونوں عالمی استحصالی طاقتوں کو چیلنج دیا اور ان طاقتوں کی عبرتناک شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ یوں دنیا میں اسلامک ورلڈ آرڈر کا نفاذ کر دیا گیا۔ اس ورلڈ آرڈر کے نفاذ سے بدامنی اور ظلم و بربریت کا خاتمہ ہو گیا اور ایک ایسے بین الاقوامی معاشرے کا افتتاح ہوا جس میں خیر، تعمیر، ارتقاء اور عدل ہی عدل تھا۔ جو انسان کے بنیادی حقوق کا ضامن تھا۔ جس میں بین الاقوامی قوانین کی پاسداری، عالمی امن کے قیام، پر امن بقائے باہمی، غلامی سے نجات، حق کی معاونت اور ظلم سے نجات کے سنہری اصول دیئے گئے تھے۔ اسلامک ورلڈ آرڈر کے سنہری اصولوں کے تحت خلفائے راشدین کے عہد خلافت میں ۶۶۱ عیسوی تک مسلمانوں نے جتنے علاقوں کو فتح کیا۔ وہاں کے غیر منصفانہ اور مستبدانہ قوانین کو منسوخ کر دیا گیا۔ اور وہاں کی آبادی کو ہی اقتدار میں شریک کیا گیا۔

بنوامیہ کے دور حکومت (ساتویں صدی عیسوی) سے لے کر سلطنت عثمانیہ (موجودہ بیسویں صدی عیسوی کے اوائل) تک مسلمانوں نے اسلامک ورلڈ آرڈر کے اصولوں کے مطابق بین الاقوامی سیاست میں نمایاں کردار ادا کیا اور مسلمانوں کے ہر فاتح نے انہی اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی داخلہ و خارجہ پالیسی کو تشکیل دیا۔

اٹھارہویں اور انیسویں صدی کے ورلڈ آرڈرز

اگر ہم گزشتہ تین صدیوں کے ورلڈ آرڈرز کا جائزہ لیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ ہر بڑی جنگ کے اختتام پر فاتح طاقت نے ایک نیو ورلڈ آرڈر جاری کیا اور ان جنگوں میں شکست کھانے والی طاقتوں سے اپنی جیت کی قیمت وصول کی۔

- اٹھارہویں صدی کے آغاز کے وقت دنیا میں برطانیہ اور فرانس دو بڑی طاقتیں تھیں۔ ۱۷۰۱ سے ۱۷۰۷ء تک ان کے مابین ایک بڑی جنگ "THE WAR OF SPANISH SUCCESSION" ہوئی جس میں فرانس کو شکست ہوئی اور برطانیہ نے ایک معاہدے کی شکل میں ورلڈ آرڈر جاری کیا۔ برطانیہ کو جبل طارق (GIBRALTER) اور اسپین (SPAIN) کے علاقے ملے تھے۔
- ۱۷۴۰ء سے ۱۷۴۸ء تک برطانیہ اور فرانس میں ایک اور جنگ "THE WAR OF AUSTRAIN SUCCESSION" ہوئی۔ جس میں پھر فرانس کو شکست ہوئی اور برطانیہ نے ورلڈ آرڈر جاری کیا اور اپنے مفادات کا تحفظ کیا۔
- ۱۷۵۶ء سے ۱۷۶۳ء تک برطانیہ اور فرانس میں تیسری بڑی جنگ "SEVEN YEAR WAR" ہوئی جس کے نتیجہ میں ۱۷۶۳ء میں معاہدہ پیرس لکھا گیا۔ اور یہ نیو ورلڈ آرڈر کہلایا۔
- ۱۷۷۵ء سے ۱۷۸۳ء تک امریکہ کی سرزمین پر ایک جنگ آزادی لڑی گئی جو "THE WAR OF AMERICAN INDEPENDENCE" کہلاتی ہے۔ اس جنگ میں امریکہ کی ۱۳ ریاستوں نے برطانیہ کی افواج کے خلاف فتح حاصل کی اور اس فتح کے بعد جو ورلڈ آرڈر بنا جس کے نتیجہ میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ

UNITED STATES OF AMERICA کی تشکیل ہوئی۔

- انیسویں صدی کے آغاز میں فرانس کی قیادت نپولین کے ہاتھ میں ائی تو فرانس ایک بڑی طاقت بن کر ابھرا اور انگلینڈ سے اپنی گذشتہ شکست کا بدلے لینے کے لئے ۱۸۰۳ء میں جنگوں کا نیا سلسلہ شروع کردیا۔ ۱۸۱۵ء میں CONTEST OF EUROPE کے نام سے ایک ورلڈ آرڈر لکھا گیا۔ جس میں برطانیہ اور اس کے اتحادیوں کے مفادات کو تحفظ فراہم کیا گیا۔
- ۱۸۵۳ء سے ۱۸۵۶ء تک روس اور یورپ کے مابین CRIMEAN WAR ہوئی جس کے اختتام پر " کانگریس آف پیرس" میں نیو ورلڈ آرڈر لکھا گیا اور یورپی ممالک کے مفادات کو تحفظ فراہم کیا گیا۔
- ۱۹۱۴ء سے ۱۹۱۸ء تک پہلی جنگ عظیم ہوئی جس میں جرمنی کو شکست ہوئی۔ برطانیہ اور اس کے اتحادی فاتح قرار پائے۔ اس جنگ کے اختتام پر "TREATY OF VERSILES" کے تحت نیو ورلڈ آرڈر جاری کیا گیا۔ اسی نیو ورلڈ آرڈر کے تحت مسلمانوں کی نمائندہ حکومت سلطنت عثمانیہ OTTOMAN EMPIRE کو جرمنی کا ساتھ دینے کی سزا دی گئی اور اس کے حصے بخرے کر کے فاتح قوموں میں بانٹ دیئے گئے۔ عالمی خلافت اسلامیہ (WORLD ISLAMIC CLIPHATE) کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا گیا اسی ورلڈ آرڈر کے تحت انجمن اقوام "League of Nations" کی تشکیل ہوئی۔
- ۱۹۳۹ء سے ۱۹۴۵ء تک دوسری جنگ عظیم لڑی گئی جس میں ایک جانب جرمنی کی قیادت میں اس کے اتحادی اٹلی، جاپان اور رومانیہ تھے اور دوسری طرف برطانیہ کی قیادت میں روس، فرانس اور امریکہ تھے۔ اس جنگ میں برطانیہ اور اس کے اتحادیوں کو فتح ہوئی۔ امریکہ نے ناگاساکی اور ہیروشیما میں پہلی بار ایٹم بم گرا کر لاکھوں انسانوں کو لقمہ اجل بنا دیا اور اس دہشت گردی کے ذریعے ایک نیو ورلڈ آرڈر کی بنیاد رکھی۔ اس نیو ورلڈ آرڈر کے تحت اقوام متحدہ بنی جبکہ امریکہ اور روس دو بڑی طاقتیں بن کر ابھرے۔
- دوسری جنگ عظیم کے خاتمہ کے بعد دنیا میں طاقت کا توازن امریکہ اور سوویت یونین کے ہاتھ میں آ گیا اور دو قطبی نظام (BIPOLAR SYTEM) رائج ہو گیا اور ایک طویل سرد جنگ کا آغاز ہو گیا۔

امریکی ورلڈ آرڈر کی تشکیل میں کارفرما عوامل

امریکہ کو سرد جنگ میں کچھ اور تجربات بھی ہوئے جن کو مدنظر رکھ کر امریکہ کو نئے سامراجی دور (New Imperialism) کے لئے نئی حکمت عملی کی اشد ضرورت تھی اس کی تشکیل میں درج ذیل عوامل کے پیش نظر تھے۔

۱۔ ویت نام کی جنگ میں امریکی فوجوں کی شکست نے امریکہ کو دفاعی حکمت عملی میں تبدیلی کی ضرورت کا احساس دلایا۔

۲۔ ایران میں اسلامی انقلاب کی آمد سے اس خطہ میں امریکی مفادات کو خاصا نقصان پہنچا۔

۳۔ ایران عراق جنگ کے ختم ہو جانے سے امریکی مفادات کی کما حقہ تکمیل نہ ہو سکی۔

۴۔ مشرق وسطی میں عراق ایک بڑی اسلامی طاقت بن کر ابھرا۔

۵۔ اسرائیل کے خلاف فلسطینیوں کی تحریک آزادی (انتفاضہ) کی بڑھتی ہوئی کاروائیں امریکی مفادات کے لئے سخت نقصان کا باعث ہوسکتی تھیں۔

۶۔ جرمنی کا متحد ہوجانا۔ جس سے مشرقی یورپ میں وسیع پیمانے پر تبدیلیاں رونما ہوئیں۔

۷۔ عالمی تجارت میں جاپان کی ابھرتی ہوئی اقتصادی قوت اور امریکی مصنوعات کا عالمی منڈیوں میں گرتا ہوا معیار اس کے لئے سخت تشویش کا باعث تھا۔

۸۔ امریکہ میں بے روزگاری اور اقتصادی بحران میں اضافہ ہوا۔

۹۔ غیر جانبدار تحریک کے بیشتر ممالک کا امریکہ اور سوویت یونین کے ورلڈ آرڈر کی اطاعت سے انکار اور اپنی قومیت پر مبنی خارجہ پالیسیوں کی تشکیل امریکہ کے لئے سخت سیاسی دھچکا تھا۔

۱۰۔ امت مسلمہ میں بیداری کی لہر اور فلسطین، کشمیر اور وسط ایشیا میں آزادی کی تحریکوں میں شدت کا عنصر امریکی مفادات کے لئے قابل قبول نہ تھا۔

۱۱۔ جرمنی کے اتحاد کے علاوہ جاپان، فرانس، چین اور EEC (یورپین اکنامک کمیونٹی) کا سیاسی اور اقتصادی طور پر مضبوط ہو جانا بھی امریکہ کے لئے چیلنج تھا۔

۱۲۔ دنیا بھر میں تجارتی بنیادوں پر نئے علاقائی اتحادوں (Free Trade Zones) کا قیام امریکی مفادات کے لئے تشویش کا باعث تھا۔

یہ وہ تبدیلیاں تھیں جو امریکہ کے پالیسی ساز ادارے ایک عرصہ سے محسوس کر رہے تھے اور امریکہ پر ان تبدیلیوں اور بین الاقوامی رویوں کے باعث یہ واضح ہوگیا تھا کہ پرانے ورلڈ آرڈر کے ذریعے امریکہ دنیا میں اپنی خواہش اور مرضی کا نظام مسلط نہیں کر سکے گا۔ چنانچہ پوری دنیا میں بلاشرکت غیرے حکمرانی کے خواب کو عملی جامہ پہنانے کے لیے امریکہ نے نئی سامراجیت کا لائحہ عمل پیش کیا اور اسے نیو ورلڈ آرڈر کا نام دیا اور عالمی سطح پر اس کے نفاذ کا اعلان کر دیا۔ گویا نیو ورلڈ آرڈر کا نام دیا اور عالمی سطح پر اس کے نفاذ کا اعلان کر دیا۔ گویا نیو ورلڈ آرڈر کسی نئی تاریخ کا عنوان نہیں بلکہ ایک عالمی استحصالی اور سامراجی طاقت کی حکمت عملی کا نیا باب ہے اور اس نئی سامراجیت (New Imperialism) کو ہی نئے عالمی نظام (New World Order) کا نام دیا گیا ہے۔

اسلام کے بڑھتے ہوئے اثر و نفوذ کو روکنے کے اقدامات

امریکن نیشنل سیکورٹی کونسل کی رپورٹ میں اسلام کے تیزی سے مقبول ہوتے ہوئے رجحانات اور اسلام پسند تحریکوں کے بڑھتے ہوئے اثر و نفوذ پر بھی خصوصیات کے ساتھ گہری تشویش کا اظہار کیا گیا ہے اور ان کی موثر روک تھام کے لئے درج ذیل اقدامات تجویز کئے گئے ہیں۔

۱۔ مسلمانوں کو آپس کے جھگڑوں اور اختلافات میں مصروف رکھا جائے گا۔ تاکہ وہ کوئی بڑی قوت نہ بن سکیں اور امریکی مفادات کے خلاف ان کی مزاحمت تقویت نہ پکڑ سکے۔

۲۔ ان ریاستوں کی حکومتیں تبدیل کروادی جائیں گی جو نفاذ اسلام کے لئے سنجیدگی سے کوشش کر رہی ہیں۔ جن حکومتوں نے

اسلام نافذ کرنے کی ابتدا کردی ہے انہیں شرعی قوانین کے نفاذ سے روک دیا جائے گا اور شرعی قوانین کو بھی تبدیل کر دیا جائے گا۔

۳۔ موثر مشائخ اور علماء کو ذرائع ابلاغ کے ذریعے رائے عامہ کو متاثر کرنے کا موقع فراہم نہیں کیا جائے گا۔

۴۔ اسلام پسند عناصر (بنیاد پرستوں) کو کسی ملک میں بھی تعلیمی اداروں اور ذرائع ابلاغ کے ذریعے عوام تک رسائی حاصل کرنے اور رائے عامہ ہموار کرنے کا موقع فراہم نہیں کیا جائے گا۔

۵۔ خلیجی ریاستوں میں مسلمانوں کو روزگار کے مواقع فراہم نہیں کئے جائیں گے بلکہ یہ افرادی قوت فلپائن، سری لنکا اور تھائی لینڈ سے حاصل کی جائے گی۔ ان لوگوں کے ذریعے خلیجی ریاستوں کی تہذیب و ثقافت تبدیل کر دی جائے گی۔ اسلامی اقدار اور اسلامی رسومات کو ختم کر دیا جائے گا۔ وہاں پاکستان اور بنگلہ دیش کے افراد کو روزگار پر مکمل پابندی لگا دی جائے گی۔

۶۔ تمام ممالک کے تعلیمی اور ثقافتی اداروں میں اصلاحات لائی جائیں گی۔ ذرائع ابلاغ کے پروگراموں کو وسعت دی جائے گی۔

۷۔ اسلام پسند عناصر اور اسلامی قیادت پر سختی سے نظر رکھی جائے گی۔

۸۔ وہ ممالک جو سوڈان اور پاکستان کی طرح اسلامی نظریات اور سوچ کے حامل ہوں گے انہیں اختلافات اور مسائل میں مبتلا کر دیا جائے گا۔

نیشنل سیکیورٹی کونسل کی اس رپورٹ کے تمام اقدامات کو نیو ورلڈ آرڈر کے تحت قابل عمل قرار دیا گیا ہے اور اُس پر تیزی سے عمل درآمد ہو رہا ہے۔ امریکہ کے تمام ادارے پینٹا گان سے لے کر سی آئی اے تک اور امریکن انفارمیشن ایجنسی سے لے کر CNN تک ان اقدامات پر عملی کاروائی کرتے نظر آرہے ہیں۔ امریکہ کی اس نئی سامراجی حکمت عملی کا تفصیلی جائزہ لینے اور اس کے پس پشت امریکی عزائم اور ترجیحات کو معلوم کرنے کے لیے ہمیں نیو ورلڈ آرڈر کے نفاذ کے مختلف پہلوؤں پر غور کرنا ہوگا۔

اکیسویں صدی اور عالم اسلام

بیسویں صدی کے آخری عشرے اور اکیسویں صدی کے پہلے عشرے میں عالم اسلام پریشاں حالی اور درماندگی کی ایک عبرتناک تصویر پیش کر رہا ہے۔ اپنی موثر عددی قوت اور لاتعداد قدرتی و مالی وسائل کے باوجود خود اعتمادی اور وقار کی نعمت سے محروم ہے اور اپنی بقاء اور سلامتی کے لیے استحصالی قوتوں کا دست نگر ہے۔ پہلی جنگ عظیم کے بعد سلطنت عثمانیہ کا خاتمہ دوسری جنگ عظیم کے بعد اسرائیل کا قیام اور اب سرد جنگ کے خاتمے پر امریکہ کے نیو ورلڈ آرڈر کا نفاذ سب سے اہم واقعات اور عوامل ہیں۔ امریکہ کا نیو ورلڈ آرڈر سامراجیت کے ایک نئے دور کا آغاز ہے۔ اشتراکیت کے خاتمے کے بعد عالم اسلام کی اجتماعی حیثیت کا خاتمہ امریکہ کی ترجیحات میں سرفہرست ہے اور نیو ورلڈ آرڈر کے تحت امریکہ تیزی سے اپنے مفادات کی تکمیل میں مصروف ہے۔

عالم اسلام نے اجتماعی طور پر امریکہ کے اس نیو ورلڈ آرڈر کے چیلنج کو قبول کرنے کے بجائے معذرت خواہانہ رویہ اپنا رکھا ہے۔ اسلامی حکومتوں کے داعی سربراہان اور جاہ و حشمت کے متلاشی حکمران امریکہ کے نیو ورلڈ آرڈر کے آگے گھٹنے ٹیک چکے ہیں۔ مفتوح ہونے کے اس احساس نے تابناک ماضی اور عظیم روایات کی سرخیل نے امت مسلمہ کے ہر شعبہ زندگی کو متاثر کیا ہے۔ حالیہ

عالمی سیاسی تناظر میں عالم اسلام کے زوال کے کئی اسباب ہیں مگر امت مسلمہ کی بے عملیت' داخلی انتشار اور احساس کمتری کی اصل وجہ وہ فکری جمود اور انحطاط ہے جس کا مسلمان بطور ملت ایک عرصہ سے شکار ہیں۔ ملت اسلامیہ نے جب سے تفکر اور تدبر سے اپنا رشتہ منقطع کیا اس کی ذہنی ترقی اور بالیدگی کا گراف جمود کا شکار ہو گیا ہے۔ فکری جمود اور تعطل کے اس دور میں ضروری ہے کہ امت مسلمہ کی بقاء اور سلامتی کی نئی جہتوں کا تعین کیا جائے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ عالم اسلام کو درپیش مسائل کا حل تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں تلاش کیا جائے اور اغیار کی ریشہ دوانیوں سے امت مسلمہ کو بروقت آگاہ کیا جائے۔ اگر عصر حاضر میں وقت کی آواز پر ہم نے لبیک نہ کہا تو پھر ہماری "داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں"

عصر حاضر میں مسلم امہ کے مسائل

ا۔ تعلیمی پسماندگی

کسی بھی ملک کی ترقی کا انحصار اس بات پر ہے کہ اس قوم کے افراد اس قوم کے بنیادی تصورات' اس کی تہذیب' اس کے تمدن' اس کے دنیوی ترقیوں کے منصوبے اور اس کی حکمت عملیاں کس حد تک جانتے اور سمجھتے ہیں۔ اس کام کے لیے ہر قوم بڑے پیمانے پر اپنے افراد کو خواندہ بناتی ہے اور آئے دن وہ شرح خواندگی کو بلند کرتی رہتی ہے۔

مسلم ممالک میں تعلیم زوال کا نہیں بلکہ پسماندگی کا شکار ہے۔ اسلامی ممالک میں ماضی کی نسبت اسکول، کالج اور یونیورسٹیاں بھی زیادہ ہیں اور ان میں طالب علم بھی زیادہ ہیں۔ تعلیم کی پیداوار میں نا صرف ابتری بلکہ جو تعلیم حاصل ہوتی ہے اس کی بارآوری سے کوئی بھی مطمئن نہیں۔ یہاں تعلیم کے بانجھ ہونے کے اسباب بہت گہرے ہیں اور آنکھ او جھل بھی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قوموں کی ترقی بغیر طاقتور تعلیمی نظام کے ناممکن ہے۔ اسلامی ممالک کا نظام تعلیم کوئی علمی تحریک پیدا کرنے سے قاصر ہے۔

کسی بھی قوم کی ترقی کا دارومدار تعلیم سے وابستہ ہے آج دنیا کی جتنی بھی ترقی یافتہ قومیں اور ممالک ہیں ان سب نے تعلیم ہی کے توسط سے کامیابی کے منازل طے کیے مگر بدقسمتی سے آج امت مسلمہ دیگر شعبہ حیات کی طرح تعلیم میں بھی پسماندہ اور پیچھے ہیں۔ اگر عالم اسلام کو ترقی کے سفر پر چلنا ہے تو اسے اسی نظام تعلیم کو اپنانا ہوگا۔ جس کا فلسفہ آج سے چودہ سو سال پہلے ہادی برحق پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد ﷺ نے انسانیت کے سامنے پیش کیا تھا۔ مسلمان جب تک حضور ﷺ کے پیش کیے ہوئے فلسفہ حیات پر کاربند رہے تو ترقی اور کامیابی کے جھنڈے بلند کرتے گئے اور جب مسلمانوں نے اپنے نظریے اور فلسفے سے انحراف کیا تو ناکامی اور غلامی ان کا مقدر بن گئی۔ آج اگر ہم امت مسلمہ کو کامیابی کے راستے پر گامزن کرنا چاہتے ہیں تو صرف تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی اور رہنمائی میں ہی کر سکتے ہیں۔ آپ ﷺ نے خواندگی کو عبادت اور فرض قرار دیا۔ جس طرح نماز اور روزہ فرض قرار دیا گیا اس طرح حصول علم کو بھی فرض قرار دیا گیا۔ آپ ﷺ کی مشہور حدیث ہے کہ

"طلب العلم فریضتہ علیٰ کل مسلم" (۴۱)

ترجمہ "علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے"

جس قدر اہمیت اسلام نے تعلیم کی بیان کی ہے شاید ہی کسی مذہب میں بیان کی گئی ہو۔ آپ ﷺ پر جو پہلی وحی نازل ہوئی

وہ بھی پڑھنے ہی کے متعلق تھی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

اقراء باسم ربک الذی خلق (۴۲)

ترجمہ "پڑھ اپنے پروردگار کے نام سے جس نے پیدا کیا"

مندرجہ بالا آیت سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلی جو وحی نازل فرمائی اس میں توحید یا رسالت کا ذکر نہیں کیا بلکہ پڑھنے کا ذکر فرمایا اور اس طرح اس وحی کو نازل فرما کر اللہ تعالیٰ نے رہتی دنیا تک کے انسانوں کے لیے تعلیم و تعلم کی اہمیت کو مسلّم کر دیا۔

عہد نبوی ﷺ میں شرح خواندگی ۸۵ فیصد تک پہنچ گئی تھی۔ جبکہ حالت یہ تھی کہ عرب پڑھنے لکھنے کو عار سمجھتے تھے۔ (۴۳)

۲......سائنسی میدان میں پستی

دور حاضر سائنس اور ٹیکنالوجی کا دور ہے۔ غیر صنعتی کوئی بھی شعبہ معیاری پیداوار نہیں دے سکتا۔ زراعت کو صنعت نہ بنائیں تو موجودہ آبادی کے خوراک کے تقاضے پورے نہیں ہو سکتے۔ تجارت کو صنعتی نہ بنائیں، پیداوار کو صنعتی نہ بنائیں، مواصلات اور نقل و حمل کو صنعتی نہ بنائیں تو عصر حاضر کے ساتھ چلا نہیں جا سکتا اس لحاظ سے تعلیم کے مغربی معیار سے مقابلہ کریں تو تعلیمی صنعت نام کی کوئی شے وجود نہیں رکھتی۔ مغربی ممالک میں سائنس اور ٹیکنالوجی کی تعلیم کو باقاعدہ صنعت کا درجہ حاصل ہے۔ علم کی طاقت سے صنعتی طاقت پیدا ہوتی ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی نے آسائیشوں کے جو سامان پیدا کیے ہیں آج وہ ہر گھر کی بنیادی ضروریات بنتے جا رہے ہیں۔ سائنسی مصنوعات جتنے زیادہ منافع کا باعث بنتی ہیں سائنسی علم میں مقابلے میں اتنی ہی شدت پیدا ہوتی ہے۔ زیادہ منافع سے علم میں زیادہ سرمایہ کاری ہوتی ہے۔ زیادہ سرمایہ کاری سے علم کو زیادہ فروغ ملتا ہے۔

سائنس اور ٹیکنالوجی کی اطلاق میں بے حسی کی بہت سی وجوہات ہیں جب تک ان کا تدارک نہیں ہوگا تو یہاں سائنس اور ٹیکنالوجی کی تخلیق تو کجا دنیا میں پہلے سے موجود سائنس اور ٹیکنالوجی سے فائدہ بھی نہیں اٹھایا جا سکتا۔ اسرائیلی یہودی یورپ سے ہجرت کر کے فلسطین میں آئے تو اپنے ساتھ صنعتیں نہیں لائے تھے بلکہ یورپی ذہن لائے تھے۔ یورپی طرز کا ذہنی ڈسپلن ان میں موجود تھا۔ ان کا صنعتی ادراک یورپی قوموں کے برابر تھا یہ ان کے ذہنی ڈسپلن کا کمال تھا کہ انہوں نے اتنی جلدی جدید صنعتی مملکت قائم کر لی۔ ایک اور مثال جرمنی یا جاپان کی ہے۔ گو کہ دوسری عالمی جنگ عظیم میں ان کا پورا صنعتی نظام تباہ ہو گیا لیکن سماجی و صنعتی ڈسپلن ان کے پاس موجود تھا اور وہ جنگ کے فوراً بعد سائنس اور ٹیکنالوجی کی بدولت فوراً اپنے مقام کو پہنچ گئے۔

موجودہ دور میں انسانی تعلیم، تہذیب، ثقافت اور معیشت روایتی دور سے نکل کر سائنسی دور میں داخل ہو گئی ہے۔ یہ انقلاب اور یہ تبدیلی دراصل خود روز اول میں آنے والے اسلامی انقلاب کے نتائج میں سے ایک نتیجہ تھا اور فیصلے کی یہ بنیادیں جو نئے زمانے نے فراہم کی وہ عین ہمارے حق میں ہیں۔ مگر افسوس ہم اس انقلاب کو نہ سمجھ سکے اور نہ اس کو اپنے حق میں استعمال کر سکے۔ یہ انقلابی دور جب آیا تو تمام قوموں کے لیے نئے مسائل پیدا ہو گئے مگر دنیا کی ہر قوم نے جلد یا بدیر اس کے مقابلے میں اپنا موقف اور لائحہ عمل متعین کیا اس عموم میں صرف ایک استثناء تھا اور وہ مسلمانوں کا تھا۔ مسلمان دنیا کی واحد ملت ہیں جو اکیسویں صدی میں بھی جدید دور کے مقابلے میں اپنے موقف کا واضح تعین کرنے میں ناکام رہے۔

۳......عالمی میڈیا میں غیر مؤثر نمائندگی

۱۸۹۷ء میں سوئٹزرلینڈ کے شہر "بال" میں تین سو یہودی دانشوروں، مفکروں اور فلسفیوں نے جمع ہو کر پوری دنیا پر حکمرانی کا منصوبہ تیار کیا تھا یہ منصوبہ ۱۹ دستاویز کی صورت میں پوری دنیا کے سامنے آچکا ہے۔ (۴۴)

یہودیوں نے اپنے منصوبوں کی تکمیل کے لیے بڑی غیر معمولی ذہانت سے کام لینا شروع کیا۔ سب سے پہلے انہوں نے ذرائع ابلاغ کا سہارہ لے کر اپنے کو مظلوم ثابت کرنے کی زبردست مہم چلائی۔

اسلام میں میڈیا کی دینی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔ دین اسلام پوری دنیا اور تمام بنی نوع انسان کے لیے ہے اور اللہ تعالی تمام کائنات کا خالق ہے۔ دین اسلام کو جو بھی قبول کرتا ہے اس کے ذمہ اس پیغام کو دوسروں تک پہنچانا بھی واجب ہے۔ جس طرح اپنے اپنے زمانے میں انبیاء اور رسولوں نے یہ فریضہ ادا کیا۔

قرآن کریم میں ذرائع ابلاغ یا میڈیا کا مفہوم ادا کرنے کے لیے کسی لفظ کا انتخاب کیا گیا ہے تو وہ "دعوت" کا لفظ ہے۔ اس تعبیر سے قرآن مجید ذریعہ ابلاغ اور اس سے وہ اسلام کی تعریف وتعارف کا کام لیتا ہے۔

مغرب نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جو جنگ چھیڑ رکھی ہے وہ توپوں اور بندوقوں کی جنگ نہیں بلکہ اصل جنگ میڈیا کے ذریعے لڑی جانے والی جنگ ہے۔ جو اتنے بڑے پیمانے پر لڑی جارہی ہے جس کی نظیر وسعت وعمومیت اور دوررس اور گہرے اثرات کے اعتبار نہیں ملتی۔ یہ جنگ ایٹم بم اور ہتھیاروں سے کہیں زیادہ خطرناک ہے۔ میدان جنگ میں ہلاکت خیزی وسیع کرنے اور کاری زخم لگانے کے لیے مغرب نے ایک طرف تو تعلیم کے تیزاب میں مسلمانوں کی خودی کو ڈال کر پگھلا دیا تو دوسری طرف رہی سہی کسر اس نے میڈیا کے ذریعے پوری کردی۔

میڈیا میں مسائل ومشکلات سے آنکھیں چرانے کے بجائے ان کا حقیقت پسندانہ جائزہ لینا ہے اور ان کا متوازن حل تلاش کرنا ہے۔ میڈیا کے ذریعے مسائل ومشکلات کا جائزہ اور نئے پیش آنے والے مشکلات کی پیشگی یاد دہانی کراتی ہے۔ امت میں اتحاد و اتفاق پیدا کرنے اور انتشار و اختلافات سے بچانے کی سعی میڈیا کے ذریعے ممکن ہے اور اسلامی تعلیمات کے ذریعے انتشار کو ختم کرنے میں میڈیا ایک مؤثر ذریعہ ہے۔

اسلامی میڈیا مسائل ومشکلات سے باخبر کرنے کا نام ہے نہ کہ ان کو الجھا کر تجارت کرنا' یہ حقیقت ہے کہ جو شخص پیغام حق پہنچانا چاہتا ہے اس کا مقصد تجارت نہیں ہے وہ ہمیشہ اپنے پیغام کی رسائی کے نتائج پر نظر رکھتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن روانہ کرتے وقت جو ہدایات فرمائی تھیں ان میں ہر رہنمائی کے بعد اس کے نتائج اور ان کی نگرانی کا بھی حکم دیا تھا' پہلے ان یمنیوں سے یہ کہنا' جب وہ تمہاری بات مان لیں تو پھر یہ کہنا' اور یہ بھی مان لیں تو ان کے ساتھ یہ معاملہ کرنا۔ (۴۵)

عالم اسلام میں میڈیا کی یہ ذمہ داری ہے کہ مسائل ومشکلات سے تعرض کرنے کے بعد ردعمل دیکھے۔ اس کے بعد دوسرے مرحلہ کا آغاز کرے

۴......صحت

صحت ایک عطیہ خداوندی ہے صحت مند جسم میں ہی ایک صحت مند دماغ ہوتا ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ طہارت و

پاکیزگی نصف ایمان ہے یعنی انسان جب پاک وصاف ہوگا تو اس کی صحت بھی اچھی ہوگی اور جب صحت اچھی ہوگی تو یقینی طور پر اس کا جسم اور ذہن مثبت راستے پر چلے گا اور وہ معاشرے کے لیے سودمند ثابت ہوگا۔ بدقسمتی سے اس وقت عالم اسلام اور خاص طور پر پاکستان میں صحت کا شعبہ نہایت ہی پسماندگی کا شکار ہے۔ پاکستان میں آبادی کی اکثریت کو صحت کی بنیادی سہولتیں دستیاب نہیں ہیں۔ حالانکہ قدرت نے پاکستان کو ہر قسم کی معدنیات سے اور افرادی قوت سے سرفراز کیا ہے۔ یہ ہماری اپنی نااہلی ہے کہ ہم نے اپنے وسائل سے بہتر طور پر استفادہ حاصل نہیں کیا۔ آج بھی اگر ہم اپنے اس بنیادی مسئلے سے نجات حاصل کرنا چاہیں تو ہمیں اس کے لیے اسی فلسفے کی طرف اور نظریے کی طرف پیش قدمی کرنی ہوگی جس کا تصور تعلیمات نبوی ﷺ میں ہمیں ملتا ہے۔ دورہ حاضرہ میں امت مسلمہ پر یہ اہم ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ عالم اسلام کو موجودہ صورتحال سے چھٹکارہ دلائے۔

۵......بے روزگاری

۱۹ویں صدی کے انقلاب کی وجہ سے تمام دنیا میں بے شمار قسم کے مسائل پیدا ہوئے اور ان میں ایک اہم مسئلہ بے روزگاری ہے۔ بے روزگاری کے مسئلہ سے غریب اور ترقی پذیر ممالک ہی پریشان نہیں ہے بلکہ ترقی یافتہ ممالک میں بھی اس کا گراف بڑھ رہا ہے۔ موجودہ دور میں بے روزگاری نے عالم گیر مسئلے کی شکل اختیار کرلی ہے۔ اسلامی اور غیر اسلامی ممالک دونوں اس کا شکار ہیں۔ خوشحال اور نادار سب اس کے جال میں پھنسے ہوئے ہیں۔ فرق صرف سطح اور اس پر قابو پانے کی تدابیر کے مدارج کا ہے

آج ہم اپنے اردگرد نظر دوڑائیں تو ہمیں بے روزگاری کا سیلاب نظر آئے گا۔ ہر شخص ایک مختصر راستہ کے ذریعے امیر ترین بننے کی کوششوں میں مصروف ہے اور اس کوشش کے لیے ہر جائز و ناجائز طریقہ کو اختیار کیے ہوئے۔ بے روزگاری کے اژدہام نے امت مسلمہ کو مزید پریشانیوں میں مبتلا کردیا ہے۔ اسلام نے روزگار کے حصول کے دو طریقے بتلائے ہیں ایک حلال طریقہ ہے اور دوسرا حرام طریقہ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

یایھا الذین امنو کلوا من طیبٰت مارزقنکم (۴۶)

ترجمہ اے ایمان والو! جو حلال اور طیب چیزیں ہم نے تمھیں عطا کی ہیں انھیں میں سے کھاؤ

روزگار سے محرومی نے لوگوں کو دہشت گردی کی طرف دھکیل دیا ہے۔ بے روزگاری کی وجہ لوگ بے راہ روی کا شکار ہوجاتے ہیں مالی بدحالی کی وجہ سے چوری، ڈکیتی اور اسمگلنگ کرنے لگتے ہیں نہ صرف ناخواندہ لوگ بلکہ تعلیم یافتہ لوگ بھی ملازمت کی تلاش میں دربدر کی ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں لیکن ان کی لیاقت استعداد سے بھی کم معیار کی نوکری نہیں مل پاتی اس طرح تنگ آکر یہ لوگ بے راہ روی کا شکار ہوجاتے ہیں۔ اس لیے حکومت کو روزگار فراہم کرنے کی ذمہ داری لینی چاہیے اور ہر فرد کو روزگار ملنے تک ماہانہ وظیفہ مقرر کرنا چاہیے (۴۷)

۶......غربت وافلاس

دنیا کے بیشتر اسلامی ممالک ایسے ہیں جہاں پر لوگوں کو مشکل سے دو وقت کی روٹی میسر ہوسکے۔ غربت وافلاس نے اسلامی ممالک کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے اگرچہ اسلامی ممالک معدنیات اور تیل جیسی دولت سے مالا مال ہے مگر اس کے باوجود عوام کی ایک کثیر تعداد خط غربت سے نیچے اپنی زندگی گزار رہے ہیں۔ اس غربت وافلاس کی وجہ سے انسان گداگری جیسے پیشے کو اختیار کرنے پر مجبور

ہوجاتا ہے۔آپ ﷺ اکثر فاقہ سے رہتے مگر آپ ﷺ نے اپنی ذات کے لیے کبھی کسی کے سامنے دامن سوال نہیں پھیلایا۔ (۴۸)

سخت ضرورت پڑتی یا کسی محتاج کو دینے کے لیے پاس کچھ نہ ہوتا تو قرض لیکر کام چلا لیتے۔فرمایا کرتے تھے کہ بہترین کھانا جو انسان کھاتا ہے وہ ہے جو اپنے ہاتھ کی کمائی سے کماتا ہے اور داؤد (علیہ السلام) اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھایا کرتے تھے۔(۴۹)

۷......بدامنی و دہشت گردی

دنیا کا ہر ملک دہشت گردی کی زد میں ہے۔سماجی ناانصافی اور ظلم وستم سے تنگ آ کر نئی نسل کے اکثر اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوان بھی دہشت گردوں کے جال میں پھنس رہے ہیں جو انہیں سیاسی مقاصد اور دولت کے ناجائز ذرائع اختیار کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔دیکھا جائے تو دہشت گردی کے واقعات میں دن بدن اضافہ ہوتا جارہا ہے۔بیشتر اسلامی ممالک کے عوام بدامنی اور عدم تحفظ کا شکار ہیں۔بے روزگاری کی لعنت نے بدامنی کو جنم دیا ہے انسان کی سرشت میں شامل ہے کہ وہ اپنی تسکین چاہتا ہے۔لیکن اگر شب وروز کی محنت کے باوجود فرد اپنی ضروریات حاصل نہیں کر پاتا ہے تو وہ غیر قانونی ذرائع اختیار کرلیتا ہے۔بے روزگاری نوجوانوں میں معاشرے سے بغاوت کے جراثیم پیدا کرتی ہے۔روزگار کے مواقع حاصل نہ ہونا نوجوانوں میں تشدد پسندی دہشت گردی کا رجحان پیدا کررہا ہے۔

۸......افتراق وانتشار

دور حاضرہ کے مسلمانوں کے اعلیٰ اور متوسط طبقوں کے امت مسلمہ کو جو مسائل درپیش ہیں اس پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے۔امت مسلمہ کے افتراق وانتشار کے اسباب پر کبھی کسی نے غور نہیں کیا۔یورپ والوں نے اپنے کئی ملکوں کو اکٹھا کر رکھا ہے نہ وہاں ویزا کی ضرورت ہے نہ ان کے آنے جانے پر پابندی ہے اور اب وہ اپنی کرنسی کو بھی ایک بنا چکے ہیں۔باوجود یہ کہ ان کی الگ حکومتیں ہیں لیکن انہوں نے بین الاقوامی قوانین ایسے بنائے ہیں کہ وہ اس سے متحد ہوگئے ہیں۔آج کل اپنے آپ کو عالمی برادری (دولت مشترکہ)،اقوام متحدہ اور سلامتی کونسل جیسے اتحادی ناموں سے یاد کرتے ہیں۔جبکہ امت مسلمہ میں اتحاد ویکجہتی کا فقدان پایا جاتا ہے۔عراق لیبیا سے جبکہ سوڈان افغانستان سے اتحاد واتفاق کے لیے تیار نہیں یعنی اپنے جانی دشمن سے بچاؤ کے لیے اپنے مسلم بھائی کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کے لیے تیار ہیں۔دیکھا جائے تو اسی طرح دوسرے اسلامی ملکوں کے مسلمانوں کے دوسرے حالات ہیں لہذا امت مسلمہ کے پارہ پارہ کرنے کے اصل ذمہ دار دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی یہی کلمہ گو حکمران ہیں۔

۹......معیشت

سودی نظام معیشت میں محنت کے مقابلے میں سرمایے کی افادیت کہیں زیادہ ہے اس لیے محنت کش اور کارکن طبقہ مسلسل غریب سے غریب تر ہوتا چلا جاتا ہے اور سرمایہ دار مختلف طریقوں سے اس کی دولت ہتھیاتا چلا جاتا ہے۔اس طرح معاشی نظام مفلوج ہوکر رہ جاتا ہے۔معاشرہ میں دولت کی وہی حیثیت ہوتی ہے جو انسانی جسم میں خون کی اگر سارا خون دل میں جمع ہوجائے تو پورے اعضائے جسم مفلوج ہوجاتا ہے۔بھاری ٹیکسوں کی ادائیگی کے خوف سے سرمایہ چھپانے کا رجحان بڑھتا ہے جس سے ملکی معیشت کمزور ہوجاتی ہے۔

مسلم امہ کی ذمہ داریاں تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

مساوات

اسلام وہ واحد دین ہے جو رنگ ونسل اور جغرافیہ کی قید سے آزاد ہے یہ لامحدود ہے اس کی برکات میں تمام بنی نوع انسان کا حصہ ہے۔اس میں عربی وعجمی گورا اور کالا سب برابر ہیں۔رسول اللہ ﷺ نے ہر چیز میں اپنے آپ کو صحابہؓ کے ساتھ برابر شریک رکھا بلکہ اپنے لیے ان سے زیادہ خطرات دگنی مشقت اور ذمہ داری پسند کی۔

جب مدینہ منورہ میں مسجد تیار ہوئی تو آپ ﷺ دوسرے مسلمانوں کی طرح پتھر، مٹی، لکڑی اور اینٹ اٹھا کر لاتے۔(۵۰)

جب بدر کی جنگ کے لیے نکلے آپ ﷺ نے حاصل شدہ اونٹ شمار کیے تو وہ ستر تھے آپ ﷺ نے انہیں تقسیم کیا آپ ﷺ کے حصے میں جو اونٹ آیا اس میں حضرت علیؓ اور مرثد بن ابی مرثد غنوی بھی شریک تھے۔آپ ﷺ اپنی باری سے اس پر سوار تھے آپ ﷺ نے بالکل اسی طرح کیا جیسے آپ ﷺ کی فوج کے دوسرے آدمی کر رہے تھے۔جو لوگ آپ ﷺ کے ساتھ اونٹ میں شریک تھے انہوں نے کہا: **نحن نمشی عنک** ''ہم آپ ﷺ کی جگہ پیدل چلیں گے''

تو آپ ﷺ نے فرمایا: **ما انتما باقوی علی المشی منی وما انا باغنی عن الاجر منکما(۵۱)**

ترجمہ ''تم مجھ سے زیادہ طاقتور نہیں ہو اور میں اجر لینے سے بے نیاز نہیں ہوں۔''

رنگ ونسل وغیرہ کی بنیاد پر قائم ہونے والے اتحاد عارضی اور وقتی ثابت ہوتے ہیں اور لوگوں کے جذبات کو بھڑکا کر انہیں بے وقوف بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ہندو مذہب میں ذات پات کے اثرات اب بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔جنوبی افریقہ تا حال نسلی امتیاز کی وباء سے پوری طرح سے نجات حاصل نہیں کرسکا۔انسانی حقوق کے علمبردار ملک امریکہ میں کالوں سے امتیازی سلوک اور نفرت ابھی تک ختم نہیں کی جاسکی۔آپ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر مساوات انسانی کا اعلان فرمایا۔خیر القرون اور اس کے بعد ادوار میں مسلمانوں نے اپنے غلاموں اور زیردستوں کی پرورش اور تربیت ایسے بہترین انداز سے کی کہ وہ نامور عالم، فقیہ، محدث، مفسر، حاکم اور جرنیل بنے۔

معاشی واقتصادی نظام

سود معاشی ظلم کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔یہی وجہ ہے کہ اسلام نے سود کی ہر شکل چاہے وہ مفرد ہو یا مرکب، ذاتی طور پر لیا جائے یا تجارتی و پیداواری قرضوں پر حرام قرار دیا اور اس کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے اعلان جنگ قرار دیا۔اسلام نے ارتکاز دولت کو ممنوع کیا ہے۔

ارشاد ربانی ہے کہ

کی لایکون دولہ بین الاغنیاء منکم (۵۲)

ترجمہ ''ایسا نہ ہو کہ یہ (مال و دولت) تمہارے دولت مندوں میں ہی گردش کرتی رہے۔''

اسلام نے ارتکاز دولت کو روکنے کے لیے نظام زکوٰۃ وعشر اور وراثت کا قانون دیا۔ جس میں مرنے کے بعد مورث کی جائیداد حقداروں کی ملکیت میں منقسم ہوجاتی ہے۔ حکیم الامت اشرف علی تھانوی نے بیوی کے مہر کو جبراً معاف کرانا بھی صریحاً ظلم قرار دیا ہے۔

حضرت محمد ﷺ کا پیغام عالمگیر اور آفاقی ہے' جس سے نسل انسانیت کی روحانی تربیت ہوسکتی ہے۔ محسن انسانیت نے غلامی کو بتدریج ختم کیا تھا۔ مگر مغربی دنیا نے ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف جیسے اقتصادی اداروں سے مسلم ممالک کو نئی قسم کی معاشی اور اقتصادی غلامی میں جکڑ لیا اور معاشی ناہمواریاں پیدا کر کے انسانیت کی فلاح کے بجائے ان کی معاشی بربادی کا سامان پیدا کر دیا۔ وقت کی اہم ترین ضرورت ہے کہ مسلم امہ انسانیت کی فلاح کے لیے اپنی اقتصادی مشترکہ منڈی تشکیل دے اور اسلامی اقدار کی پاسداری کرتے ہوئے مسلمانوں کی صحیح کردار سازی کی مشترکہ پالیسی وضع کرے۔

مشاورت

امت مسلمہ کی ایک ہم ذمہ داری مختلف اہم معاملات میں مشورہ ہے۔ اس کے بغیر امور سلطنت سے عوام کا کوئی رابطہ برقرار نہیں رہتا۔ مشاورت کے نتیجہ میں ایک تو تمام اراکین مملکت اور باشندگان سلطنت اپنے آپ کو براہ راست حکومت میں شریک تصور کرتے ہیں جس سے نظام حکومت میں کسی قسم کے فساد کا خطرہ باقی نہیں رہتا دوسرے اس کی وجہ سے ذہین اور باصلاحیت افراد کی صلاحیتوں سے سلطنت براہ راست مستفید ہوتی ہے۔ اسی بناء پر اللہ جل شانہ نے آپ ﷺ کو بھی مشاورت کا حکم دیا ورنہ پوری امت کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ وحی سے قطع نظر آپ ﷺ عقل و دانش اور علم و فہم میں تمام لوگوں سے برتر تھے۔

ارشاد ربانی ہے کہ   **وامرھم شوریٰ بینھم**   (۵۳)

ترجمہ   اوران کا کام آپس میں مشورہ سے ہوتا ہے۔

وشاورھم فی الامر فاذا عزمت فتوکل علی اللہ ان اللہ یحب المتوکلین   (۵۴)

ترجمہ   ''اور معاملات میں ان سے مشورہ لے پھر جب پختہ ارادہ کرے تو اللہ ہی پر بھروسہ کر۔ اللہ توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے''

رسول اللہ ﷺ اس معاملے میں جس کا اثر مسلمانوں کی مصلحت اور حالت پر پڑتا ہو اپنے صحابہؓ سے ضرور مشورہ کیا کرتے تھے۔ خواہ وہ معاملہ جنگی ہو یا نہ ہو۔ آپ ﷺ نے غزوہ حدیبیہ کے سوا باقی تمام غزوات میں صحابہ سے بھی مشورہ لیا۔ اور ان کی رائے کو ہمیشہ قبول بھی کیا۔ اگر چہ آپ ﷺ کی ذاتی رائے ان کے خلاف ہی کیوں نہ ہو جیسا کہ آپ ﷺ نے عملی طور پر غزوہ احد میں کر کے دکھایا۔ (۵۵)

اس کے مقابل اگر نیو ورلڈ آرڈر کو دیکھا جائے تو اس میں اس قسم کے کسی شق کا ذکر نہیں ملتا اور اس سے روگردانی کی گئی ہے۔

دعوت و تبلیغ

رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات اس اعتبار سے منفرد اہمیت کی حامل ہیں کہ آپ ﷺ نے دعوت و تبلیغ کے تمام عملی مراحل کا نمونہ بھی دیا اور تبلیغی عمل کے لیے بہترین اصول بھی دیئے۔ آنے والے تمام تبلیغی کارکنوں کے لیے یہ اصول بہترین رہنمائی کا کام دیتے رہیں گے۔ قرآن پاک نے اختصار اور جامعیت کے ساتھ یہ اصول بیان فرمائے۔

ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ و الموعظۃ الحسنۃ و جادلھم بالتی ھی احسن ان ربک ھو اعلم

سمن صل عن سبیلہ وھو اعلم بالمھتدین (۵۶)

ترجمہ "اے پیغمبر! لوگوں کو دانش اور نیک نصیحت سے اپنے پروردگار کے رستے کی طرف بلاؤ اور بہت ہی اچھے طریقے سے مناظرہ کرو جو اس کے راستے سے بھٹک گیا تمھارا پروردگار اسے بھی خوب جانتا ہے اور جو راستے پر چلنے والے ہیں ان سے بھی خوب واقف ہے۔"

نیو ورلڈ آرڈر میں مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے اثر و نفوذ کو روکنے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے اور دعوت و تبلیغ پر قدغن لگائی جا رہی ہے۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات طیبہ ہمیں دعوت و تبلیغ کی طرف مائل کرتی ہے اور اسی میں امت مسلمہ کی کامیابی رکھی گئی ہے۔

عصری علوم

اسلام میں تعلیم کی اہمیت مسلم ہے۔ اس کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے۔ امت مسلمہ کو چاہیے کہ وہ علوم اسلامیہ کے ساتھ ساتھ عصری علوم کو بھی حاصل کرے۔ دنیا میں ترقی کی رفتار کو اپنے اپنے ساتھ برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم بھی ان عصری علوم پر دسترس حاصل کریں۔ عصر حاضر میں غیر ملکی زبانیں سیکھنا وقت کا تقاضا ہے۔ غیر ملکی زبانیں سیکھنے کا آپ ﷺ نے حکم دیا تھا حضرت زید بن ثابت دربار رسالت کے میر منشی تھے۔ انہوں نے آپ ﷺ کے حکم سے فارسی، حبشی، عبرانی وغیرہ زبانیں سیکھ لی تھیں تاکہ ملکوں کے بادشاہوں کی جانب سے خطوط موصول ہوں تو ان کے جوابات دیئے جاسکیں۔ وہ عربی زبان کے علاوہ سریانی، فارسی، رومی، قبطی اور حبشی زبانوں میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ جدید دور میں عصری علوم میں مہارت حاصل نہ کرنے کی ایک وجہ زبانوں پر دسترس نہ ہونا بھی ہے۔

تعلیم نسواں

اسلام نے تعلیم کو صرف ایک طبقے تک محدود نہیں رکھا بلکہ تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں معاشرے کے ہر طبقے کو علم سے استفادہ کا حق حاصل ہے۔ اس زمانہ میں جب کہ رومی دنیا میں یہ بحث چل رہی تھی کہ عورت انسان ہے یا نہیں۔ آپ ﷺ نے عورتوں کی تعلیم کی طرف توجہ دلائی۔ مسجد نبوی ﷺ میں درسگاہ نبوت کا ایک دن خواتین کی تعلیم کے لیے مخصوص تھا۔ اس دن وہاں صرف خواتین مسائل دریافت کرنے کے لیے حاضر ہوتی تھی۔ خواتین نے مطالبہ کیا کہ ہمیں بھی وقت ملنا چاہیے تو آپ ﷺ ان کے لیے علیحدہ وقت مقرر کیا اور ان کے مسائل سنتے اور جواب دیتے۔ خواتین کے شغف اور علم کا احساس اس روایت سے ہوتا ہے:

قالت النساء للنبی ﷺ علبنا علیک الرجال فاجعل لنا یوما من نفسک فوعدھن یوما لقیھن فیہ فوعظھن وامرھن بصدقة (۵۷)

ترجمہ عورتوں نے آپ ﷺ سے کہا کہ مردوں نے آپ ﷺ سے ہماری نسبت زیادہ حصہ لیا ہے آپ ﷺ ہمارے لیے ایک مخصوص دن رکھیں۔ آپ ﷺ نے ایک دن کا وعدہ فرمایا، اس میں آپ ﷺ ان سے ملے، انہیں نصیحت کی اور صدقہ کا حکم دیا۔"

آپ ﷺ نے ایک عورت سے خواہش ظاہر کی وہ آپ کی ایک بیوی کو لکھنے پڑھنے کی تعلیم دیں۔ (۵۸)

آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جس کے پاس کوئی لونڈی ہو تو وہ اسے تعلیم دے اور اچھی تعلیم دے اور اس کی تربیت

کرے اور اچھی تربیت کرے۔ پھر اس کو آزاد کر کے نکاح کرے تو اسے دگنا ثواب ملے گا۔ (۵۹)

امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ معاشرے میں عورت کو بھی زیور تعلیم سے آراستہ کرے۔ اسلام نے عورت کو تعلیم حاصل کرنے پر بھرپور زور دیا ہے۔

خدمت خلق

تعلیمات نبوی کا ایک اہم پہلو خدمت خلق ہے۔ فرد کی زندگی کے دو پہلو ہیں ایک پہلو سے وہ اپنے خالق سے متعلق ہے اور دوسرے اعتبار سے وہ مخلوق خداوندی سے جڑا ہوا ہے۔ خلق خدا اللہ کا کنبہ ہے جس کی خدمت اور اس سے حسن سلوک دنیاوی اور اخروی فلاح کی ضامن ہے آپ ﷺ کا قول ہے: **عن عبداللہ وابی ہریرۃ قالا: قال رسول اللہ ﷺ: الخلق عیال اللہ فاحب الخلق الی اللہ من احسن الی عیالہ. (۶۰)**

ترجمہ "عبداللہؓ اور ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور اللہ کے نزدیک محبوب ترین وہ ہے جو اس کے کنبے سے اچھا سلوک کرتا ہے۔"

خدمت خلق ایک وسیع اصطلاح ہے جس میں جسمانی خدمت، اخلاقی رویہ، مالی اعانت اور ممکنہ تحفظ شامل ہیں۔ قرآن و سنت کی ہدایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حسن خلق دین کی روح ہے۔

حقوق انسانی کا تحفظ

اہل مغرب نے آج سے تقریباً ۸۰۰ سال پیشتر حقوق انسانی کی علمبرداری کا کام سنبھالا۔ یہ لوگ میگنا کارٹا کو اس سلسلے میں اولین دستاویز تصور کرتے ہیں اور اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے چارٹر ۱۹۴۸ء پر آ کر اپنے مشن کو مکمل سمجھتے ہیں وہ اپنے اس کارنامے پر بڑے بنازاں ہیں اس چارٹر پر جس طرح عمل درآمد ہو رہا ہے وہ ایک علیحدہ داستان ہے۔

انسانی تاریخ میں تعلیمات نبوی ﷺ کا یہ کارنامہ بے مثیل ہے کہ آپ ﷺ نے انسانی حقوق کا تحفظ کیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا خطبہ حجتہ الوداع انسانی حقوق کا چارٹر ہے مسلمانوں کو اس بات پر فخر کرنا بجا ہے کہ ان کے نبی اور محسن انسانیت نے آج سے چودہ سو سال پہلے حقوق انسانی کا منشور پیش کیا اور اسے نافذ کر کے دکھایا۔

آج دور جدید میں جن بنیادی حقوق کی بات ہوتی ہے ان کی رحمت للعالمین ﷺ نے بہت پہلے رہنمائی دے دی ہے۔ مثلاً جان و مال کی حفاظت' عزت و ناموس کی حفاظت' شخصی آزادی کا تحفظ' عقیدہ اور مسلک کی حفاظت' حق ملکیت کا تحفظ اور قانون کے سامنے تمام انسانوں کی مساوات وغیرہ۔ اس ضمن میں آپ ﷺ کے بعض ارشادات ملاحظہ ہوں۔

کل المسلم علی المسلم حرام دمہ و مالہ و عرضہ (۶۱)

ترجمہ "مسلمان کی ہر چیز مسلمان پر حرام ہے اس کا خون بھی' اس کا مال بھی' اور اس کی آبرو بھی"

عدل وانصاف

عدل کے معنی انصاف کرنا، کسی چیز کو دو برابر حصوں میں بانٹ دینا، ہر ایک کو اس کا پورا پورا حق دینا ہے۔ عدل انصاف

رسول کریم ﷺ کے اسوہ حسنہ کا ایک روشن مینارہ ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ان اللہ یامر بالعدل والاحسان (۶۲) ترجمہ "بلاشبہ اللہ تعالیٰ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے"

عدل انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ ہر شخص کو اس کا جائز حق آسانی کے ساتھ مل جائے نظام عدل کی موجودگی میں معاشرے کے امور بخیر وخوبی انجام پاتے ہیں۔جب کے بے انصافی کی وجہ سے معاشرے کا ہر شعبہ مفلوج ہو کر رہ جاتا ہے۔بعثت نبوی ﷺ کے قبل دنیا عدل وانصاف کے مفہوم سے نا آشنا تھی۔طاقتور ظلم وستم کو اپنا حق سمجھتے تھے اور کمزور اپنی مظلومیت کو مقدر سمجھ کر برداشت کرنے پر مجبور تھے۔

دین اسلام کے طفیل ظلم وستم کا یہ گھناؤنا کاروبار بند ہوا اور دنیا عدل وانصاف کے اس اعلیٰ معیار سے آشنا ہوئی جس نے رنگ ونسل اور قوم ووطن کے امتیازات کو مٹا کر رکھ دیا۔ناانصافی کی بناء پر انسانوں کے مختلف طبقات اور گروہوں کے درمیان نفرت کی جو دیوار کھڑی ہوگئی تھی اسلام نے اسے گرا کر انسان کو انسان کے شانہ بشانہ لا کھڑا کیا اس طرح لوگوں کے درمیان انس ومحبت کا وہ رشتہ استوار ہوا جو انسانیت کے لیے سرمایہ افتخار ہیں۔اسلام وہ دین ہے جس نے عدل وانصاف کے معاملے میں بلاامتیاز تمام نسل انسانی کے درمیان مساوات قائم کرنے کا حکم دیا۔(۶۳)

ایک بار آپ ﷺ مال غنیمت تقسیم فرمارہے تھے لوگوں کا بہت ہجوم تھا۔ایک شخص آ کر آپ ﷺ پر منہ کے بل گر گیا۔دست مبارک میں پتلی سے لکڑی تھی آپ ﷺ نے اس سے ٹھوکا دیا۔اتفاق سے لکڑی کا سرا اس کے منہ پر لگ گیا اور خراش آ گئی۔فرمایا مجھ سے اپنا بدلہ لے لو۔اس نے عرض کیا۔یارسول اللہ ﷺ میں نے معاف کر دیا۔(۶۴)

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں عدل انصاف کے مفہوم کو اس طرح اجاگر کرتا ہے

واذاحکمتمه بین الناس ان تحکمو ابالعدل (۶۵)

ترجمہ "اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو"

اسلامی حکومت کی یہ خصوصیت رہی ہے کے اس نے اپنے باشندوں کو ہمیشہ بے لوث انصاف فراہم کیا اور حقیقت میں اسلامی حکومت کا اصل مقصد بھی عادلانہ نظام کا قیام ہے اور یہ نظام ہم تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں ہی حاصل کر سکتے ہیں۔(۶۶)

اتحاد وامن

لفظ اسلام کے معنی امن' سلامتی اور اطاعت کے ہیں۔مسلمانوں کے اتحاد واتفاق پیدا کرنے کے لیے انہیں ایک برادری بنادیا گیا۔جس کی بنیاد صرف اور صرف ایمان ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا المومن للمومن کالبنیان یشد بعضه بعضاً تم شبک بین اصابعه (۶۷)
مسلمان مسلمان کے لیے مکان کی مانند ہے (یعنی سارے مسلمان ایک مکان کی مانند ہیں کہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو مضبوط رکھتا ہے) پھر آپ ﷺ نے اپنے ایک دست مبارک کی انگلیاں دوسرے دست مبارک کی انگلیوں میں داخل کیں

مسلمانوں کے مابین اتحاد واتفاق کی ضرورت کو ہادی برحق ﷺ نے اس طرح سے واضح فرمایا یداللہ علی الجماعه ومن شذ شذفی النار (۶۸) ترجمہ "اللہ تعالیٰ کی تائید وحمایت جماعت کے ساتھ ہے اور جو جماعت سے جدا ہوا وہ آگ میں گرا"

آپ ﷺ نے مسلمانوں کے مابین تعلقات کو استوار کرانے اور ان میں صلح کرانے کی اہمیت اور اس کے اجر کے متعلق ارشاد فرمایا

الا اخبرکم بافضل من درجہ الصیام والصلوٰۃ الصدقۃ قالو بلیٰ یا رسول اللہ قال اصلاح ذات البین وفساد ذات البین حالقہ (۶۹)

ترجمہ کیا میں تم کو وہ بات بتاؤں جو درجے میں روزہ، نماز اور صدقہ سے افضل ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ (ﷺ) آپ ﷺ نے فرمایا: آپس میں میل جول کرا دینا اور آپس کی پھوٹ مونڈنے والی ہے (یعنی دین کو سخت نقصان پہنچانے والی ہے)

قرآن پاک میں اہل ایمان کو امت واحدہ قرار دیا گیا ہے۔ نسلی اور دیگر امتیازات کو ختم کر دیا گیا ہے۔ خاندانی عصبیت اور مفاخرت کی مذمت نبی اکرم ﷺ نے ان الفاظ میں بیان فرمائی

من نصرہ قومه علیٰ غیر الحق فهو کالبعیر الذی هوی فهو ینزغ بذنبه (۷۰)

ترجمہ ''جو شخص ناحق اپنی قوم کی حمایت کرے وہ اس اونٹ کی مانند ہے جو کنوئیں میں گر پڑے پھر اس کو اس کی دم پکڑ کر کھینچا جائے'' (تو وہ کسی بھی طرح نہ نکل سکے)

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ عصبیت کی طرف بلانے والے، عصبیت کی حالت میں مرنے والے ہم میں سے نہیں۔

مکارم اخلاق

انسان جب دنیا میں آتا ہے تو اس کا ہر شے سے تھوڑا بہت تعلق ہوتا ہے اسی تعلق کے فرض کو بحسن وخوبی انجام دینا اخلاق ہے۔ دنیا کے اندر خوشحالی اور امن وامان اخلاق ہی کے بدولت ممکن ہے۔ اسلام میں ایمان کی دولت سے مالا مال ہونے کے بعد مسلمان کو عبادت، معاملات اور حسن اخلاق جیسے کام کرنے پڑتے ہیں۔ قرآن پاک میں آپ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے کہ ''وانک لعلیٰ خلق عظیم'' (۷۱) ترجمہ ''اور بے شک آپ ﷺ اخلاق کے اعلیٰ پیمانہ پر ہیں۔''

اس آیت مبارکہ کی تفسیر کے سلسلے میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کا خلق قرآن تھا یعنی آپ ﷺ کی سیرت قرآنی اوامر ونواہی کی مکمل عملی شکل ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق (۷۲)

ترجمہ ''میں بھیجا ہی اس لیے گیا ہوں کہ اخلاق حسنہ کی تکمیل کروں۔''

آپ ﷺ مخالفوں کو معاف فرما دیتے۔ خطا کاروں سے درگزر فرماتے۔ آپ ﷺ نے مسلمانوں کو آپس میں محبت و مودت رکھنے کی تلقین فرمائی۔ ایک دوسرے کو تحائف دینے کا حکم دیا۔ لیکن تحائف ہر آدمی ہر ایک کو نہیں دے سکتا۔ اس لیے سلام کرنے، مصافحہ کرنے اور معانقہ کرنے کا حکم دیا تاکہ مسلمان بھائیوں کے مابین محبت کا رشتہ استوار ہو۔ شرم وحیا اخلاق حسنہ میں شامل ہیں۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا الحیاء من الایمان (۷۳) ''ایمان کا حصہ ہے''

اخلاق حسنہ کی فضیلت آپ ﷺ کے اس فرمان سے بھی خوب واضح ہوتی ہے۔

ان اثقل شی یوضع فی میزان المومن یوم القیمه خلق حسن وان اللہ یبغض الفحش البذی (۷۴)

ترجمہ ''جو چیزیں قیامت کے دن مومن کے اعمال کی ترازو میں رکھی جائیں گی ان میں سب سے وزنی چیز حسن خلق ہے اور اللہ

تعالیٰ فحش بکنے والے بے ہودہ گو کو اپنا دشمن سمجھتا ہے۔ امت مسلمہ کو چاہیے کہ وہ اپنے اخلاق کو بہتر خطوط پر استوار کرے تاکہ دنیا اور آخرت میں سرخرو ہو سکیں۔“

حاصل کلام

مذاہب عالم میں اسلام وہ واحد نظریہ حیات ہے جو انفرادی تبدیلی سے لیکر عالمی معاشرتی انقلاب تک اپنے ماننے والوں کو پاکیزہ اور صالح گائیڈ لائن مہیا کرتا ہے۔ اسلامی معاشرے میں جہاں انفرادی، ذاتی معاملات کے حوالے سے دینی رہنمائی موجود ہے وہیں اجتماعی طور پر بسنے والے معاشروں میں جو خامیاں وخرابیاں پیدا ہونا فطری امر ہیں ان کا علاج بھی قرآن وحدیث نے تجویز کیا ہے۔

ایک ترقی یافتہ مثالی معاشرے کے قیام کے لیے انتہائی ضروری ہے کہ وہ ہر قسم کے بگاڑ اور تنزلی میں لے جانے والے امور سے قطعی طور پر پاک وصاف ہو۔ ذاتی کردار کی تطہیر وتزکیہ نفس جہاں انسانی روح میں بالیدگی پیدا کرتے ہیں، وہیں شدید ضرورت ہے کہ اجتماعی طور پر بھی ایسا نظام موجود ہو، جو معاشرے میں موجود روحانی وفکری بیماریوں کا مؤثر اور کافی وشافی علاج کر سکے، تاکہ معاشرتی معاملات کسی انتشار وافتراق اور خرابی بدنظمی کے بغیر بہ حُسن وخوبی انجام پاتے رہیں اور باہمی عدل وانصاف اور احسان کے ساتھ ساتھ دیگر اخلاقی خوبیاں پروان چڑھیں، جب کہ غیر اخلاقی کاموں کی حوصلہ شکنی ہو، تاکہ معاشرہ کسی بگاڑ کا شکار نہ ہو کیونکہ معاشرتی بگاڑ قوموں کی تنزلی اور بربادی کا سبب ہوا کرتا ہے۔

اسلام ہی وہ پاکیزہ دین ہے جو زندگی کے ہر معاملے میں اپنے ماننے والوں کی صحیح رہنمائی کرتا ہے، وہ لوگوں کی مرضی کے مطابق نہیں چلتا بلکہ پوری انسانیت کو اللہ کی مرضیات کا پابند بناتا ہے۔ اس نظام کو پوری خوبیوں اور محاسن کے ساتھ چلانے اور باہمی خیرخواہی کو پروان چڑھانے کے لیے اللہ رب العالمین نے ”امر بالمعروف ونہی عن المنکر“ کا عظیم فریضہ امت مسلمہ کے سپرد فرمایا تاکہ جہاں افراد امت ذاتی اصلاح وتزکیے کا اہتمام کریں، وہیں معاشرے کو بھی اجتماعی طور پر پاکیزہ رکھنے کی سعی وجہد کریں۔ اللہ نے اہل ایمان پر ”امر بالمعروف ونہی عن المنکر“ کا فریضہ عائد کرنے سے پہلے مومنوں کی شان بیان فرمائی کہ یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں کہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور منکرات یعنی بری باتوں سے اجتناب کرنے کا کہتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ”جو شخص کسی ناجائز امر کو ہوتے ہوئے دیکھے اگر اس پر قدرت ہو کہ اس کو ہاتھ سے بند کردے تو اس کو بند کردے، اگر اتنی مقدرت نہ ہو تو زبان سے اس پر انکار کردے، اگر اتنی بھی قدرت نہ ہو تو دل سے اس کو برا سمجھے اور یہ ایمان کا بہت ہی کم درجہ ہے“ ایک دوسری حدیث میں وارد ہے کہ اگر اس کو زبان سے بند کرنے کی طاقت ہو تو بند کردے ورنہ دل سے اس کو برا سمجھے کہ اس صورت میں بھی وہ بری الذمہ ہے۔

نوح کا جوش تبلیغ' ابراہیم کا دلولہ توحید' اسحاق کی وراثت پدری' اسماعیل کا ایثار' موسیٰ کی سعی وکوشش' ہارون کی رفاقت حق' یعقوب کی تسلیم' داؤد کا غربت حق پر ماتم' سلیمان کا ثروت وحکمت' زکریا کی عبادت' یحییٰ کی عفت' عیسیٰ کا زہد' یونس کا اعتراف قصور' لوط کی جانفشانی' ایوب کا صبر' یہی وہ حقیقی نقش ونگار ہے جن سے ہماری روحانی اور اخلاق دنیا کا ایوان آراستہ ہے اور جہاں کہیں ان صفات عالیہ کا وجود ہے وہ ان ہی بزرگوں کی مثالوں کی نمونوں کا عکس ہے۔

قہاری وغفاری وقدوسی وجبروت ۔۔۔ یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان ۔۔۔ (علامہ اقبال)

حواشی وحوالہ جات

(۱) قاضی محمد سلیمان منصور پوری/ رحمۃ للعالمین/ لاہور/ شیخ غلام علی اینڈ سنز/۱۹۷۲/ ج۲/ص ۳۱۳

(۲) ایضاً/ ج۲/ص۳۱۳

(۳) سورہ الانبیاء/ آیت ۱۰۷

(۴) سورہ الاعراف/ آیت نمبر ۱۵۶

(۵) سورہ الاعراف/ آیت نمبر ۱۵۷

(۶) صحیح مسلم، باب المساجد

(۷) مولانا سید سلیمان ندوی/ خطبات مدراس/ لاہور/ اظہار سنز/۱۹۷۶/ص ۱

(۸) سورہ سبا/ آیت نمبر ۲۸

(۹) سورہ الاحزاب/ آیت نمبر ۲۱

(۱۰) سورہ آل عمران/ آیت نمبر ۱۱۰

(۱۱) سورہ آل عمران/ آیت نمبر ۱۰۴

(۱۲) سورہ الانبیاء/ آیت نمبر ۹۲

(۱۳) سورہ الانفال/ آیت ۳۳

(۱۴) پروفیسر حسن الدین ہاشمی/ اسلامیات برائے انٹرمیڈیٹ کلاسز/ لاہور/ پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ/۱۹۹۳/ صفحہ نمبر ۱۱۳

(۱۵) ایضاً/ صفحہ نمبر ۱۱۳

(۱۶) محمد یوسف کاندھلوی/ حیاۃ الصحابہ/ لاہور/ کتب خانہ فیضی/ ج۳/ صفحہ ۵۸۵

(۱۷) محمد حسین ہیکل (اردو ترجمہ ابو یحییٰ امام خان)/ حیاۃ محمد ﷺ/ لاہور/ ادارہ ثقافت اسلامیہ/۱۹۹۳/ صفحہ ۲۸

(۱۸) سورہ البقرہ/ آیت نمبر ۱۵۱

(۱۹) پروفیسر حسن الدین ہاشمی/ اسلامیات لازمی/ رائے انٹرمیڈیٹ کلاسز/ پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ لاہور/۱۹۹۳/ صفحہ نمبر ۱۳۱

(۲۰) (الامام ابو عبداللہ/ صحیح بخاری/ کتاب الحدود/ ج ۲/ص ۶۱۶)

(۲۱) سورہ المائدہ/ آیت نمبر ۵۱

(۲۲) ڈاکٹر امین اللہ وثیر/ صلیب وہلال کا نیا معرکہ/ لاہور/ حرا پبلیکیشنز/ ص ۱۹۸

(۲۳) سورہ المائدہ/ آیت نمبر ۸۲-۸۳

(۲۴) دنیا ایک نئے عالمی نظام کی تلاش میں/ (سیرت النبی ﷺ پر مقال)/ لاہور/ ایجوکیشن ٹائمز/۱۹۹۴

(۲۵) بلغ چلی/ نظریہ سلطنت/ مقالہ اول، باب اول ودوئم/ صفحہ ۱۳- صفحہ ۳۲ بالترتیب

(۲۶) پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری/ نیو ورلڈ آرڈر/ لاہور/ منہاج القرآن پبلی کیشنز/ صفحہ نمبر ۹

(۲۷) پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری/سیرت نبوی ﷺ کی عصری اور بین الاقوامی اہمیت/لاہور/منہاج القرآن/صفحہ نمبر ۷
(۲۸) ایضاً/صفحہ نمبر ۸
(۲۹) نذر الحفیظ ندوی/مغربی میڈیا اور اس کے اثرات/کراچی/مجلس نشریات اسلام/صفحہ نمبر ۴۹
(۳۰) مہر وجدانی/حالات حاضرہ/کراچی/غضنفر اکیڈمی/صفحہ نمبر ۵۱
(۳۱) ایضاً/صفحہ نمبر ۵۲
(۳۲) مولانا محمد یوسف کاندھلوی/حیاۃ الصحابہ/لاہور/کتب خانہ فیضی/ج ۳/صفحہ نمبر ۵۸۸
(۳۳) ایضاً/صفحہ نمبر ۵۸۹
(۳۴) پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری/نیو ورلڈ آرڈر اور عالم اسلام/لاہور/منہاج القرآن/صفحہ نمبر ۱۰
(۳۵) ابن ہشام/السیرۃ النبویہ/مصر/مصطفی البابی الحلبی/ج ۲/صفحہ نمبر ۶۰۴
(۳۶) حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی/حیاۃ الصحابہ/لاہور/کتب خانہ فیضی/ج ۳/صفحہ نمبر ۵۸۸
(۳۷) ابن ہشام/السیرۃ النبویہ/مصر/مصطفی البابی الحلبی/ج ۲/صفحہ نمبر ۴۳۷
(۳۸) حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی/حیاۃ الصحابہ/لاہور/کتب خانہ فیضی/ج ۳/صفحہ نمبر ۵۸۸
(۳۹) ایضاً/صفحہ نمبر ۵۸۸
(۴۰) ابن ہشام/السیرۃ النبویہ/مصر/مصطفی البابی الحلبی/ج ۲/صفحہ نمبر ۴۴۷
(۴۱) محمد بن یزید ابن ماجہ/السنن ابن ماجہ/ج ۱/ص ۸۱
(۴۲) سورہ العلق/آیت نمبر ۱
(۴۳) پروفیسر رب نواز/حضور ﷺ کی تعلیمی جدوجہد/ص ۹
(۴۴) نذر الحفیظ ندوی/مغربی میڈیا اور اس کے اثرات/کراچی/مجلس نشریات اسلام/صفحہ نمبر ۹۳
(۴۵) ایضاً/صفحہ نمبر ۳۵۱
(۴۶) سورہ البقرہ/آیت نمبر ۱۷۲
(۴۷) خوشنما بنت وزیر/شعاع تعلیم/کراچی/سردار پبلیشرز/صفحہ ۵۴
(۴۸) البدایہ والنہایہ/ج ۶/ص ۴۲/الذھبی: السیرۃ النبویہ ص ۳۲۳
(۴۹) ریاض الصالحین/ج ۱/ص ۳۰۴
(۵۰) بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ہجرۃ النبی الی المدینہ، ۴/۸۵۲؛ سیرۃ، ۲/۱۴۱
(۵۱) سیرۃ، ۲/۲۶۴؛ طبقات، ۲/۲۱
(۵۲) سورہ الحشر/آیت نمبر ۷
(۵۳) سورۃ الشوریٰ/ آیت نمبر ۳۸

(۵۴) سورہ آل عمران/آیت نمبر ۱۵۹

(۵۵) طبقات، ۲/ ۳۸

(۵۶) سورۃ النحل، آیت نمبر ۱۲۵

(۵۷) بخاری، کتاب العلم، باب ھل یجعل للنساء یوم علی حدۃ، ۱/ ۳۴؛ کتاب الاعتصام، باب تعلیم النبی امتہ، ۸/ ۱۴۹

(۵۸) کتانی/نظام الحکومیہ النبویہ ﷺ/ج ۱/ص ۴۹۔۵۵)

(۵۹) ابن عبدالبر/ جامع البیان العلم وفضلہ/ص ۲۶

(۶۰) مشکوۃ/کتاب الاداب/ باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق/ ج ۲/صفحہ نمبر ۶۱۳

(۶۱) مسلم/کتاب البر/ باب تحریم ظلم المسلم/ ۸/ ۱۱

(۶۲) سورہ النحل/ آیت نمبر ۹

(۶۳) پروفیسر حسن الدین ہاشمی/ اسلامیات برائے انٹرمیڈیٹ/ پنجاب ٹیکسٹ بک/صفحہ نمبر ۹۶

(۶۴) الامام ابوداؤد/سنن ابی داؤد/ ملتان/ ج ۲/صفحہ ۲۷۶

(۶۵) سورۃ انساء/ آیت نمبر ۵۸

(۶۶) پروفیسر حسن الدین ہاشمی/ اسلامیات برائے انٹرمیڈیٹ/ پنجاب ٹیکسٹ بک/صفحہ نمبر ۹۶

(۶۷) متفق علیہ

(۶۸) سنن ترمذی/ باب فی لزوم الجماعۃ

(۶۹) - سنن ابی داؤد۔ باب فی اصلاح ذات البین

(۷۰) سنن ابی داؤد۔ باب فی العصبیہ

(۷۱) سورہ القلم/ آیت نمبر ۴

(۷۲) موطا امام امالک/مسند احمد/البیہقی

(۷۳) مسند احمد/ترمذی

(۷۴) جامع ترمذی

مختصر کوائف

نام	محمد مشتاق (کلوٹا)
ولدیت	شیخ محمد
پتہ	مکان نمبر A-84 بلاک 17 'فیڈرل بی ایریا کراچی پاکستان
فون نمبر	634-8909
ای میل ایڈریس	mushtaq_kalota@hotmail.com
عہدہ	**لیکچرار۔ اسلامک کلچر' (پاکستان شپ اونرز گورنمنٹ کالج کراچی)**
تعلیم	بی کام' بی ایڈ' ایم ایڈ' ایم اے اسلامیات' ایم اے اکنامکس
(جاری)	
تدریسی تجربہ	۷ سال
ریسرچ ورک	

دارالعلوم کراچی کی تعلیمی خدمات (پیش کردہ گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن بذریعہ کراچی یونیورسٹی)

اردو کے چار منتخب اخبارات کے تعلیمی کردار کے اثرات کا جائزہ (تحقیقی مقالہ)

(پیش کردہ گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن بذریعہ کراچی یونیورسٹی)

قومی و بین الاقوامی اخبارات میں شائع ہونے والے مقالات ۱۰۰ سے زائد

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور اُمتِ مسلمہ کی ذمہ داریاں
تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی

الحمد للہ الذی ھدٰنا لھذا وما کنا لنھتدی لولآ ان ھدٰنا اللہ
اللّٰھم صلّ علی محمّدٍ النبیّ الامّی وازواجہ امھات المؤمنین
وذریتہ واھل بیتہ کما صلیت علیٰ ابرٰھیم انک حمید مجید۔

شاہِ اُمم ﷺ پیغمبرِ اعظم ﷺ رہبرِ اعظم ﷺ معلمِ اعظم ﷺ ہادیِ اعظم ﷺ داعیِ اعظم ﷺ کریم النفس سپہ سالارِ اعظم ﷺ رحمتہ للعالمین ﷺ سید العالمین ﷺ محسن انسانیت ﷺ محبّ الساکین ﷺ رہنمائے کاروانِ انسانیت ﷺ داعیِ انقلاب ﷺ داعیِ امن ﷺ نبی آخر الزمان ﷺ اور سلسلہ قدسی کے دُرِ شہوار کی سیرت طیبہ دنیا کے ظلمت خانے کے لیے رشد و ہدایت کا آفتاب تاباں ہے۔ آپ ﷺ کا کردار آپ ﷺ کی تعلیمات اور آپ ﷺ کا طرزِ عمل دنیا کے لیے باعثِ تقلید اور بہترین نمونہ ہے۔ آپ ﷺ کی ذاتِ بابرکات باعثِ تکمیلِ انسانیت ہے۔ آپ ﷺ کے خصائل و شمائل برگزیدہ آپ کی روحانی عمرانی معاشی سیاسی ثقافتی اور عسکری زندگی انسانیت کے لیے باعثِ رہنمائی ہے۔ سورت الاحزاب کی آیت نمبر ۲۱ میں ارشاد ربانی ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

''یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ موجود ہے''۔

قرآن حکیم، کتب احادیث، کتب تفاسیر، کتب مغازی و سیر، کتب تاریخ اسلام، کتب اسماء الرجال، کتب شمائل، کتب دلائل اور کتب آثار و اخبار میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آفاقی کردار اور فقید المثال نظام حکومت کی تفاصیل ملتی ہیں۔

اسلام کا پیغام لے کر حضور اکرم ﷺ کے تربیت یافتہ صحابہ کرامؓ دنیا کے دور دراز علاقوں تک پہنچے۔ کبھی بحر بالٹک کے صنوبر کے درختوں میں ڈھکے ہوئے ساحلوں تک پہنچے کبھی بحر آرکٹک کی برفانی چٹانوں تک پہنچے کبھی انہوں نے ٹنڈرا میں طویل قطبی راتیں گزاریں، کبھی فلپائن کے اناس کے جنگلوں میں راتیں گزاریں کبھی نیم ریگستانی اور کبھی ریگستانی اور کوہستانی منطقوں کی طرف گئے کبھی کریملن کی دندانے دار بھوری سی سرخ دیواروں سے ٹکرائے تو کبھی ماسکو کے لال چوک تک پیغام حق پہنچایا۔ کبھی یہ پیغام حق چین تک اور کبھی افریقہ کے صحراؤں تک پہنچایا۔

آج دنیائے اسلام نئے عالمی نظام کی زد میں ہے۔ عالم اسلام انڈونیشیا سے مراکش تک اور اندلس سے یمن تک عیسائیت اشتراکیت، اشتمالیت، سوشلزم، لادینیت، افرنگیت، برہمیت اور مغربی طاغوتی طاقتوں کے جال میں جکڑا ہوا ہے۔ مغرب کی یہودی لابی نے دنیائے عرب کی پیٹھ میں اسرائیل کا چھرا گھونپ دیا ہے۔ اہل مغرب دور حاضر میں اُمت مسلمہ کے درپے ہیں۔ آج پھر وہ صلیبی ذہنیت کے ساتھ مسلمانوں کو دیکھ رہے ہیں۔ داغہائے غم اور چراغِ سینہ کتنے ہیں؟ بوسنیا، لبنان، کشمیر اور دنیا کے دیگر خطوں میں

مسلمانوں کا لہو کتنا ارزاں ہے۔ فلسطین' کشمیر' عراق' ایران اور لیبیا پر حملے اسی جذبے کا اظہار ہیں۔ بوسنیا میں مسلمانوں کی نسل کشی کا یہ سلسلہ صلیبی جنگوں کا ہی حصہ ہے۔ (بحوالہ: نیوز ویک' 11 جنوری 1993ء)۔

اُمتِ مسلمہ کی زنجیر انڈونیشیا سے لے کر مراکش تک پھیلی ہوئی ہے۔ دنیا بھر کے مسلم ممالک کا مجموعی رقبہ تقریباً 9 کروڑ مربع میل ہے۔ کرہ ارض پر 21% مسلمان بستے ہیں۔ کرہِ ارض پر مسلمانوں کی آبادی ایک ارب 15 کروڑ کے لگ بھگ ہے۔ اقتصادی وسائل بھی بہت ہیں مثلاً دنیا بھر میں پٹرولیم کے ذخائر کا 70% حصہ مسلم ممالک کے پاس ہے۔ عالمی پیداوار کے حوالے سے پٹ سن میں 92%' گوند میں 89%' قدرتی ربڑ میں 73%' کپاس میں 36%' ٹن میں 52%' فاسفیٹ میں 33% اور گرم مصالحہ جات میں 28% حصہ اُمتِ مسلمہ کے پاس ہے۔ مجموعی طور پر دنیا بھر کے وسائل اور معدنیات کے 35% حصے کے مالک مسلم ممالک ہیں۔ ان وسائل کے باوجود اُمتِ مسلمہ اقتصادی طور پر پسماندہ ہے۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اسلامی کانفرنس کی تنظیم کے ممالک تین کھرب 83 ارب ڈالر کے مقروض ہیں۔ اگر ہم تعلیمات نبوی کو سامنے رکھیں تو آپؐ نے واضح طور پر فرمایا تھا کہ قرض سے بچو:

إِيَّاكُمْ وَالدَّيْنَ، فَإِنَّهُ هَمٌّ بِاللَّيْلِ، وَمَذَلَّةٌ بِالنَّهَارِ.
(رواه البيهقي)

(مختار الاحادیث النبویہ والحکم المحمدیہ (تالیف) السید احمد الہاشمی' صفحہ ۱۰۸)

الغرض قدرت نے اسلامی ممالک کو بے پناہ وسائل سے نوازا ہے۔ دریائے نیل' دریائے سندھ' دریائے دجلہ و فرات جیسے بڑے بڑے دریا' دنیا کے بڑے بڑے سمندر اور اعلیٰ تجارتی بندرگاہیں مسلم ممالک کے پاس ہیں مثلاً

اسلامی ممالک کی چند معروف بندرگاہیں

نمبر شمار	نام ملک	بندرگاہیں	نمبر شمار	نام ملک	بندرگاہیں
1۔	انڈونیشیا	جکارتہ	6۔	ایران	بندرعباس
2۔	بحرین	منامہ	7۔	پاکستان	گوادر' کراچی۔ پورٹ قاسم
3۔	ترکی	Izmir	8۔	عمان	مسقط
4۔	سعودی عرب	جدہ	9۔	لیبیا	طرابلس
5۔	مصر	اسکندریہ	10۔	یمن	عدن

بحوالہ: (The Hutchinson World Atlas, Cartographic Publishers LTD. Finchampstead, U.K, 1997, pp 51, 53, 69, 83)

نئے عالمی نظام سے کیا مراد ہے؟:

دورِ جدید میں سپر طاقتیں کمزور ممالک پر نظریاتی اور اقتصادی بالادستی قائم کرنے کی پالیسی اختیار کیے ہوئے ہیں ان کی کوشش یہ ہے کہ کمزور ممالک کے اقتصادی وسائل پر قبضہ کر کے انہیں اقتصادی طور پر اپنا غلام بنا لیا جائے جو غلامی کی بدترین مثال ہے۔
پوری دنیا کی سیاست اب امریکہ کے سابق صدر جارج بش کے نیو ورلڈ آرڈر کے نظریہ کے گرد گھوم رہی ہے۔ امریکہ کے نئے عالمی

نظام سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنی معیشت کے استحکام' اقتصادی بحران پر قابو پانے اور نئی اُبھرتی ہوئی اقتصادی اور صنعتی طاقتوں کا مقابلہ کرنے اور خاص طور پر جدید ٹیکنالوجی پر اپنی اجارہ داری قائم رکھنے' مذہبی عصبیت کے حوالے سے مسلم ممالک کو ہر شعبہ زندگی میں پسماندہ رکھنے' ان کے وسائل پر قبضہ جمانے اور جدید ایٹمی ٹیکنالوجی سے انہیں محروم کرنے کے لئے ساری تگ و دو کر رہا ہے۔ امریکہ کے ذہن میں اس فکر نے اس وقت جنم لیا جب شاہ فیصل مرحوم نے مشرقِ وسطٰی کے تنازعہ کے حل کے لئے امریکہ اور اس کے حواریوں پر دباؤ ڈالنے کی خاطر تیل کی سپلائی بند کرنے کی دھمکی دی تھی۔

آج کی ساری صنعتی ترقی' اقتصادی اور معاشی سرگرمیاں تیل کی قوت کے گرد گھومتی ہیں۔ تیل پوری دنیا کی معاشی اور صنعتی ترقی کے لئے جسم میں خون کی حیثیت رکھتا ہے۔ (مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: طارق وحید بٹ: نیو ورلڈ آرڈر اور اسلام اور پاکستان' صفحات 24-23)

ایک مغربی مفکر (KEN ADACHI) کے مطابق نیا عالمی نظام دراصل دنیا میں ایک انتہائی مضبوط اور بااثر گروپ کا نظام ہے۔ اس گروپ میں دنیا میں امیر ترین لوگ، ممتاز بین الاقوامی سیاست دان، کارپوریٹ کمپنیاں اور یورپ کے بااثر ممالک کے سربراہان اور شاہی خاندان شامل ہیں۔ ان کا منصوبہ ہے کہ وہ دنیا کے رزق کے تمام سرچشموں' معدنی اور قدرتی وسائل پر قابض ہو جائیں اور دنیا کی آبادی کم کر کے 5.5 بلین تک کر دی جائے۔ اس گروپ میں حسبِ ذیل خفیہ تنظیمیں شامل ہیں:

نمبر شمار	نام تنظیم	تفصیل
1	Black Nobility of Europe.	اس میں برطانیہ کا شاہی خاندان شامل ہے۔
2	The Illuminati.	اس میں یورپ کے 13 قدیم شاہی خاندان شامل ہیں۔ اس میں کئی خفیہ تنظیمیں بھی شامل ہیں۔ مثلاً: کونسل آف تھری' کونسل آف فائیو اور کونسل آف سیون وغیرہ۔
3	The Grand Druid Council.	یہ بھی ایک خفیہ تنظیم ہے۔
4	Committee of 300	یہ ایک خفیہ کمیٹی ہے۔ اس کا دوسرا نام The Olympians ہے۔
5	Committee of 500.	یہ بھی ایک خفیہ کمیٹی ہے۔

12 ویں صدی عیسوی میں اسی طاغوتی گروہ کے نو افراد کی ایک تنظیم The Knights Templar نے صلیبی جنگوں کا آغاز کیا تھا جو تقریباً 150 سال تک جاری رہیں۔ یہ طاغوتی گروہ عجیب و غریب شیطانی ہتھکنڈوں اور حرکات سے دنیا میں دہشت پھیلاتا ہے مثلاً بچوں کا قتل، انسانی خون پینا، انسانی گوشت اور اعضاء کھا جانا۔ بقول کین اڈاچی:

"No doubt that the upper levels of the Illuminati engage in Satanic rituals which usually include the killing of young children, the drinking of human blood and the consuming of flesh and human organs."

(THE NEW World ORDER (NWO) AN OVERVIEW (ARTICLE) BY KEN ADACHI) PP.1-5

WEBSITE: http:/educate-yourself org/now/10/2/2002

نوآبادیاتی نظام کی تشکیل: نوآبادیاتی نظام پندرہویں صدی عیسوی میں شروع ہوا۔ یورپی اقوام نے افریقہ' ایشیا' شمالی امریکہ اور جنوبی امریکہ میں اپنی نوآبادیات بنانا شروع کر دیں۔ فرانس' برطانیہ' نیدرلینڈ' پرتگال اور سپین وغیرہ نے دنیا کے مختلف ممالک میں نوآبادیاتی

نظام قائم کیا۔ یہ سلسلہ بیسویں صدی تک جاری رہا' آزادی کی لہر بیدار ہونے پر محکوم ممالک آزاد ہوئے۔ یہ نوآبادیاتی نظام کئی مقاصد کے لیے قائم کیا گیا۔ ہوسِ زر' خام مال کی حصولی' اپنی برآمدات کو ان محکوم ممالک میں فروخت کرنا اور اپنے مذاہب کا پرچار۔۔۔ یہ وہ مخصوص مقاصد تھے جن کے لیے ملک گیری کی ہوس بڑھی۔

پندرہویں صدی میں یورپ نے اپنی بحری طاقت کے بل بوتے پر افریقہ' ایشیا اور امریکہ پر نگاہیں ڈالنا شروع کر دیں۔ 1480ء کے آواخر میں پرتگالیوں نے انڈیا کا بحری راستہ تلاش کرنا شروع کیا۔ اس طرح انہوں نے افریقہ کے مغربی ساحل پر اپنا کنٹرول سنبھال لیا۔ 1492ء میں ہسپانوی سیاح کرسٹوفر کولمبس (Christopher Columbus) نئی دنیا کی تلاش میں نکلا۔ چنانچہ ہسپانیوں اور پرتگالیوں نے میکسیکو' وسطی امریکہ اور جنوبی امریکہ پر قبضہ کرلیا۔ 1600ء کے دوران ولندیزیوں نے کئی ایشیائی ممالک پر قبضہ کرلیا۔ انہوں نے جنوبی افریقہ اور شمالی افریقہ میں اپنی نوآبادیات قائم کیں۔ فرانسیسیوں نے کینیڈا پر قبضہ کرلیا۔ 1660ء کے دوران برطانیہ نے شمالی امریکہ میں ولندیزیوں کی نوآبادیات پر قبضہ کرلیا۔ 1763ء میں برطانیہ نے کینیڈا پر بھی قبضہ کرلیا۔ 1783ء کی جنگ میں برطانیہ کو اپنی 13 امریکی نوآبادیات سے ہاتھ دھونا پڑا تاہم برطانیہ ہوسِ ملک گیری میں مصروف رہا۔ آخر کار آسٹریلیا پر بھی برطانیہ نے قبضہ کرلیا۔ 1800ء کے دوران کئی یورپی ممالک نے سمندر پار نوآبادیات پر قبضہ کرنا شروع کر دیا۔ ان مغلوب نوآبادیات سے یورپی ممالک سستے مزدور بھی حاصل کرتے اور اپنا مال ان ممالک کو برآمد کرتے۔ برطانیہ نے کئی افریقی ممالک پر قبضہ کرلیا۔ برطانیہ نے آخر کار ایسٹ انڈیا کمپنی کے ذریعے ہندوستان بھی حاصل کرلیا۔ فرانس' جرمنی' اٹلی اور بلجیم نے افریقہ اور ایشیا میں کئی ممالک پر قبضہ کرلیا۔ چین مغربی ممالک کی گرفت میں نہ آسکا کیونکہ وہ خود اس کو آپس میں بانٹنے سے قاصر تھے۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ نے 1898ء میں سپین سے جنگ لڑی اور فلپائن پر قبضہ کرلیا۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ نے وسطی امریکہ میں اپنا اثر رسوخ بڑھایا اور پانامہ کینال زون پر تسلط جمالیا۔ جنگ عظیم اول (18-1914ء) اور جنگ عظیم دوم (1939-45ء) کے بعد حالات بدلے۔ ہٹلر نے یورپ کے کئی ممالک پر قبضہ کرلیا۔ جاپان نے بھی چین کے کچھ علاقوں پر قبضہ کرلیا۔ 1945ء کے بعد جاپان اور جرمنی کی عسکری قوت کمزور ہوئی۔ برطانیہ' فرانس اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ اور دیگر یورپی ممالک کے لیے نوآبادیات پر تسلط بحال رکھنا مشکل ہو گیا۔ 1945ء میں اقوام متحدہ عالمی سطح پر امن قائم کرنے کے لئے معرض وجود میں آئی۔ اسی دوران افریقہ میں 40 سے زائد ممالک نے آزادی حاصل کی۔ ہندوستان بھی آزاد ہوا۔ فلپائن نے بھی آزادی حاصل کی۔ یہ آزاد ممالک اقوام متحدہ کے ممبر بننا شروع ہو گئے۔

نوآبادیاتی نظام تو ختم ہوا لیکن اب یہ ایک نیا روپ دھار چکا ہے۔ بڑی طاقتیں معاشی اور عسکری دباؤ ڈال کر کمزور ممالک کو اپنے زیر اثر لے آتی ہیں۔

جنگ عظیم دوم کے بعد سوویت یونین کا 12 یورپی ممالک پر قبضہ تھا۔ انجام کار 1989ء میں روس میں وسطی ایشیائی مسلم ریاستوں نے بغاوت کی اور 1991ء میں روس ٹوٹا اور چھ آزاد مسلم مملکتیں معرض وجود میں آئیں۔

(Robert Wesson, Imperialism, (Article) The New Book of Knowledge, vol.9, Grolier Incorporated, Danbury, Connecticut, 1997 Edition, pp.101-102)

مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

(Allen J. Greenberger, Colonialism, (Article,) The World Book Encyclopedia, vol . 4, World Book, Inc , London/Toronto, 1990, PP. 813-815)

مغرب کے ایک محقق ڈاکٹر جان کولمین (Dr. John Coleman) نے اپنی تصنیف Conspirators Hierarchy میں جو 161 صفحات پر مشتمل ہے' ان خفیہ تنظیموں کے مذموم مقاصد سے پردہ اٹھایا ہے۔ ان تنظیموں کا مقصد یہ رہا ہے کہ دنیا میں ایک ہی طاغوتی طاقت کا رول ہو۔ اسی طاقت کا قانون تمام دنیا میں نافذ ہو۔ جو قوت بھی ان مذموم ارادوں میں رکاوٹ بنے اسے نیست و نابود کر دیا جائے۔ یہ گروہ دنیا میں امن قائم کرنے کے بہانے کئی ممالک اور تنظیموں کو مالی امداد بھی دیتا ہے، اسلحہ بھی مہیا کرتا ہے اور جہاں ضرورت پڑے جنگ میں بھی کود پڑتا ہے یا امن قائم کرنے کے بہانے امن فورس بھیج کر اس علاقے پر قبضہ بھی کر لیتا ہے۔ یہ طاغوتی گروہ دنیا کے میڈیا کو اپنے کنٹرول میں رکھتا ہے۔ اسی طاغوتی گروہ نے 1999ء میں مشرقی تیمور کو انڈونیشیا سے آزادی دلائی۔ اقوام متحدہ اور نیٹو اس کے قبضے میں ہے۔ جہاں چاہتا ہے مداخلت کرتا ہے۔ اقوام متحدہ جیسی بین الاقوامی تنظیمیں اس کا آلہ کار ہیں۔ اس طاغوتی گروہ میں بین الاقوامی بینکار بھی شامل ہیں اور ملٹی نیشنل کارپوریشنیں Multinational Corporations بھی شامل ہیں۔ اس طاغوتی گروہ Illuminati کے مراکز لندن، سویٹزرلینڈ اور برسلز جیسے اہم شہروں میں ہیں۔ جی سیون یا جی ایٹ کے ممالک مثلاً ریاست ہائے متحدہ امریکہ، برطانیہ، جرمنی، اٹلی، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ وہ فعال ممالک ہیں جو اس طاغوتی گروہ میں کلیدی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ طاغوتی گروہ ایسے صدر اور سربراہانِ مملکت تیار کرتا ہے جو اس کے مقاصد کی تکمیل کے لیے کام کرتے ہیں۔

فاضل محقق Ken Adachi مزید تحریر کرتا ہے کہ جو سربراہانِ مملکت اس طاغوتی گروہ کی مرضی کے خلاف کام کرتے ہیں انہیں صفحۂ ہستی سے حرفِ غلط کی طرح مٹا دیا جاتا ہے مثلاً صدر کینیڈی اور وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو کو قتل کروا دیا گیا۔ دنیا میں معاشی بحران اسی گروہ نے پیدا کیے اور جنگیں اسی طاغوتی گروہ نے برپا کیں مثلاً: سپین اور امریکہ کی جنگ (1898ء)، جنگِ عظیم اول اور دوم، The Great Depression، انقلابِ روس (بالشویک انقلاب) 1917ء، نازی جرمنی میں ہٹلر کا عروج، کوریا کی جنگ، ویت نام کی جنگ، روس کا خاتمہ (91-1989ء)، خلیجی جنگ (1991ء) اور کسووو کی حالیہ جنگ وغیرہ۔

طاغوتی طاقتوں کا ایک عالمگیر فساد:

تاریخ کے آئینے میں دیکھیں تو دنیا بھر میں جنگِ عظیم دوم کے بعد امریکہ نے 20 سے زائد ممالک کے معاملات میں مداخلت کی۔ اس صدی میں ایک عالمگیر فساد برپا ہوا۔ مثلاً چین کی خانہ جنگی (49-1945ء)' کوریا کی جنگ (53-1950ء)' انڈونیشیا میں فسادات (65-1958ء)' کانگو میں خانہ جنگی (64-1960ء)' الجیریا اور مراکش کے مابین جھگڑا (1963ء)' یمن میں خانہ جنگی (69-1962ء)' ویت نام کی جنگ (72-1965ء)' نائیجیریا میں خانہ جنگی (70-1967ء)' مصر اور اسرائیل کی جنگ (1967ء)' پاکستان اور انڈیا کے درمیان جنگیں (1971-1965ء)' انگولا میں خانہ جنگی (72-1975ء)' کمبوڈیا میں بحران (79-1978ء)' افغانستان کی جنگ (1978ء) وغیرہ۔ اس صدی کے اواخر میں روسی قیصریت کا عظیم الشان قصر آناً فاناً کھوکھلا ہو گیا۔ روسی اشتراکیت نے بدترین انسانی فساد کا مظاہرہ کیا۔ روسی اشتراکیت کی زد میں آ کر ہلاک ہونے والوں کی تعداد اڑھائی کروڑ

سے چار کروڑ کے درمیان بتائی جاتی ہے۔

بیسویں صدی نے دنیا کے سکون اور امن کو برباد کیے رکھا۔ گو اس صدی میں نہ صرف پاکستان بلکہ بے شمار مسلم ممالک اور دیگر پسماندہ ممالک کو آزادی ملی مگر پھر بھی یہ صدی جنگوں کی لپیٹ میں رہی۔ اسی صدی کے وسط میں (جون 1969ء میں) پہلا انسان نیل آرمسٹرانگ چاند پر پہنچا۔ اسی صدی میں چین' جاپان' کوریا اور یورپ' جیسی طاقتیں ابھریں۔ تاہم قریباً تمام دنیا روس کے انخلاء کے بعد امریکہ کے نئے عالمی نظام میں جکڑی رہی۔ اسی صدی میں جنگ عظیم اول ہوئی اور اسی صدی میں جنگ عظیم دوم ہوئی جس میں 4 کروڑ لوگ لقمہ اجل بنے۔ اسی صدی میں ہیروشیما اور ناگاساکی پر بم پھینکے گئے۔ اسی صدی میں انسانی حقوق بری طرح پامال ہوئے۔ یہ تمام نظارے اقوام متحدہ بطور خاموش تماشائی دیکھتی رہی۔

بین الاقوامی سطح پر ہر سو ایک فساد برپا ہے۔ افغانستان' کشمیر' فلسطین' بوسنیا' چیچنیا' اریٹیریا' صومالیہ' الجزائر اور دنیا کے دیگر گوشوں میں امن مفقود رہا ہے۔ عدم برداشت کا رجحان اسلحہ کی دوڑ اور ایٹمی پھیلاؤ کی صورت میں نمودار ہو کر اقوام عالم میں عدم تحفظ کا احساس پیدا کر رہا ہے۔

Arthur Schlesinger نے اپنے مقالہ Has Democracy A Future' میں تحریر کیا تھا:

''اکیسویں صدی کی آمد آمد ہے۔ دنیا سے کمیونسٹ نظام ختم ہوتا ہوا نظر آ رہا ہے۔
روس کے ٹکڑے ہو گئے ہیں۔'' (Foreign Affairs Magazine, 1997)۔

1991ء۔1990ء میں عراق سے مقابلے کے بعد امریکی فوجیں سعودی عرب میں وارد ہوئیں اور ابھی تک نکلنے کا نام نہیں لے رہی ہیں۔ 1991ء میں امریکی فوج کویت میں داخل ہوئی۔ 1992-1994ء میں امریکی فوج کا صومالیہ میں خانہ جنگی کے دوران قبضہ رہا۔ 1996-1997ء میں امریکی فوج روانڈو (زائر) بھیجی گئی۔ 1997ء میں البانیہ میں غیر ملکیوں کے انخلاء کے لیے امریکی فوج بھیجی گئی۔ 1998-2001ء کے دوران بغداد اور دیگر عراقی شہروں پر کئی روز تک میزائلوں سے حملہ کیا گیا۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو عبدالمجید ساجد امریکہ کے توسیع پسندانہ عزائم' (مضمون) جنگ سنڈے میگزین' لاہور ایڈیشن' 22 دسمبر 2002ء' صفحات 6-7)

اس وقت تقریباً ہر اسلامی ملک کسی نہ کسی سنگین مسئلے سے نبرد آزما ہے۔ ایران' عراق اور ایک غیر اسلامی ملک شمالی کوریا کو برائی کا محور قرار دے کر ان کے خلاف کارروائی کی دھمکی دی گئی۔ افغانستان کا جو حشر ہوا ہے وہ سب کے سامنے ہے۔ اب سعودی عرب اور خلیج کے ممالک میں امریکہ کی 30 ہزار سے زائد افواج موجود ہیں۔ دنیا بھر کے سمندروں پر امریکہ کا قبضہ ہے۔ 11 ستمبر 2001ء کے واقعات کے بعد امریکی فوجی اڈوں کو عرب ممالک سے نکال کر جنوبی ایشیا تک پہنچا دیا گیا ہے۔

یہود و نصاریٰ کے بارے میں قرآن حکیم میں یہ حکم ہے کہ انہیں دوست نہ بناؤ۔ اس کے باوجود مقام افسوس ہے کہ ہم انہیں اپنا خیر خواہ سمجھتے ہیں۔ سورت المائدہ کی آیت نمبر 51 میں ارشاد ربانی ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَتَّخِذُواْ ٱلۡيَهُودَ وَٱلنَّصَٰرَىٰٓ

أَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُۥ مِنْهُمْ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يَهْدِى ٱلْقَوْمَ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴿٥١﴾

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور اُمتِ مسلمہ کی ذمہ داریوں کو تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں اُجاگر کرنے سے پہلے اسلامی ممالک کی تفصیل درج کی جاتی ہے۔ ان اعداد وشمار سے اُن ممالک کی آزادی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ کب آزاد ہوئے اور مسلم ممالک میں مسلمانوں کی آبادی کے اعداد وشمار درج کیے گئے ہیں:

نمبر شمار	مسلم ممالک	کب آزاد ہوئے	دارالخلافہ	فی کس سالانہ آمدنی ڈالر میں	آبادی ملین میں	HDI/ WORLD RANK	مسلم آبادی
1	آذربائیجان۔	1991ء	باکو۔	500	7.7	90	100%
2	اردن۔	1946ء	عمان۔	1,160	4.50	92	95%
3	اری ٹیریا۔	1993ء	-	-	-	159	-
4	ازبکستان۔	1991ء	تاشقند۔	2,430	22.60	106	100%
5	افغانستان۔	1747ء	کابل۔	-	18	نامعلوم	100%
6	البانیہ۔	1912ء	تیرانہ۔	380	3.4	94	-
7	الجزائر۔	1962ء	Algiers.	1,650	2.9	107	100%
8	انڈونیشیا۔	1949ء	جکارتہ۔	880	203	109	88%
9	ایران۔	1979ء ☆☆	تہران۔	2,230	63.5	97	97%
10	بحرین۔	1971ء	المنامہ۔	7,460	☆580.000	41	100%
11	برکینافاسو۔	1960ء		300	11.6	172	30%
12	برونائی۔	1984ء	بندرسری بھگوان۔	14,240	☆280,000	32	60%
13	بنگلہ دیش۔	1971ء	ڈھاکہ۔	220	124	146	85%
14	بوسنیا ھرزگووینا	1991ء	سراجیوو۔	3,200	4.7	نامعلوم	70%
15	بینن۔	1960ء	پورٹونووا۔	370	5.6	157	15%
16	پاکستان۔	1947ء	اسلام آباد۔	430	136.80	135	90%
17	تاجکستان۔	1991ء	دوشنبہ۔	-	6.17	110	95%
18	ترکمانستان۔	1991ء	اشک آباد۔	1,380	3.99	100	97%
19	سعودی عرب۔	1932ء	ریاض۔	7,050	19.40	75	100%
20	قبرص۔	1960ء	نکوشیا۔	17,482	☆757,000	22	-
21	ترکی۔	1923ء	انقرا۔	2,500	62.15	85	98%
22	تنزانیہ۔	1961ء	Dodoma	480	33.69	156	-

100%	101	9.24	1,790	تیونس۔	1956ء	تیونس۔	23
94%	149	☆550,000	-	جبوتی۔	1977ء	جبوتی۔	24
50%	167	5.7	180	فورٹ لامے۔	1960ء	چاڈ۔	25
17%	143	31.15	540	خرطوم۔	1956ء	سوڈان۔	26
38%	174	4.79	160	فری ٹاؤن۔	1961ء	سیرالیون	27
90%	155	9.24	600	ڈکار۔	1960ء	سینی گال۔	28
90%	111	16.02	1,170	دمشق۔	1946ء	شام	29
99%		6.66	150	موگوڈیشو۔	1960ء	صومالیہ۔	30
95%	126	22.9	-	بغداد	1932ء	عراق۔	31
100%	86	1.63	5,140	مسقط۔	1951ء	عمان۔	32
100%	73	1.68	1,440	الماتے۔	1991ء	قازقستان	33
95%	42	☆543,000	12,820	دوحہ	1971ء	قطر۔	34
100%	98	4.87	630	بشکک۔	1991ء	کرغزستان۔	35
	154			ابیدجان۔	1960ء	کوٹے ڈی آئیوری	36
86%	137	☆604.080	510	مورنی۔	1975ء	کوموروجزائر	37
95%	36	2.22	19,420	کویت۔	1961ء	کویت۔	38
21%	134	12.9	680	یاؤنڈے۔	1960ء	کیمرون۔	39
98%	162	7.5	520	کوناکری۔	1958ء	گنی۔	40
50%	169	1.05	240	بساؤ۔	1974ء	گنی بساؤ۔	41
5%	123	1.3	3,880	لبرے ول۔	1960ء	گیبون۔	42
85%	161	1.00	330	بنجول۔	1963ء	گیمبیا۔	43
75%	82	3.77	-	بیروت۔	1943ء	لبنان۔	44
100%	72	5.40	5,310	ترپولی۔	1951ء	لیبیا۔	45
99%	147	2.28	480	نواکشوط۔	1960ء	موریطانیا	46
98%	89	☆227,000	950	مالے۔	1963ء	مالدیپ۔	47
65%	165	9.40	250	باماکو۔	1960ء	مالی۔	48
96%	45	2.95	22,470	ابوظہبی۔	1971ء	متحدہ عرب امارات	49
97%	124	28.94	1,100	رباط۔	1956ء	مراکش۔	50
80%	119	61	720	قاہرہ۔	1922ء	مصر۔	51
53%	61	22.20	3,480	کوالالمپور۔	1963ء	ملائیشیا۔	52

53	نائیجر۔	1960ء	نیامی۔	230	8.53	173	85%
54	نائجیریا۔	1960ء	لاگوس۔		112	151	70%
55	یمن۔	1990ء	صنعاء۔	280	11.66	148	99%
56	یوگنڈا۔	1962ء	کمپالا۔	190	1912	158	20%

☆ یہ آبادی ہزاروں میں ہے۔ بحوالہ: (The Statesman's Yearbook 2002, Edited by Barry Turner)

☆☆ ایران 1979ء میں ریپبلک بنا۔

نیا عالمی نظام اور تعلیماتِ نبویؐ:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اتحاد بین المسلمین کا حکم صادر فرمایا۔ سورت الحجرات کی آیت نمبر 10 میں ارشاد ہے:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿١٠﴾

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ سے ثابت ہے کہ مکہ میں مسلمانوں نے تیرہ برس تک ہر قسم کی تکلیفوں کا بہادرانہ مقابلہ کیا' ریگستان کی جلتی دھوپ' پتھر کی بھاری سل' طوق وزنجیر کی گرانباری' بھوک کی تکلیف' پیاس کی شدت' نیزے کی انی' تلواروں کی دھار' بال بچوں سے علیحدگی' مال ودولت سے دست برداری اور گھربار سے دوری' کوئی چیز بھی ان کے استقلال کے قدم کو ڈگمگا نہ سکی اور پھر دس برس تک مدینہ منورہ میں انہوں نے تلوار کی چھاؤں میں جس طرح گزارے وہ دنیا کو معلوم ہے۔

آپؐ نے جہاد کا حکم صادر فرمایا کیونکہ اسی میں اُمتِ مسلمہ کی کامیابی ہے:

الرَّوْحَةُ وَالْغَدْوَةُ فِي سَبِيلِ اللهِ أَفْضَلُ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا. (رواه الشيخان).

(مختار الاحادیث النبویہ والحکم المحمدیہ (تالیف) السید احمد الهاشمی' صفحہ 176)

جہاد کی ایک اور قسم جہاد بالعلم ہے' انسان کے پاس اگر عقل ومعرفت اور علم ودانش کی روشنی ہے تو اس کا فرض ہے کہ وہ اس سے دوسرے تاریک دلوں کو فائدہ پہنچائے۔ حضور اکرمؐ نے جہاد بالعلم کا بھی حکم دیا۔ جہاد بالمال کی اہمیت بھی کم نہیں ہے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم وصحبت کی برکت سے صحابہ کرامؓ نے اپنی عام غربت اور ناداری کے باوجود اسلام کی سخت سے سخت گھڑیوں میں جس طرح جہاد بالمال کیا' وہ اسلام کی تاریخ کے روشن کارنامے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''مجھے آرزو ہے کہ میں خدا کی راہ میں مارا جاؤں اور دوبارہ مجھے زندگی ملے اور میں اس کو بھی قربان کردوں اور پھر تیسری زندگی ملے اور اس کو بھی میں خدا کی راہ میں نثار کردوں۔'' (صحیح مسلم۔ کتاب الجہاد)۔

یہ تو وہ جہاد ہے جس کا موقع ہر مسلمان کو پیش نہیں آتا اور جس کو آتا بھی ہے تو عمر میں ایک آدھ ہی دفعہ آتا ہے مگر حق کی راہ

میں دائمی جہاد وہ جہاد ہے' جو ہر مسلمان کو ہر وقت پیش آ سکتا ہے اس لیے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر امتی پر یہ فرض ہے کہ دین کی حمایت' علم دین کی اشاعت' حق کی نصرت' غریبوں کی مدد' زیردستوں کی امداد' سیہ کاروں کی ہدایت' امر بالمعروف ونہی عن المنکر' اقامتِ عدل' ردِ ظلم اور احکامِ الٰہی کی تعمیل میں ہمہ تن اور ہر وقت لگا رہے' یہاں تک کہ اس کی زندگی کی ہر جنبش وسکون' ایک جہاد بن جائے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: علامہ شبلی نعمانی وعلامہ سید سلیمان ندوی' سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' جلد پنجم' صفحات ۲۲۴۔۲۱۷)

ایک مرتبہ آپ حرم میں نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط نے آپ کی گردن مبارک میں چادر ڈال کر اس قدر زور سے بلایا کہ آپ کا سانس رکنے لگا۔ آنحضرتؐ ہر طرح کی سختیاں جھیلتے' مصیبتیں اٹھاتے تھے' لیکن خدا کے دین کی تبلیغ فرماتے تھے۔ ان سب مشکلات کے مقابلے میں آپ کا دل صبر واستقامت کا پہاڑ تھا۔ مشرکین نے سزا کی ایک شکل یہ بھی اختیار کی تھی کہ بعض صحابہؓ کو اونٹ اور گائے کی کچی کھال میں لپیٹ کر دھوپ میں ڈال دیتے تھے اور بعض کو لوہے کی زرہ پہنا کر جلتے ہوئے پتھر پر لٹا دیتے تھے لیکن یہ تمام سفاکیاں اور جور وظلم کسی ایک مسلمان کو بھی جادۂ اسلام سے نہ ہٹا سکے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شوال 10 نبوی میں دل برداشتہ ہو کر طائف کا رخ کیا تاکہ انہیں اسلام کی دعوت دی جائے۔ شہر کے اوباش ہر طرف سے ٹوٹ پڑے۔ جب آپؐ ادھر سے گزرے تو آپؐ کے پاؤں مبارک پر پتھر مارنا شروع کر دیتے یہاں تک کہ آپؐ کے نعلین مبارک خون سے بھر گئے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس موقع پر بھی صبر اور استقامت کا ثبوت دیا۔ مکہ کے تمام قبائل نے محرم ۷ نبوی میں ایک معاہدہ کیا اور طے پایا کہ خاندان بنو ہاشم کا بائیکاٹ کیا جائے اور ان سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہ رکھا جائے۔ بنو ہاشم بے بس ہو کر شعب ابی طالب میں پناہ گزین ہوئے۔ نظر بندی کا یہ انتہائی سخت دور تین سال تک رہا۔

ایک طرف مخلص مسلمانوں کی مختصر جماعت' سامانِ جنگ کی کمی اور بے سروسامانی تو دوسری طرف قریش مکہ پورے ساز وسامان کے ساتھ مسلح۔ بدر کے میدان میں دونوں جماعتوں نے ڈیرے ڈال دیئے۔ بدر کا معرکہ اسلام اور کفر کا پہلا معرکہ تھا جس میں حق غالب آیا اور کفر کی کمر ٹوٹ گئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودیوں کی قوت ختم کرنے کے لیے خیبر پر حملہ فرمایا۔ غزوہ خیبر میں خواتین بھی شامل ہوئیں۔ ابن ہشام ایک غفاری عورت کے بارے میں فرماتے ہیں:

''میں بنو غفار کی عورتوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی' جب آپؐ خیبر جا رہے تھے۔ ہم نے عرض کیا؟ یا رسول اللہؐ! ہم سب نے ارادہ کیا ہے کہ اس سفر میں آپ کے ساتھ رہیں تاکہ زخمیوں کی دوا وعلاج اور مرہم پٹی کر سکیں اور اپنی طاقت کے مطابق ان کی مدد بھی کریں۔ آپؐ نے فرمایا'' علی برکۃ اللہ '' اللہ برکت دے''۔

یہ غفاری خاتون کہتی ہیں کہ پھر ہم سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکلے۔ میں اس وقت کمسن لڑکی تھی' آپؐ نے مجھے اپنے پیچھے کجاوے کی گٹھڑی میں بٹھا لیا۔ خدا کی قسم! رسول اللہؐ صبح کے وقت اترے' اپنا اونٹ بٹھایا اور میں بھی اُنؐ کے کجاوے کی گٹھڑی سے اتری۔

''جب خیبر فتح ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مال غنیمت میں سے مجھے بھی کچھ دیا اور یہ ہار جو میرے گلے میں نظر آ رہا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے' یہ ہار برابر اس خاتون کی گردن میں رہا تا آنکہ وہ وفات پا گئیں''۔ (بحوالہ: ابن ہشام' سیرت النبی' جلد دوم)

(صفحات 395-394)

تعلیماتِ نبوی کی روشنی میں غزوہ خیبر سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ اُمتِ مسلمہ کی خواتین کو بھی عسکری تربیت دی جائے تا کہ وہ بھی مسلمان مردوں کے ساتھ ساتھ طاغوتی طاقتوں کے خلاف جہاد میں حصہ لیں۔

یہود مدینہ نے معاہدہ امن کے باوجود مسلمانوں سے غداری کی تھی اس لیے ان کی سرکوبی نہایت ضروری تھی۔ چنانچہ 2ھ سے 4ھ تک ان کے خلاف جو لڑائیاں لڑی گئیں وہ غزوات بنونضیر، بنوقینقاع اور بنوقریظہ کے نام سے مشہور ہیں جن میں غدار یہودیوں کو قتل یا جلاوطن کر دیا گیا تا کہ ان کی مکاریوں اور عیاریوں کا خاتمہ ہو جائے۔

5ھ میں قبائل قریش، کنانہ، غطفان، بنواسد اور کئی دوسرے قبائل نے متحد ہو کر مدینہ منورہ پر حملہ کیا۔ مسلمانوں نے مدینہ منورہ کے گرد خندق کھود کر شہر کا دفاع کیا اور محصور ہو گئے۔ آخر اللہ تعالیٰ کی مدد سے مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی اور کفار کو مجبور ہو کر بھاگ جانا پڑا۔ اس جنگ کا نام غزوہ خندق یا احزاب ہے۔ اس جنگ میں شکست سے قریش کی متحدہ قوت کا زور ٹوٹ گیا اور بہت سے قبائل جو قریش کے زیر اثر تھے مسلمان ہو گئے۔ عہد نامہ حدیبیہ کے بعد عرب اور عرب سے باہر اسلام کے مبلغین اور قاصد بھیجے گئے اور دنیا کے بادشاہوں کو بھی دعوتِ اسلام دی گئی۔ ایران، حبشہ اور روم والے آپ کی تعلیم سے فیض یاب ہوئے۔ 8ھ اور 10ھ میں اسلام کا اثر ایک طرف یمن، بحرین، یمامہ، عمان اور دوسری طرف شام اور عراق کی حدود تک وسیع ہو گیا۔

حضرت علیؓ جن کی شجاعت ضرب المثل ہے، فرماتے ہیں کہ جب کبھی گھمسان کا رن پڑتا اور لڑنے والوں کی آنکھوں میں خون اتر آتا تو اس وقت ہم حضور اکرمؐ کی اوٹ لیا کرتے تھے اور ہم میں سب سے آگے دشمن کی جانب حضور اکرمؐ ہی ہوتے تھے۔ (نسائی)

غزوہ احد میں حضورؐ زخمی ہو کر ایک گڑھے میں گر پڑے اور آپ کی شہادت کی خبر مشہور ہو گئی، لیکن اس عارضی شکست کے باوجود آپؐ نے حوصلہ نہ ہارا اور محاذ پر ڈٹے رہے، یہاں تک کہ منتشر فوج کو دوبارہ اکٹھا کر کے دشمن کو بھاگ جانے پر مجبور کر دیا۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صورت و سیرت میں سب لوگوں سے بہتر اور شجاعت میں سب سے اعلیٰ و اکمل تھے۔ ساری فوج سے پہلے آپؐ ہی وار کیا کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حیثیت سے بھی منفرد نظر آتے ہیں کہ حضورؐ نے موقع و محل کی مناسبت سے بہترین جنگی و دفاعی حکمت عملی اختیار فرمائی۔ مثلاً حضورؐ نے اہل مکہ کی تجارتی راہ کی ناکہ بندی کر کے ان کی قوت توڑ دی۔ مختلف قبائل سے معاہدے کر کے انہیں غیر جانب دار بنا دیا اور اس طرح قریش کا زور ٹوٹ گیا۔ غزوہ خندق کے موقع پر حضورؐ نے یہ دفاعی حکمتِ عملی اختیار فرمائی کہ خندق کھدوا کر مدینہ کا دفاع مضبوط بنا دیا۔ لشکرِ کفار خلافِ توقع خندق دیکھ کر ششدر رہ گیا۔ صلح حدیبیہ حضورؐ کی بہترین حکمت عملی کا مظاہرہ تھا۔ گویا قریش مکہ نے مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست کا وجود عملاً تسلیم کر لیا اور اس دوران اسلام کو بے حد فروغ حاصل ہوا۔ چنانچہ قرآن مجید میں اسے ''فتح مبین'' قرار دیا گیا۔ غزوہ بنی المصطلق میں یہ تدبیر اختیار فرمائی گئی کہ غیر متوقع راستے اختیار کر کے اور منزل مقصود کو اخفا میں رکھ کر غلط فہمی میں ڈال دیا گیا۔ فتح مکہ کے موقع پر حضور اکرمؐ نے بہترین جنگی حکمت عملی کا مظاہرہ فرماتے ہوئے کارروائی کو ایسا خفیہ رکھا کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی اور دشمن حیران و ششدر رہ گیا اور پھر عفوِ عام کے ذریعے عظیم فتح پائی اور اسلام کو

غلبہ حاصل ہوا۔

نئے عالمی نظام کے تناظر میں دیکھا جائے تو اُمتِ مسلمہ دور جدید کی طاغوتی طاقتوں سے مرعوب اور مغلوب نظر آتی ہے۔ اس کے برعکس تعلیمات نبوی کو دیکھیں اور عسکری اُسوہ حسنہ کو سامنے رکھیں تو ہمیں غزوہ تبوک میں سالار اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دور کی سُپر پاور (Byzantine Empire) سے ٹکراتے ہوئے نظر آتے ہیں حالانکہ حضور اکرمؐ کا لشکر انتہائی تنگی کی حالت میں تھا۔ غزوہ تبوک کی منظر کشی مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری یوں کرتے ہیں:

''صحابہ کرامؓ نے جونہی رسول اللہ ﷺ کا ارشاد سنا کہ آپؐ رومیوں سے جنگ کی دعوت دے رہے ہیں جھٹ اس کی تعمیل کے لیے دوڑ پڑے اور پوری تیز رفتاری سے لڑائی کی تیاری شروع کر دی...... اسی طرح مسلمانوں نے صدقہ وخیرات کرنے میں بھی ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کی کوشش کی۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ملک شام کے لیے ایک قافلہ تیار کیا تھا جس میں پالان اور کجاوے سمیت دوسو اونٹ تھے اور دوسو اوقیہ (تقریباً ساڑھے انتیس کیلو) چاندی تھی۔ آپؓ نے یہ سب صدقہ کر دیا۔ اس کے بعد پھر ایک سو اونٹ پالان اور کجاوے سمیت صدقہ کیا۔ اس کے بعد ایک ہزار دینار (تقریباً ساڑھے پانچ کیلو سونے کے سکے) لے آئے اور انہیں نبی ﷺ کی آغوش میں بکھیر دیا۔ رسول اللہ ﷺ انہیں الٹتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے: آج کے بعد عثمانؓ جو بھی کریں انہیں ضرر نہ ہوگا..... ادھر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ دو سو اوقیہ (تقریباً ساڑھے 29 کیلو) چاندی لے آئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنا سارا مال حاضر خدمت کر دیا اور بال بچوں کے لیے اللہ اور اس کے رسولؐ کے سوا کچھ نہ چھوڑا..... عورتوں نے بھی بازو بند، پازیب، بالی اور انگوٹھی وغیرہ جو کچھ ہو سکا آپؐ کی خدمت میں بھیجا کسی نے بھی اپنا ہاتھ نہ روکا اور بخل سے کام نہ لیا...... بہرحال رسول اللہ ﷺ نے اس انتظام کے بعد شمال کی جانب کوچ فرمایا۔ نسائی کی روایت کے مطابق یہ جمعرات کا دن تھا، منزل تبوک تھی لیکن لشکر بڑا تھا۔ تیس ہزار مردانِ جنگی تھے۔ اس سے پہلے مسلمانوں کا اتنا بڑا لشکر کبھی فراہم نہ ہوا تھا اس لیے مسلمان ہر چند مال خرچ کرنے کے باوجود لشکر کو پوری طرح تیار نہ کر سکے تھے، بلکہ سواری اور توشے کی سخت کمی تھی۔ چنانچہ اٹھارہ اٹھارہ آدمیوں پر ایک ایک اونٹ تھا جس پر یہ لوگ باری باری سوار ہوتے تھے۔ اسی طرح کھانے کے لیے بسا اوقات درختوں کی پتیاں استعمال کرنی پڑتی تھیں جس سے ہونٹوں میں ورم آگیا تھا۔ مجبوراً اونٹوں کو۔۔۔ ذبح کرنا پڑا..... اسلامی لشکر تبوک میں اُتر کر خیمہ زن ہوا۔ وہ رومیوں سے دو دو ہاتھ کرنے کے لیے تیار تھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اہل لشکر کو مخاطب کر کے نہایت بلیغ خطبہ دیا۔ آپؐ نے جوامع الکلم ارشاد فرمائے، دنیا اور آخرت کی بھلائی کی رغبت دلائی، اللہ کے عذاب سے ڈرایا اور اس کے انعامات کی خوشخبری دی۔ اس طرح فوج کا حوصلہ بلند ہو گیا۔ ان میں توشے، ضروریات اور سامان کی کمی کے سبب جو نقص اور خلل تھا وہ اس کا بھی ازالہ ہو گیا۔ دوسری طرف رومیوں اور ان کے حلیفوں کا یہ حال ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی آمد کی خبر سن کر ان کے اندر خوف کی لہر دوڑ گئی۔ انہیں آگے بڑھنے اور ٹکر لینے کی ہمت نہ ہوئی اور وہ اندرون ملک مختلف شہروں میں بکھر گئے..... ایلہ کے حاکم یحنہ بن روبہ نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر جزیہ کی ادائیگی منظور کی اور صلح کا معاہدہ کیا''۔ (مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری، الرحیق المختوم، صفحات 696-692)

خلفائے راشدینؓ میں سے حضرت عمرؓ نے دُنیا کی ایک دوسری طاقت ساسانی سلطنت (Sassanian Empire) کو شکست فاش دی۔ مقام افسوس ہے کہ اُمتِ مسلمہ میں جہاد کا جذبہ باقی نہ رہا اور اب عسکری لحاظ سے وہ اتنی مضمحل ہے کہ دنیا میں ہر سُو مسلمانوں پر مظالم کو روکنے کے قابل بھی نہیں۔ افسوس! ہم نے تعلیمات نبوی کو بھلا دیا۔

اُمتِ مسلمہ کو درپیش مسائل:

سورت الصف کی آیت نمبر 9 میں ارشاد ہے کہ دین اسلام نے دنیا میں آخر کار غالب آنا ہے:

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ
عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ﴿٩﴾

قرآن حکیم کی اس آیت مبارکہ کی روشنی میں دیکھا جائے تو یہ حقیقت صاف نظر آتی ہے کہ عالمی سطح پر دین اسلام نے پھیلنا ہے۔ لہٰذا اُمت مسلمہ کا یہ فریضہ ہے کہ وہ اس کی ترویج اور اشاعت میں اپنا نمایاں کردار ادا کرے اور یہی اُمت مسلمہ کا بنیادی مقصد ہے۔

حضور اکرمؐ نے اُمت مسلمہ کے بارے میں فرمایا تھا:

تَرَى الْمُؤْمِنِينَ فِي تَرَاحُمِهِمْ، وَتَوَادُدِهِمْ، وَتَعَاطُفِهِمْ، كَمَثَلِ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ جَسَدِهِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى. (رواه البخاري).

''تم مومنوں کو باہمی رحمت، محبت اور شفقت میں اس طرح پاؤ گے جیسے ایک بدن ہوتا ہے جب ایک عضو بیمار ہو جائے تو سارا بدن بیدار رہ کر اور بخار میں تپ کر اس کی تیمارداری کرتا ہے۔'' (مختار الاحادیث النبویہ والحکم المحمدیہ تالیف السید احمد الھاشمی صفحہ 126)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اتحاد بین المسلمین کا درس دیا:

المؤمِنُ أَخُو الْمُؤْمِنِ لا يَدَعُ نَصِيحَتَهُ عَلَى كُلِّ حَالٍ.
(رواه ابن النجار).

(ملاحظہ ہو: مختار الاحادیث النبویہ والحکم المحمدیہ (تالیف) السید احمد الھاشمی صفحات 340)۔

اسلام ملت کے اتحاد کے لیے نسل، وطن، زبان، رنگ، معاشی یا سیاسی اغراض کے اشتراک میں کسی چیز کو قومیت کی بنیاد تسلیم نہیں کرتا۔ اسلام وحدت انسانی کا تصور دیتا ہے کہ تمام انسان حضرت آدمؑ کی اولاد ہیں۔ عربی کو عجمی پر اور کالے کو گورے پر اور گورے کو کالے پر کوئی فوقیت نہیں۔ پوری روئے زمین انسان کا وطن ہے اور یہ کائنات بنی نوع انسان کے لئے بنائی گئی ہے۔ انہی تصورات پر حضور اکرم نے مدینہ کو ریاست کا درجہ دیا۔

آپؐ کا ارشاد گرامی ہے:

الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ. لا يَظْلِمُهُ وَلا يُسْلِمُهُ، وَمَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ
كَانَ اللهُ فِي حَاجَتِهِ. وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً، فَرَّجَ اللهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ
الْقِيَامَةِ، وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِماً سَتَرَهُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (متفق علیه).

(مختار الاحادیث النبویہ والحکم المحمدیہ (تالیف) السید احمد الہاشمی صفحات 342)۔

افسوس کا مقام ہے کہ امت مسلمہ مختلف سیاسی بلاکوں میں بٹی ہوئی ہے۔ آپس میں جنگوں اور اختلافات کی وجہ سے اُمت مسلمہ جانی' مالی اور عسکری لحاظ سے کمزور ہے اور بین الاقوامی برادری میں دوسروں کی محتاج ہے۔ دنیا میں مسلمانوں کی آبادی ایک بلین سے زیادہ ہے۔ مسلم ممالک پوری دنیا کی آبادی کا ایک چوتھائی ہیں۔ کل مسلم آبادی کا 2/3 حصہ آزاد اور خود مختار ریاستوں میں رہتا ہے جبکہ 1/3 حصہ غیر مسلم ممالک یا نیم خود مختار ممالک میں آباد ہے۔ اگر امت مسلمہ نے مستحکم ہونا ہے تو اسے باہمی اتحاد و یگانگت کو فروغ دینا ہوگا تا کہ غیر مسلم سامراجی طاقتوں سے نجات حاصل کی جا سکے۔ مسلم ممالک کو نہ صرف اقتصادی لحاظ سے اپنے آپ کو مستحکم کرنا ہوگا بلکہ اعلیٰ دفاعی سامان کی تیاری کرنا ہوگی۔ مسلمان جنگی اعتبار سے مضبوط ہوں گے تو دنیا کی طاغوتی طاقتوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر سکتے ہیں۔ سورت الانفال کی آیت نمبر 60 میں ارشاد ربانی ہے:

وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ
وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ
وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِن دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ
اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ

''جتنی قوت تم مہیا کر سکتے ہو اور جتنے گھوڑے باندھ سکتے ہو تیار کرو جن سے تم اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو ہراساں کرو اور ان دوسرے لوگوں کو بھی جن کو تم نہیں جانتے اللہ جانتا ہے''۔

صحیح مسلم' کتاب الامارہ' (باب فضل الرمی) سے ثابت ہے کہ تیر اندازی حضور اکرمؐ کے دور میں یہ بہت بڑا جنگی ہتھیار اور نہایت اہم فن تھا۔ آج کل کے جنگی ہتھیاروں مثلاً میزائل' ٹینک' بم اور جنگی جہاز اور بحری جنگ کے لیے آبدوزیں وغیرہ کی تیاری ضروری ہے۔

(بحوالہ: قرآن کریم مع اُردو ترجمہ وتفسیر از مولانا محمد جونا گڑھی و مولانا صلاح الدین یوسف' شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس' مطبوعہ 1619ھ' صفحہ 498)

عصرِ حاضر میں اُمتِ مسلمہ کو بے شمار مسائل کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ ان میں سیاسی' معاشی' معاشرتی اور دیگر مسائل شامل ہیں۔ وسائل کی کمی' بڑھتی ہوئی آبادی' غربت' ناخواندگی' معاشی مشکلات' اتحاد کی کمی' مذہب سے بیزاری وغیرہ کے مسائل کو ترجیحی بنیادوں پر حل کرنے کی ضرورت ہے۔ قرآن پاک اور اس کی تعلیمات سے دوری ان مسائل کی بنیاد ہے۔ دورِ جدید میں مسلمانوں کی اختراعی فکر اور ایجاداتی صلاحیت مردہ ہو کر رہ گئی ہے۔ اسلامی ممالک میں علمی و فکری کام کرنے والوں کے لیے جو آزادی ضمیر ہونی چاہئے اور جس طرح کا تعاون انہیں ملنا چاہیئے' وہ موجود نہیں ہے۔ عالم اسلام میں انتشار شدت سے پھیلا ہوا ہے۔ مسلم ممالک جنگی اسلحے سے خود کفیل

نہیں ہیں۔ اپنوں اور غیروں کے درمیان تمیز کرنے کا بھی شعور نہیں۔ سورت النساء کی آیت نمبر 71 میں ارشاد ہے کہ مسلمان ہر وقت مسلح رہیں:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ خُذُوا۟ حِذْرَكُمْ
فَٱنفِرُوا۟ ثُبَاتٍ أَوِ ٱنفِرُوا۟ جَمِيعًا ﴿٧١﴾

معروف مغربی مفکر جارج لینزاسکی واضح طور پر تحریر کرتا ہے کہ اُمت مسلمہ میں اتحاد کے فقدان نے اسے پارہ پارہ کر دیا ہے:
(George Lenczowski, The Middle East in World Affairs, Cornell University Press, Ithaca and London, 1982, p. 763)

اگر اُمتِ مسلمہ نے ترقی حاصل کرنی ہے تو اسے سیاسی' معاشی اور معاشرتی اُمور میں اتحاد کرنا ہوگا۔

دورِ جدید میں اُمتِ مسلمہ کے اضمحلال اور کمزوری کا اندازہ اس حقیقت سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ بوسنیا اور کشمیر وغیرہ میں اپنے مظلوم بھائیوں اور لٹی پٹی بہنوں کی عزت کا بدلہ لینے کے قابل بھی نہیں ہے۔

اُمت مسلمہ کا اتحاد تاریخ کے آئینے میں: اسرائیل کے خلاف جمال عبدالناصر نے کام شروع کیا تھا لیکن اس نے عرب قومیت کا پرچار کیا۔ روس نے ناصر کی سرپرستی کی۔ مسلم ممالک دو علیحدہ کیمپوں میں تقسیم ہو گئے۔ کوئی تو کمیونسٹ بلاک میں چلے گئے اور کوئی امریکن بلاک میں۔ لسانی بنیادوں پر قائم ہونے والی تنظیم عرب لیگ بھی کوئی قابلِ ذکر کردار ادا نہ کر سکی۔ عرب اور غیر عرب ممالک میں اتحاد کی لہر بیسویں صدی کے نصف میں واضح طور پر دیکھی جا سکتی ہے۔ پاکستان 1947ء میں بنا اور اس نے اتحاد بین المسلمین کے لئے اہم کردار ادا کیا۔ 21 جولائی 1969ء کو یہودیوں نے مسجد اقصیٰ کو آگ لگا دی۔ اس موقع پر رباط کانفرنس بلائی گئی جس میں اتحادِ عالمِ اسلامی کا بیج بویا گیا۔ اس کے بعد 1970ء میں جدہ میں مسلم ممالک کے وزرائے خارجہ کی کانفرنس ہوئی اور ایک مستقل سیکرٹریٹ مقرر کرنے کا فیصلہ ہوا۔ وزرائے خارجہ کی دوسری کانفرنس 1970ء میں کراچی میں ہوئی جس میں فلسطینیوں کے مطالبات کی تائید اور اسرائیل کی مذمت کی گئی۔ فروری 1974ء میں لاہور میں مسلم سربراہان کی دوسری کانفرنس ہوئی جس میں سینتیس ممالک کے سربراہان نے شرکت کی۔ جولائی 1975ء میں جدہ میں مسلم وزرائے خارجہ کی کانفرنس ہوئی۔ جنوری 1981ء میں طائف میں تیسری سربراہی کانفرنس ہوئی جس میں القدس کی آزادی کا اعلان کیا گیا' افغانستان سے روسی فوجوں کو نکالنے کا مطالبہ کیا گیا اور ترقیاتی سکیموں کے لئے تین ارب ڈالر کا فنڈ قائم کیا گیا نیز ایران' عراق جنگ بند کرانے کی کوشش کی گئی۔ اگرچہ مسلم ممالک کے مسائل حل تو نہیں ہو سکے تاہم ان میں متحد ہونے کا احساس اجاگر ہو گیا۔

اسلامی سربراہی کانفرنس اسلام آباد میں 23 مارچ 1997ء کو منعقد ہوئی۔ اسلامی سربراہی کانفرنس اسلام آباد میں 1964ء سے 1997ء تک اُمت مسلمہ کو جو بے شمار مسائل درپیش تھے ان پر گفتگو کی گئی۔ مشرق وسطیٰ میں امن کا مسئلہ' بوسنیا ہرزگووینا میں مسلمانوں پر مظالم' کشمیر میں مسلمانوں پر مظالم' البانیہ کا مسئلہ' قبرص کا مسئلہ اور دیگر سیاسی و معاشی امور پر گفتگو کی گئی۔ علاوہ ازیں اس کانفرنس میں مسلمانوں نے میڈیا کے ذریعے یورپی یلغار کا مقابلہ کرنے کا بھی فیصلہ کیا۔ اس بات پر بھی اتفاق ہوا کہ اسلامی ابلاغ کا بھی ضابطہ اخلاق

بنایا جائے گا۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: وکیل انجم اسلامی سربراہی کانفرنس کے اہم اقدامات روزنامہ جنگ لاہور 25 مارچ 1997ء)

نئے عالمی نظام کے تناظر میں تیل و دیگر قدرتی وسائل کی اہمیت:

اسلامی ممالک تیل اور دیگر قدرتی وسائل سے مالا مال ہیں اگر نئے عالمی نظام کے تناظر میں دیکھا جائے تو ان قدرتی وسائل پر اہل مغرب کی نظر ہے اور وہ ان قدرتی وسائل پر قابض ہونا چاہتے ہیں۔ مشرق وسطی اور وسطی ایشیائی ریاستیں تیل سے مالا مال ہیں۔ اس کے مقابلے میں امریکہ میں تیل اور قدرتی گیس کے وسائل کم ہیں اور یہی حال یورپ کا ہے۔

ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں پٹرولیم کے ذخائر کا تخمینہ

1۔	1972ء میں پٹرولیم کے ذخائر:	450 بلین بیرل۔
2۔	1972ء میں قدرتی گیس کے ذخائر:	2100 ٹریلین کیوبک فٹ
1۔	یکم جنوری 2000ء تک قدرتی گیس کے ذخائر: ☆	164 ٹریلین کیوبک فٹ۔
2۔	معلوم شدہ ذخائر پٹرولیم: (1999ء): ☆	28,600 ملین بیرل۔

☆۔ (یہ ذخائر محفوظ ہیں۔ ان پر کام ہونا باقی ہے)

(i) -(Van Norstrand's Scientific Encyclopedia, page 2395)

(ii) -(The Statesman's Yearbook, 2002, Edited by Barry Turner, page 1757)

(iii)-The New Webster's International Encyclopedia, Michael D.Harkavy, (Editor-in-Chief) Trident Press International Florida, U.S.A. 1999 Edition)

مشرق وسطی اور دیگر اہم اسلامی ممالک میں تیل اور قدرتی گیس کے ذخائر کا تخمینہ:

(دنیا میں تیل اور قدرتی گیس کے ذخائر میں سے مندرجہ ذیل اسلامی ممالک میں پائے جانے والے ذخائر کا تخمینہ ملاحظہ ہو):

نمبر شمار	نام ملک	تیل کے ذخائر	قدرتی گیس کے ذخائر	بحوالہ☆
1۔	ایران	دنیا کے ذخائر کا 8.9%	دنیا کے ذخائر کا 25%	صفحہ 899
2۔	بحرین	210 ملین بیرل (1997ء میں ذخائر)	110 بلین کیوبک میٹر (1997ء میں ذخائر)	صفحہ 261
3۔	عراق ☆☆	112.5 بلین بیرل (1997ء میں ذخائر)	3100 بلین کیوبک میٹر (2000ء میں ذخائر)	صفحہ 906
4۔	سعودی عرب	دنیا کے ذخائر کا 25%	5,800 بلین کیوبک میٹر (2000ء میں ذخائر)	صفحہ 1384
5۔	قطر	3700 بلین بیرل (1999ء میں ذخائر)	8500 بلین کیوبک میٹر (دنیا کے ذخائر کا 12%)	صفحہ 1317
6۔	کویت	95.6 بلین بیرل (1999ء میں ذخائر)	1490 بلین کیوبک میٹر (1999ء میں ذخائر)	صفحہ 1009
7۔	متحدہ عرب امارات	97.8 بلین بیرل (1996ء میں ذخائر)	6000 بلین کیوبک میٹر (1996ء میں ذخائر)	صفحہ 1603

☆☆ سعودی عرب کے بعد عراق میں دنیا کے تیل کے سب سے زیادہ ذخائر ہیں۔ عراق ایک سو بارہ ارب بیرل تیل کے یقینی اور دو سو پندرہ ارب بیرل تیل کے تخمینی ذخائر رکھنے کی وجہ سے سعودی عرب کے بعد تیل پیدا کرنے والا دنیا کا دوسرا ملک ہے۔

(i)-(The Statesman's Yearbook 2002, Edited by Barry Turner(i)-)☆

(ii)-(World Atlas ,DK Publishing Inc., London, 1999,Pages, xxx` 87,208, 146-147)

امریکی ماہرین کی رپورٹ کے مطابق امریکہ میں ذخائر کا تخمینہ 1500 ٹریلین کیوبک فٹ ہے۔ ماہرین کی رپورٹ کے مطابق یہ ذخائر چند صدیوں تک کافی ہیں۔ بحوالہ:(Van Nostrand's Scientific Encyclopedia, page 2118)

پروفیسر جے مینگون کے تاثرات: Prof.J.Mangone امریکن یونیورسٹی University of Delaware میں سمندری تیل سے متعلقہ معلومات کے ماہر ہیں۔ ان کے خیال کے مطابق امریکہ کو مستقبل میں پٹرولیم کی اشد ضرورت ہوگی۔

(Prof.J.Mangone, The Future of Gas and Oil From the Sea, Van Nostrand Reinhold Company, New York/London, 1983, page ix)

پروفیسر مذکور نے چند اعداد و شمار بھی دیئے ہیں جن سے پٹرولیم اور قدرتی گیس کی مانگ کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

نائجیریا میں قدرتی گیس کے ذخائر کا تخمینہ:

1۔	قدرتی گیس کے ذخائر:	50 ٹریلین کیوبک فٹ
2۔	نائجیریا میں قدرتی گیس کے ذخائر کی مالیت:	250 بلین امریکی ڈالر۔
3۔	سابقہ سالوں میں نائجیریا کا منصوبہ: (نائجیریا سے بذریعہ Mediterranean Sea مغربی یورپ کی منڈیوں تک)	2500 میل قدرتی گیس کی پائپ لائن کی تعمیر

بحوالہ: (Prof J.Mangone, The Future of Gas and Oil From the Sea, Page 137)

اُمتِ مسلمہ میں فکری انحطاط:

تاریخ گواہ ہے کہ علوم و فنون میں ترقی کی وجہ سے مسلمانوں کی تہذیب غالب رہی۔ سپین میں مسلمانوں کا عہد حکومت 756ء سے 1492ء تک ہے۔ جہالت کی گھنگھور گھٹاؤں میں مجاہدین اسلام، سائنس دان اور مسلم سکالرز سپین میں 700 سال تک تہذیب و تمدن کی ضیاء پاش کرنوں سے یورپی ممالک کو منور کرتے رہے۔ خلیفہ ولید اول کے دور میں طارق بن زیاد اور موسیٰ بن نصیر نے 711ء میں سپین فتح کیا۔ سپین میں پرتگال بھی شامل تھا۔ سپین میں مسلمانوں کا یہ دور عبدالرحمٰن الداخل سے شروع ہوتا ہے اور ہشام ثانی اور سقوطِ غرناطہ تک رہتا ہے۔ سقوطِ غرناطہ کی تاریخ 3 جنوری 1449ء ہے۔ اس دور سے لے کر اب تک اُمتِ مسلمہ فکری انحطاط کا شکار ہے۔

کاغذ سازی کی صنعت مسلمانوں نے 704ء میں سیکھ لی تھی اور اسی صدی کے اختتام پر مسلم علاقوں میں کاغذ سازی کے کارخانہ لگنے شروع ہو گئے تھے۔ یورپ میں کاغذ بنانے کا سب سے پہلا کارخانہ مسلمانوں نے سپین اور سسلی میں قائم کیا تھا جہاں سے کاغذ اٹلی بھیجا جاتا تھا۔ کاغذ کے بغیر چھپائی جو پندرہویں صدی کے وسط میں جرمنی میں ہوئی ممکن ہی نہیں تھی۔

جب ہماری تہذیب عروج پر تھی تو مورخین کے مطابق 1030ء میں لنڈن کے بازوں میں انسانی گوشت بکتا تھا۔ اسی طرح فرانس میں دریائے ساؤن کے کنارے انسانی گوشت کی دو دکانیں تھیں۔ لنڈن اور پیرس میں غلیظ گلیاں اور دلدل نظر آتی تھی۔ امراء

بھینس کے سینگوں میں شراب پیتے۔ یورپ میں لوگ گارے کے مکانوں میں رہتے' پتے کھاتے اور کھالیں پہنتے۔ یہ تھی یورپ میں بربریت اور جہالت کی تصویر۔ ان کے ہاں علوم وفنون کا تصور نہ تھا۔

علوم وفنون میں ترقی کی وجہ سے مسلمانوں نے فکری انقلاب برپا کیا۔ انہوں نے طب' ریاضی' فلکیات' حساب' کیمیا' نباتات' زراعت' جغرافیہ' کاغذ سازی' طباعت' پارچہ سازی' چرم سازی' کوزہ گری' شیشہ سازی اور اسلحہ و بارود میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ مسلمان مختلف علوم وفنون میں معراج تک پہنچے۔

آج مسلمان ذلت اور اضمحلال کا شکار ہیں۔ آج اُمتِ مسلمہ مجموعی طور پر فکری لحاظ سے بنجر ہے جبکہ اہل مغرب تعلیم اور ریسرچ کے میدان میں عروج پر ہیں۔ جب اقوام علم وتحقیق سے دوری اختیار کرتی ہیں تو وہ سائنسی لحاظ سے' تکنیکی لحاظ سے اور فکری لحاظ سے جمود کا شکار ہو جاتی ہیں۔ آج کے دور میں مسلم ممالک غربت اور افلاس کے منحوس چکر میں گرفتار ہیں اور ترقی یافتہ اقوام کے نرغے میں جکڑے ہوئے ہیں۔

فکری انحطاط کو دور کرنے کے لیے تجاویز:

اُمتِ مسلمہ کو خونِ جگر سے اپنے ممالک کی آبیاری کرنا ہوگی۔ جوہری توانائی' خلائی علوم سائنس اور ٹیکنالوجی میں ترقی کرنا ہوگی۔ معاشی ترقی اور اتحاد بین المسلمین کے بغیر کماحقہ ترقی ممکن نہیں۔ فکری انحطاط کو دور کرنے کے لیے حسب ذیل تجاویز پیش کی جاتی ہیں:

(1) مسلم ممالک سائنس اور ٹیکنالوجی کے لیے خطیر رقوم مختص کریں۔

(2) اہل علم وفکر کی صحیح سرپرستی ہو۔

(3) اُمتِ مسلمہ اپنے تمام فکری سرمایے کو یکجا کر کے ایک پول بنائے اور سائنس کے ہر شعبے میں تحقیق کی جائے۔ اُمتِ مسلمہ مالی لحاظ سے اس پول کی سرپرستی کرے۔

(4) اُمتِ مسلمہ اپنے اختلافات ختم کرے اور جاپان اور کوریا کی طرح معاشی وصنعتی میدان میں ترقی کرنے کا مصمم ارادہ کرے۔

(5) اُمتِ مسلمہ کو خود انحصاری کی ضرورت ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ برطانیہ جیسے ممالک میں مسلمان طلباء کو نیوکلیر سائنسز میں داخلہ نہیں دیا جاتا۔ اس ضمن میں مسلم ممالک اپنی بین الاقوامی یونیورسٹیاں بنا سکتے ہیں جہاں مسلمان سائنس دان اپنے طلباء کو سائنسی علوم پڑھائیں۔ دیگر اقوام کی مثالوں کو سامنے رکھ کر ہم اپنے آپ کو بہتر بنا سکتے ہیں۔ مثلاً چین میں چھوٹے پیمانے کی صنعتوں کی تعداد 8,612,100 ہے۔ سویڈن میں صنعتی یونٹوں کی تعداد 9323 ہے۔ برطانیہ میں 1993ء میں 19 ایسے زرعی فارم تیار کیے گئے جہاں ہوائی چکیوں سے بجلی تیار کی جاتی ہے۔ آپ سائنسی تحقیق کے شعبے کو دیکھیں تو یورپ اس میدان میں عروج پر پہنچ چکا ہے۔ مثال کے طور پر دنیا کے سمندروں پر تحقیق کرانے والے بحری جہاز دیکھ لیں' یورپی اور دنیا کے دیگر ترقی یافتہ ممالک اس شعبے میں بھی عروج پر ہیں لیکن ان کے مقابلے میں دور جدید میں مسلمانوں نے سائنسی میدان میں کوئی نام پیدا نہیں کیا:

دُنیا کے سمندروں پر تحقیق کے لیے استعمال کیے جانے والے بحری جہاز:

نمبر شمار	نام ملک	جہازوں کی تعداد	نمبر شمار	نام ملک	جہازوں کی تعداد
1۔	روس	194	7۔	برازیل	12
2۔	جاپان	94	8۔	سویڈن	11
3۔	برطانیہ	39	9۔	ارجنٹائن	10
4۔	فرانس	27	10۔	آسٹریلیا	10
5۔	کینیڈا	25	11۔	اٹلی	10
6۔	جرمنی	15			

بحوالہ: (Van Nostrand's Scientific Encyclopedia,1995,Page, 2261)

ایسے منصوبوں پر ہم بھی عمل پیرا ہو سکتے ہیں بشرطیکہ مسلم اقوام باہمی انتشار اور فکری جمود کی بجائے خونِ جگر صرف کر کے اپنے مستقبل کو بہتر بنانے کی فکر کریں۔

پاکستان میں بھی فکری انحطاط کو ختم کرنے کے لیے ہمیں درج بالا تجاویز پر عمل پیرا ہونا ہوگا۔اس ضمن میں تعلیمی منصوبہ بندی کی اشد ضرورت ہے۔ ملکی سطح پر تعلیمی نصاب میں تبدیلی کی ضرورت ہے اور تعلیمی نصاب میں جدید سائنسی علوم وفنون کو شامل کرنا ہوگا۔

اُمت مسلمہ کی ذمہ داریاں:

عالمی سطح پر قیام امن کی ذمہ داری: مذہبی، لسانی اور ثقافتی تعصبات کی وجہ سے بین الاقوامی سطح پر شورش اور امن کا فقدان ہے۔ اسلام سلامتی اور امن کا مذہب ہے۔ اسلام کا مقصد ایک فلاحی معاشرے کی تشکیل ہے کیونکہ یہ مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اسلام نے تمام تعصبات کا خاتمہ کیا جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے آخری خطبہ میں فرمایا: ''تمہارا باپ ایک ہے۔ کسی عربی کو کسی عجمی پر، کسی عجمی کو عربی پر، کالے کو گورے پر اور گورے کو کالے پر کوئی فضیلت نہیں مگر صرف تقویٰ اور پرہیزگاری کی بنا پر۔''

آپ کا ارشاد گرامی ہے:

الْمُسْلِمُونَ إِخْوَةٌ، لا فَضْلَ لِأَحَدٍ عَلَى أَحَدٍ إِلا بِالتَّقْوَى.

(رواه الطبراني عن حبيب بن خراش).

(مختار الاحادیث النبویہ والحکم المحمدیہ (تالیف) السید احمد الھاشمی، صفحات 342)۔

اگر ہم تعلیمات نبوی کو سامنے رکھیں تو بین الاقوامی سطح پر امن قائم ہو سکتا ہے۔

اتحاد بین المسلمین کی ذمہ داری: عالم اسلام کو منتشر اور باہم برسرپیکار رکھنے کی مغربی سازش عالم اسلام کے زوال کا ایک بڑا سبب ہے۔

مغرب کی چال ہر دور میں یہ رہی ہے کہ مسلمان آپس میں متحد نہ رہیں۔ ایک ملک دوسرے ملک کے ساتھ ایک قبیلہ دوسرے قبیلے کے ساتھ ایک خاندان دوسرے خاندان کے ساتھ اور ایک فرقہ دوسرے فرقے کے ساتھ برسر پیکار رہے اور ان کی طاقتیں آپس میں ٹکرا کر فنا ہو جائیں کیونکہ اہل مغرب واستعماری قوتیں یہ جانتی ہیں کہ جس دن مسلمانوں میں اتحاد پیدا ہو جائے گا اس دن سے صلاح الدین ایوبی کا عمل دہرایا جانے لگے گا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اُمتِ مسلمہ میں اتحاد و یگانگت کو فروغ دیا جائے تاکہ ہم دنیا کی دیگر قوموں کے مقابلے میں کھڑے ہو کر اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کر سکیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

المؤمِنُ لِلْمُؤمِنِ كالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضهُ بَعْضاً.
(رواه الشيخان عن أبي موسى).

(مختار الاحادیث النبویہ والحکم المحمدیہ' (تالیف) السید احمد الھاشمی صفحات 340)۔

سماجی واقتصادی میدان میں تعاون کی ذمہ داری: آج اُمت مسلمہ بہت سے وسائل کی مالک ہونے کے باوجود مغربی دنیا کی محتاج ہے۔ عالم اسلام کے اتحاد کا خواب صرف اسی وقت پورا ہوگا جب اسلامی دنیا تجارت سے لے کر ثقافت تک ہر شعبے میں باہمی تعاون کا آغاز کرے۔

مغرب نے مختلف اقتصادی تنظیموں کے ذریعے اپنے آپ کو اکٹھا کر رکھا ہے۔ ایک مشترکہ اسلامی منڈی کی بدولت نہ صرف مسلم دنیا مغربی تجارتی رکاوٹوں سے بچ سکتی ہے بلکہ اپنے معاشی مفادات کا تحفظ کر کے دنیا میں سپر پاور بھی بن سکتی ہے۔ W.T.O اور Globalization کی پالیسیاں اُمت مسلمہ کو برباد کرنے کے لیے بنائی گئی ہیں۔ یہ پالیسیاں نئے عالمی نظام کی کڑیاں ہیں۔ سماجی و اقتصادی میدان میں ترقی کی بناء پر دنیا کے ترقی یافتہ ممالک کا HDI/World Rank ملاحظہ کریں جبکہ ان کے مقابلے میں مسلم ممالک انتہائی پسماندہ ہیں:

نمبر شمار	نام ملک	HDI/World Rank	بحوالہ صفحہ نمبر☆	نمبر شمار	نام ملک	H.D.I/World Rank	بحوالہ صفحہ نمبر☆
(i)	کینیڈا	1	365	(vii)	بلجیم	7	282
(ii)	ناروے	2	1233	(viii)	نیدرلینڈ	8	1180
(iii)	ریاست ہائے متحدہ امریکہ	3	1127	(ix)	جاپان	9	957
(iv)	آسٹریلیا	4	170	(x)	برطانیہ	10	1606
(v)	آئس لینڈ	5	797	(xi)	فن لینڈ	11	617
(vi)	سویڈن	6	1505	(xii)	فرانس	12	630

ہیری ٹرنر کے مطابق روس کا ورلڈ رینک 62 ہے۔ (بحوالہ: صفحہ 1329)

☆ماخذ: (Barry Turner, The Statesman's Yearbook, 2002)

علوم وفنون میں ترویج وترقی کی ذمہ داری: اسلام دنیا کا واحد مذہب ہے جس کا پہلا پیغام اور اللہ تعالیٰ کا پہلا حکم علم سے متعلق تھا۔ آپؐ کو جب نبوت ملی تو سب سے پہلے جو آیت نازل ہوئی وہ علم کے بارے میں تھی۔ آپؐ نے فرمایا:

''میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔''

مقام افسوس ہے کہ مسلمان علمی میدان میں پسماندہ ہیں۔ لہٰذا اشد ضرورت ہے کہ اُمت مسلمہ جدید علوم میں مہارت حاصل کرے اور علوم میں ترقی کی بدولت دنیا میں قدر ومنزلت حاصل کرے۔

سائنس اور ٹیکنالوجی میں پسماندگی کو دور کرنے کی ذمہ داری: مسلمان بین الاقوامی سطح پر سائنس اور ٹیکنالوجی میں دیگر اقوام سے بہت پیچھے ہیں۔ سائنس اور ٹیکنالوجی میں اُمتِ مسلمہ کی پسماندگی کو دور کرنے کے لیے ضروری ہے کہ سائنس وٹیکنالوجی کے لئے بجٹ میں زیادہ رقم مختص کی جائے۔ تحقیق کے ادارے قائم کیے جائیں اور ان اداروں میں اعلیٰ ذہنوں کو جمع کیا جائے۔ ان ذہین لوگوں کو معاشی طور پر مضبوط بنایا جائے تاکہ وہ تحقیق کے میدان میں یکسوئی کے ساتھ کام کر سکیں۔ علامہ اقبال نے درست فرمایا تھا۔

تہران ہو گر عالم مشرق کا جینوا
شاید کہ کرۂ ارض کی تقدیر بدل جائے

بین الاقوامی سیاست اور اُمت مسلمہ کی ذمہ داریاں: دورِ جدید میں امتِ مسلمہ سیاسی طور پر زوال پذیر ہے۔ اُمتِ مسلمہ میں اندرونی تضادات ابھر رہے ہیں۔ مغربی تہذیب ایک غالب عالمی تہذیب ہے۔ چونکہ یونانی فکر اور رُومی عسکریت وقانون اس کی اساس ہے اس وجہ سے رومی تہذیب کی طرح یورپی تہذیب بھی سفاک، ظالم اور پُر تشدد ہے۔ اس کا غالب مقصد صرف عسکری غلبے سے محکوم وکمزور قوموں کی ثقافتوں اور شناختوں کو تاراج کرنا ہے۔ چونکہ مغرب عسکری طور پر غالب ہے اور سائنس اور ٹیکنالوجی میں ترقی یافتہ ہے اس لیے مسلم ممالک کے معاملات میں اسے اجارہ داری حاصل ہے۔ بوسنیا، چیچنیا، کشمیر، فلسطین اور افریقہ وایشیا کے مسلمانوں کا خون ارزاں ہے۔ اُمتِ مسلمہ پر یہ زوال اتحاد کی کمی کی وجہ سے ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ حضور اکرمؐ کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے مسلم ممالک آپس میں بھائی چارے اور یگانگت کو فروغ دیں۔

تعلیم کے میدان میں انحطاط کو دور کرنے کی ذمہ داری: موجودہ دور میں اُمتِ مسلمہ میں خاص کر پاکستان میں جو کہ اُمتِ مسلمہ کا مرکز ہے، شرح خواندگی بہت کم ہے اور تعلیمی معیار بہت پست ہے۔ مسئلہ یہ نہیں کہ ہمارے پاس تعلیمی شرح اور تعلیمی معیار کو بلند کرنے کے لئے کوئی پالیسی یا طریقہ کار نہیں بلکہ اگر ہم اپنے نصاب کو اسلامی تعلیمات کے مطابق ڈھال لیں تو صرف یہی کافی ہے۔ اسلام تعلیم حاصل کرنے کی تلقین کرتا ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے کہ انسان کو باقی مخلوقات پر فضیلت صرف علم کی بدولت حاصل ہوئی۔

جدید دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہونے کے لئے ضروری ہے کہ مسلم طلباء کو جدید علوم اس طریقے سے پڑھائے جائیں کہ وہ ان سے عملی طور پر مستفید ہو سکیں۔

نئے عالمی نظام کے تناظر میں عالم اسلامی کے مابین اقتصادی تعاون کی ذمہ داریاں:

دورِ حاضر کے تناظر میں عالمِ اسلام کے مابین اقتصادی تعاون کی بہت اہمیت ہے۔ اقتصادی تعاون کوفروغ دینے کے لیے قابل عمل اقدامات ملاحظہ ہوں:

(1) اسلامی مشترکہ منڈی: اسلامی مشترکہ منڈی کا قیام بڑی اہمیت کا حامل ہوگا۔ اُمتِ مسلمہ میں باہمی تجارت' زرعی و صنعتی پیداوار میں تعاون' افرادی قوت کی ترقی' سماجی شعبے کی بہتری' تحقیق اور اطلاعات کے تبادلے اور ٹیکنالوجی کی منتقلی وقت کی اہم ضرورت ہے۔ مسلم ممالک میں ٹیکنالوجی کی منتقلی اوراعلیٰ تعلیم کے فروغ کے لئے باقاعدہ طور پرکوئی منصوبہ بندی نہیں کی گئی۔ قدرتی وسائل کا صحیح استعمال بھی اُمتِ مسلمہ کا مسئلہ ہے۔ اُمتِ مسلمہ نے خام مال برآمد کر کے بھی صحیح اقتصادی فائدہ نہیں اُٹھایا۔ مسلم دنیا کے کثیر حصے کی آبادی زرعی شعبے سے وابستہ ہے لیکن یہ خوراک میں خودکفیل بھی نہ ہوسکی۔ اسلامی ممالک نے ہمیشہ برادر اسلامی ممالک کے مفادات کونظر انداز کر کے مغربی مفادات کا تحفظ کیا۔ عالمی سیاست میں بھی اُمتِ مسلمہ یورپ اور امریکہ کے مقاصد پورا کرتی رہی۔ اُمت مسلمہ نے تعلیم اور محنت سے بھی ہمیشہ جی چرایا۔

اب رہا مسئلہ اسلامی مشترکہ منڈی کا تو حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں مشترکہ منڈیوں کے تجربات ہمیشہ کامیاب رہے ہیں۔ یورپی برادری نے یورپی یونین (European Union) تشکیل دی۔ WTO اور GATT کے تحت مشترکہ منڈیوں کے وجود کوتسلیم کیا گیا ہے۔ جہاں تک اُمتِ مسلمہ کاتعلق ہے تو کسی حد تک صرف (ECO) ایک ایسا گروپ ہے جس میں معدودے چند مسلم ممالک ہیں جو اقتصادی میدان میں کام کر رہے ہیں۔ مسلم ممالک کے لئے بہتر ہوگا کہ ایک مشترکہ منڈی کی بجائے وہ ایسے علاقائی گروپ تشکیل دیں جو آسان شرائط پر باہمی تجارت کو فروغ دیں۔ اس ضمن میں مسلمانوں کی کثیر ملکی کمپنیاں (Multi-National Companies) بھی اہم کردارادا کرسکتی ہیں۔

(2) فری ٹریڈ ایریا: اسلامی ممالک فری ٹریڈ ایریا (Free Trade Area) بنائیں اور ایک دوسرے کوتجارتی مراعات دیں۔

(3) کسٹم یونین کی ضرورت: اسلامی ممالک آپس میں کسٹم یونینز قائم کریں جس کے تحت اندرونی اور بیرونی محصولات کا نظام رائج کیا جائے اورتجارت کوآسان بنایا جائے۔

(4) باہمی کرنسی: مسلم اقوام بہتر اقتصادی تعاون کے لئے ڈالر کی بجائے ایک قابل تبادلہ کرنسی استعمال کریں۔ دینار یا ریال یا درہم جیسی کرنسی اپنا کر اُمت مسلمہ ڈالر سے جان چھڑا سکتی ہے۔

(5) مانیٹری کنسورشیم (Monetary Consortium) کی ضرورت: مشترکہ منڈی کے قیام سے قبل تمام مسلم ممالک یورپ اورامریکہ کے بینکوں سے اپنا سرمایہ نکلوائیں اور اپنے بینکوں میں اس سرمائے کوجمع کریں۔ تمام اُمتِ مسلمہ اپنی مانیٹری کنسورشیم (Monetary Consortium) تشکیل دے جہاں سوئس بینکوں کی طرح سرمایہ رکھا جائے۔ اُمتِ مسلمہ کے بڑے اسلامی بینک گارنٹی دے سکتے ہیں۔

(6) مشترکہ چیمبر آف کامرس کی ضرورت: اُمتِ مسلمہ مشترکہ چیمبر آف کامرس اور O.E.C.D. جیسے تحقیقی ادارے بنائے۔

(7) سیاسی اور اقتصادی استحکام: معاشی ترقی کے لئے امت مسلمہ میں سیاسی استحکام کی فضا پیدا کی جائے۔

(8) خوراک کا مسئلہ: اُمتِ مسلمہ کے امیر ممالک غریب برادر ممالک میں خوراک کی کمی کو دور کریں۔

(9) شپنگ کمپنیاں اور کار گو سروس: مسلمانوں کی علیحدہ شپنگ کمپنیاں ائیر کار گو کمپنیاں اور مشترکہ ریلوے سسٹم ہونا ضروری ہے۔

(10) افرادی قوت کا صحیح استعمال: مشرق وسطیٰ کے امیر ممالک افریقہ اور ایشیا کے برادر ممالک سے افرادی قوت حاصل کریں کیونکہ کئی غریب مسلم ممالک میں وافر افرادی قوت موجود ہے۔

(11) مغرب کی اقتصادی غلامی سے نجات کی راہ: امریکہ اور مغرب کی غلامی سے آزادی حاصل کی جائے۔ ان کی اقتصادی' معاشرتی ' فکری اور سیاسی غلامی ہمارے لئے بربادی کا مژدہ ہے۔

(12) امیر مسلم ممالک کا تعاون: چند پسماندہ مسلم ممالک کی تفصیل ملاحظہ ہو۔ ان کی سالانہ فی کس آمدنی سے ان کی غربت اور پسماندگی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ یہ اعداد و شمار 2000ء کے ہیں:

نمبر شمار	نام ملک	GDP PER CAPITA	نمبر شمار	نام ملک	GDP PER CAPITA
1-	بنگلہ دیش	1361امریکن ڈالر	5-	مالی	781امریکن ڈالر
2-	پاکستان	1715امریکن ڈالر	6-	نائجیریا	795امریکن ڈالر
3-	سوڈان	1394امریکن ڈالر	7-	چاڈ	856امریکن ڈالر
4-	کیمرون	1474امریکن ڈالر			

مندرجہ ذیل اسلامی ممالک کی سالانہ فی کس آمدنی ملاحظہ ہو۔ ان اعداد و شمار سے ان کی بہتر مالی حالت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے:

نمبر شمار	نام ملک	GDP PER CAPITA	نمبر شمار	نام ملک	GDP PER CAPITA
1-	انڈونیشیا	2651امریکن ڈالر	6-	سعودی عرب	10,158امریکن ڈالر
2-	ایران	5121امریکن ڈالر	7-	کویت	25,314امریکن ڈالر
3-	برونائی	16765امریکن ڈالر	8-	متحدہ عرب امارات	17,719امریکن ڈالر
4-	بحرین	12111امریکن ڈالر	9-	ملائیشیا	8137امریکن ڈالر
5-	ترکی	6422امریکن ڈالر			

بحوالہ: (Barry Turner: The Statesman's Yearbook, 2002)

اسلامی ممالک کا فرض ہے کہ وہ غریب اسلامی ممالک کو غربت کے جال سے باہر نکالنے کے لئے ان سے اقتصادی تعاون کریں۔

(13) وسطی ایشیائی ریاستوں سے خصوصی اقتصادی تعاون: وسطی ایشیائی ریاستیں زرعی اور معدنی لحاظ سے نیز نیوکلیائی میدان میں ترقی یافتہ ہیں۔ اُمتِ مسلمہ کا فرض ہے کہ وہ ان ریاستوں سے تجارتی تعلقات بڑھائیں اور ان سے نیوکلیائی میدان میں استفادہ

حاصل کریں۔

وسطی ایشیائی ریاستوں کے وسائل کا اندازہ مندرجہ ذیل تفصیلات سے لگایا جا سکتا ہے:

☆ترکمانستان ☆تاجکستان

(1) بجلی کی پیداوار: (1999ء)	9.8m .KWh	(1) بجلی کی (1998ء) پیداوار:	13.27bn .KWh
(2) تیل کے ذخائر کا تخمینہ: (2000ء)	700 ملین ٹن	(2) تیل کی (1996ء) پیداوار:	700,000 بیرل
(3) قدرتی گیس کے ذخائر کا تخمینہ: (2000ء)	2300 بلین کیوبک فٹ	(3) قدرتی گیس کی پیداوار: (1996ء)	2Petajoules

☆ترکمانستان میں قدرتی گیس اور تیل کے ذخائر ہیں۔ 1996ء سے ایران سے بذریعہ ریل بھی منسلک ہو چکا ہے۔ ☆تاجکستان زرعی ملک ہے۔ یہاں بجلی وافر مقدار میں ہے۔

☆آذربائیجان ☆قرغیستان

(1) بجلی کی پیداوار: (1998ء)	9.8m .KWh	(1) بجلی کی پیداوار: (1998ء)	12.21 B.KWh
(2) تیل کے ذخائر کا تخمینہ (1999ء):	700 ملین ٹن	(2) تیل کی پیداوار: (1996ء)	700,000 بیرل
Shakh Denir Off Shore Filed(3) میں قدرتی گیس کے ذخائر کا تخمینہ: (1999ء)	700 بلین کیوبک فٹ	(3) قدرتی گیس کی پیداوار: (1996ء)	1 Petajoule

☆آذربائیجان میں تیل کے ذخائر ہیں۔ ☆قرغیستان ٹیکسٹائل اور معدنیات کی وجہ سے مشہور ہے۔

☆قازقستان ☆ازبکستان

(1) بجلی کی پیداوار: (1998ء)	49.3. b .KWh	(1) بجلی کی پیداوار: (1998ء)	47.96. KWh
(2) تیل کے ذخائر کا تخمینہ (1999ء):	8 بلین بیرل	(2) تیل کی پیداوار: (1996ء)	63 ملین بیرل
(3) قدرتی گیس کے ذخائر کا تخمینہ (2000ء)	609 بلین بیرل	(3) قدرتی گیس کی پیداوار: (1999ء)	50,268 ملین کیوبک میٹر
(4) قدرتی گیس کے ذخائر:	1840 بلین کیوبک میٹر	(4) تیل کے ذخائر: (1999ء)	0.6 بلین بیرل
East Kashagan(5) میں تیل کے ذخائر:	50 بلین بیرل	(5) قدرتی گیس کے ذخائر: (1999ء)	1,870 بلین کیوبک فٹ

☆قازقستان نے ستمبر 1997ء میں چین سے تیل برآمد کرنے کے معاہدات کیے جن کی مالیت 9.5 بلین امریکی ڈالر تھی۔ East Kashagan میں 2000ء میں جو تیل کے ذخائر ملے ہیں ان کی بناء پر قازقستان 2010ء تک دنیا میں سب سے زیادہ تیل برآمد کرنے والا چھٹا ملک ہوگا۔

قازقستان روس کا نوآبادیاتی مرکز رہا ہے۔ یہاں یورینیم کافی مقدار میں موجود ہے۔ یہاں بھاری صنعتیں بھی ہیں۔ یہ روس کی سب سے بڑی چراگاہ تھی۔

امریکہ کا افغانستان پر حملہ اس وجہ سے ہوا کہ وہ نئے عالمی نظام کی پالیسی کے تحت وسطی ایشیائی ریاستوں کے تیل کے ذخائر تک پہنچنا چاہتا تھا۔ وسطی ایشیائی ریاستوں کے قریب (Caspian Sea) میں دُنیا کے 18% تیل کے ذخائر ہیں۔ یہاں سے امریکہ تیل حاصل کر کے یورپ برآمد کر سکتا ہے اور افغانستان اور پاکستان کے راستے یہ تیل مشرقِ بعید کے ممالک کو بھی برآمد کر سکتا ہے۔

بحوالہ: (Barry Turner: The Statesman's Yearbook, 2002.pp.1581,1534,1581,1015,976-977,1581)

حاصل کلام:

جارج بُش نے نئے عالمی نظام کا جو تصور دیا تھا امریکہ اس پر عمل پیرا ہے۔ امریکہ اُمتِ مسلمہ کے تمام قدرتی وسائل پر قابض ہونے کا ارادہ رکھتا ہے۔ ان قدرتی وسائل میں تیل کی بڑی اہمیت ہے کیونکہ نہ صرف امریکہ بلکہ تمام یورپ کی صنعت کا دارومدار اسی تیل پر ہے۔ امریکہ نے جو منصوبہ بندی کر رکھی ہے اُس کے مطابق وہ اُمتِ مسلمہ کے دُنیا میں 70% تیل کے ذخائر پر حریصانہ نگاہیں جمائے بیٹھا ہے۔ مسلم ممالک کی تنظیم (OIC) موثر نہیں جبکہ (NATO) 2004ء تک تمام یورپی ممالک کو اپنا ممبر بنالے گا۔ اس طرح تمام یورپی ممالک کو دفاعی تحفظ امریکہ کی طرف سے مہیا ہوگا۔ جہاں تک کہ چین کا تعلق ہے اسے امریکہ نے تائیوان جیسے مسائل میں اُلجھا رکھا ہے۔ علاوہ ازیں مسلم ممالک میں اکثریت ان لیڈروں کی ہے جو امریکہ نواز ہیں۔ 11-9 ستمبر 2001ء کے واقعات کے بعد امریکہ نے روس کو بھی دہشت گردی کے خلاف اپنا ہمنوا بنالیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ روس نے چیچنیا کے مسلمانوں پر اور مظالم ڈھانا شروع کر دیئے ہیں۔ مسلم ممالک کے پاس بے پناہ قدرتی وسائل بھی ہیں اور افرادی قوت بھی ہے۔ ان وسائل کے بہتر استعمال سے مسلم ممالک متحد ہو کر اہل مغرب کا مقابلہ کر سکتے ہیں بشرطیکہ جذبہ جہاد ہو۔ یہود و نصاریٰ مسلمانوں کے دشمن ہیں۔ ان سے نبرد آزما ہونا وقت کی اہم ضرورت ہے۔ اگر ہم بطور اُمتِ واحدہ بزدلی سے کام لیں گے تو ہم مٹ جائیں گے۔ اسلام کے خلاف مغرب کئی ہتھکنڈے استعمال کر رہا ہے۔ اسلام کے خلاف مغرب کی منصوبہ بندی کئی طریقوں سے ہے مثلاً معاشی اور عسکری منصوبہ بندی، مخربِ اخلاق ثقافت (کلچر) کا فروغ، توہینِ رسالت مآب ﷺ، مستشرقین کی سازشیں، مسلمانوں کے بنیادی افکار کو ہدفِ تنقید بنانا، اسلامی ریاست پر نظریاتی حملے، معاشرتی ہتھکنڈے، مسلمان عورت سے بے جا غم خواری، فرقہ واریت کو ہوا دینا اور بنیاد پرستی اور دہشت گردی کا الزام وغیرہ وغیرہ۔ امریکہ نے نیو ورلڈ آرڈر کا نظریہ پیش کیا۔ روس کے ٹوٹنے کے بعد اب اسے مسلمانوں کے اتحاد سے بہت سخت خطرہ ہے۔ اسی وجہ سے مسلمانوں کو ہدفِ تنقید بنایا جا رہا ہے۔ وقت کی اہم ترین ضرورت ہے کہ مسلم ممالک معاشی، تمدنی، زرعی، صنعتی، اقتصادی اور عسکری میدان میں ایک دوسرے کا ساتھ دیں، مسلم ممالک تعلیماتِ نبوی ﷺ پر عمل پیرا ہو کر جسدِ واحد کی طرح متحد ہوں اور اس ارشادِ خداوندی پر عمل پیرا ہوں:

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا

''اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہو اور باہم تفرقہ مت ڈالو''۔ (سورت آل عمران: 103)

بقول علامہ اقبال:

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر

نئے عالمی نظام نے اُمتِ مسلمہ کو کیا دیا؟ افغانستان، کشمیر اور بوسنیا میں بکھری ہوئی معصوم مسلمانوں کی لاشیں یہ ثابت کرتی ہیں کہ اُمتِ مسلمہ کس قدر کمزور لاچار اور بے بس ہے۔ کہیں ویرانیوں نے ڈیرے ڈالے ہیں اور کہیں وحشت نے خیمے گاڑے ہیں۔ آخر یہ وحشیانہ مظالم کب تلک؟ یہ سفاکانہ مظالم کب تلک؟ اُمتِ مسلمہ کو متحد ہو کر طاغوتی طاقتوں سے ٹکرانا ہوگا اور یہی تعلیمات نبویؐ ہیں۔ سورت بقرہ کی آیت نمبر 75 میں حکمِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ
مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا
أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَل لَّنَا
مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ نَصِيرًا ﴿٧٥﴾

اُمتِ مسلمہ کے لیے لازم ہے کہ وہ یہود و نصاریٰ کی اسلام دشمن سرگرمیوں سے ہوشیار رہیں اور انہیں اپنا دوست نہ سمجھیں۔ قرآن نے واضح طور پر اعلان فرمایا:

وَلَن تَرْضَىٰ عَنكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ
مِلَّتَهُمْ ۗ قُلْ إِنَّ هُدَى اللَّهِ هُوَ الْهُدَىٰ ۗ وَلَئِنِ
اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُم بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ
مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿١٢٠﴾

(سورت التوبہ: 120)

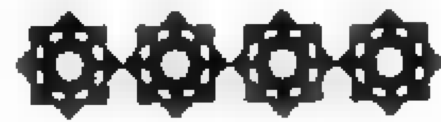
اُمتِ مسلمہ کا فرض ہے کہ وہ علوم و فنون اور سائنس میں ترقی کرے، تجارت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاشی اُسوہ حسنہ پر عمل پیرا ہو اور دیانت کو اپنا شعار بنائے، اپنے سرمائے (Capital Resouces) کو بڑھائے، بین الاقوامی معاشی مسائل کو سمجھے اور اپنے قدرتی وسائل بڑھائے۔ اس طرح اُمتِ مسلمہ نئے عالمی نظام کے چنگل سے بچ سکتی ہے۔ بقول شاہد حسن: بیرون ملک پاکستانیوں کا سرمایہ 45 بلین ڈالر ہے۔ یہ سرمایہ اگر پاکستان میں آ جائے تو اس کی معاشی حالت بہتر ہو سکتی ہے۔ دور حاضر میں اُمت مسلمہ کی معاشی حالت ابتر ہے۔ سوئٹزرلینڈ یورپ میں ایک چھوٹا سا ملک ہے لیکن اس کی Per Capita Income دیگر ممالک سے زیادہ ہے۔ یہ ملک قرضے Multi -Nationals کو سود پر دیتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے 15 صدی قبل ایک فقید المثال اسلامی ریاست قائم فرمائی تھی جو سود کے نظام سے پاک تھی۔ اُمتِ مسلمہ سود کا متبادل نظام قائم کر کے ہی معاشی ترقی کر سکتی ہے۔

مسلمانوں کی آبادی ایک بلین سے زیادہ ہے لیکن ان میں کوئی Noble Prize Winner نہیں' کوئی رازی نہیں' کوئی ابن سینا نہیں' کوئی کندی نہیں' کوئی فارابی نہیں' کوئی رومی نہیں' کوئی ابن الہیثم نہیں' کوئی محمد بن قاسم نہیں' کوئی طارق بن زیاد نہیں اور کوئی صلاح الدین ایوبی نہیں۔ ہمیں تعلیمات نبویؐ کی روشنی میں عمل پیرا ہو کر اپنے آپ کو علمی' معاشی اور عسکری میدان میں ترقی کر کے نئے عالمی نظام کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ اللہ کا یہ دین غالب ہوگا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت دیگر امم پر غالب آئے گی۔

سُنا دیا گوشِ منتظر کو حجاز کی خامشی نے آخر
جو عہد صحرائیوں سے باندھا گیا تھا پھر استوار ہوگا
نکل کے صحرا سے جس نے روما کی سلطنت کو الٹ دیا تھا
سنا ہے یہ قدسیوں سے میں نے وہ شیر پھر ہوشیار ہوگا
دیارِ مغرب کے رہنے والو! خُدا کی بستی دُکاں نہیں ہے!
کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو وہ اب زرِ کم عیار ہوگا!
تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا' ناپائیدار ہوگا

(علامہ اقبالؒ: کلیات اقبال)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔



نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امتِ مسلمہ کی ذمہ داریاں تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

ڈاکٹر سید محمد ظاہر شاہ بخاری' اسلام آباد

اس عالم آب وگل میں جو کچھ ہو رہا ہے یا جو کچھ ہوا ہے یعنی ماضی اور حال کے علاوہ مستقبل میں ہونے والے واقعات کو جاننے کے لئے ہمارے پاس واحد ذریعہ قرآن مجید ہے۔ جس میں خالق کائنات نے کائنات کے سربستہ راز حضرت انسان پر منکشف کئے ہیں۔ زمانہ حال میں دنیا جس کشمکش میں مبتلا ہے اس کی نقشہ کشی درج ذیل آیت میں کی گئی ہے۔

اعوذ باللہ مِنَ الشیطن الرجیم.

بِسمِ اللّٰہِ الرحمٰن الرجیم.

ظَھرَ الْفَسَادُ فی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا کَسَبَتْ ایدی النَّاسَ لِیُذِیْقَ بَعْضَھُم بَعْضَ الَّذِیْ عَمِلُوا لَعَلَّھُمْ یَرْجِعُون. ۵ (۱)

ترجمہ: خودلوگوں کے ہاتھوں کی کرتوتوں سے خشکی میں اور تری میں (یعنی ہر جگہ ہر طرح) خرابیاں ظاہر ہو چکی ہیں۔ اس غرض سے کہ خدا ان کے بعض اعمال کا مزہ چکھائے تا کہ وہ ایسی حرکات سے باز آ جائیں۔

تفسیری نکات

اَلْفَسَادُ. میں الف لام جنسی ہیں۔ انفرادی اور اجتماعی ہر قسم کی جسمانی' مادی' اخلاقی' معاشی ابتری اور بدنظمی شامل ہیں۔ کَسَبَتْ ایْدِی النَّاس میں انسان کے اپنے کرتوتوں یعنی شرک کفر' معصیت غرض غیر اسلامی زندگی کے اتباع سے ہر طرح کے اخلاقی ومعاشرتی فسادوں کا اٹھ کھڑا ہونا بالکل ظاہر ہے۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ قحط' وبا' طوفان وغیرہ بھی بہت دفعہ اسی جاہلی نظام کے نتیجے ہوتے ہیں۔ راہ راست سے کجروی کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ اخلاقی عمارت کے ستون گر جاتے ہیں اور لوگ بداخلاقی کی تاریکی میں مبتلا ہو کر پریشان وسرگردان پھرتے ہیں۔ بعضَ الّذی عَمِلُوا میں اس طرف اشارہ ہے کہ مواخذہ کے لئے مخصوص معاصی منتخب کئے جاتے ہیں۔ لَعَلَّھُمْ یَرْجِعُون میں تنبیہ ہے تا کہ لوگ اپنے ناکردنی اعمال سے باز آ جائیں اور آئندہ کے لئے اصلاح کر لیں اور یہی ان حوادث تکوینی کا راز ہے۔ (۲)

دنیا آج کل

اس آیت کی روشنی میں جب ہم آج کل کے حالات کا جائزہ لیتے ہیں تو دنیا میں ہر طرف فتنہ وفساد نظر آ رہا ہے' طاقتور کمزور کو ہڑپ کر رہا ہے' جاہلیت کے دور کو دہرایا جا رہا ہے۔ دنیا نے مادی لحاظ سے جتنی ترقی کی ہے اتنا ہی روحانی طور پر روبہ تنزل ہے۔

بقول حافظ شیرازیؒ:

''ہمہ آفاق پُر از فتنہ وشر می بینم'' کا مصداق ہے۔

ابھی ماضی قریب میں رُوس نے اعلان جنگ کے بغیر پوری دنیا پر تیسری عالمی جنگ کو ٹھونس دیا اور ''اَنَا رَبُّکُم الاعْلٰی'' کا نعرہ بلند کیا۔ اگر چہ اس کا مقابلہ بظاہر سرمایہ داری کے خلاف تھا لیکن حقیقت میں اس کا ہدف اسلام تھا۔ اور ایک اسلامی ملک افغانستان کو نشانہ بنایا۔ آخر الامر جو کچھ بھی ہوا نتیجہ پوری دنیا کے سامنے ہے کہ روس کو منہ کی کھانی پڑی اور سوویت یونین سے صرف روس رہ گیا اور اس کے ساتھ وہی ہوا' جیسا کہ لالچی کتے کے ساتھ ہوا تھا کہ دوسری ہڈی حاصل کرنے کی بجائے اپنی ہڈی بھی منہ سے گر گئی۔ چنانچہ افغانستان پر تو قبضہ نہ کر سکا' لیکن دوسری اسلامی ریاستیں بھی اس کے قبضے سے نکل گئیں اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا۔

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ. آل عمران

لیکن اس جنگ نے چوتھی جنگ عظیم کو جنم دیا اور اس دفعہ جس طاقت نے فرعونیت کا دعوہ کیا ہے اس نے تو باقاعدہ اسلامی دنیا کو چیلنج کیا ہے اور علی الاعلان کہا ہے کہ یہ صلیبی جنگوں کا انتقام ہے۔ کیونکہ ابھی تک مغربی دنیا کے زخم تازہ ہیں۔ ایک انگریز مؤرخ لکھتا ہے۔

Had he followed by an other ruler of his calebre, the small remaining task might soon have been done. (۳)

مفہوم: اگر صلاح الدین ایوبی کے بعد ان جیسے صلاحیتوں کا آدمی ان کا جانشین بنتا تو مغرب کا صفایا کر دیتا۔

قدرتی وسائل اور اسلامی دنیا

امریکہ چونکہ تمام دنیا کے قدرتی وسائل پر قابض ہونا چاہتا ہے جس میں تیل سرفہرست ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایمان کی دولت کے ساتھ ساتھ مادی دولت سے یعنی قدرتی وسائل سے ان کو نوازا ہے۔ ہم اسلامی ممالک کی اہمیت کا اندازہ درج ذیل تحقیق سے کر سکتے ہیں۔

The crucial importance of the Muslim world especially oil producing Muslim Countries of the Middle East has stimulated surprisingly a great intrest of the west.(۴)

یعنی تیل کی وجہ سے مغرب اسلامی دنیا کو لالچ کی نظر سے دیکھ رہا ہے اور تیل کے بدلے جو پیٹرو ڈالر (Petro - Dollar) عرب ممالک کماتے ہیں وہ مغربی ممالک سے برداشت نہیں ہوتے۔ صبح و شام اسی کوشش میں لگے ہوئے ہیں کہ یہ دولت کیسے واپس مغرب میں آ جائے۔ اسی حقیقت کا انکشاف کرتے ہوئے مشہور محقق سائنس دان جناب مسعود بٹ لکھتے ہیں:

Moreover, westren countries are worried about Petro-Dollars being earned by these Muslim States and exploring ways and means to ensure that revenews earned from the oil find their to the westren economy. (۵)

شمسی توانائی

اس کے علاوہ مسلم ممالک پر جو عطاؤں کی بارش ہے وہ زیرزمین خزانوں کے علاوہ ایک اور انمول خزانہ یعنی سورج کی شعاعیں ہیں۔ اگر اس شمسی توانائی (Solar Energy) کو صحیح طور پر ذخیرہ کر کے استعمال کیا جائے تو مسلمانوں کے لئے ایک بہترین ذریعہ آمدن ہے۔ اور کئی مشینیں اسی توانائی کے ذریعے ہم چلا سکتے ہیں۔ (۶)

لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ ان قدرتی وسائل کو ضائع ہونے سے بچایا جائے جو کہ نظر انداز کیا گیا ہے اور مغرب نے ان خزانوں کا بری طرح استحصال کر کے مسلمانوں کی شہ رگ پر قبضہ کر لیا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق جس رفتار سے مسلم ممالک کے تیل کے کنوؤں سے اخراج جاری ہے اور مغربی ممالک لے جایا جارہا ہے تو ۲۰۵۰ء تک مسلم ممالک کا گزارہ ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد یہ دولت ان کے پاس نہیں ہوگی اور مکمل طور پر مغربی ممالک پر انحصار کرینگے۔

محققین لکھتے ہیں:

During these days the comming transition era would reflect very harshly on their development programes in the foreseable future. (۷)

گرم پانی کے سمندر

ایک اور کشش اسلامی ممالک کے گرم پانی کے سمندر ہیں۔ اور یہاں کئی کئی ساحل ہیں۔ مغربی ممالک سنٹرل ایشیا کے راستے ان پانیوں تک رسائی حاصل کرنے کے لئے کوشاں ہیں اور اس مقصد کے لئے افغانستان کی سرزمین کو میدان جنگ بنایا ہے۔

شاعر مشرق علامہ محمد اقبالؒ نے بہت پہلے ہمیں اس کی اہمیت بتلائی تھی کہ:

ایشیا یک پیکر آب و گل است
ملّت افغان در آن پیکر دلِ است
از فسادِ او فساد آسیا
از کشادِ او کشادِ آسیا

علامہ نے ایشیا کا دل افغانستان قرار دے کر امن اور فساد کا منبع قرار دیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ۲۰ سال کی جنگ کے بعد بہت بے آبرو ہو کر روس تو نکل گیا لیکن بعد از خرابی بسیار امریکہ پہنچ گیا۔ فیا اسفا!

یہود و نصاریٰ کے جارحانہ عزائم

یہود و نصاریٰ شروع ہی سے اسلام کے مذہبی اور سیاسی قریب ترین حریف رہے ہیں۔ اور شروع ہی سے اسلام اور مسلمانوں کے درپے آزار رہے ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ کفار مکہ کے ساتھ ہر جنگ کے بعد ایک جنگ یہود و نصاریٰ کے ساتھ ہوئی ہے اور جو شکست فاش ان کو ہوئی ہے وہی آگ ابھی تک تازہ ہے اور اسی انتقام کی آگ میں جل رہے ہیں۔ کیونکہ "بہت بے آبرو ہو

کر' جزیرۃ العرب سے نکلے ہیں۔ مشہور کالم نگار کرنل غلام سرور لکھتے ہیں:

''مشرق وسطی کے نظام میں دُور رس نتائج لانے کے لئے امریکہ کے ارباب اختیار نے منصوبہ بندی کو حتمی شکل دی ہے۔ گذشتہ دنوں امریکہ کے ایک معروف تحقیقاتی ادارے "The Heritage foundation" سے خطاب کرتے ہوئے امریکہ کے سیکرٹری آف سٹیٹ نے ایک طویل مقالہ پیش کیا۔ انہوں نے اس خطاب میں عرب ممالک میں جمہوری نظام کے نفاذ اور معاشرتی سطح پر انقلابی تبدیلیاں لانے کی ضرورت پر زور دیا''۔(۸)

آگے چل کر کالم نگار لکھتا ہے۔

''انہوں نے عرب ممالک کو مشورہ دیا کہ ان کی عافیت اسی میں ہے کہ وہ اپنے فرسودہ نظام حکومت کی بساط لپیٹ دیں اور امریکہ کے تجویز کردہ نسخ پر عمل پیرا ہوں''۔(۹)

ان جارحانہ عزائم کا ذکر اس سال خطبہ حج میں امیر حج نے کیا ہے' جو آگے مذکور ہے۔

اس کی تصدیق ایک امریکی سینیٹر پال فن لے "Paul Findley" "Silent No More" کے مصنف نے ان الفاظ میں کی ہے اور یہ وضاحت کی ہے کہ مشرق وسطی پر مکمل قبضہ ان کے مذہب کا حصہ ہے۔

For example, U.S. Fundamentalist christians beleive fervently that a Militarily-Strong-Greater Israel is a part of God, plan of preparation for the second comming of Jesus Christ. (۱۰)

آگے لکھتے ہیں کہ یہ کبھی نہیں ہوگا کہ ہم آزاد فلسطین کو تسلیم کریں۔

A powerful element in both Israeli and American politics, they are unalterably to PalesTanian State hood on any part of the west bank. Like the Christians Fundamentalists they beleive the west bank must become a part of greater Israel as an essential element in God's Plan. They are convinced that the Jewish messih will not come untill Greater - Israel - including the west bank is in being. (۱۱)

یہ عالم اسلام کے لئے لمحہ فکریہ ہے!

قوموں کا عروج وزوال قرآن کریم کی روشنی میں

بین الاقوامی سطح پر انقلاب کا طریق کار قرآن مجید سے اخذ کرنا اس لئے ضروری ہے کہ یہ سرچشمہ ہدایت کے ساتھ ساتھ ایک صحیفہ انقلاب بھی ہے۔ مطالعہ قرآن اور تدبّر قرآن کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ جو قومیں ظلم وستم کرنے لگ جاتی ہیں اس کو نقطہ کمال سمجھتی ہیں۔(۱۲)

مثلاً قوم عاد کے ظلم وتکبر کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے:

فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوا فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَقَالُوا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ط (۱۳)

ترجمہ: پس قوم عاد نے زمین میں بلا استحقاق غرور کیا اور کہا کون جو ہم سے زور اور قوۃ میں بڑا ہے؟

ہر عہد اور زمانے میں ''عاد'' زمین پر اکڑتے پھرتے ہیں کبھی روس کا روپ دھارتے اور کبھی امریکہ کا۔ لیکن ان کا انجام وہی ہوگا جو قوم عاد کا ہوا۔ قرآنِ مجید اس پر گواہ ہے:

فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِیْحاً صَرْصَراً فِیْ اَیَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِیْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْیِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا

وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزیٰ ط (۱۴)

ترجمہ: ہم نے ان پر منحوس دنوں میں باد صر صر بھیجا تا کہ ہم انہیں عذاب ذلت کا اسی زندگی میں مزہ چکھائیں اور عذاب اُخروی سب سے زیادہ ذلت والا ہے۔

عاد کی تباہی کے بعد قوم ثمود کو اللہ تعالیٰ نے ان کا جانشین بنایا۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

وَاذْكُرُوْا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْ بَعْدِ عَادٍ ط (۱۵)

ترجمہ: اے قوم ثمود! یاد کرو جب تمہیں اللہ تعالیٰ نے عاد کے بعد خلیفہ بنایا۔

یہ ۲۶۰۰ء ق م سے ۱۸۰۰ء ق م تک کا عرصہ ہے۔ ان کے پیغمبر صالح علیہ السلام تھے۔ اس قوم کو بھی اللہ تعالیٰ نے بہت طاقت اور قوت دی تھی۔ لیکن وہ بھی سرکش ثابت ہوئے اور حضرت صالحؑ کو شہید کرنے کے درپے ہوئے۔

جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ (۱۶)

وَكَانَ فِی الْمَدِیْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ یُّفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ وَلَا یُصْلِحُوْنَ ط قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ

لَنُبَیِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِیِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ط (۱۷)

ترجمہ: شہر میں ۹ آدمی تھے جو ملک میں فساد پھیلاتے تھے اصلاح نہیں کرتے۔ انہوں نے کہا' آؤ باہم خدا کی قسم کھائیں کہ ہم صالحؑ اور ان کے خاندان پر شبخون ماریں۔ پھر اس کے وارث سے ہم کہیں گے کہ اس کے خاندان کے قتل میں ہم شریک نہ تھے اور بے شک ہم سچے ہیں۔ اس قوم کا انجام بھی قرآن کریم کی زبانی سنئے:

قوم ثمود کا انجام

ارشاد ربانی ہے:

فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ اَنَّا دَمَّرْنَاهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِیْنَ ط (۱۸)

ترجمہ: پس دیکھو ان کی مخفی تدبیر کا کیا انجام ہوا۔ ہم نے ان کو اور ان کی قوم سب کو برباد کر دیا۔

درس عبرت

گذشتہ قوموں کے عذاب میں ہمارے لئے درس عبرت ہے اور اللہ تعالیٰ ہمیں عبرت کی دعوت دیتا ہے:

فَتِلْكَ بُیُوْتُهُمْ خَاوِیَةً بِمَا ظَلَمُوْا اِنَّ فِیْ ذَالِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ط (۱۹)

ترجمہ: یہ ہیں ان کے گھر اور مسکن جوان کے ظلم کے باعث ویران پڑے ہیں اور ان میں جاننے والوں کے لئے بڑی عبرت ہے۔

قوم سبا کا انجام

قرآن مجید میں قوم سبا کو بھی نشانہ عبرت بنا کر پیش کیا گیا ہے۔ ارشاد ہے:

لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكَنِهِمْ آيَةٌ جَنَّتَيْنِ عَنْ يَمِيْنٍ وَّشِمَالٍ كُلُوا مِنْ رِزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْلَهُ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ ۝ (۲۰)

ترجمہ: سبا کے لوگوں کے لئے خودان کے گھر میں قدرت خدا کی ایک عجیب نشانی موجود تھی۔ یعنی دو باغوں کا سلسلہ دائیں بائیں۔ اے قوم سبا! اپنے پروردگار کا رزق کھاؤ اور شکر کرو کہ شہر پاکیزہ ہے اور پروردگار بخشنے والا ہے۔

اس قوم نے ایک ڈیم (DAM) بنایا تھا۔ جس کا نام سدِ مأرب (Maarib Dam) کہتے تھے اور اس پر اس قوم کی نظام آبپاشی کا انحصار تھا۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی تو وہی بند جو باعث آبادی تھا باعث بربادی بنا اور اس کے پانی میں غرق ہوئے اور قرآن مجید نے ان کی خوشحالی کے ساتھ ساتھ ان کا انجام بھی ذکر کیا ہے۔ (۲۱)

فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ. (۲۲)

ترجمہ: پھر انہوں نے سرتابی کی تو ہم نے ان پر بند کا سیلاب بھیجا۔

اور اس بند کے آثار ابھی تک نشانہ عبرت موجود ہے۔

بقول شاعر: تِلْكَ آثارنا تَدُلُّ عَلَيْنَا

فَانْظُرُوا بَعْدَنَا اِلَى الْاٰثار

بنی اسرائیل کا انجام

قرآن مجید میں جس قوم کا ذکر زیادہ شرح وبسط کے ساتھ ہوا ہے وہ بنی اسرائیل ہے۔ اور سب سے بڑھ کر بنی اسرائیل کو بلا واسطہ خطاب بھی کیا گیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کو مانوس کرنے کے لئے فرمایا ہے۔

فِيْهِ ذِكْرُكُمْ، یعنی اس کتاب میں تمہارا ذکر موجود ہے۔

الٰہی عذاب کی مختلف قسمیں ہوتی ہیں۔ کبھی اللہ تعالیٰ بلا واسطہ نازل فرماتا ہے۔ اور کبھی کسی قوم کے ذریعے وہ عذاب دیا جاتا ہے۔ بنی اسرائیل پر کئی قسم کے عذاب نازل ہوئے ہیں۔ یہاں ہم ان عذابوں کا ذکر کرتے ہیں جو دوسروں یعنی ظالموں کے تسلّط کے مسلّط کرنے سے متعلق ہیں اور عالم اسلام کے ساتھ بھی یہی ہو رہا ہے۔ ارشاد ہے:

وَقَضَيْنَا اِلَى بَنِي اِسْرَائِيْلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا ۝ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُولٰهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَا اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ ۝ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ۝ (۲۳)

ترجمہ: اور ہم نے کتاب میں بنی اسرائیل کے لئے فیصلہ کیا تھا کہ تم زمین میں دو بار فساد کرو گے اور بڑی ہی سرکشی کرو گے۔
پس جب پہلا وعدہ آ پہنچا (یعنی سرکشی کی) تو ہم نے اُن پر اپنے ایسے بندے مسلط کیے جو کہ طاقت والے اور جنگجو تھے پس وہ اُن کے گھروں میں داخل ہوئے اور اللہ کا وعدہ ہو کر رہتا ہے۔

تفسیر وتشریح:

تفسیر میں صاحب کاشف البیان حضرت مولانا محمد عبداللطیف رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ ان لوگوں نے جب حضرت زکریاؑ اور حضرت یحییٰؑ کو شہید کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شہید کرنے کا ارادہ کیا (جو کہ ناکام ہوئے) تو اللہ تعالیٰ نے ان پر ظالم بادشاہ بخت نصر مسلط کیا۔

عبـــادًا لَـنَـــا میں اس طرف اشارہ ہے کہ وہ عذاب الٰہی کے کارندے تھے نہ کہ اللہ کے نیک بندے تھے۔ اور مسلمان تھے۔ (۲۴)

بقول شاعر:

اللہ کے نشتر ہیں تیمور اور چنگیز

اس کے بعد پھر بنی اسرائیل بحال ہو گئے اور کافی ترقی کی جس کا ذکر قرآن مجید کی اس آیت میں ہوا ہے:

ثمَّ رَدَدْنا لکُمُ الکرَّةَ علیهم وامْدَد نکُم باموالٍ وَبَنِیْنَ و جَعَلْنکُم اکثر نفیرا۔ ۝ (۲۵)

ترجمہ: پھر ہم نے تم کو ان پر غلبہ دیا اور تم کو مال اور اولاد میں ترقی دی اور تم کو بڑی جماعت والا بنایا۔
لیکن یہ انسانی فطرت ہے کہ جب وہ ہر قسم کے فکر وغم سے آزاد ہو جاتا ہے تو وہ سرکش ہو جاتا ہے۔

جیسا کہ ارشاد ہے: ان الانْسان لَیطغیٰ اَنْ راٰہُ اسْتغنیٰ

بے شک انسان اس وقت سرکش ہو جاتا ہے جب اپنے آپ کو مستغنی اور بے پروا سمجھتا ہے۔

پس جب بنی اسرائیل پھر سرکش ہوئے اور قرآن مجید کے مطابق دوسرا موقع آیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر پھر عذاب مسلط کیا۔ جس کا ذکر درج ذیل آیت میں موجود ہے۔

فاذا جآء وعْدُالْ اٰخِرةِ لِیَسُوْءٗ اوجُوهکُمْ وَلِتَدْ خُلوا المسْجِدَ کما دَخلُوهُ اوَّلَ مَرَّةٍ وَلِیُتبرّ وُا مَا عَلَوْ تتبیرا ۝ (۲۶)

ترجمہ: پھر جب دوسرا وعدہ آیا تو پھر دشمنوں کو اٹھایا تا کہ وہ تمہارے منہ بگاڑ دیں اور بیت المقدس میں گھس جائیں۔ جیسا کہ اس میں پہلی مرتبہ گھس پڑے تھے اور انہوں نے بری طرح تباہی مچائی۔

صاحب کاشف البیانؒ لکھتے ہیں:

یہاں جس ظالم بادشاہ کا ذکر ہے اس سے مراد طیطاؤس شہنشاہ روم ہے۔ (۲۷)

مفسر قرآن حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں:

تاریخ میں بنی اسرائیل کے شکست وریخت کے اس طرح چھ واقعات مذکور ہیں۔ البتہ قرآن مجید میں دو اہم مواقع کا ذکر آیا ہے۔(۲۸)

اُمت مسلمہ کے لئے درس عبرت

اور آخری امت ہونے کا فائدہ:

عظیم مسلمان خلفی مولانا رومؒ فرماتے ہیں' کہ اس اُمت کو آخری اُمت ہونے کا ایک بلکہ سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ اس نے گذشتہ قوموں کے شکست وریخت کے واقعات قرآن مجید میں پڑھ لئے۔ اب اس اُمت کو چاہیئے کہ اس سے عبرت حاصل کرے۔ لیکن اگر ہم نے ایسا نہیں کیا تو ہم پر بھی عذاب نازل ہو سکتے ہیں۔ بلکہ ہوئے ہیں۔(۲۹)

چنگیز خان اور ہلاکو خان کی تباہیاں

گذشتہ اقوام کی طرح خصوصاً بنی اسرائیل کی طرح اس امت پر بھی بہت سخت آزمائشیں ہوئی ہیں۔ مثلاً چنگیز خان اور اس کے بیٹے ہلاکو خان نے مسلمانوں کا جو حشر کیا اس کے حالات پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

یہ سب کیا ہیں؟ سب مکافات عمل ہیں۔

آجکل امریکہ چنگیز اور ہلاکو بنا ہوا ہے۔ لیکن ان عذابوں کا مقصد امۃ مسلمہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف راجع کرانا ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں۔ کہ جب اللہ تعالیٰ کسی آدمی کو اپنی طرف متوجہ کرانا چاہتا ہے۔ تو تمام مخلوق اس کی دشمن بن جاتی ہے اور وہ مخلوق سے مایوس ہو کر خالق کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔

اُمّتِ مسلمہ کی ذمہ داریاں

مسلمانوں کے سارے نقائص کے باوجود یہ حقیقت ہے کہ دنیا کو تباہی کے دھانے سے بچانے کے لئے اگر امید کی جاسکتی ہے تو صرف اور صرف امت مسلمہ سے۔ کیونکہ مسلمانوں کے پاس نظام کفر کا بالبدل نظام موجود ہے جو قرآن وحدیث کی صورت میں اپنی اصلی حالت میں موجود ہے۔

اگرچہ مسلمانوں نے خود اسے سردخانے میں رکھا ہے اور اس سے غفلت برت رہے ہیں لیکن نقشہ اپنی اصلی حالت میں موجود ہے۔(۳۰)

خیر اُمت کا خطاب اور اس کے تقاضے

ارشاد ربانی ہے:

کنتم خیر امّۃٍ اُخرِجت للنّاسِ تامرون بالمعروف و تنھَوْنَ عن المنکر.

مفسر قرآن امام انقلاب حضرت مولانا ابوالکلام آزاد اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ضمناً اس اصل عظیم کی طرف اشارہ ہے کہ مسلمانوں کا جماعتی نصب العین یہ نہیں قرار دیا جاسکتا کہ وہ طاقتور بنیں' سب سے

برتر گروہ ہوں کیونکہ طاقت اور برتری' جماعتی گھمنڈ اور قومی حرص وآز کا لگاؤ تھا۔ پس صرف خیر اور بہتر ہونے پر زور دیا گیا ہے' جس کی تمام تر روح اخلاقی اور معنوی محاسن پر مبنی ہے۔ جس جماعت کا نصب العین یہ ہوگا کہ وہ سب سے زیادہ اچھی اور نیک ہو وہ کبھی مادی طاقتوں کے غرور اور قومی نخوت و برتری کے مفاسد سے آلودہ نہیں ہوسکتی۔(۳۱)

مولانا اصلاحی تدبر قرآن میں اسی آیت کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اس سے یہ بات آپ سے آپ واضح ہوگئی کہ یہ منصب صفات اور ذمہ داریوں کے ساتھ مشروط ہے' کسی مخصوص گروہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اسے باندھا نہیں' مطلب یہ ہے کہ جو قوم بھی یہ کام کرے وہ خیر امت کہلانے کا مستحق ہے۔(۳۲)

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

نبی عربی ﷺ کے متبعین کو بتایا جارہا ہے کہ دنیا کی امامت ورہنمائی کے جس منصب پر سے بنی اسرائیل اپنی نااہلی کے باعث معزول کئے جاچکے ہیں اس پر اب تم مامور ہوچکے ہو۔ اور تم میں وہ صفات پیدا کی گئی ہیں جو امامت عادلہ کے لئے ضروری ہیں۔(۳۳)

درج بالا تفاسیر کی روشنی میں ہم یہ نتیجہ اخذ کرسکتے ہیں کہ یہ امت پوری دنیا کے محتسب ہیں۔ جس دن یہ بیدار ہوں گے اور اپنے فرائض کو پہچان لینگے تو پوری دنیا کے لئے وہی یوم الحساب ہوگا۔ اگر چہ مسلمانوں کو اس کا علم نہیں کہ ہم محکوم نہیں حاکم ہیں' لیکن مغرب انہی سے خطرہ محسوس کررہے ہیں۔ بقول علامہ اقبالؒ:

ہے اگر مجھ کو خطرہ کوئی تو اس اُمت سے ہے
جس کی خاکستر میں ہے اب تک شرار آرزو
(۳۴)

جانتا ہے جس پہ روشن باطن ایام ہے
مزدکیت فتنہ فردا نہیں اسلام ہے

عصر حاضر کے مفکر ڈاکٹر برہان الدین فاروق مرحوم لکھتے ہیں کہ اگر اسلام ایک قصہ پارینہ ہے جیسا کہ مستشرقین کہتے ہیں تو پھر بین الاقوامی سطح پر اسلام کی اتنی مخالفت کیوں ہورہی ہے؟(۳۵)

مصر کے عظیم رہنما اور مصلح سید قطب شہیدؒ فرماتے ہیں کہ ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمانوں میں خود اعتمادی پیدا کی جائے اور اس دین پر ان کا ایمان زندہ اور رتازہ ہوجائے جس کا نام تو وہ لیتے ہیں لیکن اس کی حقیقت سے وہ ناآشنا ہیں۔ کیونکہ ان کا تعلق اس دین سے موروثی ہے اور وہ بہت کم اس کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔(۳۶)

عالم اسلام کے ہمدرد رہنما مولانا ابوالحسن علی ندویؒ اس امت کی اہمیت درج ذیل الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

اسلام کی تعلیم سروری اور جہانبانی کی تعلیم ہے۔ اس کی ایک اہم ترین خصوصیت یہ ہے کہ یہ اپنے ماننے والوں میں خود اعتمادی' خودداری اور یقین وتوکل کی روح پھونکتا ہے اور ان کو لاشعوری طور پر یہ احساس آرام سے بیٹھنے نہیں دیتا کہ ان کے

کاندھوں پر تمام روئے زمین کے لوگوں کی ذمہ داری ہے۔(۳۷)

پس چہ باید کرد؟

اے اقوام مشرق!

ان حالات وواقعات کی روشنی میں عالم اسلام کو سر جوڑ کر بیٹھنا چاہیئے اور عملی اقدامات کرنے چاہئیں۔

ایک مشترکہ نظام معیشت کی تشکیل

اس سال خطبہ حج میں امیر حج نے مسلمان حکمرانوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

کہ غیر قوموں نے تمہارے اقتصادی وسائل پر قبضہ کر کے تمہیں اقتصادی غلام بنایا ہے اس کے علاوہ مسلمان ممالک کا سیاسی نقشہ تبدیل کرنے کی منصوبہ بندی کر رہے ہیں۔(۳۸)

ان حالات میں تمام عالم اسلام کو چاہیئے کہ وہ ایک ایسا مشترکہ نظام معیشت تشکیل دیں جو کہ سودی لعنت سے پاک ہو اور عالمی مالیاتی یعنی ورلڈ بینک کی گرفت سے آزاد ہو تا کہ ترقی پذیر اور پسماندہ اسلامی ممالک کو ان کے پنجے سے آزاد کرائیں۔ اس سلسلے میں عرب ممالک اپنا کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اس کے لئے ایک یہ تجویز ہے کہ پسماندہ ممالک میں "NGO" کے ذریعے ان کی معیشت بحال کی جا سکتی ہے۔

اختلافات کو دور کرنا

عالم اسلام کے آپس میں اختلافات کو دور کرنا وقت کا اہم تقاضا ہے اور سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ کہ

واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعاً ولا تفرقوا.

کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑو اور تفرقہ بازی نہ کرو۔

انما المؤمنون اخوۃ.

بے شک تمام مسلمان آپس میں بھائی ہیں۔

سائنس اور ٹیکنالوجی کی حوصلہ افزائی

اسلامی ممالک کو سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں آگے بڑھنا چاہیئے کیونکہ یہ دور تحقیق اور ترقی کا دور ہے۔ اسلامی ممالک اس میدان میں پورے عالم کا ۴٪ ہے اور ستم بالائے ستم یہ کہ جو اعلیٰ صلاحیتوں کے لوگ فارغ التحصیل ہوتے ہیں اور ملک کی اچھی خاصی رقم ان پر خرچ ہوتی ہے تو وہ حالات کی ناموزونیت اور محدود امکانات کے باعث ترک وطن کر جاتے ہیں۔

تقریباً سارے اسلامی ممالک اس سنگین مسئلے سے دوچار ہیں۔ الا ماشاء اللہ، صرف پاکستان سے میڈیکل شعبے سے وابستہ ۶۰٪ گریجوایٹس (Graduates) ملک سے باہر چلے جاتے ہیں۔(۳۹)

جدید اسلامی ذرائع ابلاغ کا قیام

اس سلسلے میں اس بات پر بھی نگاہ ڈالے کہ آج کے دور میں جتنی اہمیت جدید ترین جنگی ساز و سامان کی ہے اس سے کہیں زیادہ ضرورت واہمیت جدید ترین ذرائع ابلاغ کا قیام ان سے استفادہ ہے۔ اس طرح امت مسلمہ کے خلاف زہریلا پروپیگنڈا روکا جا سکتا ہے یا کم از کم دنیا والوں کو تصویر کا دوسرا رخ دکھایا جا سکتا ہے۔ O.I.C کو اس میدان میں آگے بڑھنا چاہیئے کیونکہ BBC اور CNN کا مقابلہ وقت کا اہم تقاضا ہے۔ اس کے علاوہ انٹرنیٹ (Internet) پر اسلامی ویب سائٹس (Web-Sites) اسلام کی اشاعت میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔(۴۰)

اللہ تعالیٰ کا وعدہ

ان تمام سفارشات وتجاویز سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے احکامات اور آنحضرت ﷺ کے ارشادات کو سینے سے لگانا چاہیئے۔ چاہے نجی زندگی ہو یا سرکاری معاملات ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ میں زمین کی خلافت مومنین صالحین کے حوالے کرونگا۔

جیسا کہ ارشاد ہے:

اِنَّ الارض یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصَّالِحُون ۔ اور اللہ کا وعدہ سچا ہے۔

صدق اللّٰہ العظیم.

مراجع/مصادر

(۱) القرآن سورۂ روم آیت ۴۱

(۲) حضرت مولانا محمد عبداللطیف خانؒ تفسیر کاشف البیان جلد پنجم ناشر: محمد علی خان آف ہوتی مردان صوبہ سرحد

(۳) Stern Runciman, A History of crusades P.78 Oxford Press London

(۴) M.H. Masud Butt, Energy Resources in Muslim Countries P.84 Published bye Research Unit F/7-3 Islamabad.

(۵) do P.89

(۶) do . . . . . .

(۷) do . . . . . .

(۸) کرنل غلام سرورؔ کالم۔ عرب ممالک اور امریکی منصوبہ بندی روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی مورخہ 16-1-2003

(۹) do . . . . . .

(۱۰) Paul Findley, Each must defend Islam, Published in "Weekly Mirror Archives" U.S.A Dated: 03-04-2002 E.Mail: http//www.readmirror.com/wa/ef86.html

(۱۱) do . . . . . .

(۱۲) ڈاکٹر برہان الدین فاروقی مرحوم قرآن اور مسلمانوں کے زندہ مسائل' سروس کلب راولپنڈی

(۱۳) القرآن سورۃ ہود
(۱۴) القرآن حم السجدہ
(۱۵) do
(۱۶) سید سلیمان ندویؒ تاریخ ارض القرآن ۔ص ۱۵۰ دارالاشاعت کراچی ۱۹۷۵ء
(۱۷) القرآن النحل ۴
(۱۸) القرآن النحل
(۱۹) do
(۲۰) القرآن سورہ سبا ۲
(۲۱) سید سلیمان ندویؒ تاریخ ارض القرآن
(۲۲) القرآن سورہ سبا
(۲۳) القرآن سورۃ بنی اسرائیل
(۲۴) حضرت مولانا محمد عبداللطیف خانؒ تفسیر کاشف البیان جلد (۵)
(۲۵) القرآن بنی اسرائیل
(۲۶) القرآن بنی اسرائیل
(۲۷) تفسیر کاشف البیان جلد (۵)
(۲۸) مفتی محمد شفیعؒ معارف القرآن ۔ جلد پنجم ادارہ معارف القرآن کراچی
(۲۹) سید جلال الدین رومیؒ مثنوی مولانا رومؒ دفتر سوم
(۳۰) سید ابوالحسن ندویؒ مسلمانوں کا عروج وزوال دارالاشاعت کراچی
(۳۱) مولانا ابوالکلام آزادؒ ترجمان القرآن جلد اول ۔ اسلامی اکادمی لاہور
(۳۲) مولانا امین حسن اصلاحیؒ تدبر قرآن جلد دوم ص ۱۶۰ فاران فاؤنڈیشن
(۳۳) مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ تفہیم القرآن جلد اول ص ۲۷۹ ادارہ ترجمان القرآن لاہور
(۳۴) مولانا سید ابوالحسن ندویؒ مغرب اور اسلام
(۳۵) ڈاکٹر برہان الدین فاروقی قرآن اور مسلمانوں کے زندہ مسائل سروس بک کلب راولپنڈی
(۳۶) سید قطب شہیدؒ ۔ مقدمہ مسلمانوں کا عروج وزوال از ندویؒ
(۳۷) سید ابوالحسن ندویؒ مسلمانوں کا عروج وزوال
(۳۸) اداریہ روزنامہ جنگ راولپنڈی 12-02-03
(۳۹) ماہنامہ محدث لاہور اسلامی کانفرنس نمبر
(۴۰) حکیم سید محمود احمد سروسہارنپوری مدظلہٗ (کالم) عالمی سامراج اور امت مسلمہ روزنامہ اسلام مظفرآباد

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امتِ مسلمہ کی ذمہ داریاں
تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

پروفیسر عبدالرزاق۔قلات

افغیر دین اللّٰہ یبغون ولہ اسلم من فی السموٰت والارض طوعاً و کرھاً

کیا وہ اللہ کے دین کے سوا کوئی اور دین چاہتے ہیں حالانکہ اس کے تابع ہے وہ سب کچھ جو آسمان وزمین میں ہے (خوشی یا ناخوشی سے)۔دوسرے مقام پر ارشاد باری ہے: **لاتفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا** (زمین میں فساد نہ کرو اس کی اصلاح کے بعد)۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس زمین پر انسان کو بسایا گیا ہے وہ اصلاح یافتہ زمین ہے یعنی اس کے تمام اجزاء صحیح ترین کارکردگی پر قائم ہیں' ان میں کسی بھی قسم کا کوئی نقص نہیں۔

لہٰذا اب حضرت انسان کو چاہیئے کہ وہ اس نافذ شدہ نظام اصلاح سے مطابقت کر کے اللہ کی زمین پر زندگی گزارے۔اگر وہ اس نقشے سے مطابقت نہ کرے تو یہ زمین پر فساد برپا کرنے کے ہم معنی ہوگا۔یہ مطابق نہ رکھنے کا عمل زمین اصلاحی ترتیب میں فساد برپا کرنے کا موجب بن جائے گا۔دوسرے الفاظ میں ہے کہ جو کائناتی پیٹرن (Pattern) کائنات کو کامیابی کے ساتھ چلا رہا ہے۔وہی انسان کے لئے بھی مفید ہے اور کامیاب ہے۔قرآن کریم میں پسندیدہ اور منتخب بندوں کی یہ تعریف کی گئی ہے۔

الموفون بعھدھم اذا عاھدوا۔

وہ اپنے عہد کو پورا کرنے والے لوگ ہیں جب کہ وہ کسی سے عہد کر لیں۔یہ عین وہی اخلاقی صفت ہے جس کو ہم قابل پیشین گوئی کردار (PREDICTABLE CHARACTER) سے تعبیر کر سکتے ہیں۔جس طرح لوہے کے اوپر کسی چھت کو کھڑا کیا جائے تو پیشگی طور پر یہ یقین ہوتا ہے کہ وہ چھت کے بوجھ کو سنبھالے گا' اسی طرح جب ایک انسان دوسرے انسان سے کوئی عہد کرے تو پیشگی طور پر یہ اعتماد ہونا چاہیئے کہ وہ ضرور اس عہد کو پورا کرے گا' وہ کسی حال میں اس سے نہیں ہٹے گا۔اسی بات کو ایک حدیث میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ منافق آدمی کی تین نشانیاں ہیں۔جب وہ بات کرے تو جھوٹ بولے' جب وہ وعدہ کرے تو اس سے پھر جائے' جب اس کو امانت سپرد کی جائے تو وہ امانت میں خیانت کرے۔

اٰیۃ المنافق ثلث' اذا حدث کذب و اذا وعد خلف و اذا اؤتمن خان

مذکورہ تینوں باتیں قابل پیشن گوئی کردار کے خلاف ہیں۔کسی انسان سے جب بات کی جاتی ہے تو اس اعتماد پر کی جاتی ہے کہ وہ صحیح بات کہے گا' وہ غلط بیانی سے کام نہیں لے گا۔اب اگر آدمی اپنے کئے ہوئے عہد کے خلاف کرنے لگا تو اس نے اپنے بارہ پیشگی اندازہ کو پورا نہیں کیا۔اسی طرح جب کوئی امانت کسی کے حوالے کی جاتی ہے تو وہ بھی اس پیشگی اعتماد کی بنیاد پر کی جاتی ہے کہ وہ ادائیگی کے وقت امانت کو پوری طرح ادا کرے گا۔اب اگر بوقت ادائیگی وہ امانت کو اس کے حق دار کی طرف نہ لوٹائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ قابل پیشن گوئی کردار کا حامل نہ تھا......کائنات اپنے پیشن گوئی کردار کی وجہ سے کامل ہے۔اسی طرح انسان بھی اس وقت

کامل ہوسکتا ہے جو کہ وہ قابل پیشن گوئی کردار کا حامل بنے۔

کثرت سے وحدت

وسیع وعریض کائنات کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کثرت میں وحدت کا اصول کارفرما ہے۔ یعنی چیزیں بظاہر مختلف اور متعدد ہیں مگر جب ان کا تجزیہ کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ تمام چیزیں اپنی آخری حقیقت کے اعتبار سے ایٹم (Atom) کا مجموعہ ہیں۔ گویا ہر چیز بالآخر ایٹم ہے خواہ بظاہر وہ کچھ بھی نظر آتی ہو۔

بالکل یہی کائناتی پیٹرن (Pattern) انسانوں کے اندر بھی ملحوظ رکھا گای ہے۔ انسان بظاہر دیکھنے میں ایک دوسرے سے مختلف نظر آتے ہیں۔ ان میں رنگ اور دوسری چیزوں کے اعتبار سے بہت فرق پائے جاتے ہیں مگر جب ان کا تاریخی تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ تمام نسلیں آخرکار ایک ماں باپ (آدم وحوا) پر جا کر ختم ہوتی ہیں۔ گویا سب ایک دوسرے کے بھائی ہیں' ایک دوسرے کے غیر نہیں۔ یہی بات قرآن میں ان لفظوں میں کہی گئی ہے: ''اے لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کا جوڑا نکالا' اور پھر ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورت زمین پر پھیلا دیئے۔''

يٰاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً كَثِيْرًا وَّ نِسَاءً.

جبکہ حدیث مبارکہ میں بعینہ یہی بات اس طرح آئی ہے۔ الا کلکم بنو آدم و آدم من تراب. (سن لو کہ تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے تھے)۔

وحدت انسانیت کا یہ تصور ہر انسان کے دل میں دوسرے انسان کے لئے محبت' خیرخواہی کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ وہ پوری نسل انسانی کو ایک خاندان اور ایک برادری کی مانند بنا دیتا ہے۔ میرے اس جملے کی مزید تائید حضور پرنور ﷺ کے اس حدیث سے بھی واضح ہو رہی ہے۔

الخلق عيال الله فاحبُّ الخلق الى الله من احسن الى عياله.

تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے' پس تمام لوگوں میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو اس کے کنبہ (Man Kind) کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ کائناتی ماڈل کثرت میں وحدت کی صفت رکھتا ہے' انسان کو بھی اسی کائناتی ماڈل پر اپنی زندگی کا نقشہ بنانا چاہیئے' یعنی انسان کو کئی میں ایک کا نمونہ بن جانا چاہیئے۔ کائنات میں جب کثرت سے وحدت (Unification in Diversity) کا اصول کارفرما ہے تو انسان کے لئے درست نہیں کہ وہ یہاں کثرت کو ایک کرنے (Unification of Diversity) کے طریقہ پر زندگی کا نظام بنانے کی کوشش کرے۔

حیاتیاتی اخوت

جدید تحقیقات کے نتیجہ میں وحدت انسانیت یا وحدت بنی آدم کی حقیقت ایک سائنسی واقعہ کی صورت اختیار کر چکی ہے۔ جس کا اعلان پیغمبر برحق ﷺ نے چودہ سو سال پہلے کیا تھا۔ الخلق عيال الله اور كلكم بنو آدم وغیرہ۔

عصر حاضر میں مالیکیول حیاتیات (MOLECUALAR BIOLOGY) نے بہت ترقی کی ہے۔ ڈی این اے (DNA) کے ذریعہ گہرے نسلی رازوں کو دریافت کرنا ناممکن ہوگیا ہے۔ چنانچہ امریکہ کے ماہرین (Geneticists) کی ایک ٹیم نے یہ کام اپنے ذمہ لیا' کہ وہ انسان کے مشترکہ جداعلیٰ (Common Ancestors) دریافت کریں گے۔ (DNA) کے طریقہ میں ابتدائی باپ (Great Grand Father) کو دریافت کرنا زیادہ مشکل تھا' لہٰذا انہوں نے ابتدائی ماں کا پتہ لگانے پر اپنی ساری توجہ مرکوز کردی۔

ان حیاتیاتی سائنس دانوں نے مختلف علاقوں کی 147 حاملہ خواتین کو تیار کیا کہ وہ غیر مولود بچہ کے (Placentas) مادے انہیں بطور عطیہ دیں۔ اس مادہ پر وہ سالہا سال تک امریکہ کی ایئر کنڈیشنڈ لیبارٹریوں میں تحقیق کرتے رہے جو برکلے میں واقع تھیں۔ انہوں نے ان سے جسمانی نسیج (Body Tissue) کے نمونے نکالے اور ان پر طرح طرح کے تجربات کئے۔ آخر کار انہوں نے اعلان کیا ہے کہ انہوں نے پہلی خاتون (First Woman) یا مذہبی اصطلاح میں حوا (EVE) کو دریافت کیا ہے۔ سائنسدانوں کے نزدیک یہ خاتون 200 ہزار سال پہلے زمین پر آباد تھی اور وہ تمام انسانوں کی مشترک ماں ہے۔ وہ ہم سب کی تقریباً 10,000 ویں دادی ہے۔

تحقیقات نے ثابت کیا ہے کہ وہ تمام ظاہری فرق جن کی بنیاد پر نسلی اختلافات کے نظریات بنائے گئے تھے وہ محض وقتی اور سطحی تھے۔ مثال کے طور پر جلد کا رنگ محض آب و ہوا سے مطابقت کا نتیجہ ہوتا ہے' افریقہ میں کالا رنگ سورج سے بچاؤ کے لئے' یورپ میں سفید رنگ الٹراوائلٹ شعاعوں کو جذب کرنے کے لئے جو کہ وٹامن سی کی پیدائش میں مددگار ہے۔ جلد کا رنگ صرف چند ہزار سال کے عمل سے بدل جاتا ہے۔(۱)

سائنسدانوں نے اپنے نتائج کے مطابق اعلان کیا ہے کہ تمام بچوں کے ڈی این اے آخر کار ایک عورت تک جا پہنچتے ہیں۔ پہلی نظر میں یہ ناقابل قیاس دکھائی دے سکتا ہے کہ تمام انسانوں کا حیاتیاتی ذریعہ ایک واحد عورت تھی مگر یہ قانون اتفاق کے تحت حاصل ہونے والا ایک نہایت ثابت شدہ نتیجہ ہے۔(۲)

برکلے کے حیاتیاتی ماہرین کے علاوہ ایموری (Emory) یونیورسٹی کی ٹیم نے بھی اس سلسلے میں کام کیا ہے۔ ٹیم کے سربراہ پروفیسر ڈگلس (Douglas) تھے۔ اس ٹیم نے مزید یہ امکان ظاہر کیا ہے کہ پہلی خاتون حوا (EVE) ممکن ہے کہ ایشیاء کے کسی حصہ میں رہتی ہو۔ یہ نتیجہ انہوں نے جینی شہادت (Genetic Evidence) کی بنیاد پر نکالا ہے۔ جو مختلف براعظموں کے سات سو آدمیوں کے خون کے خصوصی جانچ کے بعد حاصل کیا گیا ہے۔ یہ تحقیق خالص سائنسی سطح پر ثابت کر رہی ہے کہ تمام انسانی نسل ظاہری فرق کے باوجود ایک عظیم خاندان (Great Family) کی حیثیت رکھتی ہے۔(۳)

ان تحقیقات کے مطابق جینی شہادت نے اس قدیم خیال کی تردید کردی ہے کہ انسانی نسل مختلف الگ الگ شاخوں سے تعلق رکھتی ہے۔ اس امر سے یہ ثابت ہوا کہ کرہ ارض کے چپے چپے پر بسنے والے تمام اولاد آدم ایک ہی مشترک برادری کا حصہ ہے۔

"کلکم بنی آدم و آدم من تراب".

ہاورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر اسٹفن جے گولڈ نے کیا خوب کہا: تمام انسان خارجی ظواہر میں فرق کے باوجود حقیقتاً ایک ہی نسل کے افراد ہیں جو کہ بہت ماضی قریب میں ایک مقام پر شروع ہوئی تھی۔ یہاں ایک قسم کی حیاتیاتی اخوت ہے جو کہ اس سے بہت
زیادہ افراد ہیں جو کہ بہت ماضی قریب میں ایک مقام پر شروع ہوئی تھی۔ یہاں ایک قسم کی حیاتیاتی اخوت ہے جو کہ اس سے بہت زیادہ گہری ہے جواب تک ہم نے سمجھا تھا۔ اس تحقیق نے ایک طرف ان تمام نظریات کو باطل ثابت کیا ہے جو رنگ اور نسل کے فرق کی بناء پر انسانیت کو مختلف گرہوں میں بانٹے ہوئے تھے۔ دوسری طرف اس نے بتایا ہے کہ نئے عالمی نظام کی تشکیل کے لئے انسانوں کے درمیان یک جہتی قائم کرنے کی فطری تدبیر کیا ہے؟۔

دھرتی پر تنوع اور رنگارنگی کا اصول

ومن الناس والدواب والانعام مختلفاً الوانه کذالک. (القرآن)

جس زمین پر ہم زندگی گزار رہے ہیں اس کا نظام تنوع اور رنگارنگی کے اصول پر قائم ہے۔ بعینہ یہی تنوع انسانوں کے درمیان بھی مطلوب ہے۔ ہمیں انسانوں کے درمیان یہ مزاج بنانا چاہیئے کہ وہ اختلاف کے باوجود متحد ہوں، وہ مختلف اور متنوع انسانوں کے ساتھ مل کر زندگی گذارنا سیکھیں۔ انسانی یک رنگی قائم کرنے کے لئے فرق کو مٹانا قدرت کے نظام کے خلاف ہے۔ اس لئے وہ کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا۔

مثال کے طور پر جانوروں کو دیکھیں، جانوروں کی ایک ملین (دس لاکھ) سے بھی زیادہ قسمیں دنیا میں پائی جاتی ہیں اور ہر ایک کا ایک کام ہے جو اسی کے ساتھ مخصوص ہے۔ یہاں زمین پر رینگنے والے کیڑوں کی بھی ضرورت ہے جو گندی اور بے کار چیزوں کو (Decompose) کر کے ہماری فضاء کو برابر پاک کرتے رہتے ہیں۔ یہاں بیل کی بھی ضرورت ہے جو ہمارے کھیت کو جوتے اور گھوڑے کی بھی ضرورت ہے جو ہماری سواری کے کام آئے۔ ایک طرف اگر یہاں چڑیوں کی ضرورت ہے جو چہچہائیں تو دوسری طرف گدھے کی بھی ضرورت ہے کہ جب وہ چیخے تو آپ سوچیں کہ انسانوں کو اس طرح چیخ کر نہیں بولنا چاہیئے۔ اس دنیا میں بے حساب تنوع اور رنگارنگی ہے اس تنوع پر سارا نظام چل رہا ہے۔ اسی پیٹرن (pattern) پر انسانوں کے پیدا کرنے والے نے انسانوں کے اندر بھی فرق اور تنوع رکھا ہے۔ اس تنوع کو باقی رکھنے ہی میں انسانیت کی ترقی اور کامیابی ہے۔ اس تنوع کو ختم کرنا ایسا ہی ہے جیسے انسانوں کو یکساں اور مساوی قد کا بنانے کے لئے لوگوں کو نیچے اوپر سے تراش کر برابر کیا جانے لگے۔

متعین دائرہ میں حد بندی کا نظام

زمین، آسمان، چاند، سورج، ستارے اور فضا کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر چیز میں ایک حد بندی کا نظام قائم ہے۔ ہر چیز اپنے متعین کردہ دائرہ میں رہ کر اپنا کام کرتی ہے، وہ اپنے دائرہ سے نکل کر دوسرے دائرہ میں داخل نہیں ہوتی...... یہی بات قرآن عظیم میں ان لفظوں میں کہی گئی ہے۔

''اور سورج اپنے مستقر پر چلتا ہے، یہ زبردست علم والے کا باندھا ہوا اندازہ ہے اور چاند کے لئے منزلیں مقرر ہیں، یہاں تک کہ وہ ایسا رہ جاتا ہے جیسے کھجور کی ٹہنی۔ نہ سورج کی مجال ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن سے پہلے آ سکتی ہے۔ سب ایک

جان و مال میں تمہاری آزمائش ہوگی اور ہر قسم کی قربانیاں کرنی پڑیں گی۔ قتل کیا جانا' زخمی ہو جانا' قید و بند کی تکلیف اٹھانا' بیمار پڑنا' اموال کا تلف ہونا' اقارب کا چھوٹنا' اس طرح کی سختیاں پیش آئیں گی۔ نیز اہل کتاب اور مشرکین کی زبانوں سے بہت جگر خراش اور دل آزار باتیں سننا پڑیں گی۔ ان سب کا علاج تقویٰ ہے' اگر صبر و استقلال اور پرہیز گاری سے ان سختیوں کا مقابلہ کرو گے تو یہ بڑی ہمت اور اولوالعزی کا کام ہوگا جس کی تاکید حق تعالیٰ نے فرمائی ہے۔ (۸)

پیغمبر اسلام ﷺ نے لوگوں کے درمیان جھگڑوں اور شکایتوں کو ختم کرنے کا یہ طریقہ بتایا ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

احسن الی من اساء الیک

جو شخص تمہارے ساتھ برا سلوک کرے اس کے ساتھ تم اچھا سلوک کرو۔

اس دنیا میں کوئی نزاع' جھگڑا یا شکایت اسی وقت ختم ہو سکتی ہے جب کہ ایک فریق یک طرفہ طور پر اس نزاع کو ختم کرنے پر راضی ہو جائے۔ اسی بناء پر یہ کہنا زیادہ بہتر ہوگا کہ یک طرفہ طریقہ ہی بہترین طریقہ ہے۔ اسی حقیقت کے پیش نظر خدا پرست انسان کے لئے مذکورہ حدیث میں باقاعدہ یہ حکم ہے کہ وہ یک طرفہ حسن سلوک کا طریقہ اختیار کرے۔ اسی یک طرفہ حسن اخلاق کا دوسرا نام بر ہے اور اسی صبر میں بہترین انسانی سماج کا راز پوشیدہ ہے۔

دین اسلام میں اخلاق کا خلاصہ انسانیت کا احترام ہے۔ دوسرے افراد یا گرد و پیش کے انسانی معاشرہ کی نسبت سے آدمی کے اوپر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں خواہ باضابطہ طور پر ان کے بارے میں قول و قرار ہوا ہو یا باضابطہ قول و قرار نہ ہوا ہو۔ بہر حال میں ان کو ادا کرنا ضروری ہے اور اسی ادائیگی کا نام اخلاق ہے۔ اسی بناء پر اخلاقیات کے لئے قرآن و حدیث میں معروف اور منکر کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ اسلام کی نظر میں پسندیدہ اخلاق ''معروف'' اور ناپسندیدہ اخلاق ''منکر''۔

معروف کے معنی ہیں جانی پہچانی چیز اور منکر کے معنی ہیں اجنبی چیز۔ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کو اچھا قرار دیا ہے وہ وہی چیزیں ہیں جن کے اچھا ہونے کا شعور خود انسانی فطرت میں پیوست ہے۔ اسی طرح جن چیزوں کو دین اسلام نے برا (غیر پسندیدہ) قرار دیا ہے وہ وہی چیزیں ہیں جن کو انسانی فطرت پیشگی طور پر برا سمجھتی ہے۔

تاہم معرف و منکر کے احساسات انسانی فطرت میں وجدانی طور پر پیوست ہیں نہ کہ اس طرح لکھے ہوئے ہیں جس طرح کاغذ کے صفحہ پر کوئی چیز لکھی جاتی ہے۔ دین اسلام (الٰہی شریعت) یہاں یہ کرتی ہے کہ وہ معروف و منکر کے احساسات کو الفاظ کی شکل دے دیتی ہے وہ محسوس چیز کو ملفوظ چیز بنا دیتی ہے۔

اخلاقی بنیاد کی فراہمی

حدیث رسول ﷺ میں اخلاق کی نہایت سادہ پہچان بتائی گئی ہے۔ وہ یہ کہ تم دوسروں کے ساتھ وہی سلوک کرو جو سلوک تم خود اپنے لئے پسند کرتے ہو۔ ہر آدمی کو اچھی طرح معلوم ہے کہ دوسروں کو اس کے ساتھ کیا کرنا چاہیئے' بس اس کو وہ خود بھی دوسروں کے ساتھ کرنے لگے جس آدمی کے اندر یہ صفت آ جائے وہ بااخلاق ہو گیا۔ اخلاق اپنی حقیقت کے اعتبار سے اس کے سوا کسی اور چیز کا نام نہیں کہ جو کچھ ہم اپنے لئے پسند کرتے ہیں وہی ہم دوسروں کے لئے بھی پسند کرنے لگیں۔ اخلاق بنیاد فراہم کرنا اس طرح ممکن ہے کہ

یہاں کسی چیز کی افادیت کا معیار یہ ہے کہ وہ کنورژن کے اصول پر پوری اترے۔ مثلاً اس دنیا میں انسان کی سانس اور دوسرے اسباب سے بڑی مقدار میں کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس پیدا ہوتی ہے۔ درخت اس کو اپنے اندر لے لیتے ہیں۔ درخت کے اندر جو کاربن ڈائی آکسائیڈ داخل ہوتی ہے اگر وہ دوبارہ اس کاربن ڈائی آکسائیڈ ہی کی صورت میں نکالیں تو پوری فضاء زہریلی ہو جائے اور انسان اور حیوانات کے لئے اس دنیا میں زندہ رہنا ناممکن ہو جائے مگر درخت اس کاربن ڈائی آکسائیڈ کو مخصوص عمل کے ذریعہ آکسیجن میں تبدیل کرتے ہیں اور اس گیس کو آکسیجن کی صورت میں خارج کرتے ہیں۔ گویا درخت دوسروں سے زہریلی گیس لے کر دوسروں کو مفید گیس کا تحفہ پیش کرتے ہیں۔

علی ہذا القیاس گائے کو دیکھئے۔ گائے گویا قدرت کی ایک مکمل انڈسٹری ہے جو گھاس کھاتی ہے وراس کو دودھ کی صورت میں ہمیں لوٹاتی ہے۔ یعنی گائے انسان کے لئے ناقابل خوراک چیز کو قابل خوراک چیز میں تبدیل کرنے کا قدرتی کارخانہ ہے لیکن گائے اگر؟ ایسا کرے کہ وہ گھاس کھا کر گھاس خارج کرنے لگے تو وہ گائے اپنی قیمت اور افادیت کھو دے گی۔

کنورژن کا یہ اصول جو بقیہ دنیا میں قائم ہے وہی اصول انسان سے بھی مطلوب ہے۔ بقیہ دنیا کی صحیح کارکردگی کا راز یہ ہے کہ وہ کنورژن کے اصول پر کام کر رہی ہو۔ اسی طرح بہتر زندگی اور کامیاب انسانی سماج بنانے بلکہ نئے عالمی نظام کی تشکیل کا راز بھی یہی ہے کہ اس کے افراد اس صلاحیت کا ثبوت دے سکیں کہ وہ گھاس پائیں اور اس کو دودھ کی صورت میں دنیا والوں کی طرف لوٹا سکیں۔

قرآن حکیم میں سچے انسانوں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ جب انہیں غصہ آتا ہے تو وہ معاف کر دیتے ہیں۔

(وَاِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُون) ایک اور مقام پر ارشاد باری ہے۔ **والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس.** اور غصہ کو پی جاتے ہیں اور لوگوں کو معاف (درگذر) کرتے ہیں۔

یعنی دوسروں کی طرف سے انہیں ایسے سلوک کا تجربہ ہوتا ہے جو ان کے اندر غصہ اور انتقام کی آگ بھڑکانے والی ہو مگر وہ غصہ اور انتقام کی آگ کو اپنے اندر ہی اندر بجھا دیتے ہیں اور دوسرے شخص کو جو چیز لوٹاتے ہیں وہ معافی اور درگذر کا سلوک ہوتا ہے نہ کہ غصہ اور انتقام کا سلوک۔

قرآن مجید میں ارشاد باری ہے "بھلائی اور برائی دونوں یکساں نہیں' تم جواب میں وہ کہو جو اس سے بہتر ہو پھر تم دیکھو گے کہ تم میں اور جس میں دشمنی تھی وہ ایسا ہو گیا جیسے کوئی قریبی دوست۔

وَلَا تَسْتَوِى الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَاِذَى الَّذِىْ بَيْنَكَ وَ بينه عَدَاوَةٌ كانه ولى حميم. (حم السجدہ آیۃ ۳۴)

آیۃ مذکورہ کے بارے میں سیدنا علی بن ابی طالبؓ نے فرمایا:

امر اللّٰہ المؤمنین بالصبر عند غضب والحلم عند الجھل والعفو عبدالآساء ۃ فاذافعلوا ذالک عصمھم اللّٰہ من الشیطان وخضع لھم عدوھم کانہ ولی حمیم. (٦)

اللہ نے اہل ایمان کو حکم دیا ہے کہ وہ غصہ کے وقت صبر کریں کوئی جہالت کرے تو اس کو برداشت کرے برائی کی جائے تو

معافی اور درگذر کا طریقہ اپنائے۔ جب وہ ایسا کریں گے تو اللہ ان کو شیطان سے بچائے گا اور ان کے دشمن کو اس طرح جھکا دے گا کہ وہ ان کا قریبی دوست بن جائے۔ یہ وہی صفت ہے جس کو اوپر ہم نے کنورژن سے تعبیر کیا ہے۔ خدا پرست آدمی کی خدا پرستی اس کے اندر ایسی صلاحیت پیدا کر دیتی ہے کہ وہ برائی کو بھلائی میں تبدیل کر سکے۔

اس سے معلوم ہوا کہ نئے عالمی نظام کی تشکیل یا بہتر سماج کی تعمیر کے لئے ہماری کوششوں کا رخ کیا ہونا چاہئے۔ میرے خیال میں وہ یہ ہونا چاہیئے کہ ہم افرد کے اندر ''کنورژن'' کی صلاحیت پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ ہمارے ناچیز خیال میں صالح سماج اس کنورژن کے اصول اپنائے بغیر ناممکنات میں سے ہے۔

رول ماڈل یا مثالی انسان

ایک سچے اور مخلص انسان کو لوگوں کے درمیان کس طرح رہنا چاہئے۔ اس کی بہترین مکینیکل مثال شاک ابزرور (Shock Absorver) کی ہے۔ شاک آبزرور کے لفظی معنی ہیں جھٹکے کو سہنے والا۔ ہر خاص و عام اس اہم آلہ سے واقف ہے جو کہ موٹر گاڑیوں میں لگایا جاتا ہے۔ یہ آلہ ایکسل اور باڈی کے درمیان ایک قسم کے گدے کا کام کرتا ہے۔ یہ آلہ سڑک کی سطح کے اوپر نیچے ہونے کے باعث پیش آنے والے جھٹکوں کو باڈی تک پہنچنے سے روکتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر آپ ٹریکٹر پر 50 کلومیٹر سفر کریں گے تو منزل پر اس طرح پہنچیں گے کہ آپ حد درجے تھکے ہوئے ہوں گے۔ اس کے برعکس یہی 50 کلومیٹر کا سفر آپ ایک اچھی کار پر کریں تو منزل پر پہنچ کر آپ اس طرح محسوس کریں گے کہ گویا آپ نے کوئی سفر نہیں کیا۔ یعنی آپ تازہ دم اور ہشاش بشاش ہوں گے۔ ٹریکٹر اور موٹر کار میں یہ فرق کا سبب کیا ہے؟ اس کا سبب یہی شاک آبزرور (Shock Absorver) ہے۔

کار جب چلتی ہے تو زیادہ تر اس کے پہیے نیچے اوپر ہوتے ہیں' باڈی اوپر نیچے نہیں ہوتی' اس کے برعکس جب ٹریکٹر چلتا ہے تو اس کا پہیہ اور باڈی دونوں نیچے اوپر ہوتے رہتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں کار موٹر اس گاڑی کا نام ہے کہ اگر گاڑی کو جھٹکا لگا' وہ جھٹکا گاڑی تک رہ گیا وہ مسافر تک نہیں پہنچا۔ جبکہ ٹریکٹر اس گاڑی کا نام ہے کہ جو جھٹکا گاڑی کو لگا وہ گاڑی تک نہیں رکا بلکہ وہ مسافر تک پہنچ گیا۔

اس تمثیل سے مراد نقطہ یہ ہے کہ دنیا میں سچا اور ذمہ دار انسان کار کی طرح جیتا ہے اور جھوٹا اور غیر ذمہ دار انسان ٹریکٹر کی طرح۔ سچے انسان کے سینے میں ایک شاک ابزار ہوتا ہے جو تمام جھٹکوں اور صدموں کو اندر ہی اندر سہتا رہتا ہے۔ اس کے برعکس جھوٹے انسان کے اندر (شاک ابزربر) نہیں ہوتا لہٰذا وہ ہر جھٹکے کو دوسروں تک پہنچاتا رہتا ہے۔

پوری دنیا کے لئے اگر نیا نظام تشکیل دینا ہے یا محدود پیمانے پر اپنی سوسائٹی (معاشرہ) کے لئے اچھا سماج بنانا ہے تو اس سلسلے میں کرنے کا پہلا کام یہ ہے کہ سچے انسان بنائے کیونکہ یہ دراصل جھوٹے اور غیر ذمہ دار انسان ہی ہیں جو سماج (معاشرہ) کو بگاڑ اور فساد سے بھر دیتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے!

''البتہ تمہاری آزمائش ہوگی مالوں میں اور جانوں میں اور البتہ تم سنو گے اگلی کتاب والوں اور مشرکین سے بہت بدگوئی اور اگر تم صبر کرو اور پرہیزگاری کرو تو یہ ہمت کے کام ہیں'' (آل عمران۔۱۸۶)

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اس آیۃ مبارکہ کے ذیل میں یوں تفسیر فرماتے ہیں: ''یہ خطاب مسلمانوں کو ہے کہ آئندہ بھی

ایک دائرہ میں چل رہے ہیں''۔(یٰسین آیۃ ۴۰۔۳۸)

آیات مبارکہ میں اس فلکیاتی حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اس کائنات کے تمام گھومنے والے ستارے اور سیارے حد درجہ صحت کے ساتھ اپنے اپنے مدار (Orbit) میں گھومتے ہیں۔وہ کبھی اپنی حد کو چھوڑ کر دوسرے کی حد میں داخل نہیں ہوتے۔یہی حد بندی انسان سے بھی مطلوب ہے۔اسی بابت قرآن عظیم میں ارشاد باری ہے:

وَمَنۡ یَّتَعَدَّ حُدُوۡدَ اللّٰہِ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الظّٰلِمُوۡنَ. (البقرہ آیۃ ۲۲۹)

کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی قائم کی ہوئی حدوں کی خلاف ورزی کریں وہ اللہ کی نظر میں ظالم ہیں۔

جبکہ حدیث رسول ﷺ میں یہی بات اس طرح کہی گئی ہے۔**وحد حدوداً فلاتحتدوھا.**

(اور اللہ نے حدیں قائم کردیں ہیں تو تم ان حدوں کی خلاف ورزی نہ کرو)

ایک اور حدیث میں اس بات کو مثال کے ذریعہ اس طرح واضح کیا گیا ہے۔

''مومن کی مثال اور ایمان کی مثال ایسی ہے جیسے گھوڑا جو اپنی رسی میں بندھا ہوا ہو وہ گھومتا ہے پھر وہ اپنی رسی کی طرف لوٹ آتا ہے''ایک گھوڑے کی گردن میں 8 میٹر کی رسی ہو وہ رسی ایک کھونٹے سے بندھی ہوئی ہو تو گھوڑا اپنی عادت کے مطابق چاروں طرف گھومے گا مگر وہ رسی کی لمبائی سے زیادہ نہ جاسکے گا۔رسی اگر 8 میٹر کی ہے تو اس کی حرکت کا دائرہ بھی [illegible] میٹر تک محدود رہے گا۔وسیع و عریض آسمان کے ان گنت ستارے ایک ان دیکھی رسی میں بندھے ہوئے ہیں جو نہیں ان کے مقرر مدار (Orbit) سے باہر نہیں جان دیتی۔

بالکل اسی طرح انسان کو بھی ایک اخلاقی رسی میں باندھا گیا ہے'یہ رسی صحیح اور غلط کی رسی ہے'اس کو صحیح کام کرنا ہے' مگر غلط کام کی طرف قدم نہیں بڑھانا ہے۔اس کو اپنی ترقی اور کامیابی کے لئے سرگرم ہونے کی اجازت ہے مگر یہ اجازت نہیں کہ وہ دوسرے کو نقصان پہنچانے کی قیمت پر اپنے لئے فائدہ حاصل کرے۔

کہتے ہیں کہ جب امریکہ بیرونی تسلط سے آزاد ہوا اس کے بعد وہاں ایک شہری سڑک پر نکلا۔وہ شخص خوشی سے جھومتا ہوا جا رہا تھا اور اپنے دونوں ہاتھ زور زور سے ہلا رہا تھا اس دوران اس کا ایک ہاتھ ایک راہگیر کی ناک سے ٹکرا گیا۔راہ گیر نے غصہ ہو کر پوچھا کہ تم اس طرح ہاتھ ہلا ہلا کے کیوں چل رہے ہو'آرام سے ہاتھ چھوڑ کر کیوں نہیں چلتے'شہری نے جواب دیا کہ آج میرے ملک کو بیرونی اقتدار سے آزادی مل چکی ہے۔اب میں آزاد ہوں'جو چاہوں کروں'راہگیر نے آہستگی کے ساتھ جواب دیا کہ تمہاری آزادی وہاں ختم ہو جاتی ہے جہاں سے میری ناک شروع ہوتی ہے۔

(Your Freedom ends Where My Nose Begins) ہر آدمی کو اس دنیا میں عمل کی آزادی ہے۔مگر ایک شخص اپنا''ہاتھ''ہلانے کی آزادی وہیں تک ہے۔جہاں وہ دوسرے کی''ناک''سے نہ ٹکرائے۔جیسے ہی دوسرے شخص کی ناک ٹکرانے کی حد شروع ہو۔وہیں سے ہاتھ ہلانے والے کی آزادی کی حد ختم ہو جائے گی۔(۵)

معیار کی بقاء کے لئے تبدیلی کا اصول

کائناتی پیٹرن (Pattern) کا ایک پہلو یہ ہے کہ یہاں کا پورا نظام (Conversion) تبدیلی کے اصول پر قائم ہے۔

اس کو سننے کے لئے تیار ہیں۔

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ.

تم بہتری امت ہو جو لوگوں کے لئے نکالی گئی ہے۔ تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

وما علینا الا البلاغ

مصادر و مراجع

القرآن الحکیم، صحیح البخاری، صحیح المسلم، مسند احمد، بیہقی

۱۔ نیوز ویک (نیویارک، 11 جنوری 1998)

۲۔ ایضاً ایضاً

۳۔ نیوز ویک ویکلی (نیویارک، 11 جنوری 1988)

۴۔ تجرید البخاری جلد دوم

۵۔ اسلام اور عصر حاضر از مولانا وحید الدین خان

۶۔ نہج البلاغہ، مطبوعہ دارالسلام ریاض 1994 صفحہ 156

الاسلام والحضارۃ العربیہ

A history of Western Philosophy, PP.592-93. Bertrand Russell

جنگ سنڈے میگزین 2 دسمبر 01، مضمون اسلامی دنیا تعلیم میں بھی پیچھے

Montgomry Watt, Mohammad as Model Universal Morality P.323.

اسلام اور عصر حاضر مولانا وحید الدین خان

نہج البلاغہ، مطبوعہ دارالسلام ریاض 1994

اسلام اور جدید ریاستی نظام پروفیسر ڈاکٹر محمد سرور

مسلمانوں کا نظم مملکت علیم الدین صدیقی

کاروان ملت از مولانا وحید الدین خان مدظلہ

اسلامی ریاست از سید ابوالاعلیٰ مودودی

مقالات سیرت 2002-1991 وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان

نہیں ہیں۔

مغرب میں بڑے بڑے اہل علم' دانشور' سکالر اور اہل فکر نے حقیقت کے اعتراف میں یا تو اسلام قبول کیا جیسا کہ (محمد اسد اور عبدالکریم جرمانوس) یا کھلے لفظوں میں اسلام کی برتری کا اعتراف کیا۔ مثلاً (جارج برنارڈ شا 1950-1856)۔

ایسے لوگ بھی نکلے جنہوں نے علی الاعلان مسلم دنیا کو مخاطب کیا کہ وہ دین فطرت (اسلام) کے داعی بن کر اٹھیں تو آج ہر دور سے زیادہ اس کا امکان ہے کہ دنیا مشترکہ طور پر اسلام کو قبول کر لے۔ مگر اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔ کہ ان میں سے کوئی بھی واقعہ ہماری آنکھ کھولنے والا ثابت نہیں ہو سکا اور ہم بحیثیت امۃ بدستور خواب خرگوش میں محو تھے۔ جدید امکانیات کو اسلام کی تبلیغ اور اشاعت میں نہ اس وقت استعمال کر سکے اور نہ آج۔

تاہم ہماری مسلسل نادانیوں کے باوجود آج بھی خدا کے دین کی اشاعت کے امکانات پوری طرح باقی ہیں۔ کرہ ارض کی ماضی کی کل تاریخ اس امر کی واضح نشان دہی کرتی ہے کہ دنیا میں فکری امامت اسی قوم کو ملتی ہے جو اس کی مادی قیمت دینے کے لئے تیار ہو۔ یہ ایک تاریخی مسلمہ حقیقت ہے' یہی وجہ ہے کہ فکری امامت ہمیشہ مادی امامت کے جلو میں چلتی ہے۔ آٹھویں صدی عیسویں سے سولہویں صدی تک دنیا کی فکری امامت مسلمانوں کے ہاتھ میں رہی' کیونکہ وہ اپنی تجارتی قوت اور سیاسی برتری کی وجہ سے اس کی قیمت دے سکتے تھے۔ اس زمانہ میں علم مسلمانوں کے علم کا نام تھا' اس کے بعد جب یورپ نے مشینی طاقت دریافت کی اور اس کے نتیجے میں بالآخر صنعتی فوقیت اور صنعتی برتری حاصل کر لی تو فکری امامت مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل کر مغربی قوموں کی طرف چلی گئی۔

سترہویں صدی سے لے کر جنگ عظیم دوم تک یہ فکری اور سیاسی امامت یورپ کے ہاتھ میں تھی' مگر جنگ عظیم دوم نے یہ مادی قیادت یا امامت یورپ سے چھین کر امریکہ کے حوالے کر دی۔ اس وقت سے لے کر آج تک امریکہ بلاشرکت غیرے ساری دنیا کا فکری امام بنا ہوا ہے۔

عروج و کمال کے اس وسعت و اثر کے باوجود ایک ناخوشگوار مقدر امریکہ کے حصہ میں مستقبل میں نظر آ رہا ہے۔ دنیائے اسلام کے نہتے اور کمزور ممالک کے ساتھ لامتناہی جنگ' معاشی استحصال عالم' فضائی اور زمینی آلودگی (POLUTION) جرائم' عریانی' خاندانی انتشار اور ذہین افرد نسل انسانی کا سرزمین امریکہ میں تاریک مستقبل کے خوف کے باعث دوبارہ اپنے اپنے ممالک کی طرف رجوع وغیرہ۔ یہ چند ایسے حساس مسائل ہیں کہ جن کا حل سردست تقریباً ناممکنات میں ہیں۔ ان عوامل نے غیر متعصب اور کھلے سوچ کے حامل جدید انسان کو تشکیک میں مبتلا کر دیا ہے۔ اب عام طور پر زندگی کے تمام طبقات خصوصاً اہل علم کے ہاں یہ کہا جا رہا ہے کہ وقت آ گیا ہے کہ انسانیت کو ایک جدید نظام دیا جائے۔ انسان کو ایک نئے نظام کی ضرورت ہے جو اس کو اس کے مقصد حیات سے آگاہ کرے اور اس کے حقیقی تقاضوں کا جواب ہو۔

مستقبل قریب میں نظریاتی خلاء

مستقبل قریب میں امریکہ کا انہدام یقینی ہے اس کے بعد ساری دنیا ایک فکری خلاء سے دوچار ہو گی۔ جس کو پُر کرنے کے لئے اس وقت کوئی دوسری قوم موجود نہیں ہے۔ مغربی قوموں کا انہدام' صنعتی تہذیب سے مایوسی اور عمومی فکری خلاء' ان چیزوں نے

حاملین اسلام کو اس مقام پر پہنچا دیا ہے کہ اگر یہ بیدار ہوں تو یقینی ہے کہ ایک بار پھر اسلام کو نوع انسانی (Man Kind) کی امامت و سیادت کے مقام پر پہنچا سکتے ہیں۔

قعر مذلت، پچھڑ پن اور رسوائی کے اندھیروں سے نکلنے اور اسلام کے احیاء کے لئے مادی اسباب فراہم کرنا یقیناً ہماری اولین ضرورت ہے۔ مگر ہمیں من حیث الامۃ اعتراف کرنا چاہیئے کہ یہاں ایک سنگین حقیقت ہماری راہ میں حائل ہو گئی تھی۔ پچھلے تین سو برس سے جب کہ مغربی دنیا مادی ترقی کی جدوجہد میں مصروف تھی۔ اسلامی دنیا زمانہ کی اس تبدیلی (انقلاب) سے بے خبر رہ کر مسلسل غفلت میں پڑی رہی' یہ اسی کا نتیجہ اور ثمرہ ہے کہ مسلم دنیا کے ممالک مادی ترقی کی دوڑ میں ہم عصر قوموں اور تہذیبوں سے بہت پیچھے چلے گئے۔ کتنی عجیب بات ہے کہ ایک اسلامی ملک (جو کہ عصر حاضر میں مسلم دنیا کی قیادت کے مقام اور منصب جلیلہ پر فائز ہے) نے کروڑوں ڈالر کے اخراجات سے جدید ترین آئل ریفائنری اور پلانٹ نصب کئے ہیں اور دوسری طرف پسماندگی اور پچھڑ پن کا یہ عالم ہے کہ وہ ملک ایک سوئی بھی بنانے کی اہلیت نہیں رکھتا۔ کوئی بھی اسلامی ملک بھاری مشینیں بنانے کی صلاحیت نہیں رکھتا بلکہ اس کے لئے انہیں بیرونی ممالک (مغربی یا غیر مسلم دنیا) سے درآمدات کی ضرورت پیش آتی ہے۔

مستقبل کی دنیا کا واحد اخلاقی نظام

اس مضمون کو میں (منٹگمری واٹ) کے اقتباس پر ختم کروں گا:

''دنیا بہت تیزی سے ایک ہوتی جا رہی ہے اور اس ایک دنیا میں یہ رجحان بڑھ رہا ہے کہ اس کے اندر اتحاد اور یکسانیت ہو۔ اس رجحان کی وجہ سے یقیناً وہ دن آئے گا جب کہ یہاں اخلاقی اصولوں کا ایک ایسا نظام ہو گا جو نہ صرف یہ کہ عالمی جواز رکھتا ہو گا بلکہ وہ فی الحقیقت ساری دنیا میں تسلیم کیا جا چکا ہو گا۔

مسلمانوں کا دعویٰ ہے کہ محمد ﷺ تمام نسل انسانی کے لئے ایک عملی اور اخلاقی نمونہ ہیں۔ یہ کہہ کر وہ دعوت دے رہے ہیں دنیا کو کہ وہ ان کے اوپر رائے قائم کر سکے۔ تاہم اب تک یہ معاملہ دنیا کی بہت کم توجہ اپنی طرف مائل کر سکا ہے۔ مگر گمان غالب ہے کہ اسلام اپنی قوت کی وجہ سے بالآخر اہمیت حاصل کرے گا۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا؟ محمد ﷺ کی زندگی اور تعلیمات میں سیکھنے کے قابل کچھ اصول ہیں جو مستقبل کی دنیا کو واحد اخلاقی نظام عطا کر سکیں۔ دنیا کو ابھی تک اس سوال کا آخری جواب نہیں دیا گیا ہے۔ مسلمانوں نے محمد ﷺ کے بارے میں اپنے دعوے کی تائید میں اب تک جو کچھ کہا ہے وہ اس سلسلے میں بس ایک ابتدائی بیان کی حیثیت رکھتا ہے اور بہت کم غیر مسلم اس سے مطمئن ہو سکے ہیں۔ تاہم یہ موضوع ابھی کھلا ہوا ہے۔

دنیا کا ردعمل محمد ﷺ کے بارے میں کیا ہوتا ہے' یہ کسی حد تک اس پر منحصر ہے کہ آج کے مسلمان اس کے لئے کیا کرتے ہیں' انہیں اب بھی یہ موقع حاصل ہے کہ بقیہ دنیا کے سامنے اپنے مقدمہ کو زیادہ بہتر اور مکمل طور پر پیش کریں۔

کیا مسلمان یہ دکھا سکیں گے؟ کہ ایک متحدہ مسلم دنیا کی اخلاقیات (عالمی نظام) کے لئے محمد ﷺ کی زندگی ایک آئیڈیل انسان کی حیثیت رکھتی ہے۔ اگر مسلمان اپنے مقدمہ کو بہتر طور پر پیش کر سکیں تو عیسائیوں (غیر مسلموں) میں وہ ایسے لوگ پائیں گے جو

لوگوں کواتنی بڑی چیز دی جاسکے جس کے بعد ہر چیز ان کی نظر میں چھوٹی ہو جائے' دوسروں کے ساتھ آدمی کو اخلاق برتنے کے لئے کچھ کھونا پڑتا ہے۔ اب اگر آدمی کو کوئی اتنی بڑی چیز مل جائے کہ اس کے مقابلے میں ہر دوسری چیز چھوٹی نظر آئے تو اس کے لئے اخلاق پر قائم رہنا آسان ہو جائے گا۔ انسانی معاشرہ دعوت ومحنت سے ایک مرتبہ اس قابل بن جائے کہ وہ کھونے کو برداشت کر سکیں۔ یقین کامل ہے کہ ہمارا معاشرہ اس کے بعد اپنے آپ بااخلاق جوابدہ اور ذمہ دار ہو جائے گا۔

معاشرے کے ہر فرد کی زندگی میں کوئی ایسی چیز ہوتی ہے جو اس کے لئے سب سے بڑی (Supreme) حیثیت رکھتی ہے۔ عام آدمی کے لئے اس کا ذاتی مفاد اس کے لئے سپریم ہوتا ہے' کچھ ترقی یافتہ معاشروں میں ان کا قومی مفاد ان کے لئے سپریم ہے مگر ان دونوں میں سے کوئی چیز اخلاق کی صحیح بنیاد نہیں۔ کیونکہ ذاتی بنیاد پر بننے والے اخلاق کی اس وقت حد آجائے گی جب کہ اس کا مفاد دوسرے کے مفاد سے ٹکرا رہا ہو۔ اسی طرح قومی مفاد کی بنیاد پر بننے والے اخلاق کی اس وقت حد آجاتی ہے جب کہ اپنی قوم کا مفاد اور دوسری قوم کا مفاد یکساں نہ رہے۔

مغربی دنیا کے ممالک کا قومی مفاد ہم دیکھ رہے ہیں کہ فقط اس چیز میں ہے کہ ساری دنیا بالخصوص ترقی پذیر دنیا کے لوگ جنگی ساز وسامان خرید کر قتل وغارت کا میدان گرم کریں۔ اپنے اس قومی مفاد کے تحت یہ ممالک جنگی سامان بنا رہے ہیں اور اس سامان کو دوسری قوموں کی ہلاکت وبربادی کا باعث بنا رہے ہیں۔ ان کے نزدیک اہمیت اقدار کی نہیں بلکہ تجارت کی ہے۔ ان کی قومی تجارت کا فروغ ضروری ہے اگرچہ یہ تجارت دوسری قوموں کی ہلاکت کی قیمت پر کیوں نہ ہو رہا ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ اخلاق کی ایک ہی صحیح بنیاد ہے اور وہ خدائے برتر کا عقیدہ ہے۔ خدا دوسری تمام چیزوں سے بڑا ہے' وہ سب سے زیادہ سپریم ہے۔ جو شخص خدا کو پالے اس نے سب سے بڑی چیز کو پالیا' ایسے آدمی کی کبھی حد نہیں آئے گی۔

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ. (البقرہ آیۃ ۲۵۶)

برٹرینڈ رسل کا اعتراف

یہ صاحب خدا کو نہیں مانتے' صحیح معنوں میں وہ ملحد ہے۔ مگر ایک خدا پرست شخص جان لاک (1704-1632) کے خیالات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مذہبی عقیدہ کے مطابق خدا نے کچھ خاص اخلاقی قوانین مقرر کئے ہیں۔ جو لوگ ان قوانین کی پیروی کریں وہ جنت میں جائیں گے اور جو لوگ ان قوانین کو توڑیں وہ اپنے عقیدہ کے مطابق اپنے لئے یہ خطرہ مول لیتے ہیں کہ انہیں جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ محتاط قسم کے خوشی کے متلاشی لوگ اس بناء پر نیک اور بااخلاق بن جائیں گے۔ گناہ آدمی کو جہنم میں لے جائے گا۔ اس عقیدہ میں زوال آنے کا یہ نتیجہ ہوا ہے کہ یہ بات مزید مشکل ہو گئی ہے کہ نیک زندگی اختیار کرنے کی حق میں ایسی دلیل لائی جائے جس کا آدمی خود لحاظ کر سکے۔

جنت اور دوزخ کے عقیدہ کے تحت ذاتی مفادات اور عوامی مفادات میں ہم آہنگی کا پیدا ہونا لوگوں کے لئے اطمینان بخش ہے۔ یہ اس لئے بھی کہ انسانی قانون ساز ہمیشہ دانش مند یا نیک پارسا نہیں ہوتا اور اس لئے بھی کہ انسانی حکومتیں ہمہ بین اور ہمہ دان

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امتِ مسلمہ کی ذمہ داریاں تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

سید عطاء اللہ پشاور

اللہ رب العزت نے انسانیت کی اصلاح اور حق وصداقت کی نشاندہی کے لئے انبیاء ورسل کا سلسلہ قائم فرمایا اور بلاشبہ اس نے ان برگزیدہ بندوں کے ذریعہ انہیں اعتدال کی راہ پر چلنا سکھایا تا کہ انسان روئے زمین پر قتل اور خون ریزی کی جگہ امن وامان کا متادہو ظلم وجور کے بدلے عدل ومساوات کی حکومت قائم کرے اور اس طرح زمین پر بسنے والے ساری مخلوق اطمینان وسکون کی زندگی بسر کرے۔

رسول ثقلین ﷺ نے آخری نبی کی حیثیت سے دنیا کو جو ضابطہ حیات عطا کیا ہے وہ ہر پہلو سے مکمل اور جامع ہے۔ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس کے متعلق اس ابدی ضابطہ حیات میں مکمل رہنمائی موجود نہ ہو۔ یہ الگ بات ہے کہ ہم گہری نظر سے اس کا مطالعہ نہیں کرتے۔

موجودہ دور میں ایک نیا عالمی نظام تشکیل پاتا نظر آ رہا ہے اور کہا جا رہا ہے کہ پوری دنیا ایک چھوٹے سے گاؤں یا گھر کی مانند بن رہی ہے اور سارے ممالک اس گھر کے رہائشی افراد کی شکل اختیار کر رہے ہیں۔ یہ ایک جدید بین الاقوامی تصور کہلاتا ہے۔ لیکن اس سلسلے میں آنحضرت ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں ان بین الاقوامی اصول وتصورات کا صاف اور واضح مطلب یہ ہے یا یہ ہونا چاہئے کہ وہ اصول وتصورات جو انسان کے ذہن ودماغ اور طرز عمل میں تنگ نظری کے بجائے وسیع نظری اور محدودیت کی بجائے آفاقیت پیدا کرنے والے ہوں جو چھوٹی چھوٹی وحدتوں میں تقسیم کرنے والے جذبات کی بجائے انسان کے دل ودماغ میں پوری دنیائے انسانیت اور ہمہ گیر اجتماعیت کے لئے ہمدردی اور بہی خواہی کے جذبات ابھارتے ہوں۔ اس کو وطنی' قومی' نسلی اور طبقاتی بندشوں اور پستیوں سے آزاد اور بلند کر کے عام انسانی مسائل کو ایک اکائی تصور کرنے اور ان کی الجھنوں کی خواہ جنگ کے زمانہ کی ہوں یا امن کے زمانہ کی' ختم کرنے کی صلاحیت پیدا کرتے ہوں' خواہ یہ مسائل ماورائے طبعی ہوں یا طبعیاتی اور ارضی ہوں' پھر اسی کے ساتھ وہ کچھ ایسی اخلاقی وقانونی ضمانتیں ہی دیتے ہوں کہ اگر ان کو اپنایا جائے تو اختلاف عقیدہ ومسلک کے باوجود ان کے ذریعہ امن عالم کا قیام اور عام انسانی حقوق کی محافظت ہو سکے اور بین الاقوامی تعلقات زیادہ سے زیادہ فروغ دیئے جاسکیں اور ہر ملک ونسل اور وطن کا انسان دوسرے ملک کے بارے میں یہ کہہ سکے کہ "ہر ملک ملکِ ما است کہ ملک خدائے ما است۔

تاریخ عالم میں اسلام ہی کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس نے پوری قوت سے ان کے ذہن نشین کرایا کہ تم سارے کے سارے ایک ماں باپ کی اولاد ہو۔ اور سارے کے سارے ایک جان سے پیدا کئے گئے ہوں۔ اس نے اعلان کیا کہ خاندان' قبیلہ اور ذات پات کی تقسیم صرف باہمی تعاون کے لئے ہیں۔ اس کی کوئی قانونی حیثیت نہیں اور نہ یہ کوئی وجہ امتیاز ہے۔ البتہ امتیاز اور برتری کی چیز خدا سے ڈر کر اچھے کام کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے احکام پر جتنا زیادہ عمل پیرا ہوگا وہ اتنا ہی زیادہ معزز اور شریف شمار کیا جائے گا۔

ارشاد ربانی ہے:

یٰاَیُّھا النَّاسُ اِنَا خَلَقْنٰکُمْ مِنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی وَجَعَلْنَا کُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰهِ اَتْقَاکُمْ.۞

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور ہم نے تمہیں مختلف شاخ اور خاندان اس لئے بنایا کہ آپس میں تعارف رہے ورنہ اللہ کے نزدیک وہی بزرگ ہے جو زیادہ متقی ہے۔

پھر اسے بھی واضح کیا کہ ماں باپ کے لفظ سے دھوکہ میں نہ پڑو کہ دونوں کی اصل دو ہے تا کہ کسی کو یہ سوچنے کا موقع نہ مل سکے کہ نسلط انسانی دو مادّوں سے مرکب ہے یا یہ دو الگ الگ جڑوں کی شاخیں ہیں اور اس طرح نسل انسانی کی وحدت پارہ پارہ ہو جائے بلکہ اسلام نے دماغوں اور دلوں میں یہ راسخ کیا کہ دونوں کی بنیاد ایک ہے اور عورت جسے ماں سے تعبیر کیا گیا ہے وہ بھی مرد یعنی تمہارے باپ کی ہی جنس سے ہے۔ قرآن نے واضح طور پر اعلان کیا۔

یٰاَیُّھاالنَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقْنَاکُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَۃً وَخَلَقَ مِنھَا زَوْجَھَا وَبَثَّ مِنھَا رِجَالاً کَثِیْرًا وَ نِسَاءً. ۲

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کی زوجہ پیدا کی اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور بہت سی عورتیں پیدا کیں۔

اس کا منشاء یہ ہے کہ ساری کائنات انسانی کی جڑ صرف ایک ہے اور سارے انسان مرد اور عورت اسی ایک درخت کی شاخیں ہیں۔ لہٰذا آپس میں کہیں سے کوئی اختلاف گھسنے نہ پائے بلکہ باہم مل جل کر زندگی بسر کریں، اخلاق و مروت کا سلوک رکھیں اور باہمی خلفشار اور باہمی نفرت و عداوت کے بیج سے اپنے دلوں کو پاک و صاف کرلیں۔ چنانچہ اس کے فوراً بعد اشارہ فرمایا گیا۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَاءَ لُوْنَ بِهٖ وَالاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْباً ط. ۳

اور اے لوگو! اس اللہ سے ڈرو، جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے مطالبہ کرتے ہو اور قرابت کے تعلقات کو قطع کرنے سے پرہیز کرو۔ یقین جانو اللہ تمہارے احوال کا نگران ہے۔ یہاں قرآن پاک نے اپنے معجزانہ انداز میں باہمی قرابت اور رشتہ کی اہمیت پر روشنی ڈالی اور انسانوں کو باہم مل جُل کر زندگی گزارنے کا سبق دیا۔ جس طرح ایک باپ کی اولاد بھائی بھائی بن کر رہتی ہے۔ اس ارشاد خداوندی کا تقاضہ یہ ہے کہ انسان کسی حالت میں بھی اپنے اس تعلق باہمی کو فراموش نہ کرے، جس طرح دو سگے بھائی اپنے رشتہ کا لحاظ پاس کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ اسی طرح آدم کے سارے بیٹے سگے بھائی بن کر رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں وحدت و یکتائی کے جس رشتہ کا ذکر کیا ہے اس کا لحاظ و پاس ہر ایک پر ضروری ہے اور رشتہ کی بلاوجہ خلاف ورزی اور اس کی طرف سے غفلت حرام ہے۔

قال القرطبی اتفقت الملة علی ان صلة الرحم واجبة وان قطعتها محرمة وقد ردت بذلک الاحادیث الصحیحه. (۴)

قرطبی کا قول ہے کہ ملت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ صلہ رحمی واجب ہے اور اس کو قطع کرنا حرام ہے کیونکہ اس کے بارے

میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہے۔

انسان اگر اس قدرتی رشتہ پر غور کرے اور اس پر ایمان لے آئے تو غیر ممکن ہے کہ دنیا میں جو انتشار اور بے چینی ہے وہ ختم نہ ہو۔ مگر اس قدرتی رشتہ کی قدر نہ کل تھی اور نہ آج۔

نئے عالمی نظام کی تشکیل میں تعلیمات نبویؐ کی روشنی میں امت مسلمہ کی ذمہ داریاں

آج پوری دنیا انفرادی دہشت گردی کی نذر ہے اور عالمی سطح پر ایک سازش کے تحت دہشت گردی کے ڈانڈے امت مسلمہ سے جوڑے جاتے ہیں اور پھر اسلام کے تصور جہاد کو دہشت گردی کی شکل قرار دیا جا رہا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ دہشت گردی کے متعلق اسلامی تعلیمات کو بین الاقوامی سطح پر پھیلایا جائے اور جہاد کا صحیح فلسفہ و مقصد دنیا کے سامنے لایا جائے۔

انگریزی زبان میں دہشت کے لئے لفظ (Terror) استعمال ہوتا ہے' جس کے معنی ہیں حد درجہ خوف' کسی شخص یا چیز کو خوفزدہ کرنا اسی طرح دہشت گردی کے لئے استعمال ہونے والا لفظ (Terrorism) ہے جس کے معنی ہیں تشدد اور دھمکی کا استعمال۔(۵)

دہشت گردی ایک اصطلاح کے طور پر استعمال ہونے والا لفظ ہے۔ مختلف ماہرین علوم نے اس کی تعریف کرتے ہوئے الگ الگ عناصر شامل کئے ہیں۔ وقت اور جگہ کے ساتھ ساتھ اس کے تعریفی الفاظ تبدیل ہوتے رہے ہیں لیکن ان میں ایک بات مشترک ہے وہ یہ کہ اس عمل میں تشدد اور تباہی کے ذریعے دہشت گردی کی ایک سادہ تعریف یوں کی جاسکتی ہے۔

دہشت گردی ایک ایسا فعل ہے جس میں بڑی منصوبہ بندی اور سوچ و بچار کے بعد تشدد اور تباہی کا مخصوص راستہ اپنایا جاتا ہے تاکہ خاص' سیاسی' مذہبی یا لسانی و نسلی مقاصد حاصل کئے جاسکیں' اگر یہ فعل مالی فوائد حاصل کرنے کے لئے کیا گیا ہوگا تو ایجنسی مذکور ریاست کو بھاری مالی نقصان سے دوچار کردے گا۔(۶)

ایک امریکی فلاسفر جن کن (Jenkins) کے نزدیک دہشت گردی نام ہے۔ تشدد کئے جانے کے خوف کا اور تشدد کے واقعات کے تسلسل کا تاکہ خوف کی فضا قائم رکھی جاسکے۔ ضروری نہیں کہ تشدد کی یہ کاروائی ان ہی لوگوں کے خلاف ہو جو دہشت گردوں کے مخالف ثابت ہوتے ہوں۔ زیادہ تر تشدد کا نشانہ بننے والے لوگ معصوم ہوتے ہیں اس لئے خوف کی فضا دہشت گردی کا آخری مقصد بلکہ یہ تو راستہ ہے اصل منزل تک پہنچنے کا۔(۷)

دہشت گردی کی جامع تعریف کرنے میں یہ مشکل پیش آتی ہے کہ دہشت کو مختلف موقعوں پر مختلف معانی پہنائے جاسکتے ہیں پھر ہر ایک شخص میں دہشت کو قبول کرنے یا دہشت زدہ ہونے کی شدت بھی موقع مقام کی مناسبت سے تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ دہشت (Terror) اور دہشت گردی (Terrorism) میں فرق کیا جائے اور معاشرتی پس منظر میں دونوں الفاظ کو الگ الگ سطح پر زیر بحث لایا جائے' کیونکہ دہشت تو انفرادی طور پر عام مجرمان یا نفسیاتی مریضوں کے ذریعے بھی پھیل سکتی ہے۔ جبکہ دہشت گردی سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے تنظیم کے ذریعے منظر عام پر لائی جاتی ہے۔

ایک متفقہ مکتب فکر کے نزدیک تھارن تن (Thronton) کی یہ تعریف نہایت معقول نظر آتی ہے۔ دہشت کو برسراقتدا

گروہ کے خلاف بعض سیاسی، معاشی و معاشرتی نظریات تبدیل کرنے کے لئے دباؤں کے طور پر استعمال کئے جانے کا نام دہشت گردی ہے۔ اس میں تشدّد کے استعمال کی دھمکی بھی ہے اور تشدد کا بھرپور استعمال بھی۔ (۸)

دہشت گردی کا خاص مقصد یہ ہے کہ غیر قانونی سرگرمیوں اور کاروائیوں کے ذریعے ایک خاص علاقہ، ریاست یا ملک میں رہنے والی اقلیتوں کے اعتماد کو متزلزل کر دیا جائے تاکہ زیادہ تر لوگ جمہوری حکومتوں سے متنفر ہو جائیں۔ حتیٰ کہ دہشت گرد لوگوں کے مطالبات من وعن قبول نہ کر لئے جائیں۔ (۹)

نیو انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کا مقالہ نگار لکھتا ہے۔

Terrorism is the systematic use of Terror individuale to attain a political objective. Terrorism rightist and leftist objectives bye nationalistic and imhnic groups by revolutionavies and bye the armies and secret police of government themselves. 10

دہشت گردی سے مراد حکومت، عوام یا کسی فرد کے خلاف سیاسی مقصد کے حصول کے لئے باقاعدہ خوف و ہراس یا ناقابل تصدیق تشدد کے استعمال کا نام ہے۔ دہشت گردی، سیاسی تنظیمیں اپنے قدامت پسندانہ اور جدت پسندانہ اہداف حاصل کرنے کے لئے کرتی ہیں۔ اسی طرح قوم پرست نسلی ولسانی گروہ انقلاب پسند گروہ اور خود حکومت خفیہ پولیس دہشت گردی کا ارتکاب کرتی ہے۔

دہشت گردی کی بیان کردہ ان تعریفوں اور اس کے مقاصد کے ضمن میں پیش کئے گئے نظریات سے واضح ہوتا ہے کہ دہشت گردی انسانی زندگیوں کی تباہی و بربادی، معصوم بچوں اور عورتوں کی جانوں کا ضیاع اور ان کی عصمت دری، عمارات اور املاک کی آتش زدگی، اجتماعی وانفرادی مال و دولت کی چوری وڈکیتی، جنسی تشدد، راہزنی، اغوا برائے تاوان کی وارداتوں اور مذہبی، مسلکی اختلافات کی بناء پر گردن زنی سے عبارت ہے۔

اس راستے کا انتخاب کرنے والے کا تعلق تنظیم، سیاسی و مذہبی اور نظریاتی مفاد یا اس کے پیچھے غیر ملکی ہاتھ ہوتا ہے۔ تاکہ دہشت گردی کے واقعات سے وہاں کے عوام کو حکومت سے دور کیا جائے۔

انسداد دہشت گردی کے متعلق اسلامی ہدایات وتعلیمات

اسلام کی نظر میں انسانی خون کی بڑی قدر و قیمت ہے خواہ وہ مسلمان کا ہو یا غیر مسلم کا۔ اسلام ہرگز یہ گوارہ نہیں کرتا کہ کسی کا خون بغیر کسی معقول اور جائز سبب کے بہایا جائے۔ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ مَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ط اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُورًا. (۱۱)

اللہ تعالیٰ نے جس جان کو حرام کیا ہے اس کو ناحق نا مارو اور جو ناحق مارا جائے گا اس کے وارث کو ہم نے اختیار دیا ہے کہ وہ قصاص میں زیادتی نہ کرے۔

انسانی خون کی قدر و قیمت کو صحیح طور پر جان لینے کے بعد کوئی مسلمان خواہ متعصب ہو یا غیر متعصب کوئی ایسا اقدام نہیں کر

سکتا۔ایک موقع پر حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اول مایحاسب به العبد الصلوۃ و اول ما یقضی بین الناس یوم القیمة فی الدماء. (۱۲)

قیامت کے دن بندے سے جس چیز کا سب سے پہلے حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے اور لوگوں کے درمیان جس چیز کا سب سے پہلے فیصلہ کیا جائے گا وہ خون کے معاملات ہے۔

ایک دوسری حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ قَتَلَ مَعَاهَدُوْ لَمْ یَرح رَائحِة الجَنةَ وَان رِیحَھَا لیوجد من سیرۃ اربعین عاما. (۱۳)

جو کوئی کسی معاہد کو قتل کرے گا اسے جنت کی بو تک نصیب نہ ہوگی' حالانکہ اس کی خوشبو چالیس برس کی مسافت سے محسوس ہوتی ہے۔

چنانچہ قرآن کریم اور نبی کریم ﷺ کے ارشادات سے واضح ہوتا ہے کہ کسی انسان کو موجودہ دور کی مروجہ دہشت گردی سے تعبیر کرنا بالکل مناسب اور جائز نظر آتا ہے۔اس لئے اسلام میں انسانی جان و مال کی حفاظت و احترام ایسے بنیادی حقوق ہیں۔جن سے کسی انسان کو محروم نہیں کیا جا سکتا ہے اسلام ان کا پورا اہتمام اور پاسداری کرتا ہے۔اوران حقوق کو غصب کرنے والوں کے لئے کڑی اور سخت سزائیں مقرر کرتا ہے کیونکہ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو یہ ایک بڑا ظلم ہوتا۔چنانچہ دہشت گردی میں چونکہ عمداً اور ظلماً انسانی جان کو قتل کیا جاتا ہے۔لہٰذا اس کی سزا بھی قتل کی نسبت کڑی اور سخت ہے تا کہ اس ظلم کا سدباب کیا جا سکے۔چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسوله و یبغون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیهم وارجلهم من خلاف او ینفوا من الارض ذلک لهم خزی فی الدنیا ولهم فی الآخرۃ عذاب عظیم. (۱۴)

جو لوگ اللہ اور رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرتے ہیں ان کی سزا یہ ہے کہ انہیں قتل کیا جائے یا صلیب دیا جائے یا ان کے ہاتھ پاؤں مخالف اطراف سے قطع کردیئے جائیں یا انہیں جلاوطن کیا جائے۔یہ ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔ایک اور جگہ ارشاد ہے:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا ۢ بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْفَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَکَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ وَمَنْ اَحْیَاھَا فَکَاَنَّمَآاَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعاً. (۱۵)

جو کوئی کسی کی جان لے بغیر اس کے کہ کسی کی جان لی ہو یا زمین میں فساد کیا ہو اس نے تمام انسانوں کا خون کیا اور جس نے کسی کی جان بچائی تو گویا اس نے تمام انسانوں کو بچایا۔

آپؐ نے فرمایا:

من قتل له قتیل فهو بخیرا نظرین اما ان یفتدی و امان یقتل. (۱۶)

جس کا کوئی آدمی قتل ہو جائے اسے دو باتوں کا اختیار ہے چاہے اس کا فدیہ لے چاہے قتل کرے۔

دہشت گردی میں کسی انسانی جان کا قتل قتل عمد کی مثل ہے۔اس لئے اسلام نے جو قتل کی سزا' قصاص رکھی ہے اس میں مسلم و غیر مسلم کی کوئی تفریق نہیں کیونکہ قصاص کا حکم عام ہے۔

مسلمانوں پر دہشت گرد ہونے کا الزام کا جائزہ

مغرب میں اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت اور باطل افکار ونظریات کی شکست وریخت سے مخالفین اسلام پروپیگنڈہ کے ذریعے الزامات کے تابڑ توڑ حملوں سے اپنے اندرونی غم وغیض کا اظہار کرنا اپنی عبادت بنا چکے ہیں۔کبھی تو وہ اسلامی حدود اور سزاؤں کو غیر انسانی سزا سے تعبیر کرتے ہیں اور کبھی اسلام کو قتل وغارت کرنے والا اور خون بہانے والا مذہب قرار دیتے ہیں جو اپنے پیروکاروں کو خون ریزی کرنے پر اکساتا ہے۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسلام کے سوا دوسرے تمام مذاہب کی تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ ان نام نہاد امن کے دعویداروں نے خود انسانیت کے خون سے کرہ ارضی کو سرخ بنا کر رکھ دیا ہے۔

اپنے جرم سے بری الذمہ ہونے کی فکر میں اسلام کو مورد الزام ٹھہراتے ہیں اس لئے کہ دنیا کی اس نفرت وناراضی کے سیلاب کا رخ اسلام کی طرف پھیر دیں کہ جس کی خود ان کی اپنی خون ریزیوں کے خلاف امڈ کر آنے کا اندیشہ ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خالد بن ولیدؓ کو بنی خزاعہ کی طرف بھیجا۔انہوں نے ان کو اسلام کی دعوت دی وہ اچھی طرح یوں نہ کہہ سکے کہ ہم اسلام لائے بلکہ گھبراہٹ میں کہنے لگے کہ صابی ہو گئے۔خالدؓ نے ان کو قتل کرنا اور گرفتار کرنا شروع کر دیا اور ہر ایک مسلمان کا قیدی (حفاظت کے لئے) اسی کے سپرد کر دیا۔

ایک دن خالدؓ نے یہ حکم دیا کہ ہر ایک مسلمان اپنے قیدی کو مار ڈالے میں نے کہا خدا کی قسم میں تو اپنے قیدی کو نہ ماروں گا نہ میرے ساتھیوں میں سے کوئی اپنا قیدی مارے گا۔جب آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچے تو آپؐ سے یہ واقعہ بیان کیا' آپؐ نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا کی اے خدا' خالد نے جو کچھ کیا میں اس سے بری ہوں یہ بات آپؐ نے دو مرتبہ دہرائی۔(۱۷)

حضرت خالدؓ کے اس اقدام سے حضور ﷺ نے بارگاہ ایزدی سے بری الذمہ ہونے کی دعا والتجا کرتے ہیں۔مخالفین اسلام کو یہ ارشاد رسولؐ ملاحظہ کر کے اپنی آزادانہ رائے قائم کر کے بے لاگ غیر جانبدارانہ فیصلہ دینا چاہیئے۔

جہاد اور دہشت گردی میں فرق

امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ دنیا کے سامنے جہاد اور دہشت گردی کا فرق سمجھائے۔

دشمنان اسلام اور مخالفین اسلام چونکہ اکثر ''جہاد'' جیسی پاکیزہ اسلامی اصطلاح کو دہشت گردی کا نام دیتے ہیں۔جہاد کا لفظ جنگ کرنے کے مترادف نہیں بلکہ جنگ کے لئے عربی زبان میں حرب وقتال کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔جبکہ دہشت گردی کے معنی ہیں خوف وہراس پھیلانا۔

دہشت گردی کے ہر فیصلہ میں ذاتی رجحانات اور میلان ہی کارفرما ہوتا ہے اور اس کی اسلام کبھی بھی اجازت نہیں دیتا ہے۔ اس کے برعکس اسلام کے جہاد میں ذاتی رجحان کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔اسلام کا جہاد صرف دفاع ہے اور صرف ظلم وعدوان کے خلاف برسرپیکار ہے۔جہاد لفظ میں مقاتلہ سے زیادہ اصلاح نفس اور تزکیہ اعمال کا مفہوم پوشیدہ ہے۔جبکہ دہشت گردی کا لفظ قتل وغارت' ظلم

وبربریت، سفاکی اور شقاوت کا آئینہ دار ہے۔ جہاد اور دہشت گردی میں مقاصد کے لحاظ سے جو فرق و امتیاز ہے وہ یہ ہے:

مدافعت اور حفاظت خود اختیاری

اسلام جہاد کی اجازت اس وقت دیتا ہے جب مسلمانوں پر ظلم و ستم کیا جائے انہیں مذہبی عقائد عبادات اور رسوم سے روکا جائے۔ ان کی مال و جان اور عزت آبرو کو لوٹنے کی کوشش کی جائے ان کو ان کے گھروں سے بے دخل کیا جائے تو ایسے مواقع پر اسلام مدافعت اور حفاظت خود اختیاری کے لئے لڑائی کی اجازت دیتا ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اور اللہ کے راستے میں جنگ کرو ان لوگوں سے جو تم سے جنگ کرتے ہیں اور حد سے نہ بڑھ جاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ زیادتی والوں کو پسند نہیں کرتا۔(۱۸)

اس کے برعکس دہشت گردی اپنی مدافعت اور حفاظت خود اختیار کے لئے نہیں کیا جاتی بلکہ اس کا اصل مقصد دوسرے لوگوں کی جانوں اور مالوں کو نقصان پہنچا کر دہشت وبربریت کی فضا قائم کرنا ہوتی ہے۔

احترام انسانیت اور مظلوم مسلمانوں کی حمایت

اسلام جہاد کی اجازت کو انسانیت کے احترام اور مظلوم کی حمایت سے مشروط کرتا ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

وَمَالَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا. (۱۹)

اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ اللہ کی راہ میں ان کمزور مردوں عورتوں اور بچوں کے لئے جنگ نہیں کرتے جو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم کو اس بستی سے نکال جس کے رہنے والے ظلم ہیں اور ہمارے لئے اپنی طرف سے کسی کو حامی اور اپنی طرف سے کسی کو مددگار بنا۔

اس کے برخلاف دہشت گرد کمزور مردوں عورتوں اور بچوں کو دہشت گردی کا شکار بنا کر رعب و دبدبہ قائم کرتے ہیں اس طرح خوف و ہراس پھیلتا ہے اور دہشت گرد اپنے مطلوبہ اہداف حاصل کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔

استعمار پسند حکومت کے خلاف جہاد

اگر کوئی حکومت جہانگیری و کشور کشائی کے شوق میں اندھی ہو جائے یا ملک گیری کی ہوس میں امن وامان کو خراب کرنے کی کوشش کرے جس سے کمزور قوموں کی آزادیاں سلب ہونے لگیں تو ایک اسلامی حکومت کو جہاد کرنا ناگریز ہو جاتا ہے تاکہ وہ استعماریت کا سد باب کر سکے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ. (۲۰)

اور تم دن سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ کے لئے ہو جائے۔ پھر اگر وہ باز نہ آئے تو ظالموں کے

سوادست درازی سے رک جاؤ ایسے موقع پر بھی اسلام جہاد کی اجازت دیتا ہے کہ اسلام کے پیروکار پوری آزادی سے اپنے مذہب پر عمل پیرا ہوسکیں۔ دوسرے فلسفہ حیات کو زبردستی سے ان پر لاگو نہیں کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اسلام اپنے ماننے والوں کو یہ اجازت دیتا ہے کہ وہ اپنے افکار و نظریات اور فلسفہ حیات کو زبردستی دوسرے لوگوں کو پہنچائیں۔ اس کے برعکس دہشت گردی کا اصل مقصد دہشت کا شکار ملک کی دولت اور خزانے کو لوٹنا ہوتا ہے اور ثانوی مقصد اپنے نظریات کو پھیلانا اور سیاسی مقاصد و فوائد حاصل کرنا ہوتا ہے۔

یہ کہنا بالکل مناسب ہے کہ دہشت گردی نام ہے اخلاقی اقدار کو مٹانے کا اور انسانیت سوز اور وحشیانہ اطوار کو زندہ کرنے کا کیونکہ دہشت گردی کے اکثر واقعات میں بوڑھے کم سن بچے اور معصوم عورتیں قتل و غارت کا شکار ہوتی ہیں۔ زندہ انسانوں کو آگ میں جلا کر راکھ کا ڈھیر بنانا دہشت گردی کا کامیاب ہتھیار مانا جاتا ہے۔ پھر سفیروں اور ایلچیوں کا اغوا اور ان کا خون بہانا تو موجودہ دور کی دہشت گردی کی کامیابی کی اہم علامت تصور کی جاتی ہے۔

تصور فکر و مذہب کی آزادی

اسلام کے متعلق یہ ایک بین الاقوامی پروپیگنڈا ہے کہ اسلام پوری انسانیت پر اپنے فکر و مذہب کو زبردستی ٹھونستا ہے۔ جبکہ اسلام کی تعلیمات اس کے خلاف ہے۔

ہر مذہب یہ چاہتا ہے کہ دوسرے مذاہب ختم ہو جائیں اور ان سب کی جگہ ان کا مذہب لے لیں اور ہر مذہب میں جبر و زبردستی داخل کرنا جائز ہے۔ لیکن اسلام اور داعی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دامن ان دونوں چیزوں سے پاک ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہے:

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ. (۲۱)

دین اسلام میں زبردستی نہیں ہے۔ ہدایت گمراہی سے الگ ہو چکی ہے۔ لیکن کیا وجہ ہے کہ اسلام اس قدر وسیع القلب ہے کہ وہ اپنی سچائی افہام و تفہیم اور دعوت و تبلیغ کا راستہ اپناتا ہے وہ دلائل کے ذریعہ سچائی تک پہنچنے کا بندوبست کرتا ہے' وہ حکومت و موعظت کے ذریعہ قلوب و اذہان کو مسخر کرتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اسلام حریت واعتقاد اور فکر و مذہب کی آزادی کے معاملہ میں بہت زیادہ فراخ دلی ہے۔ وہ کسی کو اس حق سے محروم نہیں کرنا چاہتا اور اسلام کی تاریخ میں قدم بہ قدم پر یہ چیز ہمیں جھلکتی نظر آتی ہے۔

چنانچہ جب حضرت ریحانہ بنی قریظہ کی جنگ میں گرفتار ہو کر سرور کونین ﷺ کے ملک میں آئیں' جس وقت وہ گرفتار ہوئیں اسلام سے ان کو نفرت تھی اور یہودیت پر ہی ان کا عمل تھا۔ مگر آپؐ نے انہیں اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا یہاں تک کہ خود اپنی مرضی سے اسلام قبول کیا۔ (۲۲)

لہٰذا مسلمانوں نے غیر مسلموں کو اپنے دین و مسلک پر چلنے کی مکمل ازادی دی اور ان کی عبادت گاہوں کا احترام کیا۔ یہ کردار ہے ان واضح قرآنی ہدایات اور مقدس نبوی ارشادات کا جنہیں مسلمانوں نے اپنے اندر جذب کر لیا اور اسی طرح جذب کیا کہ یہ چیز ان کی طبیعت کا جزو بن گئی۔ چنانچہ اب ان تعلیمات نبوی کی اشاعت و ترویج امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے۔

بین الاقوامی تجارت کے لئے تعلیمات نبوی کی اشاعت

بین الاقوامی تجارت میں اسلام آزاد تجارت کی ہم نوائی کرتا ہے۔ وہ ہر انسان کو اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ وہ انفرادی یا اجتماعی طور پر جس ملک میں چاہے تجارت کے لئے جائے خواہ وہ دوست ملک کا باشندہ ہو یا دشمن ملک کا البتہ حالت جنگ میں یا تو وہ کچھ پابندیاں عائد کرتا ہے یا پھر وہ کوئی سودی کاروبار کرنے لگے تو اس کی اجازت نہیں ہوگی۔ پھر اسلام کی حلال وحرام کی مستقل قید ٹوٹ رہی ہو مثلاً جنگ کی حالت میں اسلحہ کی خرید وفروخت پر پابندی عائد ہوگی۔ دوسرے یہ کہ تجارت میں ایسے طریقے اختیار نہ کئے جائیں جس سے ذخیرہ اندوزی کی کیفیت یا صورت پیدا ہو۔ تجارتی ٹیکس کی وہ لگانے کی اجازت دیتا ہے مگر ایسا ٹیکس جو مکارم اخلاق کے منافی اور ظلم کی حد تک پہنچا ہو پسند نہیں کرتا۔ عہد نبوی میں اور عہد صدیقی میں کوئی تجارتی ٹیکس اسلامی سلطنت میں نہیں لیا جاتا تھا البتہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں جب مسلمان تاجروں سے دوسرے ملکوں میں ٹیکس لیا جانے لگا تو اسلامی ملک کے شہریوں کو نقصان سے بچانے کے لئے انہوں نے بھی ٹیکس عائد کیا اور وہ بھی چند شرائط کے ساتھ عمال کو اجازت دی۔ انتہائی کم ٹیکس لینا۔ ۲۔ تاجروں کو پریشان نہ کرنا اور کسی ملک کے ٹیکس نہ لینے پر ان تجار سے ٹیکس نہ لینا۔

غرض یہ کہ اسلام معاشی تعلقات اور اس کی ترقیات کو سیاست کی نذر کرنا پسند نہیں کرتا۔ بین الاقوامی تجارت میں رقم کی ادائیگی اور سکہ کے تبادلے وغیرہ کے سلسلہ میں اسلام کا قانون حوالہ ہماری پوری رہنمائی کرتا ہے۔

ان تمام تفصیلات کا خلاصہ یہ ہوا کہ

۱۔ اسلام اور حضور ﷺ کی تعلیمات، توحید، رسالت، کتاب اور کائنات کا آفاقی تصور دے کر انسان میں ہمہ گیر بین الاقوامی ذہنیت پیدا کرتا ہے۔

۲۔ وہ خلافت آدم کا تصور دے کر صرف انسان کو انسان ہی نہیں بلکہ پوری کائنات سے ہم آہنگ کرتا ہے اور اس میں اس کی ذمہ داری کو محسوس کراتا ہے۔

۳۔ وہ اس مساوات کا جذبہ ابھارتا ہے اور اس کے ذریعہ ہر طرح کی نسلی قومی اور وطنی تنگ نظری کی جڑ کاٹتا ہے۔

۴۔ قومی وطنی تقسیم کو محض ایک عارضی اور تعارف کی حیثیت تسلیم کرتا ہے۔

۵۔ وہ اخلاق وحقوق میں ہر انسان کو برابر سمجھتا ہے۔

۶۔ ہر شخص کی عزت، مال، عقل، نسل اور مملکت کی حفاظت کرتا ہے۔

۷۔ ہر شخص کو عقیدہ رائے فکر اور قول کی آزادی دیتا ہے۔

۸۔ وہ حقوق شہریت میں کم سے کم پابندی عائد کرتا ہے۔

۹۔ وہ آزاد تجارت کا حامی ہے جس میں کم از کم ٹیکس لیا جائے۔

الغرض نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ کی امامت بنی نوع انسان میں وہ آخری امت ہے جو منصب شہادت پر فائز کی گئی ہے۔ چنانچہ پوری انسانیت کی کامیابی کا انحصار اسی گروہ پر ہے۔

اس اندوہناک صورت حال میں امت مسلمہ جو دنیا کا واحد گروہ ہے جسے ماضی حال اور مستقبل کا کافی علم دیا گیا ہے۔

لہٰذا ان حالات کا تقاضہ ہے کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں امت مسلمہ کی صورت حال کا گہرائی سے جائزہ لیا جائے۔ موجودہ حالات کی تبدیلی کو صحیح زاویہ سے دیکھا جائے اور آئندہ کے لئے خطوط کار کی نشاندہی کی جائے اور پوری دنیا میں جو کہ ایک عالمی نظام تشکیل پا رہا ہے امت مسلمہ اپنی ذمہ داریوں کا احساس کر کے اپنے فرض منصبی کو کما حقہ سرانجام دے کر پوری انسانیت کو کامیابی سے ہمکنار کرے۔

وما علینا الا البلاغ

فہرست مصادر و مراجع

۱۔ القرآن سورۃ الحجرات ۲

۲۔ القرآن سورۃ النساء

۳۔ القرآن سورۃ نساء

۴۔ فتح القدیر، علامہ الشوکانی ج ۱ ص ۴۸۴

۵۔ The Oxford Guide to the English Language P.537

۶۔ انعام الرحمٰن سحری دہشت گردی ص ۴۰ سنگ میل پبلی کیشنز لاہور

۷۔ ۸۔۹۔ انعام الرحمٰن سحری دہشت گردی ص ۴۱، ۴۳، ۴۴

۱۰۔ The New Encyclopadia Britannica Vol II P.650

۱۱۔ سورۃ بنی اسرائیل آیت ۳۳۔

۱۲۔ سنن نسائی ج ۳ باب تعظیم الدم ص ۸۲

۱۳۔ ابن حجر عسقلانی، بلوغ المرام باب الجزیہ ص ۲۷۱، نور محمد اصح المطابق کتب کراچی

۱۴۔ سورۃ المائدہ آیت ۳۳، ۳۴

۱۵۔ سورۃ المائدہ آیت ۳۲

۱۶۔ اسلام کا نظام تعزیرات، عبدالرحمٰن بن عبدالعزیز ص ۲۳۵ طارق اکیڈمی فیصل آباد

۱۷۔ صحیح بخاری شریف ج ۲ کتاب المغازی ص ۷۰۸ لاہور

۱۸۔ سورۃ البقرہ: ۱۹۰

۱۹۔ سورۃ النساء ۷۵

۲۰۔ سورۃ البقرۃ: ۱۹۳

۲۱۔ سورۃ البقرۃ ۲۵۶

۲۲۔ بحوالہ مولانا مجیب اللہ ندوی اسلام کے بین الاقوامی تصورات ص ۲۹، ۳۰

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امتِ مسلمہ کی ذمہ داریاں سیرت طیبہ کی روشنی میں

پروفیسر ایم نذیر احمد تشنہ۔ بھمبر

نیا عالمی نظام تہذیبوں کے ٹکراؤ اور تہذیبوں کی بالادستی قائم کرنے کے نظریئے پر تشکیل پا رہا ہے۔ برطانوی ماہر عمرانیات مؤرخ ٹائن بی "TOYNBEE" (۱۸۸۹ء۔۱۹۷۶ء) تہذیبوں کے مطالعے کے حوالے سے لکھتا ہے کہ اس وقت دنیا میں سات تہذیبیں موجود ہیں اور وہ قدرتی تباہی سے دوچار ہونے والی ہیں۔ (۱) اس خلا کو کون سی تہذیب پُر کرے گی۔ مغربی مفکرین نے عیسائیت کو THE END OF HISTORY قرار دے کر اسے ایسی تہذیب بتایا جو تہذیبوں کے فنا ہونے کے بعد اپنا وجود قائم رکھنے میں کامیاب ہوسکتی ہے۔

تہذیبوں کی کشمکش یا ٹکراؤ کے حوالے سے ایک اور مغربی مفکر سموٹ SAMOET نے CLASH OF CIVILIZATION میں لکھا ہے کہ دنیا میں اب تہذیبوں کا ٹکراؤ ہوگا۔ اس وقت آٹھ تہذیبیں موجود ہیں۔ امریکی تہذیب ان تہذیبوں کو کھا جائے گی۔ اس کا اصل مقابلہ دو تہذیبوں مسلم تہذیب (PROPHET MUHAMMAD (P.B.U.H اور کنفیوشیس تہذیب CONFUCIOUS (جس کی نمائندگی چین کر رہا ہے) سے ہوگا۔ مغربی تہذیب اگر ان دو کا مقابلہ کرنا چاہتی ہے تو آپس کے اختلافات کو ختم کرے اور ان دو تہذیبوں سے الگ الگ نمٹے۔ ان کو ایک دوسرے کے قریب نہ آنے دے۔ مسلمانوں کے باہمی اختلافات کو ہوا دے۔ (۲)

مغرب کی حکمت عملی یہی رہی ہے کہ باہمی اختلافات کو ہوا دی جائے اور ہوا اکھڑنے پر دبوچ لیا جائے۔ جانباز مرزا لکھتے ہیں۔ ''تقسیم کرو اور حکومت کرو'' قدیم رومیوں کا موٹو یہی ہے۔ ہماری بھی کوشش ہونی چاہیئے کہ ہندوستان میں موجودہ مذاہب اور نسلوں کی صورت میں جو اختلاف ہے اسے پوری طاقت سے برقرار رکھا جائے اور اسے کسی صورت ختم نہ ہونے دیا جائے۔ آئندہ حکومت ہند کا سب سے بڑا اصول ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' ہونا چاہیئے۔'' (۳) اسی اصول پر کاربند ہو کر جنگ پلاسی ۱۷۵۷ء اور جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں کامیابی حاصل کر کے پورے ہندوستان پر قبضہ کرلیا۔

ہندوستان میں مسلمانوں سے حکومت چھیننے کے بعد انگریز نے مسلمانوں کے مرکز خلافت عثمانیہ کو ختم کرنے کی ٹھانی۔ بیسویں صدی عیسوی کے آغاز میں ہی نصاریٰ نے مسلم تہذیب کو کمزور کرنے کے لئے مسلمانوں کے باہمی اختلافات کو ہوا دے کر ان کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کی سرگرمیوں کا آغاز کردیا۔

خلافت کو مسلم تہذیب کے مرکز کی حیثیت رہی ہے۔ خلافت کا آغاز آپ ﷺ کے وصال ۶۳۲ء سے ہی ہوگیا تھا۔ خلافت راشدہ (۶۳۲ء۔۶۶۲ء) قائم رہی۔ خلافت خلفائے راشدین سے بنوامیہ میں منتقل ہوئی۔ بنوامیہ (۶۶۲ء۔۷۵۰ء) سے بنوعباس (۷۵۰۔۱۲۵۱ء) اور خاندانِ عثمانیہ میں ۱۹۲۴ء تک قائم رہی۔ اس ادارے کے دبدبے، رعب، عظمت اور وقار کا اندازہ اس واقعے سے بخوبی ہوتا ہے۔ '' دولت عباسیہ کے دورِ زوال کے اس گئے گزرے زمانے میں بھی خلیفہ کا ظاہری رعب، دبدبہ اور مذہبی تقدس اس قدر تھا کہ خلیفہ کے خلاف فوج کشی کرنے سے ہلاکو خان ڈرتا تھا کہ اس پر کوئی شامت نہ آجائے۔ اس پر ہلاکو خان کے ایک درباری خواجہ نصیر

الدین طوسی نے ہلاکو خان کی ہمت بڑھائی اور کہا کہ جب پیغمبروں کے قتل اور شہادت حسینؓ سے کچھ نہ ہوا تو عباسی خلیفہ کے قتل سے کیا شامت آئے گی۔''(۴)

عثمانی ترک دنیائے اسلام کا خلیفہ تھا اور ترکی اس کا مرکز تھا۔ انگریز نے اس مرکز کو توڑنے کے لئے دو چالیں چلیں۔ ایک ترکی کے اندر سے ''جدت پسند'' اور ''مغرب زدہ'' طبقے کو خریدا اور اُسے خلیفۃ المسلمین سلطان عبدالحمید کے مقابل لا کھڑا کیا۔ ''نوجوان ترک'' نے اپنی سرگرمیوں کا آغاز فوج کے کچھ افسروں کو ساتھ ملا کر کیا اور ۱۹۰۹ء میں خلیفہ کا تختہ الٹ کر اقتدار پر قبضہ کر لیا جس کے نتیجے میں تین یہودی وزیر کابینہ میں شامل ہوئے۔ اُنہوں نے ایک قانون منظور کروا کر فلسطین میں یہودیوں کے لئے جائیداد خریدنے کا حق حاصل کر لیا۔ اس طرح فلسطین میں یہودیوں کو عربوں سے زمینیں خریدنے کا قانونی حق حاصل ہو گیا۔''(۵)

نوجوان ترک کی ساری جدوجہد وطن پرستی پر مبنی تھی جس میں اسلام اور عربوں کے لئے کوئی جگہ نہ تھی۔ چنانچہ عربوں نے کئی خفیہ تنظیمیں قائم کیں جنہوں نے عربوں میں آزادی کے جذبات کو ابھارا اور انہیں مسلح جدوجہد کے لئے آمادہ کیا۔ ''عربوں میں جذبہ قومیت ابھارنے میں کرنل لارنس نے بڑا اہم کردار ادا کیا۔ اس نے عربی زبان پر عبور حاصل کیا اور عربوں کا دوست بن کر ترکی کے خلاف محاذ قائم کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس سے عربوں نے ''برتری عرب کے لئے ہے'' کا نعرہ بلند کیا اور پہلی جنگ عظیم (۱۹۱۴ء۔۱۹۱۹ء) کے دوران میں اتحادیوں نے عربوں کو ترکی سے کاٹ کر الگ کر دیا۔''(۶)

برطانیہ نے جنگ عظیم اوّل کے دوران میں مشرقِ وسطیٰ کے تیل کے ذخائر کو اپنے قابو میں کرنے اور امریکہ کو جنگ میں شریک کرنے کے لئے نومبر ۱۹۱۷ء میں اعلانِ بالفور کے ذریعے یہودیوں کو ایک علیحدہ وطن دلانے کا یقین دلایا۔ ''شہنشاہ برطانیہ کو فلسطین میں یہودی ریاست کے قیام سے ہمدردی ہے۔ جنگ کے اختتام پر وہ کوشش کریں گے کہ اس کے قیام کو ممکن بنایا جائے۔''(۷)

پہلی جنگ عظیم میں اتحادیوں نے حسین بن علی شریف مکہ اور ان کے دو بیٹوں امیر فیصل اور امیر عبداللہ کو ترکی کے خلاف خوب استعمال کیا۔ اتحادیوں نے عرب علاقوں کو ترکی سے الگ کر کے حسین شریف مکہ (گورنر حجاز) کو حجاز، امیر فیصل بن حسین کو عراق اور امیر عبداللہ بن حسین کو اُردن کی ریاست کا حکمران بنا دیا۔

پہلی جنگ عظیم کے نتیجے میں ترکی اپنی خلافت کے عرب علاقوں سے محروم ہو گیا اور ترکی کی زمام حکومت فوج نے سنبھال لی۔ مصطفےٰ کمال اتاترک نے لادینیت یا سیکولرازم کے نفاذ کی تحریک چلائی اور ترکی کا مذہبی تشخص تبدیل کر کے رکھ دیا۔ حتٰی کہ ۱۹۲۴ء میں خلافت کی قبا ہمیشہ کے لئے چاک کر دی۔

چاک کر دی ترک ناداں نے خلافت کی قبا
سادگی مسلم کی دیکھ اوروں کی عیاری بھی دیکھ

اقبالؒ

دوسری جنگ عظیم (۱۹۴۰ء۔۱۹۴۵ء) کے بعد برطانیہ اور امریکہ نے اقوام متحدہ سے اسرائیل کی حکومت کے قیام کو ممکن بنا

دنیا۔''نومبر ۱۹۴۸ء میں مسئلہ فلسطین کی رپورٹ اقوام متحدہ میں پیش ہوئی تو اس نے فلسطین کے تقسیم کے حق میں فیصلہ دے کر یہودیوں کو اپنی ریاست قائم کرنے کی رسمی منظوری دے دی۔ برطانیہ نے مئی ۱۹۴۸ء کو اعلان کیا کہ عراق کا انتداب ختم ہو چکا ہے۔ اس کے فوراً بعد ڈیوڈ بن گوریان نے اسرائیل کی حکومت کے قیام کا اعلان کر دیا۔(۷)

مشرق وسطیٰ پہلی جنگ عظیم کے بعد حجاز' عراق' شام' اردن' لبنان اور مصر میں تقسیم ہو گیا۔ فلسطین میں اسرائیلی حکومت قائم ہوتے ہی دنیائے عرب نے اس کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا۔ عرب اسرائیل جنگوں ۱۹۴۸ء' ۱۹۵۶ء' ۱۹۶۷ء اور ۱۹۷۳ء کے نتیجے میں اسرائیل ملحقہ عرب ریاستوں کا بہت سا علاقہ ہتھیانے میں کامیاب ہو گیا۔

مغرب یہ سمجھتا تھا کہ جنگ عظیم اوّل میں خلافت کے حصے بخرے کر کے اور جنگ عظیم دوم میں دنیائے عرب پر اسرائیل مسلط کر کے دنیائے اسلام کی قوت توڑنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ لیکن معاملہ اس کے برعکس نکلا۔ دنیائے اسلام چھوٹی چھوٹی یونٹوں میں تقسیم ہو کر ایک بار پھر سنبھلنے لگا۔

اگر عثمانیوں پر کوہ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے
کہ خونِ صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا

اقبالؒ

مغربی دنیا کا خیال تھا کہ خلافت کو توڑنے کے بعد دنیائے اسلام کی جمعیت کا شیرازہ بکھر جائے گا۔ مگر جب دنیائے اسلام پھر سے اپنی منتشر قوت کی شیرازہ بندی کرنے لگی تو اُسے ایک بار پھر دنیائے اسلام کو کمزور کرنے کے لئے سازشوں کا جال بچھانا پڑا۔

ہر نفس ڈرتا ہوں اس امت کی بیداری سے میں
ہے حقیقت جس کے دیں کی احتسابِ کائنات

اقبالؒ

یہی وجہ ہے کہ مغربی دنیا کے ممالک دنیا کے دوسو کے لگ بھگ میں پروپیگنڈا کر کے صرف مسلم ممالک کو ہی غیر مذہب اور دہشت گرد ثابت کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ امریکہ کا تو دستور ہی نرالا ہے۔ وہ اپنی مرضی سے اخلاقی اصولوں اور تہذیبی ضابطوں کا تعین کرتا ہے۔ اس کے نزدیک ہر جغرافیائی خطے اور ہر ملک کے لئے جمہوریت' انسانی حقوق' عدل وانصاف' آزادی وحریّت اور خودداری وخودمختاری کا مفہوم اور معیارات جُداجُدا ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے پیمانوں کو درست اور اپنی ہر کارروائی کو اپنے لئے جائز قرار دیتا ہے۔

بدقسمتی سے روس کے کمزور ہونے سے امریکہ دنیا کی واحد سپر پاور بن گیا ہے۔ دنیا میں طاقت کا توازن بگڑ جانے کی وجہ سے دنیا کی معیشت کو کنٹرول کرنا اور کمزور ممالک کو کسی قسم کی رعایت نہ دینا بھی اس کے اصولِ جہاں بانی میں شامل ہو گیا ہے۔ یہ غریب اقوام کو ان کے جُرم ضعیفی کی سزا دے کر مرگ مفاجات تک پہنچانا اپنا حق اور فرضِ عین سمجھتا ہے۔

تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے
ہے جرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات

اقبالؒ

ترقی یافتہ اقوام ترقی کے ثمرات اپنے تک محدود رکھنا چاہتی ہیں جس کی وجہ سے بین الاقوامی سطح پر عدم مساوات' حقوق سلبی اور نیچا دکھانے کا عمل جاری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بین الاقوامی سطح پر مذہبی' ملکی' علاقائی' نسلی تعصبات فروغ پا رہے ہیں اور اس کے نتیجے میں عدم برداشت' انارکی' دہشت گردی اور عالمگیر عفریت کی صورت پیدا ہو رہی ہے۔ مغربی ذرائع ابلاغ کی ایک سوچی سمجھی سکیم اور مربوط حکمت عملی کے تحت مسلمانوں کو موردِ الزام ٹھہرایا جا رہا ہے۔ اس کا مقصد مسلمانوں کو پس ماندہ' غیر مہذب اور دہشت گرد قرار دے کر آسانی سے امن اور بنیادی حقوق کے نام پر قربان کرنا ہے۔

یہ علم' یہ حکمت' یہ تدبّر' یہ حکومت!
پیتے ہیں لہو' دیتے ہیں تعلیم مساوات

اقبالؒ

مغربی دنیا کی یہ پالیسی رہی ہے کہ دنیائے اسلام کا کوئی حکمران سر اٹھا کر نہ چلے اور کوئی ملک کسی بھی اعتبار سے خودکفیل نہ ہو۔ دنیائے اسلام میں شاہ فیصل بن عبدالعزیز فرمانروائے سعودی عرب (۱۹۶۴ء-۱۹۷۵ء) نے اسلامی اتحاد کے لئے اسلامی سربراہی تنظیم کی بنیاد رکھنے میں اہم فریضہ سرانجام دیا۔ جس کے نتیجے میں ۱۹۶۹ء میں پہلی اسلامی سربراہی کانفرنس رباط میں منعقد ہوئی۔ اس میں ستائیس سربراہانِ مملکت نے شرکت کی۔ تنظیم کو مؤثر بنانے کے لئے ایک مستقل سیکرٹریٹ جدہ میں قائم کیا گیا اور ایک اسلامی بنک کا قیام بھی عمل میں لایا گیا۔ شاہ فیصل نے اسلامی ترقی پذیر ممالک کے لئے تین ارب ایک کروڑ روپے کی رقم بھی مختص کی۔

دوسری اسلامی سربراہی کانفرنس ۲۲ فروری ۱۹۷۴ء کو لاہور میں منعقد ہوئی۔ یہ بھی آپ ہی کی کوششوں کا نتیجہ تھا۔ اس میں چالیس سربراہان مملکت نے شرکت کی۔ اس کانفرنس میں شاہ فیصل بڑے نمایاں ہوئے۔ شاہ فیصل نے ۱۹۷۳ء کی عرب اسرائیل جنگ کے دوران میں عربوں کی کھل کر حمایت کی اور اسرائیل کی پشت پناہی کرنے والے ملکوں کے خلاف تیل کو بطور ہتھیار استعمال کرنے کی ترغیب دی۔ شاہ فیصل نے خود امریکہ اور ہالینڈ کو تیل کی سپلائی بند کر کے ان کے غرور کو خاک میں ملا دیا۔

شاہ فیصل اپنے جرات مندانہ اقدامات کی وجہ سے مغربی دنیا کے دل میں کانٹے کی طرح کھٹکنے لگے۔'' شاہ فیصل کو ۲۵ مارچ ۱۹۷۵ء کو اپنے ہی بھتیجے کے ہاتھوں شہید کرا دیا۔ اس طرح نہ صرف سعودی عرب ایک عظیم حکمران سے ہاتھ دھو بیٹھا بلکہ دنیائے اسلام بھی اپنے ایک مخلص اور ہمدرد رہنما سے محروم ہو گئی۔

شاہ فیصل کی شہادت کے بعد دنیائے اسلام کی نظریں عراق کے سربراہ صدر صدام حسین پر لگ گئیں۔ امریکہ بھی اس کو بھانپ گیا کہ عراق تیل کی دولت سے مالا مال ہے اور اگر اسے دنیائے اسلام کی پشت پناہی بھی حاصل ہو گئی تو یہ ایک خطرناک اسلامی طاقت ثابت ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اُس نے صدام حسین کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا اور شیشے میں اتارنے کی کوشش کی۔ صدام حسین

ساری سٹی بھول گیا اور امریکہ کے جُل میں آ گیا۔ اس نے ایران پر حملہ کر دیا۔ ایران انقلاب کی راہ پر ابھی گامزن ہوا تھا' اس کی رفتار سست پڑ گئی اور عراق ایک مسلم ہمسایہ ملک کی حمایت اور دوستی سے محروم ہو گیا۔

عراق نے ترکی کو نیچا دکھانے کے لئے کئی چالیں چلیں اور کویت پر حملے کے لئے پر تولنے لگا۔ صدام حسین نے ایران پر حملے کی قیمت وصول کرنے کے لئے کویت پر حملے کی امریکہ سے رضامندی حاصل کرنے کی کوشش کی۔ امریکہ نے گول مول جواب دیا جسے صدام حسین نے رضامندی کا پروانہ سمجھا۔(۸) صدام حسین نے عاقبت نااندیشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کویت پر حملہ کر دیا۔ امریکہ نے عراق کو تنہا کر کے کویت میں دبوچ لیا اور کویت میں ڈیرے ڈال کر مشرق وسطیٰ سے مستقل بھتہ وصول کرنے لگا۔ ''ایک ناداں حکمران کی غلط حکمت عملی سے ایک ابھرنے والی اور دنیائے اسلام کی قیادت سنبھالنے والی مسلم مملکت کو اپنی ہی بقا کے لالے پڑے ہوئے ہیں۔''(۹)

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوہ دانشِ فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاک مدینہ و نجف

اقبالؒ

مسلم تہذیب کو سنبھالا دینے کی تیسری امید کی کرن افغانستان میں طالبان کی اسلامی حکومت کے قیام کی صورت میں دکھائی دی تھی۔ طالبان نے جس بے جگری سے دنیا کی ایک سُپر پاور کو شکست سے دوچار کر کے افغانستان سے نکلنے پر مجبور کیا' عہدِ حاضر میں ایسی مثال بہت کم ملتی ہے۔ امریکہ اس سارے عمل میں پاکستان کے ساتھ طالبان کی پشت پناہی کرتا رہا۔ اس دوران میں اُس نے محسوس کیا کہ اگر طالبان افغانستان میں اسلامی حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے تو یہ مغربی تہذیب کے لئے بہت بڑا چیلنج بن سکتے ہیں۔

افغانستان میں طالبان کی حکومت کو عدم استحکام کا شکار کرنے میں امریکہ کے علاوہ روس' ایران اور بھارت کا بھی بڑا ہاتھ ہے۔ ایران طالبان سے فقہی عدم مطابقت کی وجہ سے شمالی اتحاد کی حمایت کرتا رہا۔ اس حمایت میں بھارت بھی ایران کا ہمنوا رہا۔ بھارت کا واحد مقصد افغانستان میں اسلام دوست اور پاکستان نواز حکومت کے قیام کو روکنا تھا۔

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

اقبالؒ

دنیائے اسلام کو عدم استحکام کا شکار کرنے میں اہل مغرب ہمیشہ جمہوریت کو آڑ بناتے رہے ہیں۔ بدقسمتی سے دنیائے اسلام کے اکثر ممالک میں بادشاہت یا جمہوریت گریز حکومتیں قائم ہیں۔ امریکہ ایسے حکمرانوں کو عوام کی طاقت سے خوف زدہ کر کے ان کو اپنے اشاروں پر نچاتا رہتا ہے۔ کیوں کہ ان کا اقتدار امریکہ کا مرہون منت ہوتا ہے۔ اس لئے ان کی ساری کوششیں امریکہ کو خوش کرنے تک محدود ہوتی ہیں اور عوام سے انہیں کوئی سروکار نہیں ہوتا۔(۱۰)

مسلم ممالک کی اہل اختیار اشرافیہ اپنے ذاتی اقتدار کے تحفظ اور ذاتی عیاشیوں سے آگے بڑھ کر سوچنے کی اہلیت سے عاری

ہیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی رعایا سے انتقام لے رہے ہیں۔ ایسی صورتحال میں اگر یہ کہا جائے کہ عالم اسلام کو باہر سے کسی دشمن کی ضرورت نہیں تو بے جانہیں ہوگا۔

یہ فتنہ آدمی کی خانہ ویرانی کو کیا کم ہے
ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو

غالبؔ

مسلم ممالک کی داخلی کیفیت کو مندرجہ ذیل نکات میں دیا جاتا ہے۔ شاید ان دگرگوں حالات کی وجہ سے ہی دنیا کے دوسو کے لگ بھگ ممالک میں اکسٹھ (۶۱) اسلامی ممالک کو غریب کی جورو کی حیثیت حاصل ہے اور ترقی یافتہ ممالک دہشت گرد گردانے کی جسارت کرتے ہیں۔

۱۔ رعایا کی زبوں حالی ۲۔ معاشی معکوسی ۳۔ زراعت کی تباہی
۴۔ صنعت عدم توجہی کا شکار ۵۔ عسکری قوت میں کمی ۶۔ تجارت کی تباہ کاری
۷۔ تعلیم کا فقدان ۸۔ معاشرتی اقدار کی عدم پاسداری

اسلامی ممالک میں عوام کی زبوں حالی ان ممالک کی ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ ایک افسوس ناک حقیقت یہ ہے کہ ۴۰ کروڑ سے بھی زیادہ مسلمان افلاس کی نچلی سطح پر انتہائی کسمپرسی کی حالت میں زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں۔ ان کی یہ حالت دشمن کی سازش کا نہیں بلکہ ہماری بے حسی کا نتیجہ ہے۔

محکم بنا اسی سے ہے قصرِ فرنگ کی
تو بھی کر استوار اساس اِقتصاد کی

مولانا ظفر علی خانؒ

عوام کو پس ماندہ رکھنے اور انہیں نان نفقے کے چکر میں گرفتار رکھنے میں دنیائے اسلام کے سیاستدان، سول و ملٹری بیوروکریسی، عدلیہ کے جج، صنعت کار، تاجر، جاگیردار اور سرمایہ دار سب ہی ملوث ہیں۔ پاکستان کو لیجئے ''ہم سب پاکستان کے ساتھ مخلص ہوتے تو پاکستان کے عوام کبھی مفلس نہ ہوتے۔'' (۱۱)

صورتِ شمشیر ہے دست قضا میں قوم
کرتی ہے جو ہو زماں اپنے عمل کا حساب

اقبالؒ

اکسٹھ اسلامی ممالک کے پاس دنیا کے کل ذخائر میں ۲۵ فیصد موجود ہیں۔ تیل جیسی دولت کے ۷۰ فیصد صرف عرب ممالک میں ہیں۔ ''افغانستان جہاں کے مسلمان برسوں سے مجبوری اور پس ماندگی میں مبتلا ہیں۔ اقوام متحدہ کی ایک رپورٹ کے مطابق وہاں کے سنگلاخ پہاڑوں میں ایک لاکھ ٹن سونا موجود ہے...... ایٹمی ہتھیار خاص طور پر ہائیڈروجن بم بنانے کے لئے گیتھیم کی اشد ضرورت

ہوتی ہے' افغانستان دنیا کا واحد ملک ہے' مستقبل میں اس کے علاوہ لیتھیم کسی اور جگہ دستیاب نہیں ہوگا۔ افغانستان میں ٹائی ٹینیم کا بھی بہت بڑا ذخیرہ ہے۔ یہ میزائل بنانے میں کام آتا ہے۔ افغانستان میں تیل کے آٹھ کنوئیں ایسے ہیں جن میں سے کئی سو سال تک پٹرول مطلوبہ پریشر سے نکالا جا سکتا ہے۔ یہاں سترہ مقامات پر لوہے کے دس ارب ٹن سے زیادہ کے ذخائر موجود ہیں۔ تانبے کے ذخائر بھی دنیا بھر کے مقابلے میں یہاں سب سے زیادہ ہیں۔" (۱۲)

اس کے باوجود اسلامی ممالک پس ماندہ اور معاشی محکومی کا شکار کیوں ہیں؟ معاشی بدحالی دنیائے اسلام نے خود اپنا مقدر بنا رکھا ہے اور پس ماندگی اپنے کندھوں پر سوار کر رکھی ہے۔ اُس کا اندازہ اس سے بخوبی ہوتا ہے کہ عرب ممالک کے تقریباً ۸۰۰ بلین ڈالر اور پاکستان کے تقریباً ۱۰۵ بلین ڈالر کی رقوم اور مختلف نوعیت کے اثاثے مغربی ممالک میں موجود ہیں۔ دوسری وجہ سائنس اور ٹیکنالوجی کے مختلف شعبوں میں اکسٹھ اسلامی ممالک کی مجموعی افرادی قوت ۸۰ لاکھ ہے جو اس شعبے میں مصروف کار عالمی آبادی کا صرف ۴ فیصد ہے۔ ریسرچ اینڈ ڈیولپمنٹ کے میدان میں اسلامی ممالک کا حصہ عالمی افرادی قوت کے ایک فیصد سے بھی کم ہے۔ ۱۹۵۵ء میں پاکستان صرف چار کروڑ ڈالر کا مقروض تھا' آج چار ہزار کروڑ ڈالر کی معاشی محکومی کا شکار ہے۔ بہت سے اسلامی ممالک غربت و افلاس کی علامت بن کر رہ گئے ہیں۔ افلاس کفر کا سبب بنتا ہے اور افرادی قوت کیلئے زہر ثابت ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی دنیا کے عوام کی تعمیری سوچ سلب ہو رہی ہے۔

ایماں مجھے روکے ہے تو کھینچے ہے مجھے کفر
کعبہ میرے پیچھے ہے کلیسا میرے آگے

اقبالؔ

اسلامی دنیا کے چھے (۶) ممالک بحرین' کویت' برونائی' متحدہ عرب امارات' قطر اور ملائیشیا کی مالی حالت تسلی بخش ہے مگر یہ ممالک بھی یہود و نصاریٰ کی سرگرمیوں کا مرکز بنے ہوئے ہیں اور وہ ان کی اقتصادی خوش حالی کو دیمک کی طرح اندر ہی اندر چاٹ رہے ہیں۔

جنوبی ایشیا اور افریقہ کی بعض مسلم ریاستیں زرعی لحاظ سے اس قدر زرخیز ہیں کہ بعض زرعی پیداوار میں اُنہیں اجارہ داری حاصل ہے۔ لیکن اس کے باوجود دنیائے اسلام کے کئی ممالک فاقوں کا شکار رہتے ہیں۔ "ایتھوپیا جیسا ملک جس کی وجہ شہرت قحط اور بھوک ہے اور یہاں ۴۸ فی صد بچے عدم غذائیت کا شکار ہیں۔"

پاکستان زرعی ملک ہونے کے باوجود زراعت میں خود کفیل نہیں ہے۔ اس کی پس ماندگی کا سبب زمین کا جاگیرداروں کے نرغے میں ہونا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ملکی سرمایہ کے دو ارب ڈالر ہر سال زرعی اجناس کی درآمد پر خرچ ہو جاتے ہیں۔ "جنرل ایوب کے دور میں جاگیرداروں' سیاست دانوں اور افسر شاہی کو ایک اندازے کے مطابق ۵۰ ہزار ایکڑ اراضی الاٹ کی گئی اور جنرل ضیاء الحق کے دور میں صرف پنجاب میں ۶۱۵۰ فوجی افسروں کو ۱۴۴۸۰۲۸ ایکڑ اراضی دی گئی۔" (۱۳)

کسی ملک کی صنعتیں ملکی معیشت میں ریڑھ کی ہڈی سمجھی جاتی ہیں۔ زراعت اور صنعتیں بے روزگاری کو کنٹرول کرتی ہیں اور معاشی خوش حالی کا سبب بنتی ہیں۔ مگر بدقسمتی سے زراعت کی طرح صنعت و حرفت بھی عدم توجہی کا شکار ہے۔ جس طرح جاگیردار

زراعت کے لئے سیم وتھور ثابت ہو رہے ہیں' اسی طرح صنعت کار صنعتوں کے فروغ میں سدِ راہ بنے ہوئے ہیں۔ بڑی طاقتیں اسلامی ممالک میں صنعتیں لگانے کی حوصلہ افزائی اس لئے نہیں کرتیں کہ اس طرح ان کی مصنوعات کی منڈیوں کا ہاتھ سے نکل جانے اور معاشی طور پر ان ممالک کے آزاد ہو جانے کا خطرہ لاحق ہوتا ہے۔

دنیائے اسلام کے مسلم ممالک مجموعی طور پر ۶۷ ارب ۹ سو ۵۰ ملین ڈالر دفاع پر خرچ کرتے ہیں۔ اکسٹھ (۶۱) مسلم ممالک کے پاس مجموعی طور پر ۶۶ لاکھ ۶۷ ہزار ۵ سو ۶۰ تربیت یافتہ اسلحے سے لیس سپاہی موجود ہیں۔ (۱۴) لیکن اتنی بڑی طاقت کے باوجود دشمن کسی اسلامی ملک کو نشانہ بنانے میں خم نہیں کھاتا۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ترقی پذیر ممالک اپنے دفاعی بجٹ کا زیادہ حصہ ترقی یافتہ ممالک سے اسلحہ خریدنے پر خرچ کر دیتے ہیں۔ اس طرح اکثر اسلامی ممالک غیر مسلم مغربی ممالک کے دست نگر اور مرہون منت رہتے ہیں۔ اسلامی ممالک میں اتحاد و تنظیم کا بھی فقدان ہے۔ ایسا کوئی ادارہ نہیں جو مسلمانوں کی دفاعی قوت کو متحد کر کے غیر مسلموں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ترکی بہ ترکی جواب دے سکے۔ یہی وجہ ہے کہ غیر مسلم اسلامی ممالک کو تر نوالہ سمجھتے ہیں۔ ''بہانے بہانے سے اپنی زمین' اپنے وطن میں تنگ کر دی جائے جیسے کشمیر' افغانستان' فلسطین' چیچنیا اور بوسنیا کے مسلمانوں پر یہود و ہنود اور امریکہ و روس نے اُن کی اپنی ہی زمین ان پر تنگ کر دی ہے۔'' (۱۵)

اسلامی ممالک کی تجارت بھی دیگر شعبوں کی طرح ناگفتہ بہ ہے۔ دنیا کے دو سو ممالک میں اکسٹھ اسلامی ممالک کی تجارت کا حجم دس فیصد ہے۔ تجارت کے دس فیصد سے نہ بڑھنے کا ایک سبب مسلم ممالک کی مشترکہ منڈی کا نہ ہونا ہے اور دوسرا سبب ترقی پذیر ممالک میں صنعتوں کی عدم موجودگی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلم ممالک خام مال کو برآمد کرتے ہیں اور زرمبادلہ میں دفاع کا سامان اور تعیش کی مصنوعات درآمد کرتے ہیں۔

اسلامی ممالک کو مشترکہ تجارتی کارپوریشن قائم کرنی چاہیئے جو اسلامی ممالک کا سروے کر کے خام مال کی پیداوار کے پیش نظر سرمایہ کاری کر کے صنعتیں لگائے اور مصنوعات کو مشترکہ منڈی تک پہنچا کر اسلامی ممالک کی ضروریات کو پورا کرے۔ بظاہر یہ قدم بارگراں دکھائی دیتا ہے مگر امت مسلمہ کی ساکھ اور اتحاد معنوی کا راز اسی میں ہے۔

اسلامی تہذیب کا غلبہ و استیلا علم وفن کا مرہون منت ہے۔ اسلام علم کو اساسِ حیات قرار دیتا ہے اور تعلیم کو فرد کی بنیادی ضرورتوں میں شمار کرتا ہے۔ ''مسلمانوں نے بعد کے زمانے میں جو علمی ترقیاں کیں اور جس کے باعث وہ ساری دنیا کے معلّم بنے اور ساری دنیا کے لوگ عرب کتب پڑھ کے جدید ترین تحقیقات سے آگاہ ہوئے' اس کی اساس ظاہر ہے عہد نبوی ﷺ کی تیار کردہ بنیاد ہی ہو سکتی ہے۔'' (۱۶) بقول اقبالؒ

حکومت کا تو کیا رونا کہ وہ اک عارضی شے تھی
نہیں دنیا کے آئینِ مسلّم سے کوئی چارا
مگر وہ علم کے موتی' کتابیں اپنے آبا کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارا

مغرب تحصیل علم کولازمہ حیات سمجھتا ہے۔مغرب نے تہذیب وتمدن کے چراغ علم سے روشن کئے ہیں اور یہی ان کی قوت و شوکت کا راز ہے۔یورپی تہذیب کا غلبہ واستیلا علم وفن کا مرہون منت ہے۔''۱۸۹۹ء میں جب ہم مغربی اقوام کو کوسنے دینے اور ایک دوسرے پر کفر کے فتووں کی بارش کرنے میں مصروف تھے......اس وقت تک مغرب کی غیر مسلم اقوام نے دریافت' اختراعات اور ایجادات کے عمل میں بے پناہ کام کرڈالا تھا اور نت نئی چیزوں کی اس قدر بھرمار ہو چکی تھی کہ امریکہ میں ایجادات کرانے والے ادارے کے چیئرمین نے اپنی حکومت کو تحریر کیا کہ اب مزید ایجاد کی ضرورت نہیں لہٰذا یہ محکمہ بند کر دینا چاہیئے۔''(۱۷)

دنیائے اسلام کا اپنے پاؤں پر کھڑا نہ ہونے کی ایک وجہ علم وتحقیق سے غفلت برتنا ہے۔ترقی یافتہ ممالک میں محدود چند علم و تحقیق میں اہل ہنر پیدا ہوتے ہیں۔ترقی یافتہ ممالک بھارے معاوضے کے عوض انہیں اپنے ملکوں میں لے لیتے ہیں اور جو حبُ الوطنی کے پیش نظر اپنے ملک ہی میں رہنے کے خواہش مند ہوتے ہیں' ان پر کڑی نظر رکھتے ہیں۔ایسے بہت سے ہنرمند علمی وتحقیقی کام کے لئے سرمایہ نہ ہونے اور حوصلہ افزائی نہ ہونے کے باعث اپنی موت آپ مرجاتے ہیں۔

معاشرتی اقدار اور عمدہ اخلاق اسلامی تہذیب کا طرہ امتیاز رہا ہے۔دین اسلام کی امتیازی شان یہ تھی کہ اس نے تمام مسلمانوں میں رشتہ اخوت قائم کر دیا تھا۔اسود اور احمر' عربی اور عجمی' امیر اور غریب' محکوم اور آقا غرض کہ تمام معاشرتی پابندیوں' ظاہری اور مصنوعی امتیازات وتفرقات ختم کر کے تمام کلمہ گوؤں کو بھائی بھائی بنا دیا تھا۔چنانچہ تمام مسلمان خواہ عرب کے ہوں یا افریقہ کے' شمال کے رہنے والوں ہوں یا جنوب کے' مغرب میں بستے ہوں یا مشرق کے باسی ہوں۔کالے ہوں یا گورے' دین اسلام کی بدولت مواخات کے رشتے میں منسلک ہو کر ایک دوسرے کے بھائی بن گئے تھے۔آج نوبت ایں جا رسید، اخلاق واطوار اور سیرت وکردار کی پستی کا یہ عالم ہے کہ نہ چھوٹے بڑوں کی اطاعت وفرماں برداری کرتے ہیں اور نہ بڑے چھوٹوں کے ساتھ شفقت ومہربانی سے پیش آتے ہیں۔عزیز رشتہ داروں میں آپس میں کچھ محبت ہے' مروت اور لحاظ ہے اور نہ دوستوں میں وفا کی خُو ہے۔بھائی بھائی کے خون کا پیاسا ہے۔یہی وجہ ہے کہ دنیائے اسلام کی ہوا اکھڑتی جا رہی ہے۔آج امت مسلمہ پر جو کڑا وقت آیا ہے۔اس میں غیروں کی ریشہ دوانیوں کے ساتھ ساتھ اپنی کوتاہیوں' غلطیوں' خامیوں' حماقتوں اور کمزوریوں کا بھی بہت بڑا ہاتھ ہے۔

فطرت افراد سے اغماض کر لیتی ہے
لیکن کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف

اقبالؒ

مقالے کے پہلے حصے میں ان محرکات کا اجمالاً ذکر کیا گیا ہے جن سے عالمی نظام تشکیلِ نو پا رہا ہے۔دوسرے حصے میں تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں ان خطوط کی نشاندہی کی جائے گی جن پر عمل پیرا ہو کر نئے عالمی نظام کی تشکیل میں امت مسلمہ اپنی ذمہ داریاں باحسن طریق سے پوری کر سکتی ہے۔

یورپ کا ایک معروف مفکر برٹرنڈرسل اپنی کتاب ?HAS MAN A FUTURE کیا انسان کا کوئی مستقبل ہے۔'' مغربی تہذیب اور مغربی اقوام کے طرزِ عمل کے حوالے سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ انسان کا کوئی مستقبل نہیں ہے۔انسانیت جب رنگ'

علاقے، قبیلے، نسل اور قومیت کے حصار میں گرفتار ہو جاتی ہے اور یہ مرض وبائی صورت اس وقت اختیار کرتا ہے جب کسی قوم کے ہاتھ میں طاقت آ جاتی ہے تو وہ آفاقی اقدار روایات اور افکار و نظریات سے اپنا رشتہ مکمل طور پر کاٹ لیتی ہے۔

انسانیت کو نقصان پہنچانے والی دوسری وجہ انا پرستی ہے۔ انا پرستی، خود غرضی اور خودسری کی راہ دکھاتی ہے۔ ایک انا پرست حکمران کے ہاتھ میں جب ایک مادہ پرست قوم کی باگ دوڑ آ جاتی ہے تو وہ طاقت کے نشے میں سرمست ہو کر پاگل ہاتھی کی طرح دوسری اقوام کو روندتا چلا جاتا ہے۔

تعصب بُری بلا ہے۔ تعصب انسان کو اندھا کر دیتا ہے۔ ایک متعصب حکمران کے ہاتھ میں جب ایک طاقتور قوم کی زمامِ حکومت آ جاتی ہے تو وہ دیگر اقوام کو روندنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔

مغربی تہذیب کے متعلق پروفیسر خورشید احمد امریکی صدر نکسن کی کتاب BEYOND PEACE کے حوالے سے لکھتے ہیں۔ ''ہمارے شہروں کو گھن لگا ہوا ہے اور اس کی سرانڈ ہمارے روحانی، اخلاقی اور تہذیبی عادات و اطوار میں رچ بس چکی ہے۔ جس سے غربت، جرائم اور دیگر عوامی سہولتوں کے ناجائز استعمال جیسے عوارض نے جنم لیا ہے۔'' (۱۸)

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہو گا

اقبالؒ

آگے بڑھنے سے قبل مغربی تہذیب کی چند جھلکیاں نقل کی جاتی ہیں۔ دوسری جنگِ عظیم کے دوران ۱۹۴۵ء میں امریکہ و جاپان کی جنگ میں امریکہ نے دو چھوٹے بم ہیروشیما اور ناگاساکی پر پھینکے جس کے نتیجے میں ایک لاکھ دس ہزار سے زائد افراد لقمہ اجل بنے اور ہزاروں مضر اثرات کا شکار ہوئے۔'' (۱۹) جنگِ عظیم اوّل میں ۳۷ لاکھ ۳۸ ہزار افراد مارے گئے اور جنگِ عظیم دوم میں ۴ کروڑ افراد لقمہ اجل بنے۔ افغانستان کی اینٹ سے اینٹ بجانے اور عراق پر مسلسل بمباری اور پابندیوں کے نتیجے میں ۹ لاکھ سے زائد بچے خوراک اور ادویات کی عدم فراہمی سے لقمہ اجل بن چکے ہیں۔ (۲۰)

ترقی پسند مغربی ممالک میں تہذیب سسک رہی ہے۔ ان ملکوں میں اقلیتیں زبوں حالی کا شکار ہیں اور کسمپرسی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔ امریکہ میں اس وقت سترہ لاکھ سے زیادہ افراد قید خانوں اور جیلوں میں بند ہیں۔ ان میں سے ساٹھ فی صد کا تعلق نسلی اقلیتوں سے ہے اور آدھے سے زیادہ سیاہ فام ہیں۔ (۲۲) ایک تحقیق سے پتا چلا کہ امریکہ میں سفید فام کی نسبت سیاہ فام کو سزائے موت کے امکانات پندرہ فیصد زیادہ ہیں۔ نسلی، علاقائی اور معاشی حیثیت اس بات کا تعین کرتی ہے کہ کون سزائے موت پائے گا اور کون نہیں۔ (۲۳)

مغربی سفاکیوں کی فہرست بڑی طویل ہے۔ یہاں صرف چند واقعات مشتے از خروارے دیئے گئے ہیں۔ ان حالات و واقعات کو دیکھ کر برٹرنڈ رسل کا کہنا کہ انسان کا کوئی مستقبل نہیں، درست معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اگر آج وہ زندہ ہوتا تو میں اُسے بتاتا کہ انسان کا مستقبل حقیقتِ اصلیہ کے آخری پیغام قرآن مجید اور آخری پیامبر حضرت محمد ﷺ کے اسوہ حسنہ میں ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے۔

یـا اهل الکتٰب قد جآء کم رسولنا یبیّن لکم کثیراً مّمّا کنتم تخفون من الکتٰب و یعفوا عن کثیر ۵ قد جآء کم من اللّٰہ نورٌ وّ کتٰب مبین ۵ (۲۴)

اے اہل کتاب! ہمارا رسول تمہارے پاس آ گیا ہے جو کتاب الٰہی کی بہت سی اُن باتوں کو تمہارے سامنے کھول رہا ہے جن پر تم پردہ ڈالا کرتے تھے اور بہت سی باتوں سے درگزر بھی کر جاتا ہے۔ تمہارے پاس اللہ کی طرف سے روشنی اور کتاب مبین آ گئی ہے۔ یہ اللہ کا عطا کردہ نور اور کتاب مبین قیامت تک انسانیت کے لئے مشعل راہ رہے گا۔ آپ ﷺ نے نور ہدایت کی جو شمع روشن کی ہے۔ طاغوتی طاقتیں اُس شمع کو گُل کرنے کے درپہ رہی ہیں لیکن اس شمع کے فروغ کی ذمہ داری خود رب العزت نے لے رکھی ہے۔ اس لئے یہ قیامت تک فروزاں رہے گی۔

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

مولانا ظفر علی خانؒ

اسوہ حسنہ اور تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں امت مسلمہ درج ذیل نکات کو مدِ نظر رکھ کر عالمی نظام کی تشکیل نو میں اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔

۱۔ ریاستِ مدینہ کا قیام	۲۔ خلفائے راشدین کا دور	۳۔ مسلم ریاست کی اصلاح کی اجتہادی کوشش
۴۔ خلافت کی تجدید	۵۔ اسلامی سربراہی تنظیم کا استحکام	۶۔ ملّت کی متحدہ تنظیم
۷۔ اسلامی بنکوں کا اجراء	۸۔ اسلامی ممالک کی مشترکہ کرنسی	۹۔ اسلامی فوج کی تنظیم
۱۰۔ مشترکہ تجارتی منڈی	۱۱۔ اقتصادی تعاون کی تنظیم میں وسعت	

۱۔ ریاست مدینہ کا قیام

ریاست مدینہ کا قیام جن حالات میں عمل میں آیا تھا' وہ سربراہ ریاست کے لئے بڑا صبر آزما تھا۔ مسلمانوں کو مکہ سے جس بے سروسامانی اور ظلم و تعدّی سے نکالا گیا تھا۔ فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ نے جس رحمت و رافت' صبر و ضبط' عفو و درگزر' برداشت ، رواداری اور تحمل ، بردباری کا مظاہرہ فرمایا وہ رہتی دنیا تک مثال رہے گا۔ ''فتح مکہ کے موقع پر یہ بات ان کے حق میں جائے گی کہ اس وقت جب کہ اہل مکہ کے ماضی کے انتہائی ظالمانہ سلوک پر انہیں جتنا بھی طیش آتا کم تھا۔ ان کی انتقام کی آگ بھڑکانے کے لئے کافی تھا مگر آپؐ نے اپنے لشکر و سپاہ کو ہر قسم کے خون خرابے سے روکا۔ محمد ﷺ کی فتح درحقیقت دنیا کی فتح تھی' سیاست کی فتح تھی' انہوں نے ذاتی مفاد کی ہر علامت کو مٹا ڈالا اور ظالمانہ نظامِ سلطنت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔ (۲۵)

رسالت مآب صلے اللہ علیہ والہ وسلم کی وفات کے وقت اسلامی سلطنت کا رقبہ تیس لاکھ مربع کلومیٹر بن چکا تھا۔ سلطنت کی یہ

توسیع کچھ تو پُرامن ذرائع سے ہوئی اور کچھ جنگوں کے نتیجے میں۔ آں حضرت ﷺ کے غزوات وسرایا کے متعلق دیگر تفصیلات کے علاوہ مقتولین اور شہداء کے اعداد و شمار بھی ہمارے سامنے ہیں۔ (۲۶) ''غزوات میں مسلمان شہداء اور کفار مقتولین کی تعداد سیرت نگاروں کے مطابق ۲ ہزار سے ۳ ہزار کے درمیان بنتی ہے۔''

آپ ﷺ نے اسلامی سلطنت کی بنیاد احترام آدمیت اور وحدتِ انسانیت پر رکھی۔ آپ کا احترام آدمیت اور وحدتِ انسانیت جو رنگ و نسل، لسانیت اور وطنیت کے تمام تعصبات کو ختم کر کے بھائی چارے کی مشترکہ اساس فراہم کرتا ہے۔ ساری خدائی ایک کنبہ ہے اور کنگھی کے دندانوں کی طرح ایک دوسرے سے پیوستہ ہے۔ انسان کی ابتدا آدمؑ سے ہوئی۔ تمام انسان حضرت آدمؑ کی اولاد ہیں اور انہیں مٹی سے بنایا گیا تھا۔ خاندانوں اور قبیلوں کی حد بندیاں اس لئے قائم کی گئی ہیں کہ تعارف میں آسانی رہے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: ''کسی عربی کو عجمی پر، کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی فوقیت نہیں۔ اسی طرح سرخ وسفید رنگ والے کو کسی سیاہ فام پر اور کسی سیاہ فام کو سرخ وسفید رنگ والے پر کوئی فوقیت نہیں۔'' (۲۷)

آپ ﷺ نے اللہ کے حکم سے سود کے نظام کو حرام اور زکوٰۃ کے نظام کا نفاذ کیا۔ (۲۸) زکوٰۃ اغنیا سے وصول کی جائے اور فقرا پر خرچ کی جائے گی۔ (۲۹) جو کسی مردہ زمین (بنجر اراضی) کو زندہ (آباد) کرے گا وہ اس کی ہے۔ (۳۰) رزق زمین کی وسعتوں میں تلاش کرو۔ (۳۱) تجارت کے ذریعے معیشت کو ترقی دو۔ آپؐ نے تجارت میں خصوصی دل چسپی فرمائی۔ حدیث کی کتب میں ''کتاب البیوع'' اسی پر شاہد ہے۔ اسلامی اصولوں کے مطابق تجارت کرنے کو عبادت قرار دیا اور خود بھی تجارت فرما کر اس پیشے کو شرف بخشا۔ (۳۲) آپؐ نے بیع کو انسانی زندگی کے لئے انتہائی ضروری اور ربا کو انسانی معاشرے کے لئے ناسور قرار دیا۔

آپ ﷺ کا نظام ریاست مکمل طور پر وحی کے تابع تھا۔ اس کے باوجود نظامِ حکومت چلانے کے لئے ''وشاورھم فی الامر'' کا حکم ہوا۔ (۳۳) مسلمانوں کا طرزِ حکومت شورائی ہے۔ تاہم اراکین شوریٰ کے لئے اجتہاد کے باب میں عائد کی جانے والی کڑی شرائط پر پورا اترنا ضروری ہے تاکہ قانون سازی اسلام کے مروجہ اصولوں اور متفقہ قوانین سے متصادم نہ ہو۔

اسلامی ریاست کا دفاع سربراہ ریاست کی بنیادی ذمہ داریوں میں سب سے اہم ذمہ داری ہے۔ اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لئے مناسب فوج اور ضروری ساز و سامان کی ضرورت ہوتی ہے۔ یاایّھا الذین امنوا خذوا حذر کم۔ (۳۴) کے حکم کے تحت آپؐ نے حربی مشقوں اور جدید آلاتِ حرب مثلاً دبابہ، منجنیق اور حسق وغیرہ کا استعمال فرمایا۔

کفر کی بنیاد پر حکومت کا قائم رہنا ممکن ہے مگر عدل وانصاف سے عاری ریاست زیادہ دیر تک قائم نہیں رہ سکتی۔ آپؐ نے اسلامی ریاست میں مسلم، غیر مسلم، امیر، غریب، ادنیٰ، اعلیٰ، مرد، عورت اور عربی، عجمی سب کے لئے یکساں عدالتی نظام قائم کیا۔ انصاف کے بارے میں آپ کا ارشاد ہے کہ اگر میری بیٹی بھی چوری کرے گی تو وہ بھی نہیں بخشی جائے گی۔ (۳۵)

آپ ﷺ کی خارجہ حکمت عملی میں میثاق مدینہ ۶۲۳ء، معاہدہ نجران ۶۲۴ء اور صلح حدیبیہ ۶۲۸ء بڑے اہم ہیں۔ میثاق مدینہ ۱ھ میں ہجرت کے پہلے سال ہی مدینہ کی جملہ اقوام بالخصوص یہود سے ایک تحریری معاہدہ بین الاقوامی اصولوں پر طے کیا تاکہ نسل و مذہب کا اختلاف نہ ہو اور قومی وحدت تشکیل پائے۔ بعد ازاں صحیفہ مدینہ یا میثاق مدینہ میں قبیلہ بنوضمرہ بن بکر بن عبد مناف و بنو مدلج

اور دیگر کئی قبائل کو بھی اس میں شریک کرلیا۔ یہ تحریری معاہدہ آپ کی سیاسی بصیرت اور حکمت وتدبّر کا منہ بولتا ثبوت ہے۔اس سے مملکت مدینہ کو دفاعی لحاظ سے بالواسطہ طور پر بہت تقویت حاصل ہوئی۔(۳۶) یہ تاریخ عالم کا پہلا تحریری معاہدہ ہے۔(۳۷)

۶۲۴ء میں نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے اس وفد کو مسجد نبویؐ میں ٹھہرایا اور وہاں اپنے مذہب کے مطابق عبادت کرنے کی اجازت بھی دی۔ طویل گفت وشنید کے بعد یہ طے پایا کہ اہل نجران کے تمام باشندوں کو جانی' مذہبی اور معاشی آزادی ہوگی اور نہ ان کے کسی اسقف کو ان کے عہدوں سے ہٹایا جائے گا اور نہ کسی راہب کو ان کے راہب خانوں CONVENTS سے اٹھایا جائے گا۔(۳۸)

۶۲۸ء میں صلح حدیبیہ آپ ﷺ کی حکمت وتدبّر' سیاسی بصیرت' دانائی' دوررسی اور معاملہ فہمی کا ایک اور شاہکار ہے۔ یہ معاہدہ آپؐ اور قریش مکہ کے مابین ہوا۔ اس معاہدے کی بدولت قریش نے مسلمانوں کو اپنا مدِ مقابل تسلیم کرلیا اور چند ہی سالوں میں برملا اعترافِ شکست کرلیا۔ یہ معاہدہ فتح مکہ کا دیباچہ ثابت ہوا اور فتح مبین قرار پایا۔(۳۹)

ولایت' پادشاہی' علمِ اشیا کی جہانگیری
یہ سب کیا ہیں؟ فقط اک نقطہء ایماں کی تفسیریں

اقبالؒ

۲۔ خلفائے راشدین کا دور

آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ میں نے دو چیزیں چھوڑی ہیں جب تک ان کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے گمراہ نہ ہو گے' وہ کتاب اللہ اور میری سنت ہے۔ اللہ کی کتاب اور سنت پر عمل پیرا ہو کر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم انسانیت کے اعلیٰ مقام پر پہنچے۔ ''وہ جو انسانیت کی حقیقت کو فراموش کر بیٹھے تھے اب خود اصحابي كـالنجوم بايّهم اقتديتم اهتديتم ثابت ہوئے۔ وہ جو ہدایت سے راہ ورہنما گم کردہ تھے' اب خود خضرِ راہ بنے۔''(۴۰)

۶۴۷ء تک اسلام مغرب میں شمالی افریقہ سے گزر کر اسپین تک' مشرق میں ترکستان سے گزر کر چین تک' جنوب میں خراسان سے گزر کر بمبئی تک' شمال میں آرمینیا تک غالب آچکا تھا۔ بقول ڈاکٹر محمد حمید اللہ یہ وہ ریاست تھی جس میں انسانیت کی فرمانروائی تھی جس میں ہر حاجت مند کو خوراک' لباس' علاج معالجہ اور تعلیم کی سہولت حکومت اپنے وسائل سے مہیا کرتی تھی۔ بچے کی پیدائش سے ہی اُس کا وظیفہ مقرر کردیا جاتا تھا۔ ریاست میں حکومت اور رعایا کے مابین کوئی امتیاز نہیں برتا جاتا تھا۔

آپ ﷺ نے خلفائے راشدین کو منصب خلافت کے لئے خصوصی تعلیم وتربیت فرمائی اور ان بزرگوں کو منصب خلافت کے لئے لائق اور مستحق پایا۔ ''حضرت ابوبکر صدیقؓ کو متعدد مواقع پر آپؐ نے اپنی جگہ امام بنایا اور امیر الحج مقرر فرمایا۔ حضرت عمرؓ کو بعض غزوات کا امیر بنایا اور صدقاتِ مدینہ کا عامل مقرر فرمایا۔ حضرت عثمانؓ کو صلح حدیبیہ کے وقت سفیر مقرر فرمایا اور حضرت علیؓ کو یمن کا قاضی مقرر کر کے بھیجا۔ میری امت میں سب سے زیادہ رحم دل ابوبکرؓ خدا کے بارے میں سب سے زیادہ بولنے والا عمر فاروقؓ سب سے زیادہ حیادار انسان عثمانؓ اور سب سے بڑے قاضی علیؓ بن ابی طالب ہیں۔''(۴۱)

چراغ و مسجد و محراب و منبر
ابوبکرؓ و عمرؓ ، عثمانؓ و حیدرؓ

(۴۲)

۳۔ مسلم ریاست کی اصلاح کی اجتہادی کوشش

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ بارِ خلافت سر پر آتے ہی مضطرب اور پریشان دکھائی دینے لگے۔ آپ کی بیوی فاطمہ بنت عبدالملک نے سبب پوچھا؟ فرمایا اس سے بڑھ کر میرے لئے کیا تشویش ہوگی کہ مشرق و مغرب میں امتِ محمدیہ کا کوئی فرد ایسا نہیں ہے جو اس وقت مجھ سے حق طلب نہیں کر رہا۔ خواہ اس نے مجھے لکھا ہے یا نہیں اور زبانی طلب کیا ہے یا نہیں۔ (۴۳)

حضرت عمر ثانیؒ نے سب سے پہلے سرمایہ داری اور جاگیرداری کے زہریلے ناگ کو قابو کیا جو اسلامی نظام کو ڈس رہا تھا۔ آپ نے دمشق کی جامع مسجد میں خطبہ دیا اور اپنی جاگیروں کی اسناد منگوا کر عوام کے سامنے چاک کر دیں اور صوبائی حکام کو احکام دیئے کہ تمام غصب شدہ جائدادیں اصل مالکوں کو لوٹا دی جائیں۔" آپ کی اہلیہ فاطمہ بنت عبدالملک کو باپ کی طرف سے ایک بیش قیمت ہار جہیز میں ملا تھا، عمر بن عبدالعزیزؒ نے بیوی سے کہا! اسے بیت المال میں بھیج دو یا مجھے چھوڑنے پر تیار ہو جاؤ۔ اطاعت شعار بیوی نے اسی وقت اس حکم کی تعمیل کر دی۔" (۴۴)

۴۔ خلافت کی تجدید

- دنیائے اسلام کو ایک مرکز کی ضرورت ہے۔ پہلی جنگ عظیم کے نتیجے میں ترکی خلافت سے ہاتھ دھو بیٹھا اور دنیائے عرب کئی مملکتوں میں بٹ گئی۔ دوسری جنگ عظیم میں اسرائیلی حکومت کا قیام ممکن بنا کر مشرق وسطیٰ کی عرب ریاستوں پر مسلط کر دیا گیا۔ (۴۵) نظام خلافت کے ذریعے ہی مسلمانوں کو بیدار اور متحد کیا جا سکتا ہے۔ (۴۶) اسلام کی تعلیمات کی رو سے خلافت کا منصب تمام مسلمانوں کو بحیثیت مجموعی حاصل ہے۔ ریاست کی قانون سازی اسلامی اصولوں کے مطابق کی جائے گی اور اسلامی ریاست کے غیر مسلموں کو ذمیوں کے حقوق حاصل ہوں گے۔ (۴۷) خلافت راشدہ کی طرز پر خلافت کا قیام کر کے دنیائے اسلام کو ایک مرکز کے تحت متحد کرنا اور اُسے دشمن کے مقابلے میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار بنانا ناگزیر ہو گیا ہے۔

۵۔ اسلامی سربراہی تنظیم کا استحکام

اسلامی سربراہی تنظیم (O.I.C) کو فعال بنا کر اس ستاون اسلامی ممالک کی تنظیم کو خلافت کا قائم مقام بنایا جا سکتا ہے۔ اسلامی سربراہی تنظیم کی سربراہی سعودی عرب کو مستقل تفویض کر کے اور سعودی عرب کے سربراہ کو خلیفۃ المسلمین قرار دے کر دنیائے اسلام کو اس کی قیادت اور سیادت تسلیم کرنی چاہیئے۔ (۴۸) اسلامی سربراہی تنظیم اور ملل اسلامیہ کی متحدہ تنظیم کے جنرل سیکرٹری کو خلیفۃ المسلمین کے سامنے جواب دہی کا پابند بنایا جائے۔

۶۔ ملت کی متحدہ تنظیم

اقوام متحدہ کی طرز پر اکٹھ اسلامی ممالک کی تنظیم قائم کی جائے۔ دنیائے اسلام اس تنظیم کے ذریعے اقوامِ متحدہ کی ریشہ دوانیوں اور مغربی دنیا کی طرف جھکاؤ کا مقابلہ کرے۔ اگر اسلامی سربراہی تنظیم میں ہی اس ادارے کو قائم کرلیا جائے تو دنیائے اسلام کے اکٹھ ممالک کو ایک متحدہ پلیٹ فارم مل سکتا ہے۔ ''نیل کے ساحل سے لے کرتا بہ خاکِ کاشغر'' مسلمانوں کو ایک دیکھنے کی خواہش رکھنے والی امت کے نباض علامہ اقبال نے بھی حقائق کی روشنی میں مسلمان اقوام کی ایک دولت مشترکہ کے قیام کی بات کی تھی۔''(۴۹)

۷۔ اسلامی بنکوں کا اجراء

یہود بنکاری کے نظام کے ذریعے ہی دنیا کی معیشت کو قابو میں رکھے ہوئے ہے۔ اس وقت عرب ممالک کے تقریباً ۸۰۰ بلین ڈالر اور پاکستان کے ۱۰۵ بلین ڈالر کی رقوم اور مختلف نوعیت کے اثاثے مغربی ممالک میں موجود ہیں۔ اسلامی بنکوں کے اجرا سے مسلم ممالک کی معیشت بھی مضبوط ہوگی اور بلا سود نظام بنکاری کو بھی فروغ ملے گا۔(۵۰)

۸۔ اسلامی ممالک کی مشترکہ کرنسی

دنیائے اسلام کے ممالک کی جغرافیائی قربت کو مدنظر رکھ کر چند گروپ بنا دیئے جائیں اور ان کی مغربی ممالک کی طرز پر مشترکہ کرنسی کا اجراء کیا جائے۔

۹۔ اسلامی فوج کی تنظیم

اسلامی دنیا کے پاس اس وقت ۶۶ لاکھ سے زائد تربیت یافتہ فوج موجود ہے۔ اسلامی ممالک کی افواج کو اسلامی لشکر قرار دے کر دنیائے اسلام کے متمول ممالک دفاعی اخراجات برداشت کریں۔

۱۰۔ مشترکہ تجارتی منڈی

دنیائے اسلام مشترکہ تجارتی منڈی کا قیام عمل میں لا کر دنیائے اسلام کے وسائل کو محفوظ کرے اور ایک دوسرے کی تعمیر و ترقی میں ہاتھ بٹائے۔

۱۱۔ اقتصادی تعاون کی تنظیم میں وسعت

ایکو (E.C.O) ایک علاقائی تنظیم کے روپ میں ۱۹۸۵ء میں تشکیل پائی۔ ابتدا میں ترکی، ایران اور پاکستان پر مشتمل تھی۔ نومبر ۱۹۹۲ء میں سات مزید مسلم ریاستوں کو ایکو کی رکنیت مل گئی۔ آج یہ تنظیم دس ریاستوں پر مشتمل ہے۔ ابتدا میں اس ادارے کا نام آر سی ڈی (RCD) یعنی اقتصادی تعاون برائے ترقی رکھا گیا۔ اس سے پہلے تینوں ممالک نے دفاعی مقاصد کے لئے سینٹو (CENTO) نامی دفاعی معاہدہ کیا ہوا تھا۔

۱۹۷۹ء میں ایران میں اسلامی انقلاب آیا تو آر سی ڈی کو ختم کر دیا گیا اور بعد از اں ۱۹۸۵ء میں تینوں ممالک نے اقتصادی

اور دیگر شعبوں کو ترقی دینے کے لئے ایکو قائم کی۔ ایکو میں اقتصادی‘ تجارتی‘ صنعتی اور زرعی تعاون کی کمیٹیاں قائم ہیں۔ مشترکہ تجارتی منڈی کی راہ ہموار کرنے کے لئے ۱۹۹۱ء میں مشترکہ سرمایہ کاری بنک کے قیام کا اصولی فیصلہ ہوا نیز ایران‘ ترکی اور پاکستان نے تجارتی مال پر ۱۰فی صد ڈیوٹی میں کمی کے ایک معاہدے پر دستخط ہوئے۔ اب وقت کا تقاضا ہے کہ اقتصادی تعاون کی تنظیم کو وسعت دے کر اکسٹھ اسلامی ممالک تک پھیلا دیا جائے تاکہ توانائی‘ تجارت‘ معدنیات اور صنعت سے متعلق تعاون کو فروغ دینے کے لئے مشترکہ لائحہ عمل اختیار کیا جا سکے۔

دنیائے اسلام کو ایک ایسے قائد کی ضرورت ہے جو حضرت محمد ﷺ کی سنت اور خلفائے راشدین کی اتباع سنت کی اتباع کرتے ہوئے امت مسلمہ کو متحد کر کے عالمی نظام کی نئی تشکیل میں اہم مقام دلا سکے۔

فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی
یا بندۂ صحرائی یا مردِ کہستانی!

اقبالؒ (۵۱)

حواشی وحوالہ جات

۱۔ مطالعہ تاریخ ص ۲۲۴۔ پروفیسر نذیر احمد تشنہ۔ مجید بک ڈپو لاہور۔ بار اول ۱۹۹۳ء۔

۲۔ CLASH OF CIVILIZATION ص ۱۴۷ • SAMOET.P.HUNTING

۳۔ انگریز کے باغی مسلمان ص ۳۳۱۔ جانباز مرزا۔ مکتبہ تبصرہ لاہور ۱۹۹۰ء۔

۴۔ تاریخ اسلام ص ۲۱۰۔ پروفیسر محمد عبداللہ ملک۔ قریشی برادرز پبلشرز لاہور ۱۹۹۹ء۔

۵۔ مسلم دنیائے عرب ص ۱۱۲۔ پروفیسر محمد عبداللہ ملک و پروفیسر نذیر احمد تشنہ‘ قریشی برادرز پبلشرز لاہور ۲۰۰۱ء۔

۶۔ مسلم دنیائے عرب ص ۱۱۴۔ پروفیسر محمد عبداللہ ملک و پروفیسر نذیر احمد تشنہ‘ قریشی برادرز پبلشرز لاہور ۲۰۰۱ء۔

۷۔ مسلم دنیائے عرب ص ۱۱۴۔ پروفیسر محمد عبداللہ ملک و پروفیسر نذیر احمد تشنہ‘ قریشی برادرز پبلشرز لاہور ۲۰۰۱ء۔

۸۔ U.S. no opinion about your disputes with your neighbours
اس سے صدام حسین نے سمجھا کہ امریکہ غیر جانب دار ہو گیا ہے۔ اس نے کویت پر حملہ کر دیا۔ بش سمجھتا تھا کہ عراق اور کویت ایک ملک بن کر صدام حسین کی صدارت میں ایک خطرناک طاقت ثابت ہو سکتے ہیں۔

۹۔ علامہ اقبالؒ چشم تصور میں خاکِ مدینہ و نجف کو خلافت کا مرکز بنتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ مغربی دنیا عراق اور حجاز کو طاقت سے محروم کرنے کی فکر میں ہیں۔ ’’سولھویں صدی عیسوی کے فرانسیسی عیسائی راہب ’ناسٹر ڈیمس‘ کی پیش گوئیوں کے مطابق یہی زمانہ انٹی کرائسٹ (ANTI CHRIST) کے ظہور کا ہے‘ جو عربوں میں سے ہوگا...... میں یہ سمجھتا ہوں کہ مسیحی دنیا اس وقت اس کا اطلاق صدام پر کر رہی ہوگی۔‘‘ ڈاکٹر اسرار احمد ماہنامہ میثاق ص ۱۱ ستمبر ۱۹۹۰ء۔

۱۰۔ لطف کی بات یہ ہے کہ امریکہ کو دنیائے اسلام کے حکمرانوں میں جب کوئی حاشیہ بردار مل جاتا ہے اور اُس کے اشاروں پر ناچنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے تو وہ جمہوریت کو بھول جاتا ہے۔ دوعملی اور دوغلی پالیسی جمہوریت کا خاصا ہے۔ امریکہ اپنے ان حواریوں سے اس وقت تک دوستی نبھاتا ہے جب تک وہ اپنے ملک کے خلاف امریکہ کی سیاست کے مُہرے بنے رہیں۔

۱۱۔ حکیم محمد سعیدؒ۔ اوصاف ’سنڈے میگزین ۲ جنوری ۲۰۰۲ء۔

۱۲۔ یہ ہے اسامہ بن لادن جس کی زیر زمین تلاش ہے۔

۱۳۔ سیاست کے فرعون ص ۵۶۔۱۰۳۔ وکیل انجم فیروز سنز لاہور‘ کراچی۔

۱۴۔ روحانی ڈائجسٹ ص ۳۰۔ دسمبر ۲۰۰۲ء۔ کراچی۔

۱۵۔ انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر ص ۲۰۲۔ سید ابوالحسن ندوی۔ مجلس نشریات اسلام۔ کراچی ۱۹۶۱ء۔

۱۶۔ خطبات بہاولپور ص ۲۶۱۔ ڈاکٹر حمید اللہ۔ ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد۔ اشاعت ششم ۱۹۹۹ء۔

۱۷۔ روحانی ڈائجسٹ ص ۳۰۔ دسمبر ۲۰۰۲ء کراچی۔

۱۸۔ اسلامی نظریہ حیات ص ۱۰۲ء

۱۹۔ نقوش رسول نمبر جلد ۴ ص ۳۱۳، روز نامہ جنگ کراچی ۳۰ دسمبر ۱۹۹۸ء نے دونوں جنگوں جنگ عظیم اول ودوم کے اعداد وشمار دیئے ہیں۔ ان دونوں عالمگیر جنگوں میں حقوق انسانی کے علم برداروں کے ہاتھوں لاکھوں افراد موت کے گھاٹ اُترے اور کروڑوں بے کیف زندگی گذارنے پر مجبور ہوئے۔

۲۰۔ روز نامہ ڈان کراچی ۲۰ دسمبر ۱۹۹۸ء۔

۲۱۔ روز نامہ مشرق امریکہ میں انسانی حقوق اشاعت ۱۶ مارچ ۱۹۹۸ء۔

۲۲۔ روز نامہ نوائے وقت ۲۲ مارچ ۱۹۹۹ء۔ حقوق انسانی کا تحفظ اور امریکہ۔

۲۳۔ ایضاً

۲۴۔ المعاہدہ۔ ۱۵۔

۲۵۔ THE SARACENS ص ۱۸۴۔ حافظ ابن کثیر البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۳۰۱۔

اس واقعے کو "یا معشر قریش ماترون انی فاعل فیکم! قالوا: خیراً، اخ کریم و ابن اخ کریم' قال اذھبو' انتم الطلقاء۔"

۲۶۔ خطبات بہاولپور ص ۲۳۸۔ عہد نبویؐ کے میدان جنگ ص ۲۔ ڈاکٹر حمید اللہ

۲۷۔ مسند احمد بحوالہ سیرۃ النبیؐ۔ شبلی نعمانی وسیّد سلیمان ندوی ص ۹۳، ج ۲۔ مکتبہ مدینہ لاہور

۲۷۔ حجۃ الوداع کے مواقع پر آپ ﷺ نے جو خطبہ دیا وہ انسانی حقوق کا چارٹر ہے۔ مسلمانوں کو اس پر فخر ہے کہ فخرِ کائنات محسن انسانیت ﷺ نے آج سے چودہ سو قبل حقوق انسانی کا منشور پیش کیا اور اُسے نافذ کر کے دکھایا۔

۲۸۔ سورۃ الحشر: ۷۔

۲۹۔ کتاب الخراج ص ۶۵۔ امام ابی یوسف۔ بیروت سن ندارد۔

۳۰۔ صحیح بخاری ص ۳۱۴ ج اول۔ کراچی

۳۱۔ اطلبو الرزق فی خبایا الارض۔

۳۲۔ طبقات ابن سعد ص ۱۲۱۔ بیروت

۳۳۔ سورۃ آل عمران آیت ۱۵۹۔

۳۴۔ القرآن۔ سورۃ النساء: ۷۱۔

۳۵۔ صحیح بخاری ص ۴۹۴ ج ۱۔ دہلی

۳۶۔ تاریخ اسلام ص ۷۴ تا ۷۶۔ محمد عبداللہ ملک۔

۳۷۔ ہمسایہ ممالک کے ساتھ دوستی کا معاہدہ کیا جائے اس سے ریاست کی داخلی کیفیت درست ہوتی ہے اور دشمن کے خلاف دفاعی حیثیت مضبوط ہوتی ہے۔

۳۸۔ الوثائق السیاسیہ ص ۱۷۶۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ۔ مصر۔ ۱۳۶۰ھ۔

۴۰۔ رحمتہ للعالمین ص ۳۱۳۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری۔ لاہور (شیخ غلام علی اینڈ سنز) جلد دوم۔ ۱۹۷۲ء۔

۴۱۔ تاریخ اسلام ص ۲۱۷، ۲۱۸۔

۴۲۔ "خلافت راشدہ تیس برس تک رہے گی۔" والی حدیث

۴۳۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ حضرت عمرؓ کی طرح فقر واستغنا کے پیکر ہو کر رہ گئے تھے۔ آپؒ ہمیشہ اس فکر میں غلطاں رہتے تھے کہ خلافت میں عہد فاروقی کی روح اور خلافت راشدہ کا ماحول پھر سے زندہ ہو جائے۔ آپ اپنی پاکیزہ طرز زندگی اور کارہائے نمایاں کی بدولت مجدد الف اول اور پانچویں خلیفہ راشد کہلائے۔

ہم عصر شاہ روم نے عمر بن عبدالعزیز عمر ثانی کی زندگی پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ مجھے اس راہب پر تعجب ہوتا ہے جو دنیا کو اپنے قدموں کے نیچے رکھتا ہے اور پھر بھی راہبانہ زندگی بسر کرتا ہے۔ تاریخ اسلام ص ۵۲۵۔

۴۴۔ تاریخ اسلام ص ۵۲۹۔

۴۵۔ علامہ اقبال کو خلافت کی قبا چاک کرنے پر بڑا افسوس ہوا اور پھر ان کی نظریں مدینہ اور نجف پر لگ گئیں۔ میری آنکھوں کا سرمہ مدینہ ونجف۔ مدینہ سے شاہ فیصل شہید

منصب خلافت سنبھال سکتے تھے۔ اسی خطرے کے پیش نظر انہیں شہید کرا دیا گیا۔ خلافت کی دوسری اہل شخصیت صدر صدام حسین تھے جو سازشوں کا شکار ہو کر پہلے مسلم ہمسایہ ملکوں پر جنگ مسلط کرنے کے مرتکب ہوئے اور پھر مغربی دنیا کی دشمنی کا خود شکار ہو گئے۔ عیسائی ناسٹر ڈیمس کی پیشن گوئیوں کے مطابق صدر صدام حسین کو "انٹی کرائسٹ" تصور کرتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ مغربی دنیا اس سے ہر حالت میں چھٹکارا حاصل کرنا چاہتی ہے۔ "مسیحی دنیا اس وقت اس کا اطلاق صدام پر کر رہی ہے اور اس کی شخصیت سے پوری عیسائی دنیا پر خوف و ہیبت طاری ہو چکی ہے بلکہ خود عالم عرب بھی لرزہ براندام ہے۔" میثاق ماہنامہ ستمبر ۱۹۹۰ ص ۱۱۔

۴۶۔ معارف القرآن جلد ششم ص ۴۴۰۔ مفتی محمد شفیع۔ ادارۃ المعارف کراچی نمبر ۱۴۔ ۱۹۸۷ء۔

ابن کثیر نے صحیح مسلم کی یہ حدیث نقل کی ہے کہ حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول ﷺ سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میری امت کا کام چلتا رہے گا جب بارہ خلیفہ رہیں گے۔ ابن کثیر نے اس کو نقل کر کے فرمایا کہ یہ حدیث بارہ خلیفہ عدل اس امت میں ہونے کی خبر دی گئی ہے۔ جس کا وقوع ضروری ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ سب کے سب مسلسل اور متصل ہی ہوں۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ کچھ وقفوں کے بعد ہوں۔ جیسے چار یکے بعد دیگرے اور پھر کچھ وقفہ کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز ہوئے۔"

۴۷۔ اسلامی ریاست ص ۵۴۔ ڈاکٹر حمید اللہ۔ الفیصل اُردو بازار لاہور۔ جنوری ۱۹۹۹ء۔

۴۸۔ عالم کفر کا مقابلہ کرنے کے لئے مسلمانوں کو متحد ہونا پڑے گا۔ مکہ و مدینہ کو مرکز بنا کر عالم اسلام کو امن و ترقی کا گہوارہ بنایا جائے۔ پیر نقیب الرحمان سجادہ نشین دربار عالیہ عیدگاہ شریف ۱۷ دسمبر ۲۰۰۲ء۔

سعودی عرب دنیائے اسلام کی قیادت کر سکتا ہے اور خلافت کا مرکز بن سکتا ہے۔ حالیہ متوقع جنگ امریکہ عراق میں اگر سعودی عرب نے اپنے اڈے امریکہ کے حوالے کر دیئے تو مکہ و مدینہ کو مرکز بنانے کا تصور بھی چکنا چور ہو کر رہ جائے گا اور وہ دنیائے اسلام کی قیادت ہمیشہ کے لئے کھو دے گا۔

۴۹۔ ماہنامہ میثاق جنوری ۱۹۹۲ ص ۹۔ لاہور

۵۰۔ اسلامی ترقیاتی بنک کا منصوبہ اسلامی سربراہی تنظیم کے اعلامیہ میں سرفہرست رہا ہے۔

۵۱۔ کلیات اقبال (اُردو)۔ اقبالؒ۔ الفیصل لاہور۔ ۲۰۰۰ء۔

۵۲۔ BERTRND RUSSELL. HAS MAN A FUTURE. LONDON. 1961

۵۳۔ اسلامی ریاست۔ ڈاکٹر حمید اللہ۔ الفیصل لاہور ۱۹۹۹ء۔

۵۴۔ اسلام کا نظریہ حیات۔ خلیفہ عبدالحکیم۔ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۷۰ء۔

۵۵۔ دین رحمت۔ معین الدین احمد ندوی۔ مکتبہ عارفین کراچی۔

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امتِ مسلمہ کی ذمہ داریاں
تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

ظفر علی چشتیاں

اسلام اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے اور ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور یہ انسان کو بھرپور راہنمائی پہنچاتا ہے۔ کیونکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ o (النحل: ۸۹)

ترجمہ: اور ہم نے آپؐ پر یہ کتاب اتاری ہے جو کہ تمام باتوں کو بیان کرنے والی ہے اور مسلمانوں کے واسطے ہدایت اور رحمت اور خوشخبری دینے والی ہے۔

نیز اس کے ساتھ ہی اس مقدس کتاب کی عملی تفسیر وتشریح اُسوۂ رسول اکرم ﷺ کی صورت میں ہمارے کے لئے ایک عظیم مینارۂ نور کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ مکمل اور بھرپور راہنمائی فلاح دارین کی حتمی ضمانت ہے مگر یہ بات ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ اسلامی ضابطہ حیات کو ایک ناقابل تقسیم اکائی کی حیثیت سے اختیار کرنے سے ہی مطلوبہ اور مثبت نتیجہ حاصل کیا جاسکتا ہے اور اپنی صوابدید اور مرضی سے اس کے کسی ایک جزء یا حصے کو اپنانے سے یہ نتیجہ کسی اور صورت میں بھی سامنے آسکتا ہے۔ اسی لئے ارشاد ہوا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ o (البقرۃ: ۲۰۸)

ترجمہ: اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو اور شیطان کے قدم بقدم مت چلو واقعی وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

قرآن حکیم میں مسلمانوں کو ''امتِ وسط'' اور ''خیر اُمت'' کا لقب عطا کیا گیا ہے اور انہیں باہم بھائی بھائی قرار دیا گیا ہے:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ o (الحجرات: ۱۰)

ترجمہ: مسلمان تو سب بھائی ہیں سو اپنے دو بھائیوں کے درمیان ملاپ کرادیا کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو تاکہ تم پر رحمت کی جائے۔

جناب رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهٗ بَعْضًا ثُمَّ شَبَّكَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ. (صحیح بخاری، کتاب الادب، باب ۵۹۲)

ترجمہ: مومن مومن کے لئے عمارت کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے کو تقویت بخشتا ہے پھر (بات کو مزید واضح کرنے کے لئے) آپؐ نے اپنے ایک دست مبارک کی انگلیوں کو دوسرے کی انگلیوں میں پیوست فرمایا۔

مسلمانوں کی فوز و فلاح اعمالِ صالحہ اور باہمی اتحاد و یک جہتی پر منحصر ہے اور انتشار اور نزاع ان کے باعثِ زوال و ادبار ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِیْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ط اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ o (الانفال: ۴۶)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کیا کرو اور نزاع مت کرو ورنہ کم ہمت ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرو۔ بے شک اللہ صبر کرنے والے لوگوں کے ساتھ ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں میں اتفاق اور اتحاد پیدا کرنے اور منقطع شدہ تعلقات دوبارہ استوار کرانے' اجر و ثواب' نماز' روزے اور صدقے کے اجر سے بھی زیادہ بیان فرمایا گیا ہے۔ (سُنن ابی داوٗد' کتاب الادب' باب فی اصلاح ذات البین)

امتِ مسلمہ کا دنیا میں کیا مقام و منصب ہونا چاہیے؟ اس پر غور کرنے سے قبل لفظ ''اسلام'' کے معنوں کی طرف متوجہ ہونا ضروری ہے۔ یہ کثیر المعانی لفظ ہے جس کے معنوں میں ''امن و سلامتی'' اور ''اطاعت و فرمانبرداری'' بھی شامل ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الحق لیظهره علی الدین کلّه ولو کره المشرکون O

ترجمہ: (اللہ) وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تاکہ اسے سب دینوں پر غالب کر دے گو کہ مشرک کیسے ہی ناخوش ہوں۔ (الصف: ۹)

۔ امن و استحکام کس قدر اہم اور پسندیدہ ہے اور فتنہ و فساد اللہ تعالیٰ کے نزدیک کتنے ناپسندیدہ ہیں۔ اس کا اندازہ ذیل کی آیات و احادیث سے کیا جا سکتا ہے:

وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا...... o (الاعراف: ۵۶)

ترجمہ: اور مت خرابی ڈالو زمین میں اس کی اصلاح کے بعد

......وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ...... o (البقرة: ۱۹۱)

ترجمہ: اور شرارت قتل سے سخت تر ہے۔

جناب رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

اَلْخَلْقُ عَیَالُ اللّٰهِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَی اللّٰهِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰی عِیَالِه. (بیہقی: شُعب الایمان بحوالہ مشکوٰۃ مصابیح' کتاب الآداب' باب الرحمۃ الشفقۃ' فصل سوم ۹

ترجمہ: مخلوق (گویا) اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے پس جو اس کے عیال (یعنی مخلوق) کے ساتھ بھلائی کرتا ہے وہ اسے سب سے پیارا ہے۔

چنانچہ مسلمانوں کو ان سے نہ لڑنے والے اور صلح جو کافروں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے:

لَا یَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْكُمْ فِی الدِّیْنِ وَلَمْ یُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِیَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ

وَتُقْسِطُوْا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَo (الممتحنه:۸)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں کے ساتھ احسان اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑتے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

لیکن فتنہ پردازوں، بدخواہوں اور سرکشوں کے بارے میں ہدایت فرمائی گئی ہے:

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ...... (الانفال:۶۰)

ترجمہ: اور ان کافروں کے لئے جس قدر تم سے ہو سکے ہتھیار سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے سامان درست رکھو تا کہ اس کے ذریعہ سے تم رُعب جمائے رکھو اُن پر جو کہ اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں اور تمہارے بھی دشمن ہیں اور ان کے علاوہ دوسروں پر بھی۔

دنیا کی آبادی کے اعداد و شمار کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی کل آبادی ایک ارب، چودہ کروڑ ستر لاکھ (۱۹۹۰ء) ہے۔ (محمد ذاکر جاوید: اسلامی تعلیمات اور اسلامی ریاست، لاہور ۱۹۹۱ء، ص ۲۰۲) اور عیسائیت کے پیروکاروں کی تعداد مسلمانوں سے زیادہ ہے۔ نیز پچاس سے زیادہ ممالک میں مسلمانوں کی اکثریت ہے اور وہاں ان کی اپنی حکومت ہے۔ ۱۹۶۹ء میں مسلمانوں نے اپنی ایک عظیم تنظیم اسلامی کانفرنس (O.I.C) بھی قائم کر رکھی ہے۔ مگر مسلم ممالک میں ذہنی ہم آہنگی اور یک جہتی کے فقدان کی وجہ سے ان کی کارکردگی مایوس کُن اور غیر تسلی بخش ہے۔ مسلمانوں کی یہی خامی ان کے تشخص کے لئے ایک مہیب خطرہ ہے۔ امتِ مسلمہ کے تمام افراد، علماء، مفکرین اور مشائخ کی ذمہ داریاں اس سلسلے میں محتاجِ بیان نہیں۔

جنابِ رسالت مآب ﷺ کا ارشاد ہے:

كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ...... (صحیح بخاری، کتاب الاحکام)

ترجمہ: تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

نیز ایک دوسرے کی مدد اور راہنمائی اور خیر خواہی ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کیونکہ دین تو سراسر خیر خواہی ہے۔ اسلامی تعلیمات کی رُو سے تمام مسلمانوں کو اپنے وسائل یکجا کر کے انہیں اپنی ترقی اور بقا کی خاطر مشترکہ طور پر استعمال کرنا چاہیئے۔ جیسا کہ یمن کے قبیلہ بنی اشعر کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ وہ بوقت ضرورت اپنی خوراک کا ذخیرہ یکجا کر کے آپس میں برابر تقسیم کر لیا کرتے تھے اور جنابِ رسول اکرم ﷺ نے ان کے اس طرزِ عمل کو تحسین فرمائی تھی۔ (۳)

لیکن یہ اصلاحی اور تجدیدی کام بڑی دانائی اور حکمت سے سرانجام دیا جانا ضروری ہے اور اس کے لئے خوب غور و فکر اور باہمی مشاورت درکار ہے اور کام ایک خاص منصوبے کے تحت سارے عالمِ اسلام میں مستقل طور پر جاری رہنا چاہیئے۔ بات دلیل سے کہی اور سمجھائی جانی چاہیئے۔ تدریج اور آسانی کو مدنظر رکھا جائے اور سب کو ساتھ لے کر چلنے کی کوشش کی جائے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ

اَحۡسَنُ.o(النحل:۱۲۵)

ترجمہ: (آپ) اپنے ربّ کی راہ کی طرف علم کی باتوں اور اچھی نصیحتوں کے ذریعہ سے بلایئے اور ان کے ساتھ نہایت اچھے طریقے سے بحث کیجئے۔

الغرض امّت مسلمہ صحیح معنوں میں خیرامّت اور بنیانِ مرصوص بن کر ہی دنیا میں اپنا فیصلہ کُن کردار ادا کرسکتی ہے اور دنیا میں اسے راہنمائی وسیادت کا منصب حاصل ہوسکتا ہے۔ تب کہیں جا کر وہ نئے عالمی نظام کی تشکیل میں اپنا ضروری کردار ادا کرنے کی اہل ہوسکتی ہے۔ رجوع اللہ' اخلاصِ نیت' جدوجہد اور عملِ پیہم سے یہ منزل جلد پائی جاسکتی ہے۔ انشاء اللہ

نئے عالمی نظام کی تشکیل میں اُسوۂ رسول اکرم ﷺ سے ہمیں بھرپور اور مفصل راہنمائی مل سکتی ہے۔ شرط صرف یہ ہے کہ ہم سچے مسلمان بن کر دنیا کی راہنمائی کا کام سنبھالنے پر کمربستہ ہوں۔ امورِ خارجہ کے سلسلے میں اُسوۂ پاک سے ہمیں درج ذیل نظائر ملتے ہیں:

(ا) میثاقِ مدینہ

ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں اسلامی مملکت کے قیام کے لئے وہاں کے لوگوں کو اس میثاق کی رو سے ایک سیاسی وحدت بنایا گیا۔ (مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ: نبی رحمت' کراچی ۱۹۸۳ء ج ۲' ص ۱۹۰) بقول ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم یہ دنیا کا پہلا تحریری دستور تھا جو کہ باون (۵۲) دفعات پر مشتمل تھا۔ (رسولِ اکرمؐ کی سیاسی زندگی' کراچی ۱۹۸۱ء ص ۱۰۱۔ مگر ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی نے تحریر کیا ہے کہ یہ میثاق سینتالیس (۴۷) دفعات پر مشتمل ہے۔) امّت مسلمہ بھی اس میثاق کی روشنی میں اقوام عالم سے بقائے باہمی اور مشترکہ مفادات کے لئے معاہدے کرسکتی ہے مگر ضروری ہے کہ اُن پر کُلی طور پر بھروسا ہرگز نہ کیا جائے اور ان کی دیانت کا امتحان نہ لیا جائے۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوۡا بِطَانَةً مِّنۡ دُوۡنِکُمۡ لَا یَاۡلُوۡنَکُمۡ خَبَالًا ؕ وَدُّوۡا مَا عَنِتُّمۡ......o(آلعمران:۱۱۸)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنے سوا کسی کو صاحبِ خصوصیت مت بناؤ وہ لوگ تمہارے ساتھ فساد کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھتے وہ تمہاری مضرت کی تمنا رکھتے ہیں۔

(ب) غیر مسلم اقوام سے عمومی تعلقات

غیر مسلم اقوام میں سے صرف متمرّد اور آمادۂ بغاوت لوگوں کے ساتھ ہی مقاتلہ ضروری ہے لیکن ان کے جرم سے بڑھ کر ان سے زیادتی کی ممانعت ہے۔

وَقَاتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ الَّذِیۡنَ یُقَاتِلُوۡ وَلَا تَعۡتَدُوۡاء اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الۡمُعۡتَدِیۡنَo (البقرة:۱۹۰)

ترجمہ: اور لڑو اللہ تعالیٰ کی راہ میں ان لوگوں کے ساتھ جو تمہارے ساتھ لڑتے ہیں اور حد سے مت نکلو۔ بے شک اللہ تعالیٰ حد سے نکلنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

غیر مسلم اقوام کے ساتھ جنگ اور صلح وغیرہ کے موضوع پر فقہاء کرام نے نہایت مفصل طور پر لکھا ہے۔ جس کا ماخذ کتب حدیث کی ''کتاب الجہاد والسیّر'' وغیرہ ہے۔ اس موضوع پر سب سے پہلی کتاب ''کتاب السیّر'' امام ابوحنیفہؒ نے تحریر فرمائی ہے اور پھر ان کے شاگرد امام محمدؒ نے ''کتاب السیّر الصغیر'' اور ''کتاب السیّر الکبیر'' لکھیں اور اس کے بعد بہت سے فقہا نے اس موضوع پر قلم اٹھایا۔ (ڈاکٹر محمد حمید اللہ: خطبات بہاولپور' بار اوّل' بہاولپور ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء ص ۱۲۱۔۲۶) اس موضوع پر دورِ حاضر کے علماء کرام اس کی ضروریات اور تقاضوں کو سامنے رکھ کر لکھ سکتے ہیں۔

(ج) رواداری اور حسنِ سلوک

اُسوۂ رسالت مآب ﷺ کی روشنی کافروں اور غیر مسلموں کے ساتھ رواداری' حسنِ سلوک اور ان کی مناسب خاطر مدارت بھی نہایت اہم اور ضروری ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّیِّئَةُ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ کَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ o (حٰمٓ السجدہ:۳۴)

ترجمہ: اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی۔ آپ نیک برتاؤ سے ٹال دیا کیجئے پر یکا یک آپ میں اور جس شخص میں عداوت تھی وہ ایسا ہو جائے گا جیسا کوئی دِلی دوست ہوتا ہے۔

چنانچہ ۹ھ میں قبیلہ ثقیف کا وفد مدینہ منورہ آیا تو آپؐ نے انہیں مسجد نبوی کے کونے میں ٹھہرایا۔ ۱۰ھ میں نجران کے عیسائیوں کا وفد آپ کی خدمت میں آ کر حاضر ہوا تو مسجد کے اندر عبادت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی گئی۔ (شیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب: مختصر سیرۃ الرسول (اردو ترجمہ از مولانا محمد اسحاق)' بار اوّل' جہلم ۱۹۹۰ء ص ۵۸۷'۶۷۱) ۵ھ میں نجد کے ایک سردار ثمامہؓ بن اُثال نے اسلام قبول کیا تو مکّہ مکرمہ کے کسی شخص نے انہیں بزدلی کا طعنہ دیا۔ اس پر انہوں نے مکّہ والوں کے لئے اپنے علاقے سے غلّے کی رسد رُکوا دی۔ مکّہ والوں نے پریشان ہو کر جناب رسول اکرم ﷺ سے مداخلت کی درخواست کی۔ چنانچہ آپؐ نے نہ صرف رسد جاری کرائی بلکہ مکّہ کے غریب لوگوں کی امداد کے لئے پانچ سو (۵۰۰) اشرفیاں بھی بھجوائیاں۔ (رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی' ص ۱۰۴) فتح مکّہ کے موقع پر آپؐ نے خونریزی اور جنگ سے اجتناب فرمایا اور مسلمانوں کے شدید دشمنوں کے لئے عام معافی کا اعلان کر کے تاریخ عالم میں ایک نادر مثال قائم کی۔ (سید امیر علی: The Spirit of Islam' کراچی ۱۹۶۹ء ص ۹۶) آپؐ نے حکمرانوں کو تحائف و ہدایات بھجوایا کرتے تھے اور مدینہ منورہ آنے والے وفود کو بوقت رخصت ان کی حیثیت کے مطابق تحائف دیا کرتے تھے۔

(ڈاکٹر افضل اقبال: Diplomacy in Early Islam' لاہور ۱۹۸۸ء ص ۸۴۔۸۵) نیز آپؐ نے ہدایت فرمائی:

اَجِیْزُوا الْوَفْدَ کَمَا کُنْتُ اُجِیْزُهُمْ. (نقوش' رسول نمبر' ج ۷' لاہور ۱۹۸۴ء' محمد یوسف فاروق: ''عہد نبویؐ میں سفارتی ادارہ' ص ۶۱۰' آپ کا یہ فرمان ابن سعد: طبقات الکبریٰ' ج ۲' ص ۲۴۲ کے حوالے سے موجود ہے۔

ترجمہ: وفد کے ساتھ اسی طرح کی خاطر مدارت کرو جیسا کہ میں کیا کرتا تھا۔

(د) جنگی وغیر جنگی تزویرات

جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ (صحیح بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب ۲۰۰)۔ ترجمہ: جنگ...... اس لئے آپ جنگ پرواز ہوتے وقت صاف طور پر منزل مقصود کے بارے میں نہیں بتایا کرتے تھے۔ آپ نے جنگِ خندق میں خندق کھود کر شہر کا دفاع کیا۔ اسی جنگ کے دوران ایک نومسلم فرد نعیمؓ بن مسعود کو قریش اور (مسلمانوں کے حلیف مگر ان سے غداری کر کے قریش کے حامی بننے پر آمادہ) یہودی قبیلے بنو قریظہ کے مابین ناچاقی پیدا کرنے پر مامور فرمایا اور انہوں نے یہ کام بڑی مہارت سے سرانجام دیا۔ (نبی رحمت، ج ۲، ص ۲۵۸، خطبات بہاولپور، ص ۲۰۶، ۲۰۸) اور یہ کاروائی اور اس کے بعد اس پر لشکر کشی اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق تھی:

وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ۝ (الانفال: ۵۸)

ترجمہ: اور اگر آپ کو کسی قوم سے خیانت کا اندیشہ ہو تو آپ وہ عہد ان کو اس طرح واپس کر دیجئے کہ آپ اور وہ برابر ہو جائیں، بلاشبہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

(ر) معاہدات کی مکمل پابندی

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ كَانَ مَسْئُوْلًا۝ (بنی اسرائیل: ۳۴)

ترجمہ: اور عہد کو پورا کیا کرو بے شک عہد کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

چنانچہ جناب رسالت مآب ﷺ نے تمام معاہدوں کی مکمل طور پر پابندی فرمائی کیونکہ ان کی پابندی نہ کرنا دیانت اور مردانگی کے خلاف ہے۔ ۶ ھ میں صلح حدیبیہ ہوئی۔ اس کے معاہدے کی رو سے مسلمانوں میں کوئی مکہ چلا جائے تو مکہ والے اسے واپس کرنے کے پابند نہ تھے، لیکن اگر مکہ کا کوئی شخص مدینہ آیا تو آپ کو اسے واپس کرنا تھا۔ بظاہر یہ بات مسلمانوں کے لئے پریشان کن اور نقصان دِہ تھی اور وہ اس سے مطمئن بھی نہ تھے۔ مگر کچھ عرصے بعد اہل مکہ نے خود منت کر کے یہ شرط ختم کرائی۔ چنانچہ مسلمانوں کو پتہ چلا کہ جناب رسول اکرم ﷺ نے یہ شرط مصلحتاً منظور کی تھی۔ (مارٹن لنگز MUHAMMAD:Martin Lings، لاہور ۱۹۸۷ء، ص ۲۵۳۔۲۵۴، ۲۵۷۔۲۵۸)

(س) بہترین سفارت کاری کا اہتمام

جناب رسول اکرم ﷺ نے ۶ ھ میں مختلف حکمرانوں کو تبلیغی خطوط خصوصی ایلچیوں کے ہاتھ بھجوائے۔ یہ ایلچی حضرات مکتوب الیہ کے ملک یا علاقے سے خاصی واقفیت رکھتے تھے۔ اس لئے انہوں نے یہ کام آسانی اور کامیابی کے ساتھ کیا۔ اسی طرح جب یہود سے مراسلت کے سلسلے میں حضرت زیدؓ بن ثابت کو سریانی اور عبرانی سیکھنے کی ہدایت فرمائی گئی تو انہوں نے یہ زبانیں پندرہ دن میں سیکھ لیں۔ علاوہ ازیں وہ فارسی، رومی، قبطی اور حبشی زبانیں بھی جانتے تھے۔ (سعید انصاری: سیر الصحابہ، کراچی، ج ۳/ص ۳۸۵)

موجودہ دور میں امت مسلمہ کو بیک وقت کئی مسائل اور مشکلات کا سامنا ہے جن میں سے ایک مسلکی، نظریاتی اور سیاسی اختلاف کا معاملہ ہے۔ مسلکی اختلافات کوئی نئی بات نہیں۔ ویسے بھی یہ اختلاف فروعی نوعیت کا ہے اور اس پر زیادہ بحث کر کے وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ:

مذہبی بحث میں نے کی ہی نہیں
فالتو عقل مجھ میں تھی ہی نہیں

نظریاتی اختلاف کو بھی قرآن و سنت کی روشنی میں حل کیا جا سکتا ہے اور ذہنی کجروی کو ختم کیا جا سکتا ہے۔ رہا سیاسی اختلاف تو اسے بھی خلوص نیت کے ساتھ کم از کم گھٹایا جا سکتا ہے اور اس کی شدت میں کمی کی جا سکتی ہے۔ یہ بات ہر مسلمان کے ذہن میں راسخ کی جانی چاہیئے کہ امت مسلمہ کی بقاء اور فلاح کے لئے ضروری ہے کہ اس کے تمام افراد کے مابین برادرانہ تعلقات ہونا چاہئیں اور یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم اور منشاء ہے۔ باہمی اختلافات کے حل کے لئے قرآن و سنت کی طرف متوجہ ہونا ضروری ہے:

...فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ فَرُدُّوۡهُ اِلَی اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ...o(النساء: ۹)

ترجمہ: پھر اگر کسی امر میں تم اختلاف کرنے لگو تو اس امر کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف حوالہ کیا کرو اگر تم اللہ تعالیٰ پر اور یوم قیامت پر ایمان رکھتے ہو۔

پیر رومی نے کیا خوب کہا ہے:

دست بر نااہل بیمارت کند
سوئے مادر آ تیمارت کند

قوتِ ایمان و یقین سے مالا مال ہو کر مسلمان آپس میں اتحاد پیدا کر کے عملی دنیا میں بھی آگے بڑھ سکتے ہیں۔

آنکہ بر آسماں رفتارش بود
بر زمین رفتن چہ دشوارش بود

اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں اہل مغرب کے نظریات کوئی ڈھکے چھپے نہیں ہیں۔ ماضی میں ہونے والی صلیبی جنگیں ان کے بغض و عناد اور عداوت کی آئینہ دار ہیں اور ان کے بعد سرد جنگ کا محاذ قائم ہے۔ مستشرقین حضرات اگرچہ مسلمانوں کے بہت سے دقیع اور بیش قیمت علمی شاہکاروں کو زیور طباعت سے آراستہ کر کے منظر عام پر لائے ہیں۔ تاہم ان میں اکثر و بیشتر کا اولین مقصد اسلام اور اس کی تعلیمات پر اعتراضات وارد کرنا ہے اور مسلمانوں کو تشکیک میں مبتلا کر کے اسلام سے بدظن کرنا ہے۔ مستشرقین کے اعتراضات کے رد میں مسلم علماء نے کافی کام کیا ہے، جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ بہر حال اس سلسلے میں مزید محنت اور کاوش کی ضرورت ہے اور یہ کام نہایت ضروری ہے تا کہ نئی مسلمان نسل کو اس ذہنی اور اعتقادی ارتداد سے محفوظ رکھا جا سکے۔

زمانہ حال میں بدقسمتی سے مسلمانوں پر دہشت گردی کا الزام بھی تھوپا جا چکا ہے اور ان کے خلاف تادیبی کاروائیوں کا سلسلہ

جاری ہے لیکن امتِ مسلمہ خود پر طاری جمود٬ عدم اتحاد اور کمزوری کی وجہ سے اس کے بارے میں کوئی صحیح اور مناسب ردعمل ظاہر کرنے سے قاصر ہے اور پھر وہی بات دہرانے کی ضرورت پیش آتی ہے کہ مسلمانوں کو صحیح معنوں میں مسلمان بننا ضروری ہے۔ انہیں چاہیئے کہ وہ عالمی طاقتوں سے کھل کر بات کریں اور دہشت گردی کے اسباب کے خاتمے کے لئے ان سے مل کر کام کرنے کا پروگرام بنائیں اور ان پر واضح کرنے کی کوشش کریں کہ کوئی بھی مظلوم قوم مجبوراً اس طرح کے حربے اختیار کر سکتی ہے۔ مثلاً اسرائیل کے قیام سے قبل یہودیوں نے وہاں کیا کچھ نہیں کیا؟ امریکہ کے اعلان آزادی سے قبل وہاں کے باشندوں نے برطانیہ کی حکومت کے خلاف کیوں بغاوت اختیار کی؟ حالانکہ امریکہ اور برطانیہ کے لوگ ایک ہی نسل سے تعلق رکھتے ہیں مگر یہ بات کوئی کمزور اور پس ماندہ قوم نہیں سمجھا سکتی۔

تاریخ اسلام میں بڑے بڑے صبر آزما اور نازک مواقع آتے رہے ہیں۔ جناب رسول اکرم ﷺ کی رحلت کے بعد عہد صدیقی میں مرتدین اور مدعیان نبوت نے اخلاقیات اور روحانیت سے دور کا واسطہ ہی نہیں۔ مشہور نومسلم علامہ محمد اسد مرحوم لکھتے ہیں:

"But modern Western civilisation does not recognise the necessity of man's submission to anything same to economic or social national requirements. It real deity is not of a spiritual kind: it is comfort. And its real, living philosophy is expressed in ■ will to power for power's sake. Both are inhesited from old Roman Civilisation."

(Islam at the Cross Roads، لاہور ۱۹۶۹ء ص ۳۶۔۳۷)

-- اہل مغرب نے مسلمانوں کے آخری سیاسی مرکز یعنی عثمانی سلطنت کے خاتمے میں بڑی سرگرمی کا مظاہرہ کیا مگر مسلمانوں اور اسلام کا وجود ابھی باقی ہے اور یہ اب صرف مسلمانوں پر ہی منحصر ہے کہ وہ اپنی اصلاحی اور تجدیدی کوششوں سے دنیا سے اپنے وجود کو ازسرِ نو تسلیم کروائیں۔ یہ ایک اندوہناک حقیقت ہے کہ اکثر مسلمان ممالک معاشی لحاظ سے پسماندہ ہیں اور وہ اہل مغرب کے مستقل مقروض ہیں٬ جبکہ دولت مند مسلمان ممالک بھی اہل مغرب پر انحصار کیے ہوئے ہیں۔ حقیقی آزادی اور خودمختاری کے لئے ضروری ہے کہ ہم قرضوں سے نجات حاصل کر کے خود انحصاری کی منزل حاصل کریں۔ کیونکہ محتاجی اور پس ماندگی ہمارے لئے شدید نقصان کا باعث ہیں۔ جناب رسول اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

اَلْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِنَ الْیَدِ السُّفْلٰی۔ (صحیح بخاری٬ کتاب الآداب)

ترجمہ: دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر (ہوتا) ہے۔

مقروض لوگوں کی حمیت اور خودداری داؤ پر لگی رہتی ہے۔ شاعر مشرق نے بجا طور پر فرمایا ہے:

تُو اگر خوددار ہے منت کش ساقی نہ ہو
عین دریا میں حباب آسانگوں پیما نہ کر

اسلام اور مسلمانوں کے لئے بڑا خطرہ پیدا ہو گیا۔ اس موقع پر جناب صدیق اکبرؓ نے اپنی فراستِ ایمانی اور خداداد قوت سے

کام لے کرامت کو اس خطرے سے باہر نکالا۔ پھر تاتاریوں کے تباہ کن حملے شروع ہوئے اور سقوطِ بغداد کا المناک سانحہ پیش آیا مگر بعد میں تاتاری خود حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ علامہ اقبال نے بجا فرمایا ہے:

عیاں ہے یہ شورشِ تاتار کے افسانے سے
کعبے کو پاسبان مل گئے صنم خانے سے

بعد ازاں صلیبی جنگوں کا سلسلہ شروع ہوا اور اسلام اور مسلمان اس معرکے سے بھی محفوظ بچ نکلے مگر ان جنگوں کا جذبہ ابھی تک اہل مغرب کے دلوں سے غائب نہیں ہوا اور مسلمانوں کے خلاف وہ کوئی نہ کوئی مخاصمانہ پراپیگنڈہ ہمیشہ جاری رکھتے ہیں۔ آج مسلمان ممالک اہل مغرب کے غضب و عناد بنے ہوئے ہیں۔ اگر چہ بظاہر یہ ہدف چند مسلم ممالک ہیں مگر بالآخر ساری مسلم امت اس کے برے نتائج سے متاثر ہو گی اور اس کا وقتی تدراک اور ازالہ از حد ضروری ہے۔

القصہ مسلمان صحیح معنوں میں مسلمان بن کر ہی دنیا میں اپنا اصلی اور حقیقی مقام حاصل کر سکتے ہیں اور نئے عالمی نظام کی تشکیل میں اپنا فیصلہ کن کردار ادا کر سکتے ہیں۔ صرف ہمت اور توجہ کی بات ہے' ان شاء اللہ اسلام کو ضرور کامیابی حاصل ہو گی کیونکہ غلبہ اسلام کا دور ضرور آئے گا لیکن سب سے پہلے مسلمانوں کو اسلام اور اس کی تعلیمات سے مخلص ہونا ہو گا اور اس کی حقانیت ان کے دل و دماغ میں راسخ ہونا ضروری ہے اور دیگر "ازموں" یا بقول مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی "ذہنی اور اعتقادی ارتداد" سے لاتعلق ہونا ہو گا اور انہیں مغربی تہذیب و تمدن کے طلسم ہوش ربا سے باہر نکلنا ہو گا۔

نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیب کی
یہ صناعی مگر جھوٹے نگوں کی مینا کاری ہے

دراصل مغربی تہذیب کی بنیاد عیسائیت کی بجائے رومن تہذیب پر ہے۔ جس کا سب سے بڑا مقصد مادی اور جسمانی آرام و آسائش ہے اور اسے مسلمان ممالک کو چاہیئے کہ وہ اپنے اپنے وسائل یکجا کر کے تمام عالم اسلام کو خود کفالت کی منزل تک پہنچائیں اور غیروں کے احسان سے بچیں اور معاشی طور پر اپنے کو مستحکم کر کے دکھائیں۔

آخر میں یہ بات بھی عرض کرنا ضروری ہے کہ مسلمانوں کو پوری طرح سے یہ احساس رکھنا چاہیئے کہ ان کا ہر فعل و عمل اقوام عالم کی نگاہوں میں رہتا ہے اور وہ ان پر پوری نگاہ رکھتی ہیں۔ اس کا محرک جذبہ رقابت یا کوئی اسی طرح کا کوئی جذبہ ہو سکتا ہے۔ اس لئے ہم مسلمانوں کو صحابی رسول ﷺ اور فاتح مصر حضرت عمرو بن العاصؓ کی وصیت ہمیشہ یاد رکھنی چاہیئے جو انہوں نے مصر کو فتح کرنے کے بعد مسلمانوں کو کی تھی۔

اَنْتُمْ فِی رِبَاطٍ دَائِمٍ تَشَوُّفُ الْقُلُوْبِ اِلَیْکُمْ. (ابوالحسن علی ندوی: اسلامی بیداری' اسلام آباد ۱۹۹۴ء' ص ۳۰)

ترجمہ: تم مستقل محاذ پر ہو کیونکہ مخالفین کے دل تمہاری ہی طرف لگے ہوئے ہیں۔

بہر حال تمام خامیوں اور فروگذاشتوں کا مداوا صحیح معنوں میں اسلام کی طرف رجوع اور توجہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے

کہ سچے مسلمانوں کو ہی غلبہ حاصل ہوتا ہے۔

لَاتَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَo(آلعمران: ۱۳۹)

ترجمہ: تم سست رومت ہو اور غمگین مت ہو اور تمہیں غلبہ حاصل ہوگا اگر تم (صحیح معنوں میں) مومن ہو۔

اور اس طرح نئے عالمی نظام کی تشکیل میں امت مسلمہ اپنا کردار ادا کر کے سُرخرو ہو سکے گی۔

واٰخر دعونا ان الحمد اللّٰہ رب العالمین وصلّی اللّٰہ تعالٰی علی خیر خلقہٖ محمّدٍ و آلہٖ وصحبه

اجمعین.

نیا عالمی نظام اور اسلامی دنیا کی ذمہ داریاں

ڈاکٹر وقار الدین احمد اسلام آباد

نیا عالمی نظام (New World Order) عہد حاضر کا ایک بڑا موضوع ہے اور کسی بھی قوم یا ملک کے لئے مستقبل میں اس کے چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کے لئے اس کے پس منظر، تشکیل اور مضمرات سے آگاہی از حد ضروری ہے۔ زیر نظر مقالہ بھی نئے عالمی نظام کے حوالے سے عالم اسلامی کی مستقبل میں سیرت مقدسہ اور تعلیمات نبویؐ کی روشنی میں ذمہ داریوں کو واضح (Classify) اور اجاگر (Highlight) کرنے کی کوشش ہے۔ لیکن نئے عالمی نظام اور اس کے حوالے سے عالم اسلام کی ذمہ داریوں پر بحث کرنے سے پہلے یہ یقیناً مناسب ہوگا کہ خود آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس اور تعلیمات عالیہ کی آفاقیت اور عالمگیر ہونے پر چند گذارشات پیش کی جائیں تاکہ عالم اسلام کے مقام اور فرائض پر مفروضات کو ایک ٹھوس اور پائیدار بنیاد فراہم ہو سکے۔ اس ضمن میں ریاست مدینہ کے تشکیل دور اور اس کے بعد آنحضرت ﷺ کی طرف سے دوسرے ممالک کے سربراہان اور عمایدین کو لکھے جانے والے خطوط اور پھر فرامین اور تشریعی احکامات ہمارے لئے مشعل راہ ہوں گے جو اسلام کی عالمگیر اور آفاقی حیثیت کو اجاگر کرتے ہیں۔

ا۔ سیرت کی عالمگیر حیثیت

کسی بھی شے کے عالمگیر اور دائمی ہونے کے لئے اس کی تین خصوصیات کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ وہ اپنے نفسِ مضمون اور ہیئت میں کامل و اکمل ہو۔ دوسرے یہ کہ وہ مخصوص طبقات یعنی کسی لسانی، نسلی یا علاقائی طبقہ کے لئے نہ ہو بلکہ ساری انسانیت کے لئے ہو اور تیسرے یہ کہ وہ کسی مخصوص دور یا عہد کے لئے نہ ہو بلکہ ہر زمانے اور وقت کے لئے قابل عمل ہو۔ قرآن مجید نے آنحضرتؐ کی ان تینوں خصوصیات کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔ سورۃ البقرہ میں آنحضرتؐ کی صفت کاملیت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا:

اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْناً۔

یعنی آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لئے مکمل کر دیا اور تم پر اپنی رحمت تمام کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند فرمالیا۔

سورۃ سبا میں آنحضرتؐ کو عالمگیر حیثیت دیتے ہوئے فرمایا گیا:

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا بَشِیْراً وَ نَذِیْراً اِلٰی كَآفَّةً لِّلنَّاسِ۔

یعنی ہم نے آپ کو تمام انسانیت کی طرف خوشخبری اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

اور پھر سورۃ الانبیاء میں آنحضرت کو تمام جہانوں یعنی ہر دور کے لئے مبعوث کرنے کے بارے میں فرمایا گیا۔

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَo

یعنی (اے حبیبؐ) ہم نے آپ کو تمام جہانوں (ادوار) کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

اپنی اس آفاقی اور عالمگیر حیثیت وعظمت کے ساتھ آنحضرتؐ نے جب خطبہ حجۃ الوداع ارشاد فرمایا تو اس کے مخاطب بھی حجاج یا صرف مسلمان نہیں تھے بلکہ آپؐ نے خطبہ کا آغاز ہی اَیُّهَا النَّاسُ اے (تمام) انسانو! کے الفاظ کے ساتھ کر کے اسے ساری

انسانیت کے لئے آفاقی ودائمی پیغام کے طور پر عطا فرمایا۔ جو متفقہ طور پر تاریخ کا پہلا ان کے حقوق کا چارٹر ہے اور آج بھی اقوام متحدہ کے منشور کی بعض شقیں خطبہ کی بعض باتوں کا سیدھا سادا ترجمہ ہیں۔ آنحضرت کی اس آفاقیت کے اثبات میں منشور امریکی مفکر مائیکل ہارٹ نے ۱۹۷۸ء میں اپنی کتاب تاریخ کی سو موثر ترین شخصیات میں آنحضرت کو ایک سو میں پہلے نمبر پر رکھتے ہوئے ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا۔

"He (The Holy Prophet Muhammad) was the only man in history who was supremely successful on both the relegious and secular levels. We see then the Arab conquests of seventh century have continued to play an important role in human history, down to the present day. It is this unparalleled combination of secular and relegious influence which I feel entitles Muhammad to be considered the most influential single person in human history."

''حضرت محمد ﷺ تاریخ کی واحد شخصیت ہیں جو دینی اور دنیاوی اعتبار سے انتہائی کامیاب ہوئے۔ ہم نے دیکھا کہ ساتویں صدی کی عرب فتوحات عہد حاضر تک تاریخ انسانی میں اہم کردار ادا کرتی آئی ہیں۔ دینی اور دنیاوی پہلوؤں' دونوں پر ایک ساتھ کمال درجے سے اثر انداز ہونے کی یہی وہ صفت اور کامیابی ہے۔ جس کی بناء پر میں سمجھتا ہوں کہ حضرت محمدؐ تاریخ انسانی کی سب سے بڑی موثر ترین شخصیت ہیں۔''

مشہور فرانسیسی فلسفی والٹیر نے آنحضرت کو بجا طور پر ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کی ہے۔

"Tel human, tel humanist, n'est jamais ne' cn core."

--یعنی ایسا انسان' ایسا انسانیت نواز پھر کوئی پیدا نہ ہوا۔

اب ہم موضوع مقالہ یعنی نئے عالمی نظام کے پس منظر اور خواص پر روشنی ڈالتے ہوئے اس کے بنیادی ڈھانچے اور اغراض و مقاصد کو واضح کریں گے اور پھر اس کے حوالے سے ہی تعلیمات نبویؐ اور سیرت طیبہ کی روشنی میں عالم اسلام کی ذمہ داریوں کو واضح اور اجاگر کریں گے۔

۲۔ نیا عالمی نظام......... ایک جائزہ

دوسری جنگ عظیم کے بعد کا سرد جنگ کا دور ۱۹۸۹ء میں دنیا کی دو میں سے ایک سپر پاور سوویت یونین کے خاتمے اور پھر ۱۹۹۱ء کی خلیج کی جنگ کے ساتھ اختتام پذیر ہوا اور ان دو بڑے واقعات سے دنیا کا سارا سیاسی منظر نامہ ہی یکسر تبدیل ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی مستقبل کے لئے ایک نئے عالمی نظام کی ضرورت' تشکیل اور نفاذ کا مضوع دنیا کے لئے ایک بڑا اور اہم موضوع بن گیا۔

نئے عالمی نظام کے متعلق تجزیہ نگاروں (Experts) کی دو بڑی آراء پائی جاتی ہیں۔ ان میں سے ایک حقیقت پسندوں (Realists) کے نزدیک اب بین الاقوامی سیاست اور تعلقات خود مختار ریاستوں کے درمیان ایک دوسرے ک ساتھ طاقت کا توازن قائم کرنے کا نام ہے اور کوئی بھی نیا عالمی نظام بڑی ریاستوں کے درمیان پائیدار تقسیم کا نتیجہ ہے اور یہ عمل ۱۹۸۹ء میں سوویت یونین کے خاتمے کے ساتھ شروع ہو چکا ہے۔ جبکہ دوسرا طبقہ بھی آزاد خیال (Librals) ریاستوں کے ساتھ ساتھ لوگوں کے درمیان تعلقات کو بھی برابر اہمیت دیتا ہے۔ ان کے نزدیک عالمی نظام وسیع البنیاد اقدار جیسے جمہوریت اور انسانی حقوق' اور بین الاقوامی قانون

اور اداروں جیسے اقوامِ متحدہ کے موثر طور پر عمل پذیر ہونے اور ان کے درمیان باہمی اشتراکِ عمل کا نام ہے۔

درحقیقت سرد جنگ کا خاتمہ آزاد سرمایہ کاری کی فتح اور مسائل کی ان نظریاتی بنیادوں کا خاتمہ ہے جو بیسویں صدی کے عالمی امور کی روح رواں تھی۔ اس وقت آزاد سرمایہ کاری (Free Capitalism) کا کوئی ایک قابل ذکر فریق موجود نہیں۔ تاہم اب آزاد سرمایہ کاری کے دو بڑے فریق ہیں جو اس وقت قدرے پس منظر میں ہیں۔ لیکن جن کا مکمل ظہور جلد یا بدیر ہونے ہی والا ہے۔ ایک چین کا متوازن معاشی طاقت کے طور پر ابھرنا اور کچھ چھوٹے ملکوں میں چین نواز مسلح جدوجہد اور لسانی و نسلی قوم پرستی کا منظم ہونا اور دوسرا اسلام کا سیاسی، سماجی و معاشی تینوں سمتوں میں ایک منظم، پائیدار اور کرشماتی (Charismatic) طاقت کے طور پر سامنے آنا ہے۔ ان کے علاوہ ملکوں کی جغرافیائی سرحدیں بھی اپنا تصور تبدیل کرتی معلوم ہوتی ہیں۔ یعنی نئے عالمی نظام میں قوم پرستی اور کثیر القومی (Multinational) رجحانات ایک دوسرے کے بڑے فریق ہوں گے۔ یعنی کثیر القومی کمپنیاں معاشی پیداوار اپنی ایک عالمی حکمت عملی کے تحت تقسیم کریں گی یعنی ذرائع مواصلات اور آمد و رفت میں تبدیلیاں دنیا کو چھوٹا کرتے جائیں گے اور اس کے ساتھ ہی چند دیگر مسائل یعنی دہشت گردی، منشیات، پیچیدہ بیماریاں اور ماحولیاتی آلودگی وغیرہ اہمیت حاصل کرتے جائیں گے۔

مختصراً یہ کہ پرانا نظام جو پانچ تقریباً مساوی طاقتوں پر قائم تھا ان کو موجودہ حالات میں اس بیان کیا جا سکتا ہے۔ نمبر ایک امریکہ جو دو میں سے ایک سپر پاور تھا، اس وقت دنیا کی واحد سپر پاور ہونے کا دعویدار ہے۔ نمبر دو روس جو دو میں سے ایک سپر پاور تھا، اپنا شیرازہ بکھرنے کے بعد اس کا بڑا مسئلہ معاشی مشکلات ہیں، جن کی اصلاح سالوں کا نہیں بلکہ دہائیوں کی بات ہے۔ نمبر تین یورپ جو کہ اپنی آبادی، معیشت اور انسانی ذرائع میں امریکہ کے مساوی ہے اور ایک مشترکہ کرنسی یورو اختیار کرنے کے بعد اگر اسے سیاسی یکجہتی اور اتحاد بھی مل جائے تو مستقبل میں شاید واحد عالمی طاقت بھی بن جائے۔ نمبر چار چین جو ایک ترقی پذیر ملک تھا، مسلسل معاشی کامیابی اور اصلاحات کے نتیجے میں اگلی صدی کی ایک بڑی طاقت بن اجائے اور نمبر پانچ جاپان جو کہ معاشی اور ٹیکنالوجی ترقی کا حامل ملک ہے۔ ایک مربوط اور منظم شرح ترقی کے ساتھ وہ بھی امریکہ جیسی طاقت بن سکتا ہے۔

نئے عالمی نظام کے پس منظر اور بنیادی ڈھانچے کو جاننے کے بعد ہم نئے عالمی نظام کو مندرجہ ذیل چار نکات کے ذریعے ایک منظم اور مربوط طریقے سے اس طرح بیان کر سکتے ہیں۔

ا۔ تین بڑے معاشی بلاک

معاشی طاقت کو فوجی یا سیاسی طاقت پر فوقیت دینے والے ماہرین کی رائے میں دنیا عنقریب تین بڑے معاشی بلاک میں تقسیم ہو جائے گی۔ یہ تین بلاک اس طرح ہوں گے ایک جاپانی ین کے زیر اثر ایشیائی بلاک، دوسرا امریکی ڈالر کے زیر اثر مغربی بلاک اور تیسرا یوروپی بلاک۔ ان ماہرین کی رائے میں ان میں دو یعنی جاپان اور یورپ معاشی بلاکوں کی اس دنیا میں سپر پاور کی حیثیت حاصل کر لیں گے۔

۲۔ واحد سپر پاور

ماہرین کی رائے میں خلیج کی جنگ کے ساتھ ہی دنیا میں واحد سپر پاور کا ظہور عمل میں آ چکا ہے اور اب عالمی امور اسی واحد سپر پاور یعنی امریکہ کی برتری (Hagemony) کے زیر اثر تشکیل پاتے ہیں اور عمل پذیر ہوتے ہیں۔ اس مفروضے کو فوجی یا سیاسی طاقت کی

بنیاد پر تو کسی حد تک تسلیم کیا جاسکتا ہے لیکن معاشی طور پر چونکہ عالمی معیشت ۱۹۷۰ء سے تین ستونوں یعنی امریکہ، یورپ اور جاپان پر قائم ہے۔اس طرح کم از کم معاشی میدان میں امریکی برتری پوری طرح رُو بہ عمل نہیں ہو سکتی۔

۲۔ کثیر الجہتی باہمی انحصار

اس وقت دنیا کے تقریباً دو سو آزاد ملکوں میں طاقت کی تقسیم بنیادی طور پر تین بنیادوں پر قائم ہے۔ایک فوجی و سیاسی طقت جس کے مطابق امریکہ دنیا کی واحد سپر پاور ہے اور کوئی دوسرا ملک اس کا مد مقابل نہیں۔دوسری معاشی طاقت جو کہ تین ستونوں یعنی امریکہ، یورپ اور جاپان پر مشتمل ہے۔اور تیسری بنیاد دنیا کے باقی ممالک میں ایک کثیر الجہتی (Multilevel) باہمی انحصار پر قائم طاقت کی تقسیم ہے۔جس کے نتیجے میں طاقت (Power) اور ریاستی ڈھانچے کے تصورروایات سے ہٹ کر پیچیدہ ہوتے جا رہے ہیں یعنی اب نیا عالمی نظام پرانے فوجی، سیاسی طاقت کے بل بوتے پر نہیں بلکہ معاشروں کے باہمی انحصار کے دیگر لوازمات یعنی معاشی و سماجی عوامل پر بھی قائم ہوگا۔

۳۔ جمہوریت اور حق خود ارادیت

نئے عالمی نظام کا چوتھا بڑا عنصر قومی ریاست (Nation State) کے مقابلے میں جمہوریت اور حق خود ارادیت ہے۔ اقوام متحدہ کے چارٹر میں ریاست کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔یعنی اجتماعی تحفظ کا تصور جو سرحد پار طاقت کے استعمال ہونے پر لاگو ہوتا ہے۔لیکن ریاست کے اندر ہونے والے جبر پر خاموش ہے۔اس وجہ سے نئے عالمی نظام میں قومی ریاست کے مقابلے میں جمہوریت کے تصور کو تجویز اور اجاگر کیا گیا ہے۔اس تصور کو بڑے پیمانے پر نافذ کرنے سے یقیناً سیاسی و معاشی برتری کے حامل ملک قومی ریاست کے مقابلے میں چھوٹے ملکوں میں لسانی، علاقائی اور دوسرے عوامل اپنے حق میں استعمال کر سکیں گے۔

۴۔ اسلامی دنیا کی ذمہ داریاں

نئے عالمی نظام کے پس منظر، تصور، تشکیل اور بنیادی ڈھانچے کو جاننے کے بعد اب ہم عالم اسلام کے نئے عالمی نظام کے حوالے سے کردار اور ذمہ داریوں کا یقین بہتر طور پر کر سکتے ہیں، جنہیں اختیار کرتے ہوئے وہ اپنے تشخص، حقوق اور وسائل کی حفاظت اور پھر تمام بنی نوع انسان کی فلاح و بہتری کے لئے اپنا کردار بطریق احسن ادا کر سکتا ہے۔

جیسا کہ ہم نے دیکھا نئے عالمی نظام کا خاکہ اپنے چار بنیادی نکات پر مشتمل ہے یعنی واحد سپر پاور کا وجود اور اس کا اثر نفوذ، دنیا کی تین بڑے معاشی بلاکوں کے حوالے سے تقسیم، اقوام عالم کا ایک دوسرے پر کثیر الجہتی انحصار (Multilevel Dependence) اور قومی ریاست کے مقابلے میں طبقات کی حوصلہ افزائی اور اس سلسلے میں جمہوریت اور حق خود ارادیت کی حمایت، نئے عالمی نظام کے اس خاکے کے حوالے سے ہم تین پہلوؤں یعنی سیاسی و فوجی، معاشی اور سماجی پہلوؤں کو علیحدہ علیحدہ اجاگر (Classify) کرتے ہوئے عالم اسلام کے لئے ایک قابل عمل اور موثر حکمت عملی (Strategy) اس طرح وضع کر سکتے ہیں۔

ا۔ سیاسی میدان میں ذمہ داریاں

(i) اسلامی کانفرنس کی تنظیم کا قیام ۱۹۶۹ء میں مسجد اقصیٰ کے واقع کے ردعمل میں ہوا۔ بعد میں بھی یہ تنظیم مختلف امور اور معاملات پر کسی نہ کسی درجے اور سطح کی آواز بلند کرتی رہی۔ لیکن موجودہ دور میں بالخصوص نئے عالمی نظام کے مقابلے میں من حیث الامت اسلامی دنیا کے پاس یہ ایک بہترین پلیٹ فارم ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس تنظیم کے مختلف اداروں (Organs) کو موثر طریقے سے عمل پذیر (Generate) کیا جائے تاکہ یہ مختلف امور پر عالم اسلامی کی نمائندہ آواز کے طور پر اس کے تشخص اور حقوق کا دفاع کر سکے۔

(ii) اللہ تعالیٰ نے عالم اسلام کو تیل کی دولت سے مالا مال کیا ہوا ہے۔ بدلتے ہوئے حالات کے پیش نظر ضروری ہے کہ اس دولت کو موثر طریقے سے استعمال کیا جائے۔ اس کے لئے OPEC کی طرز پر ایک تنظیم یا Central Authority قائم کی جاسکتی ہے جو صرف اسلامی ممالک پر مشتمل ہو اور اسے ایک موثر ہتھیار کے طور پر استعمال کر سکے۔

(iii) سیاسی میدان میں عالم اسلام ابھی تک کسی بڑے فوجی معاہدے یا میثاق سے محروم ہے۔ جس کے باعث مختلف اسلامی ممالک بیرونی جارحیت کا شکار ہوتے رہتے ہیں۔ اب نئے عالمی نظام کے حوالے سے یہ اور بھی ضروری ہو گیا ہے کہ اسلامی دنیا کے پاس NATO کے طرز کی کوئی فوجی باہمی امداد کی تنظیم یا معاہدہ موجود ہو جو اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کے قابل ہو۔ ایسی تنظیم یا معاہدہ اس وقت مشرق وسطیٰ، وسطی و جنوبی ایشیا کے اسلامی ممالک میں قائم کیا جا سکتا ہے۔ جس سے حرم کی پاسبانی کے لئے نیل کے ساحل سے کر تا بخاکِ کاشغر ایک موثر قوت کا ظہور عمل میں آجائے گا۔

۲۔ معاشی میدان میں ذمہ داریاں

(i) کسی بھی ملک کی اقتصادی و معاشی حالت کا انحصار اس کی قومی داخلی پیداوار General Domestic Product پر ہوتا ہے یعنی GDP کا اچھا یا برا ہونا اس ملک کی معاشی حالت کو واضح کر دیتا ہے۔ اس لئے اقتصادی میدان میں ترقی اور قوت کے لئے سب سے پہلا اور بڑا عنصر GDP کا بلند سطح پر ہونا ہے۔ اسلامی ممالک کی سالانہ GDP بڑھنے کی شرح کچھ اتنی حوصلہ افزا نہیں ہے۔ اس لئے اسلامی ممالک کو چاہیئے کہ نئے عالمی نظام کے تقاضوں سے نبرد آزما ہونے کے لئے اپنی سالانہ GDP کی شرح بڑھانے پر وہ خاص حکمت عملی وضع کریں اور اسے دوسرے تمام امور پر ترجیح دیں تاکہ اس سے دوسرے بڑے مقاصد یعنی سیاسی و معاشرتی میدانوں میں ترقی کو یقینی بنایا جاسکے۔

(ii) نئے عالمی نظام کے تقاضوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے از حد ضروری ہے کہ عالم اسلام اپنی ایک مشترکہ منڈی Common Market کی تشکیل اور ترویج کرے، جس کے ذریعے اسلامی ممالک ایک دوسرے کے قیمتی وسائل کے لئے خود منڈیاں مہیا کر سکیں۔ مشترکہ منڈی کا قیام ایک قدرے طویل عمل ہوتا ہے جس کے فوری اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے ساتھ ہی عالم اسلام کی اپنی ایک مشترکہ کرنسی کا قیام بھی قابل عمل اور بے حد ضروری ہے۔ اس سلسلے میں ملائیشیا کے وزیر اعظم اور عالم اسلام کے عظیم مدبر ڈاکٹر مہاتیر بن محمد نے تجویز دی ہے کہ گولڈ دینار کو اسلامی ممالک کی مشترکہ کرنسی قرار دیا جائے اور اس تجویز پر ملائیشیا میں کام بھی ہو رہا ہے۔ عالم اسلام کو اقتصادی بحران سے نکالنے کے لئے یقیناً یہ ایک بہت اچھی تجویز ہے۔ اس سے اسلامی ممالک کے

درمیان تجارت کوفروغ حاصل ہوگا اور بالخصوص وہ اسلامی ممالک جو معاشی طور پر کمزور ہیں ان کی معیشت کو استحکام حاصل ہوگا۔ اس اقدام سے اسلامی ممالک موجودہ عالمی اداروں کے قرضوں سے رفتہ رفتہ آزاد ہو جائیں گے اور سُود سے پاک اسلامی بنکاری کا قیام بھی ممکن ہو سکے گا۔ اور ایک اعلیٰ سطح پر یہ مشترکہ کرنسی عالم اسلام کے مابین اتحاد و یگانگت کا مظہر بھی ہوگی۔

۳۔ سماجی میدان میں ذمہ داریاں

(i) سیاسی و معاشی میدانوں میں نئے عالمی نظام کا مقابلہ کرنے کے لئے سماجی میدان میں بھی عالم اسلام کو ایک مربوط و منظم حکمت عملی وضع کرنے اور اس پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں سب سے اہم خود مسلمانوں کی سماجی و معاشرتی حیثیت اور مقام محفوظ ہے۔ یہاں سب سے اہم Human Resource Develpt. کے سیکٹر پر پوری توجہ دینی ہوگی اور انہی تینوں اجزاء یعنی تعلیم، صحت اور ہنرمندی کے مواقع تمام لوگوں کو یکساں طور پر مہیا کرنے ہونگے۔ تاکہ معاشرتی طور پر ایک آسودہ حال مسلمان نئے عالمی نظام کے تقاضوں سے واقف بھی ہو اور ان سے نبرد آزما ہونے کا اہل بھی ہو سکے۔

(ii) ایک اسلامی معاشرہ اعلیٰ اخلاقی و دینی اقدار Values اور روایات کا مظہر اور امین ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں صحیح اسلامی معاشرہ کی تشکیل یقیناً ایک سرکاری توجہ کا طلبگار ہوتا ہے۔ یہاں ذرائع ابلاغ کے ذریعے اسلام کا صحیح پیغام مسلمانوں اور تمام اقوام تک پہنچانا بے حد ضروری ہے۔ معاشرے سے بے حیائی، بدعنوانی اور فسق و فجور کے عناصر کو دور کر کے ہی ایک ایسا معاشرہ تشکیل دیا جاسکتا ہے جو نئے عہد کے چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک صالح، دیانتدار اور فرض شناس افراد ہر سطح پر روشناس کرا سکے۔

(iii) اس کے ساتھ ہی عالم اسلام کا ایک اور اہم فریضہ ان تمام مسائل پر یکساں توجہ دینے اور کام کرنے کا ہے جو تمام عالم انسانیت کو یکساں طور پر درپیش ہیں۔ مثلاً ماحولیات، دہشت گردی، پیچیدہ بیماریاں اور قحط وغیرہ کے مسائل جن کے حل کے لئے عالم اسلام اپنا کردار ادا کرتے ہوئے تمام عالمِ انسانیت کی رہنمائی بھی کر سکتا ہے۔

۴۔ نیا عالمی نظام و عالم اسلام کا مستقبل

نئے عالمی نظام کے پس منظر، تشکیل اور مضمرات کا جائزہ لینے کے بعد ہم اسلامی دنیا کی ان ذمہ داریوں کو واضح اور اجاگر کیا ہے، جن کے ذریعے وہ مستقبل میں اپنی حیثیت و مقام اور پھر اسی حوالے سے اپنے کردار کا تعین کر سکتی ہے۔ یہ حیثیت و مقام اور کردار یقیناً وہی ہے۔ جسے علامہ اقبالؒ نے یوں بیان فرمایا ہے:

دنیا کے بت کدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا
ہم اس کے پاسباں ہیں وہ پاسباں ہمارا
سالارِ کارواں ہے میرِ حجاز اپنا
اس نام سے ہے باقی آرامِ جاں ہمارا

یہ حرم کی پاسبانی ہی دراصل ہر مسلمان کا فرض اولین ہے۔ جسے اس کو میرِ حجاز کی اتباع یعنی محبت و اطاعت کے ساتھ مستقبل میں نئے عالمی نظام کے حوالے سے ادا کرنا ہے۔ ۲۵ جنوری ۱۹۴۸ء کو کراچی بار ایسوسی ایشن نے ایک جلسہ عید میلاد النبیؐ کا اہتمام کیا اور

قائداعظم محمد علی جناحؒ سے خطاب کی درخواست کی گئی۔ قائداعظمؒ اس وقت گورنر جنرل تھے' لیکن اپنی تمام مصروفیات سے ہٹ کر آپ جلسہ میں حاضر ہوئے اور رسول اکرمؐ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا'' آج ہم یہاں دنیا کی عظیم ترین ہستی کو نذرانہ عقیدت پیش کرنے کے لئے یہاں جمع ہوئے ہیں۔ رسول اکرم عظیم معالج تھے' عظیم رہنما تھے' عظیم قانون ساز تھے' عظیم سیاست دان اور عظیم حکمران تھے' آپؐ نے جس چیز میں ہاتھ ڈالا' کامیابی نے آپؐ کے قدم چومے' تجارت سے لے کر حکمرانی تک ہر شعبہ حیات میں آپؐ مکمل طور پر کامیاب رہے۔ رسالت مآبؐ پوری دنیا کی عظیم ترین ہستی تھے۔ تیرہ سو سال پہلے آپؐ نے جمہوریت کی بنیاد رکھ دی تھی۔ اسلام محض رسوم و روایات اور روحانی نظریات کا نام نہیں' اسلام ہر مسلمان کے لئے ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جس کے مطابق وہ اپنی روزمرہ زندگی' حتیٰ کہ سیاست و معاشیات اور دوسرے شعبوں میں عمل پیرا ہوتا ہے۔''

قائداعظمؒ کا یہ فرمان ہمارے لئے من حیث القوم ایک مشعل راہ کی حیثیت رکھتا ہے یعنی محبت و اطاعتِ رسولؐ میں نئے عالمی نظام سمیت ہر چیلنج کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ وہ عظیم ہستیاں جنہوں نے اتباع رسولؐ کا حق حضور علیہ الصلوٰۃ السلام سے بے پایاں محبت اور بے لوث اطاعت کرتے ہوئے ادا کیا' ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے حزب اللہ کا منصب عطا کرتے ہوئے ان کی فتح کی بشارت بھی سنا دی۔ سورۂ مائدہ میں ارشاد ہوا:

فَإِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ٥

یعنی بے شک حزب اللہ (اللہ کی جماعت ہی) غالب ہونے والی ہے۔ اس سارے مضمون کو علامہ اقبالؒ نے کیا خوب بیان کیا ہے۔

ہر کہ عشقِ مصطفیٰؐ سامانِ اوست
بحر و بر در گوشہ دامانِ اوست
زانکہ ملت را حیات از عشقِ اوست
برگ و سازِ کائنات از عشقِ اوست
خیز و اندر گردش آور جامِ عشق
در قہستان تازہ کن پیغامِ عشق

(پیامِ مشرق)

حوالہ جات

۱۔ قرآن مجید
۲۔ پیامِ مشرق از علامہ اقبالؒ
۳۔ بانگِ درا از علامہ اقبالؒ
۴۔ Speaches & M.A. Jinnah
۵۔ What New World Order by Joseph S. Nye. Jr.
Foreign Affairs Spring 1992

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امت مسلمہ کی ذمہ داریاں تعلیمات نبوی ؐ کی روشنی میں

سید اطہر محمد ایڈووکیٹ' گوجرانوالہ

نیا عالمی نظام پوری آب و تاب سے دنیا کے ماتھے پر جگمگا رہا ہے۔ گزشتہ صدی کے اختتام سے آج تک گوناں گوں تبدیلیاں اس بوڑھی دنیا نے دیکھیں۔ سائنس ہو یا طب' ثقافت ہو یا ادب' تعلیم ہو یا دفاع ہر شعبہ ہائے زندگی پر یورپین افکار و نظریات کی یلغار ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ چند صدیاں قبل بغداد اسلامی کلچر اور علم کا گہوارہ تھا۔ اس کے برعکس اس دور میں یورپ کی گلیوں میں گھٹنوں گھٹنوں کیچڑ ہوا کرتا تھا۔ وقت کسی تیز و تند آندھی کی طرح آگے بڑھتا رہا۔ سقوط بغداد کے بعد نہایت ضخیم علمی خزانہ یورپ کے ہاتھ لگ گیا۔ مسلمانوں کی شروع کی ہوئی تحقیق کو انہوں نے جلا بخشی۔ غرضیکہ کم و بیش ہر فیلڈ میں مسلمانوں نے عرق ریزی کی اور علم کی روشنی کی کرنیں اغیار نے اپنالیں۔ ہر شعبہ میں مسلمانوں کے کلیات جلوہ افروز ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کو اس دنیا میں رحمت للعالمین بنا کر بھیجا گیا۔ آپ کا سایہ شفقت کل عالم پر اپنا نور بکھیر رہا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی بعثت سے وفات تک بے شمار مواقع آتے ہیں کہ جب آپ نے بین الاقوامی تناظر میں امت مسلمہ کی رہنمائی فرمائی ہے۔ ہجرت حبشہ حضور اکرم ﷺ کے مکتوب (جو دوسرے ممالک کے سربراہان کو لکھے' آج کے دور میں بین الاقوامی ادارے ریاستوں کے مابین اتحاد کو فروغ دینے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن آج سے چودہ سو سال پہلے آنحضور کی اسلامی ریاست کے قیام اور دوسری ریاستوں سے اس کے معاشی' معاشرتی اور سیاسی تعلقات کا جائزہ لیں تو احساس ہوتا ہے کہ اسلام کے بین الاقوامی قوانین دنیا کے دیگر تمام مذاہب و سیاسی نظامات سے زیادہ معتدل متوازن اور انصاف پسند ہیں۔ اسلام اپنا ایک عالمی نظام رکھتا ہے۔ اس نظام نے ایک طویل عرصہ تک عالمی معاملات پر اثر ڈالا۔ جب اسلامی سلطنت کا دائرہ وسیع ہوا اور ایک سے زیادہ اسلامی ریاستوں میں تعلقات قائم اور بحال رکھے اور ان میں جھگڑے کی صورت میں فیصلہ کرنے کی اہلیت بھی رکھی۔

اسلام کے عالمی نظام میں معاشرت' معیشت' سماج و سیاست کی بنیاد ایمان' تصور وحدانیت اور نظریہ نیابت خدا پر رکھی گئی ہے۔ خدا اپنے بندوں کے لئے قانون سازی کرتا ہے۔ چنانچہ اسلامی تصور عالمی نظام کے تحت امن جنگ یا غیر جانبداری یا الحاق اور سفارتی سماجی و ثقافتی و تعلیمی تعلقات میں قرآن پاک اور حضور کے اسوۂ حسنہ سے راہنمائی حاصل کی جانی چاہیئے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے اسلامی قانون میں عالمی قانون کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔ ''اسلامی ریاست کی داخلی مسائل سے متعلقہ قانونی شقوں کا وہ حصہ جو روایات و معاملات کی ذمہ داریوں کی صورت میں ہوتا ہے جس کا ایک اسلامی واقعی یا آئینی ریاست دوسری واقعی یا آئینی ریاستوں سے تعلقات میں لحاظ رکھتی ہیں۔

یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے' اسلامی قانون میں عالمی نظام کے متعلق کوئی منضبط قانون نہیں ہے۔ اس کے نفاذ اور اطلاق بہتر قواعد و ضوابط اسلامی ریاست کی صوابدید پر ہے۔ اسلامی ریاست عالمی نظام کا احترام بالکل ملکی قانون کی طرح کرتی ہے۔

اسلامی عالمی نظام معاہدہ صلح حدیبیہ کی صورت میں اُحد اور فتح مکّہ کے بعد سامنے آیا۔اسلامی ریاست میں عالمی نظام کی تربیت اور نفاذ آنحضورؐ کے زمانہ ہی سے ہوگئی تھی۔تاہم اسے باقاعدہ طور پر پہلی صدی ہجری میں دیکھتے ہیں کیونکہ اسلامی ریاست کو معاہدات اور سفارتی تعلقات قائم کرنے پڑتے تھے۔اس لئے عالمی نظام کو مضبوط کیا گیا۔

پہلے اسلامی ریاست میں عالمی نظام میں عالمی نظام کے لئے لفظ سیر استعمال کیا گیا۔امام ابوحنیفہؒ نے اس معاملہ میں کئی درس دیئے، جنہیں ان کے شاگردوں نے کتاب السیر الصغیر اور کتاب السیر الکبیر کے عنوان مرتب کر کے پیش کیں۔سرخی المبوط کے نزدیک لفظ سیر سیرت کی جمع ہے جس سے مراد مسلمانوں کا وہ طرز عمل جو وہ اپنے ساتھیوں (جن میں غیر مسلم بھی شامل ہیں) سے کرتا ہے۔ان سے بھی جو معاہدے ہوں اور مسلمانوں میں برسرپیکار ہوں۔یہ طرزعمل مرتدں، کافروں، منافقوں وغیرہ کے ساتھ واضح کرتا ہے۔

نئے عالمی نظام کے کم وبیش درج ذیل خدوخال واضح ہوتے ہیں

(۱) زمانہ امن وجنگ میں دوسری ریاستوں سے تعلق

(۲) غیر مسلموں سے تعلق ورابطہ

(۳) زیر معاہدہ ریاستوں سے تعلقات

(۴) مسلم ریاستوں سے تعلقات ومراعات

(۵) خداتعالیٰ کے احکامات وسنت رسول کی روشنی میں دوسری ریاستوں سے تعلقات استوار کرنا

آنحضورؐ کا اسوہ حسنہ اور ان کے اقوال ہمارے لئے عالمی نظام کے تناظر میں مشعل راہ ہیں۔قرآن پاک میں بھی رسول کی سنت کی متابعت کا حکم دیا گیا ہے۔

''رسول تم کو جو حکم دیں ان پر عمل کرو اور جن باتوں سے روک دیں رُک جاؤ''۔(سورۃ حشر)

''ہم نے قرآن اس لئے نازل کیا ہے کہ تم لوگوں کے سامنے اس کی وضاحت کرو''۔(سورۃ نحل)

یعنی سنت رسول قرآن پاک کے احکامات کی تفسیر وتعبیر وتشریح ہے۔اس لئے تعلیمات نبوی ہمارے لئے اس نئے دور میں بھی اسی طرح قابل تقلید ہیں جیسا کہ چودہ سو سال پہلے قابل پیروی تھیں۔آج کے دور میں بھی رسول پاک کی قولی، فعلی اور تقریری سنت کسی شفاف آئینے کی طرح ہمیں راہ دکھاتی ہیں۔مثال کے طور پر آنحضرتؐ نے مدینہ منورہ سے بذریعہ حلف نامہ معاہدہ فرمایا تھا۔اسی طرح شام کے علاقہ سے ان کا حلف ہوا تھا۔آنحضورؐ کے ہر اعمال وافعال عالمی نظام کے لئے بنیاد مہیا کرتے ہیں۔جنگ، جنگی قواعدو ضوابط، صلح، معاہدات جزیہ وغیرہ جیسے معاملات میں سنت رسولؐ ہی کی پیروی کرنی چاہیئے۔اسی طرح جب آنحضورؐ نے غیر مسلموں کو اسلامی ریاست کے خلاف سازشوں میں مصروف دیکھا تو اندرونی قانون سازی کی، ایک بہت بڑا اہم قدم اٹھایا اور حکم نافذ فرمادیا کہ غیر مسلموں کو عرب سے نکال دو۔موجودہ نئے عالمی نظام کے تحت اب بھی لاگو ہوتا ہے کہ کوئی سازشی غیر مسلم کو ملک میں رہنے نہ دیا جائے۔

امت مسلمہ کی ذمہ داریاں

(۱) آج کے نئے عالمی نظام کے پیش نظر تمام ریاستوں کے روابط دوسری ریاستوں سے قائم ہیں۔ ہر ایک ملک نے اپنے سفارتی عملے کو دوسرے ملک کے مفادات کی نگرانی سونپی ہوئی ہے۔ غیر ملکی شہریوں کو اسلامی ریاست میں داخل ہونے کی اجازت سفارت خانہ ویزے کی شکل میں دیتا ہے۔ اسی طرح کوئی غیر ملکی باشندہ اگر اسلام مخالف سرگرمیوں میں مصروف عمل ہو تو اس کو مناسب سزا دی جاسکتی ہے۔ بصورت دیگر سفیر اور غیر ملکی باشندوں سے اخلاق نبوی کی ہدایت کے مطابق انتہائی اچھا سلوک کرنا چاہیئے۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے غیر ملکی سفارت کاروں کی بہت عزت کی تھی۔ جب کوئی دوسرے ملک سے حتیٰ کہ وہ دشمن ہی کیوں نہ ہو آپ بہت اخلاق سے پیش آئے۔

(۲) دوسری غیر مسلم ریاستوں میں آباد مسلمان خواہ کسی ملک میں سکونت رکھتے ہوں اپنی اپنی زندگی گزارتے ہیں۔ مسلمان جہاں کہیں بھی ہو وہ امت واحدہ کا ایک رکن ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑو اور منتشر نہ ہو جاؤ۔ اس لحاظ سے مسلمان خواہ کسی بھی دوسری مسلمان ریاست میں ہوں وہ ایک امت کا فرد ہے۔

علامہ اقبالؒ نے کیا خوب کہا ہے:

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاک کاشغر

غیر مسلم ریاستوں میں رہنے والے مسلمانوں کا بھی فرض ہے کہ وہ اپنی اخلاقی ذمہ داریاں انتہائی ذمہ داری سے ادا کریں۔

(۳) حضور اکرم ﷺ نے منافق و مرتد و باغیوں کے لئے نہایت شفقت کرنے کا حکم دیا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ منافقوں کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کے ارشاد کے مطابق کیا سلوک کیا گیا۔ مرتدوں کو تین دن دیئے جاتے۔ بعد ازاں اگر وہ اسلام کی طرف نہ لوٹتے تو ان کو قتل کر دیا جاتا۔ اسی طرح تعاون نہ کرنے والے مسلمان یعنی جہاد میں حصہ نہ لینے والے مسلمانوں کے لئے حضور اکرم ﷺ نے بائیکاٹ کرنے کا حکم فرمایا۔ اس نئے عالمی نظام میں حضور اکرم ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں اگر معاشرے میں سے رستا ناسور کاٹ دیا جائے تو اس نظام کے تقاضے بھی پورے ہو جائیں گے۔ اسلام کی کیاری مختلف رنگوں کے پھول سے پروان چڑھتی چلی جائے گی۔

(۴) اسلامی ریاست میں رہنے والے غیر مسلم شہری ذمی کہلاتے ہیں۔ اسلام دشمن طاقتیں ان کے ذریعے مسلمان ریاستوں کی جڑیں کھوکھلی کرتی رہتی ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کے دور میں ایسے غیر مسلم سے تمام اسلامی راز چھپائے جاتے۔ یہ لوگ زکوٰۃ سے مستثنیٰ ہوتے ہیں۔ ان سے جزیہ وصول کیا جاتا ہے۔ ان کے مال و جان کی حفاظت کی ذمہ داری خود اسلامی ریاست پر ہوتی ہے۔ اگر وہ اسلامی ریاست کے خلاف سازش کے مرتکب ہوں یا کسی غیر مسلم ریاست کے حملہ کی صورت میں اس کا ساتھ دیں تو اسلامی ریاست ان کے جان و مال سے بری الذمہ ہو جاتی ہے۔ CIA اور KGB جیسے ادارے مسلمانوں کے خلاف نبرد آزما ہیں۔ امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے کہ ان کی سازشوں سے مسلمانوں کو بچایا جائے۔

(۵) نئے عالمی نظام کے منفی اثرات کو زائل کرنے کے لئے حضور اکرم ﷺ کی ایک حدیث مبارکہ پر عمل کرنا انتہائی ضروری ہے۔

"انما المومنون اخوۃ"

دنیا بھر کے مسلمان جغرافیائی لحاظ سے خواہ جس قدر مرضی جغرافیائی خطوں میں تقسیم ہوں' خواہ ان میں نسلی اور علاقائی تعصبات موجود ہوں' وہ ایک امت کے ارکان متصور ہوتے ہیں۔ اسلام وہ مرکزی قوت ہے جو مسلمانوں کے بکھرے ہوئے اوراق کی شیرازہ بندی کرتا ہے۔ اس سے مسلمانوں کا قومی تصور امت واحدہ کا تصور ابھرتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی یہ حدیث مبارکہ ایسا سبق ہے جس کے مطابق اللہ اور رسول کو ماننے والے ایک اٹوٹ رشتے میں بندھ جاتے ہیں۔ مسلمان امت اور قوم کا جغرافیائی وطنیت کی مصنوعی حد بندیوں سے قائم یا منسوب نہیں ہے۔ بلکہ اسلام اس امت کا تصور پیش کرتا ہے جو زیادہ پائیدار حقیقی اور جاندار ہے۔ اسلام کے نظریہ امت سے جسد واحد کا تصور ابھرتا ہے۔ اس طرح یہ ثابت ہو گیا کہ اسلام کا تصور امت' قومیت' زبان' نسل یا خطہ ارض سے محدود کیا جا سکتا ہے لیکن ایک وسیع تر قومی وانسانی معاشرہ اس کا موضوع ہے۔ ہر وہ شخص جو اسلام قبول کر لیتا ہے وہ خود بخود ہی اس ملت کا فرد بن جاتا ہے۔ اس طرح ملت کا یہ تصور زیادہ ترقی یافتہ اور زیادہ مہذب' زیادہ جدید اور زیادہ مفید ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ اسلامی دنیا اس نظریہ سے انحراف کر کے آپس میں برسرپیکار رہی ہے۔ عراق کویت سے' مصر شام سے' غرض تمام اسلامی ممالک امت واحد کے نظریہ سے انحراف کر کے آپس میں برسرپیکار ہیں۔ لطف کی بات یہ ہے کہ ہر مسلمان ملک کے مسلمان باشندے اپنی حکومتوں کے اختلاف سے نالاں ہیں' پھر بھی ایسی حکومتیں قائم ہیں۔

حضور اکرم ﷺ نے آخری خطبہ میں امت کے لئے ایک راہ متعین کر دی اور تعصب پر زبردست چوٹ لگائی۔

"کسی کالے کو گورے پر اور گورے کو کالے پر' کسی عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ہے۔ کیونکہ آپ سب حضرت آدم کی نسل سے ہیں"۔ آپؐ نے پھر فرمایا "اگر تم پر کوئی حبشی بھی حکمران بنا دیا جائے جو تم میں سے تقویٰ کے لحاظ سے بہتر ہو تو اس کی اطاعت کرو"۔

ایک امت کا تصور اس وقت عربوں کو دیا گیا جب تمام خطہ عرب قبائلی' نسلی' لبنی اور لسانی تعصبات میں گھرا ہوا تھا۔ یہ نظریہ احادیث اور آنحضرت ﷺ کے عمل سے ثابت ہو گیا۔ اگر ہم حضور اکرم ﷺ کی امت واحدہ کے نظریہ پر عمل پیرا ہو کر نظام خلافت پھر سے قائم کر لیں جس کی بدولت تمام اسلامی ممالک تسبیح کے دانوں کی طرح پروئے جاتے ہیں تو نئے عالمی نظام کے وہ عیوب جو مسلمانوں کے لئے نقصان دہ ثابت ہو رہے ہیں یکسر مفقود ہو جاتے ہیں۔

(۲) امت مسلمہ حضور اکرم ﷺ کے ایک انتہائی سنہری اصول کو پس پشت ڈالے ہوئے ہیں۔ حالانکہ اس کو نظر انداز کرنا مسلمانوں کی موت ہے۔ اسلام فطرت کا سب سے سچا اور حقیقی مذہب ہے۔ مسلمانوں کی زندگی کا ہر عمل خدا اور رسول کے احکامات کی پیروی کرتے ہوئے گزرتا ہے اور اگر اسے خدا اور رسول کے احکامات پر عمل کرتے ہوئے جان قربان کرنی پڑے تو اس سے گریز نہیں کرنا چاہیئے۔ حق اور باطل میں معرکہ آرائی ازل سے جاری ہے۔ باطل کے خلاف نبرد آزما ہونا اور باطل قوتوں کو زیر کرنا جہاد ہے۔ یہ جہاد طاقت کے استعمال سے ہو یا زبان کی مدد سے اس کا عظیم اجر مقرر کیا گیا ہے۔

جو جہاد خدا تعالیٰ اور رسول کے احکامات کی پیروی کرنے کے سلسلے میں دین کی حفاظت کے لئے کیا جائے' اس کا بہت درجہ

ہے۔ اللہ اور رسول کے دشمنوں کے خلاف برسرپیکار ہونا جہاد ہے۔ اسلام میں جہاد کا حکم بالکل واضح ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے جہاد کرنے پر بڑا زور دیا ہے اور اس کی بڑی فضیلت بیان کی ہے۔ راہ خدا میں لڑنے والا شیر ہوتا ہے‘ جو ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔

کشادہ دل سمجھتے ہیں اس کو

ہلاکت نہیں موت ان کی نظر میں

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”تم مشرکین کے ساتھ اپنے مالوں‘ جانوں اور زبانوں کے ساتھ جہاد کرو“۔ اس حدیث پاک کی روشنی میں جہاد کے تین طریقے ہیں۔ جہاد مال‘ جہاد بالنفس اور جہاد بالعلم۔ جہاد میں یہ حکمت پوشیدہ ہے کہ اگر دین کے دشمنوں کی جڑ نہ کاٹی گئی تو خود دین کو نقصان پہنچے گا۔ اس لئے دین کے دشمنوں کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ ورنہ اسلام میں انسانی جان کی بہت قدر کی گئی ہے۔

آج ہر طرف مسلمان دبائے ہوئے ہیں۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ اسلامی روح زندہ نہیں ہے۔ یورپین یونین اور بڑی طاقتوں کی توسیع پسندانہ پالیسی مسلمانوں کے خلاف سازش ہے۔ افغانستان پر حملہ‘ کشمیر میں قتل و غارت‘ فلسطین پر آگ کی بارش‘ مسلمانوں کی دین سے دوری کی وجہ سے ہے۔

حضور اکرم ﷺ کی تعلیم کا اہم حصہ یہ ہی ہے کہ جب جہاد فرض ہو جائے تو سر پر کفن باندھ کر نکلو اور جام شہادت نوش فرماؤ۔ اگر اسلام کی دشمن قوتوں کے خلاف خود پیش قدمی کر کے فتنہ کی جڑ کاٹ دی جائے اگر کفر کی قوتیں کسی طرح بھی اثر و فساد سے باز نہ آئیں تو آگے بڑھ کر ان پر حملہ آور ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کی ایک عمدہ مثال فتح مکہ ہے۔ جب صلح حدیبیہ کی خلاف ورزی ہوئی اور مکہ معظمہ کے مشرکین و کافرین نے مسلمانوں پر حج کرنا مشکل کر دیا تو آنحضور ﷺ نے مجبور ہو کر ان کے خلاف جہاد کا اقدام کیا اور کفر و شرک کے مرکز کو اسلام کا مرکز بنا دیا۔

جہاد ایک مذہبی جنگ ہے ور مذہب کی حفاظت کے لئے کیا جاتا ہے۔ اسلام میں جہاد کو محض ملک کی سرحدوں کو پھیلانے یا مال غنیمت اکٹھا کرنے کے لئے جنگ کرنے سے سخت منع کیا گیا ہے۔ جہاد میں پوری امت شامل ہوتی ہے۔ جہاد شروع ہونے کے بعد اس میں حصہ نہ لینا گناہ ہے۔ جہاد میں ہر سپاہی خدا کی راہ میں لڑتا ہے اور اپنی جان خدا کی راہ پر قربان کرنا فرض سمجھتا ہے‘ ان کے دل جذبے اور احساس سے سرشار ہوتے ہیں اور وہ بجلی بن کر اسلام دشمن فوجوں پر گرتے ہیں۔

آج کے دور میں امت مسلمہ کی یہ اولین ذمہ داری ہے کہ دنیا کی یا قوتی طاقتیں جہاں بھی مسلمانوں کی تذلیل کر رہی ہیں یا اسلامی سلطنت کے خلاف فوج کشی کرنے والی ہوں تو مسلمانوں کو ان کے ساتھ سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جانا چاہیئے۔ تمام اسلامی ممالک اپنی ایک مشترکہ فوج تشکیل دیں‘ مشترکہ اسلحہ سازی کے کارخانے قائم کریں تو عالم اسلام کی طرف کوئی میلی نگاہ سے بھی نہیں دیکھ سکتا۔

(۷) مدینہ منورہ میں جب پہلی اسلامی حکومت کا آغاز ہوا‘ حضور اکرم ﷺ اس مسلمان ریاست کے سربراہ بنے تو انہوں نے سربراہ سلطنت کے لئے اور پوری اسلامی ریاست کے لئے جو سیاسی نظام ترتیب دیا اس میں شوریٰ کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔

آنحضورﷺ نبی ہونے کے حوالے سے بہت قابل قدر تھے۔لیکن جب کبھی ضرورت پڑتی تھی تو امت مسلمہ کے بہترین دماغوں سے آپ مشورہ کرتے اگر وہ مشورہ صائب ہوتا تو اس کے مطابق حکمت عملی اختیار کرتے۔اگر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کسی رائے پر متفق ہو جاتے تھے تو آپ اس فیصلہ کے خلاف نہ جاتے تھے۔حضور اکرمﷺ کے دور میں چار مواقع ایسے ملے جب آپ نے امت مسلمہ میں سے بہترین دماغ رکھنے والوں سے مشورہ کیا اور کوہ اُحد پر باقاعدہ پہرہ کھڑا کیا اور مشورے سے دوسری جنگی تدابیر اختیار فرمائیں۔ اس کے بعد دوسرا موقع غزوہ خندق ہے۔جب حضور اکرمﷺ نے مشورہ لیا اور حضرت سلیمان فارسیؓ کی مشاورت سے مدینہ منورہ کو قلعہ کی حیثیت دے کر اس کے ارد گرد خندق کھود کر لڑنا پسند فرمایا۔تیسرا موقع صلح حدیبیہ کا ہے' جہاں آنحضورؐ نے معاہدہ حدیبیہ باقاعدہ صحابہ کرام سے مشورہ کر کے تحریر کیا اور صحابہ کرام کی مشاورت سے اس سال حج کے بغیر واپسی کا فیصلہ کیا۔تاریخ گواہ ہے کہ ان تینوں غزوات میں زبردست فتح مسلمانوں کو نصیب ہوئی اور بہت اعلیٰ قسم کے دور رس نتائج سامنے آئے۔حضرت ابو ہریرہ حضور کی مشورہ لینے کی عادت کے بارے میں بیان فرماتے ہیں کہ" میں نے حضرت محمدﷺ سے زیادہ بہتر کوئی نہیں دیکھا جس نے صحابہ کرام سے مشورے کئے ہوں۔آپ کی وفات کے بعد پہلی مرتبہ باقاعدہ مجلس مشاورت خلیفہ کے انتخاب پر ثقیفہ بنی ساعدہ میں ہوئی۔اس طرح ثقیفہ بنی ساعدہ کو پہلا اسمبلی ہاؤس بننے کا شرف حاصل ہوا۔حضور اکرمﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں خلافت راشدہ میں ملک کے تمام امور باہمی مشورے سے طے پاتے تھے اور قائم شدہ روایات کے مطابق اس میں وہی لوگ شامل کئے جاتے تھے جو سنت رسول کے پابند تھے۔تفقہ فی الدین کے باعث مسلمانوں میں ایک اہم مقام حاصل ہوتا تھا۔

آج کے نئے دور کا تقاضا ہے کہ تمام امت مسلمہ میں سے اہم دماغ تلاش کر کے ایک اسلامی مشاورتی کمیٹی تشکیل دی جائے جو عالمی امور میں امت مسلمہ کی راہنمائی کرتی رہے۔ہر قسم کے مسائل بخوبی حل ہو سکتے ہیں۔یہ جو مسلمانوں پر ایک غلط قسم کا الزام لگایا جاتا کہ مسلمان Fundamental Muslims ہیں اور یہ فعال دنیا کی بیشتر قوموں کے اذہان میں گردش کرتا رہتا ہے جو غیر مسلم ہیں۔اسلامی تشخص کے ابھرنے سے یکسر ختم ہو جائے گا کیونکہ مسلمانوں سے انصاف پسند اور اخلاق والا اور کوئی نہیں۔چند اسلام دشمن مخالفوں نے یہ غلط سوچ رنگ آمیزی کے ساتھ ساری دنیا میں پھیلا دی ہے۔

(۸) نظام مصطفیٰ کا نفاذ امت مسلمہ کی ایک اولین ذمہ داری ہے۔جدید عالمی نظام نے اس دور کے مسلمانوں کے ذہن پراگندہ کر دیئے ہیں۔آج کا نوجوان ذہنی انتشار کا شکار ہو گیا ہے۔مغرب کے فلسفی' یہود' ہنود سب متفقہ طور پر یہ بے بنیاد پروپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ چودہ سو سال پہلے جو معاشرتی و سیاسی نظام قائم کیا گیا وہ آج کے دور کے لئے مفید نہیں ہے۔حالانکہ یہ غلط ہے' اسلامی معاشرتی اور سیاسی نظام آج کے دور میں بھی اتنا ہی مفید ہے اور کارگر ہے جتنا آج سے چودہ سو سال پہلے تھا۔اسلام کا بیج اگر بو دیا جائے تو عالم اسلام طرح طرح کے شیریں پھل یہاں چکھ سکتا ہے اور ہر امتی آئندہ کی زندگی میں بھی سرخرو ہو سکتا ہے۔نظام مصطفیٰ کے نفاذ کے بغیر اسلامی روح تڑپتی رہے گی اور کسی خیر کی توقع ہم نہیں کر سکتے۔

(۹) تہذیب' کلچر اور تمدن کو سنت رسول کے احکامات کے مطابق ڈھالنا انتہائی ضروری ہے۔کیونکہ عالم کل پر مغرب پرستی کرنے والوں کے افکار کی یلغار ہو چکی ہے۔اس دور میں مسلمانوں کا کلچر اس چیز کے بارے میں ہونا چاہیئے جو معاشرے یا فرد کی اصلاح کے

لئے مفید ہو یا اس کے متعلق ہو۔ کلچر کا اصل سرچشمہ مذہب ہے جس سے توانائی اور قوت حاصل کی جاسکتی ہے اور زندگی کے مادی لوازمات کو تقویت پہنچتی ہے۔ تمام سیاسی اقتصادی اور معاشرتی ادارے اور تنظیمیں اس سرچشمہ سے سیراب ہوتی ہیں۔

تہذیب کے معنی تو شاخ تراشی کرنا ہیں۔ اہل مغرب کے دانشوروں کے نزدیک مذہب کا پرائیویٹ مسئلہ ہے اور دین و دنیا کی تفریق کا رجحان ان کے ہاں عام ہے۔ اسی طرح جدید عالمی نظام کے تحت مذہب کو چند رسومات اور مافوق العقائد کا مجموعہ خیال کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ ای۔ بی۔ ٹیلر کا کہنا ہے کہ مذہب صرف روحانی موجودات پر اعتقاد کا نام ہے۔ لیکن یہ معاملہ عیسائیت یا دیگر مذاہب کے ساتھ تو درست ہوسکتا ہے۔ اسلام کے بارے میں یہ نظریہ ہرگز درست نہیں کیونکہ اسلام ایک کامل دین ہے اور خدا کا پسندیدہ دین ہے۔ نیز اسلام انسانی زندگی کو اسلام کے سانچے میں ڈھالنا چاہتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے دور حکومت پر اگر ایک نگاہ ڈالیں تو یہ بات عیاں ہو کر سامنے آتی ہے کہ وہ دور تہذیب کا سنہری دور تھا۔ مسلمانوں کے لئے اس کی کرنیں سمیٹنا بہت ضروری ہے۔

آج کے مغرب کے علماء و مفکرین نے بھی اس حقیقت کا ادراک کرنا شروع کر دیا ہے کہ مذہب اور مذہبی نظریات ہی اصل محور ہے جس کے گرد کسی قوم کی تہذیب گردش کرتی ہے۔ اسی تہذیب سے ایک امت متصف ہوتی ہے۔ اس سے اس کے جذبات و احساسات ابھرے ہیں اور اس سے اس کی زندگی کے روزمرہ مشاغل ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ ہر قوم' ہر امت اپنی مخصوص تہذیب رکھتی ہے جو اسے دوسروں سے امتیازی حیثیت دیتی ہے۔ اس کا ہر عمل اور ہر حرکت دوسروں سے ممتاز کرتی نظر آتی ہے۔ اگر آپ کسی شخص کے سر پر چوٹی لمبی داڑھی' گلے میں کرپان اور ہاتھ میں کڑا دیکھتے ہیں تو آپ فوراً سمجھ جاتے ہیں کہ یہ سکھ ہے۔ اگر آپ کسی کے سر پر لمبے لمبے بالوں کی ایک لٹ سی دیکھتے ہیں تو آپ فوراً اس پر ہندو ہونے کا فتویٰ صادر کر دیتے ہیں۔ اگر آپ دیکھتے ہیں کہ ایک شخص لمبا سا کرتا اور ساتھ ہی سر پر رومال اور عقال باندھے ہوئے ہے' آپ فوراً پہچان جاتے ہیں کہ یہ عرب ہے۔

ملت کا ایک طرز حیات ہوتا ہے وہ مخصوص مذہبی نظریات کی حامل ہوتی ہے۔ اس کا اپنا قبلہ اور سجدہ گاہ ہوتا ہے۔ ہم نے اپنا قبلہ و کعبہ اپنے محبوب نبی کریم کو بنالیا ہے۔

جہاں تک تمدن کا تعلق ہے وہ معاشرتی' مادی اور فنی ارتقاء کا نام ہے۔ امت مسلمہ کا تمدن بھی سنت رسول کی عکاسی کرتا ہوا نظر آنا چاہیئے۔ امت مسلمہ کی طرز معاشرت کا نام تمدن ہے اس میں وہ تمام امور شامل ہیں جو ہماری معاشرت اور مادی زندگی کے متعلق ہوں۔ قدیم گاڑی کے معمولی پہیئے سے لے کر جدید بھاری مشینری تک ہر چیز تمدن کا مظہر ہے۔ مادی ضروریات زندگی رفتہ رفتہ تمدن کو جنم دیتی ہیں۔ تمدن سے مراد وہ تمام باتیں ہیں جن کے لئے انگریزی میں Civilization کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ امت مسلمہ اپنے تمدن کو حضور اکرم ﷺ کے قول' فعل اور سکوت پر مبنی ہو کر اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیں۔

اسلامی تہذیب کے پورے نظام کی بنیادیں توحید' مساوات اور اخوت پر استوار کی گئی ہے۔ یہی بنیادیں اس تہذیب کو عالمگیر اور آفاقی بناتی ہیں۔ نئے عالمی نظام میں تہذیب صحیح معنوں میں یہ انسانی تہذیب ہے۔ یہ انسان کو بحیثیت انسانی خطاب کرتی ہے اور ہر اس شخص کو اپنے دائرے میں لے لیتی ہے جو توحید مساوات اور آپ پر ایمان لائے۔ اسی طرح یہ تہذیب ایک ایسی عالمگیر امت تشکیل دیتی ہے۔ جس میں بلا امتیاز رنگ و نسل' زبان و زمین ہر انسان داخل ہوسکتا ہے۔ ایک ایسی تہذیب ہے جس کا رب' رب

العالمین ہے جس کالانے والا رسول رحمۃ للعالمین ہے اور جس کا ہدایت نامہ ''ذکر للعالمین'' یعنی تمام جہانوں کے لئے نصیحت ہے۔

اسلامی تہذیب جس کا امت مسلمہ عکس ہوتی ہے ایک ہمہ گیر اور جامع تہذیب ہے۔ حیات انسانی کا کوئی گوشہ خواہ وہ انفرادی ہو یا اجتماعی' قومی ہو یا بین الاقوامی' معاشی ہو یا قانونی' تدبیر منزل ہو یا سیاست' غرضیکہ یہ ہر شعبہ ہائے زندگی میں ایک غیر متزلزل پیش قدمی کی طرف راغب کرتی ہے۔ جو نئے عالمی نظام کی تشکیل کے سلسلہ میں مددومعاون ہو سکتی ہے۔

حضور اکرم ﷺ کی سنت کے مطابق نہ تو دنیا قابل نفرت ہے کہ اسے ترک کیا جائے اور نہ ہی ایسی محبوب شے ہے کہ انسان اس میں فنا ہو جائے۔ انسان نہ اتنا حقیر ہے کہ دنیا کی ہر قوت کے سامنے مسجود ہو اور نہ وہ اتنا غالب کر دہ کہ دنیا کی ہر شے کا مسجود بن جائے۔ حضور اکرم ﷺ کا دین مکمل منظم ضابطہ ہے۔ امت مسلمہ کو چاہیئے کہ ایک ایسا عملی نمونہ پیش کریں کہ یہ ساری دنیا میں ممتاز ہو جائے۔ لوگ اس کی مثالیں دیں۔

(۱۰) امت مسلمہ کی نئے عالمی نظام کی تشکیل کے سلسلے میں انتہائی اہم ذمہ داری ہے کہ وہ عدل انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔ ''اور مجھے حکم ہے کہ میں تمہارے درمیان عدل کروں''۔ حضور اکرم ﷺ نے قدم قدم پر عدل انصاف کرنے کا حکم دیا ہے۔ بہت سے اغیار اس عدل وانصاف کی وجہ سے حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ ہر شعبہ زندگی میں ہر صنف سے عدل وانصاف کی حضور اکرم ﷺ نے تاکید کی ہے۔ اسلام میں عدل وانصاف بے لاگ اور سب کے لئے ہے۔ اس میں غریب امیر' اپنے بیگانے' دوست' دشمن' ملکی وغیر ملکی کی کوئی تمیز نہیں ہے۔ اسلام میں یہ بے لاگ عدل وانصاف ہی اسے دنیا کی بہترین امت بناتا ہے۔

اسلام صرف اپنوں ہی کے ساتھ عدل وانصاف کرنے کی تلقین نہیں کرتا بلکہ غیروں اور دشمنوں کے ساتھ بھی عدل ہی کو ملحوظ رکھنے کا حکم دیتا ہے۔ نیز عدل وانصاف کے وقت ہر قسم کے تعصب اور دشمنی کو نظر انداز کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ یہود ونصاریٰ اسلام کے کھلے دشمن تھے۔ ان کے ساتھ آنحضور ﷺ نے عدل انصاف کیا۔

(۱۱) نئے عالمی نظام کی تشکیل کے ضمن میں ایک اہم بات یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے اسوہ حسنہ پر عمل کرتے ہوئے ہم خدمت خلق کا دائرہ وسیع کر سکتے ہیں۔ اس میں اپنے بیگانے' مسلم اور غیر مسلم اور حتی کہ حیوانات سے حسن سلوک کرنا بھی خدمت خلق میں شامل ہے۔ حتی کہ اگر کوئی شخص اپنی کسی مجبوری کی وجہ سے خود خدمت خلق کا کوئی کام نہ کر سکتا ہو اور وہ کسی کی سفارش کر دے تو یہ بھی نیکی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں امت مسلمہ کو خیر امت کے لقب سے یاد کیا ہے۔ یعنی مسلمان بہترین جماعت ہیں اور اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ ان کی تشکیل کا مقصد بنی نوع انسان کو فائدہ اور نفع پہنچانا ہے' یہ ہی خدمت خلق ہے۔ آنحضرت ﷺ کی تمام زندگی خدمت خلق کا مجسمہ تھی' بنی نوع انسان کی ہمدردی وخیر خواہی آپ کی فطرت تھی۔ اپنے اور بے گانے کی خدمت آپ کا شعار تھا' آپ نے دوسروں کے کام کرنے کو کبھی عار نہیں سمجھا بلکہ خوشی محسوس کی۔ آپ ہمیشہ دوسروں کی تکالیف دیکھ کر بے چین ہو جاتے تھے۔ ہمسائیوں کی عیادت کرتے محتاجوں اور غریبوں کی مدد کرتے' بھوکوں اور مسافروں کو کھانا کھلاتے' غلاموں کے ساتھ شفقت کا برتاؤ کرتے اور دوسروں کے حقوق کی حفاظت ونگہداشت کرتے۔ غرضیکہ آپ کی زندگی کا ہر پہلو خدمت خلق کا مظہر ہے۔ آپ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''مجھے رمضان کے روزے رکھنے اور اس مہینے مسجد حرام میں اعتکاف بیٹھنے سے یہ زیادہ عزیز ہے کہ میں اپنے بھائی

کی بوقت ضرورت مدد کروں''۔ آپ کا ارشاد ہے ''تم مخلوق خدا پر رحم کرو' آسمان والا تم پر رحم کریگا''۔

کرو مہربانی تم اہل زمین پر
خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

آپ کا ارشاد گرامی ہے کہ بھولے' بھٹکے یا اندھے کو راستہ بتانا بھی کار ثواب ہے۔ (مسلم) ایک دوسرے موقعہ پر فرمایا کہ راستے سے کانٹے یا دوسری ایذاء رساں چیز کو ہٹا دینا کار خیر ہے۔ (مسلم)

ایک دوسرے موقع پر فرمایا کہ مخلوق خدا کا کنبہ ہے۔ بس بہتر شخص مخلوق میں وہ ہے جو خود خدا کے کنبے کے ساتھ احسان کی روش اختیار کرے۔ (مسلم)

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جو شخص ایک بھائی کی مدد کرتا ہے اس موقع پر جہاں کہ اس کی بے حرمتی کی جاتی ہو یا اس کی آبرو ریزی کی جاتی ہو تو خدا تعالیٰ اس کی مدد اسی موقع پر کرے گا جہاں کہ وہ اس کی مدد پسند کرتا ہے۔ (ابوداؤد)

آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس سے جھوٹ بولتا ہے' نہ اسے حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ (مسلم) حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اگر کسی شخص کے پاس چٹیل میدان میں فالتو پانی ہو اور مسافر کو نہ دے تو خدا تعالیٰ قیامت کے دن اس سے نہ کلام کرے گا نہ اس پر رحمت کی نظر ڈالے گا اور نہ اسے گناہوں سے پاک کرے گا۔ حدیث ہے کہ جو کوئی اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرے گا تو خدا تعالیٰ اس کی حاجت روائی کرے گا اور جو کوئی مسلمان کی تنگی دور کرے گا تو خدا تعالیٰ اس کے بدلے قیامت میں اس کی تنگی کو دور فرمائے گا۔ (ابوداؤد)

۔ حضور اکرم ﷺ نے خدمت کو صدقہ قرار دیا ہے جیسا کہ فرمایا ''تمہارا اپنے بھائی سے ملاقات کے وقت مسکرا دینا بھی صدقہ ہے۔'' اچھی بات کہنا اور بُری بات سے روکنا بھی صدقہ ہے۔ (مسلم)

امت مسلمہ کا یہ شعار ہونا چاہیئے کہ دکھی انسانوں کی خدمت کی جائے اور نیکیوں کے ساتھ ساتھ دعائیں حاصل کی جائیں۔

(۱۲) اجماع' قیاس اور اجتہاد کو فروغ دینے سے نئے پیش آمدہ عالمی مسائل سے امت مسلمہ بخوبی نبرد آزما ہو سکتی ہے۔ سب سے اعلیٰ درجہ کا اجماع وہ ہے جو حدیث متواتر اور قطعی دلائل کا درجہ رکھتا ہو۔ حضور اکرم ﷺ کی جو حدیث قولی' فعلی اور حدیث تقریری میں سے اخذ کیا گیا ہو تو وہ اجماع معتبر تصور کیا جائے گا۔ آج کے جدید دور کے تقاضوں کا بہترین حل اجماع ہے۔

نبی کریم ﷺ بھی اجتہاد و قیاس سے کام لیا کرتے تھے۔ ایک شخص نے آنحضورؐ سے دریافت کیا تھا کہ میرے والد پر حج فرض ہے اور وہ بوڑھا ہونے کی بناء پر سواری کے قابل نہیں۔ کیا میں ان کی جانب سے حج کر سکتا ہوں۔ آپ نے پوچھا کیا آپ اپنے بھائی بہنوں میں سے بڑے ہیں۔ اس نے اثبات میں جواب دیا۔ فرمایا اگر تمہارے والد پہ قرض ہوتا اور تم ادا کر دیتے تو کیا یہ کافی تصور کیا جاتا ہے۔'' اس نے عرض کیا ہاں'' تو فرمایا اپنے والد کی طرف سے حج ادا کیجئے۔ آج کے دور کی اہم ضرورت اجماع' قیاس اور اجتہاد ہے۔ ان کی مدد سے بہت سے الجھے ہوئے مسائل حل کیئے جا سکتے ہیں۔ جدید سائنسی دور میں نئی ٹیکنالوجی روز بروز نئے پیچیدہ مسائل پیدا کر رہی ہے۔ ان کی بدولت بہت سی گتھیاں سلجھائی جا سکتی ہیں۔

حضرت سعد بن المسیب نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے ایک دفعہ حضور سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ بعض اوقات ہمارے سامنے ایسے مسائل آتے ہیں جن کا ذکر قرآن پاک وسنت میں موجود نہیں ہوتا۔ آپ نے فرمایا ایسی صورت میں عالم و عابد لوگوں کو جمع کرو اور اس معاملے کو ان کے سامنے مشورہ کے لئے پیش کرو اور کسی ایک کی رائے پر فیصلہ نہ کرو‘‘۔ ایک جگہ پر آپ نے فرمایا کہ میری امت کسی غلط بات پر متفق نہیں ہوگی۔

(۱۳) امت مسلمہ کی یہ ایسی ذمہ داری ہے کہ جس پر عمل کر کے ساری دنیا فتح کی جاسکتی ہے۔ عام طور پر دنیا کے تمام مذاہب کی بنیاد اخلاق پر رکھی گئی اور مجموعی طور پر تمام ادیان نے بعض اوصاف پر خوبی‘ بعض پر برائی کا ہمیشہ یکساں حکم لگایا ہے۔ سچائی‘ انصاف اور امانت کو ہمیشہ سے انسانی اخلاقیات میں مستحسن سمجھا گیا ہے۔ اس کے مقابلے میں جھوٹ ظلم اور خیانت کو ہمیشہ ناپسند کیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسانی اخلاقیات دراصل وہ عالمگیر صداقتیں ہیں جن کو سب انبیاء نے پیش کیا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے اپنی تعلیم میں ایمان کے بعد جن چیزوں پر زیادہ زور دیا ہے وہ اخلاق حسنہ ہیں۔ جس طرح دین اسلام اپنے کامل اور دائمی ہونے میں آخری دین ہے۔ اسی طرح آنحضور ﷺ کی ذات اقدس اخلاق پر کمال دوام کے لحاظ سے آخری سند ہے۔ آنحضور ﷺ نے خود فرمایا ’’میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ اخلاق حسنہ کی تکمیل کروں‘‘۔ (موطا امام مالک)

’’قرآن حکیم رسول ﷺ کی بعثت کے جن مقاصد کا ذکر کرتا ہے ان میں ایک یہ بھی ہے کہ آپ کو انسانوں کا تزکیہ کرنا ہے۔‘‘

’’اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دینا ہے‘ تزکیہ سے مراد انسان کے باطن کو کفر وشرک سے پاک کرنا ہے اور حکمت کی تعلیم سے مراد نبوت کے وہ علوم ہیں جن کا بڑا حصہ اخلاقی تعلیمات پر مشتمل ہے۔

آنحضور ﷺ نے صرف زبانی وعظ پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنے اخلاق حسنہ کا عملی نمونہ بھی پیش کیا۔ انسان کی عملی سیرت کا نام ہی خلق ہے۔ قرآن مجید کے سوا کسی اور مذہب کے صحیفے نے اپنے شارع کی نسبت اس بات کی کھلی شہادت نہیں دی ہے کہ وہ اپنے عمل کے لحاظ سے بھی بلند ترین انسان تھے۔ لیکن قرآن نے صاف کہا اور دوست دشمن کے مجمع میں علی الاعلان کہا (اے محمد) بے شک تیرا اجر نہ ختم ہونے والا ہے اور بے شک آپ بلند اخلاق پر فائز ہیں)۔

چنانچہ آنحضرت کی سیرت ہر شعبہ میں قابل تقلید ہے۔ جس کا سب سے روشن پہلو یہ ہے کہ آپ نے بحیثیت ایک رسول کے اپنے پیروکاروں کو جو نصیحت فرمائی اس پر سب سے پہلے خود عمل کر کے دکھایا اور آپ کی حیات طیبہ اس کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔ اس لئے ایک صحابی نے جب حضرت عائشہؓ سے سوال کیا کہ سید المرسلین کا خلق کیسا ہے۔ آپ نے فرمایا‘ آپ کا خلق قرآن ہی تھا۔ لہٰذا ہر امتی کے لئے آپ کے اخلاق حسنہ کی پیروی لازم ٹھہری۔ ’’اے مسلمانو آنحضور ﷺ آپ کے لئے پیروی کا عمدہ نمونہ ہیں۔‘‘

(۱۴) نئے عالمی نظام کی تشکیل کے سلسلے میں امت مسلمہ کی ذمہ داری کا جہاں تک تعلق ہے تو سب سے قابل ذکر اور اہم فریضہ تبلیغ کا ہے۔ تبلیغ کا لفظ بلوغ سے نکلا ہے‘ بلوغ کے معنی پہنچنا ہے اور تبلیغ کے معنی پہنچانے والے کو کہتے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں تبلیغ سے مراد اللہ تعالیٰ کا پیغام اور اس کے احکامات کی نشر واشاعت کرنا اور جہاں تک ممکن ہو سکے اسے بغیر کسی کمی بیشی کے عوام تک پہنچانا ہے۔ احادیث اور قرآن حکیم میں تبلیغ کا لفظ اس مضمون میں آیا ہے۔ ’’اے رسول تیرے پروردگار کی طرف سے جو کچھ تیری طرف اترا ہے‘

اسے پہنچا دے۔ تبلیغ مسلم اور غیر مسلم دونوں کے لئے ضروری ہے۔ غیر مسلم کو تبلیغ کرنے سے مراد ہے کہ اسلام کے بنیادی اصول وضاحت سے پیش کرے۔ اسے غور وفکر کی دعوت دی جائے' جہاں غیر مسلم تک اسلام کا پہنچانا ضروری ہے۔ وہاں مسلمانوں کو بھی برائیوں سے باز رکھنے اور نیکی طرف زیادہ سے زیادہ راغب کرنے کے لئے تبلیغ کی اشد ضرورت ہے تاکہ وہ اسلامی تعلیمات پر نہایت خلوص سے کاربند ہوں۔ نیکیوں کو اپنا شعار بنائیں اور برائیوں سے باز آ جائیں۔

آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ نئے نئے فتنے اٹھ رہے ہیں۔ غیر مسلم مسلمانوں کو بے اصول کہہ رہے ہیں کوئی عزت وقار نہیں رہا۔ غرضیکہ مسلمانوں کا تشخص بگڑ چکا ہے۔ تبلیغ امت مسلمہ کا اولین فرض ہے۔ ان حالات میں امت مسلمہ کو تبلیغ کا دامن پکڑ لینا چاہیئے۔ یہ ہر دور اور ہر زمانہ کی ناگزیر ضرورت ہے۔ نیز تبلیغ' تہذیب' نفس اور اخلاقی ارتقاء کا سہارا ہے۔ مسلمانوں کا مشن اصل اور مقصد تخلیق یہی ہے۔ دنیا میں برائی کو روک کر نیکی کو رائج کرنا ہی قیام عدل اور صراط مستقیم ہے۔ اسلام کی ترقی کا راز اور امم سابقہ کی گمراہی کا باعث اسی فرض دینی کی پیروی وعدم پیروی پر موقوف ہے۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے ''اے رسول تمہارے پروردگار کی طرف سے جو کچھ تم پر نازل ہوا ہے' اسے لوگوں تک پہنچا دو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اس کی پیغمبری کا حق ادا نہ کیا''۔

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اے عالم کی اصلاح کرنے والے اٹھ اور برے اعمال والوں کو ڈرا اور اپنے پروردگار کی عظمت بیان کر''۔

تبلیغ کا کام ہر مسلمان کا فرض ہے۔ چنانچہ آنحضرت کے بعد امت محمدیہ پر یہ ذمہ داری عائد ہوئی ہے کہ وہ اس فریضہ سے جتنے فسادات فتنے خدا کی زمین میں برپا ہوں گے' اس سب کے لئے آئمہ شہر اور شیاطین انس وجن کے ساتھ ساتھ ہم بھی ماخوذ ہوں گے۔

قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے۔ ''تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے پیش کی گئی ہو' تم اچھی باتوں کا حکم دیتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو''

مذکورہ بالا آیات میں مسلمانوں کو بہترین امت اس بنا پر کیا گیا ہے کہ اس کا کام نیکی کو فروغ دینا اور برائی کو مٹانا ہے اس کار نبوت کی وجہ سے آپ کو فضیلت کا تحفہ عطا ہوا ہے۔

آنحضرت ﷺ کا پہلا اور آخری پیغام بھی یہی تھا کہ تم لوگوں کو خدا کی طرف بلاؤ' جو کچھ میں تمہیں بتاؤں اسے دوسروں تک پہنچاؤ۔ چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا ''مجھے سن کر آگے پہنچاؤ خواہ ایک ہی آیت ہو''۔

اس حکم اور تاکید سے صاف ظاہر ہے کہ ہر مسلمان کو مبلغ بنایا گیا ہے اور اس کا فرض ہے اپنے علم اور عقل کے مطابق خدا اور اس کے رسول کے احکامات لوگوں تک پہنچائے ورنہ سخت گنہگار ہوگا۔ امت مسلمہ کے لئے لازمی ہے کہ وہ تبلیغ کے ذریعے مسلمانوں میں جو برائیاں گھر کر گئی ہیں انہیں دور کرے۔ اس مقصد کے لئے مبلغین کی ایسی جماعتیں ہونی چاہئیں جو فن تبلیغ سے باخبر ہوں۔ علم دین میں کامل مہارت رکھتی ہوں' اسلام کی حقانیت کو بحسن وخوبی پیش کر سکتی ہوں۔ ایسا کرنا اسلام کی تعلیمات کے عین مطابق ہوگا۔

اسلام ہر مسلمان پر اجتماعی ذمہ داری عائد کرتا ہے کہ وہ صرف اپنے تقویٰ اپنی اصلاح اور اپنی پاکبازی پر اصرار نہ کرے۔

بلکہ کلمہ حق بلند کرنے کی کوشش میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کرے۔ایک حدیث میں ایمان کے تین مدارج اس طرح بیان کئے گئے ہیں کہ بدی کو ہاتھ سے روکنا اور مٹانا ہر مسلمان کا فرض ہے۔اگر ہاتھ سے نہ مٹا سکے تو زبان سے مٹائے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو اس کو دل سے برا سمجھے اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے۔

آج کے دور کی اہم ضرورت اور امت مسلمہ کی اہم ذمہ داری ہے کہ ہر ریاست وزارت برائے تبلیغی امور قائم کرے۔اس طرح ہر ملک میں یہ وزارت ہونے کی وجہ سے ایک منظم حکومتی سطح پر تبلیغ ہوگی۔اسلام کا ساری دنیا میں بول بالا ہو جائے گا۔ڈش' انٹرنیٹ اور دیگر ذرائع اسی مقصد کے لئے اگر استعمال کئے جائیں تو اسلام کا پیغام گھر گھر پہنچ سکتا ہے۔لٹریچر غیر مسلموں تک بلا قیمت پہنچایا جائے۔

(۱۵) کرہ ارض پر بسنے والے سب مسلمان نظریاتی طور پر متحد ہیں۔توحید' نبوت' خانہ کعبہ اور دیگر اسلامی ارکان شعائر کی وحدت نے ان کو ایک زبردست اتحاد میں پرو دیا ہے۔تاریخ کے بعض ادوار میں یہ تحریک اٹھتی رہی کہ انہیں عملاً بھی متحد کر دیا جائے۔اتحاد عالم اسلامی کے سلسلہ میں علامہ جمال الدین افغانی اور علامہ اقبالؒ کی جذبات نا قابل فراموش ہیں۔اگر آج بھی تمام عالم اسلام متحد ہو جائیں تو بنگلہ دیش سے لے کر ترکی اور مراکش تک اسلامی ممالک کا ایک مسلم بلاک بن سکتا ہے اور اعداء دین کے مقابلہ میں نا قابل تسخیر قلعہ ثابت ہو سکتا ہے۔اے کاش کہ اسلامیان عالم کو اس شدید ضرورت کا احساس ہو جائے۔

آپس کے اختلافات کو نظر انداز کر کے اتحاد عالم اسلامی قائم ہو جائے تو کوئی دشمن میلی آنکھ سے مسلمانوں کی جانب نہ دیکھے۔سرور دو عالم ﷺ کی بعثت سے قبل عرب ایک دوسرے کے دشمن اور جان لیوا تھے۔ہمیشہ ایک قبیلہ دوسرے قبیلے سے برسر پیکار رہتا۔برائی کا سلسلہ جب ایک بار چھڑ جاتا تو رکنے کا نام نہ لیتا۔آنحضور ﷺ ہجرت نہ فرماتے تو مدینہ میں بھی وہی سماں ہوتا۔مدینہ کے دو قبیلے اوس اور خزرج دور جاہلیت سے برسر پیکار چلے آئے تھے۔جب آنحضور ﷺ کو پتہ چلا تو آپ تشریف لائے اس وقت یہ آیت اتری۔''اور سب مل جل کر خدا کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہنا اور منتشر نہ ہونا''۔''اور خدا کی مہربانی کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے۔تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈالی اور تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے اور تم آگ کے کنارے تک پہنچ چکے تھے تو خدا نے تم کو اس سے بچا لیا''۔

بعثت کے بعد مکہ میں تیرہ سال مظلومی کی زندگی بسر کر کے جب آپ مدینہ تشریف لائے تو مکہ سے آنے والے مہاجرین اور انصار مدینہ کے مابین ایک بھائی چارہ قائم کیا جسے مواخات مدینہ کہا جاتا ہے۔یہ بھائی چارہ ایسی مستحکم بنیاد پر استوار کیا گیا تھا کہ مصنوعی اور حقیقی بھائیوں میں امتیاز دشوار تھا۔اکثر نے اپنی نصف املاک اپنے بھائی کے حوالے کر دیں۔جس کی دو بیویاں تھیں اس نے اپنے مہاجر بھائی کے حق میں ایک بیوی سے دست بردار ہو جانے کی پیشکش کی۔تاریخ اسلام کے اوراق ایسے واقعات سے پُر ہیں' جب ایک بھائی نے اپنی جان پر کھیل کر دوسرے کی جان بچائی یا دوسرے کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔تاریخ عالم اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے کہ کسی قوم نے صرف مذہبی رشتے کی بنا پر ایسے عدیم المثالی کا مظاہرہ کیا ہو۔

بہرکیف اتحاد عالم اسلامی کی ضرورت و اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا جہاں یورپی یونین متحد ہو سکتی ہے اور ایک

(EURO) کرنسی معرض وجود میں آ سکتی ہے تو مسلمانوں کا اتحاد کیسے معرض وجود میں نہیں آ سکتا۔ جبکہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے۔

''سارے مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں' جب کوئی جسم کا حصہ بخار اور بے خوابی میں مبتلا ہوتا ہے تو سارا جسم تکلیف محسوس کرتا ہے۔

مگر افسوس اس بات کا ہے کہ مسلمان عصر حاضر میں انتشار سے دوچار ہو کر اپنے ملی شیرازہ کو مذہبی فروعات میں الجھ کر یا قومی و وطنی تعصبات میں مبتلا ہو کر پارہ پارہ کر چکے ہیں۔ یہ اس کا نتیجہ ہے کہ اقوام عالم میں مسلمانوں کی کوئی وقعت و اہمیت باقی نہیں رہی۔ علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے۔

فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں

اس دور میں اگر امت مسلمہ اپنا تشخص عالم اقوام میں قائم کرنا چاہتی ہے تو پھر تمام اسلامی ممالک کو ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جانا چاہیئے۔ سب ممالک کا دفاع اور مالیات مشترکہ ہو۔ نیز ایک نظام خلافت کی طرز کا سسٹم جدید عصری تقاضوں سے وضع کرنا چاہیئے۔ اگر ایسا ہو جائے تو امت مسلمہ دنیا کے نقشے پر چھٹی طاقت بن کر ابھر سکتی ہے۔

(۱۶) امت مسلمہ نے جب سے علم کے حصول میں کاہلی اور سستی کا مظاہرہ کیا ہے اس وقت سے لے کر اب تک عالم اسلام تنزلی کا شکار ہے۔ سائنس' ٹیکنالوجی' ادب اور خلائی سائنس غرضیکہ ہر شعبہ میں مسلمان کوئی پیش رفت نہیں کر رہے۔ حالانکہ علم ہر مرد و عورت پر فرض کیا گیا ہے۔

انسان کو حواس خمسہ کے ذریعہ جو معلومات حاصل ہوں وہ علم کہلاتی ہیں۔ علم ایک معاشرتی اور تاریخی عمل ہے جس کے ذریعے ہر فرد اپنی معاشرتی تقالید' تہذیبی روایات' تمدنی اقدار' علوم و فنون' اعتقادات اور افکار سے آگاہ ہو کر معاشرہ میں اپنا کردار ادا کرتا ہے۔ یہ شرف اور افتخار صرف اسلام کو ہی حاصل ہے کہ اس نے بنی نوع انسان کو علم کی صحیح قدر و قیمت سے آگاہ کیا۔ نیز اس نے علم و قلم کے دروازے ہر امیر و غریب' مرد و عورت اور چھوٹے بڑے کے لئے' یکساں کھول دیئے بلکہ حصول علم ہر مسلمان کے لئے لازم کر دیا۔ حکومت اسلامی کے فرائض میں مفت بلکہ حصول علم ہر مسلمان کے لئے لازم کر دیا۔ حکومت اسلامی کے فرائض میں مفت لازمی اور عوامی تعلیم کی سہولیات لازمی ٹھہریں۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر تحصیل علم کی ترغیب اور فضیلت بیان کی جاتی ہے۔ اسلامی اصطلاح معرفت سے مراد یہ ہے کہ ایک انسان کو نیکی' بدی اور نفع نقصان کی پہچان ہو جائے وہ اپنے آپ کو برائی سے بچا کر نیکی کے راستے پر گامزن کر دے۔

ارشاد باری ہے: ''فرما دیجئے کہ کیا اہل علم اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں''۔

اصحاب علم نے بلند درجات کا یوں ذکر فرمایا۔

''خدا تعالیٰ تم میں سے اہل ایمان اور اہل علم کے درجات بلند کرتا ہے''۔

مگر ان مثالوں کو وہی لوگ سمجھتے ہیں جو علم رکھنے والے ہیں۔

نبی کریم ﷺ پر جو پہلی وحی نازل ہوئی اس میں تعلیم و قرات ہی سے ابتدا ہوئی۔

''اپنے رب کے نام سے پڑھ جس نے انسان کو گوشت کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھ تیرا رب بڑا اکرم والا ہے۔ اس نے قلم کے ذریعے علم کی تعلیم دی۔ اس نے انسان کو ان علوم و معارف کی تعلیم دی جنہیں وہ نہیں جانتا تھا''۔

''فرما دیجئے اے اللہ! میرے علم میں اضافہ فرما''۔

فخر کائنات نے اپنی امت پر واضح فرمایا:

''حصول علم ہر مسلمان عورت اور مرد پر فرض ہے''۔ (ابن ماجہ) ''علماء انبیاء کے وارث ہیں''۔ (ترمذی)

''علم و عبادات کا موازنہ کرتے ہوئے فرمایا' ایک عالم کو عابد پر اس طرح فضیلت حاصل ہے' جیسے چودھویں کے چاند کو سب ستاروں پر''۔ (مشکوۃ)

نیز مسند احمد بن حنبل میں روایت ہے۔

''جھولے (یعنی) پیدائش سے لے کر قبر تک علم کو طلب کرتے رہو''۔

اسی طرح صحیح بخاری میں ہے جس نے طالب علمی میں وفات پائی وہ شہید ہو۔

سرکار دو عالم کو علمی اشاعت کا اس قدر احساس تھا کہ جنگ بدر کے موقعہ پر جب کفار کی ایک معقول تعداد گرفتار ہو کر مدینہ منورہ لائی گئی تو آنحضرت ﷺ نے ہر قیدی کی رہائی کے لئے مناسب جنگی تاوان کی ادائیگی ضروری قرار دی۔ مگر جو پڑھے لکھے قیدی تھے ان کو تاوان سے مستثنیٰ رکھا اور حکم دیا کہ وہ رقم ادا کرنے کی بجائے دس مسلمان بچوں کو تعلیم دیں تو انہیں رہا کر دیا جائے گا۔ یہ حکم اس وقت دیا گیا جبکہ مسلمانوں کو ایک ایک پیسہ کی ضرورت تھی۔ مگر حضور اکرم ﷺ نے مادی ضرورت کو علمی ضرورت پر قربان کر کے واضح فرما دیا کہ علم کی دولت زر و جواہر سے زیادہ گراں بہا ہے۔

ایک حدیث اور ہے کہ جاہل کو دیر کئے بغیر علم حاصل کرنا چاہیئے اور پڑھے لکھے آدمی کو دوسرے کو تعلیم دینی چاہیئے۔ رسول اکرم ﷺ ساری کائنات کو درس و ہدایت دینے کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ اپنے معلم ہونے' کا اس طرح اظہار فرمایا ہے:

''بے شک مجھے معلم بنا کر ہی بھیجا گیا ہے''۔

اسی قسم کا علم حاصل کرنا چاہیئے' جو مفید ہو۔ جس سے دنیا و آخرت سنور جائے۔ آنحضرت ﷺ غیر نفع بخش علم سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ آپ کا ارشاد ہے:

''اے اللہ! میں اس سے تیری پناہ مانگتا ہوں جو علم نفع نہ پہنچائے''۔

اس صدی میں مسلمان ممالک میں تعلیم کا معیار انتہائی پست ہے۔ اصل میں یہ ۹۶٪ ہونا چاہیئے۔ اس سلسلے میں بین الاقوامی سطح پر سعی و کوشش کر کے علم کا معیار بڑھانا چاہیئے۔ حضور اکرم ﷺ نے ایک جگہ پر ارشاد فرمایا:

''علم حاصل کرو بے شک چین جانا پڑے''۔

علم حاصل کرنے کے لئے مصائب' تکلیفیں اور پریشانیاں بھی اٹھانی پڑیں تو یہ عبادت کا درجہ اختیار کر لیتی ہیں۔ ساری امت مسلمہ اگر حصول علم میں سنجیدگی سے مشغول ہو جائے تو سارا عالم فتح کرنے میں دیر نہیں لگے۔

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امتِ مسلمہ کی ذمہ داریاں سیرت طیبہ کی روشنی میں

پروفیسر ڈاکٹر سید احمد سعید کراچی

آج دنیا ایک نئے عالمی نظام کے دل خوش کن نعرے کی گونج سن رہی ہے۔ آج کی استعماری قوتیں صدیوں پرانے اخلاقی' سیاسی' معاشرتی اور تہذیبی ورثے کو ملیامیٹ کرنے اور دنیا بھر کی ثقافتی بوقلمونی اور مذہبی رنگارنگی کو اس نئے نظام کے سیلاب میں بہا لے جانا چاہتی ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ جن بنیادی خرابیوں نے پرانے نظام کو آلودہ کیا' انسانی مساوات کے بجائے امیر و غریب میں فاصلے پیدا کیے' ظلم واستبداد کے نئے نئے فراعین پیدا کئے' خداوند قدوس کی حکمرانی کے بجائے برخور غلط انسان کے غلبے کی راہ ہموار کی اور انسانی مسائل حل کرنے کی بجائے نت نئے مسائل سے دوچار کیا۔ وہی خرابیاں ایک بار پھر نئے سانچوں میں ڈھلنے والی ہیں۔ دنیا جسے تریاق سمجھ رہی ہے دراصل وہی زہر ہے جو پہلے بھی معاشروں کو ڈستا رہا ہے۔ آج کہیں ترقی یافتہ اور ترقی پذیر کی دلفریب اصطلاحیں ہیں اور کہیں مشرق و مغرب کے امتیازات اور اب تو علی الاعلان مہذب اور غیر مہذب دنیاؤں کی تقسیم کا غلغلہ بلند ہو رہا ہے لیکن جس چیز کو تہذیب سے تعبیر کیا جا رہا ہے علامہ اقبالؒ نے اس کی کیا خوب تصور کشی اس شعر میں کی ہے۔

تو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام
چہرہ روشن' اندروں چنگیز سے تاریک تر

آج جس کو تہذیب کہا جا رہا ہے وہ کیا ہے؟ خدا سے بے نیازی' رنگ و نسل کی عصبیتیں' قوموں' برادریوں' ملکوں اور طبقوں کی سیاسی و معاشی خود غرضیاں' اخلاقی بے راہ روی' استحصالی رویئے' جنسی آزادہ روی اور طبقاتی کشمکش۔ ان کی اصلاح اگر ممکن ہے تو وہ صرف انہی اصولوں پر ہو سکتی ہے جن کی نشاندہی ایک مخبر صادق' نبی آخر الزماں ﷺ نے آج سے چودہ سو برس قبل کر دی تھی۔ یہ وہی رسول برحقؐ تھے جنہوں نے روم کے صہیبؓ حبش کے بلالؓ فارس کے سلمانؓ اور قرن کے اویسؓ کو ایک لڑی میں پرو دیا تھا۔ آپؐ ہی کے حسن اخلاق اور صدق مقالی سے عبدالرحمٰن ابن عوفؓ سیدنا عثمان ابن عفانؓ حضرت علیؓ ابن ابی طالب' سیدنا ابوبکر صدیقؓ اور سیدنا عمر فاروقؓ ایک صف میں کھڑے ہو گئے تھے اور آپؐ کے ہی علم کی روشنی سے ایشیا' افریقہ اور یورپ کے سیاہ خانے روشن ہو گئے تھے۔

وہ دانائے سُبل' ختم الرسل مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا' فروغ وادی سینا

نیا عالمی نظام

نیا عالمی نظام کیا ہے؟ اس کے مقاصد کیا ہیں اور اس کی وسعتیں کیا ہیں؟ ذیل کی سطور میں ان کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اس نظام کا بنیادی نقطہ یہ ہے کہ اس دنیا کو ایک عالم گیر قریہ تصور کیا جائے۔ اس قریے کی ایک مرکزی حکومت ہو جو مکمل طور پر بااختیار ہو۔ اس کی زبان ایک ہو' دین ایک ہو' کرنسی ایک ہو اور اس حکومت کے اختیار میں وہ تمام ذمہ داریاں ہوں جو کسی ملک کی حکومت کے لئے لازمی ہوتی ہیں یعنی نظام ہائے دفاع' عدل' خوراک' صحت' تعلیم' تعمیر و ترقی' پولیس اور جرم و سزا وغیرہ۔ فی الحال یہ امور اقوام متحدہ کی زیر نگرانی اور اس کے ذیلی اداروں کے ذریعہ بروئے کار لائے جا رہے ہیں اور ان کی گرفت آہستہ آہستہ مضبوط کی جا

رہی ہے لیکن آخری ہدف یہی ہے کہ کلی اعتبار سے یہ تمام کام ایک مرکزی حکومت کے دائرہ اختیار میں آ جائیں۔

ان مقاصد کے حصول کی راہ میں سوویت یونین کے خاتمے کے بعد سب سے بڑی رکاوٹ دنیا کے کم و بیش ایک ارب مسلمان اور تقریباً ۶۲ مسلمان مملکتیں ہیں جو قدرتی وسائل سے بھی مالا مال ہیں اور انسانی وسائل کی بھی افراط ہے۔ یہ نیا عالمی نظام دراصل عالم اسلام کو تاراج کرنے، دین حق کو مٹانے اور صاحب ''وَرَفَعنَا لَکَ ذِکرَکَ'' کے نام نامیٔ اسم گرامی کو نظروں سے محو کرنے کی ایک ناکام کوشش ہے۔ ہمارا اس دعوے کا ثبوت ایک امریکی مفکر فرانسیس فوکویاما اپنے مضمون (نیوز ویک دسمبر ۲۰۰۱ء تا فروری ۲۰۰۲ء) میں فراہم کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ:

''اسلامی فاشسٹوں کا ایک سمندر ہے جس میں دہشت گرد تیر رہے ہیں۔ یہ ایک ایسا نظریاتی چیلنج ہے جو کمیونزم سے زیادہ بنیادی اہمیت کا حامل ہے''

اسی مضمون میں آگے چل کر وہ لکھتا ہے کہ:

''جرمنی کا فاشسزم اپنے داخلی اخلاقی تضادات کا شکار نہیں ہوا بلکہ اتحادی فوجوں کی اندھادھند بمباری نے اس کو ملبے کا ڈھیر بنا دیا''

شاید اسی اصول پر کار بند ہوتے ہوئے افغانستان کی آبادیوں کو ''قالینی بمباری'' کا نشانہ بنایا گیا اور اب سرزمین عراق پر فضائی طاقت کا مظاہرہ کرنے کی تیاری ہو رہی ہے۔ اسی قسم کے خیالات کا اظہار اکثر و بیشتر اسرائیلی عمائدین اور حکمران بھی کرتے رہتے ہیں۔ اسرائیل کے موجودہ وزیراعظم ایریل شیرون کی وحشت اثر تباہ کاریوں اور چنگیزی مظالم سے قطع نظر دوسرے اسرائیلی رہنماؤں کے بیانات بھی اس پر صاد ہیں۔ میکڈ بن گورین نے ایک موقع پر فرمایا:

''اسلام کے علاوہ ہمیں کسی دوسری چیز کا خوف نہیں''

شمعون پیریز فرماتے ہیں:

''اسلام جب تک اپنی تلوار نیام میں نہیں رکھتا ہم خود کو محفوظ خیال نہیں کرتے''

آئزک رابین کہتے ہیں:

''ہمارا واحد دشمن اسلام اور صرف اسلام ہے''

یہ خیالات دراصل بین الاقوامی صیہونیت کے ہیں جس کے جال میں پوری دنیا پھنسی ہوئی ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ امریکہ میں صدر بش سے زیادہ ایریل شیرون طاقتور ہیں تو دوسرے ملکوں کا تو ذکر ہی کیا؟ اس تمہید کی روشنی میں نئے عالمی نظام کے تانے بانے کو بآسانی سمجھا جا سکتا ہے۔

اس نئے نظام کے نفاذ کے لئے پانچ محاذوں پر بیک وقت کام ہو رہا ہے جن کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ عالمگیریت (Globalistaion)

۲۔ مقامیت (Localisation)

۳۔ آزادہ روی (Liberalisation)

۴۔نج کاری(Privatisation)

۵۔ابلاغ عامہ کافروغ(Media Development)

ا۔ عالمگیریت

نئے عالمی نظام کے کرتا دھرتا عالم گیریت کے مقاصد کے حصول میں اپنی ساری کوششیں بروئے کار لا رہے ہیں۔ یہ ایک کثیر الجہتی موضوع ہے۔ اس کے دائرہ کار میں سیاست' معیشت' تجارت' دفاع اور تعلیم سب ہی آ جاتے ہیں۔ اس میں بنیادی عالمی سیاست کو مرکزیت عطا کرنے پر مرکوز ہے۔ اس طرح اہل اسلام کی قوت بھی توڑی جاسکے گی وران کے وسائل پر بھی دسترس حاصل ہو سکے گی۔ چنانچہ موجودہ امریکی صدر بُش خورد نے جس ''برائی کے محور'' کا ذکر کیا ہے ان میں سوائے شمالی کوریا کے سبھی مسلم ممالک ہیں جن ۳۳ ممالک کے تارکین وطن کو INS کے تحت رجسٹریشن کا حکم دیا گیا ہے ان میں بھی ایک دو کے سوا سب مسلم ممالک ہیں اور اسی طرح گیارہ ستمبر کی دہشت گردی میں صرف مسلمان ملکوں کے باشندوں کو ملوث کیا گیا ہے۔ غیر مسلم ممالک میں سرفہرست شمالی کوریا کا نام ہے۔ لیکن شمالی کوریا کے خلاف کسی سخت رویہ کا اظہار نہیں کیا جارہا ہے حالانکہ اس ملک نے نہ صرف جوہری ہتھیار کی تیاری کا اعتراف کیا ہے بلکہ NPI سے علیحدگی بھی اختیار کرلی ہے۔ چین میں جب جمہوریت کے لئے عوامی مظاہروں کے خلاف حکومت نے کچھ تشدد کا مظاہرکیا تو ابتدا میں امریکہ نے صدائے احتجاج بلند کی لیکن بعد میں خاموشی اختیار کرلی۔ ہندوستان میں بابری مسجد شہید کی گئی' گجرات اور مدھیہ پردیش میں ہزاروں مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی گئی لیکن کسی ''مہذب دنیا'' کے ملک نے بھارت کے انتہا پسند ہندوؤں کے خلاف ایک لفظ نہیں کہا' کشمیری مسلمان نصف صدی سے زیادہ عرصہ سے حق خودارادی کی جنگ لڑ رہے ہیں اور کم از کم ایک لاکھ مسلمان جام شہادت نوش کر چکے ہیں لیکن کسی نام نہاد ''مہذب'' ملک کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔ اسرائیل بھی کم وبیش پچاس سال سے فلسطینیوں کا وجود ختم کرنے کی پالیسی پر عمل پیرا ہے لیکن کسی میں اتنی جرات نہیں کہ اس کے ظلم کا منہ موڑ دے۔ اس کے برخلاف مشرقی تیمور میں خفیہ ذرائع سے اسلامی ملک انڈونیشیا کے خلاف تحریک چلائی گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے وہاں اقوام متحدہ کی نگرانی میں انتخاب کرواکے اس کو انڈونیشیا سے الگ کرلیا گیا اور اب وہ ایک آزاد ملک کی حیثیت سے اقوام متحدہ کا رکن بنوادیا گیا۔ وجہ صرف یہ تھی کہ وہ ایک عیسائی اکثریت کا صوبہ تھا اور سب سے بڑے اسلامی ملک سے علیحدگی مقصود تھی۔

گیارہ ستمبر کا واقع کیوں کر ہوا اور کون لوگ اس کے ذمہ دار تھے اس کا کوئی ٹھوس ثبوت کسی کے پاس نہیں ہے۔ پھر جس سائنسی بوجھ' تکنیکی مہارت اور ہوابازی کی مشاقی کے ساتھ یہ حادثہ رونما ہوا وہ کم از کم اُسامہ بن لادن' مُلا عمر یا کسی اور عالم دین کے بس کی بات نہیں تھی۔ یہ کس طرح ممکن تھا کہ یہ دینی علم رکھنے والے لوگ اس قدر حساس منصوبے کی ہزاروں میل کے فاصلوں سے رہنمائی کرسکتے تھے۔ لیکن امریکی حکومت نے اس واقعے کے رونما ہونے کے چند گھنٹوں کے اندر اس کا الزام اُسامہ اور ملاّ عمر پر ڈال دیا اور اس کے کچھ دنوں کے بعد ساری دنیا کے مسلمان دینی مدارس' علماء' رفاہی تنظیموں کے اثاثے منجمند کردیئے گئے اور سب کو دہشت گرد قرار دے دیا گیا۔ یہ سب ایک جامع منصوبے کے تحت کیا جارہا ہے۔ بقول شاعر

وہ خود ہی قتل کریں خود ہی لیں ثواب الٹا

نئے عالمی منصوبے کے تحت دنیا پر سیاسی غلبے کے لئے ایک خاص طریقہ کار اختیار کیا جاتا ہے کہ پہلے کسی ملک کے مقتدر رہنما کو اپنا دوست بنایا جاتا ہے۔ اس پر داد و دہش کی بارش کی جاتی ہے۔ اس کی تعریف و توصیف میں آسمان کے قلابے ملائے جاتے ہیں۔ پھر اس کے ذریعہ سے اپنے اہداف پورے کیے جاتے ہیں اور بعد میں اس سے جان چھڑالی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر یہی ملا عمر اور اسامہ بن لادن کو سابق امریکی صدر رونالڈ ریگن نے وہائیٹ ہاؤس میں دعوت دی اور انہیں امریکی آزادی کے رہنماؤں کے ہم پلہ قرار دیا لیکن جب ان کی مدد سے سوویت یونین کا خاتمہ کر دیا گیا تو یہ دہشت گرد بنا دیئے گئے اور ان کو گرفتار کرنے یا ہلاک کرنے کے بہانے افغانستان پر ''قالینی بمباری'' کی گئی' اس ملک کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی اور بعد میں اس پر قبضہ کر لیا گیا اور اپنی پسند کی حکومت مسلط کر دی گئی۔ اب اُسامہ یا ملا عمر کا نام بھی سننے میں نہیں آتا یعنی اصل مقصد ان کی گرفتاری نہیں تھا بلکہ افغانستان پر حکمرانی تھا۔ اس طرح عراق کا واقعہ ہے کہ پہلے تو صدام حسین کو دوست بنایا گیا۔ اُن کو شہ دے کر کویت پر حملہ کرایا گیا لیکن جب حملہ ہو گیا تو کویت کے دفاع کے لئے اپنی فوجیں بھیج دی گئیں اور فوجی طیاروں کا بادل آسمان پر چھا گیا اس طرح کویت اور سعودی عرب پر عسکری قوت کے ذریعہ عمل دخل حاصل کر لیا گیا۔

آج کے انصاف پسند تجزیہ نگار اور روشن خیال مغربی کالم نگار یہ کہہ رہے ہیں کہ آج کی اکلوتی سپر پاور کا منصوبہ یہ ہے کہ ہر مسلم ملک کے یا تو ٹکڑے کر دیئے جائیں یا پھر اپنی پسند کے حکمراں بٹھا دیئے جائیں تا کہ اس کا اثر و رسوخ ہر اسلامی ملک میں بڑھ جائے اور پھر من مانے طریقے سے ان پر حکومت کی جا سکے اور اُن کے وسائل پر قبضہ کیا جا سکے۔ جہاں تک ممکن ہو یہ کام اِقوام متحدہ کے ذریعہ کروایا جائے اور اگر اقوام متحدہ مطلوبہ مقاصد کے حصول میں مددگار نہ ہو تو اس کو لیگ آف نیشن (League of Nation) کے انجام کی دھمکی دی جائے۔ اگر عراق پر فوج کشی کی یورپی ممالک کی طرف سے مخالفت ہو تو طاقت کے نشے میں چور واحد سپر پاور کے جنگجو تن تنہا حملے کے عزائم رکھتے ہیں۔

معیشت

نئے عالمی نظام کے ارباب حل و عقد عالمی معیشت کو اپنا تابع بنانے کے پروگرام پر عمل کر رہے ہیں۔ کیونکہ یہ ہتھیار ایسا ہے کہ اس کے ذریعہ بغیر جنگ لڑے دنیا کو تابع بنایا جا سکتا ہے۔ اس مقصد کے لئے بھی اقوام متحدہ کی مدد لی گئی ہے۔ بین الاقوامی مالیتی ادارہ (IMF) عالمی بینک (WB)' امداد دینے والے کنسورشیم اور علاقائی ترقیاتی ادارے مثلاً ایشیائی ترقیاتی بنک (ADB) وغیرہ غریب ممالک کو امداد کے نام پر قرض دیتے ہیں اور قرض پر قرض دیتے چلے جاتے ہیں اور اس کے ذریعہ نہ صرف ان ملکوں کی معیشت پر اثر انداز ہوتے ہیں بلکہ سخت شرائط منوا کر ان کی داخلی خود مختاری کو بھی گروی رکھ لیتے ہیں۔ اس سلسلے میں اگر کوئی ترقی پذیر ملک حرفِ شکایت زبان پر لاتا ہے تو اس امداد کی فراہمی بند کرنے کی دھمکی دی جاتی ہے۔ غریب ممالک ان قرضوں کا سود در سود ادا کرتے رہتے ہیں اصل رقم ادا کرنے کی نوبت ہی نہیں آتی۔ انہی وجوہ کی بنا پر ڈالر بین الاقوامی کرنسی بن گیا ہے۔

آج ڈالر کی قدر میں اس قدر اضافہ ہو گیا کہ دنیا کا ہر فرد ڈالر کو للچائی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ چیزوں کی قیمتیں ڈالر میں لکھی جاتی ہیں۔ لوگ اپنے اکاؤنٹ مقامی کرنسی میں رکھنے کے بجائے ڈالر میں رکھنا پسند کرتے ہیں۔

تعلیم

تعلیم کے اعتبار سے ترقی یافتہ ممالک کا معیار یقیناً بلند ہے اس طرح ان کی جامعات کو ایک بلند مقام حاصل ہو گیا ہے اور ایک ساکھ قائم ہو گئی ہے۔ اس کی بدولت دنیا بھر کے طلبہ ان جامعات کی طرف کشاں کشاں چلے جا رہے ہیں اور یہیں کے فارغ التحصیل طلبہ کو ملازمتوں میں بھی ترجیح ملتی ہے اور وہ بلند مراتب حاصل کرتے ہیں لیکن اس کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ ہو مغربی تہذیب سے اس حد تک متاثر ہوتے ہیں کہ اُسی ثقافت کو اپنے ممالک میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ بہر حال یہ تو بین الاقوامیت کی طرف لانے کا ایک مثبت طریقہ ہے۔ نئے نظام کی منصوبہ بندی کرنے والے منفی طریقوں سے بھی کام لے رہے ہیں۔ گیارہ ستمبر کے حادثے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دنیا بھر کے دینی تعلیم کے مدرسوں پر قدغن لگایا جا رہا ہے انہیں دہشت گردی کی تربیت گاہ سمجھ لیا گیا ہے۔ ان کے اثاثے منجمد کئے جا رہے ہیں۔ ان کے اساتذہ پر پابندیاں عائد کی جا رہی ہیں۔ اس طرح دینی تعلیم کو ختم کرنے کی سازش ہو رہی ہے حالانکہ جو دین چودہ سو سال میں ہم تک پہنچا ہے اس کے پہنچانے والے یہی بوریہ نشین طلباء ہیں۔ اس طرح انگریزی تعلیم کے مدارس کو بھی بے وقعت کیا جا رہا اور تعلیم کو محدود کرنے کے لئے بڑی بڑی فیسوں کے تعلیمی ادارے کھولے جا رہے ہیں۔ جہاں غریب یا متوسط آمدنی والے لوگ اپنے بچوں کو تعلیم دلانے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے۔ اسی مغرب نواز پالیسی کے تحت انگریزی زبان کو بھی بین الاقوامی اہمیت کی زبان بنا دیا گیا ہے۔

آبادی کا مسئلہ

ترقی یافتہ اور غریب ممالک میں آبادی کے تناسب کا معاملہ بھی نئے عالمی نظام میں بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ کیونکہ تیسری دنیا کے ممالک کی آبادی روز بروز بڑھتی جا رہی ہے جبکہ ترقی یافتہ ممالک کی کم ہو رہی ہے اس کی وجہ بالعموم ان کے معاشرے میں تجرد کی زندگی' طلاق کی زیادتی' بڑی عمر میں شادی' اسقاط حمل' نس بندی اور ہم جنس پرستی جیسی برائیاں موجود ہیں۔ ہیروئن اور حشیش کی تجارت بھی آبادی میں تخفیف کے لئے شروع کی گئی۔ کہا جاتا ہے کہ AIDS کا وائرس بھی قدرتی نہیں ہے بلکہ اسے تجربہ گاہوں میں تیار کیا گیا ہے تاکہ اس کے ذریعے آبادی کو کم کیا جا سکے۔ ۲۶ اکتوبر ۱۹۷۰ء کو لندن کے اخبار سنڈے ایکسپریس نے اپنے صفحہ اول پر یہ خبر شائع کر کے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا کہ ایڈز کا وائرس تجربہ گاہ میں تیار کیا گیا تھا۔ یہ خبر ڈاکٹر جان سیل اور پروفیسر جیکب سیگل کے حوالے سے شائع ہوئی تھی۔ یہ الگ بات ہے کہ اس مرض سے زیادہ تر اموات ترقی یافتہ ممالک میں ہو رہی ہیں۔ حقیقت ہے کہ جو دوسروں کے لئے کنواں کھودتا ہے پہلے خود ہی اس میں گرتا ہے۔

آبادی کے تناسب کو بدلنے کے لئے ایک اور مثبت نسخہ یہ استعمال کیا گیا کہ بڑے پیمانے پر لوگوں کو ترک وطن پر آمادہ کیا گیا۔ لاٹری نکالی گئی' مختلف ترغیبات دی گئیں۔ یہ بھی ایک دو دھاری تلوار تھی یعنی تعلیم یافتہ اور ہنر مند لوگوں کو کھینچ کر آبائی وطن خالی کیا جائے اور ترقی یافتہ ممالک کی معیشت تجارت اور تعلیم کو تقویت پہنچائی جائے۔ نومبر ۱۹۹۱ء میں یونیسکو کی رپورٹ کے مطابق دنیا کی دو تہائی آبادی زائد ہے اس کو ختم کرنے کے لئے روزانہ ساڑھے تین لاکھ آدمی ختم کرنا لازمی ہے۔

دفاع کی حکمت عملی

اس میدان میں بھی نئے نظام کے بانی بڑے محرک ہیں۔واحد سپر پاور نے تمام دنیا میں فوجی اڈے اور سمندروں میں بحری بیڑے قائم کر رکھے ہیں' جو جدید ترین اسلحہ اور ایٹم بم' ہائیڈروجن بم اور بین البراعظمی میزائل سے لیس ہیں۔دنیا کو مختلف فوجی اور دفاعی معاہدوں میں جکڑ لیا گیا ہے۔سی ٹی بی ٹی' این پی ٹی' جاسوسی کے آلات اور سیاروں اور ستاروں کے ذریعہ جنگ کے لوازمات ملکوں کو جکڑے ہوئے ہیں۔ناٹو اور دیگر فوجی معاہدے بھی اس دنیا کو خوف زدہ کرنے کے لئے کیے گئے ہیں۔آج جنوبی کوریا' سعودی عرب' کویت' دیگر خلیجی ریاستیں' افغانستان اور کسی حد تک پاکستان اور متعدد دوسرے ممالک میں امریکی و برطانوی فوجی دندناتے پھر رہے ہیں۔افغانستان میں فوجی کارروائی کرنے سے پہلے ہمارے صدر مملکت سے ٹیلی فون پر کہا گیا کہ "یا تو آپ ہمارے حلیف ہیں یا حریف" اس دھمکی آمیز گفتگو سے غریب ملک نے جو کچھ کیا اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا۔آج یورپ سے بھی کہا جا رہا ہے کہ اگر یورپی ممالک عراق میں ہمارے ساتھ نہیں دیتے ہیں تو ہمیں پروا نہیں۔ہم تنہا فوجی کارروائی کر ڈالیں گے۔اسی طرح روس کی آزاد کردہ ریاستیں' تاجکستان' ازبکستان' آذربائیجان وغیرہ دفاع میں آزاد نہیں ہیں وہ سب روس کی تابع ہیں۔یوں دفاع کے معاملے میں کوئی ملک آزاد نہیں ہے۔

عالم گیر دین

نئے عالمی نظام کے تحت یہ بھی کوشش ہو رہی ہے کہ دنیا بھر میں صرف ایک مذہب رائج کیا جائے جو بقول اُن کے عالم انسانیت کی فلاح کے فلسفے پر قائم ہو۔چنانچہ یہ کام بھی اقوام متحدہ کی زیر نگرانی کیا جا رہا ہے۔اس سلسلے میں ایک ورلڈ کونسل آف چرچز اور عالمی ادیان کی پارلیمان جیسی تنظیمیں قائم کی گئی ہیں جو پہلے سے متحرک صیہونی تنظیموں فری میسن (Freemason)' Rosicrocians' مالٹا کے غازی' معابد کے غازی اور Vatican نامی اداروں کی ہدایات کی روشنی میں کام کر رہی ہیں۔اس نئے مذہب کے ابتدائی اراکین Initiates کہلاتے ہیں۔یہ شروع میں تو اپنے اپنے مذاہب پر قائم رہتے ہیں لیکن جب ذہنی طور پر نئے فلسفے سے مانوس ہو جاتے ہیں تو انہیں Adept کہا جاتا ہے۔جب وہ مکمل طور پر نئے مذہب پر آ جاتے ہیں تو انہیں Illumine کہا جاتا ہے۔

۲۔ مقامیت

نئے عالمی نظام کا دوسرا ستون مقامیت ہے جو بظاہر عالم گیریت کی ضد معلوم ہوتا ہے لیکن درحقیقت اسی کا تکملہ ہے۔اس کا مقصد یہ ہے کہ بڑے بڑے کام عالمگیر اداروں کے سپرد کر دیئے جائیں اور میونسپل ذمہ داریاں مقامی اداروں کے حوالے کر دی جائیں۔اس میں مزید اقتدار کے حصول کے لئے ملکوں کو چھوٹے چھوٹے خطوں میں تقسیم کیا جائے تاکہ ان پر نہ صرف یہ کہ آسانی حکمرانی کی جا سکے بلکہ ان کے وسائل پر بھی قبضہ کیا جا سکے۔اس سلسلے میں آبادیوں کو رنگ ونسل' زبان وقومیت اور مسالک کی بنیاد پر ایک دوسرے کے خلاف صف آرا کیا جائے۔اس کا نام Devolution of Power رکھ دیا گیا ہے یعنی اقتدار کی نچلی سطح پر منتقلی۔

بظاہر یہ بڑا دل خوش کن نعرہ ہے لیکن اس کے پیچھے جو فلسفہ کام کر رہا ہے وہ یہ ہے کہ مسلم اُمّہ کے اتحاد کو پارہ پارہ کیا جائے۔ اس طرح ملکوں کی دفاع' خارجہ پالیسی اور تعلیمی پالیسی کو عالم گیر نظام کے دائرہ میں لے آیا جائے اور بالواسطہ ان ملکوں پر حکمرانی کی جائے اس کام کے لئے غیر سرکاری تنظیموں NGO's کا تعاون حاصل کیا جائے۔ چونکہ یہ آزاد تنظیمیں ہیں اور ان میں سے بیشتر بیرونی سرمائے سے کام کر رہی ہیں اس لئے ان سے کام نکالنا چنداں دشوار نہ ہوگا۔

۳۔ آزاد روی

یہ نئے عالمی نظام کا تیسرا اہم ستون ہے۔ اس کے آثار ساری دنیا میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ اس کا مقصد بے راہ روی کو فروغ دینا ہے یعنی لوگ اپنے دین' اپنی روایات اور اپنے ماضی سے کٹ جائیں یا باغی ہو جائیں۔ فحاشی اور بے حیائی کو ثقافت کا نام دے کر عام کیا جائے۔ مذہب کے تقاضوں پر اعتراضات کئے جائیں مثلاً قربانی کا کیا فائدہ؟ اس کے بدلے اتنی رقم کسی غریب کی مدد کے لئے استعمال کی جائے۔ حج پر اتنا سرمایہ خرچ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ پیسہ جمع کر کے اسکول یا ہسپتال بنوا دیا جائے۔ جو حج یا عمرہ کی سعادت حاصل کر رہے ہیں اُن کا یہ کہہ کر مذاق اڑایا جائے کہ یہ فیشن کے طور پر یہ کام کر رہے ہیں۔ جو دین پر عمل کر رہے ہیں اُن کو مُلا کے نام سے پکارا جائے۔ جو جہاد فی سبیل اللہ کے حامی ہیں انہیں مجاہد کہنے کے بجائے' جہادی' کا لقب دیا جائے۔

بنگلہ دیش کی ایک خاتون افسانہ نویس تسلیمہ نسرین نے اپنے ناول میں یہ فرمایا کہ قرآن کو دوبارہ ایڈٹ کر کے شائع کیا جائے۔ جب مسلمانان عالم نے قرآن کریم میں تحریف کے مشورے کے خلاف احتجاج کیا تو انہیں امریکہ میں سیاسی پناہ دے دی گئی۔ بدنام زمانہ سلمان رشدی نے اپنی کتاب ''شیطانی آیات'' میں امہات المومنینؓ اور صحابہ کرامؓ کی شان میں گستاخانہ کلمات شائع کئے اور آیت اللہ خمینی نے اس کے خلاف موت کا فتویٰ دیا تو اُسے برطانوی حکومت نے سیاسی پناہ گاہ میں محفوظ کر دیا۔ اس سے کیا یہ بات واضح نہیں ہوتی کہ ان مصنفین کی یہ خرافات کسی کے ایماء پر کی گئی ہیں۔

فنون لطیفہ یعنی شاعری' موسیقی' مجسمہ سازی' مصوری اور رقص کے آزادانہ اور عریاں اظہار کو فروغ دینا بھی اسی منصوبے کا ایک حصہ ہے۔ اب تو اخبارات اور رسائل باقاعدہ ضمیموں اور خصوصی گوشوں میں ان فنون لطیفہ کے فروغ کے لئے جگہ مخصوص کرتے ہیں۔ محافل موسیقی' اور کنسرٹ اب عام ہو گئے ہیں۔ مختلف میوزیکل گروپ لاکھوں روپوں کے عوض اپنے فن کا مظاہرہ کرتے ہیں اور نوجوان نسل اس میں عملاً شرکت کرتے ہیں۔ ٹیلی ویژن اس قدر مقبول عام ہو گیا ہے کیونکہ اس میں کیبل اور سٹیلائیٹ کے ذریعہ ہزاروں چینل آتے ہیں جس میں انتہائی عریاں مناظر اور جنسی مظاہر دکھائے جاتے ہیں اور گھر کے تمام چھوٹے بڑے انہیں بصد شوق دیکھتے ہیں۔ اس طرح لبرل مزاج کو بڑے پیمانے پر پذیرائی مل رہی ہے۔

بعض ایسے مورخین' مصلحین اور مفکرین بھی نکل آئے ہیں جن میں مرد اور خواتین دونوں شامل ہیں جو اسلام کے نام پر اسلام کی غلط تعبیریں' تاریخ کے نام پر غلط تاریخیں اور افکار تازہ کی تبلیغ کرتے پھر رہے ہیں۔ یہ سب کی اپنے مذہب سے برگشتہ کرنے اور ایک نئے عالم گیر مذہب کی طرف راغب کرنے کی ایک بھرپور کوشش نہیں ہے؟

۴۔ نج کاری

آج کل اس کا بھی بڑا شور ہے۔ پری خانہ ہر ادارہ اور سرکاری محکمے نجی تحویل میں رہے جا رہے ہیں۔ تعلیمی ادارے اسپتال اور بنک بھی نجکاری کے عمل سے گذر رہے ہیں۔ اس کے حق میں یہ دلیل دی جاتی ہے کہ خدمات اور سہولتیں نجی اداروں میں بہتر ہوتی ہیں۔ لیکن دراصل یہ بھی نئے عالمی نظام کا ایک حصہ ہے۔ یعنی حکومت سے خدمات لے کر یا تو ملٹی نیشنل کمپنیوں کے حوالے کی جائیں یا غیر سرکاری تنظیموں کے سپرد کی جائیں۔ جہاں تک خدمات کا تعلق ہے اس کا معاوضہ بھاری رقوم کی شکل میں لیا جا رہا ہے۔ مثلاً تعلیمی اداروں کی فیسیں لاکھوں سے تجاوز کر گئی ہیں۔ اسپتال کے اخراجات بھی ستاروں کی گنتی کی طرح ہیں۔ اس طرح ہوائی سفر اور ریلوے کے کرائے بھی ناقابل برداشت ہو چکے ہیں۔ کیا غریب آبادی کے ممالک ان اخراجات کے متحمل ہو سکتے ہیں؟ چنانچہ ایک قلیل مراعات یافتہ طبقہ تو اس سے مستفیض ہو سکتا ہے عام آدمی محض ترس ترس کر زندگی گذارے گا۔

اس نجکاری کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ کثیر القومی کمپنیوں نے یہ نجی ادارے حاصل کئے یا کر رہے ہیں بالخصوص کھانے اور پینے کی چیزوں پر ان کا زیادہ دھیان ہے۔ مثلاً کوک' پیپسی' کے ایف سی' میکڈونلڈ' پیزا ہٹ' دوائیں' منرل واٹر' دودھ' بچوں کے استعمال کی اشیاء' جوس' جام' جیلی' چائے وغیرہ وغیرہ۔ یہ سرمایہ کاری دراصل یکطرفہ ہے یعنی ہم اپنا پیسہ کھا پی کر برابر کریں اور وہ سرمایہ باہر لے جائیں۔ یعنی ہمیں کوئی ایسی چیز نہیں ملتی جو ہماری ترقی کا سبب بنے۔ مغربی ممالک جو امداد دیتے ہیں یا امداد کے نام پر قرض دیتے ہیں وہ بھی نقد کے بجائے اجناس یا فنی افراد کی تنخواہوں کے لئے دیتے ہیں۔ ماضی میں صرف روس اور چین نے ہماری صنعتی ترقی کے لئے اسٹیل مل' مشین ٹول فیکٹری' ہیوی مکینکل کمپلیکس کے تحفے دیئے تھے لیکن ہمارے اتحادیوں نے ایسا کچھ نہیں دیا۔ یہ ہے نجکاری کی اصل حقیقت۔

۵۔ ابلاغ عامہ

یہ نئے عالمی نظام کے داعیوں کا سب سے بڑا حربہ ہے۔ وہ آج کی سائنسی ایجادات یعنی کمپیوٹر' انٹرنیٹ' ٹیلی ویژن' ریڈیو' فلم اور اخبارات و رسائل کی مدد سے اپنے خیالات اور نظریات کی تشہیر کر رہے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ عریانیت اور فحاشی کو بھی فروغ دیا جا رہا ہے۔ ہم اتنے بڑے پیمانے پر اس حملے کے متحمل نہیں ہو رہے ہیں۔ ان پر جو سنجیدہ پروگرام ہوتے ہیں ان میں مذاکرے' مکالمے' سیمینار' فورم' تقاریر اور کنونشن شامل ہیں۔ ان میں نام نہاد دانشور اور لبرل لوگ شریک ہوتے ہیں اور عالم گیریت کے نصب العین کی طرف لے جانا چاہتے ہیں۔ لادینیت کا پرچار کیا جاتا ہے۔ علامہ اقبالؒ نے اس صورت حال کا کیا خوب نقشہ کھینچا ہے۔

یہ علم' یہ حکمت' یہ تدبر' یہ حکومت
پیتے ہیں لہو دیتے ہیں تعلیم مساوات

انہی ابلاغ عامہ کے نتیجے کے طور پر موبائل فون بھی لایا گیا ہے۔ اس کے ذریعے افراد کی جملہ معلومات ان کمپنیوں کے پاس پہنچ جاتی ہیں اور وہ موبائل رکھنے والوں کی جملہ مصروفیات سے باخبر رہتے ہیں۔

امت مسلمہ کی ذمہ داریاں' تعلیمات نبویؐ کی روشنی میں

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

نئے عالمی نظام نے جو مسائل ہمارے سامنے لاکھڑے کئے ہیں ان کے آگے سر نہیں ڈالنا ہے بلکہ اس کو ایک چیلنج سمجھ کر پامردی سے ان کا مقابلہ کرنا ہے۔ لیکن عقل و دانش کے ذریعہ قرآن و حدیث کی روشنی میں آگے بڑھنا ہے۔ آئندہ سطور میں ہم ان کا حل رحمتہ اللعالمین ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں پیش کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کیونکہ اس میں انسانیت کی بقا مضمر ہے۔

ا۔ عالم گیریت

جناب نبی کریم ﷺ نے ہی عالم گیریت کا تصور پیش کیا تھا آپؐ نے اپنے خطبہ حجتہ الوداع میں فرمایا تھا:

''اے بنی نوع انسان! تمہارا رب ایک ہے اور بلاشبہ تمہارے باپ بھی ایک تھے یعنی آدم (علیہ السلام) اور آدم مٹی سے بنے تھے۔ اللہ کی بارگاہ میں تم پر زیادہ عزت دار وہ ہے جو تم میں زیادہ صاحب تقویٰ ہے۔ یاد رکھو نہ کسی عربی کو عجمی پر فضیلت حاصل ہے اور نہ کسی عجمی کو عربی پر اور نہ کسی سرخ کو کالے پر اور نہ کالے کو سرخ پر سوائے تقویٰ کے۔''

کیا ان تاریخی الفاظ کی گونج دنیا نے کبھی اس سے پہلے سنی تھی؟ اس میں مخاطب پوری انسانیت ہے نہ کہ صرف مسلمان۔ اور یوں نہ ہوتی جبکہ قرآن کریم نے پہلے ہی اعلان کر دیا تھا کہ

''اے بنی نوع انسان! مجھے تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔''

خطبہ حجتہ الوداع وہ آفاقی منشور انسانیت ہے جس نے ہر طرح عدم مساوات کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا اور رنگ و نسل اور قوم و ملک کے تمام امتیازات حرف غلط کی طرح مٹا دیے۔ بڑائی کا معیار صرف اور صرف نیکی' پرہیزگاری' شرافت اور اخلاق کو رکھا۔ یہ اعلان آج بھی کھلی کتاب کی مانند دنیا کے سامنے موجود ہے اس میں نہ کوئی سیاست ہے اور نہ کوئی ابہام' نہ کسی کے خلاف مخفی عزائم ہیں اور نہ کسی کے ساتھ ظلم و زیادتی کا عندیہ۔ دنیا کے سب انسان ایک ہیں' ان کے حقوق ایک ہیں' ان کی خواہشات ایک ہیں' ان کی احتیاجات ایک ہیں البتہ اگر کوئی خط فاصل ہے تو وہ نیکی اور پرہیزگاری کا ہے۔ ایک اور حدیث میں سرکار ختمی مرتبت فداہ ابی و امی فرماتے ہیں:

''اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ۔''

ہاں فضیلت کا معیار تقویٰ بتایا گیا اور ظاہر ہے کہ تقویٰ کے معیار پر وہی قوم پوری اترے گی جو انؐ کے لائے ہوئے نظام حیات اور پیغام پر عمل پیرا ہے اور وہ ہے آپ کی امت۔ اس لئے اتحاد امت پر بہت زور دیا گیا۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ:

''مسلم امت ایک عمارت کی مانند ہے جس کی ایک اینٹ دوسری اینٹ کی تقویت کا سبب بنتی ہے۔''

مزید یہ کہ ''دنیا میں صرف دو قومیں ہیں ایک مسلم اور دوسرے غیر مسلم''۔

غیر مسلم تو واقعی متحد ہیں ہندو عیسائی اور یہودی سب اسلام اور اہل اسلام کی مخالفت میں یک زبان ہیں۔لیکن مسلمان میں اتحاد کا شدید فقدان ہے۔کہیں فقہ و مسلک کی بنیاد پر اختلاف ہے تو کہیں عرب اور غیر عرب کا امتیاز ہے۔یہی نہیں اس سے بڑھ کر ہر ملک اور ہر ریاست اپنے اپنے مفاد کو پیش نظر رکھے ہے۔سربراہان حکومت اپنی اپنی کرسی بچانے کی فکر میں ہیں۔عملاً اتحاد تو ایک سہانا خواب بن کر رہ گیا ہے اگر کسی مسلم ملک پر افتاد پڑتی ہے تو وہ اکیلے ہی بھگتتا ہے دوسرا مدد کرنے کے بجائے دشمن کا مددگار بن جاتا ہے۔

کیا زمانے میں پنپنے کی یہیں باتیں ہیں

کیا یہ آقائے نامدار جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کی صریح خلاف ورزی نہیں ہے؟ آج غیروں کے منصوبوں کو خاک میں ملانے کے لئے بنیادی ضرورت اتحاد ملی کی ہے۔اتحاد کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ سب اسلامی ملک ایک دوسرے میں ضم ہو جائیں بلکہ ان کے عمل میں یک جہتی ہونی چاہیئے۔

معیشت

عدم اتحاد کا فطری نتیجہ یہ ہے کہ ہر مسلمان ملک اپنے اپنے معاشی مفادات کا تحفظ کر رہا ہے اور یہ تحفظ مغربی ممالک خصوصاً امریکہ کے سایہ عاطفت کا مرہون منت ہے۔اپنا سرمایہ ان کے بنکوں میں محفوظ کیا جاتا ہے۔بنکاری کا نظام سود پر مبنی ہے۔سود کو قرآن اور حدیث کی رو سے حرام قرار دیا گیا ہے۔موجودہ سودی نظام کے حامی اس کے حق میں خواہ کتنی ہی دلیلیں دیں لیکن محسن انسانیت ﷺ کے اس اعلان کے بعد کہ:

''تمام سود ساقط کردیئے گئے البتہ تم سرمایہ اصل کے حقدار ہو۔نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔اللہ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ سود نہیں چلے گا اور میں عباس بن عبدالمطلب کا سود کالعدم کرتا ہوں''۔

کیا سودی کاروبار خدا اور اس کے رسولؐ کے خلاف صریح بغاوت نہیں ہے؟ وہ افراد اور اقوام جو کسی مجبوری کی بناء پر سودی قرضوں میں جکڑے ہوئے ہیں ان کو کسی حد تک معاف کیا جاسکتا ہے لیکن جو جان بوجھ کر اپنے سرمایے کے تحفظ اور اضافے کی غرض سے کسی بنک اور خصوصاً دشمنوں کے بنک میں کاروبار کرتے ہیں وہ دوہرے گناہ کے مرتکب ہیں۔کیا مسلمان ممالک باہمی اشتراک سے اپنے مالیاتی ادارے نہیں بنا سکتے؟ کیا سامان صرف کی درآمد و برآمد کے لئے برادر اسلامی ملکوں کو ترجیح نہیں دے سکتے؟۔کیا دشمنوں کے خلاف ایک بار پھر تیل کا حربہ استعمال نہیں کر سکتے؟ کیا سود سے پاک بنکاری کا نظام باہمی کاروبار کے لئے قائم نہیں کر سکتے؟ کاش مسلم اقوام کی آنکھیں کھلیں اور وہ نئے عالمی نظام کی اندرون خانہ سرگرمیوں کو بھانپ سکیں کیونکہ اسی میں ان کی فلاح مضمر ہے۔

تعلیم

تعلیم کے میدان مسلمانوں کی حالت بدترین ہے۔جبکہ قرآن وحدیث کی روشنی میں مسلمانوں کو اقوام عالم کے مقابلے میں سب سے آگے ہونا چاہیئے تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبیؐ کے نام پہلی وحی میں جو پیغام دیا تھا وہ علم کے لئے تھا

''پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے تمہیں پیدا کیا''۔

حضور اکرم ﷺ کی احادیث ہر مسلمان کے علم میں ہوں گی کہ

''علم کا حصول ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔''

''علم حاصل کرو اگر تمہیں اس کے لئے چین بھی جانا پڑے۔''

''حکمت کی بات مومن کی گمشدہ میراث ہے جہاں سے ملے وہ اس کا زیادہ حقدار ہے۔''

''جو علم حاصل کرنے کے لئے گھر سے نکلتا ہے وہ دراصل اللہ کے راستے میں چلتا ہے جب تک واپس نہ آ جائے۔''

قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے ان احادیث کو حرز جان بنا لیا تھا اس لئے اُس دور میں جس قدر علمی کام ہوا اس کی نظیر ملنی مشکل تھی۔ اس دور میں بڑے بڑے کتب خانے قائم ہوئے' یونانی علوم کو عربی میں منتقل کیا گیا۔ بڑی ایجادات سامنے آئیں۔ اس دور میں دینی اور دنیاوی علوم کی کوئی حد بندی نہیں تھی۔ علم تو بس علم تھا خواہ دین کا علم ہو یا زبان و ادب کا' تاریخ کا علم ہو یا جغرافیہ کا' طبیعات کا علم ہو یا کیمیا کا' ریاضی کا علم ہو یا طب کا۔ البیرونی' الہیثم' قاسم زہراوی' ابن رشد' ابن سینا کے ناموں سے آج کون واقف نہیں' یہ سب نابغہ روزگار شخصیتیں علم کی مینار تھیں۔ شعر و ادب میں سعدیؔ' رومیؔ' حافظؔ' رازیؔ' عرفیؔ اور قدسیؔ آج تک زندہ جاوید ہیں۔ دین اسلام کی تفہیم و تبلیغ میں امام غزالیؒ امام ابوحنیفہؒ امام شافعیؒ امام احمد بن حنبلؒ امام مالکؒ امام جعفر الصادقؒ ابن خلدونؒ اور جلال الدین سیوطیؒ جیسے جلیل القدر افراد نے اپنی عمریں صرف کر دیں اور وہ اثاثہ چھوڑ گئے جس سے ہم آج تک استفادہ کرتے ہیں۔ علم کے انہی آفتابوں کی روشنی جب یورپ پہنچی تو اس کو منور کر دیا۔ لیکن بعد کی صدیوں میں ہم ایسے خواب خرگوش میں مبتلا ہوئے کہ آج تک محو خواب ہیں۔ اگر ہمیں آگے بڑھنا ہے' اسلام کو سربلند کرنا ہے اپنے ممالک کو ترقی دینا ہے تو ہمیں تعلیم کے شعبے کو ہنگامی بنیادوں پر آگے بڑھانا ہوگا اور ایسے ادارے قائم کرنا ہوں گے جہاں کسی مضمون کو بھی پس پشت نہ ڈالا جائے۔ ہمیں دین' ادب' ریاضی' مطب' انجینئرنگ اور دیگر سائنسی علوم میں مہارت حاصل کرنا ہوگی۔

دفاع

دفاع کے معاملے میں ہمیں باہمی تعاون اور دفاعی معاہدوں پر زور دینا ہوگا۔ اسلامی ممالک کی تنظیم کو مشاورت کی حدود سے نکل کر زیادہ مؤثر بنانا ہوگا۔ علماء اور مفکرین کا فرض ہے کہ وہ صرف روزمرہ کے معاملات پر ہی غور و فکر نہ کریں بلکہ فوجی امور پر بھی اجتہاد کریں اور یہ فقہ' اسلامی نصاب میں داخل کریں۔ اس موضوع پر جناب نبی کریم ﷺ کی ہدایت موجود ہے:

''جنگ تو حکمت عملی سے لڑی جاتی ہے۔''

آپؐ نے جہاد کے لئے ساز و سامان اور اسلحہ کی تیاری کا بھی حکم دیا ہے۔ تمام مسلم ممالک کا فرض ہے کہ نہایت خاموشی کے ساتھ اسلحہ کی تیاری' فراہمی اور تنظیم عساکر کا فریضہ انجام دیں۔ نوجوانوں کو عسکری تربیت دیں۔ ملٹری سائنس کو بطور مضمون اسکول اور کالج کے نصاب میں داخل کریں۔

اس سلسلے میں مغربی ممالک سے تصادم سے گریز کرنا ہے اور نہایت حکمت سے سب کے ساتھ تعاون کرنا ہے کسی برادر اسلامی ملک کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھانا ہے اور نہ کسی دوسرے ملک کا ساتھ دینا ہے۔ عالمی صیہونی تنظیموں کا نصب العین یہ ہے کہ

مسلمانوں کو حتی الامکان محدود کیا جائے۔ وہ نعرہ لگاتے ہیں کہ ''فرات سے لے کر نیل تک اسرائیل تیری سرحدیں ہیں'' یا ''چاولوں کے کھیتوں سے کھجوروں کے جھنڈوں تک سب کچھ ہمارا ہے'' فی زمانہ وہ اسی راہ پر چلتے ہوئے فلسطین کے مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کے منصوبے پر عمل کر رہا ہے اور ''مہذب دنیا'' تماشہ دیکھ رہی ہے۔ ہمارے آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا تھا کہ

''یہود و نصاریٰ کو جزیرۃ العرب سے نکال باہر کرو''

آج ہمارا فرض یہ ہے کہ تمام اسلامی ملکوں کو ان کے ناپاک قدموں سے محفوظ رکھا جائے۔

آزاد روی

جناب رسول کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ:

''جس کے پاس حیا نہیں اس کے پاس ایمان نہیں۔''

اس سے بھی آگے بڑھ کر سرکار والا تبار ﷺ نے ایک حدیث قدسی میں یہ بھی فرمایا:

''تمہیں برائی جہاں بھی نظر آئے اسے ہاتھ سے روک دو' اگر اپنے اندر یہ استطاعت نہیں پاتے تو زبان سے برا کہو اور اگر یہ طاقت بھی نہ ہو تو کم از کم دل میں برا جانو اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔''

نئے عالمی نظام کے علم بردار جس لبرل کلچر کو فروغ دینا چاہتے ہیں اس کے استیصال کا واحد طریقہ یہ ہے کہ حضور اکرم کی مذکورہ بالا حدیث کی روشنی میں برائیوں' بد اخلاقیوں' فحاشی و بے حیائی کے خلاف بڑے پیمانے پر جہاد کیا جائے۔ اپنے ملک اپنے صوبے یا اپنی قوم میں اس جہاد کو عملی جامہ پہنانا اتنا مشکل نہ ہوگا۔ آج مسلم معاشروں میں روزہ' نماز' حج اور زکوٰۃ سے غفلت کو برا سمجھا جاتا ہے۔ سود' زنا' شراب اور سور کے گوشت کو حرام اور گناہ کبیرہ کو مانا جاتا ہے لیکن جھوٹ' غیبت' بدعہدی' دھوکہ دہی' چور بازاری' ملاوٹ' رشوت خوری اور حق تلفی کو معمولی درجے کی برائی سمجھا جاتا ہے جبکہ اول الذکر گناہ حقوق اللہ کی خلاف ورزی کے ہیں۔ جنہیں اللہ تعالیٰ چاہیں گے تو اپنی رحمت سے معاف فرما دیں گے لیکن آخر الذکر گناہ حقوق العباد کے زمرے میں آتے ہیں۔ یہ اس وقت تک معاف نہیں ہوں گے جب تک وہ شخص نہ معاف کر دے جس کی حق تلفی ہوئی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ:

''طہارت ایمان کا جزو ہے۔''

طہارت نفس کی بھی ہونا چاہیئے اور جسم کی بھی۔ قلب کی پاکیزگی ہی عمل میں بلندی پیدا کرتی ہے۔ اسلام اپنے ماننے والوں سے پاکیزگی قلب و نظر کا متقاضی ہے اور یہی خوبی اگر مسلمانوں میں پیدا ہو جائے تو وہ غیروں کو اپنا بنا سکتے ہیں۔

اخلاقیات کی تعلیم

اسلام نے اخلاقیات کو ایمان کے بعد سب سے بڑا مقام دیا ہے۔ جناب نبی کریم ﷺ اخلاقیات کے اس منصب پر فائز تھے کہ خود خداوند قدوس نے قرآن کریم میں انہیں ''خلق عظیم'' کے خطاب سے نوازا۔ آپؐ کے بعد آپ کے جانشینوں نے اسی روشنی کی کرنیں چار دانگ عالم میں پھیلائیں۔ آج ہم جوانؐ کے نام لیوا ہیں یہ ہمارا فرض ہے کہ ہر شعبہ زندگی میں اخلاقیات کا مظاہرہ کریں۔ چاہے وہ تجارت ہو یا ملازمت یا زندگی کے دیگر معاملات۔ احادیث نبوی کی کتب حضورؐ کے ایسے اقوال سے بھری پڑی ہیں جنہیں عام

اخلاقیات کی تعلیم دی گئی ہے۔ مثلاً عہد کی پاسداری اور وعدہ کی پابندی کے بارے میں فرماتے ہیں:

''جو عہد کا پابند نہیں اس کا کوئی دین نہیں۔''

''تم اہل زمین پر رحم کرو اللہ تعالیٰ جو آسمانوں پر ہے تم پر رحم فرمائے گا۔'' ''جس نے دھوکا دیا وہ ہم میں سے نہیں۔''

خواتین کے حقوق کے بارے میں جناب نبی کریمؐ نے اپنے آخری خطبہ میں خاص طور پر زور دیا۔

''عورتوں کے بارے میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ ان سے بھلائی کا رویہ اختیار کرو کیونکہ وہ تمہارے زیر نگیں ہیں۔ وہ اپنے لئے خود کچھ نہیں کر سکتیں اور تم نے انہیں اللہ کی امانت کے طور پر حاصل کیا ہے اور ان کے جسموں کو اللہ کے کلمات (احکام) کے تحت اپنے لئے حلال کیا ہے تمہیں اپنی عورتوں پر حق حاصل ہے اور تمہاری عورتوں کا تم پر حق ہے۔''

تجارت میں دیانت داری کو ملحوظ رکھنے کے لئے خدا کے آخری پیغمبرؐ نے فرمایا:

''ایک دیانت دار تاجر جنگ میں انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔''

بحیثیت مسلمان ہمارا فرض ہے کہ ہم ان احکامات پر عمل کریں کیونکہ اسی میں ہماری بقاء ہے۔

ابلاغ عامہ

آج کا دور میڈیا کا دور ہے۔ الحمد اللہ عالم اسلام دین عالم، فنی تربیت رکھنے والے، نشر و اشاعت کے ماہر، دین کا درد رکھنے والے فنکار اور اہل علم ہر جگہ موجود ہیں۔ ان کی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے ابلاغ عامہ کے تمام ذرائع جن میں ریڈیو، ٹی وی، فلم، اسٹیج، کمپیوٹر، انٹرنیٹ، اخبارات، میگزین وغیرہ شامل ہیں۔ اسلام کی ترویج و اشاعت، تاریخ اسلام کی صحیح پیشکش اور مسلمانوں کو درپیش مسائل پر پروگرام آنے چاہئیں۔ آج کی دنیا نے اسلام کو دہشت گردی کے ساتھ منسلک کر دیا ہے۔ ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم دنیا کو اپنے اخلاق اپنے کردار اور نشر و اشاعت کے ذرائع سے احسن طریقے سے بتائیں کہ اسلام امن کا مذہب ہے، سلامتی کا دین ہے۔ ماشاء اللہ مسلمان ملکوں کے پاس دولت کی کوئی کمی نہیں ہے۔ اُن کا یہ فرض ہے کہ ایسے طاقتور ٹی وی چینلز اور ریڈیو اسٹیشن قائم کریں جو دنیا کی تمام زبانوں میں نشریات کر سکیں جو بی بی سی، سی این این اور دوردرشن وغیرہ کا مقابلہ کر سکیں۔ دینی ذہن رکھنے والے اسکالرز کی حوصلہ افزائی کی جائے کہ وہ دنیا کی مقبول زبانوں میں کتابیں لکھیں اور ان کتابوں پر انہیں معقول معاوضہ ملے اور یہ کتابیں دنیا بھر میں تقسیم ہوں۔ آج اردو کی کتابیں پانچ سو سے زیادہ نہیں چھپتیں اور وہ بھی فروخت نہیں ہو پاتیں جبکہ مغرب سے شائع ہونے والی کتب لاکھوں کی تعداد میں چھپتی ہیں اور ہاتھوں ہاتھ بک جاتی ہیں۔

حرف آخر

قرآن کریم نے جناب ختمی مرتبت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات کو ہمارے لئے بہترین نمونہ قرار دیا ہے۔ آپؐ نے ہمارے ہر شعبہ زندگی کے لئے نمونہ عمل چھوڑا ہے۔ اگر ہم سیرت طیبہ سے رہنمائی حاصل کرتے ہوئے اسلام کے پیغام کو قولاً اور عملاً دنیا بھر میں پہنچائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ اسلام کا بول بالا نہ ہو۔ قرآن کہتا ہے کہ ''تم ہی غالب ہو گے اگر تم مومن ہو گے'' جناب رسول کریم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں یہ پیغام بھی دیا تھا کہ جو لوگ یہاں موجود ہیں وہ اُن تک ہمارا پیغام پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں ہے یہ حکم نسلاً بعد نسل ہم تک پہنچ چکا ہے۔ اب ہمارا فرض ہے کہ دعوت اسلام کے کام کو ساری دنیا میں آگے بڑھائیں۔ وما علینا الا البلاغ

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور اُمت مسلمہ کی ذمہ داریاں تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

پروفیسر محمد حیات سرگودھا

ا۔ نئے عالمی نظام کا مفہوم

موضوع زیر بحث دو عنوانات پر مشتمل ہے۔ایک ''نئے عالمی نظام کی تشکیل'' اور دوسری ''امت مسلمہ کی ذمہ داریاں'' ہیں۔ ان دونوں عنوانات پر تفصیل سے روشنی ڈالی جاتی ہے۔

بیسویں صدی کے اس آخری عشرے میں عالم اسلام پریشان حالی اور درماندگی کی ایک عبرتناک تصویر پیش کرتا ہے۔اپنی موثر عددی قوت اور لاتعداد قدرتی ومالی وسائل کے باوجود خود اعتمادی اور وقار کی نعمت سے محروم ہے اور اپنی بقاء اور سلامتی کے لئے استحصالی قوتوں کا دست نگر ہے۔کیونکہ پہلی جنگ عظیم کے بعد سلطنت عثمانیہ کا خاتمہ، دوسری جنگ عظیم کے بعد اسرائیل کا قیام اور اب سرد جنگ (Cold War) کے خاتمے پر امریکہ کے نئے عالمی نظام (New World Order) کا نفاذ اس صدی کے سب سے اہم واقعات اور عوامل ہیں۔

موجودہ بین الاقوامی تعلقات میں نئے عالمی نظام (New World Order) کی اصطلاح کا کثرت سے استعمال خلیج کی جنگ کے بعد شروع ہوا۔اس لئے تاثر یہی ہے کہ امریکہ نے خلیج کی جنگ میں عراق کی شکست کے بعد ایک نئے عالمی نظام (New World Order) کا نقشہ پیش کیا ہے۔مگر حقیقت یہ ہے کہ نئے عالمی نظام (New World Order) کا تصور امریکہ کی خارجہ پالیسی میں اس وقت ابھرا جب امریکہ اور روس نے ۱۹۸۸ء میں جنیوا معاہدے (Geneva Agreement) پر دستخط کئے تھے۔جنیوا معاہدے پر دستخط کر دینے سے روس چالیس سال سے جاری سرد جنگ (Cold War) کی دوڑ میں بہت پیچھے چلا گیا اور امریکہ واحد فاتح کی حیثیت سے ایک نئے دور میں داخل ہوا۔تو اس طرح دنیا میں دو قطبی نظام (Bipoler System) کی جگہ یک قطبی نظام (Unipolar System) نے لے لی اور امریکہ نئے عالمی نظام (New World Order) کی شکل میں پوری دنیا پر بلاشرکت غیر اپنی حکمرانی اور سربراہی کے تصور کو مسلط کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

گویا نئے عالمی نظام (New World Order) سے مراد امریکہ کی وہ خارجہ پالیسی ہے جس کے تحت وہ پوری دنیا کے نظام کو اپنے فوجی، سیاسی اور اقتصادی مفادات وترجیحات کے تابع بنانا چاہتا ہے تاکہ وہ عرصہ دراز تک اپنی ''عالمی یکتائی'' کے زور پر بین الاقوامی سرمایہ داریت اور استحصالیت کو تحفظ دے سکے۔

۲۔ عالمی نظاموں (World Orders) کا قدیم پس منظر

ا۔ ظہور اسلام سے قبل عالمی نظام

امریکہ کی دریافت سے قبل اگر ہم چھٹی صدی عیسوی سے دنیا کی تاریخ کا جائزہ لیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ چھٹی صدی عیسوی میں اس دنیا میں روم اور فارس کی دو بڑی سلطنتیں آپس میں خونریز جنگوں کی شکل میں محاذ آرا تھیں۔فاتح سلطنت ہر جنگ کے بعد ایک

عالمی نظام(World Order) جاری کرتی جس کے تحت چھوٹی ریاستوں کو اپنا مطیع بنالیا جاتا۔

رسول اکرم ﷺ کی بعثت کے وقت دنیا میں بادشاہت اور حکومت کا دور دورہ تھا۔ سرزمین عرب کا جنوبی حصہ سلطنت حبش کے پاس تھا۔ مشرقی حصہ سلطنت فارس کے قبضہ میں تھا اور شمالی حصہ پر سلطنت روم قابض تھی۔ ملک عرب ایک وحدت کی بجائے کئی خودمختار قبیلوں میں منقسم تھا اور دو طاقتی نظام رائج تھا۔ طاقت کا توازن اس وقت کی دو بڑی سلطنتوں روم اور فارس نے سنبھالا ہوا تھا۔ مگر یہ نظام بری طرح ناکام ہوا اور عالمی امن قائم نہ رہ سکا کیونکہ ان میں سے کسی سلطنت کا عالمی نظام(World Order) انصاف' صلح اور مساوات پر مبنی نہ تھا۔ بلکہ یہ عالمی نظام(World Order) توسیع سلطنت کی خواہش اور اقتدار کی ہوس پر مبنی تھا۔

۲۔ خطبہ حجۃ الوداع اور اسلامک ورلڈ آرڈر

ان حالات میں رسول پاک ﷺ کی بعثت ہوئی۔ آپ نے ۲۳ سال کی جدوجہد کے بعد ایک ایسا معاشرہ قائم کر کے دکھایا جو قیامت تک کے لئے قابل تقلید اور قابل نمونہ تھا اور پوری دنیا کی راہنمائی کے لئے ایک نیا عالمی نظام(New World Order) جاری کیا۔ جس کا باضابطہ اعلان خطبہ حجۃ الوداع میں کیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

الا کل شی من امر الجا هلیه تحت قدمی موضوع و ان کل دم کان فی الجا هلیه موضوع وان کل ربا موضوع.

ترجمہ: (خبردار۔ دور جاہلیت کا سارا نظام (ظالمانہ اور استحصالی) میں نے اپنے پاؤں سے روند ڈالا ہے۔ آج سے نظام جاہلیت کے سارے خون (قصاص' دیت اور انتقام) کالعدم قرار دیئے جاتے ہیں اور آج سے نظام جاہلیت کے سارے سودی لین دین بھی ختم کئے جاتے ہیں۔)

آپ ﷺ کا یہ خطبہ عالم انسانیت کے لئے پہلا باقاعدہ انسانی حقوق کا منشور اور اقوام عالم کے لئے نیا عالمی نظام (New World Order) آج بھی دنیا کو ایسے اصول فراہم کرتا ہے جن پر عمل پیرا ہو کر دنیا امن کا گہوارہ بن سکتی ہے۔ اس لئے امت مسلمہ کو رسول پاک ﷺ کے عطا کئے ہوئے نئے عالمی نظام(New World Order) کی موجودگی میں کسی اور نئے عالمی نظام (New World Order) کی قطعی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اسلامی عالمی نظام(Islamic World Order) کے تحت پوری دنیا نے ظلم و ناانصافی کے خاتمے اور نظام مساوات و انصاف کے نفاذ کی عمل جدوجہد کا آغاز کیا اور جلد ہی اسلام کی اس ابھرتی ہوئی طاقت نے روم اور فارس کی دونوں عالمی استحصالی طاقتوں کو چیلنج دیا اور ان طاقتوں کو عبرتناک شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ یوں دنیا میں اسلامی عالمی نظام (Islamic World Order) کا نفاذ کر دیا گیا۔ اس عالمی نظام(World Order) کے نفاذ سے بدامنی اور ظلم و بربریت کا خاتمہ ہو گیا اور ایک ایسے بین الاقوامی معاشرے کا افتتاح ہوا جس میں خیر' تعمیر' ارتقاء اور عدل ہی عدل تھا۔ جو انسان کے بنیادی حقوق کا ضامن تھا جس میں بین الاقوامی قوانین کی پاسداری' عالمی امن کے قیام' پرامن بقائے باہمی' غلامی سے نجات' حق کی معاونت اور ظلم سے نجات کے سنہری اصول دیئے گئے ہیں۔ اسی اسلامی عالمی نظام کے سنہری اصولوں کے تحت خلفائے راشدین کے عہد خلافت میں ۶۶۱ عیسوی تک

مسلمانوں نے جتنے علاقوں کو فتح کیا وہاں کے غیر منصفانہ قوانین کو منسوخ کر دیا گیا اور وہاں کی آبادی کو ہی اقتدار میں شریک کیا گیا۔ بنو امیہ کے دور حکومت سے لے کر سلطنت عثمانیہ تک مسلمانوں نے اسلامی عالمی نظام کے اصولوں کے مطابق بین الاقوامی سیاست میں نمایاں کردار ادا کیا اور مسلمانوں کے ہر فاتح نے انہی اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی داخلہ وخارجہ پالیسیوں کو تشکیل دیا۔

۳۔ اٹھارہویں اور انیسویں صدی کے عالمی نظاموں (World Orders) کا جائزہ

اگر ہم گذشتہ تین صدیوں کے عالمی نظاموں (World Orders) کا جائزہ لیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ یہ بڑی جنگ کے اختتام پر فاتح طاقت نے ایک نیا عالمی نظام (New World Order) جاری کیا اور ان جنگوں میں شکست کھانے والی طاقتوں سے اپنی جیت کی قیمت وصول کی۔ ان تمام عالمی نظاموں (World Orders) کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ اٹھارہویں صدی کے آغاز کے وقت دنیا میں برطانیہ اور فرانس دو بڑی طاقتیں تھیں۔ ۱۷۰۱ء سے ۱۷۰۷ء تک ان کے مابین ایک بڑی جنگ (The War of Spanish Succession) ہوئی۔ جس میں فرانس کو شکست ہوئی اور برطانیہ نے ایک معاہدے کی شکل میں عالمی نظام (World Order) جاری کیا۔ جس کے تحت برطانیہ ایک واحد طاقت کے طور پر ابھرا۔ اسی عالمی نظام کے تحت برطانیہ کو جبل طارق اور سپین کے علاقے ملے تھے۔

۲۔ ۱۷۴۰ء سے ۱۷۴۷ء تک برطانیہ اور فرانس میں ایک اور جنگ (The War of Austrian Succession) ہوئی جس میں پھر فرانس کو شکست ہوئی اور برطانیہ نے اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے عالمی نظام (World Order) جاری کیا۔

۳۔ ۱۷۵۶ء سے ۱۷۶۳ء تک برطانیہ اور فرانس میں تیسری بڑی جنگ (Seven Year War) ہوئی جس کے نتیجہ میں ۱۷۶۳ء میں ''معاہدہ پیرس'' لکھا اور یہ نیا عالمی نظام کہلایا۔

۴۔ ۱۷۷۵ء سے ۱۷۸۳ء تک امریکہ کی سرزمین پر ایک جنگ آزادی لڑی گئی جو (The War of American Independence) کہلاتی ہے۔ اس جنگ میں امریکہ کی ۱۳ ریاستوں نے برطانیہ کی افواج کے خلاف فتح حاصل کی اور اس فتح کے بعد جو عالمی نظام بنا اس کے نتیجہ میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی تشکیل ہوئی۔

۵۔ انیسویں صدی کے آغاز میں فرانس کی قیادت نپولین کے ہاتھ میں آئی تو فرانس ایک بڑی طاقت بن کر ابھرا اور انگلینڈ سے اپنی گذشتہ شکست کا بدلہ لینے کے لئے ۱۸۰۳ء میں جنگوں کا نیا سلسلہ شروع کر دیا۔ ۱۸۱۵ء میں (Consent of Europe) کے نام سے ایک عالمی نظام لکھا گیا جس میں برطانیہ اور اس کے اتحادیوں کے مفادات کو تحفظ فراہم کیا گیا۔

۶۔ ۱۸۵۳ء سے ۱۸۵۶ء تک روس اور یورپ کے مابین (Crimean War) ہوئی جس کے اختتام پر ''کانگرس آف پیرس'' میں نیا عالمی نظام لکھا گیا اور تمام یورپی ممالک کے مفادات کو تحفظ فراہم کیا گیا۔

۷۔ ۱۹۱۴ء سے ۱۹۱۸ء تک پہلی جنگ عظیم ہوئی جس میں جرمنی کو شکست ہوئی۔ برطانیہ اور اس کے اتحادی فاتح قرار پائے۔ اس جنگ کے اختتام پر "Treaty of Versides" کے تحت نیا عالمی نظام (New World Order) جاری کیا گیا۔ اس نئے عالمی نظام کے تحت مسلمانوں کی نمائندہ حکومت سلطنت عثمانیہ کو جرمنی کا ساتھ دینے کی سزا دی گئی۔ اور اس کے حصے بخرے کر کے فاتح

قوموں میں بانٹ دیئے گئے۔ عالمی خلافت اسلامیہ کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا گیا۔ اسی عالمی نظام کے تحت انجمن اقوام (League of Nations) کی تشکیل ہوئی۔

۸۔ ۱۹۳۹ء سے ۱۹۴۵ء تک دوسری جنگ لڑی گئی۔ جس میں ایک جانب جرمنی کی قیادت میں اس کے اتحادی اٹلی، جاپان اور رومانیہ تھے اور دوسری طرف برطانیہ کی قیادت میں روس، فرانس اور امریکہ تھے۔ اس جنگ میں برطانیہ اور اس کے اتحادیوں کو فتح حاصل ہوئی۔ امریکہ نے ناگاساکی اور ہیروشیما میں پہلی بار ایٹم بم گرا کر لاکھوں انسانوں کو لقمہ اجل بنایا اور اس دہشت گردی کے ذریعے ایک نئے عالمی نظام کی بنیاد رکھی۔ اس نئے عالمی نظام کے تحت اقوام متحدہ (U.N.O) بنی جبکہ امریکہ اور روس دو بڑی طاقتیں بن کر ابھرے۔

۹۔ دوسری جنگ عظیم کے خاتمہ کے بعد دنیا میں طاقت کا توازن امریکہ اور روس کے ہاتھ میں آ گیا اور دو قطبی نظام (Bipolor System) رائج ہو گیا اور ایک طویل سرد جنگ (Cold War) کا آغاز ہو گیا۔

۴۔ سامراجیت اور استعماریت پر مبنی عالمی نظام کا جائزہ

ان تمام جنگوں کے نتیجے میں جتنے بھی عالمی نظام (World Order) بنے انہیں سامراجی اور استعماری عالمی نظام کہنا بے جا نہ ہوگا۔ سامراجیت پر مبنی عالمی نظام کے تحت یورپی اقوام نے دنیا بھر میں غیر یورپی اقوام کو اپنا محکوم بنائے رکھا۔ تاکہ سامراجی پالیسیوں کے ذریعے وسائل پر کنٹرول حاصل ہو سکے۔ پندرھویں صدی تک یورپی اقوام کا ایک دوسرے علاقوں پر قبضہ کا سلسلہ محدود ہو گیا تھا اور وسیع پیمانے پر سائنسی ایجادات اور تجارتی مفادات نے سولہویں اور سترھویں صدی میں پرتگال، ہالینڈ، فرانس، اسپین اور برطانیہ کی نئی سامراجیت کو پوری دنیا میں پھیلا دیا تھا۔ سائنس، ٹیکنالوجی اور ذرائع مواصلات کی ترقی کا سب سے زیادہ فائدہ سامراجیت کو پہنچا۔ افریقہ، ایشیا اور امریکہ تک کے براعظموں پر سامراجیت کا جال پھیل گیا لیکن کوئی ایک ایسی نوآبادی نہیں تھی جسے خونریز جنگ کے بغیر حاصل کیا گیا ہو۔ یہی استعماریت بعد میں یورپی اقوام کی جگہ امریکی قوم نے اپنائی اور بیسویں صدی میں دوسری جنگ عظیم کے بعد امریکہ نے جس نئے عالمی نظام (New World Order) کی بنیاد رکھی اسے نئی سامراجیت (New Imperialism) کا نام دیا گیا۔ جس کے تحت امریکہ نے اپنے اوپر یہ لازم کر لیا کہ ایک اعلیٰ اور برتر قوم ہونے کی حیثیت سے دنیا بھر کی قوموں کی سیاسی، معاشی اور تہذیبی زندگی میں راہنمائی کی ذمہ داری اس کی ہے۔

امریکہ کی طرح روس نے بھی اپنے عالمی نظام کیمونزم (Communism) کے پھیلاؤ اور فروغ کو اپنے اوپر لازم قرار دے دیا۔ چنانچہ ان دو عالمی نظاموں یعنی نئے سامراجیت (New Imperialism) اور کیمونزم (Communism) میں ۴۰ سال تک سرد جنگ (Cold War) جاری رہی۔ اس سرد جنگ میں امریکہ نے نئی سامراجیت کے اصولوں کے تحت اسرائیل، شام، کیوبا، مصر، ویت نام، ایران، شمالی کوریا، ترکی، یونان، سعودی عرب اور پاکستان کو اپنے زیر اثر رکھا اور روس نے اپنے عالمی نظام کیمونزم کے تحت لٹویا، اسٹونیا، ہنگری، چیکوسلواکیہ، لتھوے نیا، بلغاریہ، پولینڈ اور البانیہ کو اپنے زیر اثر رکھا۔ امریکہ نے نئی سامراجیت کے موثر نفاذ کے لئے نیٹو (Nato)، سیٹو (Seato) اور سینٹو (Cento) کی تشکیل کی اور روس نے اپنے عالمی نظام کے موثر نفاذ کے لئے وارسا پیکٹ

(Wersa Pact) تشکیل دیا اور اپنے زیر اثر ریاستوں میں اپنے فوجی ادارے قائم کئے۔

بہر حال ان دونوں عالمی نظاموں (World Orders) کے زیر سایہ رہنے والی قوموں نے کبھی ذہنی طور پر سامراجیت اور اشتراکیت کو قبول نہیں کیا بلکہ انہیں جب بھی موقع ملا انہوں نے اس سامراجیت اور اشتراکیت کے خلاف نفرت کا اظہار کیا اور منظم سیاسی جدوجہد کے ذریعے اس کی مخالفت کی۔ چنانچہ دنیا نے دیکھا کہ روس جیسی سپر طاقت کا نام نہاد عالمی نظام جہاد افغانستان اور وسطی ایشیاء کی ریاستوں کی جنگ آزادی کی ضرب سے ہمیشہ کے لئے زمین بوس ہوگیا اور جہاں اس عالمی نظام کے ختم ہونے سے بے شمار قوموں کو آزادی کی نعمت میسر آئی وہاں روس اپنا وجود بھی قائم نہ رکھ سکا اور آج باقی ماندہ روس بھی شکست وریخت کے عمل سے دوچار اپنی بقاء کی جنگ لڑ رہا ہے۔

۱۴ اپریل ۱۹۸۸ء کو روس نے جنیوا معاہدے (Geneva Agreement) پر دستخط کر دیئے' جب پہلی ۴۰ سال سے جاری سرد جنگ کا خاتمہ ہوگیا۔ روس نے جنیوا معاہدے پر دستخط کر کے امریکہ کی برتری کو تسلیم کرلیا اور افغانستان سے اپنی فوجوں کی واپسی پر رضامند ہوگیا۔ اس طرح امریکہ کے ۴۰ سالہ سامراجی دور کے پہلے مرحلے کا اختتام ہوگیا۔ اس دور میں وہ دو عالمی طاقتوں (Two World Super Powers) میں سے ایک تھا۔ اب امریکہ کو نئے سامراجی دور کے آغاز کے لئے ایک نئے عالمی نظام (New World Order) کی شدت سے ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ امریکہ کے تمام پالیسی ساز ادارے مثلاً نیشنل سیکورٹی کونسل' پینٹاگان اور سی آئی اے وغیرہ متحرک ہوگئے اور انہوں نے ایک نئے سامراجی دور کے لئے سفارشات مرتب کرنا شروع کر دیں۔ سرد جنگ میں امریکہ نے روس کو شکست دینے میں سُپر ٹیکنالوجی اور اپنی اقتصادی برتری کا سب سے زیادہ فائدہ اٹھایا اور اس پورے عرصہ میں روس کو تیرہ بار اپنی دفاعی حکمت عملی بدلنے پر مجبور کیا اور اسے اقتصادی طور پر دیوالیہ کر دیا۔ اس کے ساتھ مبالغہ آمیز پراپیگنڈہ کے ذریعے روسی قوم کو گورباچوف کی حکومت کے خلاف ذہنی اور عملی طور پر تیار کرلیا۔ چنانچہ امریکہ منصوبہ کے عین مطابق سوویت یونین ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔

۵۔ نئے عالمی نظام کی تشکیل میں کارفرما محرکات اور عوامل

امریکہ کو سرد جنگ میں کچھ اور تجربات بھی ہوئے جن کو مدنظر رکھ کر امریکہ کو نئے سامراجی دور کے لئے ایک نئی حکمت عملی کی اشد ضرورت تھی۔ اس کی تشکیل میں درج ذیل عوامل و محرکات کارفرما ہیں۔

۱۔ ویت نام کی جنگ میں امریکی فوجوں کی شکست نے امریکہ کو دفاعی حکمت عملی میں تبدیلی کی ضرورت کا احساس دلایا۔

۲۔ ایران میں اسلامی انقلاب کی آمد سے اس خطہ میں امریکی مفادات کو خاصا نقصان پہنچا۔

۳۔ ایران' عراق جنگ کے ختم ہو جانے سے امریکی مفادات کی کماحقہ تکمیل نہ ہو سکی۔

۴۔ مشرق وسطی میں عراق ایک بڑی اسلامی طاقت بن کر ابھرا۔

۵۔ اسرائیل کے خلاف فلسطینیوں کی تحریک آزادی کی بڑھتی ہوئی کاروائیاں اور امریکی مفادات کے لئے سخت نقصان کا باعث ہو سکتی تھیں۔

۶۔ جرمنی کا متحد ہو جانا جس سے مشرقی یورپ میں وسیع پیمانے پر تبدیلیاں رونما ہوئیں۔

۷۔ امریکہ میں بے روزگاری اور معاشی واقتصادی بحران میں مسلسل اضافہ ہوا۔

۸۔ عالمی تجارت میں جاپان کی ابھرتی ہوئی اقتصادی قوت اور امریکی مصنوعات کا عالمی منڈیوں میں گرتا ہوا معیار اس کے لئے سخت تشویش کا باعث تھا۔

۹۔ غیر جانبدار تحریک (N.A.M) کے بیشتر ممالک کا امریکہ اور روس کے عالمی نظاموں کی اطاعت سے انکار اور اپنی قومیت پر مبنی خارجہ پالیسیوں کی تشکیل امریکہ کے لئے سخت سیاسی دھچکا لگا۔

۱۰۔ امت مسلمہ میں بیداری کی لہر اور فلسطین، کشمیر اور وسط ایشیاء میں آزادی کی تحریکوں میں شدت کا عنصر امریکی مفادات کے لئے قابل قبول نہ تھا۔

۱۱۔ جرمنی کے اتحاد کے علاوہ جاپان، فرانس، چین اور یورپین اکنامک کمیونٹی (EEC) کا سیاسی اور اقتصادی طور پر مضبوط ہو جانا بھی امریکہ کے لئے چیلنج تھا۔

۱۲۔ دنیا بھر میں تجارتی بنیادوں پر نئے علاقائی اتحادوں (Free Trade Zones) کا قیام امریکی مفادات کے لئے انتہائی تشویش کا باعث تھا۔

بہرحال یہ وہ تبدیلیاں تھیں جو امریکہ کے پالیسی ساز ادارے ایک عرصہ سے محسوس کر رہے تھے اور امریکہ پر ان تبدیلیوں اور بین الاقوامی رویوں کے باعث یہ واضح ہو گیا تھا کہ پرانے عالمی نظام کے ذریعے امریکہ دنیا میں اپنی خواہش اور مرضی کا نظام مسلط نہیں کر سکے گا۔ چنانچہ پوری دنیا میں بلاشرکت غیرے حکمرانوں کے خواب کو عملی جامہ پہنانے اور دنیا کی تمام قوتوں کو سیاسی، اقتصادی، دفاعی اور فوجی اعتبار سے اپنے زیرِ سایہ کرنے کے لئے امریکہ نے نئی سامراجیت کا لائحہ عمل پیش کیا اور اسے نئے عالمی نظام (New World Order) کا نام دیا اور عالمی سطح پر اس کے نفاذ کا اعلان کر دیا۔ گویا نیا عالمی نظام کسی نئی تاریخ کا عنوان نہیں بلکہ ایک عالمی استحصالی اور سامراجی طاقت کی حکمت عملی کا نیا باب ہے اور اس نئی سامراجیت کو ہی نئے عالمی نظام (New World Order) کا نام دے دیا گیا ہے۔

۶۔ نئے عالمی نظام کا باقاعدہ نفاذ اور نئی حکمت عملی

اگرچہ نیشنل سیکورٹی کونسل، پینٹا گان اور سی آئی اے جیسے ادارے کئی سالوں سے بین الاقوامی سیاست میں ہونے والی تبدیلیوں اور امریکہ کی ابھرتی ہوئی طاقت کا بھرپور جائزہ لے رہے تھے۔ تاہم ایک نئی سامراجی حکمت عملی کا باضابطہ اعلان امریکہ کے سابق صدر جارج بش نے اکتوبر ۱۹۹۰ء میں اپنے ایک خطاب میں ان الفاظ سے کیا:

"The new world order refers to new ways of working with other nations to detact aggression and achieve prosperity and peace. New world order is a new partnership of nations based on consultation and collective action. Its goals are to

maintain peace and democracy increase prosperity by decreasing arms".

جارج بش نے ان افتتاحی کلمات کے ذریعے نئے عالمی نظام کے بارے میں اپنا نقطۂ نظر واضح کیا اور اپنے اغراض و مقاصد کا اظہار کیا اور بنیادی طور پر نئے عالمی نظام کو اسلحہ کی تخفیف اور بین الاقوامی امن کے قیام کی پالیسی قرار دیا۔ اس نئے عالمی نظام کی درج ذیل حکمت عملی ہے۔

۱۔ دنیا کے ہر ملک کو اپنی موجودہ جغرافیائی سرحدوں کے دفاع کے لئے جتنی فوج درکار ہے اسے اتنی ہی فوج اور دفاعی قوت رکھنے کی اجازت دی جائے۔

۲۔ کسی ملک وک اپنا دفاعی اور فوجی قوت بڑھانے کے لئے اقوام متحدہ کی رضامندی لینا لازمی ہوگا۔

۳۔ ایٹمی ہتھیار ممکنہ حد تک ختم کر دیئے جائیں گے اور دیگر تباہ کن ہتھیار بھی ضائع کر دیئے جائیں گے۔

۴۔ کسی ملک میں سیاسی دائرہ کار سے متعلق کسی قسم کی تبدیلی' باضابطہ اور سیاسی طریقوں یعنی جمہوری انداز سے ہٹ کر نہ لائی جائے۔ گویا سب ملکوں میں جمہوریت کو فروغ دیا جائے گا۔

۵۔ حکومت نظام میں تبدیلی کا فیصلہ اس ملک کے عوام کی مرضی سے کیا جائے گا۔ کوئی حکومت یا فرد واحد اپنے ملک کے سیاسی یا حکومت نظام میں عوام کی مرضی کے بغیر تبدیلی کا مجاز نہیں ہوگا۔

۶۔ تجارت کی بین الاقوامی مارکیٹوں اور مراکز پر کسی کا تسلط نہیں ہوگا۔ ہر ملک کو اپنی تجارتی اشیاء ان منڈیوں میں لے جانے کی اجازت ہوگی جن میں فیصلہ کن حیثیت بین الاقوامی مرضی کو حاصل ہوگی۔

بہر حال نئی سامراجی حکمت عملی کے نفاذ کے بارے میں امریکن نیشنل سیکورٹی کونسل کی سفارشات پر مبنی ایک رپورٹ ۶ مارچ ۱۹۹۱ء کو وائس آف امریکہ سے نشر کی گئی۔ اس رپورٹ کے مطابق نئی سامراجی حکمت عملی کے نفاذ کے لئے امریکہ کو درج ذیل اقدامات کرنے ہوں گے۔

۱۔ مستقبل میں امریکہ دنیا بھر میں اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے فرانس' برطانیہ' اٹلی اور روس کا تعاون حاصل کرے گا۔

۲۔ ان تمام عرب ریاستوں میں نظام حکومت تبدیل کر دیئے جائیں گے جو امریکی مفادات اور پالیسیوں کے خلاف ہوں گے۔

۳۔ عرب مسلمان ممالک کو تباہ کن ہتھیار فروخت نہیں کئے جائیں گے' صرف محدود پیمانے پر ہتھیار دیئے جائیں گے۔

۴۔ مستقبل میں امریکہ کسی ملک کو فوجی طاقت بننے کی اجازت نہیں دے گا جیسا کہ ایران اور عراق فوجی طاقتیں بنے۔

۵۔ کسی ملک کو امریکی مفادات کے خلاف کام کرنے کا موقع نہیں دیا جائے گا اور اگر کوئی ایسا کرے گا اسے سبق سکھایا جائے گا۔

۶۔ خلیج کے ممالک کی دولت کی تقسیم کے لئے ایک بنک برائے تعمیر نو قائم کیا جائے گا جسے خلیجی ممالک ہی چلائیں گے۔ لیکن اس کی پالیسی اور نگرانی کا کام امریکہ' انگلینڈ اور فرانس کے پاس ہوگا۔

۷۔ مشرق وسطی کے ممالک کی تہذیب و ثقافت کو تبدیل کیا جائے گا۔ اور اختیارات بتدریج ان افراد کے ہاتھوں میں منتقل کر دیئے جائیں گے جو مغربی تعلیم یافتہ ہوں گے۔

۸۔ اسلام پسند عناصر کو کسی ملک میں بھی تعلیمی اداروں اور ذرائع ابلاغ کے ذریعے عوام تک رسائی حاصل کرنے اور رائے عامہ ہموار کرنے کا موقع فراہم نہیں کیا جائے گا۔

۹۔ شام اور مصر کی موجودہ حکومتوں سے تعاون کیا جائے گا اور انہیں بنیاد پرست تحریکوں کو کچلنے میں مکمل امداد دی جائے گی۔

۱۰۔ مسلمانوں کو آپس کے جھگڑوں اور اختلاف میں مصروف رکھا جائے گا تاکہ وہ کوئی بڑی قوت نہ بن سکیں اور امریکی مفادات کے خلاف ان کی مزاحمت تقویت نہ پکڑ سکے۔

۱۱۔ موثر مشائخ اور علماء کو ذرائع ابلاغ کے ذریعے رائے عامہ کو متاثر کرنے کا موقع فراہم نہیں کیا جائے گا۔

۱۲۔ اسلام پسند عناصر (بنیاد پرستوں) اور اسلامی قیادت پر سختی سے نظر رکھی جائے گی۔

۱۳۔ خلیجی ریاستوں میں مسلمانوں کو روزگار کے مواقع فراہم نہیں کئے جائیں گے۔ بلکہ یہ افرادی قوت فلپائن' سری لنکا اور تھائی لینڈ سے حاصل کی جائے گی۔

۱۴۔ وہ ممالک جو سوڈان اور پاکستان کی طرح اسلامی نظریات اور سوچ کے حامل ہوں گے انہیں اختلاف اور مسائل میں مبتلا کر دیا جائے گا۔

۱۵۔ ان ریاستوں کی حکومتیں تبدیل کروادی جائیں گی۔ جو نفاذ اسلام کے لئے سنجیدگی سے کوشش کر رہی ہیں۔

بہرحال امریکن نیشنل سیکورٹی کونسل (ANSC) کی اس رپورٹ کے تمام اقدامات کو نئے عالمی نظام (New World Order) کے تحت قابل عمل قرار دیا گیا ہے اور اس پر تیزی سے عمل درآمد جاری و ساری ہے۔

۷۔ نیا عالمی نظام اور عالم اسلام کا جائزہ

امریکہ کو نئے عالمی نظام (New World Order) کی سطح تک پہنچانے میں مسلمان ممالک نے اہم کردار ادا کیا ہے اور مسلم حکومتوں کی مدد سے ہی امریکہ بلاشرکت غیرے دنیا کی سربراہی اور حکمرانی کے قابل ہوا ہے۔ کیونکہ سرد جنگ میں اشتراکیت کا مقابلہ کرنے کے لئے سامراجیت کے پلیٹ فارم پر مسلمانوں کے سوا کوئی ایسی قوم نہ تھی جو نظریاتی محاذ پر امریکی حکمت عملی کا حصہ بن سکتی۔ چنانچہ اس طویل سرد جنگ کے آخری دور میں فیصلہ کن کردار افغانستان کے مسلمانوں کی جدوجہد آزادی نے ادا کیا۔ اس بارہ سالہ تحریک مزاحمت نے دنیا کی ایک بڑی سپر پاور کو جس طرح گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کیا۔ اس کی مثال کسی قوم کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ اس لئے امریکہ مسلمانوں کے ''جذبہ جہاد'' اور اسلامی عقائد و نظریات پر ''پختہ ایمان'' سے بخوبی واقف ہے۔ اب امریکہ کو سب سے بڑا خطرہ مسلمانوں کے ''اسلامی نظریات اور جذبہ جہاد'' سے ہے۔ کیونکہ اگر یہ جذبے تقویت اختیار کر گئے تو روس کی طرح امریکہ بھی کسی وقت اپنے انجام سے دوچار ہو سکتا ہے۔ چنانچہ نئے عالمی نظام (New World Order) کے تحت سب سے زیادہ مسلمانوں کے اسلامی نظریات' اسلامی تشخص اور اسلامی جذبہ جہاد کو ختم کرنے پر دیا جا رہا ہے۔

امریکہ نے نیشنل سیکورٹی کونسل کے تجویز کردہ اقدامات کی روشنی میں نئے عالمی نظام کے تحت عالم اسلام میں ایک بھرپور نفسیاتی حملہ شروع کر رکھا ہے۔ جس کے تحت ہر اس تحریک اور ملک کو بنیاد پرست قرار دے دیا جاتا ہے۔ جو اسلامی عقائد و نظریات پر

پختہ ایمان رکھتا ہو پھر تمام جرائم اور عیب ان سے وابستہ کر دیئے جاتے ہیں اور جو ممالک بنیاد پرستی کے زمرے میں داخل کر دیئے جائیں ان پر دہشت گرد ہونے کا الزام لگا کر ان کے خلاف فوری کاروائی شروع کر دی جاتی ہے۔ ان میں ایران' سوڈان' لیبیا اور پاکستان کو بنیاد پرست بھی کہا جا رہا ہے اور دہشت گرد بھی۔ اسی طرح دنیا بھر میں مختلف اسلامی تنظیموں اور تحریکوں کو بنیاد پرست قرار دیا گیا ہے۔

امریکہ نئے عالمی نظام (New World Order) کے تحت ''مسلمان بنیادی پرستی'' کے خلاف چلائی جانے والی مہم کا مقصد بھی یہی ہے کہ عالم اسلام میں بھی قرآن و حدیث اور اسلام کو عملی زندگی اور معاشرے و ریاست کے متعلق کرنے والے دین دار عناصر کا خاتمہ کیا جائے اور اسلامی دنیا سے اس سوچ کو مٹایا جائے کہ اسلام بطور دین مکمل نظام حیات ہے اور اسے عملاً معاشرے میں نافذ ہونا چاہیئے۔ امریکی مہم کا ہدف یہی ہے کہ مسلمان حکومتیں اور امت مسلمہ اس ''مغربی خیال'' پر متفق ہو جائیں کہ اسلام فقط ایک مذہب ہے۔ اور قرآن و حدیث کا تعلق محض مذہبی رسوم کی حد تک ہے۔ اسلام کو صرف عبادات اور نجی و مذہبی رواجات میں استعمال کرنا چاہیئے۔ اسے ایک نظام کے طور پر پوری زندگی اور معاشرے کے سماجی' ثقافتی' معاشی اور سیاسی پہلوؤں پر نافذ کرنے کی بات چھوڑ دینی چاہیئے۔ تاکہ اسلام کا قومی اور بین الاقوامی سطح پر کوئی دینی' سیاسی اور ثقافتی تشخص باقی نہ رہے۔ اسلام فقط مسلمانوں کی زندگی میں ایک نجی مسئلے (Private affair) کی حیثیت سے موجود رہے اور لوگ انفرادی طور پر اس میں تھوڑی دلچسپی برقرار رکھیں۔ اس کا بنیادی مقصد عالمی سطح پر اسلام کے بڑھتے ہوئے اثر و نفوذ اور قبولیت و پذیرائی کو روکنا اور خود مسلمانوں کو بحیثیت امت اپنے دین سے ہٹانا ہے۔

ا۔ نیا عالمی نظام اور مسئلہ فلسطین

عالم اسلام کے مسائل میں فلسطینی عوام کی آزادی اور ان کے وطن کی بازیابی کا مسئلہ بیسویں صدی کی عالمی سیاست میں اہم ترین مسئلہ رہا ہے۔ جس کا آج تک کوئی حل نہیں نکل سکا۔ اس کے حل میں سب سے بڑی رکاوٹ اسرائیل امریکہ گٹھ جوڑ ہے۔ امریکہ کی مدد اور سرپرستی کے باعث صیہونی جارحیت کے طویل دور کا خاتمہ ممکن نظر نہیں آتا۔ وہ سرزمین جو مسلمانوں' یہودیوں اور عیسائیوں کے لئے یکساں طور پر مقدس تھی مسلسل قتل و غارت' بدامنی اور دہشت گردی کی آماجگاہ بنی رہی ہے۔ اس بدامنی کا آغاز ۱۹۴۸ء میں امریکہ' برطانیہ اور اقوام متحدہ کی ملی بھگت سے اسرائیل کی ریاست کے باضابطہ قیام سے ہوا۔

اسرائیل کی یہ جارحانہ اور وحشیانہ کاروائیاں اور عزائم ہمیشہ سے اقوام متحدہ کے اجلاسوں میں زیر بحث رہی ہیں۔ اقوام متحدہ نے کئی قراردادوں کے ذریعے ان اسرائیلی اقدامات پر انتہائی افسوس کا اظہار کیا اور جارحانہ کاروائیوں کی مذمت کی۔ امریکہ جو بین الاقوامی قانون' انسانی حقوق اور جمہوریت کا سب سے بڑا داعی ہے۔ ان اسرائیلی مظالم پر پوری طرح خاموش تماشائی بنا ہوا ہے۔ کیونکہ اسرائیل امریکہ کے نئے عالمی نظام (New World Order) کے تحت مشرق وسطیٰ میں امریکی مفادات کا نگران ہو گا اور اسرائیل کی مخالفت متصور ہو گی۔

۲۔ نیا عالمی نظام اور مسئلہ کشمیر

کشمیر کا مسئلہ فلسطین کی طرح بڑی طاقتوں اور عالمی اداروں کے استحصال اور سامراجی ہتھکنڈوں کی بدولت سسک رہا ہے۔

کشمیر کے عوام اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق حق خودارادیت کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ بھارت گزشتہ ۵۵ سالوں سے کشمیر میں بین الاقوامی قوانین اور انسانی حقوق کی وسیع پیمانے پر خلاف ورزی کر رہا ہے۔ خون کے دریا بہہ چکے ہیں، ہزاروں عزتیں لٹ گئیں، لاکھوں جانیں ضائع ہو چکی ہیں، مگر امریکہ اور اقوام متحدہ کی ترجیحات میں کشمیر کے عوام کی آزادی کے مطالبہ کی کوئی قدر و قیمت نہیں، کیونکہ یہاں امریکی مفادات کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔

نئے عالمی نظام (New World Order) کے تحت امریکہ جنوبی ایشیاء میں بھارت کو وہی کردار سونپنا چاہتا ہے جو اس نے مشرق وسطیٰ میں اسرائیل کے سپرد کیا ہے۔ اس طرح جنوبی ایشیاء میں بھارت کو امریکہ اپنی نئی سامراجیت کا نگران بنانا چاہتا ہے۔

۳۔ نیا عالمی نظام اور مسئلہ بوسنیا ہرزیگوینا

بوسنیا ہرزیگوینا کی اسلامی ریاست مشرقی یورپ کی واحد مسلمان ریاست ہے جس کا وجود بلقان کی جنگوں کے وقت سے یورپی غیر مسلم اقوام کو برداشت نہیں تھا۔ بوسنیا کے شہروں اور قصبوں میں سرب درندوں نے مسلمان بچوں اور عورتوں کے ساتھ وہ انسانیت سوز سلوک اور پرتشدد قتل عام جاری رکھا ہوا ہے کہ جس کو احاطہ تحریر میں نہیں لایا جا سکتا۔ مگر اتنے وسیع پیمانے پر ظلم و بربریت کے باوجود امریکہ کے نئے عالمی نظام (New World Order) میں بوسنیا کے مسلمانوں کے درد کا مداوا نہیں ہے۔ کیونکہ اس خطہ میں امریکہ کے مفادات کو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہے۔

۴۔ نیا عالمی نظام اور عراق کا مسئلہ

خلیج کی جنگ میں عراق کے خلاف امریکہ اور اس کے ۱۳۰ اتحادیوں کی مشترکہ کاروائی کے نتیجہ میں عراق کی وسیع پیمانے پر تباہی ہوئی۔ بین الاقوامی اعداد و شمار کے مطابق دو لاکھ سے زیادہ عراقی اس جنگ میں لقمہ اجل بنے۔ جبکہ بمباری کے دوران متعدد اہم مرکز تباہ ہوئے۔ عراق کو سب سے بڑی سزا اقتصادی پابندیوں کی شکل میں ملی۔ عراق آج کے دن تک مسلسل زیر عتاب ہے اور اس کے خلاف اب تک جاری رہنے والی کاروائیوں کے لئے نہ کسی بین الاقوامی قانون کی ضرورت ہے نہ قرارداد کی بلکہ نئے عالمی نظام کے تحت عراق کو پوری طرح دبایا جا رہا ہے۔ عراق پر کبھی ایٹمی ہتھیاروں کا الزام لگا کر اسلحہ انسپکٹروں کو چھان بین کے لئے بھجوایا جاتا ہے۔ اور کبھی ایٹمی ہتھیاروں کی تفصیل اور سائنس دانوں کے ناموں کی تفصیل پر مجبور کیا جاتا ہے۔ آج کل امریکہ دیگر اتحادیوں کے ساتھ مل کر دوبارہ عراق پر حملے کا منصوبہ بنا کر عراق پر مکمل طور پر قبضہ کر چکا ہے۔

۵۔ نیا عالمی نظام اور صومالیہ

صومالیہ میں خانہ جنگی ایک عرصہ سے جاری ہے۔ اقوام متحدہ کے زیر اہتمام ۲۰ ممالک کی فوجوں پر مشتمل فورسز صومالیہ میں خانہ جنگی کی روک تھام میں پوری طرح ناکام ثابت ہوئیں۔ جارج بش نے دسمبر ۱۹۹۲ء کو تیس ہزار امریکی فوجیوں کو صومالیہ میں اقوام متحدہ کی قیادت میں انسانی امداد کے کام میں معاونت کے لئے داخل ہونے کا حکم دیا۔ امریکہ کی صومالیہ میں مداخلت پر امریکی حلقوں میں گہری تشویش کا اظہار کیا گیا۔ صومالیہ میں امریکی مفادات کو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہے۔ اس لئے امریکہ کو یہاں امدادی کاموں میں

اقوام متحدہ کا ساتھ نہیں دینا چاہیئے تھا اور بعد میں اس نے اپنی فوج کو وہاں بغیر امن قائم کیئے ہوئے واپس بلا لیا۔

موجودہ صورت حال کے تحت صومالیہ میں ۷۰ لاکھ سے زیادہ باشندے بیماری' قحط اور بھوک کی وجہ سے قریب المرگ ہیں اور ۱۰ لاکھ سے زیادہ تارکین وطن ہو چکے ہیں۔ امریکہ نئے عالمی نظام کیساتھ صومالیہ میں امن کے قیام کے لئے بالکل مخلص اور سنجیدہ نہیں ہے۔

۶۔ نیا عالمی نظام اور افغانستان کا مسئلہ

یہ بات بالکل رز روشن کی طرح عیاں ہے کہ امریکہ کو نئے عالمی نظام کی سطح پر پہنچانے میں افغانستان کا نمایاں اور اہم کردار رہا ہے۔ کیونکہ سرد جنگ میں اشتراکیت کا مقابلہ کرنے اور ایک طویل مزاحمت کے بعد دنیا کی سپر پاور کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کیا۔ جس کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔ لیکن امریکہ نے اس نئے عالمی نظام کے تحت ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کے ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر حملے کے الزام میں چڑھائی اور اپنے اتحادیوں کے ساتھ مل کر مسلسل دو ماہ تک بمباری جاری رکھی۔ متعدد مسلمان تشدد کا نشانہ بنے ان کے گھر تباہ ہوئے اور لاکھوں کی تعداد میں افغانی تارکین وطن ہوئے۔ امریکہ نے وہاں پر اپنے مفادات کے تحت حکومت تشکیل دی اور اس وقت بھی امریکہ کی افواج افغانستان میں موجود ہیں۔

۷۔ نیا عالمی نظام اور پاکستان

امریکی حکمت عملی اور جانبداری کے مظاہروں کو مدنظر رکھ کر اگر امریکہ کے نئے عالمی نظام (New World Order) میں پاکستان کا مقام دیکھیں تو اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ پاکستان کس حد تک امریکہ کی نئی سامراجیت کے دوہرے معیارات کی پالیسیوں کا شکار ہے۔ پاکستان جو سرد جنگ میں امریکہ کا حلیف رہا ہے اور سیٹو' سینٹو کی رکنیت حاصل کر کے امریکہ کی سامراجی پالیسی کا ساتھ دیتا رہا ہے۔ ۱۹۶۵ء اور ۱۹۷۱ء کی جنگوں میں امریکہ نے پاکستان کی مدد و حمایت کی بجائے بھارت کا ساتھ دیا۔ جب سے پاکستان اور امریکہ کے تعلقات سرد مہری کا شکار ہوئے مگر کچھ عرصہ کے بعد جب ۱۹۷۹ء سے افغانستان میں روس کی مداخلت سے اس خطہ میں امریکی مفادات کو خطرہ پیش آیا تو امریکہ کی نظروں میں پاکستان کی قدر و قیمت بڑھ گئی۔ امریکہ نے پاکستان کو اپنا آلہ کار بنایا اور افغانستان میں مجاہدین کی تحریک مزاحمت کا بھرپور ساتھ دیا۔ پاکستان اس حمایت کی وجہ سے براہ راست سوویت یونین کی مخالفت کا خطرہ مول لے بیٹھا۔ جونہی جنیوا معاہدہ ہوا اور امریکہ کی بالادستی قائم ہوئی تو امریکہ نے پاکستان کو ملنے والی اقتصادی اور فوجی امداد سے آنکھیں موڑ لیں۔

پاکستان کو کشمیری مجاہدین کی امداد کے مبینہ جرم کی وجہ سے امریکہ کی بنائی ہوئی دہشت گرد ممالک کی فہرست میں شامل کرنے کی دھمکی دے دی گئی۔ امریکہ کے نئے عالمی نظام میں پاکستان کے ایٹمی پروگرام کا خاتمہ سرفہرست ہے۔ ۱۹۹۰ء میں پریسلر ترامیم کا سہارا لے کر امریکہ نے پاکستان کی فوجی امداد کلی طور پر اور اقتصادی امداد جزوی طور پر بند کر رکھی ہے۔ پاکستان پر امریکی دباؤ میں مسلسل اضافہ ہوتا گیا جس کا واحد مقصد پاکستان کو ایٹمی پروگرام سے دستبردار کروانا تھا۔

امریکہ نے مشرق وسطیٰ میں عراق کے ایٹمی پروگرام کو جس طرح تباہ کیا تھا اور اس کے مقابلے میں اسرائیل کو ایک ایٹمی طاقت بنوایا تھا۔ ایسا ہی معاملہ نئے عالمی نظام (New World Order) کے تحت پاکستان اور بھارت کے درمیان کروایا جا رہا

ہے۔امریکہ بھارت کے مقابلے میں پاکستان کو بالکل بے دست و پا دیکھنا چاہتا ہے۔جس طرح اسرائیل کے مقابلے میں عراق سمیت تمام عرب ممالک کو بے دست و پا کر دیا گیا ہے۔

امریکہ کے نئے عالمی نظام کے تحت پاکستان کے ایٹمی پروگرام کو ''رول بیک'' کروانے کے لئے امریکہ' بھارت اور اسرائیل مشترکہ کاروائیاں جاری رکھیں گے۔ پاکستان کو تجارت سے لے کر ذرائع ابلاغ تک ہر مرحلے پر امریکی دباؤ کا سامنا کرنا پڑے گا۔اب یہ پاکستانی قوم اور حکومت وقت پر منحصر ہے کہ وہ اس نئے عالمی نظام میں اپنے کس کردار کا انتخاب کرتے ہیں۔ بہر حال دنیا میں ایسا کوئی خطہ نہیں ہے' جہاں کسی مظلوم مسلمان قوم کی امریکہ بھرپور مدد اور سرپرستی کر رہا ہے۔علاوہ ازیں تیونس' الجزائر' سوڈان' ایران' نائیجیریا اور مصر کے معاملات نئے عالمی نظام کا دوسرا رخ ہے۔

۸۔ نیا عالمی نظام اور اقوام متحدہ کا کردار

دوسری جنگ عظیم کے بعد تخفیف اسلحہ اور پرامن بقائے باہمی کے اصولوں پر اقوام متحدہ کا بین الاقوامی ادارہ قائم کیا گیا۔دنیا کے تمام ممالک نے اقوام متحدہ کے چارٹر کو بین الاقوامی قانون کے طور پر اپنایا اور اسے بین الاقوامی تعلقات میں اپنے مفادات کی حفاظت کی ذمہ داری سونپی۔اقوام متحدہ کا منشور ایک عالمی نظام ہے جو اگرچہ سرد جنگ میں دو طاقتی نظام کے باعث اس قدر موثر ثابت نہ ہو سکا۔مگر اب امریکہ کے تنہا عالمی طاقت بن جانے اور نئے عالمی نظام جاری کرنے سے اقوام متحدہ کی حیثیت ایک بے بس اور مجبور تنظیم کی طرح عضو معطل کی سی ہو کر رہ گئی ہے۔ نئے عالمی نظام اقوام متحدہ کے چارٹر کی جگہ لے رہا ہے۔موجودہ امریکی حکومت نے نئے عالمی نظام کے تحت اقوام متحدہ کو خبردار کیا ہے کہ وہ اقوام متحدہ کے امن قائم کرنے کے مشن میں صرف ان مقامات پر اپنی فوجیں بھیجیں گے۔ جہاں امریکی مفادات کو خطرہ درپیش ہوگا۔

امریکہ نے بے شمار مواقع پر اقوام متحدہ کے پروگراموں میں شمولیت سے انکار کیا ہے۔اقوام متحدہ کے چارٹر کے ہوتے ہوئے ان کے عالمی نظام کا اطلاق اقوام متحدہ کے چارٹر کو منسوخ کر دینے کے مترادف ہے۔اب اقوام متحدہ کی سیکورٹی کونسل کی قراردادوں سے زیادہ ''امریکہ کی نیشنل سیکورٹی کونسل'' کی سفارشات کو اہمیت دی جاتی ہے۔دنیا بھر کی اقوام' اقوام متحدہ کے ادارے کی تباہی و بربادی پر خاموش ہیں۔کوئی ملک اقوام متحدہ میں امریکی پالیسیوں کو چیلنج نہیں کر سکا۔اب یہ دنیا بھر کی اقوام کا فرض ہے کہ وہ اقوام متحدہ کی حیثیت کے تعین کے لئے نئے عالمی نظام (New World Order) کو چیلنج کریں اور اگر اقوام متحدہ کے پاس کچھ اختیارات ہیں تو انہیں استعمال کرنا چاہیئے اور امریکہ کی نئی سامراجیت کو لگام دینی چاہیئے۔

۲۔ تعلیمات نبویؐ کی روشنی میں امت مسلمہ کی ذمہ داریاں

دور حاضر میں جبکہ امریکہ نے دنیا پر اپنی حاکمیت کو مسلط کرنے اور اقوام عالم کو یک قطبی نظام (Unipolar System) کا تصور دینے کے لئے ایک نام نہاد نئے عالمی نظام (New World Order) کا اعلان کر دیا ہے اور دور سابق کی امت مسلمہ کے بیشتر ممالک اپنی فکر و ثقافتی تشخص اور سیاسی و اقتصادی آزادی کھو دینے کے لئے اسی نظام کا حصہ بننے میں کوشاں اور بے تاب ہیں۔ امریکہ کا نیا عالمی نظام سامراجیت کے ایک نئے دور کا آغاز ہے۔اشتراکیت کے خاتمے کے بعد عالم اسلام کی اجتماعی حیثیت کا خاتمہ

امریکہ کی ترجیحات میں سرفہرست ہے اور نئے عالمی نظام (New World Order) کے تحت امریکہ تیزی سے اپنے مفادات کی تکمیل میں مصروف عمل ہے۔

بہر حال ان عصری بین الاقوامی حالات کے تناظر میں سیرت محمد ﷺ کا مطالعہ مزید ناگزیر ہو گیا ہے۔ کیونکہ امت مسلمہ کو درحقیقت نیا عالمی نظام (New World Order) حضور اکرم ﷺ کے ذریعہ دائماً دیا جا چکا ہے۔ یہ حقیقت ہمارے ذہن نشین رہنی چاہیئے کہ ''اسلام نیو ورلڈ آرڈر'' تو سیرت محمد ﷺ کا ایک درخشاں باب ہے۔ جس کی اہمیت و افادیت اور حیثیت میں کمی روز قیامت تک نہیں ہو سکتی ہے۔ ہمیں اختصار سے سیرت الرسول ﷺ کے اس عظیم عصری اور بین الاقوامی پہلوؤں کا مکمل جائزہ لینا چاہیئے اور امت مسلمہ کو اپنی تمام تر ذمہ داریاں تعلیمات نبویؐ کی روشنی میں بطریق احسن سرانجام دینی چاہئیں۔ اب ان تمام ذمہ داریوں کو قرآن و حدیث کی روشنی میں تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے۔

ا۔ باہمی اتحاد و یکجہتی

اسلام وحدت نسل انسانی کا داعی ہے۔ تفریق بین الناس کا شدید مخالف ہے۔ قومی لسانی اور نسلی امتیازات کو جڑ سے کاٹتا ہے۔ نسل انسانی کی وحدت کا نظریہ پیش کرتا ہے جس پر امن کی عمارت کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے۔ اگر دیکھا جائے تو اس وقت امت مسلمہ ایک عظیم چیلنج سے دوچار ہے۔ ہمارے چاروں طرف جارحیت پسند طاقتیں صف آراء ہو گئی ہیں لیکن امت مسلمہ میں باہمی اتحاد و یکجہتی کا مکمل فقدان پایا جا رہا ہے۔ اگر ہم نے نئے عالمی نظام اور جارحیت پسند طاقتوں کا مقابلہ کرنا ہے تو پھر امت مسلمہ میں اتحاد و یکجہتی کا ہونا ضروری ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

انما المومنون اخوہ (الحجرات۔۱۰) ترجمہ: (تمام مومن بھائی بھائی ہیں)

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: **کل مسلم اخوة.** ترجمہ: (تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں)

رسول کریم ﷺ نے ایک اور جگہ پر وحدت نسل انسانی اور باہمی اتحاد و یکجہتی کے لئے فرمایا:

کونوا عباد اللّٰہ اخوانا. (بخاری) ترجمہ: (تم اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ)

بقول علامہ اقبال:

فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں

۲۔ معاشی و اقتصادی استحصال کا خاتمہ

انسان معاشرہ کا فرد ہے دیگر افراد کے ساتھ مل جل کر زندگی بسر کرنے کے لئے معاشی انصاف کے بغیر سکون، سلامتی اور یک جہتی کا حصول ناممکن رہتا ہے۔ کوئی قوم معاشی استحکام کے بغیر سیاسی آزادی کو برقرار نہیں رکھ سکتی۔ امریکہ کی نئی سامراجیت کے استحصالی جال سے بچنے کے لئے EEC اور GATT کی طرز پر مسلمان ممالک پر مشتمل ''مسلم اکنامک کیمونٹی'' (MEC) کی تشکیل کریں۔ اسی طرح مسلمان ممالک کو بھی علاقائی اور بین الاقوامی سطح پر اپنے ٹریڈ اور ٹیرف کے قوانین بنانے چاہئیں تاکہ امت مسلمہ

اپنے وسائل کو نئے عالمی نظام کے استحصال اور بڑی طاقتوں کی لوٹ کھسوٹ سے محفوظ رکھ سکیں۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

یاایھاالذین امنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل ؕ (النساء۔۲۹)

ترجمہ: (اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقے سے نہ کھاؤ)

رسول کریم ﷺ کا فرمان ہے: ''جس بدن نے حرام مال سے پرورش پائی وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔''

۳۔ جدید سائنس اور ٹیکنالوجی کا فروغ اور ترقی

مسلم ممالک میں جدید سائنس اور ٹیکنالوجی کی تعلیم پر سب سے زیادہ توجہ دی جائے۔ لہٰذا امت مسلمہ کا اہم ترین فریضہ ہے کہ وہ سائنس اور ٹیکنالوجی کے فروغ اور ترقی کے لئے بجٹ کا زیادہ حصہ مختص کریں تاکہ مسلمان قوم اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے اور سپر ٹیکنالوجی استعمال کرنے کے قابل ہو سکے۔ اپنے ملک وقوم کی سلامتی اور دفاع کے لئے جدید ٹیکنالوجی کا استعمال کر سکے۔ کیونکہ نئے عالمی نظام کے تحت تمام اسلامی ممالک کو جدید سائنس اور ٹیکنالوجی کے فروغ اور ترقی سے بالکل دور رکھا جا رہا ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وانزلنا الحدید فیہ باس شدید ومنافع للناس ٥ (الحدید۔۲۵)

ترجمہ: ''اور ہم نے لوہا اتارا جس میں بڑا زور ہے اور لوگوں کے لئے منافع ہے''۔

۴۔ باہمی تجارتی روابط

اس وقت دنیا میں اکثر و بیشتر معاملات میں عالم اسلام خود کفیل ہے۔ اگر وہ ایک دوسرے کے ساتھ تجارتی لین دین کو اپنا مسلک و شعار بنالیں تو غیروں کی محتاجی سے بہت جلد نجات مل سکتی ہے۔ کسی کے پاس قدرتی وسائل ہیں کسی کے پاس افرادی قوت ہے' ان دونوں کو یکجا کر دیا جائے تو غیر مسلموں کی احتیاج کم سے کم رہ جائے گی۔ تجارتی روابط سے میل جول میں اضافہ ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے کسی غلط فہمی کی گنجائش بھی پیدا نہیں ہوگی۔ لیکن شرط یہ ہے کہ تجارتی معاملات میں پوری امانت و دیانت کا ثبوت دیا جائے۔ اب امت مسلمہ کو امریکہ کی نئی سامراجیت کی یلغار سے بچنے کے لئے فوری طور پر مسلم ممالک کی ''مشترکہ منڈی'' قائم کرنی چاہیئے اور علاقائی اور بین الاقوامی سطح پر اقتصادی تعاون کے موثر منصوبوں کو فروغ دیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم ٥ (النساء۔ ۲۹)

ترجمہ: بلکہ باہمی رضامندی کے ساتھ تجارت کی راہ سے نفع حاصل کرو۔

رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے: ''سچے امانت دار تاجر کا درجہ اتنا بلند ہے کہ انبیاء' صدیقوں اور شہیدوں کے زمرہ میں شمار ہوگا۔ (ترمذی)

۵۔ تعلیم و تحقیق پر خصوصی توجہ

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی رہنمائی، رشد و ہدایت اور علم کی شمع روشن رکھنے کے لئے انبیاء علیہ السلام کو یکے بعد دیگرے مبعوث فرمایا۔ تعلیم کا مقصد محبت الٰہی کے نصب العین کو آگے بڑھانا اور دین و دنیا کی فلاح چاہنا تا کہ انسان اپنے مقصد حیات میں پوری طرح کامیاب و کامران ہو سکے۔ بقول پروفیسر ڈاکٹر خالد علوی:

''اسلام تعلیم کو ایک نصب العین سے ہم آہنگ کرتا ہے۔ اسلامی نظام تعلیم میں اول تا آخر تک مقصدیت پوری طرح کارفرما ہوتی ہے۔ اسلام ایسے افراد چاہتا ہے جو انفرادی طور پر اس عظیم مقصد کے ساتھ وابستگی رکھتے ہوں اور اجتماعی طور پر اسلامی ریاست کے اچھے شہری ثابت ہو سکیں''۔

تعلیم کی وجہ سے انسان کے اندر خوف، اتحاد، احترام انسانیت، مساوات، رواداری، امن اور عدل و انصاف کا جذبہ پیدا ہوتا اور تمام انسانوں میں بھائی چارے کی فضا پیدا ہوتی ہے اور ہر ایک کے دکھ سکھ میں برابر کے شریک ہوتے ہیں اور پورے معاشرے میں ہر طرف امن و امان کا قیام دکھائی دیتا ہے اور معاشرتی روابط میں مزید استحکام ہوتا چلا جاتا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

طلب العلم فریضه علی کل مسلم و مسلمة. (ابن ماجه)

ترجمہ: ''علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔'' ایک اور جگہ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

خیر کم من تعلم القرآن و علمه.

ترجمہ: ''تم میں بہتر وہ ہے جو خود قرآن کا علم حاصل کرے اور دوسروں کو سکھائے''۔

۶۔ عالمی انسانی مساوات کا قیام اور فروغ

اسلامی معاشرہ میں معیار فضیلت و تکریم تقویٰ ہے۔ اسلام رنگ، نسل، زبان، قوم اور علاقائی امتیازات کا خاتمہ کر کے مساوات اور وحدت نسل انسانی کا درس دیتا ہے اور کالے، گورے، عربی، عجمی اور ملکی وغیر ملکی تمام کو برابر حقوق دیتا ہے۔

حضور ﷺ نے انسانی نسلوں، طبقوں اور معاشروں کی ایک دوسرے پر مصنوعی فضیلت و برتری کے سب دعوؤں کو ختم فرما دیا اور انسانی مساوات کا عالمی اعلان فرما کر ساتھ ہی باہمی فضیلت کا دائمی عادلانہ اصول بھی مقرر فرمایا۔

آپ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا:

ایها الناس ان ربکم واحد و اباکم واحد ان اکرمکم عند الله اتقاکُم فلیس لعربی علی عجمی فضل ولا لعجمی علی عربی ولا لاسود علی ابیض ولا لابیض علی الاسود فضل الابا لتقویٰ.

ترجمہ: اے لوگو! تم سب کا رب ایک ہے اور باپ بھی ایک ہے مگر تم میں بزرگ و برتر وہی ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے۔ پس کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر کوئی برتری نہیں اور نہ ہی کسی کالے کو گورے پر اور کسی گورے کو کالے پر برتری حاصل ہے، ساری بڑائیاں، کردار و عمل پر مبنی ہیں۔''

۷۔ اسلامی تہذیب وثقافت کا فروغ

امت مسلم اسلام کے وجود کو عالمی سطح پر ابھارنے کے لئے جدوجہد کرے۔اس کے لئے لازم ہے کہ ہم اس کا آغاز اسلامی تعلیم' اسلامی تہذیب وثقافت اور سائنس وٹیکنالوجی کے فروغ سے کریں۔تا کہ اسلامک ورلڈ آرڈر سے شروع ہونے والا یہ سفر'' امت مسلمہ کی دولت مشترکہ'' پر جاکر ختم ہو اور پھر کسی ملک کو نئے عالمی نظام کے نفاذ کا موقع نہ مل سکے۔اسلامی تہذیب وثقافت کے فروغ سے آپس میں بھائی چارہ' اخوت' مساوات اور اخلاق بڑھتا ہے اور اس سے قومی یکجہتی کو استحکام ملتا ہے اور ایک دوسرے کے قریب آنے کا موقع ملتا ہے۔بقول ہٹلر'' کلچر میں علم' عقیدہ' فن' اخلاق' مذہب' قانون' کردار اور وہ تمام صلاحیتیں' عادات اور امور شامل ہیں جو انسانی معاشرے کے رکن کی حیثیت سے اختیار کرتا ہے۔امت مسلمہ کو چاہیئے کہ غیر مسلم تہذیب وثقافت کے سیلاب کو روکا جائے۔

۸۔ غربت وافلاس کا خاتمہ

غربت وافلاس اور جہالت کا تناسب سب سے زیادہ سامراجی دور میں ہر سامراجی طاقت کی خواہش ہوتی ہے۔کیونکہ ان کے زیر اثر ممالک میں تعلیمی اور تہذیبی انحطاط اور غربت وافلاس کا عروج رہے تو اس سے سامراجی طاقتوں کے مفادات کو کم خطرہ لاحق ہوتا ہے۔

غربت کا سمندر انسانی بقاء امن اور چین کے لئے انتہائی نقصان دہ ہے۔نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

''کہ غربت انسان کو کفر کے کنارے پر کھڑا کر دیتی ہے''۔

غربت وافلاس سے معاشی ترقی کے راستے میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے اور اس سے بے شمار معاشرتی برائیاں جنم لیتی ہیں۔ "Powerty is a mother of measureless crimes" حضور ﷺ نے عالمی سطح پر عادلانہ اور غیر استحصالی انسانی معاشرہ قائم کرنے اور انسانی طبقات میں غیر فطری تفاوت کے خلاف انقلاب آفرین نظام وضع کر دیا۔

حضور اکرم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا:

''لوگو! زیردست انسانوں کا خیال رکھنا' زیردستوں کا خیال رکھنا' انہیں وہی کچھ کھلاؤ جو خود کھاتے ہو اور ایسا ہی پہناؤ جیسا تم خود پہنتے ہو۔''

۹۔ امن وامان کا قیام

اس نئے عالمی نظام کا مقابلہ کرنے کے لئے امت مسلمہ کا اہم ترین فریضہ ہے کہ ہر اسلامی ریاست اپنی حدود کے اندر افراد کو منظم اور پرامن زندگی گزارنے کا مواقع کرے۔ہر قسم کے انتشار' تنازعات' دہشت گردی اور مسائل کا خاتمہ کر کے ریاست میں مکمل امن وامان قائم کیا جائے' جن سے شہریوں کے جان ومال اور عزت وآبرو کی حفاظت ہو سکے۔حضور اکرم ﷺ نے عالمی سطح پر قیام امن و امان کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا۔

یاایہا الناس. ان دماء کم واموالکم و اعراضکم حرام علیکم الی ان تلقوا ربکم کحرمتہ

یومکم ھذا و کحرمته شھر کم ھذا فی بلد کم ھذا.

ترجمہ: اے انسانو! بے شک تمہاری جانیں اور تمہارے اموال اور تمہاری عزتیں قیامت تک ایک دوسرے پر حرام کر دی گئی ہیں جس طرح آج کے دن کی حرمت اور اس مہینہ کی حرمت تمہارے شہر میں برقرار ہے'

آپ ﷺ نے فرمایا:

الا لاترجعوا لبعدی ضلالا لایضرب بعضکم رقاب بعض.

ترجمہ: خبردار' تم میرے بعد پلٹ کر پھر گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگ جانا۔

ارشاد ربانی ہے:

یاایھا الناس ان خلقنا کم مِن ذکر و انثی وجعلنا کم شعوبا وقبائل لِتعارفوا ان اکرمکم عندالله اتقا کمo (الحجرات۔۱۳)

ترجمہ: اے لوگو! بے شک ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا اور ہم نے تمہارے طبقات اور قبیلے بنا دیئے۔ بے شک اللہ کے نزدیک تم سب میں عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے۔

۱۰۔ ذرائع ابلاغ کا فروغ

امت مسلمہ کا اہم ترین فریضہ ہے کہ نئے عالمی نظام کا مقابلہ کرنے کے لئے ذرائع ابلاغ کو بہتر بنانا اور یہ اسلامی تعلیمات کے لئے وقف ہونا چاہیئے۔ سامراجی طاقتوں کے ہتھکنڈوں پر کڑی نگاہ رکھنی چاہیئے اور ان کے اقدامات سے فوری طور پر تمام مسلم ممالک ایک دوسرے کو آگاہ کریں۔ تاکہ اس نئی سامراجیت کی یلغار سے بچا جا سکے۔ ہمارے ذرائع ابلاغ ٹی وی' ڈش انٹینا' ریڈیو' اخبارات' انٹرنیٹ' ای میل اور رسائل کے غلط استعمال سے تہذیب جدید کے فرزندوں کے فکر و عمل کی قوتوں کو معطل کر دیا ہے۔ جس کی وجہ سے اسلامی ممالک میں صورت حال تیزی سے خراب ہوتی چلی جا رہی ہے۔ ذرائع ابلاغ کا ہمیشہ مثبت فروغ معاشرے کی ترقی میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

۱۱۔ خواتین کے حقوق کا تحفظ

اسلام نے معاشرے میں عورت کی عزت کی بلندی اور اس کے سماجی' معاشی' قانونی' عائلی اور اخلاقی حقوق کا تعین و تحفظ کر کے حیثیت نسواں کے مسئلہ کا ایک متوازن حل دیا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے سابقہ عالمی نظام میں خواتین پر روا رکھے گئے تمام مظالم کے خاتمے کا اعلان فرمایا اور ان کے حقوق کے تحفظ کی ضمانت فراہم کی۔ فرمان رسول ہے:

ایھا الناس ان لکم علی نسائکم حقا ولھن علیکم حقا. واستو صوابا لنساء خیرا فاتقوا اللّٰہ فی نسائکم.

ترجمہ: اے لوگو! بے شک تمہارے کچھ حقوق عورتوں پر واجب ہیں اور اسی طرح عورتوں کے کچھ حقوق تم پر واجب ہیں۔ عورتوں سے ہمیشہ بہتر سلوک کرنا اور عورتوں کے حقوق کے معاملے میں ہمیشہ اللہ سے ڈرتے رہنا۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

ولهن مثل الذی علیهن بالمعروف و للرجال علیهن درجة ۵ (البقره)

ترجمہ: اور عورتوں کا حق ہے جیسا کہ مردوں کا ان پر حق ہے۔ دستور کے موافق اور مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے۔

۱۲۔ قرآنی احکامات اور فرمان نبویؐ پر عمل کرنا

اس موضوع کے اعتبار سے امت مسلمہ کے نام قرآنی اور فرمان نبوی کا پیغام حسب ذیل ہے۔ اس پر امت مسلمہ کا عمل ہونا انتہائی ضروری ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

ولن ترضی عنک الیهود ولا النصاری حتی تتبع ملتهم قل ان هدی الله هو الهدی ولئن اتبعت اهواهم بعد الذی جائک من العلم مالک من الله من ولی ولا نصیر. (البقرہ:۱۲)

ترجمہ: اور تم سے نہ تو یہودی کبھی خوش ہوں گے اور نہ عیسائی، یہاں تک کہ تم ان کی ملت کی پیروی اختیار کرلو۔ فرمادیجئے کہ حقیقت میں اللہ کی ہدایت ہی حقیقی ہدایت ہے اور اگر تم اپنے پاس علم کے آجانے کے بعد بھی ان کی خواہشات پر چلو گے تو تمہیں خدا سے بچانے والا کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی تمہارا مددگار ہوگا۔

ایک اور مقام پر قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اگر تم نے کفر کے سرغنوں کا کہا مان لیا تو وہ تمہیں الٹے پاؤں پھیر دیں گے پھر تم بڑے خسارے میں پڑجاؤ گے یہ تمہارے مددگار نہیں، بلکہ تمہارا مددگار تو اللہ ہے اور وہ سب سے بہتر مدد فرمانے والا ہے'' (آل عمران:۱۴۹)

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

صحیح مسلم کی حدیث شریف ہے کہ

''جو شخص بھی تمہاری جماعت کی وحدت اور شیرازہ بندی کو منتشر کرنے کے لئے قدم اٹھائے اس کا سر قلم کردو''

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وما اتاکم الرسول فخذوہ وما نهاکم عنه فانتهوا ۵ (الحشر۔۷)

ترجمہ: جو کچھ رسول تمہیں دے اسے لے لو اور جن چیزوں سے منع کرے اس سے رک جاؤ۔

۱۳۔ جمہوری اندازِ حکومت کا قیام

امت مسلمہ کی پھر بھی اہم ذمہ داری ہے کہ ہر اسلامی ریاست میں جمہوری انداز حکومت ہونا چاہیئے۔ کیونکہ بادشاہت اور جابرانہ حکومت میں فرد واحد اقتدار اعلیٰ کا مالک ہوتا ہے۔ اس طرح اشرافیہ اور چندسری حکومت میں حکمرانوں کا ایک مختصر گروہ رہتا ہے۔ مغربی جمہوریت میں درحقیقت سرمایہ دار کی اجارہ داری ہوتی ہے اور عوام کا محض نام ہی شامل کیا جاتا ہے۔ اسلام ایک جمہوری نظام ہے اس میں جمہوریت کی تمام خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ بلکہ اسلام جمہوریت کی کامیابی کے لئے ایک مکمل نظام حیات تیار کرتا ہے۔

ریاست کے استحکام' ترقی اور خوشحالی کے لئے جمہوری انداز حکومت ایک بہترین نظام ہے۔

۱۴۔ تمام وسائل کا صحیح اور بہتر استعمال

تمام مسلم ممالک اگر باغیرت قوم کی طرح زندہ رہنا چاہیں تو اپنے تمام وسائل کو یکجا کر کے تعلیم' سائنس وٹیکنالوجی' دفاع اور بین الاقوامی تجارت کو مضبوط کرنے پر صرف کریں۔ کیونکہ بعض اسلامی ریاستوں کو اشتراکیت نے اپنی لپیٹ میں لے لیا اور وہاں پر جبر کا تسلط ہوا۔ چنانچہ ان دونوں نظاموں نے مسلمانوں کے لئے نہ صرف معاشی مسائل پیدا کئے بلکہ بتدریج اضافہ کا موجب بنے۔ موجودہ دور میں سوائے ان عرب ممالک کے جو تیل کی قدرتی دولت سے مالا مال ہیں۔ باقی سب اسلامی ممالک نہایت غربت' تنگدستی اور بدحالی کا شکار ہیں۔ ان میں بے روزگاری بہت بڑھ چکی ہے۔ مغرب نے انہیں بے ہنر بنا کر ان کے قدرتی وسائل بھی اپنے قبضہ میں لیے اور وہ اس قابل بھی نہیں رہے کہ اپنی معدنی دولت سے کماحقہٗ استفادہ کر سکیں۔ امت مسلمہ کو چاہیئے کہ اپنے وسائل سے خود ہی استفادہ کریں اور پیداوار بڑھانے کے لئے بھرپور جدوجہد کریں۔

۱۵۔ تمام اسلامی تنظیموں کو موثر بنایا جائے

اس وقت دنیا بھر کے مسلمانوں اور اسلامی ممالک کے درمیان مذہبی' ثقافتی اور معاشی رشتوں کو استوار کرنے اور اتحاد کے رشتہ کو مضبوط کرنے کی غرض سے متعدد اسلامی تنظیمیں کام کر رہی ہیں۔ ان میں رابطہ عالم اسلام' عرب لیگ اور دولت مشترکہ کی اسلامی تنظیمیں قابل ذکر ہیں۔ ان تمام کو سامراجیت کی یلغار سے بچنے کے لئے فوری طور پر مضبوط اور موثر بنایا جائے۔

۱۶۔ بلاسود بینکاری نظام کا فروغ

تمام اسلامی ممالک میں بلاسود بینکاری نظام کا فروغ انتہائی ضروری ہے۔ کیونکہ بین الاقوامی تجارت کے فروغ کے لئے اسلامک یونینز (Islamic Unions) قائم کی جائیں اور زیادہ سے زیادہ اسلامی بینک قائم کئے جائیں۔ سرمایہ دار اور سودی نظام بینکاری سے مکمل چھٹکارا حاصل کیا جائے۔ اسلامک چیمبرز آف کامرس اینڈ انڈسٹریز قائم کی جائیں اور کثیر القومی کارپوریشنز قائم کی جائیں۔ کثیر القومی تجارتی نظام قائم کئے جائیں۔ کیونکہ اسلام سلامتی اور نفع کا دین ہے اور استحصال کی بالواسطہ اور بلاواسطہ ہر شکل کے خلاف ہے۔ چونکہ سود معاشی استحصال کی بدترین شکل ہے۔ اس لئے اسلام نے اسے کلیتہً حرام قرار دیا ہے بلکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے سود کے خلاف اعلان جنگ کیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

یاایھا الذین امنو اتقو اللّٰہ وذروا مابقی من الربو ان کنتم مومنین فان لم تفعلوا فاذ نوا بحرب من اللّٰہ ورسولہ ○ (البقرۃ۔۲۷۸)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو کچھ بھی سود میں سے باقی رہ گیا ہے چھوڑ دو۔ اگر تم ایمان والے ہو تو پھر بھی اگر تم نے سود نہ چھوڑا تو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ کا یقین کر لو''۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

عن جابر بن عبداللّٰہ لعن رسول اللّٰہ اکل الربوا وموکلہ وکاتبہ وشاھدہ وقال ھم

سوا. (علم)

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ رسولؐ اللہ نے سود کھانے والے اور سود کھلانے والے اور پوری تحریر یا حساب لکھنے والے اور پوری شہادت دینے والوں پر لعنت فرمائی اور فرمایا کہ یہ سب لوگ (گناہ میں) برابر ہیں۔

۱۷۔ مشترکہ دفاعی مشقیں اور ریاستی دفاع

اسلامی ممالک امریکہ کی نئی سامراجیت کی یلغار سے بچنے کے لئے مشترکہ ''دفاعی مشقیں اور دفاعی قوت'' تشکیل دیں۔ جو مشترکہ علاقائی دفاع کی صورت میں ہو۔ جن مسلمان ممالک کی سرحدیں آپس میں ملتی ہوں انہیں نیٹو اور وارسا پیکٹ کی طرز پر اپنے دفاعی معاہدے تشکیل دینے چاہیں۔ اعلیٰ سطح پر معلومات کے تبادلے کا نظام موثر ہونا چاہیئے۔ دفاعی اور فوجی سطح پر ریسرچ اور اسٹریٹیجک کے منصوبوں میں تعاون ہونا چاہیئے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی راہ میں ایک دن کی جنگی تیاری دوسری منزل میں ہزار دن کے قیام سے بہتر ہے۔''

۱۸۔ عدل وانصاف کا قیام

اسلام کا نظام عدل معاشرے میں برابری' مساوات اور یکسانیت کے زریں اصول فراہم کرتا ہے۔ اسلام کا عدل وانصاف جہاں کہیں بھی ہوگا وہاں بہاریں ہوں گی اور اس کی برکات سے زندگی پر بہار بن جاتی ہے۔ جس قوم کی سیاست' معاشرت اور حقیقت کی بنیاد عدل وانصاف پر ہوگی وہ قوم دنیا کی سب سے خوش بخت قوم ہوگی اور جس ملک میں عدل وانصاف کا دور دورہ ہوگا وہ ملک اور اس کے باشندے خوف وغم سے مکمل آزاد اور ہر نعمت سے مالا مال ہوں گے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

''ویقوم اوفوا الکیل والمیزان بالقسطo (ھود۔۸۵)''

ترجمہ: ''اور اے میرے قوم تم ناپ تول میں انصاف رکھو''۔

حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے۔ ''قیامت کے دن وہ لوگ نور کے میناروں پر ہوں گے جو اپنے گھر اور معاملات حکومت میں عدل کرنے والے ہوں گے''۔

۱۹۔ بنیادی انسانی حقوق کا تحفظ

امت مسلمہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ بنیادی انسانی حقوق کا مکمل تحفظ اور دفاع کرے کیونکہ اسلام میں انسانوں کے حقوق کو پوری طرح تسلیم کیا گیا ہے۔ رسالت مآب نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر انسانی حقوق کا عظیم ترین چارٹر دیا جس میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کا تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''خبردار تمہاری زندگیاں اور تمہارے مال اس طرح تم پر قابل احترام ہیں جس طرح آج کا دن قابل احترام ہے''۔ اس کے ساتھ ساتھ اقلیتوں کے بنیادی حقوق کا بھی تحفظ ہونا چاہیئے۔ ان کے جان' مال اور عزت وآبرو کی حفاظت کی تمام تر ذمہ داری اسلامی حکومت پر عائد ہوتی ہے۔

۲۰۔ فلسطین، کشمیر، بوسنیا اور چیچنیا کے مسلمانوں پر ظلم و ستم کے خلاف آواز بلند کرنا

کشمیر، فلسطین، بوسنیا اور چیچنیا میں مسلمانوں پر ہونے والے ظلم و بربریت اور انسانی حقوق کی وسیع پیمانے پر خلاف ورزیوں کی روک تھام کے لئے موثر حکمت عملی اختیار کی جائے اور اس ظلم و ستم کے خلاف آواز بلند کی جائے۔ تمام اسلامی ممالک سربیا، اسرائیل اور بھارت کا تجارتی اور سیاسی سطح پر بائیکاٹ کرلیں اور ان سے سفارتی تعلقات ختم کر دیئے جائیں تاکہ یہاں کے مظلوم مسلمانوں کو حق خود ارادیت مل سکے اور اگر پھر بھی یہ ممالک ظلم و تشدد سے باز نہ آئیں تو مسلمان ممالک کو جذبہ جہاد سے کام لیتے ہوئے اپنے مظلوم مسلمان بھائیوں کی مدد کے لئے موثر عملی کارروائی کرنی چاہیئے۔

۲۱۔ وحدت فکر و عمل

وحدت فکر کا لازمی نتیجہ وحدت عمل ہے۔ اتحاد کے لئے ضروری ہے کہ پوری امت کا عقیدہ مشترک ہو۔ ایک ہی انداز سے پوری ملت سوچنا شروع کرے، اس کی سوچ کا معیار ہی دوسروں کی بھلائی ہو۔ جو اپنے لئے پسند کرتے ہوں وہی کچھ دوسرے مسلمانوں کے لئے بھی چاہیں اور یہی ایمان کا معیار بھی ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ''کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک دوسرے بھائی کے لئے بھی ویسا کچھ پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے''۔

۲۲۔ سامراجی طاقتوں اور تنظیموں پر کڑی نگاہ

امت مسلمہ کو چاہیئے کہ تمام سامراجی طاقتوں اور تنظیموں پر کڑی نظر رکھے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ ہر سال تمام اسلامی ممالک کے سربراہان کی کانفرنس ہونی چاہیئے اور تمام دنیا کی صورت حال پر تبصرہ کیا جائے اور باقاعدہ اس کے بارے میں منصوبہ بندی کی جائے۔ مسلمان ممالک میں ایک خبر رساں ایجنسی ہو جو بروقت تمام صورت حال سے امت مسلمہ کو مکمل طور پر آگاہ کرے۔ مسلمان ممالک نہ صرف ایک دوسرے کے خلاف پروپیگنڈا بند کریں بلکہ غیر مسلم ممالک کے پروپیگنڈے کے سدباب کے لئے عمل اقدامات کرنا چاہیئے۔

۲۳۔ معاشرتی و اخلاقی اصلاح

عالم اسلام جن اخلاقی انحطاط کا شکار ہے۔ اس سے پہلے شاید ہی کبھی اس طرح سے دوچار رہا ہو۔ اخلاقی گراوٹ بھی دراصل اسلام سے دوری کا نتیجہ ہے۔ عالم اسلام میں معاشرتی مسائل تب ابھرے جب دولت کی فراوانی ہوئی۔

دور جدید میں عدل و انصاف کا فقدان، منشیات کا استعمال، گداگری، سفارش، رشوت کی لعنت، قحبہ گری، جرائم، قتل و اغوا برائے تاوان، دولت کی نمائش، کلاشنکوف کلچر، دہشت گردی، جوا، شراب نوشی، اسراف، سودی کاروبار، نوجوان طبقے میں عریانی اور فحاشی کا فروغ اور تشہیر، ماڈرن خواتین کے نت نئے بدلتے فیشن اور جسموں کی نمائش، وڈیو کا ناجائز استعمال، طبقاتی کشمکش، معاشرتی اونچ نیچ، بے روزگاری، منافقت، جھوٹ، ذخیرہ اندوزی، اسمگلنگ، پتنگ بازی، آتش بازی، مہنگے سکولوں میں بچوں کو داخل کرانا، موت فوت کی فضول رسمیں، ٹیلی ویژن، وڈیو فلمیں، سٹیلائیٹ کے ذریعے براہ راست رابطہ، ہمارا لباس، رہن سہن کا انداز اور طرز زندگی اور دیگر غیر اخلاقی لٹریچر

نے معاشرے کو بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔ ان حالات میں اتباع رسولؐ میں ہی ہماری نجات ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایک مہمان کا خون، مال اور آبرو دوسرے مسلمان پر حرام ہے''۔ ایک اور جگہ پر آپؐ نے فرمایا:

اکمل المومنین ایمانا احسنهم خلقا. (ترمذی)

ترجمہ: ''مسلمانوں میں کامل ایمان اس کا ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہے''۔

۲۴۔ اقوام متحدہ میں مسلم نمائندگی کا حق تسلیم کرانا

اس وقت دنیا کی تقریباً چھ ارب آبادی میں مسلمانوں کی تقریباً ایک ارب تیس کروڑ آبادی ہے۔ اور کل اکسٹھ اسلامی ممالک ہیں اور یہ تقریباً دنیا کا پانچواں حصہ ہیں تو اس لئے اقوام متحدہ کے اداروں میں ان کی تعداد اور جغرافیہ کے مطابق موثر نمائندگی دی جائے۔ اگر اقوام متحدہ کی سیکورٹی کونسل میں مستقل سیٹس اور ویٹو کا حق ختم نہیں ہوتا تو عالمی مسلم بلاک کو کم از کم دو مستقل سیٹیں ویٹو (Vato) کے حق کے ساتھ دی جائیں۔

۲۵۔ امت مسلمہ ایک دوسرے کے مسائل سے دلچسپی رکھے

عالم اسلام سے وابستہ مختلف اسلامی ممالک کو ایک دوسرے کے مسائل میں بھرپور دلچسپی کا مظاہرہ کرنا چاہیئے تاکہ کسی کو اپنی تنہائی و محرومی کا احساس نہ ہونے پائے اور ہر مسلم ریاست یہ اطمینان رکھے کہ سارا عالم اسلام اس کی حمایت میں ہے۔ اگر عیسائیت کی بنیاد پر سارا یورپ متحد ہو سکتا ہے تو اسلام کی بنیاد پر مسلمان کیوں متحد نہیں ہو سکتے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

ان اللّٰہ لا یغیر مابقوم حتی یغیر واما بانفسهم o

ترجمہ: ''بے شک اللہ کبھی کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے نفسوں کو نہ بدلیں''۔

۲۶۔ شورائیت کا فروغ اور عمل درآمد

حکومت کے تمام امور باہمی مشاورت سے طے کئے جائیں۔ اسی طرح امت مسلمہ کو چاہیئے کہ اپنے تمام امور کے بارے میں باہمی صلاح و مشورہ کریں کیونکہ رسول ﷺ نے حکومتی امور میں صحابہ کرام سے مشورہ لیا۔ جنگوں میں بھی مشورہ کیا اور پھر کثرت رائے کا احترام کرتے ہوئے اس پر عمل کیا۔ خلفائے راشدین نے تمام حکومتی امور میں عوام سے مشورہ لیا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وامرهم شوریٰ بینهم o (الشوریٰ:۳۸)

ترجمہ: ''آپس میں باہمی مشاورت سے کاروبار چلائیں''۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ماشاور قوم الاهدوا. (طبرانی)

ترجمہ: ''جس قوم نے باہمی مشورہ کیا اس قوم نے فلاح پائی''۔

۲۷۔ حقیقت جہاد سے آگاہی

اسلام کی چودہ سالہ تاریخ اور قرآن وسنت کی تعلیمات کی روشنی میں دیکھا جائے تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی

ہے کہ اسلام محض خلوت نشینی' غربت گزینی اور عبادت کرتے رہنے کا ہی نام نہیں۔ یہ دنیا کے ہنگاموں اور مشاغل سے الگ تھلگ بیٹھ کر اسلام دشمن قوتوں کی چیرہ دستیوں اور معاندانہ سرگرمیوں سے بے نیاز رہتے ہوئے صرف دفاعی انداز اپنائے رکھنے سے عبارت نہیں۔ یہ اس چیز کی بھی اجازت نہیں دیتا کہ انسان بددلی سے خاموش وجامد زندگی بسر کرنا شروع کردے۔ ایسا تصور نہ کبھی تھا اور نہ آئندہ ہو سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام سراسر دین جہاد ہے۔ اسلام نام ہی باطل طاغوتی قوتوں کے خلاف ہر وقت برسرپیکار رہنے کا ہے۔ اللہ کی راہ میں مقاتلہ ومحاربہ کی زندگی اختیار کرنا نہ صرف یہ کہ جائز بلکہ فرض قرار دیا گیا۔ گویا ظلم کے استیصال وخاتمہ کے لئے امت پر جہاد اور قتال کی فرضیت کا حکم ہے جو کسی طور اور کسی حالت میں ساقط نہیں ہو سکتا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یُقتلونکمo (البقرۃ۔۱۹)

ترجمہ: ''اور اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں''۔ ایک اور جگہ پر ارشاد ربانی ہے:

ومالکم لاتقاتلون فی سبیل اللہ والمستضعفین من الرجال والنساء والولدان الذین یقولون ربنا اخرجنا من ھذہ القریۃ الظالم اھلھاo (النساء۔۷۵)

ترجمہ: ''تم کو کیا ہو گیا کہ اللہ کی راہ میں نہیں لڑتے جبکہ بے بس مرد عورتیں اور بچے جو چیخ چیخ کر کہہ رہے ہیں اے ہمارے رب ہمیں اس بستی سے نکال جہاں کے رہنے والے ظالم ہیں''۔

آج پورا عالم اسلام یہودیت' عیسائیت اور اشتراکیت کے ہاتھوں میں چاردانگ عالم میں ذلیل وخوار ہو رہا ہے۔ اس کا بنیادی سبب من حیث القوم مسلمانوں کی بدکرداری اور سپاہیانہ زندگی سے بیزاری ہے۔ یاد رکھئے کہ مسلمان اس وقت تک صحیح معنوں میں مسلمان ہو ہی نہیں سکتا جب تک اس کے شب وروز مجاہدانہ شان میں بسر نہ ہوتے ہوں۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنا سب سے افضل ہے''۔

۲۸۔ فرقہ پرستی اور تفرقہ بازی کا خاتمہ

جسدِ ملت میں فرقہ پرستی اور تفرقہ بازی کا زہر اس حد تک سرایت کر چکا ہے کہ نہ صرف اس کے خطرناک مضرات کا کماحقہ احساس وادراک ہر شخص کے لئے ضروری ہے بلکہ اس کے تدارک اور ازالے کے لئے اس امر کی متقاضی ہے کہ ہم نوشتہ دیوار پڑھیں اور اپنے درمیان سے نفرت' بغض' نفاق' اور انتشار وانفراق کا قلع قمع کر کے باہمی محبت' اخوت ویگانگت' نکتہ چینی اور اتحاد بین المسلمین کو فروغ دینے کے لئے ہر ممکن سعی کریں کہ اسی میں ہماری بقاء اور فلاح ونجات مضمر ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقواo ط (آل عمران:۱۰۳)

ترجمہ: ''اور تم سب مل کر مضبوطی سے اللہ کی رسی کو پکڑ لو اور جدا جدا نہ ہونا''۔ سرور کائنات ﷺ نے فرمایا: ''مسلمانوں کی باہمی محبت اور رحمت وجودت کی مثال ایسی ہے جیسے ایک ہی جسم ہو جس میں ایک عضو کو تکلیف پہنچے تو سارا جسم بے خواب و بے آرام ہو جاتا ہے''۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

ولا تنازعوا فتفشلوا وَتذھب ریحُکمُ واصبِرُواؕ (الانفال:۴۶)

ترجمہ: ''پس اختلاف میں نہ پڑو اس طرح تم بزدل بن جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی''۔ ایک اور جگہ ارشاد ربانی ہے

ان الذین فرقوا دینھم و کانوا شیعالست منھم فی شئیo (الانعام:۱۵۹)

ترجمہ: ''بے شک وہ لوگ جنہوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا اور کئی گروہ ہوگئے آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں''۔

فرقہ وارانہ تخریبی سرگرمیوں کے ذریعے امت مسلمہ کے شیرازہ اتحاد کو پارہ پارہ کرنا بلاشک وشبہ ''فساد فی الدین'' ہے اور شریعت محمدی ﷺ کسی قیمت پر ''فساد فی الارض'' کے جرم پر معافی کی روادار نہیں ہے۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

من عتاکم و امرکم جمیع یریدان یفرق جماعتکم فاقتلوہo (صحیح مسلم)

ترجمہ: ''جو شخص بھی تمہاری جماعت کی وحدت اور شیرازہ بندی کو منتشر کرنے کے لئے قدم اٹھائے اس کا سر قلم کردو''۔

امت مسلمہ کو چاہیئے کہ تمام باہمی اختلافات کو ختم کرے اور تمام مسلمان ممالک مل کر ایک ایسا ادارہ قائم کریں اور بین الاقوامی سطح پر عالم اسلام کے مسائل اور اختلاف کو بنانے کے لئے ''ورلڈ اسلامک کورٹ آف جسٹس'' قائم کی جائے۔ جس میں اقوام متحدہ کی قراردادوں اور بین الاقوامی قوانین کے ضابطوں پر عملدرآمد کا انتظار کرنے کی بجائے اسلامی بین الاقوامی قانون کے مطابق فیصلے کئے جائیں۔

اگر آج امت مسلمہ کے حکمران اور عوام نئے عالمی نظام (New World Order) کی سامراجی حکمت عملی کی روک تھام کے لئے موثر تدابیر اختیار نہیں کریں گے۔ تو اکیسویں صدی مسلمانوں کے زوال اور غلامی و بدحالی کا نہایت بھیانک نقشہ پیش کرے گی۔ جس کے بعد عالم اسلام کا باعزت باغیرت طریقے سے جینا دوبھر ہو جائے گا اس لئے امت مسلمہ کو اس نازک موڑ پر انتہائی محتاط رویے اور کردار کا مظاہرہ کرنا چاہیئے تاکہ نئے عالمی نظام کی سامراجی سیاست کے جال میں پھنسنے کی بجائے اس جال کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے کاٹا جاسکے۔

اب ضرورت اس امر کی ہے کہ امت مسلمہ اپنی بقاء اور سلامتی کے لئے کسی واضح راستے کا انتخاب کرے اور نئے عالمی نظام (New World Order) کے خطرات سے نپٹنے کے لئے ہر قسم کے گروہی' ذاتی اور سیاسی مفادات سے بالاتر ہو کر از سرنو عالمگیر غلبہ اسلام کے جدوجہد کا آغاز کرے وقت کی آواز پر اگر امت مسلمہ نے لبیک نہ کہا تو پھر ہماری 'داستان تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں''۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو اپنی ذمہ داری بطریق احسن نبھانے کی توفیق عطا فرمائے اور حضور سرور کائنات ﷺ کی پاکیزہ زندگی کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں اور آپ ؐ کے اس ارشاد پر پوری طرح عمل پیرا ہونا چاہیئے۔

ترکت فیکم امرین لن تضلوا ماتمسکتم بھما کتاب اللّٰہ وسنۃ رسولہ۔

ترجمہ: ''میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر چلا ہوں جب تک انہیں مضبوطی سے پکڑے رکھو گے گمراہ نہیں ہوگے یہ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت ہیں''۔

کتابیات

اس مقالہ کی تیاری کے دوران مختلف اخبارات و رسائل، تحقیقی مقالات اور سرکاری و غیر سرکاری دستاویزات کے علاوہ درج ذیل کتب و مصنفین کی تحریروں سے استفادہ کیا گیا۔

۱۔ اسلام کا معاشرتی نظام از پروفیسر ڈاکٹر خالد نقوی

۲۔ اسلامی نظریہ حیات از خورشید احمد

۳۔ سیرت النبی از سلیمان ندوی، علامہ شبلی نعمانی

۴۔ سیرت رسول اور امت اسلامیہ کے موجودہ مسائل از پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد سلیم

۵۔ اسوہ حسنہ از محمد شریف قاضی

۶۔ علمی اردو مضامین از پروفیسر مہر محمد حیات

۷۔ نیو ورلڈ آرڈر اور عالم اسلام از پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری

۸۔ حسن اخلاق از پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری

۹۔ پیغمبر انقلاب اور صحیفہ انقلاب از محمد طاہر القادری

۱۰۔ سیرت نبوی کی عصری و بین الاقوامی اہمیت از محمد طاہر القادری

۱۱۔ حقیقت جہاد از محمد طاہر القادری

۱۲۔ فرقہ پرستی کا خاتمہ کیونکر ممکن ہے از محمد طاہر القادری

۱۳۔ سیرت نبوی کا نظریاتی و انقلابی فیصلہ از محمد طاہر القادری

۱۴۔ تصور دین اور حیات نبوی کا سیاسی پہلو از محمد طاہر القادری

۱۵۔ معاشی مسئلہ اور اس کا اسلامی حل از محمد طاہر القادری

۱۶۔ بلاسود بینکاری اور اسلامی معیشت از محمد طاہر القادری

۱۷۔ سیاسی مسئلہ اور اس کا اسلامی حل از محمد طاہر القادری

۱۸۔ قرآن اور شمائل نبوی از محمد طاہر القادری

۱۹۔ اسلام کا نظام اخلاق از پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی

۲۰۔ اسلام کا ضابطہ حیات از شیخ نذیر احمد

۲۱۔ پیغمبر اعظم و آخر از ڈاکٹر نصیر احمد عامر

۲۲۔ اسلام کا نظام عدل از سید قطب شہید

۲۳۔ جہاد کی تیاری از طارق مجید

۲۴۔ اسلام کے کارہائے نمایاں از چوہدری غلام رسول

۲۵۔ خطبات مدارس از حضرت علامہ سید سلیمان ندوی

۲۶۔ نبی کریم کا مقصد بعثت از ڈاکٹر اسرار احمد

۲۷۔ اسلامی معیشت از پروفیسر مہر محمد نواز خان

۲۸۔ اسلام اور اجتماعیت از صدر الدین اصلاحی

۲۹۔ محسن انسانیت از نعیم صدیقی

۳۰۔ حجۃ اللہ البالغہ از شاہ ولی اللہ

۳۱۔ تفسیر ماجدی از مولانا عبد الماجد دریا آبادی

۳۲۔ معارف القرآن از مولانا ابوالاعلیٰ مودودی

۳۳۔ تفہیم القرآن از مولانا ابوالاعلیٰ مودودی

۳۴۔ مقالات سیرت النبیؐ ۱۹۹۶ وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان اسلام آباد

عالمی نظام کی تشکیل اور امت مسلمہ کی ذمہ داریاں' تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

رحمت اللہ بشیر گجرات

''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی پکار پر لبیک کہو' جب کہ رسولؐ تمہیں اس چیز کی طرف بلائے جو تمہیں زندگی بخشنے والی ہے۔'' (الانفال۔۲۴)

افسانہ ہستی کا عنوان محمدؐ ہیں

ہے جسم اگر دنیا تو جان محمدؐ ہیں

جب چمنستانِ عالم میں صداقت وامانت کے پھول مُرجھا چکے تھے' جب رحمت وشفقت اور ہمدردی واخوت کے پھول مُرجھا چکے تھے۔ جب ظلم وستم اور جفاو جور کی آندھیاں چل رہی تھیں' جب نیکی بدی پر' خواہشات عقل اور پیٹ کے تقاضے روح کے تقاضوں پر غالب آ چکے تھے' جب قتل وغارت کے بازار گرم تھے' جب خدا کی مقدس زمین فواحش ومنکرات' عصیان وطغیان' بداخلاقی وبداعمالی اور فسق وفجور کی نجاستوں سے بھر چکی تھی' جب سچائی کی جگہ جھوٹ نے' امانت کی جگہ خیانت نے' محبت کی جگہ عداوت نے' امن کی جگہ خوف وہراس نے' توحید کی جگہ شرک نے' انصاف کی جگہ ظلم نے اور ایفائے عہد کی جگہ عہد شکنی نے لے لی تھی۔ جب شرم وحیا' غیرت وحمیت' بے غیرتی اور بے حیائی سے بدل چکے تھے۔ جب مکارم اخلاق کی جگہ رذائل اخلاق اور اخلاقِ حسنہ کی جگہ اخلاقِ سیئہ نے لے لی تھی' جب عرش کے رہنے والے فرش پر بسنے والوں پر **اتجعل فیھا من یفسد فیھا ویفسک الدمآء** کے آوازے کس رہے تھے' جب کائنات' وحی آسمانی اور تعلیمات ربانی کی ایک ایک بوند کو ترس رہی تھی۔

جب زمین وزماں' مکین ومکان' اور انس وجان بلکہ کائنات کا ذرہ ذرہ کسی ایسے داعی امن واخوت معلّم اخلاق' مجسمہ رحمت' رہبر کامل کی تشریف آوری اور ظہور کا منتظر تھا۔ جو بارانِ رحمت بن کر آئے اور اخلاقِ حسنہ اور رشد وہدایت کی بارش برسائے اور انسانیت کے بے جان لاشے کے لئے زندگی بخش اور حیات افروز پیغام دعوت لائے۔ اس وقت رحمت حق جوش میں آئی اور زمین و آسمان کی تخلیق کا مقصد حضرت ابراہیم علیہ السلام واسماعیل علیہ السلام کی دعاؤں کا نتیجہ' حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام کی بشارتوں کی تصدیق' فخرت موجودات' رحمت للعالمین' خاتم النبیین' خیر البشر' نور مجسم' مولائے کل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم' سیدہ آمنہ کی نورانی گود میں ۱۲ ربیع الاوّل کو صبح صادق مکہ مکرمہ تشریف لائے۔

اس صبح صادق کے پھوٹنے اور خورشید نبوت وآفتابِ رسالت کے طلوع پذیر ہونے سے کفر وشرک کے گھٹاٹوپ اندھیرے کافور ہو گئے۔ رسوماتِ جاہلیہ' عقائد فاسدہ افعال قبیحہ کی گرد ہٹ گئی۔ ظلم وستم اور جور وجفا کے بادل چھٹ گئے۔ اس عظیم داعی حق اور شمس ہدایت کی عالم افروزی اور ضیاء پاشی سے ویران وسنسان' قلوب واذھان' روشن ومنور' معمور ومطہر ہو گئے اور گلستانِ عالم میں از سرنو ایک تازہ بہار آ گئی۔ دفعتاً انسانیت کے سرد جسم میں گرم خون کی ایک حیات جاویداں لہر دوڑ گئی۔ اس رسول برحق ﷺ کی تشریف آوری سے عرش سے فرش تک رحمت خداوندی کا نزول ہوا۔ جس نے خالق ومخلوق اور عابد ومعبود کا رشتہ جوڑا اور شرک وبدعت اور کفر وضلالت کے نظام باطل کو درہم برہم کیا۔ جو بیمار دنیا کے لئے صحت ابدی کا پیغام اور روحانی امراض کے لئے نسخہ شفا لایا۔ جس نے ایک

نئے عالمی نظام کو امن' پیار' ترقی جو معاشی و معاشرتی اعتبار سے دوسرے نظاموں سے بہتر اور فلاح کی طرف گامزن کیا۔

''اور ہم قرآن میں ایسی چیزیں نازل کرتے ہیں کہ وہ ایمان والوں کے حق میں شفا اور رحمت ہے۔''

یہ نسخہ کیمیا اور حضورﷺ کی آفاقی تعلیمات کا اعجاز تھا کہ جس نے ایک ایسے عالمی نظام کی آبیاری کی جس سے انسانیت کی فلاح کے چشمے پھوٹے اور تمام فرسودہ و جاہل نظام اپنی موت آپ مر گئے۔ وہ فسق و فجور والے نظام جن میں انسانیت کا کردار ننگِ ملت تھا اور انسانیت منہ چھپائے پھرتی تھی۔ یہ تو انسانیت کا عالم تھا' بے زباں و لاچار حیوانیت بھی اس سے محفوظ نہ تھی کہ ان پر تیر اندازی کی مشق ستم کی جاتی تھی۔

آپﷺ کے وقت میں بڑی بڑی تہذیبیں' چھوٹی چھوٹی کو اپنے اندر اس قدر سفا کی سے مدغم کر رہی تھیں کہ اُن کا وقار اپنی ہی نظروں میں مجروح ہو رہا تھا۔ اُس وقت کی چند بڑی تہذیبیں جو ایک عالمی نظم و نسق کی حامل تھیں' اُن کی کیا حالت تھی۔ مندرجہ ذیل بیان کی جاتی ہے۔

یونانی نظام

یونانی نظام تہذیب و تمدن جس میں اکثریت محکوم اور اقتدار چند زور دار اور طاقتور لوگوں کے پاس تھا۔ اس تہذیب و تمدن کے آثار سے اس کے اپنے باشندے بھی محفوظ نہ تھے۔ علم اور تحقیق صرف اور صرف چند اور امیر لوگوں کی دسترس میں تھے' غریبوں پر علم کے دروازے بند تھے' ہر فیصلے کا اختیار بشپ آف چرچ کے پاس تھا' جو کہ سچ کی خاطر ایک سچے انسان کو زہر کا پیالہ پینے پر مجبور کر دیتا اور عورت جو کہ قدرت کا انمول ترین عطیہ ہے' اسے کمتر درجہ کی مخلوق سمجھتے تھے۔ اگر کسی عورت کا بچہ خلافِ فطرت پیدا ہوتا تو اسے مار ڈالتے۔(۱)

رومی نظام

رومیوں کا نظام زندگی بھی قبل مسیح سے رائج تھا' مگر اتنی صدیوں کے باوجود بھی ان کی تہذیب کا دائرہ کار اتنا وسیع نہ تھا۔ اس نظام میں بھی انسانیت ذلالت کی اتھاہ گہرائیوں میں گری ہوئی تھی۔ غلاموں کے ساتھ جانوروں سے بھی بُرا سلوک کیا جاتا کہ سرکش غلام جو ان کے ظلم و استبداد سے فرار حاصل کرنے کی کوشش میں پکڑا جاتا' اُسے بھوکے شیر کے سامنے ڈال دیا جاتا۔ اپنی ذات و انا کی خاطر اور انسانیت کو گندی نالی کے کیڑے سے بھی بدتر سمجھا جاتا۔ یہاں تک کہ پورے روم کے اردگرد آگ لگا کر انسانیت کو زندہ جلا دیا جاتا ہے مگر حاکم کو بانسری اور ساز بجانے سے فرصت ہی نہیں ملتی۔ جبکہ عورتوں کے حوالے سے رومی انتہائی تنگ نظر اور احساسِ کمتری کے مالک تھے' جس میں عورتوں پر ترقی کے ہر دروازے بند تھے۔(۲)

ایرانیوں کا نظام

ایرانی تہذیب و تمدن اور نظامِ زندگی بھی جاہلیت کا منہ بولتا تھا۔ اس تہذیب کے ماننے والوں کا نظام زندگی میں ہر لحاظ سے ابتری موجود تھی۔ کمزور کو دبا دیا جاتا' کساد بازاری کا دور دورہ تھا۔ آگ کی پرستش کرنے والے یہ لوگ عورت کو حقیر ترین چیز مانتے جو کہ

صرف لذّت کے کام آتی ہے۔امیر اور طاقتور لوگ وسائل پر قابض تھے‘عدل ان کے گھر کی باندی تھی‘یہ تعلیم کو عام لوگوں تک پہنچانے کے سخت خلاف تھے۔الغرض اس نظام میں انسانیت اپنے ہی ہاتھوں دم توڑ گئی تھی۔

عربوں کا نظام

عربوں کے معاشرے کا نظام کس سے ڈھکا چھپا نہیں۔ذرا ذرا سی بات پر صدیوں پر جنگیں محیط ہوتی‘عورتوں کا جانوروں سے بُرا حال تھا‘بچیوں کو گناہ کا پوٹ سمجھ کر پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کر دیا جاتا۔بغض وعناد کی انتہا دیکھئے کہ اپنے دشمن کی لاش پر گھوڑے دوڑائے جاتے‘محبت و پیار نے اس نظام میں اپنا وجود ہی مفقود پایا۔جبکہ امن وآشتی کی بجائے جبر وظلم نے لے لی تھی۔الغرض ہر برائی کے حوالے سے اس نظام کو پہچانا جاتا تھا اور یہ لوگ اِن برائیوں پر شرمندہ ہونے کی بجائے نازاں تھے‘گویا یہ تمام برائیاں کسی اعزاز سے کم نہ تھیں۔(۳)

یہ اُن تمام نظام کا ایک سرسری جائزہ ہے‘جو کہ حضورﷺ سے پہلے موجود تھے اور ایک یا دو خامیاں نہیں مگر ایک سے بڑھ کر ایک خامیاں تھیں۔جس کو حضورﷺ نے اپنے رَبّ کے عطا کردہ نئے نظام جس کی بنیاد توحید وآخرت تھی۔آپ نے اپنے اخلاق حمیدہ اور دُنیائے نوع انسانی کی فلاح کا منشور ''قرآن مجید'' سے ایک ایسے نظام کو پروان چڑھایا‘جس میں پوری انسانیت کے لئے کامیابی و فلاح ہے۔آپ کے اس نظام نے تمام فرسودہ نظامِ زندگی پر اس طرح اثر انداز کیا کہ بغیر کسی جبر اور دھونس سے تمام تہذیبیں اور نظام‘ اسلام کے عالمی نظام میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔

ہم اس مقالہ سیرت کے حوالے سے‘اس وقت کے تمام عالمی نظام کو فرداً فرداً بیان کرتے ہیں اور پھر ہر قسم کے ازم کی خامیاں بیان کرتے ہیں۔

ا۔ سیکولرازم

''نیوٹن نے دکھایا ہے‘کہ کوئی خدا نہیں‘جو سیاروں کی گردش پر حکومت کرتا ہو۔لاپلاس نے اپنے مشہور نظریے سے اس بات کی تصدیق کر دی ہے کہ فلکی نظام کو کسی خدائی مفروضے کی ضرورت نہیں۔ڈارون اور پاستور نے یہی کام حیاتیات کے میدان میں کیا ہے اور موجودہ دور میں علم النفس کی ترقی اور تاریخی معلومات کے اضافے نے خدا کو اس مقام سے ہٹا دیا ہے کہ وہ انسانی زندگی اور تار کو کنٹرول کرنے والا ہے۔''(۴)

سائنس اور آزاد خیالی کے اس دور میں مغرب کے سیکولر دانشوروں کی تگ ودو اور کاوشیں جتنی اخلاص کے ساتھ حقیقت تک پہنچنے کے لئے تھیں‘اتنی ہی مذہب کو غیر معتبر اور فرد کا دشمن ثابت کرنے کے لئے تھیں۔کیونکہ ان کا خیال تھا کہ مذہب کی تلاش حق حقیقت میں مزاحم ہوتا ہے۔اس لئے وہ جھوٹا ہے اور دروغ بافی اور جہالت کو فروغ دیتا ہے اور انسان کی ترقی اور فلاح کے لئے نقصان دہ ہے۔(۵)

سائنس اور آزاد خیالی کی اس یلغار کے نتیجے میں جو مذہب بچا اُس نے اپنے دعووں اور اپنے عمل دخل کو بڑی حد تک محدود مذہبی رسوم‘عبادات اور عقائد تک محدود کر دیا جو سائنس‘مشاہدے اور تجربے سے براہ راست متصادم نہ تھے۔اس سب کے نتیجے میں

یورپی معاشرہ بلکہ عالمی کلچر دو سو سال میں الحاد و لادینیت کے ایک ایسے عمل سے گزر رہا ہے' جس نے مذہب کو میدان سے بالکل ہٹا دیا ہے یا اُسے معطل کر کے عملاً غیر موثر کر کے خارج از بحث بنا دیا ہے۔(٦)

سیکولرازم کا اصل ہدف دینی اقدار ہیں' مافوق الفطرت ہستی ان کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ کیونکہ اس کی اطاعت' انسانی خداؤں کی اطاعت سے مانع ہے۔ اس لئے سیکولر حضرات ہر جگہ اور ہر وقت دین اور دینی علامتوں اور مظاہر پر حملہ آور ہوں گے۔ اس دین بیزار اور خدا دشمن نظریے نے جو فساد مچا رکھا ہے' اس کے مظاہر میں طبقاتی کشمکش ''رنگ و نسل کی تمیز' مقامی و غیر مقامی' قومی و علاقائی کا فرق' معاشی استحصال' خود غرضی اور حرص اور سب سے بڑھ کر تعصب و عدم رواداری کی ایسی فضا بنی ہے کہ انسان انسان کا دشمن بن گیا ہے۔ اس بے خدا نظریے نے ایسے غیر متوازن' تنگ نظر' حاسد' سفاک انسان دشمن افراد پیدا کئے کہ انسانیت ان کے فساد سے پناہ مانگتی ہے۔ یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیئے کہ سیکولرازم ایک ''جنرل'' نام ہے اس کے تحت تمام جدید ازم آ جاتے ہیں۔ جدید مغرب میں سیکولرازم کے ذریعے مافوق الفطرت ذریعہ مسلم و ہدایت پر عدم یقین اساسی پتھر کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لئے روایت پر تشکیل کا اظہار اور عالم بحیثیت ایک کُل وجو (The world as a Universal Totalality) کا استرداد اس کا لازمی نتیجہ ہے۔ جو لوگ سیکولرازم کو محض غیر جانبداری کا نام دیتے ہیں' وہ فکری دھوکہ بازی سے کام لیتے ہیں۔ سیکولرازم ایک مکمل نظام فکر و عمل ہے' جسے عسکری حمایت اور سیاسی غلبہ حاصل ہے۔ دانشور اس کے صرف دلائل مہیا کرتے ہیں۔(٧)

٢۔ لبرل ازم (آزاد مشربی)

''ساری قوت اور طاقت کا مقصد صرف ایک ہے کہ ہر ایک جائز و ناجائز طریقے کو استعمال میں لا کر مخالف کو شکست دی جائے۔ ہماری تحریک مذہب کے پیش نظر وہ اخلاقی قیود سے یکسر آزاد ہے۔ ہر وہ عمل جو استعماریت کا قلعہ مسمار کرنے کے لئے کیا جاتا ہے وہ اخلاقی عمل ہے۔''(٨)

مغربی فلسفہ حیات کی روح سے ''آزاد مشرب'' ہونا بہت بڑی خوبی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا فرد جو اپنی فکر و نظر میں کلیتہً آزاد ہو وہ جو سوچ رکھے اور جو راستہ چاہے اپنائے بالخصوص مذہبی تعلیم اور اخلاقی قدروں سے پیچھا چھڑانا بہت بڑا کارنامہ ہے اور روشن دماغ ہونے کی دلیل ہے۔ اس طرز فکر نے پوری انسانیت کو متاثر کیا اور آج اس کے عملی مظاہرے ہر جگہ ہمارے سامنے ہیں۔ سیاست میں اس فکر نے بے قید جمہوریت کا تصور دیا کہ جس کی روح سے ایک ملک کی پارلیمنٹ اسی قانون سازی پر تیار ہو گئی جس کی مذہب اور اخلاق قطعاً اجازت نہیں دیتا تھا۔ معیشت میں حلال و حرام کا تصور ختم کر دیا اور سرمایہ اکٹھا کرنے کی دھن نے ہر قسم کے ہتھکنڈے انسانی ذہن میں بھر دیئے۔ ذرائع ابلاغ کو اخلاقی حدود و قیود سے قطعاً آزاد کر دیا گیا۔ عورت کے مقدس روپ کو ماڈل گرلز کے طور پر سامنے لایا گیا۔

اس طرز فکر اور نظام نے عملی طور پر انسان کو درندہ اور دُنیا کو جہنم بنا ڈالا۔ اقدار مٹ گئیں' مادیت پرستی نے فروغ پایا اور انسان مختلف گروہوں کی صورت میں دیوانہ وار مادی وسائل کی فراہمی میں جت گیا۔ لوگ اس ضمن میں کسی اخلاقی ضابطے کے پابند نہیں رہے۔ کیونکہ ضابطہ تو خود ان کی موت تھا۔ سارا انسانی معاشرہ حیوانی معاشرہ میں بدل گیا' خود غرضی' لالچ' سنگدلی' بغض و عناد' بدعہدی و

بدکرداری نے بری طرح فروغ پایا اور پھر یہ سب کچھ اتنا بڑھا کہ آج اس معاشرے کے افراد اس سے تنگ ہیں' فرانسیسی مصنف رقمطراز ہے۔

''انسانیت کا احترام مٹ گیا ہے' زندگی اپنی اصلی قدر و قیمت کھو بیٹھی ہے' آج کوئی ظالموں کو ختم کرنے کی ہمت نہیں رکھتا اور واقعہ یہ ہے کہ درندگی اپنی انتہا کو پہنچ چکی ہے۔''(۹)

۳۔ میٹریل ازم (مادیت)

''ہماری تہذیب کی مادہ پرستی نہ صرف فکر انسانی کی صحیح پرواز میں حائل ہوتی ہے' بلکہ اس نے غور و فکر کو بھی ختم کر دیا ہے۔ اس نے شریف انسانوں' کمزور اور بے سہارا لوگوں اور ایسے تمام انسانوں کو جو دولت کے علاوہ اور کوئی مظاہر زندگی رکھتے ہوں نیست و نابود کر دیا ہے۔''(۱۰)

فلسفہ مادیت سے مراد دو چیزیں ہیں۔ اوّل: ایک خاص مابعد الطبیعاتی نظریہ جو عبارت ہے زندگی کے میکانی تصور سے اور دوم: مادیت کا اخلاقی نظریہ۔ پہلے نظریے کی روح سے دُنیا میں مادے کے سوا کچھ نہیں۔ دوسرے نظریے کے مطابق اگر انسان کو کسی چیز کی ضرورت ہے تو وہ صرف جسمانی حاجات کی تسکین ہے' لہٰذا قابل غور وہی ہے جو ان ضروریات کو پورا کر سکے۔ اس کے علاوہ کسی دوسری چیز کی کوئی قیمت نہیں۔''(۱۱)

اس عالمگیر نظام نے انسان کے طرزِ زندگی کو خاص طور پر متاثر کیا' جس کے نتائج کچھ یوں سامنے آئے۔

''چونکہ جسمانی مسرّت' افادیت اور حسّی لذت ہر فرد اور گروہ کے ساتھ بدلتی رہتی ہے۔ اس لئے ہر ایک کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ جس طرح چاہے اور جہاں تک چاہے ان کو حاصل کرنے کی سعی کرے۔ جیسے خواہشات کی کوئی حد نہیں ہوتی' اس طرح ان کی تسکین کسی بھی طرح ممکن نہیں' جہاں جسمانی لذّت کے چند لوازم فراہم کرنے کے لئے ان گنت لوگ بے تاب ہوں' وہاں ان کا کمیاب ہو جانا ناگزیر ہے اور ان کی کمیابی ہی عہد حاضر کی جنگ و جدل کا سب سے بڑا سبب ہے' ان حالات میں یہ ضروری ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ جنگ و جدل نہایت شدت اختیار کرے۔''(۱۲)

اس کی موجودہ مثال امریکہ کی عراق پر جنگ مُسلّط کرنے کی وجہ تیل کے ذخائر پر قبضہ ہے۔

۴۔ نیشنل ازم (قومیت)

''ہر قوم دوسری قوم کے نقصان پر پھلنے پھولنے کی کوشش کرتی ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قوموں کے درمیان رقابت' شبہات' خوف اور نفرت کے جذبات پرورش پاتے ہیں۔ معیشت کے میدان میں بین الاقوامی مسابقت سے لے کر کھلے میدان میں فوجی تصادم تک سیدھا راستہ جاتا ہے اور یہ بہت قریب کا راستہ ہے۔''(۱۳)

یہ نظام آج منہ کھولے نسل انسانی کو نگلنے کے لئے تیار ہے۔ عالمی جنگوں کی بات ہو' امریکہ' افریقہ' جرمنی کے تنازعات ہوں' عرب میں یہودیوں کا نظریہ توسیع پسندی ہو' برصغیر میں نسلی امتیازات' روس و چیچنیا کا مسئلہ' بوسنیا اور سربیا کے تنازعات یا پاکستان کی سالمیت پر قومیتوں کی تفریق' ان سب کے پیچھے اسی نظریہ اور تحریک کا ہاتھ ہے۔ اس تشویش ناک صورتحال میں دنیا کے دانشور ترقی یافتہ

ممالک کے بارے میں یہ کہنے لگے ہیں۔

''امریکی گروہوں کے درمیان فاصلے بڑھتے جا رہے ہیں اور نسلی کشیدگی میں اضافہ ہو رہا ہے۔اس صورتحال پر اگر قابو نہ پایا گیا تو امریکہ میں بوسنیا جیسی خانہ جنگی شروع ہو سکتی ہے۔''(۱۴)

نیشنل ازم' ہر قوم اور نسل میں یہ داعیہ پیدا کرتا ہے کہ وہ طاقت حاصل کر کے دوسری قوموں اور نسلوں کے درمیان اعلیٰ و ادنیٰ' ذلیل و پست اور بے قدر و قیمت قرار دے اور انہیں غلام قرار دے کر ان کی پیدائشی قابلیت کو بڑھنے اور کام کرنے کا موقع ہی نہ دے بلکہ ان سے زندگی کا حق سلب کر کے ہی چھوڑے۔''(۱۵)

''آئن سٹائن جیسے فاضل کا اسرائیلی ہونا اس کے لئے کافی ہے کہ جرمنی اس سے نفرت کرے۔امریکہ کے مہذب باشندوں کیلئے یہ قطعاً جائز ہے کہ وہ حبشیوں کو پکڑ کر زندہ جلا دیں' کیونکہ وہ حبش کے ہیں۔''(۱۶)

۵۔ سرمایہ دارانہ نظام (کیپیٹل ازم)

سرمایہ دارانہ نظام بھی پوری دنیا کے امن کیلئے ایک بہت بڑا خطرہ ہے۔ بلکہ تمام فتنہ وفساد کی جڑ' بنیاد یہی نظام ہے۔ابتدائی دور سرمایہ دارانہ نظام سے انسانیت کو بڑا فائدہ پہنچا' اور دنیا اس کی بدولت ترقی کی نئی شاہراہ پر گامزن ہوئی۔ مگر اس کے فطری ارتقاء کے نتیجے میں دولت بتدریج سمٹ کر چند سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں آ گئی اور غریب اور مزدور اپنی جائیداد اور دولت غرض سب کچھ سے محروم ہو گئے۔اس سرمایہ دارانہ نظام کی وجہ سے سودی بینک کاری پروان چڑھی۔جس سے غریب' غریب تر جبکہ امیر' امیر تر ہوتا گیا۔ جبکہ دوسری طرف شدید کاروباری مسابقت کے نتیجے میں اجارہ داری (MONOPOLY) جیسی قبیح صورتحال سے پوری دنیا میں کساد بازاری ہے۔(۱۷)

۶۔ اشتراکیت (کمیونزم)

اشتراکیت میں تمام ذرائع پیداوار کا مالک حکومت کو قرار دے کر ہر قسم کا مال و املاک بحق سرکار ضبط کر لیتی ہے۔اس کے نزدیک ''اجتماع'' سے الگ فرد کا کوئی وجود نہیں۔اس لئے افراد کو ذاتی ملکیت کا کوئی حق نہیں۔کیمونزم کا دعویٰ ہے کہ لوگوں میں مساوات قائم کرنے کیلئے ذاتی ملکیت کا خاتمہ ناگزیر ہے۔کیونکہ صرف اسی طرح انسان کو اپنے جیسے انسانوں کی محکومیت اور غلامی سے نجات دلائی جا سکتی ہے۔اسٹالن کے عہد میں حکومت کو زائد کام کرانے کیلئے مزدوروں کو زائد اجرتوں کا لالچ دینا پڑا اور اس طرح اس نے مزدوروں کی اُجرتوں میں یکسانیت اور ذاتی ملکیت کے جذبے کے غیر فطری ہونے کی عملاً خود ہی نفی کر دی۔ نیز' اشتراکیت کے سراسر غیر فطری نظریے کو لوگوں پر جبراً ٹھونسنے کا عملاً تجربہ روس میں ناکام ہو چکا ہے۔(۱۸)

موجودہ عالمی نظام

انصارو یہود کا نیا عالمی نظام New World Order پر مشتمل ہے۔جس کا بنیادی مقصد انارکی کو ہوا دے کر پوری دنیا کے وسائل کو جائز و ناجائز طریقے سے اپنے زیر استعمال لانا ہے اور تمام انسانیت کو محکوم بنانا ہے۔آیئے اس نئے نظام نیو ورلڈ آرڈر کے

پیچھے یہود و نصاریٰ کا کیا پلان ہے۔ مندرجہ ذیل صورتحال کا جائزہ لیتے ہیں۔

''اگر مشیت ایزدی سے ہٹلر اگر منظر عام پر نمودار نہ ہوتا تو یہود و نصاریٰ گٹھ جوڑ غالباً پہلے ہی برصغیر کے مسلمانوں کو اسپین کے مسلمانوں اور امریکہ کے ریڈ انڈینز کے انجام تک پہنچا چکا ہوتا۔'' ص ۲۲ نیو ورلڈ آرڈر

''اپنے راستے میں حائل عناصر کے خلاف سزائے موت کے احکامات جاری کروائیں' تا کہ دہشت و خوف طاری ہو۔ اس سے سرکش جھکنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور مطیع بن جاتے ہیں۔ اپنے بہترین مفادات کی خاطر دھوکہ اور تشدد کے پروگرام پر کاربند رہنا چاہیئے۔ نظریہ تشدد اور بربریت سے ہم فتح و نصرت کی راہ پر گامزن ہوں گے۔ اقتدار کے بھوکوں میں طاقت اور اقتدار کے غلط استعمال کے رجحان کو فروغ دینے کے لئے ہم نے تمام متحارب قوتوں کو جمع کر لیا ہے۔ ہماری طاقت خوراک کی شدید قلت اور مزدوروں کی جسمانی کمزوری میں پوشیدہ ہے۔ ایک خاص اور موزوں وقت پر ہم جو کہ متقنن ہیں' فیصلے صادر کریں گے۔ ہم قتل کریں گے اور قتل عام میں کسی کو نہیں بخشیں گے۔ اب ہمارے ہاتھوں میں ہتھیار ہیں' وہ دراصل بے پایاں اور مضبوط امنگیں اور جذبے ہیں' شعلہ فشاں حرص ہے' بے رحم اور شقی القلب انتقام ہے' نفرت ہے' غیض و غضب ہے' ہم وہ سوتا ہیں جہاں سے دہشت و بربریت پھوٹتی ہے۔'' ص ۳۶۸۔۲۷۴ نیو ورلڈ آرڈر

''دنیا کی تمام مملکتوں میں ہمارے سوا صرف مزدوروں اور محنت کشوں کی آبادی ہو جو ممالک ترقی یافتہ اور روشن خیال سمجھے جاتے ہیں' ہم نے ان میں ایک بے معنی گندہ' فحش اور نفرت انگیز لٹریچر پیدا کر دیا ہے۔ اس نظیر کے پیش نظر کہ لوگ اس بات کا اندازہ کر لیں کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ ہم ان کی توجہات کھیل' تماشے' تفریحات' بے لگام جذبات اور عوامی محلات کی طرف پھیر دیں گے۔ پریس کے ذریعے آرٹ اور کھیلوں کے مقابلہ کی تجویز دیں گے۔ اس قسم کی دلچسپیاں ہمیشہ کے لئے ان کی توجہات کو اُن کے مسائل سے ہٹا دیں گے۔ غیر یہود کی صفت کی تباہی کے لئے ہم سٹہ بازی کی مدد سے تعیشات کو فروغ دیں گے۔ ص ۲۷۲۔۲۷۷ نیو ورلڈ آرڈر

عالمی سطح پر امریکہ دنیا کی واحد سپر پاور بننے کے بعد اس کے مفکرین نے دنیا کو یہ باور کرانے کی کوشش کی۔ اب دنیا کے لئے صرف مغربی لادینی سرمایہ دارانہ جمہوری نظام (Western Secular Capitalistic Democratic System) ہی بہترین نظام ہے اسے فرانسس کیاما نے The End of History (تاریخ کے اختتام) کا نام دیا ہے۔ اس جاپانی نژاد امریکی مورخ نے ۱۹۸۹ء میں امریکی جریدے The National Insterest میں مذکورہ عنوان سے اپنا مقالہ تحریر کیا۔ جس میں یہ دعویٰ کیا گیا کہ بنی نوع انسان کا ارتقاء پایہ تکمیل کو پہنچ چکا ہے اور اس لئے انسانی تاریخ بھی اپنے اختتام کو پہنچ چکی ہے۔ فوکایاما کے اپنے الفاظ میں:

''ہمارے مشاہدے میں جو کچھ آ رہا ہے وہ محض سرد جنگ کا خاتمہ یا تاریخ کے کسی خاص دور کی رفت گزشت نہیں بلکہ انسانی تاریخ کا اختتام ہے۔ یعنی انسان کے نظریاتی ارتقاء کا نقطہ آخریں اور انسانی طرز حکومت کی آخری شکل کے طور پر مغربی جمہوریت کی جہانگیری۔''

لیکن جب دوسری جانب جب مفکرین نے دیکھا کہ اسلام امریکہ اور دوسرے مغربی و یورپی ممالک میں تیزی سے پھیل رہا ہے اور اسلامی ممالک میں نفاذ اسلام کی تحریکیں زور پکڑ رہی ہیں' تب انہیں اسلام سے خطرہ محسوس ہوا اور مغربی دانشوروں نے ایک نیا

شوشہ چھوڑا کہ مغربی تہذیب کو سوشلزم وغیرہ سے تو کوئی خطرہ نہیں رہا' لیکن ایک تہذیب ایسی ہے جو ان کے لئے مستقبل میں خطرہ ثابت ہو سکتی ہے اور وہ ہے اسلامی تہذیب۔

اس خیال کو Samoet P. Hunting نے Clash of Civilization کا نام دیا۔(۱۹) اور اسی طرح کے خطرے کا اظہار دیگر کئی مغربی ممالک کے دانشوروں نے کیا ہے۔ ایسپی سائٹو نے کہا:

"For a millenium, the struggle for mankind's desting was between christianity and Islam, in the 21st centrury it may be so again." (۲۰)

ایک اور عیسائی دانشور یوں کہتا ہے:

"Islam has become a new threat to the peace and progress of the world." (۲۱)

بقول پروفیسر Esposito کہ عالم اسلام ہمارے علم کی بجائے ہماری جہالت میں اضافہ کرتا ہے:

"Selective and therefore baised analysis adds to our ignorance rather than our knowledge, narrows our perception rather than broadening our understanding." (۲۲)

حالانکہ اسلام یا اسلامی تہذیب ان کے لئے خطرہ نہیں بلکہ ان کا اپنا دیا ہوا غلط استحصالی نظام مستقبل کے لئے خطرہ ہے۔ جس کی وجہ سے اس وقت بھی پوری دنیا معاشی بدحالی اور اخلاقی بے راہ روی کا شکار ہے جو کہ لازمی طور پر بدامنی اور فساد فی الارض کا باعث ہے۔

نیا عالمی نظام اور اسوۂ حسنہ ﷺ

اب ہم مقالہ کے اہم سیکشن کی جانب آتے ہیں کہ ایک نئے عالمی نظام کو اسوۂ حسنہ ﷺ کی بنیاد پر تشکیل دیا جا سکے۔ ویسے یہ بات میں واضح کرتا چلوں کہ ہمارے پیارے محبوب ﷺ نئے عالمی نظام کی تشکیل کیلئے آج سے چودہ سو سال پہلے تشریف لے آئے تھے۔ آپ نے قرآن اور اپنے اخلاق کے ذریعے ایسے نظام کی بنیاد ڈالی کہ چند ہی برسوں میں اس نظام نے دنیا سے خوف و بدامنی کا خاتمہ کر کے دنیا کو خوشحالی کی راہ پر گامزن کیا کہ مسلمانوں کی حکومت اسپین وافریقہ اور مکران کے ساحلوں تک پچیس لاکھ مربع میل تک پھیلی ہوئی تھی اور یہ پُرامن نظام مزید فتوحات پر فتوحات کئے جا رہا تھا۔

اس وقت چونکہ بالعموم دنیا اور بالخصوص مسلمان اسوۂ حسنہ کی دوری کی وجہ سے فرسودہ اور انسانیت سوز نظاموں سے پریشان ہیں' تو اس کا حل صرف اور صرف آپ ﷺ کی سنت اور عالمی نظام کے منشور قرآن کے بتائے ہوئے ضابطہ حیات پر عمل کرنے پر ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آیا وہ کونسے سنہری اصول ہیں جن پر نئے عالمی نظام کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے اور انہی اصول وضوابط کی روشنی میں مسلمان اپنی ذمہ داریوں کا تعین کر سکتے ہیں۔

ہر نظام کی تشکیل کیلئے کوئی نہ کوئی چارٹر ہوتا ہے اور پوری انسانیت کی فلاح و بقا اور حقوق انسانیت کا چارٹر'' خطبہ حجۃ الوداع'' ہے۔ جس میں آپ نے انسانیت کی فلاح کا درس دیا۔ آپ ﷺ کے مخاطب مسلمان نہ تھے بلکہ پوری دنیا کے بنی نوع انسان تھے۔

آپ ﷺ نے انسانی حقوق کا چارٹران بنیادوں پر مرتب فرمایا۔

☆ لوگو! تمہارا رب ایک ہے' تمہارا باپ ایک ہے' تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے۔

☆ کسی عربی کو کسی عجمی پر' کسی گورے کو کالے پر تقویٰ کے سوا کوئی فضیلت نہیں۔

☆ تمہارا خون' تمہارا مال' تمہاری عزت و آبرو محترم اور حرام ہے۔

☆ لوگو! میری بات سمجھ لو' میں نے حق تبلیغ ادا کر دیا اور تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑے جا رہا ہوں اگر تم اس پر قائم رہے تو کبھی گمراہ نہ ہو سکو گے یعنی اللہ کی کتاب اور میری سنّت۔

☆ لوگو! اگر تم پر نکٹا حبشی غلام حکمران بنا دیا جائے جو تم کو قرآن اور میری سنّت کے مطابق لے کر چلے اس کی اطاعت تم پر فرض ہے۔

☆ خوب سُن لو! اپنے پروردگار کی عبادت کرو' نماز پنجگانہ ادا کرو' رمضان کے روزے رکھو' مالوں کی زکوٰۃ خوشی خوشی دیا کرو' خانہ کعبہ کا حج کیا کرو' اپنے حکّام کی اطاعت کیا کرو اور اس طرح اپنے ربّ کی جنّت میں داخل ہو جاؤ۔ (۲۳)

مندرجہ بالا حقوقِ انسانیت کا چارٹر ہمیں نئے نظام کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ جس کا محور صرف اور اللہ کی ذات اور سنّت رسول ﷺ ہے کیونکہ یہی کامیابی کے زینے ہیں۔ حضور ﷺ پوری عالم انسانیت کے لئے رحمت ہیں۔ آپ نے عالمی نظام تعلیمات الٰہیہ کی روشنی میں پیش کیا۔ اس ضمن میں حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایمان کو بنیاد قرار دیا اور اس قدر پختہ ایمان و یقین یہ کیفیت آفاق و انفس میں تنہا وہی فاعل مطلق اور موثر حقیقی اور مسبب الاسباب نظر آئے۔ کیونکہ یہ عقیدہ جتنا مضبوط اور راسخ ہوگا عالمی نظام کے اتنے ہی دور رس نتائج مرتب ہوں گے۔

-- حضرت ابوداؤد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے سوال کیا کہ کون سا عمل افضل ہے' آپ ﷺ نے فرمایا اللہ پر ایمان لانا۔ (۲۴)

ساتھ ہی آپ نے ایمان باللہ کو قلب و دماغ کو راسخ کرنے اور عمل سے ثابت کرنے کا حکم دیا۔

''سفیان بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اللہ کے حضور ﷺ مجھ کو اسلام میں کوئی ایسی کافی نصیحت فرمایئے کہ آپ کے بعد پھر کسی سے پوچھنے کی نوبت نہ آئے۔ تو آپ نے فرمایا کہو میں اللہ پر ایمان لایا پھر اس پر ڈٹے رہو۔'' (۲۵)

ایمان لامحالہ کچھ ماوراء الطبیعاتی حقائق پر یقین کا نام ہے اور اس راہ کا پہلا قدم یہ ہے کہ انسان اَن دیکھی حقیقتوں پر دکھائی دینے والی چیزوں سے زیادہ یقین رکھے اور اس کے ذریعے فکر و نظر کا یہ انقلاب اور نقطہ نظر اور طرزِ فکر کی یہ تبدیلی لازمی و لابدی ہے کہ کائنات غیر حقیقی نظر آئے مگر ذات خداوندی ایک زندہ جاوید حقیقت معلوم ہو۔ کائنات کا پورا سلسلہ نہ از خود قائم معلوم ہو اور نہ کچھ بندھے ٹکے قانون کے تحت چلتا نظر آئے۔

ایمان باللہ کے ساتھ ہی ایمان بالآخرت کا تصور بھی آپ نے اسی حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے دیا۔

''دنیا میں ایسے رہو جیسے اجنبی یا راہ چلتا مسافر ہوتا ہے۔'' (۲۶)

الغرض اس نظام کی بنیاد توحید و آخرت ہے۔ جس کی وجہ سے پوری بنی نوع انسانیت فلاح کے ذریعے گامزن ہوگی۔ اس

کے ساتھ ساتھ اس نظام میں انسانیت کو ہر برائی سے پاک کرنے کیلئے حضورﷺ نے پاکیزہ اور حلال کا درس دیا ہے۔ کیونکہ حلال ہر نظام کی جڑ مضبوط ہوتی ہے جبکہ حرام ہر فساد کی جڑ۔ لہٰذا آپﷺ نے فرمایا:

''حلال بہت واضح ہے اور حرام بھی بہت واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہات اور مشکوک چیزیں ہیں، جن کی اکثر لوگوں کو خبر ہی نہیں۔ اب جو شخص مشتبہ چیزوں سے بچتا رہا اس نے اپنے دین اور عزت کی حفاظت کر لی اور جو شخص ان مشتبہ چیزوں میں پڑا وہ انجام کار حرام میں پڑ جائے گا۔ اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے چرواہا مضبوط سرکاری چراگاہ کے آس پاس اپنے جانور چرا رہا ہو، غالب ہے کہ اس کے جانور چراگاہ کے اندر جا پڑیں۔ یاد رکھو ہر مالک کی اپنی محفوظ حدود ہوتی ہیں اور اللہ کی حدود اس کے حرام کردہ کام ہیں۔'' (۲۷)

اللہ تعالیٰ نے انسان کی آزادی کو متعین کر دیا۔ جس کی صراحت آپﷺ نے یوں فرمائی:

''اللہ تعالیٰ نے کچھ کام تم پر فرض کر دیئے ہیں۔ انہیں ضائع مت کرو اور کچھ حدود مقرر کی ہیں ان سے تجاوز نہ کرو اور کچھ چیزوں کو حرام قرار دیا ہے ان کی خلاف ورزی نہ کرو اور کچھ چیزوں کے بارے میں خاموشی اختیار کی ہے ان کے بارے میں کھوج میں نہ پڑو اور یہ خاموشی بھول نہیں رحمت کی وجہ سے اختیار کی ہے۔'' (۲۸)

آپ نے انسان کی تمام سرگرمیوں کو اپنی شریعت کے مطابق لازم ٹھہرایا:

''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی تمام خواہشات میری لائی ہوئی شریعت کے مطابق نہ ہو جائیں۔'' (۲۹)

نئے عالمی نظام اس وقت فلاح کا مرکز بن سکتا ہے جب تک اس میں پیار و محبت اور اخوت و یگانگت ہوگی اور پوری نسل انسانی جسد واحد کی طرح ہوگی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضورﷺ نے تئیس سالہ حیات نبویہ میں عصبیت، جاہلیت کو ختم کیا۔ آپﷺ نے کسی بھی طرح خاک و خون، پستی و بلندی کی نفرتوں کو مٹا دیا۔ انسان اور انسان کے درمیان تمام غیر فطری امتیازات کی سنگین دیوار کو مسمار کر دیا۔ چنانچہ فرمایا:

''اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے، آگاہ رہو تمہارا باپ بھی ایک ہے۔ کسی عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر، سرخ کو سیاہ پر اور سیاہ کو سرخ پر بجز تقویٰ کوئی فضیلت نہیں۔ بیشک اللہ کے نزدیک معزز وہ ہے، جو سب سے زیادہ متقی ہو۔'' (۳۰)

آپﷺ نے اعمال کا تعلق ظاہری کیفیت سے ختم کر کے دل سے جوڑ دیا۔

''بیشک اللہ تمہاری شکل و صورت اور تمہارے مال کی طرف نہیں دیکھتا۔ بلکہ وہ تمہارے اعمال دلوں کو مدنظر رکھتا ہے۔'' (۳۱)

آپ نے جس نظام کی تشکیل کی، وہ انہی مظاہر پر مشتمل تھا۔ چنانچہ ہجرتِ مدینہ کے بعد مہاجرین و انصار کے درمیان عظیم بھائی چارہ، ابوذرؓ کا حضرت بلالؓ کو ''او حبش کے بچے'' کہہ کر پکارنا اور آپ کا ڈانٹ پلانا کہ تم میں ابھی تک جاہلیت کی بو باس ہے، اس کی زندہ مثالیں ہیں۔ (۳۲)

نئے عالمی نظام کی تشکیل کا اہم ستون اسوۂ حسنہ ﷺ کا تہذیبی اور تمدنی پہلو بھی ہے۔ کہتے ہیں کسی تہذیب کی روشنی یا ظلمت دراصل نتیجہ ہوتی ہے' اس کے اصول وعقائد' اخلاقی اقدار اور سماجی اداروں کا' یہی وہ عناصر ترکیبی ہیں' جن کے مجموعے کا نام تمدن ہے۔ تہذیب وتمدن' افکار ونظریات کی اساس پر اٹھتے ہیں۔ اگر افکار ونظریات واضح ہوں' تو تہذیب بھی شفاف ہوتی ہے' اگر افکار ونظریات میں الجھاؤ' پیچیدگی کا شکار ہوں تو تہذیب بھی عناصر کا آئینہ دار ہوتی ہے۔ اس لئے آپ ﷺ نے قوموں کو اعلیٰ اخلاق اپنانے کی تعلیم دی۔ آپ نے اپنی بعثت کا مقصد ہی تکمیل اخلاق قرار دیا:

''مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا ہے کہ تا کہ اخلاقی اچھائیوں کو تمام وکمال تک پہنچاؤں۔'' (۳۳)

آپ ﷺ کا اسوۂ حسنہ مثالی حیثیت رکھتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''رسول اللہ نہ تو بے حیائی کی بات زبان سے نکالتے اور نہ بے حیائی کا کام کرتے اور نہ دوسروں کو برُا بھلا کہتے اور حضور فرمایا کرتے تھے کہ تم میں بہتر لوگ وہ ہیں' جو اخلاق کے اچھے ہیں۔'' (۳۴)

اخلاقی انحطاط کے دو بڑے سرچشمے یعنی زبان اور شرمگاہ' ان کی حفاظت کے سلسلے میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص مجھے اپنی زبان اور شرمگاہ کی حفاظت کی ضمانت دیتا ہے' میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔'' (۳۵)

تہذیب مغرب کے اثرات تیزی سے پوری دنیا میں سرایت کر رہے ہیں۔ جنسی آزادی' نسوانی' خود مختاری' گھربار سے عدم توجہی' آزادانہ اختلاط' بے پردگی اور اس جیسے دیگر منکرات جن کو آزادی نسواں کا نام دیجئے یا کچھ کہئے' آخر مغرب نے ہی ہم کو تحفے میں دی ہیں۔ ذرائع ابلاغ کی آزادی' غیر اخلاقی تعلیم اور حیوانی تہذیب وتمدن کا یہ نظریہ جنسیت بڑی تیزی سے عصرِ حاضر کو اپنی لپیٹ میں لے رہا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ آزادی نسواں جس کی ہر باشعور مخالفت کرتا ہے' انسانی معاشرے میں روز بروز خامیاں پیدا کر رہا ہے۔ جن میں پہلی تو عورت کی اولاد کی طرف سے غفلت اور لاپرواہی ہے اور دوسری طرف آزادانہ اختلاط ہے۔ آزادی کے نام پر تہذیب وثقافت کے جو ڈھونگ رچائے جا رہے ہیں' اس سے کتنوں کا گلا گھونٹا جا رہا ہے' کتنی نسلیں تباہ ہو رہی ہیں۔ آج مغربی معاشرے میں ایسے افراد کی تعداد روز افزوں بڑھتی جا رہی ہے' جو یہ سب تباہی نہیں چاہتے کہ اس تہذیبی عمل نے انہیں گھاٹے کے سودے سے ہمکنار کیا ہے۔ وہ چیخ رہے ہیں' پکار رہے ہیں' خود اس جنسی آزادی کا علاج اور اس مسئلے کا حل اخلاقی پابندیوں سے تجویز کرتے ہیں۔

جنسی آزادی کا یہ عالمگیر مسئلہ جس پر اظہارِ تشویش ہر باشعور طبقہ کر رہا ہے۔ حضور ﷺ نے انتہائی حکمت' تدبر کے ساتھ اس کا حل فرمایا۔

آپ کی خدمت اقدس میں ایک نوجوان جنسی آزادی کا طلبگار ہوتا ہے۔ آپ نہایت حوصلہ اور تدبر سے مخاطب ہوتے ہیں۔ ''اے نوجوان! کیا تم اس کام کی اجازت اپنی ماں کے لئے پسند کرتے ہو۔ وہ جواباً عرض کرتا ہے یا رسول اللہ نہیں۔ اسی طرح آپ باری باری تمام محرمات یعنی بیٹی' بہن' پھوپھی' خالہ کا نام لے کر دریافت کرتے ہیں۔ اس پر آپ جواباً فرماتے ہیں جس کو تم پسند

نہیں فرماتے' تو پھر دوسرے لوگ بھی گوارا نہیں کرتے۔'' اس کے بعد اس نوجوان کے حق میں دُعا فرمائی ''اے اللہ اس کے گناہ معاف فرما' اس کی شرم گاہ کی حفاظت فرما۔'' (۳۶)

راوی کا بیان ہے کہ اس پر دلیل گفتگو کے بعد نوجوان کے دل میں کبھی زنا کا خیال ہی پیدا نہ ہوا۔

حضورﷺ نے آزاد شہوت کا علاج نکاح کو قرار دیا۔ (۳۷)

آپ نے نوجوانوں کو حفاظت عزت و عصمت کا خاص طور پر حکم دیا:

''اے قریشی نوجوانو! تم اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرنا' زنا کا ارتقاب نہ ہونے پائے' جو لوگ عفت' پاکدامنی کے ساتھ زندگی گزارتے ہیں وہ جنت کے مستحق ہوں گے۔'' (۳۸)

اس سے ہمارا نیا نظام صاف وستھرا اور ایڈز جیسی بیماریوں سے پاک رہے گا۔

جدید تہذیب وتمدن نے انسان کو اللہ سے محروم کر کے اس کو روحانی طور پر فاقہ میں مبتلا کر دیا ہے۔ ہپی ازم اور منشیات کا استعمال اسی کا نتیجہ ہے۔ اس تہذیب نے اپنی عظیم کامیابیوں کے باوجود انسان کی طلب کا صرف نصف حصہ فراہم کیا ہے۔ اس نے جسم کے تقاضے فراہم کئے مگر وہ ''روح'' کے تقاضے فراہم کرنے میں ناکام رہی۔ انسان قلبی سکون چاہتا ہے جبکہ جدید تہذیب اس کو مشین کی بے روح گاڑی میں بٹھا کر چھوڑ دیتی ہے۔ یہ ذہنی انتشار' عدم اطمینان وسکون' آج پوری دنیا کا مسئلہ ہے۔ مادی وسائل اور ذرائع کی فراوانی کے باوجود وہ امن وسکون اور اطمینان قلب سے محروم ہے۔ اس کی تلاش میں کبھی جنگلوں کی راہ لیتا ہے کبھی ہپی ازم کی طرف جا نکلتا ہے' کبھی منشیات کا استعمال کرتا ہے اور کبھی کرب نمائندگی سے چھٹکارا پانے کے لئے موت کا سہارا لے کر ابدی سکون حاصل کر کے موت کی وادی میں جا پہنچتا ہے۔ (۳۹)

مگر یہ سکون مادی دنیا میں نہیں ملتا بلکہ ایک برتر ذات کے وجود کو تسلیم کرنے میں ہے۔ اس کیفیت کو آپﷺ نے کچھ یوں فرمایا:

''ایک صحرا ہے اور ایک مسافر اچانک اپنے مال ومتاع سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ وہ حیرانی و پریشانی کے عالم میں مایوس کھڑا آسمان کی طرف دیکھ رہا ہے۔ جیسے آج کا انسان سکون کی تلاش میں حیران سرگرداں ہے۔ پھر اچانک اس مسافر کی اُمید بھر آتی ہے اور اس کی سواری مال ومتاع سمیت اس کے سامنے آ کھڑی ہوتی ہے۔ اس کو پالینے کے بعد وہ کتنا خوش ہوتا ہے۔'' (۴۰)

کچھ اسی قسم کی راحت خالق کائنات کی طرف بیٹھنے والوں کی بھی ہوتی ہے۔ کیونکہ قرآن حکیم نے اطمینان کو ذکرِ الٰہی سے وابستہ کیا ہے۔

''آگاہ رہو دلوں کا اطمینان تو اللہ کے ذکر سے ہی حاصل ہوتا ہے۔'' (۴۱)

آپﷺ نے توبہ کو دل کے سکون کے لئے لازم قرار دیا:

''خداوند تعالیٰ بندہ کی توبہ اُس وقت تک قبول کرتا ہے جب تک نزع کا عالم نہ ہو۔'' (۴۲)

جب کہ آپﷺ نے منشیات کے استعمال کی ممانعت فرما دی۔ آپ نے فرمایا:

''کل مسکر حرام' اعضاء کو سلب کرنے والی' حواس کو کند کرنے والی مثلاً افیون وغیرہ بھی حرام ہے اور تھوڑی سی بھی حرام

ہے۔"(۴۳)

جبکہ منشیات میں سے سرفہرست شراب کا استعمال ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا:

"شراب مت پیو یہ تمام برائیوں کی جڑ ہے۔"(۴۴)

تہذیب وتمدن کے سنوارنے اور بگاڑنے میں ذرائع ابلاغ کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ذرائع ابلاغ کا استعمال جہاں آپس میں رابطے کا ذریعہ ہے، وہاں مادی ترقی کا بڑا زینہ ہے۔مگر اس کے دوسرے پہلو کو ذہن میں لایا جائے تو روح کانپ اٹھتی ہے۔آج کے دور میں سرزد ہونے والے جرائم میں ذرائع ابلاغ کے غلط استعمال کا ہاتھ ہے۔جنسی انارکی ہو یا ذہنی انتشار، بچوں کی تعلیم سے عدم دلچسپی ہو یا اخلاقی بے راہ روی یہ سب اسی کے کرشمے ہیں۔

حضور ﷺ نے سب سے پہلے اچھی صحبت اپنانے کا حکم دیا:

"نیک ساتھی اور برے ساتھی کی مثال ایسے ہی ہے جیسے خوشبو والا اور لوہار کی بھٹی پھونکنے والا، خوشبو والا ساتھی یا خود تم کو خوبیوں کا عطیہ دے گا، یا خود تم اس سے خرید لو گے یا کم از کم اس سے تم کو خوشبو کا خوشگوار جھونکا آ ہی سکے گا۔اس کے برعکس لوہار کی بھٹی پھونکنے والا یا تو تمہارے کپڑے جلا دے گا یا کم از کم تمہاری ناک تک اس کی بدبو پہنچے گی۔"(۴۵)

آپ ﷺ نے عذاب کی مختلف صورتوں میں فحاشی وعریانی کا عمل دخل بتایا:

"اس اُمت میں عذاب کی مختلف شکلیں ہوں گی، کبھی تو لوگ زمین میں دھنسا دیئے جائیں گے، کبھی شکلیں بگڑ جائیں گی اور کہیں پتھروں کی بارش ہوگی۔ایک صحابی ﷺ نے پوچھا یارسول اللہ یہ کب ہوگا، آپ نے فرمایا: جب گناہ اور آلات موسیقی عام ہو جائیں گے اور شراب پی جائے گی۔"(۴۶)

تہذیب وتمدن کے حوالے سے اچھی تعلیم، تہذیب کا آئینہ دار ہوتی ہے۔دنیا کے بیشتر ممالک بھی نور علم سے محروم ہیں، جس کی وجہ سے معاشرتی اور تہذیبی برائیاں جنم لیتی ہیں۔زندگی کے شعور کا فقدان، جرائم، غربت، یہ تمام اس کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں۔اگر ترقی یافتہ ممالک میں تعلیم ہے تو تربیت نہیں، انسانی زندگی پر اس کے اثرات مفقود ہیں:

"تعلیم نے اپنے آپ کو ماضی کے روحانی ورثے سے الگ کر لیا ہے، مگر کوئی مناسب متبادل دینے میں ناکام رہی ہے۔ نتیجتاً پڑھے لکھے افراد بھی ایمان وایقان سے زندگی کے اقدار کے صحیح تصور ودنیا کے بارے میں کسی ناقابل شکست ہمہ گیر نظریے سے عاری ہیں۔"(۴۷)

دین اسلام کی آمد دنیا میں علمی انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔جس دین کا آغاز "اقراء" سے ہوتا ہے اور جس کے لانے والے اپنے آپ کو معلّم قرار دیتے ہیں اور طالب علم کو ہر مسلمان مرد وعورت کا اولین فرض قرار دیتے ہیں۔یہ کیسے ممکن ہے دین اسلام تعلیمی پسماندگی اور جہالت کو دور کرنے کے اقدام نہ کرے۔آپ ﷺ نے تعلیم اور تربیت کو لازم وملزوم قرار دیا ہے تاکہ علم کے اثرات انسانی شخصیت پر نمایاں ہوں۔آپ نے ایسے علم سے پناہ مانگی ہے جو انسانی زندگی پر اثرات مرتب نہ کرے۔

"اے اللہ! میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں، ایسے علم سے جو نفع بخش نہ ہوں۔"(۴۸)

اس وقت سب سے بڑا سوال یہ ہے کہ جس روئے زمین پر انسان آباد ہے' کیا وہ زندگی کا بوجھ سہار سکے گی؟ فضا سے لے کر سمندر تک آلودگی' درجہ حرارت میں زیادتی' تیزابی بارش' صحرائیت کے مسائل' شہری آلودگی' گردوغبار' دھوئیں کے غول' جنگل اور دوسری حیاتیات کی کمی' اہمیت اختیار کر چکے ہیں اور عالمی سطح پر یہ کہا جارہا ہے کہ اکیسویں صدی کا اہم مسئلہ انسانی زندگی کی بقا کا ہے۔

یہ مسئلہ محض ماحولیات کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ یہ نتیجہ اس خودغرض عالمی نظام کا ہے جس میں دنیا کے چند صنعتی طور پر ترقی یافتہ ممالک خودغرضانہ انداز میں وسائل کا بے دریغ استعمال کر رہے ہیں۔ امریکہ کا شہری محض برگر کھانے کے لئے جنوبی امریکہ اور افریقہ کے وسیع حصہ کو صحرا میں تبدیل کر رہا ہے۔ آج محض چند اقوام اپنے معیار زندگی یا طرز زندگی کو بہتر بنانے کیلئے باقی ماندہ اقوام کو پس ماندہ کی زندگی پر مجبور کر رہے ہیں۔ (۴۹)

حضرت سہل بن معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کے والد نے بتایا کہ ایک دفعہ ہم رسول اللہ کی معیت میں جہاد پر تھے۔ وہاں پر بعض لوگوں نے ضرورت سے زیادہ مکانوں پر قبضہ کرلیا اور بعض راستے کے کچھ حصہ پر قابض ہو گئے۔ جس کی وجہ سے تنگی محسوس ہوئی اور لوگوں کو تکلیف ہوئی۔ رسول اللہ نے منادی کروادی کہ جو کوئی رہائش گاہ اور راستے پر قبضہ کر کے لوگوں کیلئے تنگی کا باعث ہوگا اسے جہاد کا ثواب نہیں ملے گا۔" (۵۰)

ساتھ ہی آپ نے گردونواح کے ماحول کو صاف ستھرا رکھنے کی تاکید کی۔

"اللہ تعالیٰ خود پاکیزہ ہے اور پاکیزگی کو پسند فرماتا ہے' صاف ستھرا ہے اور صفائی کو عزیز رکھتا ہے۔ لہٰذا تم بھی اپنے گھروں کے صحن کو صاف ستھرا رکھو اور یہود کی مشابہت سے بچو۔" (۵۱)

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو کوئی مسلمان درخت اُگاتا ہے تو اس سے کوئی پرندہ یا انسان یا چوپایہ جو کچھ کھاتا ہے' وہ اس لگانے والے کی طرف سے صدقہ ہوتا ہے اور اسے اس کا ثواب ملتا ہے۔" (۵۲)

نئے عالمی نظام کے تہذیبی پہلو کے بعد سیاسی پہلو آتا ہے جو کہ عالمی نظام کی تشکیل میں ایک ستون کی سی حیثیت رکھتا ہے۔

اب ہم اسوۂ حسنہ ﷺ کے تناظر میں سیاسی استحکام اور پھر مسلمانوں کی ذمہ داریوں کو دیکھتے ہیں:

"نوے کے عشرے میں' سرد جنگ کے بعد' امن کے امکانات اس صدی میں کسی دوسرے دور سے زیادہ ہونے چاہیئے تھے۔ مگر ہم دیکھ رہے ہیں کہ سابق یوگوسلاویہ' صومالیہ' انگولا' سوڈان اور سابق سوویت جمہوریتوں میں نفرت اور تشدد نے لوگوں کو مصیبت میں مبتلا کر رکھا ہے۔" (۵۳)

یہ آج کے دور کی پکار ہے' جو اس وقت عالم انسانیت کو درپیش ہے۔ آج کا پریشان حال' تھکا ماندہ انسان تمام تر معاشی' سیاسی اور فضائی آلودگیوں کے جلو میں اُمید و یاس کے تھپیڑے کھاتا ہوا اکیسویں صدی میں داخل ہو چکا ہے۔ تاریخ کی گزری صدیاں یاد دلا رہی ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کا مقصد انہیں اللہ کا خلیفہ بنانا تھا مگر اس کائنات پر باطل نظاموں نے قبضہ جمالیا۔

بحیثیت خاتم النبیین حضور ﷺ کی بعثت کا مقصد یہ تھا کہ بین الاقوامی سطح پر پوری انسانیت کیلئے ایسا ایسا دستور زندگی اور اجتماعی نظام مرتب کیا جائے' جو انسانی فطرت کے عین مطابق ہو اور جس کے ذریعے فرد' معاشرہ اور اقوام عروج اور ترقی کی منازل طے

کر سکیں۔

دنیا کے بڑے بڑے نظام ہائے حکومت جو فلاح و خیر کے دعوے دار ہیں' سب ناکام ثابت ہو چکے ہیں اور ہر نظام کو دنیا نے آزما کر دیکھ لیا ہے۔ نظام سرمایہ داری کو ہی لیجئے جو نظامِ معیشت ہی نہیں نظام حکومت بھی ہے۔ اس نے رعایا کی فلاح و خوشحالی کا خواب تو دیکھا' مگر قیام اور عمل میں لانے میں ناکام رہا۔ دوسری طرف اشتراکیت جو سرمایہ داری کا ردِ عمل تھا' یہ دوسری طرف انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔ اشتراکیت روٹی کے چند ٹکڑے دے کر اس سے ہر وہ چیز چھین لیتی ہے' جو بحیثیت انسان اس کا حق ہے۔ قریب قریب یہی حال مغربی جمہوریت کا ہے' جس میں طاقت و اقتدار انسان یا انسانوں کی ایک جماعت کو منتقل کرایا گیا ہے۔ جس میں ہر مسئلے کا حق انسانی عقل کے ذریعے تلاش کیا جاتا ہے۔

ان نظام ہائے فکر نے انسان کو اخلاقی پابندیوں سے آزاد اور روحانی فلاح و ارتقاء سے غافل کرایا۔ حاکیت انسان کا یہ نظریہ مادی طرزِ فکر کا نتیجہ ہے۔ اس نظریے کی بنیاد اس اصول پر ہے کہ کائنات بغیر کسی خالق کے وقوع پذیر ہوئی ہے۔ لہٰذا وہ اپنے نفع و نقصان کا خود مالک ہے۔ وہ جس طرح چاہے اصول وضع کرے اور جب چاہے توڑ دے۔ مزید یہ کہ عوام اپنی اور آرام میں اس قسم کی پابندیوں سے آزاد ہیں وہ جو چیز چاہیں تو اپنے لئے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ بتائی گئی کہ چونکہ کسی بھی ریاست کی طاقت کا اصل انحصار وہاں کی عوام پر ہوتا ہے اس لئے منطقی اور استدلالی نتیجہ یہ اخذ کیا گیا ہے کہ حاکیت بھی انہی کی ہونی چاہیئے۔ (۵۴)

عصر حاضر میں حقوق انسانی کا مسئلہ بڑی سنگین صورت اختیار کر گیا ہے۔ یہ خلاف ورزی عالمی سطح پر بھی ہے اور قومی سطح پر بھی۔ اقوامِ متحدہ نے ان خلاف ورزیوں کو روکنے کے لئے قانون وضع کئے اور کمیشن تشکیل دیئے۔ اس وقت یہ ایک بین الاقوامی مسئلہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس پر تشویش بجا ہے' مگر اس مسئلہ کا حل غیر جانبداری سے کیا جائے۔ اس ضمن میں اقوام متحدہ نے جو دوہرے معیار قائم کئے ہوئے ہیں' انہیں یکسر ختم کر دینا چاہیئے۔ آج بوسنیا میں مسلمان سرب جارحیت کا نشانہ بن رہا ہے' کشمیر میں انسانی بنیادی حقوق معطل ہیں۔ چیچنیا میں' فلسطین میں' افغانستان میں' عراق میں مسلمانوں پر ظلم و ستم ہو تو اقوامِ متحدہ کیوں خاموش ہے اور جہاں اس کے مفاد پر زد پڑتی ہے تو وہ چیخ اٹھتا ہے۔

نظام مصطفیٰ کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے انسانیت کو جو دستور حیات دیا ہے وہ ایک فلاحی نظام ہے۔ جس میں بلا امتیاز مسلم و غیر مسلم سب کے لئے امن و سلامتی کی ضمانت ہے۔

سب سے پہلے آپ ﷺ نے نظام سیاست میں امیر کی حیثیت اور اطاعت کو لازمی قرار دیا۔ آپ نے فرمایا:

''جو شخص اپنے امیر کی کوئی ناخوشگوار چیز دیکھے تو اسے صبر کرنا چاہیئے' اس لئے جس نے حکمران کی اطاعت سے ایک ماشہ بھر بھی خروج کیا' وہ جاہلیت کی موت مرا۔'' (۵۵)

اور بے شک اطاعت اچھے کاموں میں ہے۔ آپ نے نظام سیاست کی بنیاد شورائی پر رکھی اور ہر معاملہ میں آپ نے اپنے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مشورہ فرمایا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ''میں نے ایسا شخص نہیں دیکھا جو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ لوگوں سے مشورہ کرنے والا ہو۔'' (۵۶)

سیاست میں حکمران کو ذمہ داری کا احساس دلایا گیا۔

''آگاہ رہو تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور اس سے اس کی رعیت کی بابت پوچھا جائے گا۔ امیر لوگوں پر نگران ہے' اس سے اس کی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا۔'' (۵۷)

اسی طرح آپ ﷺ نے مادر پدر اور اخلاقی حد بندیوں سے آزادی کو اطاعت خدا اور رسول اور احکام سے مشروط کر دیا۔ اس طرح اسلامی ریاست بنیادی حقوق کا واضح درس دیتی ہے۔ خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ نے اس منشور انسانی کو یوں پیش فرمایا: ''بے شک تمہارا خون' مال اور تمہاری عزت اس طرح محترم ہے' جس طرح آج کا دن' یہ شہر اور یہ مہینہ۔'' (۵۸)

حضور ﷺ نے جو فلاح کا نظام دیا ہے' اس میں غیر مسلموں کو مکمل آزادی' خارجہ تعلقات اور بنیادی حقوق کی ضمانت کے علاوہ داخلی و خارجی امن و سلامتی کی پوری ضمانت ہے۔

کوئی نظام بھی معاشی استحکام کے بغیر کھڑا نہیں ہو سکتا۔ ایک ٹھوس' مضبوط معیشت ہر نظام کی فلاح کا ضامن ہے اور حضور ﷺ دنیا کا سب سے بہترین' قابل عمل اور دور رس اثرات والا نظام معیشت لائے اور جو انسانیت کی بقا کا ضامن ہے۔

مگر آج ہمارے ہاں کوئی بھی مستند معاشی نظام موجود نہیں ہے۔ بدقسمتی یہ ہے کہ آج کی دنیا میں کسی ملک میں کوئی معاشی نظام مکمل طور پر قائم نہیں۔ دنیا کا کوئی ملک نہیں جہاں ایڈم سمتھ کا خالصتاً سرمایہ دارانہ نظام ہو۔ اسی طرح دنیا کا کوئی بھی ملک کارل مارکس کے کیمونزم پر عمل نہیں کر رہا۔ ہر ملک میں رہنے والے پریشان ہیں' امریکا جیسا ملک اس وقت مقروض ہے' ایشیا دیک نے امریکہ کو ۶۳۰ ملین ڈالر کا مقروض قرار دیا ہے۔ عالمی بینک کی ایک تحقیق کے مطابق لاطینی امریکہ کے پانچ ممالک اڑھائی سو ارب ڈالر کے مقروض ہیں' افریقہ میں بری حالت ہے' غربت اور افلاس میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ برصغیر کے لوگ معاشی پریشانیوں کے شکار ہیں' روس کشکول لے کر امریکہ سے اڑھائی سو ارب ڈالر کی امداد کا طالب ہے۔

یہ سارا کچھ سود کی ضیاع کاریاں ہیں۔ سود صدیوں سے قوموں میں تباہی کا سبب بنا' اور افسوس کہ آج بھی یہ زہر اقتصادی نظام کی بنیادوں کو کھوکھلا کر رہا ہے۔ سود پر مبنی نظام معیشت سرمایہ دارانہ رجحان کو جنم دیتا ہے۔ آج خود سُود کے حامل نظام معیشت اس سے چھٹکارا چاہتے ہیں۔ دنیا کی تمام معاشی اور اقتصادی برائیاں' یہاں تک کہ بیروزگاری بھی سُود خوری کی موجب ہے۔ جس ملک میں شرح سُود جتنی کم ہوگی۔ آج سودی نظام نے معیشت کو تباہی کے دھانے لا کھڑا کیا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے سُود اور اس کی تمام شکلوں کو حرام قرار دیا ہے۔ ''جاہلیت کے تمام سودی لین دین اور کاروبار آج باطل کئے جاتے ہیں اور سب سے پہلے میں اپنے چچا عباس بن عبدالمطلب کا سودی بیوپار توڑتا ہوں۔'' (۵۹)

آپ نے اس کی سنگینی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

''سُود تہتر قسم کا ہے اور معمولی قسم کے سُود کا گناہ ایسا ہے جیسے کوئی اپنی والدہ سے زنا کرے۔'' (۶۰)

دوسری طرف سودی کاروبار اور اس میں حصہ لینے والے تمام افراد کو گنہگار ٹھہرایا:

''اللہ تعالیٰ نے سود کھانے والے پر' کھلانے والے پر اور اس کے دونوں گواہوں پر لعنت کی ہے' اور لکھنے والے پر

بھی۔" (۶۱)

عصر حاضر میں جبکہ مادی طور پر دُنیا چاند تک پہنچ چکی ہے۔ مگر اس وقت بھی ۶۰ فیصد آبادی غربت وافلاس کی بھٹی میں جل رہی ہے۔ یہ مسئلہ ترقی پذیر ممالک ہی میں نہیں' بلکہ ترقی یافتہ ممالک کو بھی درپیش ہے۔ جبکہ دوسری جانب دنیا کی آبادی میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ اس وقت دنیا کی آبادی ۶ ارب سے زائد ہے۔ جبکہ ہر سال تقریباً ۹ کروڑ ۴۰ لاکھ کا اضافہ ہو رہا ہے۔ (۶۲)

قاہرہ کانفرنس نے اس مسئلے کو عالمی حیثیت دے دی ہے۔ اس امر پر تشویش کا اظہار کیا جا رہا ہے کہ اگر کھانے والے منہ زیادہ آ جائیں گے' تو وہ ترقی کی تمام تر کوششوں کو کھا جائیں گے۔ مالتھس کے نظریہ آبادی کی رو سے وسائل متعین مقدار میں جبکہ آبادی دن دگنی رات چوگنی ترقی کر رہی ہے۔ کیا واقعتاً ایک ایسا وقت آ جائے گا کہ سطح ارض پر کھڑا ہونے کو بھی جگہ نہ ہو گی' لوگ فاقے کریں گے' بھوکے رہیں گے' قحط پڑیں گے اور انسان ایک دوسرے کو کاٹنے کو دوڑیں گے۔

نئے عالمی نظام کو بھوک وافلاس سے بچانے کے لئے ہم اسوۂ حسنہ کی روشنی میں دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اس کے متعلق عملی اقدام کیئے۔

پروفیسر والکر سمیل لکھتے ہیں:

"جس طرح آج تک غذائی پیداوار کی رفتار آبادی میں اضافہ کی رفتار سے زیادہ تر رہی ہے۔ ایک طویل عرصہ تک یہی صورتحال برقرار رہنے کے امکانات ہیں۔" (۶۳)

اصل مسئلہ آبادی کا نہیں' کیا واقعتاً غربت وافلاس کی اصل وجہ اضافہ آبادی ہے۔ غربت کثرت آبادی کا نتیجہ نہیں ہے' اس کے دیگر بہت سارے عوامل ہیں۔ مسئلے کا اصل حل ایک معقول معاشی پالیسی اور آگے بڑھ کر سرگرم ہونے والوں کی حوصلہ افزائی ہے۔ دنیا موجودہ سے زیادہ آبادی کی ضروریات کو پورا کر سکتی ہے اور زیادہ بہتر صورت حال پیدا کر سکتی ہے۔ اسی طرف آپ نے اشارہ فرمایا:

"زمین کی پہنائیوں میں رزق تلاش کرو۔" (۶۴)

آپ نے محنت کرنے والوں کی شان یوں بیان کی: "بے شک اللہ تعالیٰ ہاتھ سے روزی کمانے والے کو دوست رکھتا ہے۔" (۵۶) بیروزگاری اور غربت کا علاج ہاتھ سے کام کرنے میں بتایا۔

"کسی شخص نے اس سے اچھا کھانا نہیں کھایا ہو گا کہ وہ اپنے ہاتھ سے کما کر کھائے۔" (۶۶)

"حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور سوال کیا۔ آپ نے پوچھا تمہارے پاس کیا ہے۔ اس نے عرض کیا' یا رسول اللہ ایک کمبل اور پیالہ ہے۔ آپ نے اسے فروخت کر دیا اور اسے ایک کلہاڑا اور رسّی لا کر دی اور کہا کہ جا اس سے جنگل سے لکڑیاں کاٹ اور روزی کما۔ پندرہ دن بعد وہ شخص حاضر ہوا اور اس کے پاس اضافی دس درہم تھے۔ آپ خوش ہوئے اور فرمایا: یہ تمہارے لئے اس سے بہتر ہے کہ تم سوال کرو اور قیامت کے دن تمہارے چہرے پر بدنما داغ ہو۔" (۶۷)

حضور ﷺ نے آپس میں ہمدردی' تعاون اور غمگساری پر زور دیا' فرمایا:

"وہ شخص مومن نہیں' جو خود تو پیٹ بھر کے کھائے اور اس کا پڑوسی بھوکا سوئے۔" (۶۸)

زکوٰۃ جو کہ دین اسلام کا بنیادی رکن ہے اور اسلام کے معاشی نظام میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کو کفالت عامہ کا ذریعہ قرار دیا۔ نظامِ زکوٰۃ جتنا شفاف اور بہتر ہوگا نئے عالمی نظام کی گلکاریوں سے ہر کوئی مستفیض ہو سکے گا۔ تبھی تو ارشاد ہوتا ہے:

''زکوٰۃ امراء سے لی جائے گی اور غرباء میں لوٹا دی جائے گی۔''(۶۹)

پس جو نظام سرکار دو عالمؐ نور مجسم ﷺ نے انسانیت کیلئے تشکیل دیا ہے وہ جملہ تمام انسانوں اور ہر طبقہ کے مفاد اور ضروریات کا کفیل ہے۔ کیونکہ اس کا اصل موجد اور شارع یعنی پیش کرنے والا اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

مولائے صلِّ وسلّم دائماً ابداً ——— علیٰ حَبیبکَ خَیر الخلقه کُلّهِمِ

حواشی وحوالہ جات

۱۔ عمل المراۃ موقف الاسلام منہ' دکتور عبدالرب نواب دارالعاصمۃ سعودی عرب۔ ۱۹۸۹ء ص ۳۶

۲۔ عمل المراۃ موقف الاسلام' عبدالرب ص۔ ۲۱

۳۔ سیرت النبی از مولانا شبلی نعمانی

۴۔ The Huxly, Religion without Revolution, New York, 1958, P.58

بحوالہ پروفیسر خورشید احمد' اسلامی نظریہ حیات' مذہب اور جدید دور' ص ۳۷

۵۔ ترجمان القرآن' لاہور' اپریل ۱۹۹۵ء

۶۔ ایضاً

۷۔ ماہنامہ افکار معلم۔ لاہر' فروری ۱۹۹۴ء' پروفیسر ڈاکٹر خالد علوی' مغرب کا چیلنج اور ہمارا نظام تعلیم۔ ص ۲۹۔ ۳۰

۸۔ فرانسیسی مصنف (Oris-saurarine) بحوالہ اسلام اور افکار نو' اسلامک بک کارپوریشن کراچی ۱۹۸۷ء ص ۱۱۷

۹۔ ایضاً

۱۰۔ Allexis Carrel, Man the Unknown

بحوالہ انسانیت کی تعمیر نو اور اسلام عبدالحمید صدیقی' اسلامک پبلشنگ ہاؤس لاہور

۱۱۔ پروفیسر خورشید احمد' اسلامی نظریہ حیات' حوالہ مذکور۔ مذہب اور جدید دور' ص۔ ۷۷

۱۲۔ پروفیسر سور کن' بحوالہ انسانیت کی تعمیر نو اور اسلام' ص۔ ۲۹

۱۳۔ Joseph lighiten, social philosophies in conflict, New Youk 1937, P-439

۱۴۔ بحوالہ عصر حاضر میں امت مسلمہ کے مسائل اور ان کا حل۔ مولانا مودودی' ادارہ معارف اسلامی لاہور۔ ۱۹۸۸ء ص۔ ۲۷

۱۵۔ ڈاکٹر جوفیکسن' ڈاکٹر پرنان دیرا' سوشیالوجی ڈیپارٹمنٹ' فلوریڈا یونیورسٹی کے پروفیسروں کا انتباہ' روزنامہ پاکستان لاہور' بدھ ۱۹ جولائی ۱۹۹۵ء۔

۱۶۔ مولانا مودودی عصر حاضر میں امت مسلمہ کے مسائل اور ان کا حل' حوالہ مذکور' ص ۵۴۔

۱۷۔ پروفیسر خالد محمود ترنڈی۔ ڈیرہ اسماعیل خان۔ مقالہ سیرت ۱۹۸۹ء حکومت پاکستان۔ ص ۱۱۵۔ ۱۱۶

۱۸۔ حوالہ مذکور۔ صفحہ نمبر ۱۲۰

۱۹۔ Clash of Civilization امریکی مشیر و مبصر Samoet P. Huntington نے ۱۹۹۳ء میں لکھا۔

۲۰۔ Esposito, John L; The Islamic Threat, Mythor Reality Ox-ford University Press; New Yourk, Ox-ford 1992 P-175.

۲۱۔ Walker Alan; Address in "Islam and the Challanges of the contemporary world" by Prof. Dr. Saeedullah Qazi - Sheik Zayed Islamic Center University of Peshawer-1995-P.191

۲۲۔ ملاحظہ ہو حوالہ نمبر ۲۰ کا صفحہ نمبر ۱۷۳

۲۳۔ سیرت النبی از شبلی نعمانی

۲۴۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم

۲۵۔ صحیح مسلم

۲۶۔ صحیح مسلم' کتاب الزھد

۲۷۔ صحیح بخاری' کتاب الایمان' باب فضل من استبرلدینہ' صحیح مسلم' کتاب المساقات' باب اخذ الحلال و ترک الشبہات

۲۸۔ سنن الدار قطنی' ص ۵۰۲' مسند البزاز' المتدرک ملحاکم

۲۹۔ صحیح بخاری کتاب الایمان' مشکوۃ شریف

۳۰۔ صحیح بخاری و مسلم

۳۱۔ زاد المعاد

۳۲۔ مکمل تفصیلات کے لئے دیکھئے' عصرِ حاضر میں اُمت مسلمہ مسائل اور حل' صفحات ۷۰ تا ۸۵

۳۳۔ بخاری و مسلم

۳۴۔ صحیح بخاری راوی سہیل بن سعدؓ

۳۵۔ صحیح بخاری و مسلم

۳۶۔ صحیحین و ابن ماجہ' کتاب النکاح' ترمذی کتاب النکاح

۳۷۔ بخاری و مسلم راوی ابو ہریرہؓ

۳۸۔ مستدرک حاکم' راوی حضرت ابن عباسؓ

۳۹۔ Bertend Russel, Principles of Social Reconstruction, London. Geroge Allam University ltd. P.215

۴۰۔ بخاری و مسلم

۴۱۔ قرآن حکیم

۴۲۔ بخاری و مسلم

۴۳۔ صحیح بخاری

۴۴۔ ابوداؤد کتاب الاشربہ

۴۵۔ صحیح بخاری کتاب الیسوع فی العطاء جامع المسک

۴۶۔ جامع ترمذی' کتاب الفتن باب ماجاء فی علامہ المسخ والخسف

۴۷۔ Titus Hardlt, Living Issues in Philosophy, New York, 1953, P.420

۴۸۔ الرعد' ۲۸

۴۹۔ حکیم محمد سعید' اکیسویں صدی اور ہم' ہمدرد کتب خانہ پریس کراچی' ۲۵۵

۵۰۔ سنن ابی داؤد

۵۱۔ جامع ترمذی

۵۲۔ افرجد البخاری فی کتاب اعزازعہ' باب فضل الزرعہ والفرس اذ اکل منہ

۵۳۔ برطانوی ولی عہد پرنس چارلس کا خطاب ستمبر ۹۳ء مرکز برائے مطالعات اسلام برطانیہ' بحوالہ ترجمان القرآن لاہور۔ فروری ۱۹۹۴ء

۵۴۔ پروفیسر خورشید احمد' اسلامی نظریہ حیات' حوالہ مذکور

۵۵۔ ترمذی

۵۶۔ صحیح بخاری' کتاب الاحکام' باب اطیعواللہ ۲/ ۱۰۵۷

۵۷۔ مشکوۃ' کتاب العلم

۵۸۔ سیرت النبی از شبلی نعمانی

۵۹۔ ایضاً

۶۰۔ المستدرک للحاکم کتاب البیوع باب ان اربی الربا

۶۱۔ صحیح مسلم کتاب المساقات باب لعن اکل الرباء وموکلہ

۶۲۔ ترجمان القرآن لاہور نومبر ۱۹۹۴ء بھوک وغربت کا مسئلہ یا ترقی کا زینہ

۶۳۔ ایضاً

۶۴۔ طبرانی

۶۵۔ بخاری

۶۶۔ ابن ماجہ، ابوداؤد

۶۷۔ بخاری

۶۸۔ صحیح بخاری

۶۹۔ صحیح بخاری کتاب الایمان

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امتِ مسلمہ کی ذمہ داریاں
تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

واجد علی لاہور

نئے عالمی نظام کا مفہوم

موجودہ بین الاقوامی تعلقات میں نیو ورلڈ آرڈر کی اصطلاح کا کثرت سے استعمال خلیج کی جنگ کے بعد شروع ہوا۔ اس لئے عام تاثر یہی ہے کہ امریکہ نے خلیج کی جنگ میں عراق کی شکست کے بعد ایک نئے عالمی نظام کا نقشہ پیش کیا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ نئے عالمی نظام کا تصور امریکہ کی خارجہ پالیسی میں اس وقت ابھرا جب امریکہ اور روس نے جنیوا معاہدے پر دستخط کئے۔

جنیوا معاہدے پر دستخط کرنے سے روس چالیس سال سے جاری سرد جنگ کی دوڑ میں بہت پیچھے رہ گیا۔ اور امریکہ واحد فاتح کی حیثیت سے ایک نئے دور میں داخل ہوا۔ دنیا میں Bi Polar نظام کی جگہ Uni Polar نظام نے لے لی۔

اور امریکہ نے نیو ورلڈ آرڈر کی شکل میں پوری دنیا پر اپنی حکمرانی اور سربراہی کے تصور کو عملاً ایک نظام بنانے کی کوششیں شروع کر دیں۔

گویا نیو ورلڈ آرڈر سے مراد امریکہ کی وہ خارجہ پالیسی ہے جس کے تحت وہ پوری دنیا کے نظام کو اپنے فوجی، سیاسی اور اقتصادی مفادات و ترجیحات کے تابع بنانا چاہتا ہے تا کہ وہ عرصہ دراز تک اپنی عالمی یکتائی کے زور پر بین الاقوامی سرمایہ داریت اور استحصالیت کو تحفظ دے سکے۔

نئے عالمی نظام کا تاریخی پس منظر

آج کل دنیا میں ہر طرف امریکہ کی قوت و عظمت کا ڈنکا بج رہا ہے۔ اور اس کے نیو ورلڈ آرڈر کے بڑے چرچے ہیں۔ چہار دانگ عالم سے یہی آواز آ رہی ہے کہ امریکہ دنیا کی واحد سپر پاور ہے اور دنیا کا کوئی ملک اس کی ہمسری نہیں کر سکتا۔

اس وقت تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ کے خلاف پاور کے لحاظ سے کوئی بڑی طاقت نہیں اور ہمیشہ کے لئے دنیا پر حکومت قائم کرنا چاہتا ہے۔

نیو ورلڈ آرڈر میں لفظ نیو NEW سے کچھ ایسا تاثر ملتا ہے کہ یہ بالکل نیا مسئلہ ہے اور روس کی پاکستان پر ہزیمت ، پسپائی داخلی شکست و ریخت اور خلیج کی جنگ کے بعد دنیا کی امریکہ کے واحد سپر پاور کے طور پر ابھرنے سے پیدا ہوا ہے۔

اور واقعہ یہ ہے کہ یہ ایک بہت پرانا خواب ہے جو یہودی اکابرین نے تقریباً دو سو سال پہلے دیکھا تھا اور اس کی تکمیل کیلئے منصوبہ بندی کی تھی۔

امریکہ کی اپنی حیثیت یہ ہے کہ وہ اسرائیل اور عالمی سوویت کا سرپرست نہیں بلکہ اس کا تابع مہمل ہے۔ اس کے گلے میں

یہودیوں کی غلامی کا پٹہ پڑا ہوا ہے۔ وہ جسے چاہتے ہیں انگلیوں پر نچاتے ہیں۔

پہلے تو برطانیہ اور امریکہ در پردہ یا ملمع سازی کر کے اسرائیل کی حمایت کرتے تھے۔ اب گزشتہ بارہ سالوں سے انہوں نے اسرائیل کے وجود کو فقط منوانے کی کوشش کردی ہے۔

بلکہ مسلمان ممالک کو اس بات پر مجبور کیا جارہا ہے کہ اپنے اپنے ملکوں میں اسرائیلی سفارت خانے قائم کرنے کی اجازت دیں۔ ماضی قریب میں اسرائیل سمیت دیگر استعماری ملکوں نے جو جنگ خلیج میں بھیانک کردار ادا کیا ہے' وہ کسی سے مخفی نہیں ہے۔ عراق کو ایران کے خلاف اکسا کر اور اس کی پوری مدد کر کے دو مسلمان ممالک کو ہر لحاظ سے مفلوج کر دیا ہے۔ پھر خلیج کی جنگ کے دوران مسلمانوں ہی کے سرمایہ سے امریکی فوجیوں کی پذیرائی کی گئی۔(۱)

''یوں تو انسانی کاروائیاں انسانی تاریخ کی ابتدا ہی سے جاری ہیں اور شیطان نے شرک کی اشاعت وافزائش کیلئے باضابطہ کوششیں کی ہیں۔ لیکن اس کی منظم کوششوں کا اظہار اس وقت تک ہوتا رہے گا جب تک اس نے انبیائی تحریکوں کی مخالفت کی ہے۔

تاریخ انسانی میں شاید ہی دیکھا گیا ہو' شیطان کا پیدا کردہ فساد شش جہالت بلکہ انفس و آفاق کو اپنی لپیٹ میں لے چکا ہے''

خشکی' تری' فضائے بسیط' جہانمائے نباتات وحیوانات وجمادات' نسل' اخلاق' جسم وروح شاید ہی کوئی اس کی شکست وریخت سے محفوظ ہو۔

ہر کوئی دو نیم ہر کوئی نیم جاں ہر شے فساد زدہ ہو چکی ہے۔ مغرب کی وضع کردہ تہذیب حاضر اسی نظام شر کی نمو ہے جس کی بنیاد انسانی زندگی کے ہر انفرادی واجتماعی پہلو کو بری طرح متاثر کر رہی ہے۔

لیکن اس وقت جس نئے عالمی نظام کی بات کی جارہی ہے اور جس کا واضح ترین خاکہ سابق صدر امریکہ جارج بش نے ۱۳ اپریل ۱۹۹۱ء کو پیش کیا وہ اس نظام شر کی بدترین شکل ہے۔

جو عنقریب ساری دنیا کو اپنی گرفت میں لینے کا عزم رکھتا ہے۔ ملٹری کالج الاباما Military College Alabama میں تقریر کرتے ہوئے صدر امریکہ نے نئے عالمی نظام کے خدوخال بیان فرمائے۔ الفاظ کی دوربست کے اعتبار سے وہ نظام عالم سترھویں تا بیسویں صدی کے مغربی نظام عالم کے بالکل بالعکس نظر آتا ہے۔ اس لئے کہ اس میں بظاہر نظریہ قومی ریاست Nation-State Theory کی مخالفت اور اس کا انہدام نظر آتا ہے۔(۲)

امریکہ کی دریافت سے بہت پہلے اگر ہم چھٹی صدی عیسویں سے دنیا کی تاریخ کا جائزہ لیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ چھٹی صدی عیسوی میں جب اس دنیا میں روم اور فارس کی دو بڑی سلطنتیں آپس میں خون ریز جنگوں کی شکل میں محاذ آراء تھیں۔

رسول اکرم ﷺ کی بعثت کے وقت دنیا میں ملوکیت اور بادشاہیت کا زور تھا۔ سرزمین عرب کا جنوبی حصہ سلطنت حبش کے پاس تھا۔ مشرقی حصہ سلطنت فارس کے قبضہ میں تھا اور شمالی علاقے پر روم قابض تھا۔

مگر یہ نظام بری طرح متاثر ہوا اور عالمی امن قائم نہ رہ سکا کیونکہ ان میں سے کسی سلطنت کا ورلڈ آرڈر انصاف' صلح اور مساوات پر مبنی نہ تھا۔ بلکہ یہ ورلڈ آرڈر سلطنت کی خواہش اقتدار کی ہوس پر مبنی تھا۔

خطبہ حجۃ الوداع اور اسلامک ورلڈ آرڈر

ان حالات میں رسول پاک کی بعثت ہوئی انہوں نے ۲۳ سال کی جدوجہد کے بعد ایک ایسا معاشرہ قائم کر دکھایا جو قیامت تک کیلئے قابل تقلید تھا۔

آپؐ نے فرمایا:

پچھلا عالمی نظام جو استحصال، ظلم، ناانصافی اور جبر وتشدد پر مبنی ہے۔ آج وہ ختم ہو رہے ہیں اور میں اسے اپنے قدموں تلے روند رہا ہوں۔ اور کائنات کو ایک نیا عالمی نظام عطا کر رہا ہوں۔

خطبہ حجۃ الوداع...... نیو ورلڈ آرڈر کا اعلان

آپؐ نے ۱۰ھ میں آخری حج ادا فرمایا جسے حجۃ الوداع کہتے ہیں۔ اس موقعہ پر آپؐ نے خطبہ فرمایا جو عالم اسلام کیلئے نیا عالمی نظام تھا۔ اس خطاب کو انسانیت کا منشور اعظم کہا جا سکتا ہے۔

آپؐ نے توحید بیان کرنے کے بعد اس کی اطاعت، ڈر، موت، حرمت، خون، امانت داری، سود کو معاف کرنا، قتل عمد پر قصاص، شیطان سے محتاط رہنے، اخوت، کتاب اللہ اور سنت سے وابستگی، وراثت میں حق اور بہت سی باتوں کی وضاحت اس عظیم خطبہ میں فرمائی۔

خطبہ حجۃ الوداع کو تاریخ انسانی میں نیو ورلڈ آرڈر کی حیثیت کیسے حاصل ہے؟

آپ ﷺ نے خود اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

ان الزمان قد استار کھیئۃ یوم خلق اللّٰہ السموت والارض

گویا زبان نبوت اس بات کا اعلان فرما رہی تھی کہ نظام عالم کے ایک دور کا خاتمہ ہو چکا ہے اور آج سے دوسرے دور کا آغاز ہو رہا ہے جس میں دنیائے انسانیت کو نظام عالم کے نئے دور کے آغاز پر خطبہ حجۃ الوداع کے ذریعے بالخصوص اپنی تعلیمات ہدایات کے ذریعے بالعموم نیا عالمی نظام NEW WORLD ORDER پیش کر رہے ہوں۔

سابقہ جاہلانہ اور ظالمانہ نظام کی منسوخی

آپؐ نے فرمایا:

الا کل شیء من امر الجاھلیۃ تحت قدمی. موضوع وان کل دم کان فی الجاھلیۃ موضوع وان کل ربا موضوع.

اسلامک ورلڈ آرڈر کا سب سے اہم پہلو عالمی سطح پر قیام امن تھا۔ اقوام، قبائل اور ممالک ہمہ وقت قتل و غارت گری اور جنگ وجدال کے فساد انگیز عمل میں مبتلا رہتے تھے۔ قبائل میں لامتناہی جنگوں کے سلسلے میں خون نہایت ارزاں ہو گیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

یا ایھا الناس ان دماء کم واموالکم واعرامنکم حرام علیکم الی ان تلقوا ربکم کحرمۃ

یومکم ھذا و کحرمة شھرکم ھذا فی بلدکم ھذا.

عالمی مساوات کا اعلان فرما کر ساتھ ہی باہمی فضیلت کا دائمی عالمانہ اصول بھی مقرر کیا۔

الناس من آدم (ملکم بنو آدم) وادم من تراب الاکل ماشرۂ اودم اومال یدعی بہ فھو تحت قدمی.

نیو ورلڈ آرڈر اور اسلامی ممالک

مسلم حکومتوں کی مدد سے ہی امریکہ بلا شرکت غیر دنیا کی سربراہی اور حکمرانی کرنے کے قابل ہوا ہے۔ اس لئے امریکہ مسلمانوں کے جذبہ جہاد اور اسلامی عقائد ونظریات پر پختہ ایمان سے بخوبی واقف ہے۔

اب امریکہ کو سب سے بڑا خطرہ مسلمانوں کے اسلامی نظریات پر پختہ ایمان اور جذبہ جہاد سے ہے۔ اگر یہ جذبے تقویت اختیار کر گئے تو سویت یونین کی طرح امریکہ بھی کسی وقت اپنے انجام سے دوچار ہوسکتا ہے۔

چنانچہ نیو ورلڈ آرڈر کے تحت سب سے زیادہ زور مسلمانوں کے اسلامی نظریات' اسلامی تشخص اور اسلامی جذبہ جہاد کو ختم کرنے پر دیا جارہا ہے۔ (۳)

نیا عالمی نظام مثبت پہلو

نئے عالمی نظام کے مثبت پہلو سامنے رکھے بغیر اس کے پاکستان پر اثرات کو جاننا ضروری ہے۔

نئے عالمی نظام کے چند مثبت پہلو:

۱۔ امریکہ اور سوویت یونین کے درمیان سرد جنگ کا باضابطہ خاتمہ۔

۲۔ عالمی جنگ کے خطرات کا خاتمہ۔

۳۔ پائیدار عالمی امن کا قیام۔

۴۔ ملکوں کے درمیان عدم جارحیت امن برابری تعاون اور اشتراکیت کی بنیاد پر تعلقات کی استواری۔

۵۔ ملکوں کے اندر جمہوریت کا قیام اور استحکام۔

۶۔ عوام کی حاکمیت اعلیٰ اور ان کے حق خود ارادیت کے اصول پر عمل۔

۷۔ بالادستی کا خاتمہ اور اس کی جگہ برابری کے اصول پر عمل۔

امریکہ نے سوویت یونین کے خلاف سرد جنگ کا آغاز ۱۹۴۸ء میں کیا تھا۔ اس نے اس جنگ میں یورپی ملکوں کو اپنا اتحادی اور نو آزاد ملکوں کو اپنا آلہ کار بنایا تھا۔

پاکستان ۱۹۵۴ء میں اپنی خوشی سے اور بقائمی ہوش حواس سے امریکہ کی اس عالمی حکمت عملی کا ساتھی بنا تھا اور بڑی وفاداری سے اس پر عمل کرتا رہا ہے۔ اور اب بھی امریکی پالیسیوں پر چل رہا ہے۔

سرد جنگ کے خاتمے کے بعد امریکہ نے اپنی پہلی حکمت عملی ترک کردی اور نئی پالیسی وضع کردی اور پاکستان سے کہا کہ وہ

بھارت سے عدم جارحیت اور امن کا معاہدہ کر کے فوجیوں میں کمی اور ترک اسلحہ کا راستہ اختیار کرے۔

افغان کے مسئلے کو اقوام متحدہ کے پانچ نکاتی پروگرام کے مطابق طے کرے، ایٹمی اسلحہ کو روکنے کے معاہدے پر دستخط کرے۔ اور اپنی ایٹمی تنصیبات معائنے کیلئے کھول دے۔

پاکستان نے ایسا نہ کیا تو امریکہ نے اس کی فوجی اور اقتصادی امداد بند کر دی۔ (۴)

نیا عالمی نظام منفی پہلو

دراصل نیا عالمی نظام پوری دنیا کو عالمی سرمایہ داری کے تابع کرنے کا نام ہے۔ سائنسی و تکنیکی انقلاب کے بعد سرمایہ دار ممالک میں بہت بڑے پیمانے کی پیداوار کے ڈھیر لگ گئے ہیں۔ اس بڑھتی ہوئی پیداوار کی کھپت کیلئے ضروری ہے کہ بہت بڑی منڈیاں تلاش کی جائیں۔ جس طرح امریکہ اور کینیڈا نے نیا عالمی زون بنالیا ہے۔

ایھا الناس ان ربکم واحد و اباکم واحد ان اکرمکم عند اللّٰہ اتقاکم فلیس لعربی علی العجمی فضل ولا لعجمی علی عربی ولا لاسود علی ابیض ولا لابیض علی الاسود فضل الا باالتقوی.

معاشی واقتصادی استحصال کا خاتمہ کیا۔

حضورؐ نے سابقہ عالمی نظام میں خواتین پر روار کھے گئے تمام مظام کے خاتمے کا اعلان فرمایا اور ان کے حقوق کو تحفظ دیا:

ایھا الناس ان لکم علی نسائکم حقا و لھن علیکم حقا واستو صوا بالنساء خیرا فاتقو اللّٰہ فی نسائکم.

زیردست اور افلاس زدہ لوگوں کے حقوق کا تحفظ دیا۔ اسلام کی تاریخ میں یہ نیو ورلڈ آرڈر آج بھی دنیا کو ایسے اصول فراہم کرتا ہے۔ جن پر عمل پیرا ہو کر دنیا امن کا گہوارہ بن سکتی ہے۔

اٹھارہویں اور انیسویں صدی کے ورلڈ آرڈر

۱۷۰۱ء سے ۱۷۰۷ء تک برطانیہ اور فرانس کے مابین ایک بڑی جنگ ہوئی۔ ۱۷۴۰ء سے ۱۷۴۸ء تک اور پھر ۱۷۵۶ء سے ۱۷۶۳ء تک برطانیہ اور فرانس میں تیسری بڑی جنگ ہوئی جس کے نتیجے میں ۱۹۶۳ء میں معاہدہ پیرس لکھا گیا اور یہ نیو ورلڈ آرڈر کہلایا۔ ۱۷۷۷ء سے ۱۷۸۳ء تک امریکہ کی سرزمین پر ایک جنگ آزادی لڑی گئی جو The War of American Independence War کہلائی۔

اس جنگ کے نتیجے میں امریکہ کی ۱۳ ریاستوں نے برطانیہ کی افواج کے خلاف فتح حاصل کی اور فتح کے بعد جو ورلڈ آرڈر بنا اس کے نتیجہ میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی تشکیل ہوئی۔

۱۸۱۵ء میں Consent of Europe کے نام سے ایک آرڈر لکھا گیا۔ ۱۸۵۳ء، ۱۸۵۶ء تک روس اور یورپ کے مابین Crimean War ہوئی۔ جس کے اختتام پر کانگریس آف پیرس میں نیو ورلڈ آرڈر لکھا گیا اور یورپی ممالک کے مفادات کو تحفظ فراہم

کیا گیا۔

۱۹۱۴ء سے ۱۹۱۸ء تک پہلی جنگ عظیم ہوئی۔ برطانیہ اور جرمنی اس جنگ کے اختتام پر Treaty of Versiles کے تحت نیو ورلڈ آرڈر لکھا گیا۔ اس نیو ورلڈ آرڈر کے تحت مسلمانوں کی نمائندہ حکومت سلطنت عثمانیہ کو جرمنی کا ساتھ دینے کی سزا دی گئی۔

اسی ورلڈ آرڈر کے تحت اقوام انجمن League of Nations کی تشکیل ہوئی۔

۱۹۳۹ء سے ۱۹۵۵ء تک دوسری جنگ عظیم لڑی گئی اس جنگ میں برطانیہ اور اس کے اتحادیوں کو فتح حاصل ہوئی۔

امریکہ نے ناگاساکی اور ہیروشیما میں پہلی بار ایٹم بم گرایا جس سے لاکھوں لوگ لقمہ اجل بنے۔ اور اس دہشت کے ذریعے ایک نیو ورلڈ آرڈر کی بنیاد رکھی گئی۔

اس نیو ورلڈ آرڈر کے تحت اقوام متحدہ جبکہ امریکہ اور روس دو بڑی طاقتیں بن کر ابھریں۔

افریقہ کے بیس ممالک کا اقتصادی زون بنایا جا رہا ہے۔ مشرق بعید کے تمام ممالک آسیان کے نام سے ایک منڈی بنا رہے ہیں۔ امریکہ چونکہ سرمایہ داری کا سرخیل ہے اور سرمایہ داری کی ان جدید ضرورتوں کے تحت جو قانون آڑے آئیں گے امریکہ ان کو تہہ تیغ کر دے گا۔

غلبہ اور اقتدار کس کے لئے

امت مسلمہ کلی طور پر کسی دور میں جہالت عامہ وصداقت مطلقہ میں مبتلا تھیں۔ امت مسلمہ پر ایک ایسا دور گذرا ہے جب وہ قرآن مجید کے ایسے اہم بنیادی اصطلاحات کے صحیح مفہوم اور مضمرات سے ناآشنا رہی ہے جس پر اس کے صحت، فکر اور محنت عمل کا دارومدار ہے۔ مشہور روایت میں ہے:

لا تجتمع امتی علی الضلالة.(۵)

امت مسلمہ کی ذمہ داریاں تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

امت مسلمہ مستقبل کے لئے درست نقطہ نظر اختیار کرنے، صحیح منصوبہ بندی کر کے اور عملی استعداد کو بڑھانے کی بھی تدابیر کرے۔ یہ ہمارا فرض اولین ہے تاکہ ہم اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکیں۔

اہم امور

اسلامی تشخص

ہم مسلمانوں کو سب سے پہلے خود اپنے مقام ومرتبے کا ادراک کرنا ہوگا تاکہ معلوم ہو کہ ہمارا تعلق عظیم نظام حیات سے ہے۔ اس پر کاربند ہو کر ہم اپنی منفرد اور ممتاز حیثیت کو دنیا بھر میں منوا سکتے ہیں۔

اسلام ہماری شناخت اور تشخص ہے۔ اسی بناء پر نئے عالمی نظام میں اپنی قائدانہ حیثیت کو تسلیم کروانے کی پوزیشن میں ہیں۔

مرجع اساسی کا تعین

امت مسلمہ کو اپنے اساسی مرجع کا تعین کرتے ہوئے اپنے احکامات وتعلیمات کو وہیں سے اخذ کرنے اور اپنی تہذیب وتمدن کو انہیں بنیادوں پر استوار کرنے کا بھی اہتمام کرنا ہوگا۔

نیز اختلاف کی صورت میں وہی ہمارا مرجع ہوگا۔ بلاشبہ ہمارا مرجع دین اسلام ہے۔ جس سے مراد کسی خاص زمانے کا اسلام کسی خاص ملک کا اسلام نہیں اور نہ ہی کس خاص مکتب فکر کا اسلام ہے بلکہ دور اولین کا وہ اسلام ہے جو ہر قسم کی بدعات اور ملاوٹ سے پاک تھا۔

یعنی فرقوں میں بٹ جانے سے پہلے کا وہ صحیح اسلام جو تاویلات وتشریحات کی بھول بھلیوں میں کھو جانے سے پہلے کے دور نبویؐ اور خیر القرون کا اسلام ہے۔

وکذلک جعلنکم امۃ وسطا لتکونوا شھداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شھیدا.

یہ تحریک ایسی موج رواں ہو جو ایمان عمل کو یکجائی بخشے' عقل ونقل میں موافقت پیدا کرے' دنیا وآخرت کو باہم مربوط کرے' نئے مفید امور کو جذب کرے۔

نیا عالمی نظام

امت مسلمہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایسا عالمی منصوبہ تشکیل دے۔ جس پر عمل پیرا ہو کر پس ماندگی کی حمایت کو بدل کر ترقی اور سبقت لے جانے کی فضا پیدا ہو سکے۔

ہم بلاشرکت غیرے ایک ہزار سال تک دنیا کی قیادت کرتے رہے ہیں۔ ہماری تہذیب وتمدن ساری دنیا میں رائج تھی۔

وحدت امت

امت کے جسد پر ایک اور بھی گہرا گھاؤ ہے جسے جلد از جلد درست کرنے کی ضرورت ہے اور وہ ہے ''افتراق واختلاف امت'' اس کا واحد امت اسلامیہ کے نسخہ کیمیا سے علاج ہونا چاہیئے کیونکہ کٹی پھٹی اور بکھری امت کا کوئی مستقبل نہیں۔ کبھی یہ ایک تھی اب مختلف اقوام کا مجموعہ بن چکی ہے۔ جو الگ الگ گروہوں کی شکل اختیار کر چکے ہیں۔ ہم اس وقت تک اپنے خلاف کی جانے والی عالمی سازشوں کا کامیابی سے مقابلہ نہیں کر سکتے جب تک ہم متحد ومتفق نہ ہو جائیں۔

بیداری امت کی ضرورت

نئے عالمی نظام کی تشکیل میں امت مسلمہ کی جو ذمہ داریاں ہیں ان اہداف کیلئے ضروری ہے کہ مسلمانان عالم کو پھر سے بیدار کیا جائے۔ اور ان کیلئے موجودہ معیار ایمان واخلاق کو اوپر اٹھانے کے لئے سعی کرنی ہوگی۔

یہاں تک کہ آج کے مادی مسلمان میں روحانیت کی بلندی وعظمت پھر سے جاگ اٹھے۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھنے کی ہے کہ صرف مادی ترقی امت مسلمہ کے جہانِ نو کا سامان نہیں کر سکتی۔ البتہ مادیت اور روحانیت کے باہمی اشتراک سے یہ برتری ضرور ممکن

ہے۔اس لئے سب سے پہلے ہمیں دنیا بھر میں رہنے والے مسلمانوں کی سوچ اور فکر کو بلند کرنا ہوگا۔

ایسے افراد تیار کرنے ہوں گے جو ہوائے نفس کی غلامی سے آزاد ہوں' جو علاقائیت سے سحرزدہ نہ ہوں' اعلیٰ مقصد کے حصول کے لئے ان کے تمام اداروں کو باہم مل کر حکمت عملی تیار کرنا ہوگی جو تربیت انسان میں مؤثر کردار رکھتے ہوں۔جن میں مدرسہ اور مسجد اخبارات ورسائل' ریڈیو' ٹیلی ویژن سب شامل ہیں۔(٦)

اسلامی تہذیب کا احیاء

مسلمانوں کو پوری سنجیدگی اور خلوص کے ساتھ اپنے اپنے ہاں اسلامی تہذیب کے احیاء اور فروغ کی فکر اور کوشش کرنی چاہیئے۔اسلامی تہذیب اور روایات کو مضبوط تر کیا جائے اور غیر مسلم تہذیبوں کے بڑھتے ہوئے سیلاب کے سامنے مضبوط بند باندھے جائیں۔یہ امت مسلمہ کی سب سے بڑی ذمہ داری ہے۔

مشترک اور متوازن نظام تعلیم

نظام تعلیم مسلمان ممالک کا اہم ترین مسئلہ ہے۔اس کے متعلق سب کو مل کر کوئی مشترک پالیسی وضع کرنی چاہیئے۔اس وقت صورت حال یہ ہے کہ تمام ہی مسلمان ممالک ہیں اور متضاد نظام تعلیم چل رہے ہیں۔

ہماری جغرافیائی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے اور بشری قوت بھی اپنی جگہ وافر ہے۔ضرورت ہے تو اس بات کی ہے کہ ہم بیش بہا قیمتی خزانوں کے صحیح استعمال کو جانیں۔

منصفانہ معاشرے کا قیام

موجودہ معاشرے میں ترقی کے حصول کے لئے ہمیں معاشرتی ظلم وستم کے خلاف علم جہاد بلند کرنا ہوگا۔یہ فساد اور ظلم وجور مسلمانوں کے معاشرے میں عام ہے۔ہمارے لئے لازم ہے کہ عدل اجتماعی کو قائم کریں۔جس سے حق دار کو اس کا حق ملنے کی ضمانت فراہم ہو۔یہاں تک کہ برے روزگار کو بہتر روزگار' مزدور کو اچھی اجرت' بھوکے کو روٹی' مریض کو دوا اور بے سہارا کو سہارا' بے لباس کو لباس' ہر محنت کرنے والے کو بہترین صلہ اور محتاج کو کفایت کرنے والا وسیلہ فراہم ہو جائے۔

خواتین کی اہمیت

امت مسلمہ کی ذمہ داریوں میں سے ایک یہ بھی ضروری ہے کہ خواتین کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے ان کو مقام ومرتبہ دیا جائے۔

خواتین کی اہمیت اس لئے بھی ضروری ہے کہ خواتین معاشرے کا عددی لحاظ سے نصف حصہ ہیں۔

گھر اور معاشرے پر براہ راست مثبت یا منفی دوطرح کے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔مسلمان مردوں کے لئے ضروری ہے کہ خواتین کے ساتھ ان کے اولین فریضے کی ادائیگی میں معاونت کریں۔جو گھر کی نگہداشت خاوند کا خیال اور نسل کی تربیت کرنے سے اعلیٰ اعمال پر مشتمل ہے۔

ہمیں ضروری ومجبوری ان کے کام کرنے کے حق کو بھی تسلیم کرلینا چاہیئے اگر خود انہیں یا ان کے افراد خانہ کو ان کی ضرورت ہو

تو وہ باہر جا کر کام کر سکتی ہیں۔

جیسا کہ حضرت شعیبؑ کے واقع سے راہنمائی ملتی ہے کہ جب وہ بوڑھے تھے تو ان کی بیٹیاں بکریوں کو پانی پلانے کے لئے جاتی تھیں۔

منصفانہ سیاسی نظام

اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب تک منصفانہ سیاسی نظام قائم نہ کیا جائے' وہ نظام جس سے تمام شہروں کو ان کے صحیح حقوق حاصل ہو جائیں' جو انسان کے مقام و مرتبے اور آزادی رائے کا احترام کرنے کا ضامن اور انسانی جان و مال وعزت کا رکھوالا ہو۔ یہ نظام ایسا ہو جس سے شورائیت پیدا ہو اور خیر خواہی اور ذمہ داری کا جذبہ پروان چڑھے۔

یہ نظام اسلام کے شرعی طرز سیاست پر مبنی ہونا چاہیئے جس کا بنیادی مقصد امت مسلمہ کی نشاۃ ثانیہ ہو۔ ہم نے ساری دنیا کے لوگوں کو آداب حیات سکھائے تھے۔

ہم پر یہ واضح ہونا چاہیئے کہ جہالت و پسماندگی ہماری سرشت کا حصہ نہیں اور نہ ہی ہماری موجودہ حالت اسلام کے مزاج سے میل کھاتی ہے۔

حصول ترقی کے لئے ضروری ہے کہ مسلمانوں میں رائج فلسفہ تعلیم و نظام میں مثبت تبدیلیاں لائی جائیں۔ تاکہ اسلامی معاشرے میں اعلیٰ جدید تعلیم یافتہ ماہرین تیار ہوں' جو نئی ایجادات کی قدرت رکھتے ہوں۔ اس وقت ساری دنیا میں مسلمان ماہرین اور سائنسدان پھیلے ہوئے ہیں ایسے حالات پیدا کرنے ہوں گے کہ اسلامی معاشرے میں خدمات انجام دینے کیلئے وہ اپنے ممالک میں بخوشی واپس آ سکیں۔

عالمی صیہونی تحریک کا مقابلہ

امت مسلمہ کے لئے ممکن نہیں جب تک تہذیب و تمدن کی بلندیوں کو چھوئے جب تک کہ وہ اپنے وجود کے خلاف ہونے والی عالمی صیہونی سازش کا مقابلہ کرتے ہوئے ''اسے شکست فاش نہ دے دے۔''

امت مسلمہ کے احیاء کیلئے ضروری ہے کہ عوامی سطح پر اور حکومتی و عسکری سطح پر نئے عزم اور نئے ولولے سے پختہ بنیادوں پر کام کا آغاز کیا جائے۔

وہ طرز فکر عمل اپنایا جائے جس سے ہر مسلمان نفسیاتی' فکری اور تمدنی اعتبار سے اپنا سر بلند کر سکے اور عظیم تر اسرائیل کے خوابوں کو پاش پاش کرنے کے لئے حوصلہ پا سکے۔ یہ نعرے لگائے جاتے ہیں ''فرات سے لے کر دریائے نیل تک اسرائیل تیری سرحدیں ہیں'' اور یہ بھی کہا جاتا ہے۔ ''چاولوں کے کھیتوں سے کھجور کے جھنڈوں تک'' یہود نے اپنے اس نعرے کو پے در پے کوششوں سے اپنے حامیوں کے دلوں میں ڈال دیا ہے۔

ہمہ جہت ترقی کیلئے جدوجہد

جس ہدف کو ہمیں ایک خاص اہمیت دینی چاہیئے اور جس کے حصول کے لئے ہمیں کمربستہ رہنا چاہیئے وہ اسلامی معاشرے کی ہمہ جہت مجموعی ترقی کا حصول ہے۔اس کے لئے بھرپور اور دوررس منصوبہ بندی کی جائے۔ یہ انسانی وسائل کو انسانی ترقی کے لئے سرگرم کرنے سے ممکن ہے۔

ہمہ جہت ترقی مسلمانوں کی اقتصادی ترقی' پیداواری ترقی اور پیداوار کے متوازن استعمال اور معاشرے میں اس کی منصفانہ تقسیم لوٹ کھسوٹ اور ملاوٹ وبدعنوانی کو ترک کرنے سے ممکن ہے۔

اللہ تعالٰی نے لوہے کی اہمیت ۱۴۰۰ سال پہلے کردی تھی۔

وانزلنا الحديد فيه بأس شديد ومنافع للناس

امت مسلمہ کے پاس ثروتوں کے لامحدود خزانے موجود ہیں' یہ خزانے امت مسلمہ کے میدانوں اور پہاڑوں میں اس کی دیواروں اور صحراؤں میں اس کے سمندر اور دریاؤں میں قدیم دینی نظام ہیں جس میں دنیاوی امور کے بارے میں کوئی علم نہیں دیا جاتا اور جدید نظام دو مختلف اور متضاد ذہن رکھنے والی نسلوں کو تیار کر کے ایک کش مکش کو جنم دے رہے ہیں۔

اس لئے امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے کہ اس نظام کو بہتر بنانے کیلئے ہر ممکن اقدام کرے۔

اسلحہ سازی

اسلحہ سازی نئے عالمی نظام کی تشکیل میں امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے کہ مسلمان ممالک میں اس کی ضرورت کو پیدا کیا جائے اور اسے مسلمان ممالک کے سربراہی اور خاص طور پر تیل پیدا کرنے والے ممالک حل کرسکتے ہیں۔

عربی زبان کی ترویج

امت مسلمہ کی یہ ذمہ داری ہے کہ عالم اسلام میں بہتر اتحاد کی فضا پیدا کرنے کے لئے ایک مشترک زبان کو رواج دیا جائے۔ یہ مشترک زبان عربی ہی ہوسکتی ہے۔تمام ممالک میں اس کی ترویج کی منظم کوشش کی جانی چاہیئے اور ہر ملک کے نظام میں اسے اعلٰی مقام حاصل ہونا چاہیئے۔

معاہدانہ پروپیگنڈا کا انسداد

مسلمان ممالک کو ایک دوسرے کے خلاف پروپیگنڈا نہیں کرنا چاہیئے۔

عالمی عدالت اسلامی کا قیام

یہ ایک بڑی ذمہ داری ہے جو کہ امت مسلمہ پر عائد ہوتی ہے کہ مسلمان مل کر ایک ایسا ادارہ قائم کریں جو ان کے باہمی اختلافات کی صورت میں تصفیہ کرائے۔

خبر رساں ایجنسی

امت مسلمہ کی یہ بھی ایک ذمہ داری ہے کہ وہ خبر رساں ایجنسی قائم کرے اور اس کے علاوہ باہمی آمدورفت کی پابندیوں کو نرم کیا جائے۔

باہمی تجارت کا فروغ

مسلمانوں کا آپس میں ایک دوسرے سے تجارتی رابطہ ہونا چاہیئے۔ جو چیز مسلمان ملک سے مل سکتی ہے وہ کسی دوسرے ملک سے ہرگز نہ منگوائی جائے۔

مسلم اقلیتوں کا تحفظ

سب مسلمان ملکوں کو مل کر مسلم اقلیتوں کو سنبھالنے کی فکر کرنی چاہیئے۔ اس وقت کئی ملکوں میں مسلمانوں پر ظلم وتشدد کیا جا رہا ہے۔ یہ ان کے قومی تشخص کو ختم کر کے ان کو غالب تہذیب میں ضم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

کتابیات وحوالہ جات

۱۔ نیو ورلڈ آرڈر اور عالم اسلام　ڈاکٹر طاہر القادری

۲۔ مسلمانوں کے خلاف اسرائیل کی للکار　روزنامہ جنگ ۱۹ فروری

۳۔ Civilization on Tmal London 1948　J Toynbee

۴۔ نیو ورلڈ آرڈر اور عالم اسلام　ڈاکٹر طاہر القادری

۵۔ مقالہ سی آر اسلم　پاکستان کا نیا عالمی نظام

۶۔ نیا عالمی نظام اور پاکستان　امیر حمزہ ورک

۷۔ عصر حاضر میں دین کی تفہیم وتشریح ابوالحسن علی ندوی

۸۔ ماہنامہ ترجمان القرآن اپریل ۲۰۰۱ء

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امتِ مسلمہ کی ذمہ داریاں
تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

محمد الیاس خان پشاور

۲۰ویں صدی کی آخری دھائی میں مرحوم سوویت یونین کا سانحہ ازنخال عالمی امن کے لئے کسی طور بھی مفید ثابت نہ ہو سکا کیونکہ طاقت کا تریاق طاقت کے سوا کوئی اور چیز نہیں۔ یک قطبی (Unipolar) دنیا میں آقائی اور فرمانبرداری کی دعویداری امریکہ کے حصے میں آئی۔

اسلامی دنیا تو کجا کوئی صنعتی ترقی یافتہ یورپ بھی کسی شمار و قطار میں نہیں رہا۔ ہر چند کہ سابقہ انتشار و افتراق کا شکار یورپ اب اتحاد و اتفاق کے برکات سے منور ہے۔

مشرقی اور مغربی جرمنی کا ادغام عمل میں آیا' یورپی یونین کا معجزہ جلوہ افروز ہوا' یورو نے ڈالر کو للکارا' یورپ میں قومیت کے بجائے بین الاقوامیت کا تصور اجاگر ہوا۔ لیکن امن عالم کی وہی کم نصیبی کہ:

فرنگ کی رگِ جاں پنجہ یہود میں ہے

امریکہ نے دنیا کو اپنے من پسند نظام کے تحت چلانے کی ٹھان لی۔ دوسری جنگ عظیم کے خاتمے نے دنیا کو تحفے کے طور پر سرد جنگ کے دو بڑے پہلوان (روس اور امریکہ) دیئے۔ امریکہ نے کیمونزم کے خطرات کے پیش نظر چند یورپی ممالک کی اقتصادی امداد تا رشل پلان (Martial Plane) اور ٹرومین ڈکٹرائن (True man Doctrine) کی صورت میں جاری رکھی جبکہ NATO'SEATO اور CENTO جیسے فوجی و عسکری معاہدات بھی عمل میں آئے۔

اور ردعمل کے طور پر سوویت یونین کا (Warsa Pact) بھی موجود تھا۔ روس تو خیر چند غیر فطری اور غاصبانہ قوانین پر عمل پیرائی کے سبب مکافات عمل کا سزاوار ہو کر ہفت اقلیم کی فرمانروائی سے دستبردار ہوا۔

لیکن مظلوم دنیا کو اب بھی یہ ارمان ہے کہ:

کب ڈوبے گا سرمایہ پرستی کا سفینہ
دنیا ہے تیری منتظر اے روزِ مکافات

عالمی افق پر ایک نئی صورت حال یوں ابھری کہ سرمایہ پرستی کو اپنا اصلی مدمقابل عالم اسلام کی صورت میں نظر آیا کیونکہ انہیں پہلے ہی سے شک تھا اور پھر یقین بھی۔ کہ:

مزدکیت فتنہ فردا نہیں اسلام ہے

لہٰذا کیمونزم کی تجہیز و تکفین سے فراغت کے بعد اب امریکہ (بہ تعاون برطانیہ) اپنے اصلی خطرے کی طرف متوجہ ہے اور دنیا کو یہ جھانسہ دے رہا ہے کہ امریکہ کا نیا عالمی نظام امن و سلامتی اور خوشحالی و ترقی کا فردوسِ بریں ہے۔ نئے عالمی نظام کی تشکیل کے ترکیبی

عناصر میں صدام حسین کا کویت پر حملہ نکتہ آغاز کی حیثیت رکھتا ہے۔ امریکہ جو تیل کی جوع البقر میں ہمیشہ سے مبتلا رہا ہے' نے دنیا کو ایک ایسے نظام میں جکڑنے کا منصوبہ بنایا تا کہ ممکنہ حد تک اس کے مقاصد جنگ کے بغیر پورا ہوسکیں۔

اس لئے اس نے ہیومنزم (Humanism) اور (Internationalism) کے پُر فریب اور خوشنما نعرے لگائیں۔

مزید برآں دنیا کو گلوبل ولیج قرار دینے کا مقصد بھی یہی عندیہ دیتا ہے کہ سائنسی انقلاب نے فاصلوں کو کم کر کے نارسائی اور بے خبری کو فنا کی نیند سلا دیا اور یوں اس ''گاؤں'' پر بہت سے چودھریوں کی فرمانروائی کا دور ختم ہو گیا۔

اب راج صرف دنیائے مغرب کے امام ''امریکہ'' کا ہوگا۔ اور یہ آقائی اسے کچھ ڈرامائی انداز میں یوں ملی کہ روس عالمی سیاسی بساط کا اہم رکن نہ رہا۔ کیونکہ نان شبینہ کی محتاجی اور عالمی فرمانروائی کے درمیان زمین آسمان کے فاصلے ہوتے ہیں۔ جرمنی اپنی دوبارہ اتحاد کی آبادکاری میں مصروف تھا' چین بھی کسی بڑے مقابلے کے لئے ناتوانا تھا۔

مسلمان ممالک مثلاً ایران اور پاکستان کو اپنے قبلے درست کرانے کی دھمکی دی گئی۔ اس لئے لامحالہ طور پر امریکہ کو دنیا کی بست وکشاد کا فریضہ انجام دینا پڑا اور باقی دنیا ان کی ہاں میں ہاں ملائے بغیر نہ رہ سکی کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ:

ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات

مسلمان (عرب مسلم) مشرق وسطیٰ کو دنیا سے آنکھیں چار کرنے کا یارا اس لئے نہیں کہ ان کے وسائل کا تصرف مخلص ہاتھوں میں نہیں ہے۔

حضور حضرت محمد ﷺ کا ارشاد ہے: ''کہ ہر امت کے لئے ایک فتنہ ہوتا ہے اور میری امت کا فتنہ مال ہے۔'' معلوم ہوتا ہے کہ عرب مسلمان کچھ اس آزمائش میں مبتلا ہیں۔ ورنہ تیل کی دولت کوئی ایسی کمزور شے نہیں کہ امریکہ کی طاقتِ پرواز کو مسدود نہ کر سکے۔ ہاں بے شک ۱۹۷۴ء کی طرح ایک اور فیصل شہید کی بس ضرورت ہوگی۔

نئے عالمی نظام میں بنیاد پرستی اور دہشت گردی کو مسلمانوں کیلئے سیاسی دشنام کے طور پر استعمال کئے جانے والے الفاظ سمجھے جاتے ہیں۔ ادھر کسی نے اپنے مذہب اور نظریئے کی پیروی کی ادھر وہ بنیاد پرستوں کی لسٹ میں آ گیا۔ کسی مظلوم نے اپنے پیدائشی حق (آزادی) کیلئے کسی ظالم پر غلیل سے پتھر پھینکا۔ اور یوں وہ دہشت گردی کا سرغنہ قرار پایا۔ بنیاد پرستی کا تو خیر منبع و سرچشمہ ہی عیسائیت ہے۔ یہ اصطلاح وہاں سے ہمارے سر تھوپ دی گئی ہے۔ لیکن (Reliegious extremism) اور (Religious Fauaticism) سے مغرب کو شدید خطرہ اس لئے ہے کہ مسلم تحاریک کے سلسلے میں مغرب کو جو بھی نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ وہ اس جذبے کی شدت ہے جو مسلمان اپنے مذہب اور تاریخ سے لیتے ہیں۔

الجزائر' افغانستان' پاکستان تحریک وغیرہ سب اسی جذبے اور مذہبی اثرات کے نتائج ہیں۔ دراصل مغرب کے عزائم مذموم میں ایک یہ بھی ہے کہ مسلمانوں سے مزاحمت' جفاکشی اور سخت کوشش کی روح سلب کی جائے اور ان میں بے حیائی' عریانی' آرام طلبی' لذت پرستی اور مخلوط معاشرت کی طلب بلکہ عشق پیدا کیا جائے۔

کیونکہ زندگی سے پیار کرنے والے خودکش اور فدائی حملوں جیسی ''لغویات'' میں نہیں پڑتے۔ اس ایک مادی زندگی پر یقین

رکھنے والے پروانے شمع شہادت کے ساتھ عشق نہیں کر سکتے۔وہ تو اپنی مقصودِحیات کا قصرومحل ہی اس روزمرہ زندگی پر استوار کرتے ہیں۔بقول فیض:

میں نے سمجھا تھا کہ تو ہے تو درخشاں ہے حیات
تیرا غم ہے تو غمِ دہر کا جھگڑا کیا ہے
تیری صورت سے ہے عالم میں بہاروں کو ثبات
تیری آنکھوں کے سوا دنیا میں رکھا کیا ہے
تو جو مل جائے تو تقدیر نگوں ہو جائے

بنیادی پرستی کا یہ طعنہ امت مسلمہ کے لئے نفع اضافی (Side benefit) کے طور پر یہ اہمیت بھی رکھتا ہے کہ امت مسلمہ کے مخلص افراد دنیا کے پسندیدہ نظام پر نہیں چل رہے ہیں۔ بلکہ انہوں نے اپنے سینے پر اپنی علیحدہ تشخص اور انانیت کا ایک بیج لگایا ہوا ہے۔اور حقیقت بھی یہی ہے کہ یہ لوگ مغربی تہذیب کے ساتھ (Social Assimilation) سماجی ادغام پر راضی نہیں ہیں۔

کیونکہ انہیں حضور حضرت محمد ﷺ کا یہ ارشاد معلوم ہے کہ:

"من تشبّہ بقومٍ فھو منھم."

۱۹۹۰ء کے بعد جو نیا عالمی نظام وجود میں آیا تھا۔ان کے اجزائے ترکیبی میں ہیومن رائٹس' ومن رائٹس' چائلڈ لیبر' فوجی حکومتوں کی مخالفت اور ممالک کے سالمیت کا احترام وغیرہ کسی حد تک بڑے مثبت پہلو بھی تھے۔کیونکہ ہر مہذب قوم ان اقدار کی پامالی پر راضی نہیں ہوسکتی ہے۔

لیکن ۱۱ ستمبر کے بعد جو تازہ ترین نیا عالمی نظام تشکیل پا رہا ہے اور اس میں عالمی دہشت گردی کے خلاف جو ناجائز واویلا مسلمان ممالک کے خلاف مچ رہا ہے۔وہ دہشت گردی سے زیادہ اسلام کے خلاف ہے کیونکہ افغانستان کے بعد عراق اور پھر آہستہ آہستہ دوسرے عرب ممالک اور پھر تمام مسلم دنیا کے خلاف امریکہ کا معاندانہ روش کسی راز کی بات تو نہیں رہی۔

۱۹۹۰ء کے بعد والے نئے عالمی نظام اور بعد از ۱۱ ستمبر والے نئے عالمی نظام میں صرف باپ اور بیٹے کا فرق نہیں بلکہ جُز اور کُل والا فرق بھی ہے۔باپ مردے سے صرف کفن چُراتا تھا جبکہ بیٹا کفن چرائے کے علاوہ مردے کے ہاتھ پاؤں بھی کاٹتا ہے۔

خلیج میں امریکیوں کی موجودگی نے مسلمانوں کے دلوں میں جو نفرت کا بیج بو دیا تھا' لہٰذا چند مسلمان نوجوانوں نے یہ ٹھان لیا کہ امریکہ کو کھینچ کر (ان کے شہریوں کو سڑک پر گرایا جائے) خلیج سے نکالا جائے۔

کیونکہ خلیج میں یہودیوں کی موجودگی کو وہ اسلام کے لئے ایک عظیم خواہ تصور کرتے تھے لہٰذا جو بھی تخریبی واقعات امریکہ کے خلاف دنیا میں رونما ہوئے' امریکہ نے اس کی ذمہ داری اسامہ بن لادن پر ڈال دی' اور اس کو عالمی سطح پر اتنا بدنام کیا۔گویا اسامہ ایک شخص نہیں بلکہ امریکہ کے کسی دشمن ملک کا نام ہے۔

شاید برطانیہ کو اپنے دشمن ''جرمنی'' کا اتنا ڈر نہیں تھا۔جتنی پریشانی ایک آدمی کی وجہ سے سپر طاقت کو تھی۔

تیری زلفوں سے میرے دل میں پریشانی ہے
تیری تصویر سے پیدا میری حیرانی ہے

ستاروں کی گزرگاہیں ڈھونڈنے والوں کو زمین پر ایک آدمی نہ مل سکا۔

امریکہ کی طریقہ واردات میں اقتصادی اور سیاسی پابندیوں کے علاوہ دہشت گردی کو بہانہ بنا کر مسلح کارروائیاں کر کے مسلم ممالک کے قدرتی وسائل پر قابض ہونا شامل ہیں۔ علاوہ ازیں اسلامی تحاریک کو ٹھکانے لگانے کے لئے مغرب اور امام مغرب (Neutralisation) بے اثر ہونا' Containment محدود ہونا اور Marginalisation یعنی انہیں ایک طرف دھکیلنے کے مختلف النوع طریقوں پر مصروف عمل ہیں۔

افغانستان' سوڈان' الجزائر وغیرہ میں یہی کچھ کیا جاتا رہا ہے۔ جبکہ عالمی بینک (IBRD) اور IMF نے مالیاتی پہلو پر مسلم ممالک کا جینا دوبھر کر دیا ہے۔

سوڈان کی رکنیت کا معطل ہونا اور پاکستان میں اپنی من پسند ظالمانہ اور استحصالی پالیسیوں کا نفاذ مغرب کی مسلم دشمنی کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔

طاقت کا ارتکاز دنیا کسی ایک خطے میں ہو اور باقی زیادہ دنیا (Power Naccum) ہو۔ تو نقصِ امن اور عدم توازن کے مسائل پیدا ہو جانے کے بعد قدرتی اور مالی وسائل کا نفاذ طاقتور دنیا کی طرف ہو جاتا ہے اور اسی طرح دنیا طاقت اور غربت کے خطرناک انتہائیوں کے دھانے کھڑی ہو جاتی ہے۔

جہاں ایک دنیا تبدیلیوں سے سرگرداں ہو جاتی ہے۔ تو دوسری دنیا جمود کی وجہ سے سڑ رہی ہوتی ہے۔ اور ایسی ہی رجحانات نے مشرق اور مغرب کے علیحدہ علیحدہ تصورات کو اچھائی اور برائی کے خانوں میں دبا دیا ہے۔ مشرق نے مغرب کو اُم الخبائث قرار دیا۔ جبکہ مغربی غلط طرز تصور (Misconcinotion) نے مشرق سے مذاق کے ساتھ ساتھ اسلام کے عالمگیریت اور افاقیت کو بھی مشکوک دیکھا۔ جبکہ اسلام ہر اچھائی اور نیکی کو خواہ وہ مشرق میں ہو یا مغرب میں اچھا سمجھتا ہے۔ اور ہر برائی کو خواہ وہ مغرب میں ہو یا مشرق میں بُرا سمجھا جاتا ہے کیونکہ اسلام کے مطابق اللہ ہی کے لئے ہیں یہ پچھم و پورب بلکہ:

لِلّٰہِ ملک السمٰوت والارض

لیکن بدقسمتی سے اُمت مسلمہ کی اپنی ذمہ داریوں سے غفلت کی وجہ سے وہ تمکین فی الارض کے مالک نہ رہ سکیں اور کیوں رہتے کیونکہ اللہ تعالیٰ زمین کی بادشاہی نااہلوں کو نہیں دیا کرتے۔

محرومی اقتدار کوئی ناگہانی آفت نہیں ہوتی ہے کہ یکایک نازل ہو جائے۔ بلکہ اہلیت اور صلاحیت کی مسلسل فقدان' تغافل شعاری' ناعاقبت اندیشی' دشمن ناشناسی' کم کوشی' تن پروری اور آرام طلبی اور مقصد حیات کی فراموشی ہی وہی اسباب ہیں۔ جو کشتی ملت کی غرقابی پر منتج ہوتے ہیں۔ اس حقیقتِ دلخراش کو حکیم الامت حضرت علامہ اقبال نے یوں بیان کیا ہے:

ان کی تقدیر میں محکومی و مظلومی ہے
قوم جو اپنی خودی سے نہ کر سکی انصاف
فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے
کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف

اُمت مسلمہ سے اجتماعی طور پر جو کسالت سرزد ہوئی اور عالمی نظام کی ساخت و پرداخت سے جو صرف نظر اور چشم پوشی برتی اس کا خمیازہ آج ہم اجتماعی سزا کی صورت میں بھگت رہے ہیں۔ امریکہ کے ساتھ اسلامی ممالک نے جو دوستی کی ہے اس کی مثال برطانیہ کے سوا شاید کہیں اور نہ مل سکے۔

اسلامی دنیا کے تیل، گیس اور دوسرے قدرتی وسائل سے امریکہ بھرپور فیض یاب ہو چکا ہے۔ سٹرے ٹیجک (Stratagic) لحاظ سے ہماری ان کے ساتھ دوستی تو ایک عالم پر واضح ہے لیکن امریکہ کی گندم نما جو فروشی پر غالب کا یہ شعر صادق آتا ہے۔

یہ فتنہ آدمی کی خانہ ویرانی کو کیا کم ہے
ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسمان کیوں ہو

اُمت مسلمہ کی ذمہ داریاں

بعد از خرابی بسیار بھی اگر امت مسلمہ نے احساس زیاں کو محسوس نہ کیا تو پھر حضورؐ کا یہ ارشاد ہماری موجودہ زبوں حالی کی طرف واضح اشارہ ہے کہ:

"عنقریب قومیں تم پر ٹوٹ پڑنے کے لئے بلاوا دیں گے جیسے بھوکے جانور کھانے پر ٹوٹ پڑنے کے لئے بلاوا دیتے ہیں۔"

حضور ﷺ کے اس ارشاد پر غور کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ مسلم امہ اس وقت جس مخدوش صورت حالات میں ہے اور دنیا کے عالم کفر سے بری طرح نالاں ہے۔ جیسا کہ کبھی افغانستان پر بلاوا دیا جاتا ہے تو کبھی عراق پر اور آنے والے دنوں میں یہ بلاوے ایران اور پاکستان پر بھی یقینی نظر آتے ہیں۔ مسلمانوں کے اس زوال کا سبب تو حضور ﷺ نے حُب الدنیا اور کریہۃ الموت بتایا ہے۔

دراصل یہ دونوں چیزیں دین سے غفلت اور کمزور ایمان کی نشانیاں ہیں۔ یعنی مسلمان کا ایک واضح اور الگ مطمح نظر ہے۔ اس دنیا کو آرام گاہ اور عیش گاہ نہ سمجھنا اور ایک مسلمان کے مطابق یہ جہان۔ بقول شاعر:

نہ سیر گل کے لئے ہے نہ آشیاں کے لئے

اور واقعی ہم دنیا سے قطعی طور پر ایک الگ سمت کے لوگ ہیں اور یہی چیز ہماری آفاقی پہچان کا ذریعہ ہے۔ ہمارے لئے لذت پرستی، مزے اور عیاشیاں نہیں، ہم نے اس دنیا میں نائب الٰہی کی حیثیت سے زندگی گزارنا ہے۔ مغربی اقوام نے اس دن سے ترقی شروع کی ہے جب سے انہوں نے دین چھوڑ دیا۔

اور ہماری تنزل اس دن سے شروع ہوا جب سے ہم مذہب سے غفلت برتی۔ ہماری ترقی اس دن سے مسدود ہوئی، جب سے ہم نے دین کو صرف مُلا کیلئے خاص کیا۔ "اسلام ایک علمی اور سائنسی دین ہے۔"

علم......جس کے بارے میں حضورﷺ نے فرمایا ہے کہ: ''حکمت مومن کی گم شدہ مال ہے' جہاں سے ملے اسے لے لیں۔'' اسلام عمل کا دین ہے اور ہم نے اس میں رہبانیت اور ترک دنیا کو شامل کیا ہے۔

حضور نے فرمایا:

الدنیا مزرعة الاخرة.

اور ہم نے اس میں کچھ کاشت ہی نہیں کیا۔

غیر اقوام اپنے آپ کو مضبوط اور مستحکم بنانے کیلئے سر توڑ کوششوں میں مصروف ہیں۔ جب کہ ہم خواب خرگوش کے مزے لے رہے ہیں۔ اسلام جلال اور وقار کا مذہب ہے۔ اسلام اپنے پیروں کو کمزور دیکھنا نہیں چاہتا۔ اسلئے تو حضور نبی کریمﷺ نے فرمایا: ''اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔'' اس جلال والی زندگی کے لئے اسلام نے جہاد کو فرض قرار دیا ہے۔

لا رهبانيه فی السلام عليكم بالجهاد فانه رهبانية امتی.

اس حقیقت کو اقبال یوں بیان کرتے ہیں:

حکمت در دین عیسیٰ غار و کوہ
حکمت در دین ما جنگ و شکوہ

اُمت مسلمہ نے تو اپنے منصب کے ساتھ ظلم کیا ہے اور اپنے پہچان سے قاصر رہ کر اپنے قوت کو فروغ نہیں دیا ہے۔ یا کم از کم باطل سے ٹکر لینے کا شوق چھوڑ دیا ہے لیکن باطل تو ان کو چھوڑنے والا نہیں اور اکثر ممالک تو باطل کی پُر فریب دوستی میں بھی گرفتار ہو گئے ہیں۔ عمر کا شعر زبان بر محل لگتا ہے:

ظلم کی جب اجارہ داری ہو
التجاؤں سے کچھ نہیں ہوتا
جس کی لاٹھی ہے بھینس ہے اس کی
رسم دنیا بدل نہیں سکتا
جنگ دشمن کا جب ارادہ ہو
سر جھکانے سے ٹل نہیں سکتی

نئے عالمی نظام میں امتِ مسلمہ کو اپنی قوت بڑھانا ہوگا کیونکہ طاقت کی دنیا میں کمزور رہنا خودکشی کے مترادف ہے۔ امریکہ کسی بھی صاحبِ اسلحہ ملک پر یلغار نہیں کرتا ہے۔ شمالی کوریا کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ شمالی کوریا نے جب امریکہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں تو ان کو مذاکرات کی دعوت دی جاتی ہے۔ لگتا ہے امریکہ اسلحے کی زبان جانتا ہے۔ لہٰذا ہمیں اس حقیقت کو سمجھنا چاہیے کہ:

رشی کے فاقوں سے ٹوٹا نہ برہمن کا طلسم
عصا نہ ہو تو کلیمی ہے کارِ بے بنیاد

اُمت مسلمہ کے لئے سیاسی تنظیموں کے علاوہ عسکری تنظیم سازی بھی از حد ضروری ہے۔ دوسروں کو کمزور بنانے سے یہ بات مفید ہے کہ اپنے آپ کو طاقتور بنایا جائے۔

روس کو شکست ہماری وجہ سے ہوئی لیکن روس کی شکست کا فائدہ کسی اور کو ملا' ظاہر ہے امریکہ کو۔ اگر امریکہ کو بھی شکست ہماری وجہ سے ہوئی تو موجودہ حالات میں فائدہ ہم کو ملنے والا نہیں۔ ظاہر ہے کہ فائدہ کسی دوسرے غیر طاقتور ملک کو ملے گا۔ ہمارا نمبر بہت دور ہے کیونکہ ہم میں سے کسی نے بھی استحقاق حاصل نہیں کیا ہے۔

گاؤں کے سارے خان' ملک اور چودہری مرجائیں بھی لیکن نمبرداری ب بھی کسی چرواہے کو نہیں ملے گی۔

امت مسلمہ کی یہ بھی ذمہ داری بنتی ہے کہ مغرب کے خوف کو زائل کرنے کے عملی اقدامات کئے جائیں اور وہاں اسلام کی تبلیغ وترویج اس طرح کی جائے کہ وہ اسلام کی عظمت فکر سے متاثر ہوجائے اور اسلام کے بارے میں ان کی (Misconception) دور ہوجائے۔

امت مسلمہ کو علمی، تعلیمی اور سائنسی میدانوں میں آشیب سواری کرنا ضروری ہے کیونکہ آج مغرب صرف تعلیم اور سائنس ہی کی بدولت ہمیں پیچھے چھوڑ گیا ہے۔ لہٰذا تعلیم اور سائنس کو ہنگامی طور پر اولیت دینا ضروری ہے۔

امت مسلمہ کا مرکز طاقتور ہونا چاہیئے' کسی ایک مسلمان ملک کے خلاف یلغار کو تمام اُمت مسلمہ پر یلغار سمجھنا چاہیئے۔ کسی بھی نام کے مسلمان ملک کو اغیار کے حلقہ یاران میں شمولیت اختیار نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ آج کا نفاق بین المسلمین ہماری موجودہ تباہی کا سبب ہے۔

امت مسلمہ کو اپنی جغرافیائی خوش قسمتی سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ جہاں جہاں امریکہ ہم سے اپنی مطلب براری کرنا چاہتا ہے' وہاں وہاں ہمیں ان کی حمایت سے دست کش ہونا چاہیئے۔ یا کم از کم آسان شرطوں پر اور مسلمانوں کے نقصان پر سمجھوتے اور معاہدات نہیں کرنے چاہئیں۔

تہذیبی سطح پر اُمت مسلمہ اپنے اقدار اور طرز حیات کے مطابق اپنی زندگی گذارے۔ عُریانی کے سیلاب میں بے جان تنکوں کی طرح نہ بہے۔ اپنی نسل کو اغیار کے دست وباز و نہ بنائیں۔

امت مسلمہ کا موجودہ سرمایہ اپنے ہی کاموں پر خرچ ہو۔ ہماری دولت اغیار کے بنکوں میں ہے' اسے اپنے ہی منصوبوں میں (Invest) کیا جائے اور خاص کر علمی وفنی مدوں میں لگادی جائے۔

تمام مسلم ممالک کے حکمران' عاملین اور اہل کار اپنے اندر خوف خدا اور فکر آخرت پیدا کریں اور اپنے اپنے معاشروں سے بدعنوانی' بداخلاقی' جہالت اور بے مقصدیت ختم کرکے انسانیت کی فلاح وبہبود کے لئے کام کریں۔

بڑے ملکوں سے خواہ مخواہ کی مخاصمت پیدا نہ کریں اور ان کی سست روی اور گروہ بندی سے بھی اجتناب ضروری ہے۔

مسلمان ممالک بھی اپنے ایک دوسرے کو برداشت کی برادرانہ کوشش سے اور ان کو اپنے خلاف متحد ہونے کے مواقع فراہم نہ کریں۔

اپنے سر پھوڑنے کے لئے اغیار کے دیوانوں کو مضبوط بنانے سے محتاط رہیں اور اپنی گلوں کو کاٹنے کے لئے دوسروں کے

چھروں کو تیز نہ کریں۔

مسلم امۃ اپنے آپ کو صحیح معنوں میں مسلمان بنائے اور یَا ایھا الذین آمنو آمِنو کے مصداق اپنی تکمیل ایمان کر کے دنیا کے لئے امن' محبت اور بھائی چارے کی جھان پیدا کریں۔

امت مسلمہ کے اہم افراد ہر وقت اپنا احتساب کیا کریں' اپنے آپ کو عام لوگوں کے برابر سمجھئے' شہنشائیت اور ملوکیت کے تصورات کو ختم کر کے اسلامی بھائی چارہ قائم کیا جائے اور ادائے حقوق اور تکمیل ایمان کی یہ فکر ہمہ وقت دامن گیر ہو کہ:

چو نے گو یم مسلما نم بلر زم ؟
کہ دا نم مشکلا ت لا ا لہ ر ا

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امتِ مسلمہ کی ذمہ داریاں
تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

نذر حسین نیر کوئٹہ

کھول کر آنکھیں میرے آئینہ گفتار میں
آنے والے دور کی دھندلی سی اک تصویر دیکھ!

حضور سرور کائنات ﷺ کی پیدائش سے ۵۵ روز پہلے ایک ایسا واقعہ رونما ہوا تھا کہ اس واقعہ کے ظہور کے ذریعہ قدرت کاملہ نے امت مسلمہ کو ایک سبق دیا تھا کہ جس سبق کو یاد کر کے قیامت تک عملی مظاہرہ کر کے امت مسلمہ کو کائنات میں باعزت زندگی بسر کرنا تھی وہ واقعہ یہ تھا کہ ابرہہ نامی سردار یمن نے ہاتھیوں کی فوج لے کر کعبہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تھا تا کہ کعبہ سے سنگ اسود لے کر ابرہہ اسے ملک کے عبادت خانے میں نصب کرے اور بنی نوع بجائے کعبہ کا طواف کرنے کے ابرہہ کے بنائے ہوئے عبادت خانہ کا طواف کیا کریں۔ ابرہہ اس وجہ سے قہر وغضب میں مبتلا ہوا تھا کہ کسی نے اس کے بنائے ہوئے عبادت خانے میں غلاظت بھر دی تھی تا کہ وہ اس ارادے سے باز آ جائے جس ارادے کے تحت وہ کعبے کو مسمار کرنے کا عزم کر چکا تھا۔ جونہی ابرہہ نے کعبہ پر حملہ کرنے کے لئے ہاتھیوں پر سوار فوج کو حکم دیا' اسی وقت ابابیل پرندے اپنے پنجوں اور چونچوں میں چھوٹی چھوٹی کنکریاں لے کر نمودار ہوئے۔

نہ کی جب ابرہہ نے اک ذرا بھی حرمت کعبہ
ابابیلوں نے کی آ کر یکا یک نصرت کعبہ
یہ ننھی منی چڑیاں تھیں ابابیلوں کا لشکر
ذرا سی چونچ میں ہر ایک کے چھوٹا سا پتھر

(شاہنامہ اسلام) حفیظ جالندھری مرحوم

جونہی ہاتھی آگے بڑھے ان کا لیڈر ہاتھی جو کہ سفید رنگ کا تھا اس کا نام محمود تھا' یکا یک وہاں پر بیٹھ گیا اور دوسرے تمام ہاتھی جو اس کے ساتھ تھے انہوں نے بھی اس کی پیروی کی۔ ابرہہ نے حکم دیا کہ فوج ہاتھیوں سے نیچے اتر کر کعبہ پر حملہ آور ہو جائے ایسا کرنے کی دیر تھی کہ ابابیلوں نے جھوم جھوم کر فضا سے وہ کنکریاں جو ان کے پنجوں اور چونچوں میں تھیں' گرانا شروع کر دیں۔ خدا کی قدرت ملاحظہ ہو کہ وہ کنکریاں جہاں جہاں گرتی تھیں وہاں پر شگاف کرتی ہوئی باہر نکل جاتی تھیں۔ اس طرح فوج اور ہاتھیوں کے جسم کھائے ہوئے بھس کی طرح ہو گئے۔ تاریخ میں لکھا ہوا ہے کہ اس جگہ سے اٹھائی گئی کنکریاں کا تجزیہ کرنے سے معلوم ہوا ہے کہ وہ کنکریاں طاعون کے جراثیم سے آلودہ تھیں۔ مفسرین کہتے ہیں کہ ابرہہ کی فوج اور ہاتھیوں کے جسم گل سڑ چکے تھے' اس واقعہ کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔ قرآن حکیم اپنے مخصوص انداز کی وجہ سے اس واقعہ کا نہایت اختصار اور اعلیٰ جدت بیان سے ذکر کرتا ہے۔ جو کہ اس جگہ درج کیا جاتا ہے:

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ؕ۝۱ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِىْ تَضْلِيْلٍ ۙ۝۲ وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۙ۝۳ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۙ۝۴ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝۵ ع (سورۃ الفیل)

اس واقعہ کا ذکر اس مقالہ میں کرنے کا مقصد یہ ہے کہ قدرت کاملہ امت مسلمہ کو اپنے مخصوص انداز میں یہ پیغام دے رہی ہے کہ جہاں کہیں ایسا ماحول پیدا ہو جائے یا جہاں کہیں ایسے مخدوش حالات اور واقعات موجود ہوں۔ وہاں امت مسلمہ کو باہم متحد ہو کر مقابلہ کرنا چاہیئے۔ قدرت کا حسن انتظام ملاحظہ ہو کہ ابابیل پرندے چڑیوں کی طرح کے پرندے ہوتے ہیں۔ بڑے کمزور اور نحیف ہوتے ہیں کہ جن میں ہاتھیوں کے ساتھ مقابلہ کرنے کی ہرگز ہرگز کوئی مطابقت نہیں ہوتی۔ یہ پرندے فضا میں مشترکہ پرواز کرتے ہیں' ان پرندوں میں بڑی تیزی سے بڑے فاتحانہ انداز سے پرواز کرنے کی قدرت نے صلاحیت عطا کر رکھی ہے اور دوسری طرف ہاتھیوں کی جسامت ملاحظہ ہو چڑیوں کا ہاتھیوں کو اور فوج کو مار دینا اور وہ بھی چھوٹی چھوٹی کنکریوں سے' ایک ایسا واقعہ ہے جسے عقل انسانی محیر العقول حالات بھی پیدا کر دیا کرتا ہے۔ اب اسی واقعہ کو ۱۱ ستمبر ۲۰۰۰ء کے واقعہ سے ملا کر دیکھیں تو جو جہاز امریکہ کی تباہی کا باعث بنے ان کی شبیہ ابابیل پرندوں کے مشابہ ہے۔ ابابیل پرندے اور جہاز کی ساخت باہم ملتی جلتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ انسان نے ابابیل پرندے کو دیکھ کر اس پرندے کی سرعت' تیز رفتاری اور یک لخت مڑنے' الٹی سیدھی اڑان کو دیکھ کر ہوائی جہاز بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ابابیل پرندوں کے ذریعے کعبے کو بچالیا تھا۔ کیونکہ اس وقت حالات کا تقاضا یہی تھا اور قدرت نے اپنی شان بے نیازی کا مظاہرہ بھی کرنا تھا۔

ترجمہ سورۃ الفیل ۱۰۵ اردو میں یہ ہے:

''کیا آپ (حضورؐ) نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہاتھی والوں سے کیا سلوک کیا؟ کیا ان کے کیا دانہ منصوبوں کو اللہ تعالیٰ نے باطل نہیں کیا؟ اور ابابیل پرندوں کو ان پر نہیں بھیجا؟ جو کہ اپنے پنجوں سے ان پر کنکریاں اس طرح برسا رہے تھے کہ ان کے جسم اس طرح کر دیئے گئے کہ جس طرح کسی جانور کا کھایا ہوا چارہ ہوتا ہے۔'' (راقم ہٰذا)

گویا یہاں ایک پیغام تھا جس کے ذریعہ اسلام کے ماننے والوں کو اسی طرح کے حالات کے مطابق عملی طور پر باہم متحد ہو کر دشمن کا مقابلہ کرنا تھا۔ دوسرا پیغام یہ تھا کہ بے شک اسلام کو ماننے والوں کی تعداد کم ہی کیوں نہ ہو وہ بظاہر کمزور ہی کیوں نہ ہوں' ان کے اندر ایمان کی قوت دشمنوں کو تاخت وتاراج کر سکتی ہے۔ حضورﷺ کی ولادت کے بعد اگر تاریخ پر نگاہ ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اکثر اوقات مومنین کی تعداد کم ہوا کرتی تھی' وہ کمزور اور ناتواں تھے' دشمنوں کی تعداد زیادہ ہوتی تھی' پھر بھی اسلام غالب آتا رہا۔ جب حق کے مقابل باطل کھڑا ہوا باطل شکست کھا کر فرار ہو گیا' بے شک باطل ہے ہی فرار ہونے والا۔

قد جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل كان زهوقاً

اس کے بعد کی تاریخ پر نگاہ ڈالنے سے بھی یہی حقیقت ظاہر ہو رہی ہے۔ مثلاً جنگ بدر میں اسلام کے ماننے والوں کی تعداد صرف ۳۱۳ تھی' کفار کی تعداد بہت زیادہ تھی تو بھی اسلام کو فتح ہوئی۔ اس کے بعد یہی مثال کئی بار دہرائی گئی۔ قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ یہ ہے:

''بہت دفعہ ایسا ہوا ہے کہ چھوٹی سی جماعت نے اپنے مقابل بہت بڑی تعداد پر فتح پائی''

نئے اسلامی اتحاد کی تشکیل حالات کا تقاضا ہے' امت مسلمہ کی اہم ذمہ داری ہے' تعلیمات نبوی کی روشنی مشعل راہ ہے۔

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور نہ مرو مگر حالت اسلام پر اللہ کی رسی کو متحد ہو کر مضبوطی سے پکڑو اور خود کو فرقوں میں تقسیم نہ کرو۔'' (القرآن۔سورہ ال عمران)

''اور اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی۔ پس تم اللہ کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے اور تم تو آگ کے گڑھے کے کنارے پہنچ چکے تھے تو اللہ نے تمہیں بچالیا۔'' (ال عمران)

امت مسلمہ متحد ہو کر ہی کامیاب ہو سکتی ہے' جب امت مسلمہ نے تعلیمات نبویؐ سے انحراف کیا تو وہ شکست کھا کر ذلیل ہو گئے۔

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

مسلمانوں کے باہم متحد ہونے کا ہی نتیجہ تھا کہ مسلمان فتح یاب ہوتے رہے' ہم صرف ایک مثال پر اکتفا کر رہے ہیں۔ طارق سپاہ سالار نے جب دریائے اندلس پار کر کے کشتیاں جلا دیں تو اسے کہا گیا کہ یہ بات تو درست نہیں' شریعت کی رو سے ترک سبب کہاں روا ہے؟ تو طارق نے کہا کہ ہر ملک ملک ما است کہ ملک خدائے ما است۔

طارق چوں بر کنارۂ اندلس سفینہ سوخت
گفتند کار تو بہ نگاہ خرد خطا است
دوریم از سواد وطن باز چوں رسیم
ترک سبب ز روئے شریعت کجا روا است
خندید و دست خویش بہ شمشیر برد و گفت
ہر ملک ملک ما است کہ ملک خدائے ما است

اب ہم اسی واقعہ کو علامہ اقبالؒ کے کلام کی روشنی میں پیش کرتے ہیں۔

طارق کی دعا

یہ غازی یہ تیرے پر اسرار بندے
جنہیں تو نے بخشا ہے ذوق خدائی
دو نیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی
دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

بیاباں میں ہے منتظر لالہ کب سے؟

قبا چاہیئے اس کو خونِ عرب سے!

تعلیمات نبویؐ تو یہ کہہ رہی ہیں۔لڑو ان سے فقط جو لوگ تم سے جنگ کرتے ہیں' لڑو ان سے فقط جو لوگ جینا تنگ کرتے ہیں جبکہ مخالفین تو یہ کہہ رہے ہیں کہ اسلام تلوار سے پھیلا۔ اکبر الٰہ آبادی لسان العصر یہ جواب دیتے ہیں کہ:

یہ تو فرمایا کہ تلوار سے پھیلا اسلام

یہ نہ ارشاد ہوا توپ سے پھیلا کیا ہے

اور قرآن حکیم تو یوں رطب اللسان ہے:

''جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد اور فتح آتی ہے' اللہ کے دین میں لوگ گروہ در گروہ داخل ہوتے ہیں۔''

اذا جآء نصر اللّٰه والفتح O ورایت النّاس یدخلون فی دین اللّٰہِ افواجاً O (القرآن)

علامہ اقبال نے تو اپنے کلام میں امت مسلمہ کے اتحاد پر بار بار تذکرہ کیا ہے۔

پانی بھی مسخر ہے ہوا بھی ہے مسخر

کیا ہو جو نگاہِ فلک پیر بدل جائے

دیکھا ہے ملوکیت افرنگ نے جو خواب

ممکن ہے کہ اس خواب کی تعبیر بدل جائے

تہران ہو گر عالم مشرق جنیوا

شاید کرۂ ارض کی تقدیر بدل جائے

تو نے پوچھی ہے امامت کی حقیقت مجھ سے
حق تجھے میری طرح صاحب اسرار کرے

ہے وہی تیرے زمانے کا امام برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے

موت کے آئینے میں دکھا کر تجھے رخ دوست
زندگی تیرے لئے اور بھی دشوار کرے

دے کے احساس زیاں تیرا لہو گرما دے
فقر کی سان چڑھا کر تجھے تلوار کرے

فتنہ ملت بیضا ہے امامت اس کی
جو مسلماں کو سلاطین کا پرستار کرے

آیئے اب ہم یہ دیکھیں کہ اس وقت نئے اسلامی نظام کی تشکیل کی ضرورت کیوں محسوس کی جا رہی ہے۔ امریکہ کا صدر فرعون بن چکا ہے' نمرود بن چکا ہے' شداد بن چکا ہے' قارون بن چکا ہے' ہلاکو خان بن چکا ہے' چنگیز خان بن چکا ہے' اس لئے امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ باطل کے خلاف متحد ہو جائے۔

''امریکہ اپنے دشمنوں پر پیش بندی کے طور پر حملہ کرنے سے نہیں ہچکچائے گا' خواہ اسے بین الاقوامی مزاحمت کا سامنا کرنا پڑے۔ وہ اپنی فوجی بالادستی کو خطرے میں پڑنے کی ہرگز اجازت نہیں دے گا۔'' (صدر بش امریکہ) (دی ویکلی گارڈین ۲۶ ستمبر تا

(۱۲ اکتوبر ۲۰۰۲ء)

PEW RESEARCH امریکی ادارے رائے عامہ کی رپورٹ ہے کہ ۴۴ ممالک کے ۳۸ ہزار افراد سے ۶۳ زبانوں میں انٹرویو لے کر یہ انکشاف ہوا ہے کہ دنیا کے ہر علاقے کے عوام امریکہ سے نالاں ہیں' امریکہ کے خلاف نفرت میں اضافہ ہو رہا ہے۔

''حقیقت یہ ہے کہ دنیا مختلف پہلوؤں سے آج ایک بڑی خطرناک جگہ بن گئی ہے۔ (جمی کارٹر سابق صدر امریکہ)

۱۸ ممالک میں سے ۱۷ مسلمان ملک امریکہ کی نگاہ میں دہشت گرد ہیں۔ ان میں سعودی عرب اور پاکستان کا اضافہ ہو چکا ہے۔ HIGH TERRORIST RISK زبانیں امریکہ کی جانب سے یہ قرار دی جا چکی ہیں۔ عربی' پشتو' فارسی' دری اور دوسری زبانیں جو مسلم ممالک میں بولی جاتی ہیں۔

پالیسی ایڈوائزر امریکہ وزارت دفاع کینتھ ایڈلین نے کہا ہے:

''صدر امریکہ کا اسلام کو پرامن مذہب قرار دینا' درجہ قبولیت سے دور ہے' اسلام عسکریت پسند مذہب ہے اسلام کا بانی جنگجو تھا' مسیح کی طرح امن کا علمبردار نہیں تھا۔''

اسی بورڈ کا رکن Professor John Hopkin, School of International Studies نے یہ ہرزہ سرائی کی ہے ''امریکہ کی اصل دشمن دہشت گردی نہیں بلکہ عسکری اسلام ہے۔''

صدر امریکہ جارج بش کا دوست مشہور عیسائی خطیب پیٹ رابرٹسن کہتا ہے:

''ایڈولف ہٹلر برا تھا لیکن مسلمان یہودیوں کے ساتھ جو کچھ کرنا چاہتے ہیں وہ اس سے بھی زیادہ برا ہے۔''

.. جیری فال ویل امریکی دانشور نے کہا ہے ''پیغمبر اسلام (نعوذ باللہ) دہشت گرد ہے۔''

''کسی بھی مذہب کے پیغمبر کو برا بھلا کہنا اصل میں ہر پیغمبر کو برا بھلا کہنے کے مترادف ہے۔ کیونکہ سب کے سب پیغمبر اللہ تعالیٰ کی جانب سے مبعوث ہوتے ہیں۔ سب پیغمبر بھائی بھائی ہوتے ہیں ان کی تعلیمات بھی یکساں ہوتی ہیں۔ جیری فال ویل نے اپنے ہی پیغمبر کی تکذیب کی ہے۔ (راقم)

امریکی تھنک ٹینک بلی گراہم کے بیٹے فرینکن گراہم نے جارج بش کی افتتاحی تقریب میں بائبل پڑھ کر اسلام کو EVIL کہا۔ ۱۸ ممالک کو Hit List پر رکھا۔ امریکہ نے خطرناک ممالک کی فہرست جاری کی ہے وہ ممالک یہ ہیں۔ سعودی عرب' پاکستان' افغانستان' الجزائر' بحرین' ایران' عراق' لبنان' لیبیا' مراکش' شمالی کوریا' اومان' قطر' صومالیہ' سوڈان' شام' تیونس' متحدہ عرب امارات' یمن۔

راقم کا اپنا تحریر کردہ مضمون جو کہ اس موضوع کا آئینہ دار ہے اور وہ مضمون ایک ماہنامہ میں شائع بھی ہو چکا ہے۔ اس جگہ اس لئے سپرد خامہ کیا جا رہا ہے تاکہ اس مقالے کی افادیت میں اضافہ ہو جائے۔ تحریر مقالہ نگار ہذا

فبای آلاءِ ربکما تکذبٰن

کونسی چیز ہے جس کی وجہ سے تم اللہ کو جھٹلاتے ہو۔

امریکہ افغانستان میں طالبان کی حکومت تبدیل کرنے کے بعد حامد کرزئی اور اپنے حمایتی بادشاہ ظاہر شاہ کو تیس سال کے

بعد افغانستان میں حکومت عطا کرنے کے بعد اب عراق صدر کو طاقت کے زور پر عراق صدارت سے معزول کرنے کے لئے اس طرح پٹہ توڑنے کی کوشش کر رہا ہے جس طرح کوئی کتا کسی اجنبی کو دیکھ کر بھونکتا ہے اور بار بار پٹہ تڑوانے کی کوشش کرتا ہے' ادھر اُدھر پھیرے لگاتا ہے۔ امریکہ یہ سمجھتا ہے کہ جس طرح امریکہ نے افغانستان پر حملہ کرنے کے لئے اقوام متحدہ سے قرارداد پاس کروائی تھی اور ممبر ممالک کی قوتیں بھی اپنی مدد کے لئے بلوائی تھیں۔ پاکستان سے لاجسٹک امداد بھی حاصل کر لی تھی اسی طرح عراق پر حملہ کرنے کے لئے دوبارہ اسی طرح قرارداد پاس کروالے گا اور ممبر ملکوں کی فوجیں بھی اپنی مدد کے لئے اپنے ساتھ ملا لے گا۔ لیکن اب امریکہ اس مقصد میں کامیاب نہ ہونے کی وجہ سے کہہ رہا ہے کہ امریکہ اس مقولے کی رو سے عراق پر حملہ کر دے گا جو کہ یہ ہے "کہ اس سے پہلے کوئی مجھے قتل کر دے مجھے اس کو قتل کر دینا چاہیئے"۔ امریکہ یہ بھی کہہ رہا ہے کہ امریکہ عراق کو زیر کرنے کے لئے اکیلا ہی کافی ہے۔ لیکن یہ ملک بڑا ہوشیار' بڑا چالباز بڑا مکار ہے' یہ چاہتا ہے کہ کسی نہ کسی طرح اقوام متحدہ کی طرف سے اجازت مل جائے تو زیادہ بہتر رہے گا۔ دوسرے ممالک نے امریکہ کی اس طرح کی بات کو ماننے سے انکار کر دیا ہے۔ نیلسن منڈیلا معروف عالمی شخصیت نے امریکہ کو غنڈہ قرار دے دیا ہے۔ جرمن چانسلر شروڈر' فرانسیسی صدر ژاک شیراک' چین' روس' اردن' پاکستان اور دیگر ممالک بھی اس حملہ کی حمایت نہیں کر رہے ہیں۔ امریکہ کا پالتو کتا برطانیہ تو دم ہلا ہلا کر امریکہ کے آگے پیچھے چکر لگا رہا ہے۔ دوسری طرف اسرائیلی اژدھا پھنکار مار رہا ہے' اس اژدھا کو امریکہ میں مقیم یہودی عناصر ٹیکس دہندگان امریکہ کی حمایت حاصل ہے۔ فلسطینی جدوجہد پر قابو پانے کے لئے امریکہ نے اسرائیل کے اژدھا کو پالنا شروع کر دیا ہے تاکہ عراق اس اژدھا کو عصائے موسوی سے زیر نہ کر سکے۔ دوسری جانب امریکہ عراق کو زیر کرنا چاہتے ہے تاکہ عراق اسرائیل پر حملہ نہ کر سکے۔ امریکہ اس قدر بزدل ہے کہ وہ اکیلے حملہ کرنے کی جرات نہیں کرتا۔ اپنے کتے برطانیہ کا پٹہ کھول کر اپنے ساتھ ملاتا رہا ہے اور اپنی چالاکی بدمعاشی کی وجہ سے دوسرے ممالک کو بھی اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کر رہا ہے۔ امریکہ نے عراق پر پابندیاں لگا رکھی ہیں۔ بچوں کے لئے بیماروں کے لئے علاج کی غرض سے دوائیں تک روک لی گئی ہیں۔ یہ دونوں ظالم ملک مل کر ایک طرف فلسطین کا گلہ کاٹ رہے ہیں' دوسری طرف عراق میں اللہ کی مخلوق کو زندہ درگور کر رہے ہیں۔ فلسطینی زخمیوں کو ہسپتال تک نہیں لے جایا جا رہا ہے۔ اسرائیلی ریاست ۱۹۱۷ء میں وجود میں آئی تھی۔ اس ریاست کو قائم ہوئے ۸۵ سال ہو چکے ہیں۔ قانون قدرت کے مطابق ۹۰ سال کے بعد یعنی پانچ سال بعد ۲۰۰۷ء میں اسرائیل ملیامیٹ ہو جائے گا۔ کیونکہ ۹ کا ہندسہ سب سے بڑا عدد ہے۔ یہ عدد عام طور پر انفرادی طور پر کارگر ہوتا ہے اور نوے سال کا عدد بڑے ممالک کی تقدیر کا فیصلہ کرتا ہے۔ مثلاً ۱۸۵۷ء جنگ آزادی کے سن میں ۹۰ سال جمع کرنے کے بعد ۱۹۴۷ء پاکستان بنا تھا۔ بیت المقدس بھی ۹۰ سال کے بعد آزاد ہوگا۔ بنو امیہ کی حکومت ۵۵۰ ہجری سے ۶۴۰ ہجری تک قائم رہی تھی۔ امریکہ افغانستان کے خواب کی تعبیر عراق پر حملہ کر کے تلاش کر رہا ہے۔ امریکہ سانپ خوردہ کتا ہے' پاگل ہو چکا ہے' اپنی شکست کی خفت مٹانا چاہتا ہے۔ امریکہ کے تھنک ٹینک یہ تھنک کر رہے ہیں کہ لوگ امریکہ سے جو نفرت کرتے ہیں اس کی وجہ کیا ہے۔ صدر امریکہ کو کسی عرب شیخ نے کہا تھا کہ صرف مسلمان ہی امریکہ سے نفرت نہیں کرتے بلکہ تمام دنیا امریکہ سے نفرت کرتی ہے۔ موجودہ فضاء میں امریکہ کے لئے عراق پر حملہ کرنا مناسب نہیں جائز نہیں۔ عراق نے تو اسلحہ انسپکٹروں کو عراق میں معائنے کی اجازت دے کر دوسرے ممالک کی حمایت حاصل کر لی ہے اور عراق پر حملہ کرنے کا جواز بھی ختم کر

دیا ہے۔لیکن صدر امریکہ اپنے باپ بش سینئر کے چھوڑے ہوئے ظالمانہ اقدام کی تکمیل کرنا چاہتا ہے۔جونیئر بش کا باپ اس ظلم کو جاری نہ رکھ سکا اس نے اپنے مکار اور چالاک بیٹے کو اپنی جگہ مقرر کر دیا ہے۔بش موجودہ صدر اب یہ کہہ رہا ہے کہ عراق نے اس کا مطالبہ حملہ کرنے کا جواز اسلحہ انسپکٹروں کو اجازت دے کر پورا تو کر دیا ہے لیکن اس بات سے کام نہیں بنتا کیونکہ عراق صدر جھوٹا ہے۔یہ مطالبہ تو نیا ہے جو صدر امریکہ نے گھڑ لیا ہے' بعد میں سوچا گیا ہے' زرخیز دماغ کی پیداوار ہے۔حملے کا جواز پیدا کرنے کے لئے یہ مفروضہ ہے اگر عراق صدر اب جھوٹا ہے تو صدر امریکہ نے پہلے کیوں نہیں کہا تھا کہ بے شک عراق اسلحہ انسپکٹروں کو معائنے کی اجازت دے گا' تب بھی امریکہ کوئی دوسرا الزام لگا کر عراق پر حملہ کر دے گا۔اصل بات یہ ہے کہ امریکی کتے کو انسانی خون اور انسانی گوشت کا چسکا افغانستان پر حملہ کر کے پڑ گیا ہے۔اس کتے کو اب ہر حال میں انسانی گوشت ملنا چاہیئے' اس کتے کو اس گوشت کے سوا اور کوئی گوشت مزا ہی نہیں دیتا۔اس لئے یہ کتا بھونک بھونک کر اقوام متحدہ میں شور مچا رہا ہے۔دوسری بات یہ ہے کہ دریا کے کنارے ایک بھیڑیا پانی پی رہا ہے۔اس بھیڑیئے نے بکری پر حملہ ضرور کرنا ہے اسے کوئی بہانہ چاہیئے تھا' بھیڑیئے نے کہا کہ بکری پانی گدلا کر رہی ہے اس لئے بھیڑیئے کو پانی پینے سے روک رہی ہے اس نے اسی بہانے سے بکری پر حملہ کر دیا اور اس کا گوشت کھا گیا۔

اگر امریکہ اس قدر حد سے بڑھ گیا ہے۔اس قدر پاگل ہو گیا ہے' اپنی بے پناہ دولت پر مغرور ہو گیا ہے' اپنی جدید اسلحہ کی قوت پر اس قدر ناز کرنے لگا ہے تو یہ امریکہ کی بدبختی ہے' امریکہ کے زوال کا پیش خیمہ ہے۔کیونکہ دنیا میں امریکہ سے بھی زیادہ طاقتور اور امیر قومیں قدرت نے آن کی آن میں تباہ کر ڈالیں۔ان کا نام و نشان تک باقی نہیں ہے' امریکہ ظالمانہ اقدام کرتے ہوئے اپنے وقت سے پہلے کی قوموں کا حشر دیکھ لے ورنہ قدرت کے لئے کوئی مشکل نہیں کہ کسی کے زور' کسی کی طاقت' کسی کی دولت' کسی کی قوت کو خاطر میں ہی نہ لائے۔امریکہ کا صدر کوئی خدا تو ہے نہیں کہ ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہے گا کیونکہ ''کل من علیھا فان'' ہر چیز فنا ہونے والی اور باقی رہنے والی پاک ذات صرف اور صرف اللہ کی ہے۔تو پھر اے لوگو! امریکہ والو! جدید اسلحہ والو! تم کس وجہ سے اللہ تعالیٰ کو جھٹلاتے ہو جب تم سے پہلے لوگ جو اللہ کو جھٹلاتے تھے ان کی قبریں تک معدوم ہو چکی ہیں۔ان کو ذرا بلا کر تو دیکھو ان کے حال پر غور تو کرو تمہارا حال ان سے بھی بدتر ہونے والا ہے۔صرف وقت اور موقع کا انتظار ہے جو کہ ضرور جلد یا بدیر آ کر ہی رہے گا۔وقت کے پر ہوتے ہیں دنیا کی ہر چیز بدلتی ہے۔اب بھی وقت ہے کہ غور کیا جائے۔امریکہ یہ خیال نہ کرے کہ امریکہ کے تھنک ٹینکس مسلم ممالک کے خلاف زہر افشانی تو کرتے ہیں اب ہم تجزیہ کرتے ہیں کہ امریکہ کا اپنا کردار کیا ہے۔

امریکہ میں ۱۹۸۹ء میں شائع ہونے والی ایک تحقیقی رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ امریکہ ایٹمی صلاحیت حاصل کرنے کے بعد دنیا کے مختلف ممالک کو اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے ۲۵ سے زائد بار ایٹمی اسلحہ استعمال کرنے کی دھمکی دے چکا ہے۔اس رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ جب سے امریکہ نے ایٹمی صلاحیت حاصل کی ہے اس وقت سے وہ مسلسل اس بات کے لئے کوشاں ہے کہ اسے دشمنوں پر ہر اعتبار سے فوقیت حاصل ہو جائے۔چاہے اس کے لئے اسے ایٹمی اسلحے کا سہارا ہی کیوں نہ لینا پڑے۔۱۸۹۴ء سے ۱۹۰۰ء تک چین پر امریکی فوجیں قابض رہیں۔۱۹۰۲ء میں اسپینش وار کے بعد امریکی فوج نے کیوبا پر قبضہ کر لیا۔خلیج گوانتانامو پر آج بھی امریکی قبضہ برقرار ہے۔البتہ ویت نام میں امریکی شکست کھا کر ہیلی کاپٹروں پر لٹک کر بھاگ گئے تھے۔

یہ ہے وہ لسٹ ان ممالک کی جن پر امریکہ بم باری کر چکا ہے۔ ان کی تعداد ۲۳ ہے۔

ملک کا نام	بمباری کا سال
چین	۱۹۴۵ـ۴۶ء
کوریا	۱۹۵۰ـ۵۳ء
گوئٹے مالا	۱۹۵۴ء
انڈونیشیا	۱۹۵۸ء
کیوبا	۱۹۵۹ـ۶۰ء
گوئٹے مالا	۱۹۶۰ء
کانگو	۱۹۶۴ء
پیرو	۱۹۶۵ء
لاؤس	۱۹۷۳ء
ویت نام	۱۹۶۱ـ۷۳ء
کمبوڈیا	۱۹۶۹ـ۷۰ء
گوئٹے مالا	۱۹۶۷ـ۶۹ء
گرینیڈا	۱۹۸۳ء
لبنان	۱۹۸۴ء
لیبیا	۱۹۸۶ء
ال سلواڈور	۱۹۸۰ء
نکاراگوا	۱۹۸۰ء
پاناما	۱۹۸۹ء
عراق	۱۹۹۱ـ۹۹ء
سوڈان	۱۹۹۸ء
افغانستان	۱۹۹۸ء
یوگوسلاویا	۱۹۹۹ء
افغانستان	۲۰۰۱ء

اب ہم تجزیہ کریں گے کہ اقوام متحدہ کی افادیت اور اہمیت کیا ہے۔ امریکہ کھلم کھلا یہ اعلان کر چکا ہے کہ اقوام متحدہ بے شک امریکہ کا ساتھ نہ دے' امریکہ اکیلا برطانیہ کو ساتھ لے کر عراق پر حملہ کر دے گا۔ اس کے بعد ایران اور دوسرے ممالک کی خبر لے گا۔ اقوام متحدہ اپنی افادیت کھو چکی ہے' اقوام متحدہ میں ویٹو پاور ناانصافی' ظلم اور بربریت کا نشان ہے۔ امریکہ روس کو شکست دے کر از خود سپر پاور بن چکا ہے اور امریکہ کا کردار تو یہ ہے کہ ایک بھیڑیا بکری پر حملہ کرنا چاہتا تھا۔ بھیڑیئے نے بکری پر یہ کہہ کر حملہ کر دیا کہ بکری پانی پیتے ہوئے پانی کو گدلا کر رہی ہے اور امریکہ صلیبی جنگ شروع کر چکا ہے۔ صلیبی جنگ کا اعلان کر کے زبان کی لغزش قرار دے رہا

ہے۔امریکہ کے اپنے تھنک ٹینک یہ کہہ چکے ہیں کہ ستمبر ۲۰۰۱ء کا حملہ امریکہ کے اپنے برے اعمال کا نتیجہ ہے اور جس قدر لوگ اس حملے سے مر چکے ہیں اس سے زیادہ ہلاکتیں اور نقصان امریکہ پہلے ہی عالم اسلام پر حملے کر کے پہنچا چکا ہے۔اقوام متحدہ کا منشور اسلام کے جلیل القدر پیغمبرؐ کے آخری خطبہ سے اخذ تو کیا گیا ہے اگر آخری خطبہ کی روح اس منشور میں برقرار رکھی جاتی تو آج عالم اسلام کو نئے اسلامی نظام کی تشکیل کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوتی۔یہ قدرت کا انتظام ہے کہ امریکہ صاف صاف اقوام متحدہ سے بغاوت کر رہا ہے۔اقوام متحدہ اپنی افادیت کھو چکی ہے' یہ ایسے حالات پیدا ہو چکے ہیں کہ مسلم امۃ پھر اسی آسمانی آواز کی طرف رجوع کر رہی ہے کہ آج سے ۱۵۰۰ برس پہلے فضا میں گونجی تھی۔اگر امت مسلمہ اس آواز پر کان دھرتی' اس آواز پر عمل بھی کرتی تو امریکہ بہت پہلے غرق ہو گیا ہوتا۔امریکہ نے نیو ورلڈ آرڈر ایجاد کر لیا ہے۔مسلم امۃ کو ایک ایک کر کے ختم کرتا جا رہا ہے۔ادھر قدرت کا ملہ بھی اس حالت سے بے خبر نہیں ہے۔امریکہ کے اپنے اعمال کی شامت کا ایک جھٹکا تو ستمبر ۲۰۰۰ء میں دیا جا چکا ہے۔امریکہ اب بھی سوچ رہا ہے کہ امریکہ کا دفاعی نظام ناقابل تسخیر تھا' ایک چڑی بھی پر نہیں مار سکتی تھی' اس قدر ہوشیاری' اس قدر چالاکی' اس قدر قوت کے باوجود ستمبر کا حملہ کیوں ہوا پھر امریکہ از خود ہی سوچتا ہے کہ امریکہ سے بھی ضرور غلطیاں ہوئی ہیں۔پھر امریکہ اپنے آپ سے مخاطب ہوتا ہے کہ امریکہ کو امریکہ کی غلطیوں کی سزا اتنی دیر سے کیوں ملی ہے۔امریکہ اپنے ضمیر کی آواز سنتا ہے کہ قدرت کے لئے فاصلہ اور وقت کوئی قیمت نہیں رکھتا اور یہ آواز بھی اسے سنائی دیتی ہے کہ یہ امریکہ کے اعمال کی شامت ہے' شامت اعمال تو صورت ستمبر گرفت۔قدرت اپنے اصول کے مطابق سزا مسلط کرنے کے لئے مناسب موقع ضرور دیا کرتی ہے۔اب عالم اسلام کو قدرت کے اس موقعہ کے اشارے سے ایسے حالات اور واقعات کے مطابق لائحہ عمل کر کے متحد ہو کر مقابلہ کرنا ہوگا۔

وہ بادۂ شبانہ کی سرمستیاں کہاں
اٹھیئے کہ اب تو لذت خواب سحر گئی
یہ نکتہ لکھ دیا کس شوخ نے محراب و منبر پر
کہ غافل گر گئے سجدے میں جب وقت قیام آیا

جب جنگل کا قانون نافذ ہو' جب جدوجہد آزادی کو دہشت گردی کا نام دیا جاتا ہو' جب خون پانی سے ارزاں ہو چکا ہو' جب طاقتور کمزور کا حق مار رہا ہو' جب اقوام متحدہ اپنا مقام کھو چکی ہو' جب طاقتور یہ کہہ دے کہ وہ کسی اقوام متحدہ کو مانتا ہی نہیں' جب اللہ کی زمین پر اللہ کی مخلوق پر پابندیاں لگا کر موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہو' جب ویٹو پاور استعمال کر کے ناانصافی ہو رہی ہو' جب علی بابا چالیس چور والا معاملہ ہو' جب ہلاکو خان اور چنگیز خان کا کردار دہرایا جا رہا ہو' جب فرعون ثانی کا حکم جاری ہو' جب اللہ کے قانون کو روندا جا رہا ہو' جب پیغمبروں کو برا بھلا کہا جا رہا ہو' جب اسلام کے پیغمبر کی تصویر بنا کر اس کے ایک ہاتھ میں تلوار دوسرے ہاتھ میں قرآن دکھایا جا رہا ہو' جب کسی دوسرے پیغمبر کے ہاتھ میں پھول اور امن کی فاختہ دکھائی جا رہی ہو تو ایسے حالات میں خدا کا قہر نازل ہونا ناگزیر ہو جاتا ہے۔ستمبر ۲۰۰۱ء قہر خداوندی کا شاخسانہ تھا۔امریکہ کس طرح یہ کہتا ہے کہ دہشت گرد جہاں بھی ہوں امریکہ ان کو نیست و نابود کر دے گا۔امریکہ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ دہشت گردی' یہ حملہ' یہ تباہی' یہ خوف و ہراس جو ظاہری طور پر جس طرح نظر آ رہا ہے۔امریکہ کے

اپنے اعمال کا نتیجہ ہے جو کہ اس صورت میں دکھایا گیا ہے' امریکہ کیوں اپنے ملک کی حفاظت نہ کر سکا' امریکہ کیوں لاچار تھا' امریکہ پر قدرت نے غنودگی کیوں طاری کر دی تھی' امریکہ کیوں غافل تھا' امریکہ ۱۱ ستمبر کے حملہ سے اپنے آپ کو بچا نہ سکا۔ امریکہ کو معلوم ہونا چاہیئے یہ قدرت کا ہاتھ تھا' امریکہ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے' فرعون بھی اپنے آپ کو خدا کہتا تھا' فرعون کیوں دریائے نیل میں غرق ہو گیا' فرعون کی لاش عبرت کے لئے روئے زمین پر پڑی ہے' امریکہ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیئے کہ اس سے پہلے امریکہ سے زیادہ طاقتور قومیں آن کی آن میں نیست و نابود کر دی گئیں۔

ایسے حالات میں اہل اسلام کو وہ آواز جو آج سے ۱۵۰۰ سال پہلے فضائے بسیط میں گونجی تھی' اس آواز پر عمل کرنا ہوگا' وہ آواز جس پر اقوام متحدہ کا منشور بن کر اب ناکارہ کر دیا گیا ہے' اس آواز پر اپنا منشور ترتیب دینا ہوگا' وہ آواز کس کی تھی' وہ آواز کیا پیغام دے رہی تھی' وہ آواز دنیا کے سب سے بڑے قانون دھندہ کی تھی' وہ آواز مقام عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر کے علمبردار کی تھی' وہ آواز لوح بھی تو قلم بھی تو کے حامل پیغمبر کی تھی' وہ آواز ورفعنا لک ذکرک کے تاجور کی تھی' وہ آواز لولاک لما خلقت الافلاک کے تاجدار کی تھی' وہ آواز ان شانئک ھو الابتر کے حامل کی تھی' وہ آواز آخری پیغمبر حامل قرآن قرآن ناطق کی تھی' اس آواز میں خطبہ حجۃ الوداع کا متن درخشاں تھا۔ یہ وہی سلامتی کونسل ہے جس نے اسی آخری خطبہ سے اپنا منشور بنا کر اسے غلط طریقہ سے استعمال کر لیا اور عالم اسلام کو زندہ درگور کر دیا یہ خطبہ عالم اسلام کے پیغمبر نے عالم اسلام کے لئے دیا تھا۔ مغربی اقوام نے اسی خطبہ کو کچھ تبدیلی کر کے مسلمانوں کے خلاف بنالیا۔ مسلمان کے پیغمبر کے خطبہ کو مسلمانوں کے خلاف بطور ہتھیار استعمال کر لیا۔ آج وہی امت خون کے آنسو رو رہی ہے۔

آسماں نے دولت غرناطہ جب برباد کی
ابن بدروں کے دل ناشاد نے فریاد کی
نالہ کش شیراز کا بلبل ہوا بغداد پر
داغ رویا خون کے آنسو جہاں آباد پر

امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے امت مسلمہ کا فرض ہے کہ اسی آواز پر کان دھرے جائیں۔ خطبہ حجۃ الوداع کی روشنی میں ایک نئے منشور کو مرتب کیا جائے۔ امریکہ نیو ورلڈ آرڈر سے شیطان بزرگ سے مشورہ کر کے دنیا پر شیطانی عمل مسلط کرنا چاہتا ہے۔ آیئے دیکھیں خطبہ حجۃ الوداع جو ہمارے جلیل القدر پیغمبر ﷺ نے دیا تھا اس خطبہ میں کیا پیغام دیا گیا تھا۔ مؤرخ یعقوبی کے الفاظ میں یہ خطبہ اس طرح دیا گیا تھا۔

"The Prophet Said the Rabiah, "Say to Them O! People, do you know what month this is, They said, "It is sacred month of Dhul Hajjah." Then the Prophet said to Rabi'ah, Say to them God has hollowed your blood and your property like the sanctity of this month until you meet your Lord. Then the Prophet said to Rabi'ah say to them,

"Do you know what territary this is"? and they said, "The Holy Land of Mecca." And then the Prophet said to Rabi'ah to say to them, "God has hallowed your blood and property like the sanctity of this land until you meet your Lord. Then the Prophet said to Rabi'ah, say to the people, "Do you know what day this is? And they said," The day of the great Hajj." And then the Mohammad P.B.U.H, said to Rabi'ah to say to them, "God has made sacred and inviolable the life and the property of each of you unto the other like this day of Hajj until you meet your Lord."

امت مسلمہ کو تعلیمات نبوی ؐ کی روشنی میں مسلم اقوام متحدہ تشکیل دینا ہوگی۔

بمصطفیٰؐ برساں کہ دین ہمہ اوست

گر بہ او نہ رسیدی ہمہ بولہبی است

یہ خطبہ مسجد الحرام میں ۷ ذی الحجہ کو' عرفات میں ۹ ذی الحجہ کو منٰی میں ۱۰۔۱۱۔۱۲ کو دہرایا گیا تھا۔

''لوگوں کا خون لوگوں کا مال' انتہائی قیمتی' ہے''۔

Yaqoobi, the historian further says:

Verily the number of months with God is twelve months in ■ year, so ordained by him the day God created the heavens and the earth. Of them four are sacred. Three consecutive and the Rajab of Mudar, which is between Jumada and Sh'ban. This is the true religion. So wrong not your selves.

''بے شک مہینوں کی تعداد خدا کے ہاں سال میں بارہ ہے جس کا تعین اس نے اسی دن کر دیا تھا جس دن تخلیق افلاک اور زمین عمل میں لائی گئی ان مہینوں میں مسلسل تین ماہ ذی قعد' ذی الحجہ' محرم مقدس مہینے ہیں۔ چوتھا مہینہ آل مفر کا رجب ہے جو جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان ہے ہمارے دین میں ان چار مہینوں کا تقدس درست ہے۔ اس لئے اے لوگو! تم اپنی مرضی سے اس تقدس کو پامال نہ کر دینا''۔......(ترجمہ)

"I am ■ man like unto you, it is possible that you may not see me again in this place."

''میں تمہارے ہی جیسا انسان ہوں ممکن ہے تم پھر مجھے یہاں پر نہ دیکھ سکو۔''

"O! Lord! I have delivered thy message and the valley resounded with the reply from the myriads of throats with one accord, and that thou hast."

"There upon the Prophet said, "O! Lord! I heseech thee bear thou witness unto it."

''اے اللہ میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا ہے' اے اللہ میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ تو گواہ رہنا۔''

''تمہارا خون تمہارا مال قیامت تک محترم ہے۔وراثت میں وارثوں کی حق تلفی نہ ہو' امانت واپس کی جائے' غلاموں سے اس طرح سلوک کرو جس طرح تم اپنے آپ سے سلوک کرتے ہو' گناہوں سے بچو' ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے' اللہ کی کتاب اور نبی کی سنت تمہارے لئے مشعل راہ ہے۔''

"A plain indication, the book of God and the practice of his Prophet."

اگر حضورؐ انور کے اس فرمان کو عالمی منشور کے طور پر مشتہر کر دیا جائے' اس کی تشہیر تاریخ سے مثالیں دے کر کی جائے' امت مسلمہ اپنی اقوام مسلم متحدہ بنالے' اس سرپھرے انسان کی عقل ٹھکانے لگا دی جائے' اسے اس فرمان سے روشناس کرا دیا جائے' اس کے دماغ سے گرمی نکال کر صبر واستقلال کا جذبہ رکھ دیا جائے' اس کی عقل کی زمام تباہی اور بربادی سے موڑ کر آبادی اور خوشحالی کی جانب کر دی جائے تو یہی کائنات جنت کا نمونہ بن کر نمودار ہو سکتی ہے' نہ چیخیں ہوں گی نہ آہ وزاریاں' نہ ظلم ہوگا نہ گریہ زاریاں' نہ دکھ ہوگا نہ بیماریاں' نہ رنج ہوگا نہ آہ وزاریاں' نہ ظلم ہوگا نہ گریہ زاریاں' نہ دکھ ہوگا نہ بیماریاں' نہ رنج ہوگا نہ لاچاریاں' نہ الم ہوگا نہ اشک باریاں' نہ درد ہوگا نہ بے قراریاں' نہ ظالم ہوں گے نہ ظلم' نہ دشمن ہوں گے نہ دشمنی' نہ دھوکے باز ہوں گے نہ دھوکہ' کوئی شخص بھوکا نہ رہے' عزت محفوظ ہو' شراب کباب کا دور کالعدم ہو جائے' احترام زندگی عود کر آئے۔

''انسانی زندگی محترم' مقدس' قابل احترام' قابل عزت' باعث شرف ہے۔ایک دوسرے کا مال اسباب اسی طرح ایک دوسرے کی نگاہ میں عزیز ہو۔جس طرح کہ اس کا اپنا مال اس کی نگاہ میں عزیز ہے۔''

''زمانہ پھر اسی نقطہ پر آ کر ٹھہر گیا ہے کہ جس نقطہ پر تخلیق کائنات کے وقت تھا۔''

وقت آ گیا ہے کہ امت مسلمہ خواب غفلت سے بیدار ہو جائے۔خطبہ حجۃ الوداع کو اپنا منشور بنالے' اپنی ذمہ داری کو محسوس کرے۔''سود کالعدم قرار دیا جائے''۔''عورتوں کے حقوق کا تحفظ کیا جائے''۔

''لوگو تمہاری بیویوں پر تمہارے کچھ حقوق ہیں......اسی طرح تمہاری بیویوں کے بھی تم پر کچھ حقوق ہیں......وہ تمہارے پاس خدا کی امانت ہیں......''۔

علامہ اقبالؒ نے فرمایا کہ اگر میرا ایمان نہ ہوتا کہ قرآن الہامی کتاب ہے تو میں یہ کہہ دیتا کہ قرآن عورت کی تصنیف ہے۔

ہمارے جلیل القدر پیغمبرؐ نے آخری خطبہ میں دوسری چیزوں کے علاوہ خاص طور پر عورتوں کے حقوق کا بھی مکمل طور پر تحفظ کیا ہے۔

Yaqoobi- The historian's words in english are this narrating the words ofthe Holy Prophet.

"O! People! you have certain rights over your wives, and so have your wives

over you. They are the trust of God in your hands. So you must treat them with all kindness. You have taken them only as a trust from God; And you have the enjoyment of their persons by the words of God.

خطبہ حجۃ الوداع جسے عالم اسلام اپنا منشور بنانا چاہتا ہے' عالم اسلام کے لئے قیامت تک کے لئے ہے۔ یہ خطبہ کسی خاص وقت کسی خاص زمانہ کسی ایک زمانہ کے لئے نہیں ہے' بلکہ یہ خطبہ تمام اسلامی ممالک کے لئے ہے۔ اگر عالم اسلام اس خطبہ پر عمل کر لیتا تو آج مسلمان اس قدر ذلیل نہ ہوتے' اہل مغرب آج مسلمانوں کا خون نہ بہاتے' ان کا حق غصب نہ کرتے' ان پر ظلم نہ ہوتا' اب بھی وقت ہے اللہ کی رحمت کا نزول ہے۔ حضور ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں مشترکہ لائحہ عمل تیار کیا جائے تو کبھی برق مسلمانوں پر نہ گرے گی' مسلمانوں کو ذلیل نہ سمجھا جائے گا۔

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر
اور ہم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر
کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

کیا وہ وقت پھر لوٹ کر نہیں آسکتا جو سنہری وقت تھا؟

-- ہاں وہ وقت پھر واپس لایا جا سکتا ہے اگر ہم تعلیمات نبویؐ پر عمل کریں۔ کیا ہماری اذان یورپ کی وادیوں میں نہیں گونج سکتی؟ ہاں!

دعا

کیا تو نے صحرا نشینوں کو یکتا
خبر میں نظر میں اذان سحر میں
کشادِ درِ دل سمجھتے ہیں اس کو
ہلاکت نہیں موت ان کی نظر میں
دل مرد مومن میں پھر زندہ کر دے
وہ بجلی کہ تھی نعرہ لا تذر میں
عزائم کو سینوں میں بیدار کر دے
نگاہ مسلماں کو تلوار کر دے

عقدۂ قومیت مسلم کشود

از وطن آقائی ما ہجرت نمود

صورت ماہی بہ بحر آباد شو!

یعنی از قید وطن آزاد شو!

تاز بخشش ہائی آں سلطان دیں

مسجد ما شد بہہ روئے زمیں

ہمارے آقائے نامدارؐ نے اپنے وطن سے ہجرت کر کے قومیت کے بت کو توڑ دیا۔ کلمہ گو مسلمان سب بھائی بھائی ہیں' گورے کو کالے پر' کالے کو گورے پر صرف تقویٰ ہی کی وجہ سے فوقیت ہے تمام مسلمان ایک ہیں۔ مچھلی کی طرح روئے زمیں مسلمان ہی کے لئے ہے' مسلمان کا وطن تمام زمین ہے وہ جہاں چاہے نماز ادا کرے۔ یہ ہمارے سلطان دین ہی کی وجہ سے ہے کہ مسلمان کے لئے تمام فرش زمیں مسجد بنا دی گئی ہے۔

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امتِ مسلمہ کی ذمہ داریاں تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

سید شجاعت علی حسنین رحیم یار خان

نیا عالمی نظام کیا ہے؟ یہ ایک مبہم سی اصطلاح ہے جس کی ایک واضح اور قبول عام تعریف ہنوز اپنائی نہیں جا سکی۔ تاریخی طور پر یہ ایک نسبتاً نئی اصطلاح ہے جس کے آثار بیسویں صدی میں ہی مل پائے ہیں۔ سب سے پہلے پہلی عالمی جنگ کے بعد امریکی صدر وڈرو ولسن نے مستقبل کے عالمی نظام کے بارے میں ایک نئی بحث کا آغاز کیا اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ مستقبل کے نظام کو عالمی طور پر طے شدہ اصول وضوابط اور سماجی وتمدنی اقدار کے تابع ہونا چاہیئے۔ کرہ ارض پر امن اور جمہوریت کی فرمانروائی ہونی چاہیئے' لیکن یہ خواب ادھورا رہا کیونکہ اس مقصد کے لئے معرض وجود میں آنے والی تنظیم لیگ آف نیشنز اپنی خامیوں اور کمزوریوں کے سبب اس سمت کچھ کرنے سے قاصر رہی۔ امن اور جمہوریت دونوں نہ پنپ سکے' حتیٰ کہ دنیا پھر ایک طویل (۴۵-۱۹۳۹) اور خوفناک جنگ کی لپیٹ میں آ گئی۔

دوسری عالمی جنگ کے بعد دنیا کے بڑے ایک بار پھر سر جوڑ کر بیٹھے' اقوام متحدہ کی داغ بیل ڈالی گئی۔ حق' راستی' عدل اور جمہوری اقدار کا خوب پرچار ہوا۔ دعاوی بظاہر بہت دلکش تھے لیکن بیل پھر منڈھے نہ چڑھ سکی۔ نوع انسانی ایک نئی وضع کی جنگ کا شکار ہوگئی جسے عرف عام میں سرد جنگ کہا جاتا ہے۔ چار دہائیوں پر محیط یہ جنگ اپنی گوناگوں تباہ کاریوں کے لحاظ سے کسی طور پر عالمی جنگوں سے پیچھے نہیں رہی۔ سوویت یونین کی معاشی تباہی اور سیاسی ٹوٹ پھوٹ کے ساتھ ہی سرد جنگ ختم ہوگئی۔ امریکہ ایک واحد سپر پاور کے طور پر ابھرا۔ صدر جارج بش سینئر نے نئے نظام کی وضاحت کچھ یوں کی ہے کہ:

اقوام متحدہ کی تنظیم دنیا بھر میں قیام امن کی ذمہ داری نبھائے گی۔

آئندہ جارح سزا سے بچ نہیں پائے گا۔

طاقت کے ذریعہ قبضہ غلط ہے' اسے کسی طور پر برداشت نہیں کیا جائے گا۔

عالمی سرحدوں کو یک طرفہ طور پر تبدیل نہیں کیا جاسکے گا۔

انسانی حقوق کا ہر کسی کو احترام کرنا ہوگا' ان کی خلاف ورزی بین الاقوامی جرائم کی فہرست میں شامل ہوگی' اور اس کی بیخ کنی کے لئے عالمی سرحدوں کو بھی پار کیا جاسکے گا۔

دعویٰ کیا گیا کہ ان ضوابط کی پابندی کرنے سے دنیا امن اور جمہوریت کا گہوارہ بن جائے گی۔ بظاہر یہ سب کچھ بے حد دلکش تھا' لیکن مقام افسوس ہے کہ کرہ ارض پر پھر بھی بدامنی اور بے انصافی کا راج رہا' کیونکہ لینے کا باٹ اور دینے کا اور استعمال ہوتے رہے۔ طاقت ور نے ہمیشہ اپنے مفادات کو آگے بڑھایا۔ اتفاق سے ان دعاوی کی جانچ کا موقعہ بھی مل گیا۔ پہلے عراق کو کویت سے لڑایا پھر عراق کی گوشمالی کچھ اس انداز سے کی کہ امریکہ بہادر کو عربوں کے وسائل پر دسترس حاصل ہوگئی۔

آبادی اور وسائل کے اعتبار سے عالم اسلام ایک متاثر کن تصور پیش کرتا ہے۔ کرہ ارض پر مسلمانوں کی آبادی ایک ارب بیس کروڑ کے لگ بھگ ہے۔ مسلمانوں کی ترپن آزاد ریاستیں ہیں' کل زمین کا ۲۳ فیصد حصہ مسلمانوں کی ملکیت ہے' معدنی اور زرعی

دولت کی بھی کمی نہیں' لیکن مقام افسوس ہے کہ مسلم دنیا کی عالمی سطح پر کوئی آواز ہے نہ پہچان۔ انہیں بنیاد پرست مذہبی دیوانوں کے طور پر لیا جاتا ہے جو دنیا کو زبردستی قرون اولیٰ کی جانب لے جانا چاہتے ہیں۔ کس قدر دکھ کی بات ہے کہ ہم اپنے مذہب اسلام جو محبت' اخوت' امن اور بھائی چارے کا دین ہے' کو بھی صحیح طور سے عالمی سطح پر متعارف نہیں کر پائے۔

عالم اسلام کو چاہیئے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کی خارجہ حکمت عملی کو اپنائے۔ خول میں بند نہ ہوں بلکہ بیرونی دنیا سے بھرپور انداز میں باضابطہ تعلق پیدا کر کے انہیں امن و سلامتی کا پیغام پہنچایا جائے۔ مسلمان من حیث جمیع سہل پسند ہیں' محنت سے جی کتراتے ہیں' تنوع سے پہلو تہی برتتے ہیں' حالانکہ علم ان کے لئے حکم اول بھی ہے اور شدید ضرورت بھی۔ حکمت ان کی گمشدہ متاع ہے جو جہاں سے بھی ملے حاصل کر لینی چاہیئے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے زمانے میں ماہر لسانیات کی ایک خاصی جماعت موجود تھی جو بیرونی سفارتوں پر جاتے اور غیر اقوام کے ساتھ ان کی زبان میں گفتگو کرتے۔ غیر اقوام اور حکومتوں کے دلوں میں گھر کرنے کے لئے حضور ﷺ سفراء کے ہاتھ تحائف بھی بھجواتے۔ سفراء کا تقرر محض امن کے زمانے میں ہی نہیں بلکہ زمانہ جنگ میں بھی ہوتا تھا۔ معاہدات کی تحریر و ترتیب کے لئے ماہرین کی ایک جماعت موجود رہتی تھی جو سفارتی زبان اور آداب میں ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ زباندانی میں بھی یکتا ہوئے اور اپنی تحریروں کے ذریعے مخالفین کے دلوں میں نرم گوشہ اور احترام پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ معاملات کی پیچیدہ گتھیاں بھی سلجھا دیتے تھے۔ آج بھی امہ کو دربار نبویؐ کے سفارت کاری کے نظام کی جانب ہی لوٹنا ہوگا۔ مسلم ممالک اپنی فارن سروسز اور وزارت ہائے امور خارجہ کو ان خطوط پر ترتیب دے کر آج بھی اقوام عالم کے ساتھ بہتر تعلقات قائم کر سکتے ہیں۔

آج مغربی معاشرت کی یلغار عالمگیر ہے' دنیائے اسلام کو اس کے آگے بند باندھنے کی ضرورت ہے تا کہ ان کی آنے والی نسلیں اس مادر پدر آزاد معاشرت میں جذب نہ ہو جائیں۔ فی الحقیقت مغربی معاشرہ کی تراکیب میں مذہب کہیں بہت پیچھے رہ گیا ہے۔ عیسائی کہلانے والوں کا عیسائیت سے دور کا بھی تعلق نہیں' عیسائیت کا اپنا ایک ضابطہ اخلاق موجود ہے جبکہ مغربی معاشرہ ایسی کسی بندش سے یکسر آزاد ہے۔ اس کے برعکس مسلمان الحمدللہ آج بھی ایک الہامی دین کے نام لیوا ہیں اور اپنی ناپاکیوں اور پلیدیوں کی دین کی اس کسوٹی پر اصلاح چاہتے ہیں۔ مشرق اور مغرب کی تہذیبوں میں بعد المشرقین محض اس لئے دکھائی دیتا ہے کہ ایک کی بنیاد الہامی ضوابط پر ہے جبکہ دوسری کسی قسم کے ضابطے سے عاری ہے۔ یاد رہے کہ مذہبی خیر پر مبنی تہذیبیں باہم دست و گریباں نہیں ہوتیں بلکہ باہم مشترک نقاط کی بنیاد پر اتفاق رائے کو پروموٹ کرتی ہیں اور تہذیبی دوڑ میں شامل رہتی ہیں۔ مختلف مغربی ذرائع مذہب اسلام کو نہایت بھونڈے انداز میں پیش کر رہے ہیں' طرح طرح کے بے سروپا الزامات اس کے سر تھوپے جا رہے ہیں' انٹرنیٹ پر ایسا مواد وافر مقدار میں موجود رہتا ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلام کے خلاف زہریلے پراپیگنڈہ کا فرداً فرداً جواب دینے کی بجائے اجتماعی طور پر نہایت عالمانہ اور پُر مغز توڑ کیا جائے اور اس ضمن میں ای۔سی۔او کے پلیٹ فارم کو استعمال کیا جا سکتا ہے۔ مغربی پراپیگنڈہ کا جواب انہیں مؤرخوں اور سکالروں کی تحریروں سے دیا جائے جو اسلام کی حقانیت' اصول پرستی' انصاف پسندی' امن اور اخوت سے مرعوب نظر آتے ہیں۔ اس ضمن میں رابرٹ برفالٹ (Robert Briffault) کی تصنیف ''دی میکنگ آف ہومینٹی'' اور نامور مؤرخ موئر (Muir)

کی "The caliphate its rise, decline and fall" اور ٹائن بی کی ''دی ورلڈ اینڈ دی ویسٹ'' پی۔ کے ہٹی کی ''اسلام ان دی ماڈرن ورلڈ'' جیسی تصانیف سے مدد لی جا سکتی ہے۔ اس قبیل کے مغربی سکالروں نے مسلمانوں اور ان کے دور حکومت وخلافت کے بارے میں انتہائی ثقہ اور متوازن تحریریں چھوڑی ہیں جو بذات خود متعصب مغربی مصنفین کے پراپیگنڈے کی نفی کرتی ہیں۔

دیگر مذاہب کی علی الرقم اسلام کا طرز عمل یہ ہے کہ یہ انہیں الہامی مذہب سمجھتا ہے۔ ان کی کتابوں اور انبیاء پر ایمان لائے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا۔ دین اسلام کے اس حُسن کو مغرب پر آشکار کرنے کی ضرورت ہے کہ ہم ان کے دشمن اور بدخواہ کیونکر ہو سکتے ہیں' کیونکہ ہم تو ان کی کتابوں کو الہامی اور ان کے انبیاء کو برحق مانتے ہیں۔ اہل کتاب کی اصطلاح سب پر حاوی ہے اور مسلمانوں کو حکم ہے کہ ان کے اور اپنے درمیان عقائد کے اشتراک اور اتفاق وہم آہنگی کی نشان دہی کریں' تاکہ باہم میل جول اور خیر سگالی کے تعلقات قائم کرنے میں آسانی ہو۔ قرآن نے توحیدی عقائد رکھنے والے گروہوں سے جو تعاون کی اپیل کی ہے وہ تمام مہذب انسانیت سے تعاون کی اپیل ہے۔

اسلام میں دوسرے مذاہب کے عزت واحترام کا یہ عالم ہے کہ نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد حضور سرور عالم ﷺ کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ نے انہیں مسجد نبوی ﷺ میں ہی عبادت کی اجازت دے دی۔ وفد کے سربراہ نے عرض کی کہ ان کی عبادت میں موسیقی بھی شامل ہے' مبادا گراں گزرے' مگر آپ ﷺ نے التفات فرمایا اور اس سے بھی منع نہیں کیا۔ اور یہی اجازت جب حضرت عمر فاروقؓ کو شام کے عیسائیوں نے دی کہ ہمارے گرجا میں نماز ادا کر لیں تو تردد فرمایا مبادا مسلمان اسے مثال بنا کر گرجاؤں کو مساجد میں تبدیل کر دیں۔

-- اسلامی دنیا کو مغرب کے پنجہ استبداد سے آزاد ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا۔ عہد غلامی ان پہ یوں بھی بھاری رہا کہ وہ مادی' معاشی' تکنیکی' فوجی اور جذباتی طور پر بہت پیچھے رہ گئے۔ مغربی استعمار نے ان پر حکومت ہی نہیں کی بلکہ مذہب سمیت ہر معاملہ میں معذرت خواہانہ انداز اپنانے پر مجبور کر دیا۔ بیسویں صدی میں غلامی کی زنجیریں کٹیں اور مسلمانوں میں قدرے بیداری آئی تو مغرب بدک گیا۔ انہیں اسلامی بنیاد پرستی کا طعنہ دیا گیا اور یہ کہ وہ مغرب کے خلاف صف آراء ہونے جا رہے ہیں۔

یہ گھٹیا پراپیگنڈہ چھوٹے موٹے مصنفین کی حرکت نہیں بلکہ اس قبیل کے سرخیلوں میں امریکی صدر رچرڈ نکسن (Seize the Moment) اور رونالڈ ریگن (An American Life) جیسی معتبر شخصیات نمایاں ہیں۔ اس کار خیر کو فرانسیس فاکویاما (The end of history and the last man)' پروفیسر ہنٹنگٹن (Clash of Civilization) اور رچرڈ پف جیسے معروف کالمنسٹ نے بھی خوب خوب حصہ ڈالا۔ فی الحقیقت تعصب نے اس نوع کے سبھی مؤلفین کو اندھا کر دیا ہے اور وہ مظلوم اور ستم رسیدہ مسلمانوں کو الٹا ظالم اور خطرناک ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

عالم اسلام کے علماء اور محققین کو دنیا کو بتانا چاہیئے کہ اسلام اور مسلمانوں کا بنیاد پرستی سے کوئی تعلق نہیں یہ تو خالصتاً عیسائیوں کی چیز ہے' اسلام تو زندہ اور پراگریسو مذہب ہے جس میں دین کو دنیا سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ جو کچھ اس انداز میں باہم مربوط ہیں کہ اکائی کا رنگ لئے ہوئے ہیں۔ دہشت پسندی کی بات کی جائے تو اس برائی کا بھی کسی خاص مذہب' عقیدے اور گروہ سے تعلق نہیں

ہوتا۔ تاریخ میں جھانکیں تو بلاتمیز مذہب و ملت متعدد معاشرے اس گناہ میں لتھڑے دکھائی دیتے ہیں۔ حتیٰ کہ سیکولرازم کا ڈھونگ رچانے والے بھی اتنے ہی بلکہ کچھ زیادہ گنہ گار نظر آتے ہیں' بھارت اور متعدد مغربی ممالک کی مثالیں سامنے ہیں۔ آئرلینڈ' سربیا' بوسنیا ہرزیگوینا اور کروشیا میں کیا ہو رہا ہے؟ اسے آخر کس کھاتے میں ڈالیں گے؟ یہ سب تو نام نہاد سیکولر معاشروں کا کیا دھرا ہے۔ کویت پر عراقی قبضہ اگر غیر قانونی اور غیر اخلاقی تھا تو فلسطین پر اسرائیلی یلغار کو کیا نام دیں گے۔ ایسٹ تیمور کے ''مظلوم عیسائی'' تو عالمی ضمیر کو نظر آ گئے لیکن کشمیر پر بھارتی غاصبانہ قبضے اور بے پناہ مظالم پر کسی کو کچوکا کیوں نہیں لگا؟

عالم اسلام کو متحد ہونے اور اپنے مفادات کے اجتماعی تحفظ کی ضرورت ہے۔ عرب لیگ' ای۔ سی۔ او اور او۔ آئی۔ سی وغیرہ تنظیمیں اس ضمن میں جو تھوڑا بہت کام کر رہی ہیں اسے مہمیز کی ضرورت ہے۔ بھارت نے سلامتی کونسل کی رکنیت کا شوشہ چھوڑ رکھا ہے' حالانکہ سلامتی کونسل کی مستقل رکنیت کا سب سے زیادہ استحقاق عالم اسلام کا ہے۔ مسلم امہ کو اس ضمن میں مشترکہ طور پر جنبانی کرنا چاہیئے۔ اس اعلیٰ ترین عالمی فورم پر مسلمانوں کی مستقل نمائندگی مسلمانوں اور دوسری اقوام کے مابین موجود بہت سارے شکوک و شبہات اور شکر رنجیوں کو دور کرنے کا باعث بنے گی۔

اسلام میں جبر کی بات کی جاتی ہے اور مذہب کو بزور پھیلانے کا پراپیگنڈہ کیا جاتا ہے۔ ابتدائے اسلام کی تمام جنگیں مسلمانوں نے اپنے دفاع میں لڑیں لیکن پراپیگنڈہ یہ کیا گیا کہ یہ ساری جدوجہد اسلام کو بزور پھیلانے کے لئے تھی۔ مخالفین کی غلط فہمی کا ازالہ ضروری ہے اور انہیں بتانے کی ضرورت ہے کہ اسلام میں تو جبر سرے سے نہیں ہے۔ قرآن نے لا اکراہ فی الدین کہہ کر گویا دوسرے تمام ادیان کا پوری آزادی کے ساتھ زندہ رہنے کا حق تسلیم کر لیا۔ قرآن حکیم کا دین کے معاملہ میں مکمل آزادی کا یہ اعلان امریکی صدر روز ویلٹ کی اعلان کردہ ''چار آزادیوں'' سے کہیں زیادہ وسیع ہے۔ اسلام میں دوسرے ادیان کے معبدوں کی حفاظت کا حکم ہے بلکہ یہ کہ ان کی حفاظت اپنے معبدوں سے بھی زیادہ کرو' اور یہ کہ دوسرے مذاہب کے جھوٹے خداؤں کو بھی برا نہ کہو' مبادا وہ زبان درازی پر اُتر آئیں اور تمہارے خدائے واحد کی شان میں گستاخی کر بیٹھیں۔

آج کل کے دور میں صرف سیاسی سیادت ہی نہیں' معاشی اثر و نفوذ بھی اتنا ہی اہم ہے۔ قوموں کو معاشی طور پر مفلوج کر کے اقتصادی غلامی کی راہ ہموار کی جاتی ہے۔ کرہ ارض کے بیشتر مسلمان سیاسی آزادی تو حاصل کر چکے مگر ابھی تک اقتصادی غلامی کا شکار ہیں۔ مغرب کی ساری طراری صرف ایک نکتہ میں مرکوز ہے کہ مسلمانوں کو سائنسی اور تکنیکی طور پر پنپنے نہ دیا جائے۔ انہیں ہر ہر چیز اور معمولی سے معمولی کام کے لئے بھی اپنا مرہون منت رکھو تا کہ جب چاہیں پاؤں کے نیچے سے زمین کھینچ لی جائے۔ عالم اسلام بالعموم مغرب کی اقتصادی برتری کے اس ہتھیار کی زد میں ہے۔ کیا مغرب کے کرتا دھرتا یہ معمولی سی بات بھی نہیں سمجھتے کہ دوسروں کی مشکیں باندھ کر محض اپنی شرائط پر اپنی پسند کا عالمی نظام قائم نہیں کیا جا سکتا اور اگر بالفرض ایسا ہو بھی جائے تو اس ظلم کی میعاد شب بھر سے زیادہ نہ ہو گی۔

ہم ایک نہایت تیزی سے تبدیل ہوتی ہوئی دنیا میں رہ رہے ہیں' جہاں موجودہ علم کی مقدار ۸۔۱۰ سال بعد دوگنی ہو رہی ہے۔ اس کی مثال یوں ہے کہ حضرت آدمؑ کے وقت سے لے کر آج تک جس قدر علم انسانوں تک پہنچا ہے' اگلے ۸۔۱۰ برس میں دگنا ہو

جائے گا' اس سے علم کی تیز رفتار افزائش ظاہر ہوتی ہے۔ یہ ساری علمی و سائنسی ترقی سائنسدانوں اور انجینئروں کی محنت شاقہ کی بدولت ہے' مگر علم کسی کی میراث نہیں ہوتا۔ سائنس کسی کے گھر کی باندی اور تحقیق کسی کے حرم کی لونڈی ہوتی' جو محنت کرتا ہے یہ اس کی ہو جاتی ہے۔ مقام افسوس ہے' جدید ٹیکنالوجی مغرب کی پیداوار اور ملکیت ہے' اسلامی ممالک محض اس کے خریدار ہیں' جسے مغرب ان کے ہاتھ اپنی قیمت اور شرائط پر فروخت کرتا ہے۔ ایک نیک نیت اور منصفانہ ورلڈ آرڈر کے فروغ کے لئے ضروری ہے کہ سائنسی اور تکنیکی ترقی کی بیس کو وسیع کیا جائے۔ ایسے میں مسلم ممالک کی ذمہ داری بنتی ہے کہ سائنس اور ٹیکنالوجی پر بھرپور توجہ دیں۔ بعض مسلم ممالک خصوصی شعبوں میں اعلیٰ صلاحیتوں کے حامل ہیں ان کی ان صلاحیتوں کو مزید اجاگر کرنے کی ضرورت ہے۔ مسلم امہ پر لازم ہے کہ سائنس اور ٹیکنالوجی کے بارے میں لپ سروس کو ترک کرے اور اس ضمن میں خصوصی اقدامات کرے۔

اس میدان میں اگرچہ مسلم امہ کے پاس کچھ زیادہ نہیں ہے' پھر بھی ہم ایک دوسرے کے تجربات کو شیئر کر کے ترقی کے میدان میں آگے بڑھ سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر ترقی میں اعلیٰ درجے کی انجینئرنگ بیس موجود ہے' ملائیشیا میں بائیو ٹیکنالوجی کے بعض نہایت عمدہ سنٹرز ہیں' پاکستان زراعت اور کیمیا کے شعبوں میں دوسروں سے آگے ہے' یوں تعاون کو فروغ دیا جا سکتا ہے۔ باہمی تعاون کے اس پلان کو کامسٹیک (COMSTECH) یعنی او۔آئی۔سی کی سٹینڈنگ کمیٹی برائے سائنس اور تکنیکی تعاون کے پلیٹ فارم پر عملی شکل دی جا سکتی ہے۔ یہ ترپن اسلامی ممالک کی وزارتی سطح کی کمیٹی ہے اور اسی کام کے لئے قائم ہے۔ ہمیں آئے دن کی کانفرنسوں اور سمپوزیمز کے چکر سے نکلنا ہوگا' جہاں تقریروں اور مباحث کا معیار بلاشبہ بہت بلند ہوتا ہے لیکن عملی صورت ''نشتند' گفتند' برخاستند'' کے سوا کچھ نہیں ہوتی۔ مزید وقت ضائع کئے بغیر ہمیں فیصلہ کرنا ہوگا کہ اس دور اور اس دنیا میں اگر ہم نے عزت اور وقار کے ساتھ جینا ہے تو ہمیں اپنے اپنے ملکوں کو بامعنی ترقی دینا ہوگی' سائنس اور ٹیکنالوجی کی بنیاد کو مضبوط بنانا ہوگا۔ سائنس و ٹیکنالوجی کے میدان میں اپنی کامیابیوں اور کامرانیوں کا اپنی صنعت و زراعت سے منسلک کرنا ہوگا تاکہ مسلم ریاستیں بھی حقیقی ترقی سے ہمکنار ہوں۔ اس ضمن میں اسلامک ڈویلپمنٹ بنک بھی اہم رول ادا کر سکتا ہے۔

مسلم ممالک کا ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ باصلاحیت نوجوان سائنسدانوں اور انجینئروں کی حوصلہ افزائی نہیں کی جاتی اور وہ مایوسی میں مغرب کا رخ کرتے ہیں' جہاں انہیں ہاتھوں ہاتھ لیا جاتا ہے۔ اسلامی دنیا ''برین ڈرین'' کے اس عمل کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا ہر اسلامی ملک پر انفرادی اور او۔آئی۔سی پر اجتماعی طور پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ان نوجوانوں کی بھرپور معاونت کرے تاکہ وہ ترک سکونت کرنے کی بجائے امہ کے لئے سرمایہ ثابت ہوں۔ او۔آئی۔سی کی ذیلی تنظیم کامسٹیک (COMSTECH) کو اس ضمن میں بھی خصوصی اہتمام کرنا ہوگا۔

یہ انفارمیشن ٹیکنالوجی کا دور ہے۔ ہر طرف انفارمیشن کا ایک سیلاب امڈا چلا آ رہا ہے' ایک طوفان ہے جو ہر رکاوٹ کو روند ڈالنے کے درپے ہے۔ دنیائے اسلام نے اس اہم ٹیکنالوجی پر بڑی دیر سے توجہ دی' جبکہ مغرب بلکہ مشرق کے کچھ ممالک اس شعبے میں معجزات برپا کر چکے ہیں۔ او۔آئی۔سی کے ذیلی ادارے (COMSTECH) پر لازم ہے کہ اسلامی ممالک میں اس ٹیکنالوجی کو مقبول بنانے کے لئے مؤثر اقدامات کرے۔ اس سلسلے میں جنگی بنیادوں پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔

آج انفارمیشن اور خبر مغرب کے کنٹرول میں ہے' وہ جو چاہتے ہیں ہوا میں اچھال دیتے ہیں اور ہمارے پاس معلومات کے لئے ان پر تکیہ کرنے کے بغیر چارہ نہیں ہوتا۔ ایسے میں ضروری ہے کہ امہ مؤثر قسم کی نیوز ایجنسیوں کا اہتمام کرے جو حق اور باطل میں تفریق کریں اور ہمیں مغرب کے چبائے ہوئے نوالے کھانے پر مجبور نہ کریں۔ امہ کی یہ کاوش اسلام اور عالم اسلام کے خلاف غیر مذاہب اور مغرب کے نارواپراپیگنڈہ کا بہتر توڑ ثابت ہوگی۔

نئے عالمی نظام کے کار پردازوں کو اسلام کے نظام حکمرانی سے بھی اختلاف ہے۔ وہ اسے غیر جمہوری اور غیر نمائندہ تھیوکریسی قرار دیتے ہیں' جبکہ اسلام میں تھیوکریسی کا تصور تک نہیں۔ اسلام کا سیاسی نظام قانون کی حکمرانی اور ہمہ گیر عدل کا علمبردار ہے' جس میں تبدیلی کا حق صرف جمہور کو حاصل ہے۔ دوسری جانب مغرب کی جمہوریت پرستی ملاحظہ ہو کہ وہ خلاف منشا خالص جمہوریت کو بھی الٹنے سے نہیں گھبراتے۔ چند سال قبل الجیریا ان کی بدمستی کا نشانہ بن چکا ہے۔

لگتا یوں ہے کہ مغرب اپنی نام نہاد مادی ترقی سے بدمست ہو گیا ہے۔ اسے اپنے اعتقادات اور نظریات ہی درست دکھائی دیتے ہیں۔ باقیوں میں کیڑے ہی کیڑے نظر آتے ہیں۔ مغرب کا یہ اظہار برتری حقیقت میں اس کی کور چشمی ہے۔ اپنے آپ کو اس نے اس قدر بلند پلیٹ فارم پر بٹھا رکھا ہے کہ اردگرد اسے بونے ہی بونے نظر آتے ہیں' جن سے برابری کی لیول پر بات نہیں کی جا سکتی۔ تعصب کی اس فضا میں ڈائیلاگ اور کامن گراؤنڈ کی گنجائش ختم ہوتی جا رہی ہے۔ لگتا ہے کہ مغرب نے تاریخ سے سبق حاصل نہیں کیا اور ماضی کی وہی غلطیاں دہرانے کے درپے ہے جنہوں نے انسانیت میں نفرت کا بیج بویا اور مخلوق خدا کو تقسیم کر کے رکھ دیا۔

عالم اسلام کو اپنے اندر موجود کرپشن سے نجات حاصل کرنا ہوگی' جس کی جڑ مسلم دنیا میں استعماری قابض طاقتوں نے لگائی تھی اور آج اسی کے سبب عالم اسلام کو مطعون بھی کرتے ہیں۔ استبدادی طاقتوں کا اپنا ایجنڈا تھا' وہ مسلم ممالک میں محض لوٹ مار کرنے آئے تھے۔ کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ مال سمیٹنا ان کا مطمع نظر تھا۔ چھینا جھپٹی کے اس ماحول میں کرپشن کی جڑیں گہری ہوتی چلی گئیں۔ آزادی کے بعد یہ وراثت جب مسلمان حکمران طبقوں کے ہاتھ لگی تو انہوں نے بھی خوب کھل کھیلی۔ مغرب آج ہماری گریڈنگ کر کے ہمارا شمار کرپٹ ملکوں میں کہیں بہت نیچے جا کر کرتا ہے' مگر گریبان میں منہ ڈال کر یہ نہیں دیکھتا کہ یہ سب تو اسی کا کیا دھرا ہے۔

حالات کیسے ہی حوصلہ شکن کیوں نہ ہوں' امہ نے اپنے سماجی اور اقتصادی نظام کو اسلامی اقدار کے مطابق ڈھالنا ہے۔ امہ کی یہ جسارت مغرب کو کچھ عجیب سی لگ رہی ہے۔ انہیں مستقبل میں اسلامی اور مغربی تہذیبیں آپس میں دست و گریباں دکھائی دیتی ہیں' جس کے بطن سے تہذیبوں کے تصادم کی تھیوری نے جنم لیا ہے۔ بات سیدھی سی ہے' مگر نام نہاد اہل دانش نے اسے خواہ مخواہ پیچیدہ بنا دیا ہے' مشرق' مشرق ہے اور مغرب' مغرب' یہ آپس میں گڈمڈ نہیں ہو سکتے۔ اگر اس بنیادی غلط فہمی کا ازالہ ہو جائے تو میرا خیال ہے کہ دنیائے اسلام اور مغرب کے بہت سارے تنازعات اور شکوک و شبہات از خود دور ہو جائیں گے۔ فساد اپنی موت آپ مر جائے گا۔ تعجب کی بات ہے کہ امریکہ اور چین تو بے پناہ متضاد سیاسی' سماجی' اقتصادی اور مذہبی نظریات کے باوجود ایک دوسرے کو اکاموڈیٹ کر رہے ہیں' ایسی ہی راہ مغرب اور اسلامی دنیا کے لئے کیونکر ممکن نہیں۔

اس کے لئے ضروری ہے کہ دونوں اپنی اپنی حدود میں رہیں' ایک دوسرے کو سیاسی' سماجی اور اخلاقی طور پر نیچا دکھانے کی کوشش نہ کریں۔ عالم اسلام میں اخلاقیات کا الگ معیار ہے جس سے مغرب کو صرف نظر ہی نہیں بلکہ اس کا احترام کرنا ہوگا۔ ہر قوم کا اپنا سماجی' اخلاقی اور معاشرتی نظام ہے' جس میں اس کی صدیوں کی ریاضت اور ارتقاء شامل ہے۔ ہم اپنے ہی سسٹم کو افضل اور اعلیٰ کیوں سمجھیں اور دوسروں پر تھوپنے کی کوشش کریں۔ کائنات میں یک رنگی نہیں' یہ تو ملٹی کلر دنیا ہے۔ کسی کو تسی پسند ہے تو کسی کو کافی' ٹھیک ہے اپنی اپنی پسند کو اپنے تک رکھیں' اسے دوسروں پر مسلط کیوں کرنا چاہتے ہیں۔ بقائے باہمی کا یہی ایک اصول ہے اور یہی ایک پائیدار عالمی نظام کی بنیاد بن سکتا ہے۔ سب جئیں' سب رہیں' اپنے اپنے مذاہب کے ساتھ' اپنے عقائد کے ساتھ' اپنے اپنے رسوم و رواج اور تہذیبوں سے بندھے ہوئے' کندھے سے کندھا ملا کر یوں چلیں کہ نفرت اور اختلاف کہیں راہ ہی میں دفن ہو جائیں۔ یہی نئے عالمی نظام کی کنجی ہے' اسی سے کرہ زمین پر ہمہ گیر ترقی ہوگی اور سب کا مستقبل تابناک ہوگا۔

حق بات یہ ہے کہ مسلمان تو ہے ہی انسانیت کا بہی خواہ' جو سب کے لئے خیر کا طلبگار ہے' لیکن یہ سلسلہ یک طرفہ نہیں ہو سکتا' مغرب کو بھی اس سلسلے میں اپنا کردار ادا کرنا ہوگا۔ اب جبکہ دنیا نئی صدی اور نئے ہزاریے میں سانس لے رہی ہے' ہمارا فرض بنتا ہے کہ ماضی کے خدشات و تنازعات اور بے یقینی کو ماضی میں ہی دفن کر دیں اور نئی صدی میں نئے عزم' اعتماد اور رواداری کے ساتھ داخل ہوں۔ یہ انفارمیشن ریولیشن کی صدی ہے' دنیا گلوبل ولیج بن چکی ہے' جہاں ایک دوسرے کے تہذیبی اثرات سے لاتعلق رہنا ممکن نہیں۔ جہاں تہذیبوں کو بوتل میں بند کر دینا دیوانے کا خواب ہی کہلا سکتا ہے۔ اکیسویں صدی کی دنیا میں ایک دوسرے کے معاشی' سیاسی اور سماجی نظریات یوں دبے پاؤں چلے آئیں گے کہ ان سے صرف نظر ناممکن ہوگا۔ شکایتوں اور غلط فہمیوں کا پیدا ہونا بھی فطری امر ہے' جن کا حل مذاکرات میں ہے' ٹکراؤ میں نہیں۔ ڈائیلاگ کی افادیت ہمیشہ مسلم رہی ہے۔ مستقبل میں اس کی ضرورت اور اہمیت مزید بڑھ جائے گی کیونکہ انسانی تہذیب ٹکراؤ کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ اس کے لئے ہمیں دین اسلام کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ قرآن حکیم کی سورۃ مائدہ میں بڑی حکمت کی بات کہی گئی ہے۔ فرمایا:

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِىْ مَآ اٰتٰكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ط اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ٥

ترجمہ: اور اگر اللہ چاہتا تم سب کو ایک ہی امت بنا دیتا (لیکن ایسا نہیں کیا گیا) منشا یہ ہے کہ جو کچھ تمہیں دیا اس میں تمہیں آزمائے' تو بھلائیوں کی طرف سبقت چاہو تم سب کو پلٹ کر اللہ ہی کی طرف آنا ہے تو وہ ہمیں بتا دے گا جس بات میں تم جھگڑے تھے۔ (سورۃ مائدہ آیت ۴۸)

پس تہذیبوں کی یہ رنگا رنگ منشائے الٰہی کے عین مطابق ہے' اس سے مقابلے کی فضا پیدا ہوتی ہے' ارتقاء کی منازل طے ہوتی ہیں۔ ایک دوسرے کو سہارنے اور برداشت کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ اس وقت انسانی تہذیبی ارتقاء کے ٹکراؤ کی باتیں ہمیں زیب نہیں دیتیں۔ بساط عالم اختیار رکھنے والوں کو اپنی بے حد نازک ذمہ داریوں کا احساس کرنا ہوگا۔ نوع بشر کو جنگ کے شعلوں کے حوالے کرنا تو بہت آسان ہے۔ اصل کمال یہ ہے کہ انسانی فلاح و بہبود کے لئے اقدامات کئے جائیں اور دنیا کو امن کا گہوارہ بنایا جائے۔ یہی آرڈر آف دی ڈے ہے اور یہی نیو ورلڈ آرڈر ہے اور اسی میں سب کی نجات ہے۔

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امتِ مسلمہ کی ذمہ داریاں تعلیماتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں

سید عابد امیر قادری سلطانی کراچی

آج ہم اس بات کا جائزہ لے رہے ہیں کہ نئے عالمی نظام کی تشکیل میں امت مسلمہ کی تعلمات نبوی ﷺ کی روشنی میں کیا ذمہ داریاں ہیں۔لیکن سب سے پہلے موجودہ عالمی نظام پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے چلیں پھر اس کی تشکیلِ نو پر بات ہوگی۔

دور حاصر کو ایٹمی دور کہتے ہیں اور دنیا سائنس کے عظیم ارتقا کے نتیجہ میں سمٹ کر رہ گئی ہے۔ ٹیلی فون' ریڈیو' ٹی وی' انٹرنیٹ وہ الیکٹرانک ذرائع ہیں جو لمحہ بھر میں دنیا کے ہر مطلوبہ خطے سے رابطہ قائم کر دیتے ہیں۔اب صبح و شام اور دوور و نزدیک کا مسئلہ نہیں رہا بلکہ شب و روز کے کسی بھی لمحہ میں دنیا کے کسی بھی ملک سے رابطہ قائم ہو سکتا ہے۔

ان تمام ترقیوں کے باوجود دنیا میں تباہی اور بربادی کے بادل چھائے ہوئے ہیں انسان تمام مادّی وسائل کے باوجود مجبورِ محض ہے' ہر طرف ظلم و بربریت کا عفریت پایا جا رہا ہے' انسانیت سسک رہی ہے اور شیطانیت پنپ رہی ہے۔ آخر اس تمام بگاڑ کو کس طرح ختم کیا جائے؟

آج عقلِ انسانی اپنے کمالات پر نازاں ہے۔ ہزاروں نہیں لاکھوں برس سے انسان ترقی کے مدارج طے کرتا چلا آ رہا ہے خواہشات و حاجات کی تسکین کے لئے راہوں کا تعین بھی کیا اصول اور ضابطے بھی مرتب کئے لیکن عقل انسانی ٹھوکریں ہی کھاتی رہی۔

نظم و ضبط کے حوالے سے انسان اپنی سوچ کے مطابق اصول بناتا رہا لیکن پھر بھی خامیاں پیدا ہوتی رہیں قوانین سازی کا سلسلہ اتنا ہی قدیم ہے جتنی انسان کی تاریخ۔

گروہی زندگی قبائلی و سرداری نظام پھر شہری نظام اور پھر سیاسی نظام کہیں بادشاہت کے روپ میں تو کہیں فوجی حکمرانی کی شکل' کہیں جمہوری قدریں قائم ہوئیں تو کہیں آمریت نے پنجے گاڑے۔ دنیا مختلف نظامہائے حکمرانی کے ذریعے آگے بڑھتی رہی لیکن معاشرتی بگاڑ بھی بڑھتے ہی رہے' معاشی استحصال بھی کیا جاتا رہا اور معاشی اصلاح کے حوالے سے نظریات سامنے آتے رہے۔ سرمایہ دارانہ نظام' اشتراکی یا کمیونسٹ نظام اور سوشلزم وغیرہ بھی عقل انسانی کے ہی شاخسانے ہیں۔ لیکن عالمی سطح پر بھی کوئی بھلائی نہ ہو سکی۔ بھوک' بیماری' جہالت' غربت' مہنگائی اور بیروزگاری آج بھی دنیا کو اپنی لپیٹ میں لئے ہوئے ہیں۔ اور اس کا علاج نہیں مل رہا بلکہ اس کے نتیجہ میں مختلف بگاڑ پیدا ہو رہے ہیں۔ اخلاقی اقدار ناپید ہو چکی ہیں' جھوٹ' مکر و فریب' دھوکہ دہی' حرص' لالچ' ہوس اور خود غرضی کی لعنتیں اسقدر عام ہو چکی ہیں کہ پوری دنیا پریشان ہے۔

مذہب جو انسان کی کردار سازی اور پاکیزہ اخلاقی زندگی کے اصول دیتا ہے وہ بھی رفتہ رفتہ قصہ پارینہ ہو چکا۔ یہودیت' عیسائیت اور غیر الہامی مذاہب اپنی اقدار و عظمت سے محروم ہو چکے ہیں۔ آج مذہب کے نام پر قتل و غارتگری اور دہشت و بربریت کا بازار گرم ہے۔ فلسطین جل رہا ہے' کشمیر جھلس چکا ہے' بوسنیا' چیچنیا' اریٹریا اور فلپائن بے گناہ انسانوں کے خون سے سرخ ہو چکے ہیں۔ بھارتی صوبہ گجرات میں رام نام جپنے والوں نے بھیڑیئے کا روپ دھار لیا اور نہتے کمزور لوگوں کے خون سے اپنے جنون کی پیاس بجھائی کیا یہ کسی بھی مذہب کی تعلیم ہے؟

مذاہب نے حلال وحرام اور جائز و ناجائز کا تعین کیا' حق و باطل میں امتیاز قائم کیا' لیکن آج یورپ وامریکہ میں جس طرح ان مذہبی اقدار کو پامال کیا جارہا ہے وہ اتنا شرمناک ہے کہ قلم بھی اس کے اظہار سے قاصر ہے۔ شراب جوام الخبائث ہے اسی کو سکون کا ذریعہ سمجھ لیا گیا ہے۔ جبکہ تمام مذاہب عالم اس کو ناپسندیدہ اور قابل نفرت بتاتے ہیں۔ اس کے نتیجہ میں جو طوفان حیاسوز اٹھتا ہے اس پر کیا کہا جائے۔ چوری' ڈاکہ' اغوا' زنا اور قتل تک کی وارداتیں اسی دخترِ رز کی کرشمہ سازیاں ہیں لیکن وائے افسوس کہ پھر بھی عقل انسانی نشہ آور اشیاء پر فریفتہ ہے اور انتہا یہ ہے کہ اس کے خریدنے اور بیچنے کے لئے قانون کے تحت لائسنس بھی جاری کئے جاتے ہیں۔ عالمی سطح پر منشیات کے خلاف سخت قوانین بھی بنائے گئے ہیں اور پھر بھی منشیات کی پیداوار فروخت اور استعمال میں روزانہ اضافہ ہی ہو رہا ہے آخر کیوں؟

آج عالمی نظام اخلاق' نظام سیاست' نظام معیشت اور نظام زندگی جن حالات سے دوچار ہے اس کا منطقی نتیجہ ایک نئے عالمی نظام کی تشکیل کی صورت میں نمودار ہو سکتا ہے۔ اسی پس منظر میں ہم مسلمانوں کے کردار کے تعین پر راہوں کا تعین کرنے جمع ہوئے ہیں۔ اور پہلے تمام ان عناصر پر ایک طائرانہ نظر ڈال رہے ہیں جو وجہ فساد ہیں اس کے بعد ہی انسدادی اور انضباطی لائحہ عمل پیش کیا جا سکتا ہے۔

ان عالمی خرابیوں کو دور کرنے کے لئے سب سے پہلے قانون کی بالادستی کے لئے فضا سازگار کرنی ہوگی۔ لیکن کون سا قانون؟ جو قانون انسانی فکر کا شاہکار ہے وہ ناکام اور فرسودہ ہوتا رہا ہے۔ وجہ کیا ہے؟

وجہ یہ ہے کہ انسانی فکر نے جو قوانین مرتب کئے ان کے مرتب کرنے کا اختیار کس کو ہونا چاہیئے؟ ایک حاکم وقت کو یا چند مشیروں کو؟ اور پھر اس کی منظوری کا حق کس کو حاصل ہو؟ اگر کسی ممتاز شخصیت کو یہ اعزاز دیا جائے تو کیوں اور اگر معاشرے کو یہ حق دیں تو کبھی بھی نہ تو قانون سازی ممکن ہے نہ ہی اس کی منظوری ہو سکتی ہے کیونکہ اس کا شعور ہر شخص نہیں رکھتا ہے۔

جدید معاشرے میں اس کا حق جمہوری ادارے کو دیا گیا ہے۔ لیکن اس میں بھی فیصلہ کثرت رائے سے ہوتا ہے خواہ اکیاون فیصد سے ہو یا کسی اور تناسب سے مثلاً ہمارے ملک میں حالیہ انتخابات میں ۳۳٪ سے بھی کم افراد نے حق رائے دہی استعمال کیا اور ۶۷٪ نے نہیں کیا لیکن ان ۳۳٪ کو اہمیت مل گئی کہ ان کے منتخب نمائندے بااختیار ہو گئے اور ان میں سے بھی پھر سادہ اکثریت کو اقتدار سونپ دیا گیا جبکہ بڑی اکثریت کی حمایت برسر اقتدار نمائندوں کو حاصل ہے؟ نہیں تو اب کیا کیا جائے؟ یہاں آ کر فلسفہ قانون بھی دم توڑ دیتا ہے اور انسانی عقل سے مرتب ہونے والا قانون بھی ناقص قرار پاتا ہے۔

ایسے میں صرف اسلام ہی مددگار نظر آتا ہے کیونکہ دیگر مذاہب سابقہ اپنی اصلی شکل میں باقی نہیں جبکہ اسلام تحریف سے محفوظ دین ہے لہذا ہم اسلام سے مدد طلب کریں اور یہ بات اقوام عالم کے ذہنوں میں راسخ کر دی جائے کہ قانون اسی کا ہو جس نے اس تمام کائنات کو خلق فرمایا اور پھر اپنے حبیب ﷺ کے ذریعہ اہل عالم کو عطا فرمایا۔

اس کے لئے اسلام کی حقانیت اقوامِ عالم کے دلوں میں داخل کرنی ہوگی اور اس کے لئے باکردار اور باعمل افراد پر مشتمل تنظیم قائم کر کے اسلام کے اعلیٰ اخلاق و کردار سے دنیا کو روشناس کرایا جائے اور یہ باور کرا لیا جائے کہ یہی انسانیت کے لئے نجات

دہندہ ہے اور اس کی تعلیمات انسانی فکر کا نچوڑ نہیں بلکہ اس ذات کی عطا کردہ ہیں جس نے خود اس عالم رنگ و بو کو خلق فرمایا اور وہی اس کائنات کا رازق و مالک بھی ہے۔ لہٰذا وہ اپنی مخلوق کے طبائع کے مطابق قانونِ حیات عطا فرما رہا ہے۔ اس کے قوانین مبنی بر عدل بھی ہیں اور دائمی ابدی اور سرمدی بھی ہیں نیز ناقابل تبدیل اٹل اور مستحکم ہیں

جب ایسا مضبوط اور آسمانی ضابطہ حیات ہمارے پاس ہو تو پھر کس بات کا انتظار ہے۔

رُک رُک کے چل رہی ہے پھر اب نبضِ کائنات
شاید اسے تلاش کسی راہبر کی ہے

حقیقت واقعہ بھی یہی ہے کہ جب اللہ نے اپنا دین اپنے حبیب ﷺ کے ذریعہ بندوں تک پہنچایا تو تھوڑے ہی عرصہ بعد دنیا نے دیکھا کہ مسلمانوں نے کتنی کامیابیاں حاصل کیں اور کس طرح اقوام عالم نے انہیں اپنا نجات دہندہ قرار دیا۔ یہ قوانین اسلام جب جب اور جہاں جہاں نافذ ہوئے وہاں لوگوں کی زندگیوں میں انقلاب آ گئے' سکون و عافیت اور خیر و فلاح کا دور دورہ ہو گیا۔ حقوق کی جنگ ختم ہوئی' انصاف لوگوں کے دروازے پر ملا' نومولود بچے کو پیدا ہوتے ہیں...... بیت المال سے وظیفہ مقرر کیا جانے لگا۔ مالدار زکوٰۃ لئے پھرتے تھے اور سائل نہیں ملتے تھے۔ غیر مسلموں کو اسلامی مملکت میں تمام آسائشات اور تحفظ حاصل تھے' جملہ حقوق کی پاسداری کی جاتی تھی اور اہل افراد کو اعلیٰ مناصب بھی دیئے جاتے تھے یہ اسلام کا عدلِ اجتماعی تھا جس نے دنیا کو جنت بنا دیا تھا۔

قانونِ خداوندی ہی وہ اصول عطا کرتا ہے کہ جو دائمی اور ابدی ہیں جبکہ انسانی فکر سے ڈھلنے والے قوانین کسی جرم کے جرم ہونے کا معقول سبب نہیں بتاتے۔ اسی طرح بہت سے جرم قانون کی نظر میں اس وقت تک جرم ہی قرار نہیں پاتے' جب تک فریق ثانی کی جانب سے فریق مخالف پر جبر کا الزام نہ لگایا جائے۔ مثلاً زنا' اگر برضا و رغبت ہو تو قانون ساکت و صامت ہے لیکن اگر بالجبر ہو تو جرم کہلائے گا۔ یہ دہرا معیار' قانون کی قدر کھو دیتا ہے حالانکہ اگر دیکھا جائے تو ایک زنا کے نتیجہ میں معاشرہ ناجائز اولاد کے مسائل سے دوچار ہوتا ہے۔ اس کے لئے چوری' خیانت' اغوا اور قتل تک کے گھناؤنے جرائم وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ دوسری جانب رشتہ ازدواج میں کمزوری آتی ہے لیکن دنیا بھر کے قوانین زنا برضا و رغبت پر خاموش ہیں۔

اسلام ہی نہیں یہودیت بھی زنا کے خلاف سخت سزا کی داعی ہے۔ آج اسلامی حدود پر دنیا معترض ہوتی ہے خصوصاً رجم کی سزا کو ظالمانہ کہا جاتا ہے جبکہ یہ قرآنی حکم ہے اور نہ صرف قرآنی بلکہ یہ سزا ایسے جرم پر توریت میں بھی آئی ہے اور نبی اکرم ﷺ نے ایک شادی شدہ یہودی مرد و زن کو توریت کے مطابق نہ صرف سنائی بلکہ اس پر عملدرآمد بھی کرایا۔

ایک بار اگر شرعی سزا کسی مجرم کو دیجائے تو پھر لوگ اس جرم سے خود ہی بچیں گے اور یہی خدائے تعالیٰ کا مقصد بھی ہے کہ انسان بہیمانہ حرکات سے خود کو بچائے۔

اسی طرح آج پوری دنیا میں شراب نوشی عام ہے انسانی قوانین بے اثر ہیں بلکہ الٹا اس کے بنانے' بیچنے' خریدنے اور پینے کے لئے لائسنس جاری کرتے ہیں جبکہ تقریباً تمام الہامی و غیر الہامی مذاہب کے نزدیک حتیٰ کہ لادین معاشروں میں بھی شراب حرام/ناپسندیدہ قرار دی گئی ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے جوتے یا چھڑی سے شرابی کو سزادی۔ حضرت ابوبکرؓ صدیق نے چالیس کوڑے کی سزادی، حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کے مشورے سے اسی کوڑے کی سزا شراب پینے والے کے لئے مقرر فرمائی تھی۔

یہ سخت سزائیں اس لئے مقرر کی گئیں کہ شرابی نشہ کی حالت میں لطیف احساسات کھو چکا ہوتا ہے اور اغوا، بدکاری اور قتل جیسی ظالمانہ وارداتیں تک کر بیٹھتا ہے۔ اس طرح نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ "ہر مشروب جو نشہ پیدا کرے حرام ہے" اس سے دیگر منشیات کے بارے میں بھی حقیقت واضح ہوگئی۔ آج پوری دنیا نشہ کی مستی کی متوالی ہے مغرب میں کیا مرد کیا زن سب ہی کسی نہ کسی نشہ میں مست رہتے ہیں، نہ بھوک پیاس کا احساس ہے نہ سرد و گرم کا، نہ چھوٹے بڑے کا غرض ہر طرح سے اپنی مستی میں مست ہیں اور ساری دنیا سے بے تعلق، ان کا وجود کس کام کا۔

عہد حاضر کے بڑے بڑے بگاڑ جتنے بھی ہیں اور عالمی سطح پر ان کے نتیجہ میں جو تباہ کاریاں ہو رہی ہیں اس کی سب سے بڑی وجہ حقوق کا غصب کیا جانا ہے۔ ہر طرف حقوق کی جنگ ہے۔ اگر ہر فرد، معاشرہ، ہر ملک اور قوم دوسروں کے حقوق کا پاس ولحاظ رکھے تو دنیا میں کوئی فساد برپا نہ ہو۔ اسلام نے والدین، اولاد، رشتہ داروں، دوستوں، محلہ داروں، پڑوسیوں، ہم مذہب اور حتیٰ کہ غیر مسلموں کے حقوق بتا دیئے ہیں اور نبی اکرم ﷺ نے ادائے حقوق پر خصوصی توجہ دلائی ہے اور بہت زور دیا ہے۔ آج اگر حقوق کی ادائیگی پر توجہ دی جائے تو دنیا سے بہت سے جھگڑے ختم ہو جائیں۔

اسلام دشمن طبقہ یہ بھی اعتراض کرتا ہے کہ یہ دین تو غیر مہذب عربوں کے لئے تھا اب اس کی تعلیمات فرسودہ ہو چکی ہیں۔ حالانکہ اسلام تو حضرت آدمؑ سے لے کر خاتم النبیین ﷺ تک ہر نبیؑ نے پیش کیا ہے اور اس کی تعلیمات دائمی و ابدی ہیں پوری کائنات کیلئے ہیں۔۔

سود کو موجودہ دور کی معاشی ضرورت سمجھا جاتا ہے۔ میخواری، قماری بازی، اختلاطِ مرد و زن، رقص و سرور، گرل/ بوائے فرینڈز اور اسی طرح کی دیگر لغویات کو اعلیٰ سوسائٹی کی سوغات یا لوازمات کہا جاتا ہے جبکہ یہ تمام برائیاں نہایت تباہی والی چیزیں ہیں لیکن ان پر بھی کوئی توجہ نہیں ہے دیکھئے اسلام کا نکتہ نظر ان امور میں کیا ہے۔

سود

رسول اللہ ﷺ نے سود کے بارے میں سخت تنبیہ فرمائی۔ ارشاد ہوا "سود کا کھانا تباہ و برباد کر دینے والا کام ہے اس سے بچو۔" آج دنیا کے دو بڑے نظام ہائے حیات یعنی اسلام اور اشتراکیت سود کو معاشرتی و معاشی مجبوری نہیں مانتے۔ اسی طرح ماہرین اقتصادیات نے بھی تسلیم کیا ہے کہ سود کسی بھی لحاظ سے ناگزیر اقتصادی ضرورت نہیں ہے بلکہ صرف سرمایہ داروں کی ضرورت ہے۔ مغربی ماہرین اقتصادیات بھی یہ کہنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ اگر سود پر پابندی نہ عائد کی گئی تو تمام دولت رفتہ رفتہ سمٹ کر چند ہاتھوں میں آ جائے گی اور عوام غلام بنا لئے جائینگے۔

اسلامی اقتصادی نظام دنیا میں ترقی و سربلندی کی علامت ہے۔ جبکہ سودی نظام تحقیر و تذلیل کی لعنت لے کر آتا ہے جس سے افراد ہی نہیں اقوام بھی متاثر ہوتی ہیں۔ انڈونیشیا کی مثال ہمارے سامنے ہے۔

علاقائی اور مرکزی سطح پر ایک ملک میں خوشحالی کے حوالے سے آج امریکی نظام کی بڑی واہ واہ ہو رہی ہے کہ اس کی تمام ریاستیں ہر گاؤں' قصبہ کی میونسپل کونسلیں اپنے دائرہ کار میں آباد لوگوں سے ٹیکس وصول کر کے انہی کی فلاح و بہبود پر صرف کرتی ہیں اور بچ جانے والی رقوم شہر یا ریاست کے حکامِ بالا کو پہنچا دی جاتی ہیں۔ اسی طرح اگر مقامی اخراجات آمدنی سے تجاوز کر جائیں تو خسارہ بھی ریاست پورا کرتی ہے۔

واقعی یہ معاشی نظام لائق تعریف ہے لیکن یہ امریکہ میں عملی طور پر نافذ ہے جبکہ یہ نظریہ اسلام نے عطا کیا ہے۔ قرآن میں یہ حکم ہے کہ انکے جو صاحب حیثیت ہیں ان سے زکوۃ وصول کرو۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں امراء سے مال کا صدقہ لے کر فقراء میں تقسیم کر دوں۔ اور اس طرح معاشرتی ناہمواری کو ختم کرنے کا بہترین طریقہ زکوۃ' عشر اور صدقات نافلہ و مالی کفارات کا ایک جامع نظام قائم کر کے دولت کی گردش کا سلسلہ قائم کر دیا جس کے نتیجہ میں ارتکازِ دولت کی جڑیں بھی کاٹ دی گئیں اور اشتراکیت کے نظریہ کی بھی نفی کی گئی کہ نادار غنی سے دولت چھین لیں جس کے نتیجہ میں نفرت اور پھر لوٹ مار' قتل و غارت گری کا بازار گرم ہوسکتا ہے۔ یہ اسلام کی حکمت عملی ہے کہ معاشرے کو دہشت گردی سے بھی بچایا اور دولت مندوں کے عمل سے ناداروں کو فائدہ بھی پہنچایا اور پھر محبتوں کو فروغ بھی دیا۔

دور خلافت راشدہ میں اس نظام کے سبب خوشحالی عام ہو گئی تھی اور اس کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور میں تو دینے والے ڈھونڈتے تھے لیکن مستحق دستیاب نہ ہوتے تھے اور بیت المال بھرے پڑے تھے۔ ضرورت ہے کہ آج اس نظام کو اس کی روح کے مطابق مقامی' ضلعی' شہری اور پھر صوبائی نیز مرکزی سطح تک جاری کیا جائے تاکہ معاشرہ غربت و افلاس اور بھوک' بیماری اور جہالت جیسی لعنتوں سے پاک ہو کر فلاحی معاشرہ بن سکے۔

اختلاطِ مرد و زن

دور حاضر کے بگاڑ اور مفسدات میں ایک عنصر مرد و زن کا آزادانہ اختلاط بھی ہے۔ جسے آج وقت کی ضرورت' بالغ نظری اور ضبط نفس وغیرہ جیسے دِل خوش کن حوالوں سے فروغ دیا جا رہا ہے۔ لیکن ذرائع ابلاغ کو کیا کریں وہ جو اس کے بھیانک اور چشم کشا واقعات و اعداد و شمار پیش کر کے ان تمام دعاوی کی قلعی کھول دیتے ہیں اور مغرب کے باسیوں کی ماتم کناں حالت کو پیش کرتے لیکن پھر بھی کوئی حل نہیں پا رہے ہیں۔

اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ آزادانہ اختلاط کے نتیجہ میں امریکہ میں صرف سیکنڈری اسکولوں میں ۴۲ ہزار لڑکیاں حاملہ ہو جاتی ہیں البتہ جامعات کے نچلے درجہ کی طالبات میں یہ تناسب کچھ کم ہے کیونکہ وہ لڑکیاں مانع حمل تدابیر سے واقف ہو چکی ہوتی ہیں گویا بے راہروی روز افزوں ہے۔ اسی اختلاط مرد و زن کی ایک صورت ملازمتوں اور تمام معاملات میں خواتین کا آزادانہ شریک رہنا ہے۔ دفاتر' مدارس' تجارت غرض ہر شعبہ حیات میں خواتین کو شمولیت ہے جس کے نتیجہ میں تصویر کائنات رنگین تو نظر آتی ہے لیکن گھر ویران ہو رہے ہیں۔ تربیت و پرورشِ اولاد' امور خانہ داری پر جھاڑو پھر گئی۔ داشتائیں رکھنا یا بوائے فرینڈ زر کھنا عام ہو گیا اور طلاق کی شرح نہایت بھیانک ہے۔ اسلام نے مرد و زن کے باہمی آزادانہ اختلاط سے اسی لئے روکا ہے کہ گھر اور معاشرہ پُرسکون رہے۔

[illegible] کی وجوہات کے نتیجہ میں
[illegible] تشکیل نو
[illegible] آگے
[illegible] کتاب و حکمت
[illegible] کے حوالے پیچھے اور
[illegible] اور طرح داریں
[illegible] کو مجروح کرتا ہے۔

[illegible] امت کو خرافات کے
[illegible] کا حکم دیتی ہے۔

اس دور میں ہمیں بہت سخت محنت [illegible] کی ضرورت ہے۔ [illegible] حالات سے گزر کر ہی کامیابی سے
[illegible] ضروری ہے کہ ہم ایک دن [illegible] کامیاب کارکن کی حیثیت سے پہچانے جائیں گے۔

اس کے لئے ہمیں کارکنوں کی ایک تربیت یافتہ ٹیم کے ساتھ دین کی حقیقی روح پر عمل پیرا ہونا ہوگا۔ اس کے لئے قرآن و سنت [illegible] اختیار کر کے پہلے اپنے معاشرے کی اصلاح کریں۔ مغرب کی تمدنی و علمی ترقی کو اس کے فلسفہ حیات اور اخلاق و معاشرت کی گمراہیوں سے پاک کریں اور پھر بہتر نتائج پر عمل کریں۔

مغرب کی ہر چیز کو برا قرار دے کر اصلاح ناممکن ہے اسی لئے اس کی چھان پھٹک کا ذکر کیا گیا ہے تاکہ اچھائی برقرار رہے اور برائی ختم ہو سکے۔ نفاذِ اسلام کی تحریک کا مقصد اصول و ضوابط کو اسلام کے احکامات کا تابع بنانا ہے جو لوگ اسلام قبول نہ کریں لیکن اسلام کے فلاحی معاشرے میں رہ کر استفادہ کرنا چاہیں تو انہیں اس کی اجازت دی جائے۔ بعد میں وہ خود ہی دامنِ اسلام میں پناہ لینے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ یہی اسلام کی حکمت عملی ہے۔

علومِ جدیدہ اور سائنسی ترقی کے لئے کشادہ دلی اور وسیع النظری کا مظاہرہ کرتے ہوئے مذہب اسلام کی حقانیت کا ثبوت بھی اقوامِ عالم کے سامنے پیش کریں۔

کارکنوں کی ذہنی تربیت اس انداز میں کر کے ہی معاشرتی انقلاب کی طرف جادہ پیما ہونے کی امید کی جا سکتی ہے۔ اس سلسلے میں صرف وعظ و نصیحت اور نشر و اشاعت ہی کو کافی نہ سمجھا جائے بلکہ مختلف جہتوں میں عملاً تعمیری پروگرام بنا کر پیشرفت کرنی ہوگی۔ مثلاً مساجد کے ذریعہ اسلام کی بنیادی تعلیمات کا اجراء، تعلیم بالغان کا سلسلہ، دارالمطالعہ کا قیام، صحت مرکز اور امداد باہمی و اعانت مستحقین کے ادارے، اسی طرح لڑکیوں اور غریب خواتین کے لئے دستکاری کے مراکز کا قیام۔

اسی طرح مزدوروں کو کمیونزم کے زہریلے پروپیگنڈے سے بچا کر ان کے معاشی و سماجی مسائل کے حل کی کوششیں۔ طبقاتی کشمکش کا خاتمہ، قانون، نظم و نسق اور خوراک وزراعت کے زور پر جو بگاڑ پیدا ہوتے ہیں ان کے اثرات دور رس ہوتے ہیں۔ علاقائی یا

مملکتی ہی نہیں عالمی سطح پر آج یہی بات دیکھی جاسکتی ہے۔لہٰذا ہمیں پہلے اپنے ملک کے نظام کو اسلامی خطوط پر استوار کرنا ہوگا اس کے بعد ہی عالمی سطح پر ہم انقلاب لانے کی حیثیت میں آسکتے ہیں۔

دنیا کے دکھوں کو بانٹنے اور زخمی دلوں پر مرہم رکھنے کے لئے کئی فلاحی ادارے کام کررہے ہیں۔ایدھی سروس، بلالِ احمر، ایمنسٹی انٹرنیشنل، انسانی حقوق کی دعویدار بے شمار عالمی یا علاقائی تنظیمیں، غرض یہ تمام ادارے اپنے اپنے دائرہ عمل میں محدود وسائل کے ساتھ مصروفِ عمل ہیں۔ان سب کو مربوط کر کے اقوام متحدہ کی طرز پر اس طرح منظم کیا جائے کہ ان کے ذریعہ اور بہتر انداز میں خدمتِ خلق کے فرائض ادا کرنے کے ساتھ ساتھ خاموش اسلامی فلاحی انقلاب لایا جاسکتا ہے۔

یورپ اور امریکہ سے خیر کی توقع عبث ہے۔وہ انسانی فلاح کا ادراک نہیں رکھتے بلکہ ذاتی اور خودغرضانہ مزاج کے حامل ہیں۔اس لئے ان کے عالمی نظام کو تبدیل کرنا ناگزیر ہوگیا ہے اور اس کے لئے امت مسلمہ کو اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرنا ہوگا۔

قومی اور بین الاقوامی سطح پر مسلم امہ کو بیدار کر کے لائحہ عمل پر لانے کیلئے سخت جدوجہد کرنی ہوگی۔مسلم دنیا کو باہمی چپقلشوں کا خاتمہ کر کے ملت واحدہ کے تصور کو اجاگر کرنا ہوگا۔اس سلسلہ میں معاشرتی اور معاشی امور پر بھی توجہ دینی ہوگی کہ یہ بہت اہم ہیں۔

اسلام کی اخلاقی اقدار آج بھی قابل قدر ہیں اور دنیا ان کی معترف ہے، علمی سطح پر اسلام کی تعلیمات نہایت ٹھوس اور مبنی برحقائق ہیں جن کی تصدیق برابر جاری ہے۔سائنس کی جڑیں اسلام سے ملتی ہیں، ہر نئی تحقیق اور ہر نیا انکشاف اسلام ہی کی صداقت کی گواہی دیتا ہے اور مستشرقین اپنے کمالات کو جلا بخشنے کے لئے قرآن وسنت ہی سے جواہر سمیٹتے ہیں۔ان تمام باتوں کا مقصد یہی بتانا ہے کہ اسلام ایک دائمی اور سائنٹیفک مذہب ہے۔یہ تنگ نظر اور متعصب نظریات کا حامل نہیں بلکہ نہایت وسیع القلب اور ترقی کا حامی مذہب ہے۔اس کی تعلیمات ذہن انسانی کے دریچے کھول دیتی ہیں اور مضطرب دل کو سکون دیتی ہیں۔

پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ جو دین لائے اسے اللہ نے حکمت سے پُر فرمادیا اور اپنے حبیب محمد رسول اللہ ﷺ کو معلم کتاب و حکمت کا خطاب عطا فرما کر رسول اللہ الیکم جمیعاً کا تاج سر پر رکھا اور قیامت تک آپ کی حکومت کا اعلان کردیا۔اب اس حکومت الٰہیہ کو نظام مصطفےٰ ﷺ کے مطابق قائم کرنے کی ذمہ داری امتِ مسلمہ پر عائد ہوتی ہے۔ہمیں اپنی اجتماعی ذمہ داریوں کا نہ صرف ادراک ہونا چاہیئے بلکہ اس کا احساس بھی ہوتا کہ ہم بیدار ہوکر آگے بڑھیں لیکن شرط وہی ہے جو اقبال نے بتائی:

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اے ملت اسلامیہ کے فرزندو! اٹھو اور عشق محمدی کا پرچم لے کر پوری دنیا پر چھا جاؤ۔ظلم کی سیاہ رات ختم کر کے عدل کے سورج سے دنیا کو منور کردو۔

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے
دہر میں اسم محمد ﷺ سے اجالا کر دے

۷۸۶

۹۲

حوالہ جات/کتابیات

۱۔ قرآن مجید (ترجمہ) پیر کرم شاہ الازہریؒ

۲۔ تفہیم القرآن مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی

۳۔ صراطِ مستقیم مولٰینا عبدالقیوم ناطق

۴۔ اسلام اور دورِ جدید کے تقاضے (اردو ترجمہ) سید محمد قطب المصری

۵۔ ماضی حال اور مستقبل مولانا مودودی

۶۔ علمِ جدید کا چیلنج وحید الدین خاں

۷۔ تعارفِ عمرانیات ارشد رضوی

NEW WORLD ORDER AND REOGANISATION OF MUSLIM UMMAH IN THE LIGHT OF THE TEACHINGS OF THE HOLY PROPHET

PROF. DR AFTAB AHMAD MALIK-Lahore

ABSTRA CT

In the Name of Allah. The Merciful. The Compassionate; The Muslim Ummah should expound and elucidate the guidance that Islam gives to humanity in thought and in belief, in morality. Behavior, culture, civilization, economics. Business, jurisprudence. Judiciary, politics, civil administration, in all aspects of inter-human relationships, and in fact all aspects of life. And by soundly reasoned critique we should rebut all that is contrary to the guidance given to us by the Lord Mercy and Lord of the *Aalameen. God* Almighty is the king of mankind.

Islam condemns terrorism a2ainst humanity. These teachings of the Prophet Sallallahu Alayhi Wasallam can basically, be divided into two parts. The first part is related to the rights of Allah. It tells what the claim of Allah is upon the believer and what the duties of the believer are in that regard, and how this claim should be discharged and how the obligations are to be fulfilled. The second part consists of the teachings related to the rights of men on each other, and the duty they owe to all created beings in general. How man is to fulfill his social responsibilities and act towards all individuals or groups or any other creature with whom he may come into contact in the different walks of life. A principal feature of the Holy Prophet's Sallallahu Alayhi Wasallam teachings is the emphasis upon every class, group or individual to fulfill the rights of others, with [redacted] full sense of responsibility, and consider it a source of good fortune in both worlds.

The Organization of the Islamic Conference (OIC) is an international body grouping fifty seven States which have decided to popl their resources together, comb!Ee their efforts and speak with one voice to safeguard the interests and secure the progress and well-being of their peoples and of all Muslims in the world. The OIC member states must also deeply concern about gross violations of human rights of Palestinians and other Arabs living under Israeli occupation. The Commission on Human Rights had adopted resolutions, now must stress on Kashmir and reaffirming the right of the Palestinian people to self-determination.

It is feasible that Muslim Ummah must be reconstructed as United States of Islam (U.S.I) and establishes peace in world through negotiations with U.S.A, U.K., EMU. and the rest of the world. The Muslim Ummah must take adequate steps to eradicate misunderstandings with the rest of

The world to establish peace in accordance with the Holy injunctions and notions of Quran and Sunnah. The official United States policy towards Islam is quite admirable. "Our policies are guided by our profound respect for Islam," states a January 2002 report' by the White House on national security strategy for the new century. "US policy in the region is directed at the actions of governments and terrorist groups, not peoples or faiths." However, the reality is different. American policy toward Islam in practice is reflected in CIA director George Tenet's testimony before the Senate Select Intelligence Committee in February 2002. Tenet named the global Islamic movement [redacted] principal national security threat. The Muslim Ummah must enter into bilateral talks with US and rest of the world to establish good working relation on this planet instead of conflict.

Introduction Background and Preliminaries: 1.1 the New World Order:

Today, we are at a crossroad of transformed world order. The ideological war between Capitalism and Communism that dominated most part of the second half of the last century has given way to new form of struggle that is disturbing global peace. The new world order is clearly witnessing [redacted] duel between post capitalism and Islamic revivalism. While Christianity witnessed Renaissance, Islam started stagnating ever since the Crusades. Maximization of profit and efficiency became the salient features of the Capitalist thought... In the course of time, the states which followed the Marxian ideal became top heavy and their command economies could not keep pace with the free economies. Communism which primarily strived for a classless society slowly got riddled by its own contradictions and started paling as [redacted] global force.' In New world order, Capitalism which has produced yawing inequalities started asserting through the forces of idealization. The post Capitalist societies are trying to maintain their hegemony through free market economy treatin2 the world as a global village. Islam feels suffocation due to real or imagined pulls and pressures.

4In West Asia, the Palestine is bleeding: spot. Kashmir remains a flash point towards [redacted] nuclear war in South Asia. So is Chechnya in Russia. Muslim Ummah faced the .issue of

Cyprus in Greece. The Central Asian countries have been under suffering. China's Xingjian province wants an Islamic order. There is Islamic movement at the Sulu Archipelago in southern Philippines. Islamic struggle exists in the Masrique region of North Africa. In the Balkans peninsula there have been problems of Islamic identity in Bosnia Herzegovina and Kosovo. One way to tread in the _ world order is to follow the secular. Democratic. and rational ideals and confine religion into the realm of spiritualism, the other is to make it a religious-political force and a power block. All the pending issues need to be addressed, if Ummah wants to compete globally as politico religious identity. The path of alleged violence to gain general acceptance is not advisable. The tension and turbulence that is being witnessed by the world surrounding Ummah can be addressed by negotiations, wisdom and teachings of Prophet Muhammad Peace be upon him.

Islam and violence are incompatible:

Terrorism by individual groups is a Sholi sighted approach... Terrorism is against injunctions of Islam; therefore, Islam can not be blamed. Terrorism triggers ape unending chain of actions and reactions. It's [redacted] accepted fact that extremism in any form can never lead to [redacted] conflict resolution. The other need is to make the religion more contemporary in order to provide answers to the forces of modernization. The doors of interpretation of the religion through Ijtihad, admissible in Shariah, have to be opened. Then the Islamic societies have to embark on the path of development. Because, basically, Islam seeks and searches [redacted] balance between spiritualism and materialism. Terrorism is an international menace and as such can not be identified with Islam. Terrorists don't restrict to one religion, country, continent or race. They get their inspiration and motivation through political ideologies and as infringement of their basic rights. One can find terrorism in Zimbabwe or Ireland or Rwanda or Indonesia. The Wars, nuclear holocaust; antiwar, peace and disarmament movements, denial of rights self determination have confronted the world with current scenario & a new mandate. If Islamic revivalism wants to succeed, it has to follow its literal meaning that is peace! As advocated by Prophet Muhammad (Sallallahu Alayhi Wasallam).

The Muslims:

At present Muslim population is about 1.3 billion, which makes roughly 22 per

cent of world population. About 900 million Muslims live in 56 Muslim states and are part of UN and OIC. The rest 400 million Muslim are spread in different countries. There is hardly any place on earth which is not inhabited by Muslims. A significant number of Muslims (150 million) live in India. In Europe and America, Muslim population though insignificant in the past has now increased manifold. Widespread migration at world level has introduced Muslims to those areas which hitherto stood untended for centuries from the teachings of Islam. Numerical strength plus the Muslim states' geographical location have given Muslims a strategic position in today's world.

Islam is essential a Religion of Success:

Muslims loyalty to Islam is quite amazing. They almost never leave their faith in favour of another one. The religion of Islam is essentially a religion of success; it is a winners' religion. The Prophet Muhammad Sallallahu Ala.vhi Wasallam fled the city of Mecca in A.D. 622. By 630, only eight years later, he was back in Mecca, now a ruler (as the messenger of Allah). The Muslims began as an obscure group in Arabia and within a century ruled a territory from Spain to India. In the year 1000, say, Islam was on top no matter what index of worldly success one looks at health, wealth, Literacy, Culture, and power. This association became customary and assumed to be a Muslim, was to a favorite of God, a winner. The trauma of modern history that began 200 years ago involved failure. Failure began when Napoleon landed in Alexandria and has continued since then in almost every walk of life. Muslims are no longer on top. As the mufti of Jerusalem put it some months ago, "Before. We were masters of the world. And now we're not even master of our own mosques."

Islam is a Religion of Peace:

Islam enunciated the concept of human rights more than fourteen centuries ago. It has provided the foundation of many societies and has also had a positive impact on important civilizations throughout the world. Islam and Muslims have been wrongly and sometimes on purpose, identified with human rights violations. Terrorism and intolerance. The rest of the World misrepresents and misinterprets the divine tenets of Islam. In many instances this misrepresentation is deliberate. Extremist elements exist in all religions and all societies. Yet it is only Islam and Muslims that suffer identification with such regrettable phenomena as terrorism, intolerance and human rights violations. In addition, Islam phobia has also unfortunately become a serious and growing human rights concern. The OIC countries find this extremely disturbing. On the completion of his tenure, the out going Secretary General of United Nations, Dr. Kurt Waldheim was asked by a journalist, how serious problems confronting the world could be resolved, he replied that dig out the grave of (Hazrat) Omar, the second Caliph of Muslims, elevate him as the ruler of the entire world, he could resolve all the Issues.

The Muslim Ummah Today :

Muslim nations are internally involved in certain conflicts. Islamic countries will remain backward unless they concentrate more on scientific and technological development. Muslim nations perceived by. The outside world as terrorists with little attention being given. on their uplift. Recently, General Pervaiz Musharraf, the President of Pakistan has made his comments in an address to a conference of science and technology attended by ministers from Muslim countries that the time had come for Islamic nations to take part in collective self-criticism. Once such an assessment is made, it would not be difficult to realize that the entire Islamic world was. far behind the developed world.

The Real Jihad Needed {Jihad bil ilm}:

The President of Pakistan suggested in that conference, the setting up of a multi-billion dollar fund for such a purpose. Beside this, he said, there was a need for creating centers of excellence in the field of Science and Technology. He also called for the

creation of scholarships for young scientists to seek knowledge from universities in developed countries. President Musharraf described it as the real jihad, or holy war. Unless this was done. The Islamic world and Muslims would always be perceived as backward, illiterate - those who could indulge in extremism and violence.

Geo-strategic Outlook:

The politically independent Muslim states virtually command one-fourth of the world; from Morocco to Indonesia and Kazakhstan to Turkey and Bosnia. Muslim bloc can be divided into two big geographical zones; one, ■ large chain starting from Morocco/Senegal and through Pakistan entering Central Asia, and two; the most important zone of Bangladesh, Malaysia and Indonesia. The two zones are of strategic importance for all sea, land and air transport routes. Dead Sea, Red Sea and Caspian are in the center of Muslim states. A number of Muslim countries have sea-coasts on Indian and Atlantic Oceans. The important sea gate-ways like Damial, S1,1cz, Port Said, Djibouti and Aden 1-'1 are under Muslim control. Muslim world is imoree:nate 'with important economic resources like agriculture. oil. electricity. coal. iron. uranium. tin. rubber. copper..

Sustained Economic Growth:

About 1/4th of the Muslim world is not simply in ■ position to achieve sustained economic growth and provide adequate education and other social infrastructure to their citizens, but can also play an important role in the economic and technological development of brother Muslim countries, e.g. Turkey has the skill to manufacture F -16 fighter planes; Algeria, Egypt, Iran, Bangladesh, Malaysia and Kazakhstan have economic strength to help other Muslim countries financially; Pakistan, despite strong Western resistance, has successfully advanced with its peaceful nuclear energy agenda in a period almost half that other countries might take, and; the change in oil prices of 1972 and 1980 and later has tilted the balance of economic strength towards Islamic countries.

We safely conclude that the strength and centrality which Muslim Ummah enjoys today has no match in its history (a fact which should never be ignored. It is another sore subject *why Muslim world*

Could not take full advantOfle of its present powerful position on the world checkerboard?

Devising strategies towards Islamism:

An American journalist has suggested the US government to develop ■ policy toward Islamism, not Islam. According to him, States do not have policies towards religions, but they do respond to ideologies. He suggests that the American government and the American people should take the following number of strategic steps: Quote. "Support states that contain Islamists and encourage them to do so. Keeping Islamists out of power is in their interest and in ours.

Pressure those states that are already Islamist to reduce their aggressiveness toward their own populations and toward the outside world.

Celebrate and support those brave souls who stand up to the Islamists.

. Label the Islamist groups that engage in terrorism as such. .

. Do not work cooperate with Islamists, thereby encouraging them. Dialogue with Islamists tends to enhance their stature.

. Be very careful about pushing for elections. The spread of democracy is of course ■ permanent

. American aspiration. But it includes much more than ballots.-Elections are a capstone to a deep and usually long-term process of change that includes an effective rule of law, minority right, and freedom of expression, freedom of assembly, and much more.

. To hold premature elections, as happened in Algeria, is in no one's interest. It requires 10, 20, 30 years of evolution before full-fledged democracy can come into existence. In a sense, this process recapitulates what took place in the first democratic country, in England, over centuries.

. Because it takes time for full enfranchisement, the U.S. government should encourage democratization, first on the level of civic society, and then, only after that has been established, on the level of political leaders".

The Most Unhealthy Sign:

The Muslim Ummah, the Islamic world is living in darkness? Today, we are the poorest, the most illiterate, the most backward, the most unhealthy, the most un-enlightened, the most deprived, and the weakest of the entire human race." A comparison of the economic growth in Islamic countries with some developed countries reveals that while the collective Gross National Product of the all Muslim countries stands at $1,200bn, that of Germany alone is $2,500bn and that of Japan $5,500bn. The Muslim countries must concentrate on scientific and technological development in order to compete with the developed world. One of the main reasons for this disparity was that none of the Muslim countries held ever paid any attention to educational and sc I en it if c dive I 0 pmen t.

Human Resource Development:

Muslim Ummah must develop human resources. But only human resource development, political and economic strength is not enough to achieve the cherished goals. Most important aspect is the brainy movement to direct and portray the religious and ideological identity of Muslim Ummah. This century can rightly be termed the century of Islamic revival; political and economic aspects being mere parts of it. The plight of Muslims climaxed at the close of 20th century and so did the revival. In fact, it was the lowliness of Muslim Ummah which touched many Muslim thinkers' minds and souls who attended to the urgent call and engaged themselves to find cause of Muslim downfall and to identify measures for revival.

Our Fundamentals:

Often Muslims are allegedly labeled as fundamentalists; this terminology reflects negative, notorious, warrior, cruel, terrorist and criminal attitude.

Let us briefly look at what are our important fundamentals?

These areas are basis of our possible integration. The recommended standard morals for every Muslim are: Truthfulness, honesty, abstinence, modesty, courage, generosity, loyalty, refraining from everything that Allah had made unlawful, being a good neighbor, helping the needy, and other morals stated either in the Holy Qur' an or in the Prophet's, *salla Allah u alihi 11'0 sallam,* tradition. The six fundamental articles of faith are: Believing in Allah (His Oneness), His Angels, all of His Messengers, all of His Scriptures (in their original and unaltered forms), in the Last Day (of Judgment), and Fate and Divine Decree (whether good or bad), which Allah Has mef! sured and ordained according to His previous Knowledge and as deemed suitable by His Wisdom.

Fundamental Practices of Islam:

The beauty of Islam is that it advocates extensively and covers the vide range & spectrum of human rights such as:

Children's right on parents and vice versa, rights of other relatives, neighbors, rights of neighbors, week and poor, widows and orphans, sick and hungry, slaves and servants; kind and merciful treatment, policy of forgiveness. There are special provisions to form to form ■ separate community - which came to be known an "Ummat-um-Muslimah" the Islamic Fraternity and Brotherhood. Some Special Rights and Claims exists defending the Honour of a Muslim.

A Muslim is like ■ Mirror unto a fellow Muslim. Therefore, mutual hatred, jealousy, back-biting etc., are strictly forbidden. The Holy Prophet's (S.A. W.) teachings and sayings also deal with the manner of our conduct in respect to all mankind and even the other creatures of Allah Almighty. It is related by Jareer Ibn Abdullah (R.A.) that the Prophet (S.A.W.) said *"Those whose hearts are devoid of mercy for others, will not obtain the mercy of Allah."* Everyone, indeed, has a Claim to kindness and compassion, no matter what class or community he may belong to.

True Sympathy and kindness towards the non-believers and wron2:-doers.A strong emphasis to show kindness and mercy to all the creatures of Allah on earth, with whom one comes into contact, is contained in the hadeeth. It first tells that there will be ■ special Mercy of Allah on those who are merciful and then gives assurance that the Almighty will show compassion to those who are compassionate to His creatures. This emphasis, to show kindness and compassion to the "dwellers of the earth", not only includes men of all faiths and nationalities, but also the animals and other creatures.

Hadeeth: It has been reported by Anas (R.A.) and Abdullah Ibn Masud (R.A.):

The Holy Prophet (S.A. w,) said, "All creatures are the'Ayaal' (family) of Allah. The most beloved to Allah, amongst H is creatures, is the one who is good to His 'Ayaal' (family i.e creatures) Those who are dependent on a person for the necessities of life (like food, clothing etc.) are called his 'Ayaal'. Therefore, in this regard, all the created beings are the 'Ayaal' of the Creator Allah. He is the sole Cherisher and Sustainer.

Hadeeth Abu Hurairah (R.A.) relates that he heard the Messenger of Allah (S.A.W.) say *"Whoever beats the slave or servant unjustly, revenge .will be taken from him on the Day of Judgment."*

Hadeeth Abu Mas'ood (R.A.) narrates that *"Once I was beating my slave when I heard a voice behind - (saying)" Oh Abu Mas'oodl Remember that Allah has a greater power and authority over you than you have. over the poor slave" J turned around and saw that it was the Prophet .of Allah (SA. w) whereupon I said "Oh Prophet of Allah - he is now free for the sake of Allah (I have set him free)." The Prophet (SA. w) observed that "Be informed that had you not done so (i.e. set him free) you would be consumed in the fire of Hell I"*

Hadeeth by Abu Hurairah (R.A.) that the Prophet (S.A.W.) said, *"There are five claims of a Muslim upon a Muslim: to return his greetings when he greets; to visit him when he falls ill; to attend his funeral; to accept his invitation to a meal and to pray for him, when he sneezes, by saying'yar 'hamu 'kallah'(May the Mercy of Allah be on him) To feel earnestly for a Muslim brother, to the extent of preferring for you)."*

Hadeeth: Reported by Abdullah Ibn Villar (R: A.) the Holy Prophet (S.A.W.) said *"Every Muslim is the brother of a Muslim, he should neither harm him, nor should he leave him alone when others treat him unjustly (he should help him). Whoever willful (fill thefJ.§ed of a fellow brother, Allah will*

fulfill his need, and whoever removes the distress of fellow Muslim, Allah will remove his distress on the Day of Judgment, and whoever will hide (keep secret) the faults (and shame) of a fellow Muslim, Allah will keep his sins secret on the Day of Account."

Islamic Decencies:

Greeting, cheerfulness, eating and drinking with the right hand, adhering to the Islamic conduct in entering and leaving homes and mosques and while traveling, dealing kindly with parents, relatives, neighbors, the old man and the young; congratulating, lamenting, and other Islamic ethics, like shaking hands, saying *assail 'mud 'alike* reflects ■ code of peace, decencies and etiquettes, to transform men into humans. The major achievements of messenger. of Allah are to humanize man, to educate man free from social discrimination.

Real basis of our integration into one Ummah:

i) The Islamic Unit: The Muslims should remain together and blend into ■ single body. In a hadeeth, narrated by No'man Ibn Bashir (R.A.) the Prophet (S.A.W.) is reported to have said that *"The Muslims (the Ummah) are like the limbs (_r ■ man, where if the eye hurts the whole body feels pain and if the head hurts, the whole body feels pain and suffering."*

ii) in Ash-Shahadatan: Bearing witness that there is none worthy of being worshipped except Allah and that Muhammad, *salla Allah u alihi wa sallam,* is His Messenger; establishing prayers; paying the alms (Zakat); fasting the month of Ramadan; and performing pilgrimage (Hajj) if can afford it. We all believe that *Tawheed* is (Faith in the Unity of Allah), who is Lord of the universe, Creator, Preserver, Nourished. We believe in *Tawheed Ar-Ruboobeyah.* We acknowledge *Tawheed A l-Ulooh eeyah and Tawheed Al-Asmaa was-Sifat.*

iii) The love of Almighty Allah, the Holy Oman and the love of beloved messenger of Allah are the most common and fundamental elements are basis of integration of Muslim Ummah, into a single unit.

Plans to make Muslim Ummah ineffective:

The colonial powers had planned to make Muslim Ummah ineffective for ever. But history stands witness that if Muslims retreated at a front they demonstrated strength at another, e.g., when Baghdad was destroyed, Muslims were dominating power in Africa and Spain; the weakness of Arabs was compensated by the advancement of Central Asian Muslim states; the destruction of Hispania and surrender in Qartabah and Gharnatah was equated by bringing Constantinople under the command of Ottoman empire which symbolized the 'Rise of Islam.' During this period Muslims captured vast areas of Asia and Africa. This important feature of Muslim history has disrupted in the recent past.

But just as a day follows the night, the Muslim Ummah during the past five decades have, to a large extent, overcome the miserable conditions of the past and started form at world level.

A horrible Plan for Middle-East:'

Twentieth Century started when Western colonial powers had gained strength at world level. It was also the time when mechanization started and the might of steam engine had totally dominated minds of these powers. Industrial movement, French revolution, freedom of USA coupled with its economic attainments and the wide spread invincibility notion attached to Western powers, were the important events of that time. In short, the whole world and particularly the Islamic world (a world power before and after renaissance) came under total spell of European powers during the first quarter of 20th century. Britain alone controlled a quarter of the world major part of which comprised of Muslim territory.

Pan-Arab nationalism and lust for power were the destructive instruments applied to snatch political freedom from the Middle-Eastern Muslim rulers. About ■ dozen powerless states under the European command emerged on world map as a result of Sykes-Picot Agreement (1916) and Balfour Declaration (1917). As such, the plan was to divide Middle-East into pieces on one hand and on the other to create conditions facilitating creation of ■ Jewish state among Arabs. The machination ultimately bore fruit.

Establishment of Strong Israel
In the Heart of Muslim Ummah:

With due understanding amongst USA, UK and USSR with connivance of UN Israel was established. In this way, all those rulers, tribes and people who once enjoyed power, self and freedom were eliminated from world politics for ever. Muslims, who

enjoyed world leadership status for more than 12 centuries, were thus deprived of this position for the first time' in history. Except in ■ few semi-independent states (Afghanistan, Turkey, Yemen and Arab Peninsula), the Muslim might and political authority - the symbols of Muslim Ummah's dignity - was totally eliminated from around the global.

Britain had been controlling sea all over the world and that sun never set on its dominion. France had under its control ■ third of Africa besides a good number of Far-Eastern states. Even countries like Italy, Spain and Portugal were controlling a number of places around the world. The colonial powers were using resources of the whole world to strengthen their economic, political and cultural dominance. Similarly, Tzarist Russia had under its thumb the Central Asian States (a galaxy of republics which once symbolized epitome of Islamic glory.

Let there be No Enmity with Muslim Ummah for World-Wide Peace:

Assumed that by politically dominating the Muslims; dividing them into small states, nationalities and tribes; imposing secular system through secular rulers; and by crafting Western political, economic, educational and cultural agendas, Muslim Ummah can be neutralized for ever. But the ultimate prudence of God Almighty was different. The sense of extreme deprivation played the role of .activator. The modernist liberal West could not liquidate Muslim Ummah's strong Islamic creed. After doing away with the slavery, the Muslim Ummah started struggle for revival and reverted to its roots. The great Muslim scholars of the recent times urged the Ummah to submit to the will of God Almighty and strictly follow the teachings of Muhammad (peace be upon him). The Qur'an and the Hadeeth (the pious traditions set by the Prophet) were dignified as the cornerstone of Ummah.

In order to eliminate slavery and make Shari'ah (Islamic precepts of religion) supreme, efforts were made to interpret Islamic principles so as to meet the modem day requirements. The causes of Ummah's descent were identified while at the other end hollowness of Western Hedonistic philosophy was fully exposed. The Muslim scholars were successful in highlighting Western powers' strong points which had such ■ damaging impact on culture, ideology and moral values of Muslim society. Principles of Islam for self-reliance and development were reincarnated. And history proved the dictum. Let us make the rest of the world realize to have' no Enmity with Muslim Ummah for World Wide Peace.

Kashmir and other global issues before Muslim *Ummah:*

Ummah is confronted by so many burning issues - Kosovo, Palestine, Afghanistan, Sudan and Kashmir at this time. But of all the other areas, together with Palestine, Kashmir stands at the top of the agenda. The question of Palestine and Al-Quds has a special place in Islamic history. Its importance is due to the Prophet's nightly journey from Makkah to Al-Quds and from there to heavens. These are events deeply embedded in the psyche of every Muslim since these events are recorded in the noble Qur'an.

Kashmir unfortunately has been largely ignored by the Ummah. Part of the problem is a lack of understanding of the real issue. It is often confused as a territorial dispute between Pakistan and India. The other stems from the fact that given India's large size and market, most, including many Muslim countries, are guided by. Self-interest rather than the plughole the 12 million Kashmiris. Both points need to be addressed. First, the problem of Kashmir is not simply a territorial dispute between India and Pakistan. True, its final status has to be determined and Pakistan has always claimed it based on the partition plan of 1947. The lapse of time does not invalidate this stand. More importantly, its final status must be determined through ■ referendum to which. the leaders of both India and Pakistan had agreed. The Indians have always stubbornly

refused to discuss it with Pakistan. They maintain the fiction that Kashmir is an 'integral' part of India and that the people of the State have repeatedly expressed their wishes by participating in ■ number of elections held under Indian auspices since 1947 until to date.

the Indian argument is spurious. Local elections cannot be ■ substitute for ■ referendum specifically called to determine the final status of the State as called for in ■ number UN Security Council resolutions. From the Ummah's point of view, Kashmir is as important as Kosovo, Bosnia or any other part of the world where Muslims are suffering. Some Muslims unfortunately have developed ■ strange outlook. They only pay attention if Muslims are suffering grievously and are the victims of horrible crimes. Once the level of violence against them subsides, the Muslims' interest in their plight also declines. The. same has happened to Kashmir although, ironically, the people there continue to suffer at the hands of the Indian occupation forces. Scores of innocent Kashmiris are' killed daily. The rape of Muslim women as well as the destruction of their homes continue unabated.

In recent months, the Kashmir dispute has also caught the attention of the world. The reason is the nuclearisation of the subcontinent. After ignoring the core issue between India and Pakistan for decades, the world has suddenly woken up to the fact that if the problem persists, it might lead to a nuclear war between the two protagonists. The consequences would be frighteningly catastrophic. The fate of 1.2 billion people - one-fifth of humanity - hangs in the balance. This is no ordinary matter. Beyond the reaction of the world, the Muslim world must realize that the people of Jammu and Kashmir ar■ an integral part of the Ummah. It is not the responsibility of Pakistan alone to be concerned about it even though it would be the principle beneficiary. The issues of the Ummah cannot be looked upon from ■ narrow perspective.

At the very least, the Muslim world can exert pressure on India to respect the wishes of the people of Kashmir and hold a referendum _here rather than continue with the_ killings. Over the last eight years, more than 70,000 Kashmiris have been murdered by the 800_000 Indian occupation troops. Even one Kashmiri life lost is one too many. It is only when the Ummah begins to pay attention to these facts that a real sense of Islamic brotherhood will develop. Looking through the tunnel vision of each country's narrow self-interests will neither advance the cause of Muslims nor of peace. The suffering of the people of Bosnia touched all Muslims; the same holds true for Kosovo. Why should Kashmir be treated differently?

The state of Muslim Ummah:

The state of Islamic Ummah is not very healthy. Ideologically, there is much ignorance in the Muslim community about Islam. Islamically speaking, from the ymmah stand point, there is much ignorance about Islam, there is considerable Bida (innovation unacceptable in Shariah) in the Muslim community, innovations which are not acceptable, which has been judged innovations (in the technical terms of Fiqh) and also much Shirk in the entire Muslim world or many parts of Muslim - world. The Muslim Ummah as a whole is in much ignorance, much Bida and much Shirk. Materially speaking, there is much illiteracy, much poverty, serious poverty and backwardness in most of the places. Our economy is in bad shape' by in lar!!except a few. we have bad defence.

What should we do to build a strong Ummah?

We have to build our education, the economy and defence. The priority areas are ideological issues and material aspect. Our education, in most of the countries, not in all countries, is not fulfilling the needs. The life of the Prophet (Sallallahu Alayhi Wasallam) is ideal model for us. So does the education system should be to fulfill our needs? The objective should be to build ultimately in the independent Muslim countries strong Islamic education system. I know it will take time and there is " Sunnat Allah"- Allah's

ways and many things are there where Tim is needed but the objective should be clear that we have to achieve an education system which will meet all our material needs, all our needs to live as good human being.

Education System:

The education must meet current needs of modern world as well as spiritual needs. Presently, in most of the countries the education system is not patterned on these lines. It should be clear to the Ummah that the education is most important for our material progress, (Dini) religious progress, and ideological progress. As long as the education system is not fulfilling Ummah's needs, it is our duty to privately study and know Islam thoroughly and fully, there is no other way but the private study.

About Economy:

All Muslim governments, all Muslim politicians, all Muslim intellectuals must work on this issue. All Muslim economists must do research work for strong Muslim economy. We have to build our defence also.

About Joint Defense :

Allah has said to guard our borders. If you look into the last ayats of Suratul Imran you will find Allah has asked us to guard our borders and Allah has taught us to keep horses ready. By that Allah (SWT) means we should keep our defence ready, we cannot be careless about the defence of the Muslim Ummah, about the defence of the Muslim states.

De-nuclearisation:

Very good, but it must be for all, not for only the Muslims. Disarmament of all. Ummah should not be asked to disarm, while, others keeping arms. It is not be fair, it is not just. Now, The building of Ummah is at stake, because it is under attack and threat. Scholars are talking about the conflict of civilization.

The Conflict of Civilization:

"And the Jews will not be pleased with you, nor the Christians until you follow their religion. Say: Surely Allah's guidance that is the (true) guidance. And if you follow their desires after the knowledge that has come to you, you shall have no guardian from Allah, nor any helper" . (Al-Quran 2 : 120).

"0 *you who believe! Do not take the Jews and the Christians for friends; they are friends of each other; and whoever amongst you takes them for a friend, then surely he is one of them; surely Allah does not guide the unjust people.* (Al-Quran 5 : 51).

An American major scholar Huntington has spoken' on the conflict of civilization and he says that Islam is the next threat to the western civilization, as if the western civilization must be maintained, as if any threat against that must be eliminated. Muslims have there own civilization and do not accept western civilization. Not only Huntington, *Fukuama in his book "The end of history"* says that history has reached its final Maher Hath out provides a much needed look at the Muslim Ummah in the context of the real world and times in which we live today and suggests the relevant issues that must be addressed if we are to efficiently and effectively move forward. In the modern world of speed, precision, fast-flowing information, multi-cultureless, and great spiritual hunger, where does Islam fit in? Think, what is the role of the Muslim Ummah? And what are the major challenges threatening it? We should compel ourselves, we the believers, to recalculate and readdress our situation and bring a better sense of direction in this unstable, ever-changing world.

Witness unto Mankind the Purpose and Duty of Muslim Ummah:

We as an *Ummah* once were; at fountainhead of civilization and the leaders of mankind, and where we are now; almost the converse of where we were. We have

realized how Muslims have stopped thinking in the Islamic mindset and how this has resulted in the problems that we face. I would like to put these problems into perspective, identify solution implicitly and then go [redacted] to expand with regard to the obligations and duties of the Muslim *Ummah* and more so pet Muslim Youth.

Problems faced box the Muslim *Ummah* :

Both on [redacted] global scale as well _s locally. Take any part of the _Muslim world and you will see the humiliation and the defeat, which we are currently facing. Kosovo, Palestine, Kashmir, Algeria, Iraq, Sudan, Afghanistan, are just a few of the most recent examples - the list just goes on and on. The state of the *Ummah* is but a remnant of the humiliation, degradation, backwardness and powerlessness. Which we have been subject_ to and are suffering since the decline of the Caliphate. In some places. Muslim blood has flowed like water, instances of this are Bosnia and now Kosovo, where we have been and are being subject to large-scale massacres. In other places we are being driven out of our homes - Palestine being the most prominent example of this. In others we have been tortured and persecuted, while in still others we have been reduced to live as refugees. Where some Muslim states have survived we have suffered defeat after defeat until we have been reduced to a position of fear and impotency in the face of foreign powers. I don't want to go into the details of what is happening to the Muslims all around the world - we hear enough about this on the news, as it is.

These problems are plain and evident for all to see, but more importantly what is our perception of these problems? We look at ourselves as being [redacted] minority engulfed by an overwhelming majority, or as' a majority deprived of our sovereignty within its own territory, or as a nation that is subjugated and exploited by a foreign powers. While all these scenarios are true of most if not all the Muslim world - these are not our problems. All of these perceptions which we have of ourselves are merely symptoms of the real problem. Unfortunately, our leaders convince everyone that these are the problems and we devote all our time and energy towards achieving goals and objectives that emanate from these perceptions and images of ourselves.

We strive towards objectives such as safeguarding our interests and status as a minority within a country. Or we try to achieve sovereignty within our territorial boundaries. Or we try to ensure our national security. Or we strive towards matching the economic progress of the developed countries. In all of these, our efforts are in vain - we are trying to combat the symptoms while remaining oblivious and blind to the real problem.

Difference between real problem and Symptoms:

It is very important for every one of us to understand the difference between the real problem and the symptoms. I'll highlight this difference using an example. Let us-consider that there was [redacted] report in the news about Hepatitis C reaching epidemic proportions in a country. The report went [redacted] to cite the primary cause for the rise in the incidence of Hepatitis C the use of intravenous drugs and the sharing of syringes, which occurs during such use. Now this being the problem, think of a solution - and how to decide to tackle the problem? Simple, if Hepatic\s C is being spread because of drugs and the sharing of syringes then all we have to do is make it easier for drugees to use syringes and also educate them on how to do drugs - "the proper way". The root cause of the problem is drug use and rather than stop drug use they want to make it easier to do drugs. Only when something goes horribly wrong will some people come to their senses and realize the tragic results. By then though it's too late. This is how problems are solved these days and unfortunately this problem solving methodology is being constantly drilled into the Muslim psyche through the education system, through the television, through every other source of media. Until when we see a problem we too adopt the same approach and try to tackle the symptoms rather than the root cause of the problem.

Islam teaches us to think otherwise. We are taught by Islam to identify the real problem or the root cause and then to tackle the root cause. For instance, the consumption of alcohol is prohibited. It is not restricted to ■ certain amount, until the blood alcohol reaches a maximum allowable level. In Islam the consumption of alcohol or for that matter any intoxicant is prohibited.

<u>What is the Real Problem of the Muslim *Ummah?*</u>

The real problem is that Muslims have stopped being Muslims. Muslims have stopped being followers of Islam. For without ■ iota of doubt our destiny in this world and in the hereafter depends on only one issue. And that is how we conduct ourselves with respect to Allah's guidance that has come through His Messenger, Prophet Muhammad (s).Islam is the solution to all our problems. The lack of Islam is the one and only problem of the Muslim' *Ummah.* Muslims no longer do what Muslims are meant to do. "Muslims have forgotten their mission. The Muslim *Ummah* has forgotten and by its conduct has led the world to forget, the fact that Islam is the nam■ of a movement, which started with ■ purpose and ■ firm body of principles. The word "Muslim" was meant for the group that followed this movement and went forward with it, the group which submitted themselves entirely to the will of Allah. This movement has been lost sight off. Its purpose has been forgotten. Its principles have been broken one after the other and its name, having lost all its significance, is now merely used to denote racial and social allegiance. So much so that it is used even on occasions where the very purpose. of Islam is negated, where its principles are demolished, and where instead of Islam there is all that is not Islam.

<u>There is no unity among the Muslims:</u>

What is the basis or the foundation for this Unity? Islam. If Islam is the basis for this unity then how can there be unity without Islam? It is our lack of knowledge, our lack of understanding and our lack of practicing Islam that has resulted in the deplorable state that we find ourselves in today. Only when we know our religion can we -start following it, only when we understand our religion can we start being real Muslims and not just Muslims by name. Only when we realize the importance of Islam can we even begin to discharge our duties incumbent on us, both on an individual as well as a collective basis.

<u>What are these duties?</u>

Our duties are not only, as mentioned above, to saying the *Shahada,* affirming our faith in Allah, His Angels, His Books, His messengers, and in the Day of Judgment. Nor ■ our duties confined to offering the prayers, observing the fasts of Ramadhan, performing Hajj and giving Zakat. And nor are these duties exhausted by observing the injunctions stipulated in the *Shariah..* Over and above all these duties there is one which is most important - That your lives bear witness to the Truth that you have been given by Allah *before* all of humanity - The truth that you as ■ Muslim believe to be true The Truth which manifests itself as the Qur'an and the Sunnah of Prophet Mohammad (s) - The Truth which translates into Islam.

The Prophet Muhammad (s), was the final messenger, the seal of all the Prophets, and he was sent to all of mankind. For Allah says is Surah as Saba, verse 28: *"And we have not sent you* [0 *Muhammad* (s)} *but to the entire mankind, to be a herald o(glad tidings and a warner; however most people do not understand."*

The Muslim *Ummah* is thus charged with the duty and responsibility of being witnesses to the Truth before all of mankind. This duty being a corollary to the duty of the Prophet(s).

<u>You may then ask: How should we be Witnesses to the Truth?</u>

<u>How can we go about doing this?</u>

i) The first step is to start with yourself. Hadith: *"The real muiahid is one who fifth's against his own self in obedience to Allah* If. Before you confront the rebels against Allah around you, you must subdue the rebel inside you. The way to do this is through learning, understanding and practicing Islam. Educate yourself about your religion. Seek out the scholars and gain knowledge from them *Alhamdulillah,* there is no shortage of authentic books from where we can gain knowledge about Islam.

ii) We can be word witnesses through our speech and writing. We should proclaim and explain to the world the guidance that has come to us through the Quran and the Sunnah of Prophet Muhammad, *Salallahu Ala/he Wassallam.* We must employ all possible means of communication and propagation, such [redacted] the television, radio, internet, newspapers, magazines, pamphlets etc.

iii) We must master all knowledge provided by the contemporary arts and sciences and we should use our know how to benefit mankind and to 'inform mankind of the way of life that Allah has laid down for human beings. We should expound and elucidate the guidance that Islam gives to humanity in thought and in belief, in morality and in behavior, in culture and in civilization, in economics and in business, in jurisprudence and judiciary, in politics and civil administration, in all aspects of inter-human relationships, and in fact all aspects of life. And by soundly reasoned critique we should rebut all that is contrary to the guidance given to us by the Lord of the *Aalameen.*

iv) Using their tongues and pens to witness to the truth of Islam. Besides these few, the Muslim *Ummah* on the whole is not fulfilling this duty. In fact we are witnessing against Islam. In everything we say and write we tend to portray Islam as being medieval and outdated. We promote knowledge based on conjecture rather than the absolute knowledge, which Allah has given to us in the Quran. Our governments, educational institutions, media etc. repeatedly witness against Islam. Being "Word Witnesses" is not enough, we have to transform this guidance which we must believe and propagate by actions. Our actions should demonstrate to the world the principles we profess to believe in.

v) The world should not merely hear us tall{in of the truth of our religion. It should see the evidence of its excellence by the-manner in which we lead our lives. In our behavior there should be the sweetness which a rich faith produces in the morals and routine life of a person. The world should be able to see for itself what fine human beings are produced under the guidance of this faith, the just society which is built up, the high moral atmosphere which comes into being, the flowering forth of a clean blemish-free culture, the development of learnil1g, literature and the arts along healthy lines, the growth of equitable, benevolent and non-antagonistic economic relations, the straightening out of all the entanglements of individual and collective life, and the general well being and prosperity." brought about by Islam.

vi) Witnesses through their actions or "Act-Witnesses", our conduct is even more scandalous than that in respect of our witness by words. No doubt there are again a few good Muslims whose lives are an example of Islam. But the overwhelming majority live lives which are anything but Islamic. "What is the witness being given by the life of a typical, ordinary 'Muslim'? That the persons shaped by Islam are in no way better than, or different from, those prepared by *'Kufr".* Muslims exhibit such sad conduct, that often, we'd find 'Muslims' who would speak a lie, betray [redacted] trust, oppress people, behave in a deplorable manner, use bad language, engage in violent conduct and indulge in all sorts of indecent acts. Our lifestyles, meetings, gatherings and other socio-economic dealings often reflect [redacted] disorderly people who lack even basic qualities such [redacted] integrity, punctuality, ethics, morals, good manners, trust and honesty. Sadly we portray everything which is not Islam.

vii) Muslim *Ummah* should not be e:uiltv of e:ivine: false witness. We are "guilty of

perjury and concealing the Truth." As a consequence, we are facing the punishment of Allah in this world and we will be dealt with accordingly in the Hereafter if we do not mend our ways.

The task before us is enormous. Muslims need to stop reveling in our past glories and need to wake up to the world of today. The Muslim *Ummah* needs a revival., or rather an Islamic revival. An Islamic revolution whereby we once again fulfill our duties as Witnesses unto Mankind and once again establish the word *"La [llaha [llallah, Muhammad ur Rasullullah".*

Allah says in Surah Al-Mumin, Verse 51: *"Verily. We will indeed make victorious Our Messengers, and those who believe (in the Oneness of Allah) in this world's life and on the Day when the witnesses will stand forth. "*

Allah says in the Quran in Suratul Alaq: *"Read! In the name of thy Lord and Cherisher, Who created created man out of a clot, Read! And thy Lord is Most Bountiful. He who taught (the use job) the Pen, Taught man that which he knew not."* So read the Quran, read authentic

Allah (swt) says in the Quran Surah un Noor verse 55: "Allah has promised to those among you who believe and do righteous good needs, that He will certainly grant them succession to (the present rulers) in the land, as He granted it to those before them; that He will establish in authority their religion the one which He has chosen for them; and that He will change (their state) after the fear in which they (lived) to one of security and peace: 'They will worship Me (alone) and not associate none with Me.' If any do reject faith after this they are' rebellious and wicked."

United States of Islam(USI) through the Organization of the Islamic Conference:

The reorganization of Muslim Ummah and the establishment of United States of Islam are technically, operational and economically a feasible preposition in the current scenario, under the existing charter of Ole. The OIC is an international organization grouping fifty seven States which have decided to pool their resources together, combine their efforts and speak with one voice to safeguard the interests and secure the progress and well-being of their peoples and of all Muslims in the world. The Organization was established in Rabat, Kingdom of Morocco; on 12 Rajab 1389H (25 September 1969) when the First meeting olthe leaders of the Islamic world was held in the wake of the criminal Zionist attempt to burn down the Blessed Al-Aqsa Mosque on 21 August 1969 in the occupied city of Al-Quds. I propose to establish USI with such a structure which currently exists for OIC having the principles governing activities, namely:

- **Full equality and among Member States,**
- **Non-interference in the internal affairs of Member States,**
- **Observation of the sovereignty, independence and territorial integrity of each State,**
- Settlement of any dispute that might arise among Member States by peaceful means such as negotiations, mediation, conciliation and arbitration, a pledge to refrain, in relations among Member States, from resorting to force or threatening to resort to the use of force against the unity and territorial integrity or the political independence of anyone of them.
- The joint areas of interest - shall be Information and Cultillal Affairs, Economic and Trade Cooperation, and Scientific and Technical Cooperation.
- The secondary organs and institutions working toward the achievement of the OIC objectives, cover cultural, scientific, economic, legal, financial, sports, technological, educational, media, vocational, social and humanitarian as per **OIC Charter.**
- To coordinate and boost its action, align its stands, and achieve concrete results in various fields of cooperation such as

Political, cultural, social, spiritual, scientific and economics and to introduce common currency among Member States.

. To take particular measures in the areas of Human Rights, defamation of religions, unfortunate trend of negative stereotyping and defamation of Islam and Muslim, Racism., promotion of human rights and fundamental freedoms and promoting the cause of people who continue to be

Denied their rights upheld by the UN Charter.

. USI member states shall also deeply concern about gross violations of human rights of Palestinians and other Arabs living under Israeli occupation.

. USI shall try to **strengthen:**

a) Islamic solidarity among Member States,

b) Cooperation in the political, economic, social, cultural and scientific fields

c) The struggle of all Muslim people to safeguard their dignity, independence and national rights.

. USI shall effectively coordinate action to Safeguard the Holy Places and further support the struggle of the Palestinian people and assist them in recovering their rights and liberating their occupied territories.

. To work and to eliminate racial discrimination and all forms.

. To create a favorable atmosphere for the promotion of cooperation and understanding between Member States and other countries.

. To promote Islamic solidarity among Member States, to consolidate cooperation among Member

. States in the economic, social, cultural, scientific and other vital fields of activities,

. To carry out consultations among Member States in international organizations, to endeavor to eliminate racial segregation, discrimination and to eradicate colonialism in all its forms,

. To take necessary measures to support international peace and security founded on justice.

Le_ us quote the relevant provision of Hadith:

. **Hadith**

Hadhrat Nu'maan ibn Basheer (Radhiallaahu Anhu) narrates that Rasulullah (Sallallaahu Alayhi Wasallam) said, *'You will see the believers in their mutual mercy for one another, mutual love for one another, and mutual companion for one another like a body. When one limb (of the body) complains that affects the entire body by being awake and having fever.* ' (Mishkaat pg.422; Qadeemi)

Hadith:

Hadhrat Abu Musa (Radhiallaahu Anhu) narrates that Rasulullah (Sallallaahu Alayhi Wasallam) said, *'A believer to a believer is like a building that strengthens one another(with each brick).* ' *(Ibid)*

Hadith:

Hadhrat Ibn Umar (Radhiallaahu Anhu) narrates that Rasulullah (Sallallaahu Alayhi Wasallam)

Said, . A Muslim is a brother .of another Muslim, so do not oppress him and do not hand him over (to the mercy of the

enemies when he is in trouble).' (Ibid)

Feasible Recommendations for Effective working of USI and OIC:

. To gather the private sectors in a such powerful economic cooperation between the OIC member countries.

. To conduct a bilateral or p1Ultilateral meeting between trader and investor in a conclusive atmosphere, incentive and better treatment for the parties concerns.

To provide a forum for the private sectors to expand their business and create potential market for trader and investor.

Measures to make the following forums more effective and functional:

... Pakistan and Indonesian Chambers of Commerce and Industry, Middle East and OIC Committee, Center for Information and Development Studies (CIDES),Islamic Chamber of Commerce and industry, Business persons from 52 OIC member countries, Moslem business persons from about 30 non OIC countries. Facilitating the Industry by providing incentives to Investors, the Exporter, the Importer, the Contractor, the Consultants, Shipping, the Oil and Gas Sector, insurance, Banks and Financial Institutions, Consumer Products and Industrial Products of member states. The current Islamic resurgence comprises of two very important aspects: First, its extensive manifestation in terms of political emancipation .economic development. promotion of education; and second, Creation of new Political and economic institutions such as Organization of Islamic Countries (OIC), Increasing functionality of Islamic Development Bank (IDB), Islamic Chamber of Commerce and Industry (ICCI), International Islamic Universities (IIUs);

. Integration of Islamic banks (presently 105 interest free banks with assets exceeding $80 billion operate around the globe).

Rejection of Western culture: Search for means to extend cooperation and coordination among Muslim countries; creation of a number of similar other institutions which are symbols of unity of Muslim.

Conclusion:

A principal feature of the Holy Prophet's Sallallahu Alayhi Wasallam teachings is the emphasis upon every class, group or individual to fulfill the rights of others, with 'a full sense of responsibility, and consider it a source of good fortune in both worlds. In the light of all that has been explained above, it can confidently be said that our indifference to one another's rights is, to a great extent, the cause of our misfortune. Furthermore, the root cause of all trouble_ at the various levels social, economical, legal, educational, political, etc. .. is due to the disregard of the rights of others (i.e. not fulfilling them and not attaching an importance to them.). What we need is unity amongst Muslims. There can be no real peace and happiness, until we all attach an equal importance to the rights and claims of others upon us, as we attach to our rights and claims on them.

May Allah the Almighty grant us all, the understanding and the guidance to fulfill our rights and duties to one another, in the manner that has been explained to us by the Holy Prophet Sallallahu Alayhi Wasallam and may He create the bond of true and Sincere Unity between us all. Again, I bear witness that there is no true God worthy of worship but Allah alone, and I bear witness that Muhammad is His true slave and Messenger. Let us all pray:

"Allah, my Lord, grants me forgiveness, have mercy on me, guide me, provide me with your blessings and console me"

قومی سیرت کانفرنس

۱۴۲۴ھ/۲۰۰۳ء



مقالاتِ سیرت

نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امت مسلمہ کی ذمہ داریاں

تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں

وفاقی وزارت مذہبی امور، زکوٰۃ وعشر،

حکومت پاکستان